کتاب الاموال

أبو عُبَیْد القاسم بن سلّام رحمہ اللہ

م: ۲۲۴ ھ

تقدیم، ترجمہ وتحشیہ:

عبدالرحمن طاہر سورتی

ادارہ تحقیقات اسلامی

(اسلام آباد — پاکستان)

Book Series
Serial No.
Price
Date

کتاب الاموال

أبو عُبَيْد القاسِم بن سلّام رحمه الله

م : ۲۲۴ ھ

تقدیم، ترجمہ و تحشیہ :
عبدالرحمن طاہر سورتی

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی
الجامعة الاسلامية العالمية اسلام آباد

marfat.com
Marfat.com

سلسلہ مطبوعات ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، جامعہ اسلامیہ عالمیہ۔ اسلام آباد

جملہ حقوق محفوظ۔ اس کتاب کا کوئی حصہ، ناشر کی اجازت کے بغیر کسی بھی شکل میں شائع نہ کیا جائے۔ [illegible]

تحقیقی مقاصد یا تبصرہ و تنقید کے لئے ضروری اقتباسات نقل کئے جا سکتے ہیں۔

طبع اول : ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء۔ گیارہ سو

طبع قدیم۔ در دو جلد : ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۹ء۔ ایک ہزار

مطبوعات نمبر : ۶۹.

ISBN NO : ۹۶۹-۴۰۸۶۲-۲

مصنف : ابو عبید القاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ / ۸۳۹ء

مترجم : عبد الرحمن طاہر سورتی

ترتیب و تدوینِ جدید (زیر نظر ایڈیشن) : محمد میاں صدیقی

کمپوزنگ : محمد جاوید

تصحیح پروف : نجم الدین

خطاطی : خالد جاوید یوسفی

ناشر : سعید احمد شاہ۔ افسر انتظامیہ

مطبع : ادارہ تحقیقات اسلامی پریس۔ [illegible]

قیمت

اندرون ملک : ۲۱۲/- روپے (غیر مجلد)

۲۲۵/- روپے (مجلد)

بیرون ملک : ۱۶ ڈالر (غیر مجلد)

۲۰ ڈالر (مجلد)

جنوبی ایشیا : ۲۲۰/- روپے (غیر مجلد)

۲۴۰/- روپے (مجلد)

marfat.com

Marfat.com

فہرستِ عنوانات

پیش لفظ :	۳۵
مقدمہ :	۴۷
آغازِ متن :	
امیر اور رعایا کے باھمی حقوق ۔	۱
باب : ۱ ۔	
بیت المال کے ذرائعِ آمدنی ۔	۷
اموال میں رسول اللہ کے خصوصی حقوق ۔	"
مسلمانوں کی فوج کشی کیئے بغیر حاصل ہونے والی فئے ۔	"
صفی ۔	
خمس الخمس ۔	
بنو نضیر کی املاک	
خمس الخمس کے مصارف	۱٦
باب : ۲ ۔	
فئے ۔ اس کی مختلف صورتیں اور طریقے ۔	۲۵
جزیہ ۔	"
وصولیِ جزیہ کا حکم ، اسلام کی آخری تعلیمات میں سے ہے	۲٦
"عن ید" کی تفسیر	"
بادشاھوں کو اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے کی دعوت	۲۸

marfat.com

Marfat.com

آپ کا گرامی نامہ بنام منذر بن ساوی ,,
اسبذیین کے نام آپ کا گرامی نامہ ,,
اُہل یمن کے نام آپ کا گرامی نامہ ۲۹
ہرقل بادشاہ روم کے نام آپ کا دعوت نامہ ۳۰
فوج روانہ کرتے وقت سپہ سالاروں کو رسول اللہ کی وصیت۔ ۳۳

باب : ۳

فئے ، خمس ، اور صدقہ کی وصولی کے احکام ۳۷
عرب اہل کتاب سے جزیہ لینے کا بیان ,,
عرب اہل کتاب سے جزیہ لینے کا بیان ,,
جزیہ لینے میں اہل کتاب اور مشرک عربوں میں تفریق ,,
بنو تغلب کے ساتھ جزیہ کی خصوصی شکل ۴۰

باب : ۴

مجوسیوں سے جزیہ لینا ۴۶
ہجر کے مجوس کو رسول اللہ کی طرف سے اسلام قبول کرنے
یا جزیہ دینے کی تحریر۔ ۴۶
مجوس سے وصولی جزیہ کے سبب میں اختلاف ۴۹
اہل کتاب سے جزیہ لینا قرآنی فیصلہ ہے ۵۱
مجوس سے جزیہ لینا سنتِ رسول ہے ۵۱

باب : ۵

مردوں اور عورتوں میں سے جزیہ کس پر واجب ہے۔
جزیہ بالغ مردوں سے لیا جائے گا

باب : ٦

جزیہ کی فرضیت ، مقدارِ جزیہ ۵۸
سونے کے مالکوں پر چار دینار ، اور چاندی

marfat.com
Marfat.com

کے مالکوں پر چالیس درہم۔ ،،

چوبیس درہم سالانہ جزیہ ،،

حسب حیثیت جزیہ میں کمی بیشی ۵۹

جزیہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ ،،

ایک دینار دس یا بارہ درہم کے مساوی تھا ۶۰

عدم استطاعت پر جزیہ معاف ہو سکتا ہے۔ ۶۱

باب : ۷۔

جزیہ اور خراج کی وصولی ۶۳

کمائی سے لاچار ذمیوں کا وظیفہ ۶۷

باب : ۸۔

ذمی کے اسلام قبول کرنے یا جزیہ ادا کیئے بغیر مرنے پر ادائی جزیہ کی صورت۔ ۷۰

اسلام قبول کرنے کے بعد جزیہ باقی نہیں رہتا ۷۰

خراج کی زمین اسلامی ریاست کی ملکیت ہے ۷۱

علاماتِ اسلام ۷۱

شروع سال یا آخر سال اسلام لانے سے کوئی
فرق نہیں پڑتا۔ ،،

اسلام اپنے سے پہلے کے بقیہ جزیہ کو معاف کر دیتا ہے ۷۲

عہد اموی میں مسلمانوں سے جزیہ لینے کی غلطی ،،

مرنے والے ذمی پر واجب الاداء جزیہ اس کے
پس ماندگان سے وصول کرنے پر اختلاف۔ ۷۲

باب : ۹۔

جزیہ میں شراب اور خنزیر لینا ۷۳

جزیہ کی رقم کے عوض سؤر یا شراب لینے کی کراہت ،،

marfat.com

Marfat.com

چنگی ، جزیۂ اور خراج میں فرق ۷۵

حرام چیزوں پر چنگی لینے میں اختلاف "

باب : ۱۰ ۔

وصولیٔ جزیہ کا طریقہ ۔ ذمیوں کا شناختی لباس ۷۸

ہر گاؤں میں جزیہ وصول کرنے کے لیئے زمیندار "

مسلمانوں اور ذمیوں کی وضع میں تمیز پیدا کرنا "

ذمیوں پر کچھ پابندیاں لگانا ۷۹

باب : ۱۱ ۔

صلح کے ذریعے مفتوحہ علاقوں کے قواعد ۸۱

مفتوحہ علاقوں کے متعلق تین قسم کے احکام "

۱ : جن اراضی کے مالک اسلام قبول کر لیں ۔ "

۲ : معین خراج کے عوض صلح ۸۱

۳ : فوجی طاقت کے ذریعہ مفتوحہ علاقہ اور اس بارے میں اختلاف ۔ "

بہ زور و قوت مفتوحہ اراضی کے احکام ۸۲

خیبر کا معاملہ "

خیبر کے معاملے میں حضرت عمرؓ کی صوابدید ۸۳

تقسیم مصر کا مطالبہ ۸۴

مفتوحہ علاقہ خمس نکال کر تمام مسلمانوں میں تقسیم ہوگا ۔ "

مفتوحہ علاقہ کی تقسیم کے خلاف احادیث ۸۵

سوادِ عراق کی تقسیم کے مطالبہ پر حضرت عمرؓ کا جواب "

حضرت عمرؓ کا مفتوحہ زمین کو عام مسلمانوں کا سرمایہ قرار دینا ۔ "

بعد میں آنے والے مسلمانوں کی ضرورتوں کا خیال ۸۶

تقسیم کے خلاف حضرت علی کا مشورہ ۸۷

حضرت معاذ بن جبل کا مشورہ ۸۸

marfat.com

Marfat.com

فوجی طاقت کے ذریعے مفتوحہ علاقہ کو غنیمت یا فئے بنانا	,,
حضرت عمر کے فیصلے کی ایک نئی توجیہ	۹۲
فیصلہ کا انحصار امام کی صوابدید پر ہے	۹۵
ایک اور رائے	,,
فتح مکہ	۹۶
مکہ کو نہ غنیمت قرار دیا اور نہ فئے ۔	۹۸
مکہ کی امتیازی حیثیت ۔	,,
مکہ کے مکانات فروخت کرنے یا کرائے پر دینے کی مخالفت	۹۹
حرم مکہ نہ غنیمت بن سکتا ہے نہ فئے	۱۰۱

باب : ۱۲ ۔

فوجی قوت کے ذریعے مفتوحہ علاقوں میں خراج لگانا	۱۰۳
سواد عراق میں خراج ، چنگی ، اور جزیہ کی شرح	,,
خراج کا معاملہ کرائے سے مشابہ ہے	۱۰۵
خراج کی عمومی حیثیت	۱۰۸
سوادِ عراق کا حدود اربعہ	۱۰۹
خراج کے معنی	۱۱۰
خراج درختوں کے پھلوں کا معاوضہ نہیں	۱۱۲
تیاری سے قبل پھل فروخت کرنے کی ممانعت	۱۱۳
کیا خیبر کی پیداوار کا معاملہ قبالہ تھا	۱۱۵

باب : ۱۳ ۔

فوجی قوت سے ایسی مفتوحہ زمین کی خریداری جس پر امام نے وھاں کے باشندوں کو بحال کر کے اسے خراجی زمین ، قرار دیا ھو ۔	۱۱۷

marfat.com

Marfat.com

ذمیوں کے غلام اور ان کی خراجی زمین خریدنے کی ممانعت ۱۱۷
خراجی زمین کرایہ پر لینا ۱۱۹
خراجی زمین کی خریداری کی کراہت کے اسباب ۱۲۰
خراجی اور صلحی زمین کے احکام میں فرق ۱۲۲
حیرہ ، بانقیا اور الیس سوادِ عراق کے صلحی علاقے ہیں ۱۲۳
خراجی زمین میں عمل دخل کی رخصت ۱۲۶
تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض زمین دیدینا ،،
خراج اور جزیہ میں فرق ۱۲۷
خراج زمین ذمیوں کی ملکیت ہے ،،

باب : ۱۴ ۔

اگر فوجی قوت کے ذریعے مفتوحہ خراجی زمین کا مالک اسلام قبول کرے تو اس سے خراج کے ساتھ عشر بھی لیا جائے گا یا نہیں ۔ ؟ ۔ ۱۳۲

خراجی زمین کے مسلم مالک سے خراج کے ساتھ
عشر نہیں لیا جائے گا ۔ ،،
خراج کے ساتھ عشر بھی واجب ہوگا ۱۳۳
عشر اور خراج دو مستقل واجبات ہیں ۱۳۴
خراج کے ساتھ عشر دینے کے متعلق عمر بن
عبدالعزیز کا فتوی ۔ ۱۳۵
خراج و عشر ملا کر لینے کی تائید میں علمائے سنت کی رائے ۱۳۵
عشری زمین کا حکم جو ذمی کے قبضہ میں ہو ۱۳۷
عشری زمین خراجی بن جائے گی ۱۳۸
عشری رہے گی ۔ ،،

marfat.com
Marfat.com

عشری زمین پر ذمی سے کچھ نہیں لیا جائے گا ،،

اسلامی ریاست کو مالی نقصان پہنچنے کی وجہ سے ایسی
زمین کسی مسلمان کو بیچ دینے کا حکم دیا جائے گا ،،

عشری زمین ذمی کو کرایہ پر دی جائے تو نہ مسلمان
عشر ادا کرے گا نہ ذمی ، نہ ہی ذمی خراج دے گا ۱۳۹

ذمیوں پر جزیہ ، خراج اور تجارتی مال پر چنگی کے
علاوہ کچھ واجب الاداء نہیں ۱۴۰

خراجی زمین مسلمانوں کی فئے ہے۔ ۱۴۱

باب : ۱۵ ۔

فوجی طاقت کے ذریعے مفتوحہ علاقے اور مسلمانوں کے ملک میں ذمیوں کو کن امور کی اجازت اور کن کی ممانعت ہے۔ ۱۴۲

اسلام میں خصی کرنے اور نئے کنیسے تعمیر کرنے کی
اجازت نہیں ۔ ،،

خنزیروں کو مار کر ان کی قیمت منہا کر دینا ۱۴۳

شراب کی تجارت پر سخت پابندی ۱۴۴

عربوں کی آبادی کا مفہوم مسلم آبادی ہے ۱۴۶

رسول اللہ نے خیبر کا فیصلہ وقتی مصلحت کے تحت فرمایا تھا ۱۴۷

سر زمین عرب سے مشرکین کے اخراج کا حکم ،،

جزیرۂ عــرب میں دو دین نہیں رہیں گے ،،

دیس سے نکالنے کے لیئے قانونی وجہ جواز ضروری تھا ۔ ۱۴۹

مسلم علاقہ میں غیر اسلامی ادیان کی تبلیغ
پر پابندی ۱۵۰

marfat.com

Marfat.com

صلحی علاقہ میں شرائط صلح کی پابندی کی جائے گی ،،
وہ اسلامی مفتوحہ علاقے جہاں ان کے اصل باشندوں کو
آباد رہنے دیا جائے ۔ صلحی علاقہ کی طرح ہوں گے ۱۵۱
ذمیوں پر سختی کی وجہ ۱۵۲
مسلم اور ذمی کے مال میں فرق ، شراب کا سرکہ بنا لینا ۔ ۱۵۳
بتوں کی چاندی سے استفادہ ۔ لیکن شراب اور
سؤروں کی قیمت حرام ۔ ۱۵۵
باب : ۱۶

فوجی قوت کے ذریعے مفتوحہ علاقوں کے قیدیوں ،
غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں حکم ۔ ۱۶۰
امان بخشی کا اعلان ۱۶۲
قتل خطاء و عہد کا خون بہا ۱۶۳
خزاعہ کا بنی بکر کے ساتھ استثناء ،،
احسان کے عمل کا دوسرا نمونہ اہل خیبر ہیں ۱۶۴
فدیہ لے کر چھوڑ دینا ۱۶۸
چار ہزار درہم فدیہ یا بچوں کو پڑھانا ۱۷۲
فدیہ میں نقد رقم صرف بدر میں لی گئی ۱۷۳
ہوازن پر آپ کے احسان کی تفصیل
بنی مصطلق کا واقعہ ۱۷۸
مسلمان قیدیوں کے عوض کافر قیدیوں کا تبادلہ ۱۷۹
قیدی کو قتل کرنے کی کراہت ۱۸۰
باب : ۱۷ ۔

فوجی قوت کے ذریعے مفتوحہ علاقوں کے قیدیوں ،
غلاموں ، اور لونڈیوں کے بارے میں حکم ۔ ۱۸۵

marfat.com
Marfat.com

عورتوں کے عوض فدیہ میں مال لینا	,,
زن و مرد میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کے عوض فدیہ میں دینا ۔	,,
کفار کے قیدی بچوں کا حکم	,,
اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ مشرکین کے قبضہ میں چلے جانے والے مسلمانوں کو نجات دلائے ۔	۱۸٦
ذمیوں کی آزادی کے لیئے جہاد	۱۸۸
قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم	۱۹۰
حضرت ابو بکرؓ کی نو تمنائیں ۔	۱۹۵
عمر بن عبدالعزیز کا قیدی کو قتل کرنا	۱۹۷
احسان ، فدیہ ، قتل ۔ عربوں کے لیئے خصوصی حکم ہے ۔	۱۹۸
کسی عرب کو غلام نہیں بنایا جائے گا ۔	,,
امارت کا دارومدار شوری پر ہوگا	۱۹۹
امام کی صوابدید پر مرد قیدیوں کے لیئے احسان ۔	,,
احسان کرتے ہوئے چھوڑنے کا مطلب ہے ذمی بنا لینا ۔	۲۰۱
جنگ اور شکست سے قبل اور اس کے بعد اسلام لانے میں فرق ۔	۲۰۲
قیدیوں کی تقسیم سے قبل امام کو ان کے بارے میں اختیار ہے ۔	۲۰۳
مصر کے مفتوحہ یا صلحی علاقہ ہونے میں اختلاف ہے ۔	۲۰۷

باب : ۱۸ ۔

صلحی علاقوں کے احکام و قوانین ۔	۲۱۲
شرائط صلح کی پابندی کی تاکید ۔	,,
شرائطِ صلح میں اضافہ ممنوع ہے ۔	۲۱۳

marfat.com

Marfat.com

باب : ۱۹ ۔

ذمیوں کی ان شرائطِ صلح کا بیان جن کے بعد اُنہیں ان کے دین پر بحال رکھا جاتا ہے۔ ۲۱۵

جزیہ فوجیوں کی خوراک اور مسلمان مسافروں کی مہمانی ۔ ,,

معاندین کے بال بچوں کی خریداری کا مسئلہ ۔ ۲۱۶

باب : ۲۰ ۔

شرائطِ کے علاوہ مسلمانوں کے لیئے ذمیوں کے مال سے کیا کچھ حلال ہے۔ ؟ ۲۱۹

ذمیوں کا نقصان کیئے بغیر اپنی معمولی اور چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کی تکمیل ۔ ,,

شرائطِ صلح میں مندرجہ اشیاء کے سوا ذمیوں سے کوئی چیز لینا حلال نہیں ۔ ۲۲۱

امام کسی نقصان کی ضمانت نہ لینے کا اعلان کر سکتا ہے۔ ۲۲۲

باب : ۲۱ ۔

صلح کے بعد مفتوحہ علاقہ کے لوگوں کو ان کے سابقہ معاملات پر بحال رہنے دیا جائے گا ۔ ۲۲۵

صلح سے قبل کے مروجہ مراسم و ومعابد کی بحالی ۔ ,,

باب : ۲۲ ۔

صلح کے ذریعہ مفتوحہ علاقوں کے باشندے اگر اسلام قبول کر لیں تو ان کی زمینیں خراجی ہوں گی یا عشری ؟ ۲۳۰

اسلام قبول کر لینے کے بعد بھی ذمی کے پاس فئے کی

marfat.com

Marfat.com

جو زمین ہو گی وہ خراجی ہی رہے گی ۔ ۲۳۰
صلحی اور غیر صلحی زمینوں کی ملکیت میں اختلاف ۲۳۱
صلحی زمین کا اسلام قبول کرنے والا مالک خراج
دے گا یا عشر ۔ ؟ ۔ ۲۳۲

باب : ۲۳ ۔

مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان میعادی امن و صلح کے احکام ۔ ۲۳۳

صلح میں اسلامی مفاد ملحوظ رکھا جائے گا ۔ ۲۳۵
اسلامی حکومت کا سربراہ کچھ دے کر بھی صلح کر سکتا ہے۔ ۲۳۸
اللہ کے حکم کو روبہ عمل لانے میں شوری کی
ضرورت نہیں ۔ ۲۳۹

باب : ۲۴ ۔

عارضی صلح کی مقررہ میعاد ختم ہونے کے بعد مسلمانوں کو کیا اقدام کرنا چاہئیے ۔ ؟ ۲۴۳

میعاد کے ختم ہونے پر معاہدہ جاری رکھنے یا ختم کرنے
کی اطلاع دی جائے گی ۔

باب : ۲۵ ۔

عہد شکنی کرنے پر صلح و معاهده کرنے والوں کا خون کب روا ہو جاتا ہے۔ ۲۴۹

عہد نامہ کی کسی مشق کی مخالفت پر عہد شکنی کرنے
والے کا خون روا ہو جاتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

بنو قریظہ کا واقعہ
۲۵۰
مصر میں والئی صعید کا واقعہ
۲۵۳
عہد شکنی کا واضح ثبوت ضروری ہے
۲۵۴
عربسوس کا واقعہ
"
چند لوگوں کی عہد شکنی کی سزا پوری قوم کو نہیں دی جائے گی۔
۲۵۵
اھل قبرص کا معاملہ
"
اھل قبرص کا معاملہ
"
اھل قبرص کے سلسلے میں فقہاء کے نام عبدالملک کا سوال نامہ۔
۲۵۷
لیث بن سعد کا جواب۔
۲۵۸
سفیان بن عیینہ کا جواب
۲۵۹
مالک بن انس کا جواب
۲۶۱
موسی بن اعین کا جواب
۲۶۲
اسماعیل بن عیاش کا جواب
۲۶۲
یحی بن حمزہ کا جواب
۲۶۳
ابو اسحق اور مخلد بن حسین کا جواب
۲۶۴
خوارج کا واقعہ
۲۶۵
فوجی قوت اور صلح کے ذریعہ مفتوحہ علاقوں کے مشکوک ہونے پر تمام علاقہ کو صلحی قرار دیا جائے گا۔ ۲۶۶
اگر مشرکین سرداروں کو عوام کا اعتماد حاصل نہ ہوتو ان سے کیا ہوا معاہدہ ان کے عوام کی توثیق کے بعد نافذ کرنا زیادہ مناسب ہے۔
۲۶۸
مرتد عورت کو بھی قتل کیا جائے گا۔
۲۷۱

marfat.com
Marfat.com

عہد عمر فاروق میں عہد شکنی پر سولی کی سزا ۔ ۲۷۲

باب : ۲٦ ۔

صلحی اقوام کے افراد آزاد رہیں گے یا اُنھیں لونڈی غلام بنایا جا سکے گا ۔ ؟ ۲۷٦

صلحی اقوام آزاد قرار پائیں گی ۔ ،،

ایک مسلم کا کیا ہوا عہد تمام مسلمانوں کا عہد ہوتا ہے ۔ ۲۸۰

غلام اور بچہ کی امان دہی کا مسئلہ ۲۸۲

باب : ۲۷ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے صلح نامے ۔ ۲۸۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثقیف کے نام عہد نامہ ۔ ۲۸۹

ثقیف کے مسلمانوں کے نام رسول اللہ کا عہد نامہ ۔ ۲۹۲

امام وقت کتاب وسنت کے حدود میں رہتے ہوئے اسلامی مفاد کے مدنظر مراعات دے سکتا ہے ۔ ۲۹۳

دومة الجندل کے باشندوں کے نام رسول اللہ کا عہد نامہ ۔ ۲۹۵

اسلام اور غلامی کے درمیان عبوری کیفیت ۔ ۲۹۷

ھجر والوں کے نام رسول اللہ کا مکتوب گرامی ۔ ۲۹۹

اھل ایلہ کے نام رسول اللہ کا عہدنامہ ۔ ۳۰۰

خزاعہ کے نام رسول اللہ کا عہدنامہ ۔ ،،

زرعة بن ذی یزن کے نام رسول اللہ کا مکتوب گرامی ۔ ۳۰۱

marfat.com

Marfat.com

مؤمنین ، اهل مدینه اور یہود کے درمیان معاہدہ ۳۰۳

اہل تفلیس کے نام مکتوب ۳۱۱

باب : ۲۸ ۔

مصارفِ فئے ۔ ۳۱۵

فئے کی تقسیم ۔ فئے کے مستحقین و غیر مستحقین ۔ ,,

فئے کا مستحق ہونے کے لیئے مرکز اسلامی میں قیام

اور جہاد میں حصہ لینا شرط ہے۔ ,,

ہر مسلم فئے کا مستحق ہے۔ ۳۱۶

استحقاقِ فئے میں اختلاف کرنے والوں کے اقوال ۳۱۸

مہاجر اور غیرمہاجر کے لیئے فئے کے سلسلہ میں ایک حکم ۳۲۵

اسلامی حکومت قرض داروں کا قرض اپنے

ذمہ لے گی ۔ ۳۲۹

باب : ۲۹ ۔

فئے میں سے وظائف مقرر کرنے کا بیان ۔ ۳۳۳

حضرت عمر کا قائم کردہ نظام تقسیم فئے ۔ ,,

تقسیم وظائف فئے کی ترتیب اور رجسٹروں

میں اندراج ۔ ,,

اسبقیت میں قرابت رسول کا اہتمام ۔ ۳۳۵

حضور کی محبت کی وجہ سے افضلیت ۳۳۷

باب : ۳۰ ۔

شہریوں کے وظائف مقرر کرنے اور انہیں دیہاتیوں

پر ترجیح دینے کا بیان ۔ ۳۳۹

جمعیت مسلمین میں رہائش کی افضلیت ,,

marfat.com

Marfat.com

شہری آبادی کو دیہاتی آبادی پر ترجیح کی وجہ ۔ ,,

سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لیئے حلال ہے ۳۳۳

وظائف اسلام کی حفاظت کرنے والے شہریوں کو

دیئے جائیں گے ۔ اور دوسروں کی ہنگامی حالت

میں مدد کی جائے گی ۔ ۳۳۵

فئے اور صدقہ کا فرق ۔ ۳۳۸

باب : ۳۱ ۔

غیــر عرب اقــوام کے لیئے فئے سے وظــائف ۳۵۱

اسلام لانے کے بعد عرب اور غیر عرب میں امتیاز نہ ہوگا ۔

باب : ۳۲ ۔

فئے سے عورتوں اور بچوں کے لیئے وظائف ۔ ۳۵۴

اسلامی ریاست میں سماجی تحفظ ,,

بچہ پیدا ہوتے ہی فئے سے وظیفہ کا مستحق

ہو جاتا ہے ۔ ,,

عمر کے ساتھ بچہ کے وظیفہ میں اضافہ ۳۵۵

راستہ میں پڑا ملنے والے بچہ کا وظیفہ ۳۵٦

دودھ پلانے کے اخراجات کی ذمہ داری

وارث پر ۔ ۳۵۷

دودھ پیتے بچہ کو وظیفہ دینے میں اختلاف ۔ ۳۵۹

باب : ۳۳ ۔

فئے سے عورتوں اور غلاموں کے وظائف ۔ ۳٦۲

شادی شدہ کو کنوارہ سے دگنا ,,

کنیز و غلام کا حصہ ۳٦۳

marfat.com

Marfat.com

مولی اپنے سابقہ آقا کے مساوی ہوگا ۔ ٣٦٥

باب : ٣٤ ۔

فئے میں سے لوگوں کا روزینہ مقرر کرنا ۔ ٣٦٧

راتب کی مقدار کا تعین ۔ ٣٦٨

باب : ٣٥ ۔

فئے کو نکالنے اور مستحقین میں تقسیم کرنے
میں جلدی کرنا ۔ ٣٧١

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ۔ ،،

حضرت عمر کی پریشانی ۔ ٣٧٢

معاویہ اور بیت المال کی فاضل دولت ٣٧٣

بیت المال کی فاضل دولت کے لیئے عمر بن عبدالعزیز
کے مصارف ۔ ٣٧٤

باب : ٣٦ ۔

فئے اور غنیمت کا فرق ۔ ٣٧٦

دونوں مدوں میں سے کون سی مد سے فوجیوں کے
وظائف اور بال بچوں کے روزینے جاری کیئے جائیں گے ۔ ،،

مالِ غنیمت اور فئے میں حدِ فاصل ۔ ٣٧٩

اهل حرب مشرک کا هدیه رسول اللہ قبول نہیں فرماتے تھے ٣٨٣

صدقه کی تعریف ۔ وہ نہ فئے ہے نہ غنیمت ۔ ٣٨٦

باب : ٣٧ ۔

وظائف و عطیات کا مستحق ہونے کے بعد مر جانے
والے کے ساتھ
کیا طرزِ عمل اختیار کیا جائے گا ۔ ٣٨٨

وظیفه کا مستحق ہو کر مرنے والے کا وظیفه اس کے وارث

marfat.com

Marfat.com

کو ملے گا۔ ۳۸۹

باب : ۳۸۔

وظائف کے تعین میں قرآن مجید کی تعلیم ، دیگر علوم نیز آباؤ اجداد کے اسلامی کارنامے انجام دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی رعایت۔ ۳۹۱

قرآن مجید سیکھنے پر وظیفہ

صحابہ سے رشتہ داری کی بنا پر وظیفہ ۳۹۲

باب : ۳۹۔

لوگوں کے درمیان فئے کی مساویانہ تقسیم۔ ۳۹۳

معاشی مساوات "

تقسیم فئے کے متعلق ابو بکر ، عمر اور علی کی آراء ۳۹۵

فئے کی تقسیم میں مساویانہ اور ترجیحی

تقسیم کی توجیہ "

باب : ۴۰۔

مسلمانوں کے لیئے فئے کو زیادہ سے زیادہ بچانا اور انھیں فئے کی تقسیم میں ترجیح دینا۔ ۳۹۷

اسلامی ریاست میں ملازم کو ضرورت سے زیادہ

جوڑنے کی ممانعت۔ "

حکومت کا عہدہ دار تنخواہ کے علاوہ کسی تحفہ

اور بخشش کا حقدار نہیں۔ ۳۹۸

بیت المال سے انتظامیہ کی تنخواہ ۳۹۹

اسلامی ریاست یا عامة المسلمین کی ملکیت کی

حفاظت کا خیال ۴۰۲

marfat.com

Marfat.com

حکام کی آمدنی پر محاسبہ ״

باب : ۴۱ ۔

زمینوں کے متعلق احکام ۴۰۸

اراضی اور جاگیر کی تقسیم ״

آبادی

آباد کاری کے لیئے آباد کار کو زمین دینا ۔ ۴۰۸

مشروط طور پر جاگیر دینا ۔ ۴۱۰

عمومی ضروریات کی چیزیں ایک شخص کی ملکیت میں نہیں دی جائیں گی ۔ ۴۱۱

جاگیرداری محدود ہو، جس سے دوسروں کی حق تلفی نہ ہو سکے ۔ ״

گھوڑے اور دیگر مفید جانوروں کی پرورش کے لیئے جاگیر بخشنا ۔ ۴۱۲

غیر مملوکہ اور غیرآباد زمین ہی جاگیر میں دی جائے گی ۔ ۴۱۳

جاگیر ۔ طور نفل ۴۱۵

متعین مقصد کے لیئے جاگیر بخشی ۴۲۱

جس زمین کا کوئی مالک نہ ہوتا وہی زمین جاگیر میں دی جاتی تھی ۔ ״

باب : ۴۲

اراضی کی آباد کاری ۔ انہیں حد بندی کر کے ملکیت بنا لینا ۔ نیز دوسرے کی آباد کردہ زمین میں دخل اندازی کرنا ۔

آباد کاری کی تین صورتیں : ۴۲۳

marfat.com
Marfat.com

غیر آباد علاقہ کے آباد کار اور اس میں ناجائز
اور اس میں ناجائز دخل اندازی کرنے والے کے
متعلق احکام ۔ ۳۲۵
غیرآباد زمین ، آباد کرنے والے کی ملکیت ہوگی ،،
دوسرے کی زمین ھتھیانے کے لیئے اس میں باغ لگانا ۔ ۳۲۷
دوسرے کی زمین پر بلااجازت کاشت کرنا ،،
کسی کی آباد کردہ زمین میں ناجائز دخل اندازی ،،
غیر کی زمین پر ناجائز تعمیر کرنا ۳۲۹
جاگیردار کی بےکار زمین کو آباد کر لینے کے بارے
میں فیصلہ ۔ ،،
دوسروں کی دخل اندازی روکنے کے لیئے
حد بندی قائم کرنا ۳۳۱
طویل مدت تک زمین بےکار چھوڑنے والے کی زمین
حکومت کے تصرف میں آنے گی ۔ ۳۳۱
آباد کار کو اس کی کارکردگی کے مطابق حصہ ملے گا ۔ ۳۳۳
تین ممنوعہ علاقے ۳۳۳
ممنوع علاقہ کی لم ۳۳۳

باب : ۳۳ ۔

گھاس اور پانی والی زمین کی رکھت کا بیان ۔ ۳۳۷
حمی (رکھت) قرار دینے کا حق ،،
پانی ، آگ ، اور گھاس مشترک ملکیت ھیں ،،
لوگوں کو محروم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ۳۳۸
رکھت یا ممنوعہ علاقہ کی دو صورتیں ۳۳۰

marfat.com
Marfat.com

اللہ کے لیئے رکھنت ۳۳۳
مالکو زمین اپنی ضرورت سے زائد پانی ، گھاس،
اور خودرو بوٹیوں اور درختوں کو دوسروں سے
نہیں روک سکتا ـ "
پانی اور گھاس کی قیمت لینے کی کراھت ۳۳۵
پانی کی مختلف حثیتیں اور ان کے اعتبار سے اس کے
احکام ـ ۳۳٦

باب : ۳۴ ـ

خمس ، اور اس کے احکام و قواعد ـ ۳۳۹

انفال سے متعلق روایات اور ان کی تاویل ـ "
انفال کی وہ قسم جسے پانچ حصول میں تقسیم کیا
جائے گا ـ "
انفال کا مفہوم قرآن ، حدیث اور لغت
کی روشنی میں "
نفل کا ایک اور ذیلی مفہوم ۳۵٦
ذیلی مفہوم کے اعتبار سے نفل کی چار قسمیں "
پہلی قسم "
دوسری قسم ۳۵۷
تیسری قسم "
چوتھی قسم "

باب : ۳۵ ـ

مقتول سے چھینے ہوئے مال کی نفل جس میں سے خمس نہیں نکلتا ـ ۳۵۹

سَلَبُ (مقتول سے چھینا ہوا مال) بطور

marfat.com
Marfat.com

نفل کب دیا جاتا ہے۔ ۳۶۱

سلب کے متعلق اوزاعی کا قول اور اهل
شام کا عمل۔ ,,

سلب کی تعریف ,,

سلب کے متعلق عراقیوں کا نقطۂ نظر ۳۶۲

باب : ۳۶۔

غنیمت میں سے خمس نکالنے کے بعد ثلث یا
ربع بطور نفل دینے کا بیان۔ ۳٦۷

باب : ۳۷۔

اس نفل کا بیان جو خاص طور پر امام کے تصرف
میں پہنچنے والے خمس میں سے دی جائے۔ ۴۷۳

باب : ۳۸۔

خمس نکالنے سے قبل مالِ غنیمت کے
مجموعہ میں سے نفل دینا۔ ۴۷۹

نفل کی تقسیم میں رسول اللہ کی خصوصی حیثیت۔ ۴۸۰

باب : ۳۹۔

خمس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا حصہ۔ ۴۸۴

قرابت داروں سے مراد ,,

مالِ غنیمت میں سے بیت اللہ کا حصہ ۴۸۵

باب : ۵۰۔

خمس میں سے قرابت داروں کا حصہ۔ ۴۹۱

ذوی القربی کے بارے میں اختلاف۔ ۴۹۴

marfat.com

Marfat.com

باب : ۵۱ ۔

معدنیات اور مدفون اشیاء میں خمس ۵۰۰

معدن اور رکاز کے معنی

کانوں کی زکوٰۃ ۔ دفینہ میں خمس ۵۰۳

غلہ اور سونا چاندی پر زکوٰۃ واجب ہونے

اور ان کے نصابوں میں اختلاف ۔ ۵۰۶

باب : ۵۲ ۔

دفینہ میں سے خمس لینا ۔ ۵۰۹

دفینہ کی تعریف ۔ ۵۱۱

خزینہ پانے والے غلام کا حصہ ۵۱۲

باب : ۵۳ ۔

سمندر سے نکلنے والی اشیاء پر خمس ۔ ۵۱۴

مچھلی پر زکوۃ ۵۱۵

سمندر اور خشکی کے احکام میں اختلاف ۵۱۶

باب : ۵۴ ۔

صدقہ (زکوۃ) کے احکام و قوانین ۔ ۵۱۹

صدقہ کا ہر ذرہ اجر رکھتا ہے۔ ۵۲۱

افضل صدقہ ۵۲۳

دھرا صدقہ "

باب : ۵۵ ۔

صدقہ (زکوٰۃ) روکنے یا اسے نہ دینے پر

دینے پر تنبیہ ۔ ۵۲۵

مال میں زکوٰۃ کے علاوہ دیگر واجب حقوق ۵۲۸

marfat.com

Marfat.com

باب : ۵٦ ـ

اونٹوں پر زکوٰۃ کا فریضہ اور اس کے قوانین ـ	۵۳۲
صدقات سے متعلق عمرو بن حزم کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی ـ	,,
حضرت علی کی شاذ روایت اور اس پر کلام ـ	۵۳۸
معینہ عمر والے اونٹ نہ ملنے کی صورت میں متبادل صورتیں ـ	۵۴۳
چھوٹی عمر کے اونٹوں پر صدقہ	۵۴٦
سال بھر تک بقدر نصاب اونٹ رہیں لیکن محصل کی آمد پر کم ہو جائیں ـ	۵۵۴
نقد رقم اور مویشیوں کی زکوۃ میں فرق ـ	۵٦۱

باب : ۵۷ ـ

گائے بیلوں کی زکوٰۃ اور اس کے قواعد ـ	۵٦۴
محنت کرنے والے گائے بیل کی زکوٰۃ	۵٦۵
زکوٰۃ کے ضمن میں اونٹوں ، گائے، بیل کی تین قسمیں ـ	۵٦۸
۱ ـ نسل کشی کے لیئے پالی جانے والی ـ	,,
۲ ـ تجارتی ـ	,,
۳ ـ محنت کرنے والی ـ	۵٦۹
بھیڑ ، بکریاں نسل کشی اور تجارتی اغراض میں	

marfat.com

Marfat.com

اونٹوں اور گائے بیل سے مشابہ ہوں گی ۔ ،،

زکوٰۃ میں تجارتی مویشیوں کی تعداد نہیں بلکہ

قیمت ملحوظ رکھی جائے گی ۔ ۵۷۰

باب : ۵۸ ۔

بھیڑ ، بکریوں کی زکوٰۃ اور ان کے قواعد ۔ ۵۷۵

مخلوط بھیڑ بکریوں اور چھوٹی بھیڑ

بکریوں کی زکوٰۃ ۔ ۵۷۷

زکوٰۃ میں لی جانے والی بھیڑ بکریوں

کی عمر کا تعین ۵۷۸

باب : ۵۹ ۔

جدا جدا جانوروں کو یکجا کرنا ، یکجا جانوروں

کو جدا جدا کرنا ۔ ۵۸۱

اشتراک کی شرائط ۵۸۶

ادا شدہ زکوٰۃ میں شرکاء اپنے مال کے مطابق حصہ

دار ہوں گے بشرطیکہ ہر شریک بقدر

نصاب رکھتا ہو ۔ ۵۸۷

سفیان اور اہل عراق کا اختلاف ۵۸۸

ادائی زکوٰۃ کے سلسلے میں اس شریک کا مسئلہ جس کے

پاس چالیس سے کم بکریاں ہوں ۔ ۵۹۰

شرکاء کے درمیان حساب فہمی کی مختلف

توجیہات ،،

خلیط و شریک کا فرق ۵۹۳

شریک کی تعریف ۵۹۳

marfat.com

Marfat.com

باب : ٦٠ ۔

محصّلِ زکواۃ کو اپنے کام کی انجام دہی میں عدل سے متعلق کن امور کا خیال رکھنا چاھئیے۔ ٥٩٦

محصّلِ زکواۃ کو حق کے ساتھ فرض انجام دینے کی ہدایت ۔ ,,

سختی اور ظلم کی ممانعت ,,

مویشیوں کی زکوۃ لینے کا طریقہ ٥٩٨

باب : ٦١ ۔

وہ پسندیدہ طرزِ عمل جس کا مظاہرہ محصل زکواۃ کی آمد پر مالکان مویشی کو کرنا چاھئیے ۔ ٦٠٢

باب : ٦٢ ۔

سونے اور چاندی کی زکواۃ اور اس کے قواعد ۔ ٦٠٥

سونے چاندی کا نصاب ,,

بقدر نصاب مال کا سال بھر تک مالک رہنے پر زکواۃ واجب ہوگی ۔ ٦٠٦

درھم و دینار اور مویشیوں میں فرق ٦٠٧

مویشیوں کے علاوہ دیگر اموال پر سال گزرنے سے قبل زکواۃ واجب نہیں ہوگی ۔ ٦٠٩

ایسے مال کی زکواۃ جو شروع سال میں نصاب سے کم ہو لیکن آخر میں بڑھ جائے ۔ ٦١٣

موجودہ مال میں سے ہونے والے اضافے اور

marfat.com

Marfat.com

دیگر ذرائع کے اضافے میں فرق رکھا جائے
گا یا نہیں ؟ ..

بقدر نصاب مال کی موجودگی میں
ادائی زکوٰۃ کے وقت سے ایک دو ماہ قبل حاصل ہونے
والے مال کی زکوۃ ـ ٦١٥

اضافی آمدنی میں تعین وقت اور عدم تعین
وقت کا فرق ـ ٦١٦

منافع پر زکوٰۃ میں اختلاف ٦١٧

سونے یا چاندی کے جداگانہ مقدار نصاب
سے کم ہونے پر زکوٰۃ ادا کرنے
کی صورت ـ ٦١٨

نصاب سے زائد سونے چاندی پر زکوٰۃ
لینے کا طریقہ ٦٢٣

باب : ٦٣ ـ

تجارتی سامانوں اور قرضوں پر زکوٰۃ ـ ٦٢٩

تاجروں کے تمام سامان تجارت کا حساب لگا کر اس
قیمت پر زکوٰۃ لی جائے گی ـ ..

قرض دی ہوئی رقم پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی ، اور
قرض لی ہوئی رقم منہا کی جائے گی ـ ٦٣٠

ڈوبا ہوا قرض شمار نہیں ہوگا ـ ..

تجارتی سامان کی قیمت متعین کر کے اسے نقد رقم میں
جوڑ کر جملہ رقم پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی ـ ٦٣١

تجارت کے لیئے موتی جواہر پر زکوٰۃ ..

marfat.com

Marfat.com

برسوں رکے ہوئے سامان تجارت کی زکوٰۃ ۔ ..

زکوٰۃ اصل مال کے علاوہ متبادل اشیاء یا نقدی
کی صورت میں لی جا سکتی ہے۔ ٦٣٣

سونے کی زکوٰۃ چاندی کی صورت میں ٦٣٣

زکوٰۃ صرف تجارتی مال پر لگے گی ۔ ٦٣٥

تجارتی مال کی تعریف ٦٣٥

قرض دینے والے پر زکوٰۃ ادا کرنے کے سلسلے میں
مختلف اقوال ۔ ٦٣٦

وہ قرضے جو قابل اعتماد لوگوں پر ہوں اور
ان کی وصولی کی امید ہو ۔ ..

ایسے قرضے جن کی واپسی کی امید منقطع
ہو گئی ہو ۔ ٦٣٣

قرض دی ہوئی رقم کو زکوٰۃ میں منہا کرنا ۔ ٦٣٥

مقروض سے زکوٰۃ لینا ۔ ٦٣٩

بےجان نقد مال اور جانوروں کی
زکوٰۃ میں فرق ۔ ٦٥١

باب : ٦٣ ۔

**سونے ، چاندی کے زیورات پر زکوۃ ، اور
اس ضمن میں اختلافات ۔** ٦٥٣

زیورات پر زکوٰۃ واجب بتانے والوں
کے اقوال ۔ ..

زیورات پر زکوٰۃ واجب نہ بتانے والوں
کے اقوال ٦٥٥

marfat.com

Marfat.com

زیورات کی زکوٰۃ انھیں پہننا اور
عاریت دینا ہے ٦٥٦
سونے اور چاندی سے متعلق آپ
کی دو سنتیں ۔ ٦٥٧
زیور پر زکوٰۃ والی حدیث کی تاویل ٦٦٠
سونے چاندی کے ڈلوں پر زکوٰۃ ۔ ٦٦٢

باب : ٦٥ ۔

یتیم کے مال کی زکواۃ سے متعلق سنت ، نیز اس مسئلہ کے اختلافات کا ذکر ۔ ۔ ٦٦٣

یتیم کے مال پر زکوٰۃ عائد ہوگی ۔ "
یتیم کے مال پر زکوٰۃ عائد نہ ہونے کی تائید
میں اقوال ۔ ٦٦٦
یتیم کے کاروبار میں لگے ہوئے مال ، اور منجمد
مال میں فرق ۔ ٦٦٧
مجنون کے مال پر زکوٰۃ ۔ ٦٦٨
بلوغ پر یتیم کا مال دے کر اب تک اس پر
عائد ہونے والی زکوۃ سے باخبر کر دینا
کافی ہو گا ۔ "
یتیم کے مال پر نہ زکوۃ دی جائے گی ، نہ اس کا
حساب رکھا جائے گا ۔ ٦٦٩
نماز اور زکوٰۃ کے حکم میں اختلاف ۔ "
روزہ اور نماز کے حکم میں اختلاف ۔ ٦٧٠
نماز اور زکوۃ کے حکموں میں بڑا فرق "

marfat.com
Marfat.com

باب : ٦٦ ـ

غلام اور مکاتب کے مال کی زکواۃ ـ ٦٧٦

غلام اور مکاتب سے زکواۃ لی جانے کی تائید

میں روایات ـ "

غلام کا مال اس کے مالک کی ملکیت ہوگا لہذا

اس کی زکواۃ مالک ادا کرے گا ـ ٦٧٦

غلام کا مال غلام ہی کی ملکیت ہوتا ہے ـ "

غلام و آزاد کی ملکیت کے قانون

میں فرق ہے ـ ٦٧٧

غلام و آزاد کے دیگر احکام میں فرق ٦٧٨

مکاتب پر کوئی زکواۃ واجب نہیں ـ ٦٨٢

باب : ٦٧ ـ

گھوڑوں اور غلاموں کی زکواۃ ـ ٦٨٣

مسلمانوں کی انفرادی یا جنگی ضرورت میں کام آنے

والے گھوڑوں اور غلاموں پر زکوۃ کی معافی ـ "

افزائشِ نسل کے لیئے پالے جانے والے گھوڑے

زکواۃ سے مستثنی ہوں گے ـ ٦٨٧

گھوڑوں کی زکواۃ کے سلسلے میں

راہِ اعتدال ـ ٦٨٨

باب : ٦٨ ـ

زمین سے پیدا ہونے والے غلہ جات اور پھلوں
کی زکواۃ ـ ٦٩٠

زمین کی وہ پیداوار جس پر سنت نے زکواۃ

marfat.com

Marfat.com

متعین کی ۔ ،،
سنت کی بیان کردہ اشیاء پر فقہاء کا اضافہ ۔ ۶۹۲
امام مالک مختلف اصناف کے غلوں کو ملا کر پانچ وسق ہو جانے پر زکوٰۃ کے قائل ھیں ۔ ۶۹۳
مالک ، گیہوں ، جو، اور سلت کو ایک صنف، اور دالوں کو ایک صنف قرار دیتے ھیں ۔ ،،
اھل عراق ھر صنف کے جداگانہ پانچ وسق ھونے پر زکوٰۃ کے قائل ھیں ۔ ۶۹۴
سنت کی بیان کردہ اشیاء میں سے فقہاء کا بعض کو کم کر دینا ۔ ۶۹۵
اصناف میں اضافہ یا کمی کرنے والوں کے چار مختلف اقوال ۔ ،،
لفظ و سق سے استدلال ۔ ۶۹۷

باب : ۶۹ ۔

زرعی پیداوار کی وہ کم سے کم مقدار جس پر زکواۃ واجب ھوتی ہے۔ ۷۰۰
دسواں اور بیسواں حصہ زکوٰۃ کی زمینیں ۔ ،،
زرعی پیداوار کے پانچ وسق ھونے پر زکوٰۃ ۷۰۵

باب : ۷۰۔

زکوۃ کے لیئے پھلوں کا تخمینہ لگانے ، نیز رعایت دیتے ھوئے درختوں کے مسئلہ میں سنت کی رہ نمائی ۔ ۷۰۷
نصف پیداوار پر معاملہ کرنا ۔ ،،

marfat.com
Marfat.com

پیداوار کا تخمینہ ۔ ،،

تخمینہ کے لیئے موزوں وقت ٧٠٨

تخمینہ کھجوروں اور انگوروں کا لگایا جائے گا ۔ ٧٠٩

غلہ کی زکوٰۃ مالک اپنے اندازہ کے مطابق ادا کرے گا ۔ ٧١٠

باغات کے مالکوں کے لئے ان کے کھانے میں آنے والے پھل شمار ہوں گے یا نہیں ۔ ؟ ٧١١

عرایا عاریت دیتے ہوئے کھجور کے درخت کے دو مفہوم ۔ ٧١٣

پہلی شرح ۔ ،،

دوسری شرح ۔ ،،

عرایا کا تخمینہ پانچ وسق یا اس سے کم ہونا چاھئیے ٧١٥

عرایا کے بارے میں اھل عراق کا قول ۔ ٧١٧

اھل عراق اور ان کے تخمینہ کی مخالفت پر بحث ۔ ٧١٨

تخمینہ اور قرعہ اندازی دونوں سنت رسول ھیں ۔ ٧٢٢

انگوروں اور کھجوروں کی زکوۃ ان کے خشک ہونے پر لی جائے گی ۔ ،،

تخمینہ لگانے پر مامور ماھر افسر کے تخمینہ پر عمل کیا جائے گا ۔ ٧٢٣

تخمینہ میں حد سے تجاوز غلطی پر اصلاح کی جائے گی ۔ ،،

marfat.com

Marfat.com

اوقاف پر زکوٰۃ کے بارے میں اختلاف ۔ <۲۴

پانچ وسق سے زائد پھلوں کو فروخت کر کے ان کی
قیمت میں سے زکوٰۃ لی جائے گی ۔ <۲۵

بعض پھلوں کا تخمینہ نہیں لگایا جائے گا ۔ ”

باب : ۱<۔

ان اموال کا بیان جن پر زکوٰۃ واجب ہونے میں علماء کا اختلاف رہا ، یہ تین قسم کی چیزیں ہیں :

شہد ، زیتون اور سبزیاں ۔ <۲۸

شہد پر زکوٰۃ ۔ ”

شہد پر زکوٰۃ نہ لینے والوں کے اقوال ۔ <۳۰

خراجی یا عشری زمین سے نکلنے والا شہد ۔ ”

اگر شہد کسی غلہ کے پانچ وسق کے برابر ہو جائے
تو اس پر زکوٰۃ ہو گی ۔ <۳۱

باب : ۲<۔

زیتون پر زکوٰۃ کا بیان ۔ <۳۳

زیتون یا اس کے تیل پر زکوٰۃ ۔ ”

پھلوں اور سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں ۔ <۳۴

ابو حنیفہ کی جداگانہ رائے ، اور ان کے
ساتھیوں کا ان کی رائے سے اختلاف ۔ <۳۵

عشری زمین کی سبزیوں اور پھلوں کی زکوٰۃ <۳۶

سبزیوں کی زکوٰۃ ان کی قیمتوں پر
لی جائے گی ۔ ”

marfat.com

Marfat.com

سبزیوں کی قیمتوں پر پورا سال گذرنے کے بعد
زکوۃ ۔ ۳۷
زیتون اور تل کی زکواۃ ۔ ۳۸
شہد پر زکواۃ نہیں ۔ ۴۰
شہد کی زکواۃ کی توجیہ ،،

باب : ۳۷ ۔

گھٹیا پھلوں سے زکواۃ ، اور مقروض سے زکواۃ لینے کا بیان ۔ ۴۳

زکوۃ میں ناکارہ اور ناقص مال
دینے کی ممانعت ۔ ،،
ناقص اشیاء مال میں شمار ہوں گی لیکن
زکواۃ میں قبول نہیں کی جائیں گی ۔ ۴۴
زمین کے مالک پر قرض اور پیداوار برابر ہونے
پر زکواۃ کا مسئلہ ۔ ۴۴
مویشیوں کے مالک پر قرض کا مسئلہ ۔ ۴۶
قرض کا ثبوت ضروری ہے ۔ محض مقروض ہونے
کا دعوی قبول نہ ہو گا ۔ ۴۸
سیم وزر اور مویشیوں کے مالکوں کے دعاوی
کا فرق ۔ ،،
عشری زمین کی شرائط ۔ ۵۰
عشری زمین سے وصول شدہ زکوۃ مصارفِ
زکواۃ میں خرج ہوں گی ۔ ۵۲
عشری زمین کے علاوہ دوسری زمینیں فئے کی
ہوں گی یا صلحی ہوں گی ۔ ،،

marfat.com

Marfat.com

سبزیوں کی قیمتوں پر پورا سال گذرنے کے بعد زکوۃ ۔	۷۳۷
زیتون اور تل کی زکواۃ ۔	۷۳۸
شہد پر زکواۃ نہیں ۔	۷۴۰
شہد کی زکواۃ کی توجیہ	,,
باب : ۳۷ ۔	
گھٹیا پھلوں سے زکواۃ ، اور مقروض سے زکواۃ لینے کا بیان ۔	۷۴۳
زکوۃ میں ناکارہ اور ناقص مال دینے کی ممانعت ۔	,,
ناقص اشیاء مال میں شمار ہوں گی لیکن زکواۃ میں قبول نہیں کی جائیں گی ۔	۷۴۴
زمین کے مالک پر قرض اور پیداوار برابر ہونے پر زکواۃ کا مسئلہ ۔	۷۴۴
مویشیوں کے مالک پر قرض کا مسئلہ ۔	۷۴۶
قرض کا ثبوت ضروری ہے ۔ محض مقروض ہونے کا دعوی قبول نہ ہو گا ۔	۷۴۸
سیم وزر اور مویشیوں کے مالکوں کے دعاوی کا فرق ۔	,,
عشری زمین کی شرائط ۔	۷۵۰
عشری زمین سے وصول شدہ زکوۃ مصارفِ زکواۃ میں خرچ ہوں گی ۔	۷۵۲
عشری زمین کے علاوہ دوسری زمینیں فئے کی ہوں گی یا صلحی ہوں گی ۔	,,

marfat.com

Marfat.com

باب : ۴> ـ

پیمانوں کا بیان ـ	<۵۷
مختلف پیمانوں کے نام ـ	"
فرق کا تعین ـ	<۵۸
فرق : ۳ صاع : ۱۶ رطل	"
وسق ـ ۶۰ صاع	<۵۹
صاع ـ مختوم	<۵۹
صاع ـ ۸ رطل ، مد ـ ۲ رطل	"
صاع ، جی جی کے	
صاع ، حجاجی کے برابر یا کچھ زائد	"
حجاجی (۱) ہاشمی یعنی ۸ رطل	<۶۰"
حضرت عمر کا تعین دنیار : ۱۰ درہم	<۶۱
اہل عراق ۱۵ ـ ۱۲۰ رطل	<۶۲
اہل حجاز کا قول صحیح ہے ـ	"
پیمانہ مدینہ کا اور باٹ مکہ کا	"
بعض احادیث سے فرق اور صاع کا تعین	<۶۳
زکوٰۃ یا صدقۂ فطر	<۶۶
کفارہ ، قسم	"
مناسک کا فدیہ	"
رطل ـ ۱۲۸ درہم	<۶۷
درہم کی کہانی	"
بڑے درہم کا وزن آٹھ دانق اور چھوٹے درہم کا چار دانق تھا ـ	<۶۸
درہم ـ ۶ دانق	<۶۹

marfat.com
Marfat.com

باب : ۷۵۔

مسلمانوں ، ذمیوں ، اور اہلِ حرب کے ان اموال سے وصول کیئے جانے والے صدقات (زکوۃ) اور ٹیکسوں کا بیان جو عاشر کے پاس سے گذارے جاتے ہیں۔ ۷۷۱

عاشر اور ٹیکس وصول کرنے والے کا بیان
نیز وہ وعید جو اس بارے میں مروی ہے۔ ،،

وہ زکوۃ جس کی وصولی کے لیئے جبر کی اجازت ہو۔ ۷۷۷

ذمیوں سے عشر لینے کی وجہ۔ ۷۷۸

باب : ۷٦۔

عاشر مسلمانوں سے زکواۃ اور ذمیوں اور اہل حرب سے چنگی یا ٹیکس کسی مقدار میں وصول کرے گا۔ ۷۸۱

مسلم ، ذمی ، اور غیر ذمی تاجروں سے زکوۃ و
عشر کی وصولی کی شرح۔ ،،

چنگی لگانے میں ملکی مانگ کی رعایت کرنا۔ ۷۸۲

ذمیوں سے عشور کی وصولی۔ ،،

عشور وصول کرتے وقت مالیت
کا تخمینہ ۷۸۳

عشور صلحی شرائط کے مطابق لیا جاتا تھا۔ ،،

عشور کے متعلق اہل عراق کا قول ۷۸۴

عشر سو یا دو سو درہم کی مالیت کے
تجارتی سامان پر لیا جائے گا۔ ،،

ذمی مقروض ہونے کا دعوی کرے تو عشر معاف

marfat.com

Marfat.com

هو جائے گا ۔ ٧٨٥
عشر و دیرپا اشیاء پر لیا جائے گا ۔ ״
ایک هی مال پر کئی بار عشر نہیں لیا جائے گا ۔ ״
امام مالک کا عراقی فقہاء سے اختلاف ۔ ״
ابو عبید کا محاکمہ ٧٨٦
اهل حرب سے عشور کی وصولی ۔ ٧٩١
مشکوک دعوے دار سے حلف اٹھوانا ۔ ٧٩٢

باب : ٧٧ ۔

بنی تغلب سے عشر کی وصولی اور ان سے دگنا صدقہ (زکواۃ) وصول کرنا ۔ ٧٩٣

بنی تغلب سے شرائطِ صلح ״
عرب ہونے کے باوجود حضرت عمر کا بنی تغلب کو کچھ مال لے کر چھوڑ دینا ۔ ٧٩٦
بنی تغلب کے جزیہ کو دوگنی زکواۃ کہنے کی مصلحت ۔ ״
بعض صحابہ کی طرف سے حضرت عمر کی غیر معمولی قابلیت کا اعتراف ۔ ٧٩٧
بنی تغلب سے وصول ہونے والی رقم کا زکواۃ کے مد میں شمار نہیں ہوگا ۔ ٧٩٨
عربوں میں سے اهل کتاب و مشرکین ، نیز عربوں اور عجمیوں کا فرق ۔ ״
یہودیت اور عیسائیت کے علاوہ هر دین کو مجوسیت پر قیاس کیا جائے گا ۔ ٨٠٢

marfat.com
Marfat.com

باب : ۷۸ـ

زکوۃ کے مصارف ـ ۸۰۵

پانچ صورتیں جن میں تونگر زکوٰۃ لے سکتا ہے ۸۰۸

تونگری کی وہ مقدار جس کے بعد
زکوۃ لینا مذموم ہے ـ ،،

مختلف مقداروں کا تجزیہ اور اوقیہ کو
ترجیح ـ ۸۱۰

اوقیہ ـ گھر ، لباس ، خادم اور گھر کے ضروری
اسباب کے علاوہ ہونا چاہئیے ـ ۸۱۴

بعض علمائے عراق کی تونگری اور
فقر کی تعریف ـ ۸۱۷

حضرت عمر کی روایت کہ قحط سالی میں ایک ریوڑ کا
مالک زکوٰۃ لے سکتا ہے ـ ۸۱۸

قحط سالی میں قطعِ ید کی ممانعت ـ ۸۲۰

باب : ۷۹ـ

**زکوٰۃ میں سے ایک شخص کو کم از کم کتنا
دیا جائے ـ** ۸۲۲

زکوٰۃ بقدر سرمایہ نہ دی جائے ـ ،،

زکوٰۃ دینے کی کوئی حد متعین نہیں ۸۲۳

خرچ کرنے میں نفل صدقہ اور فرض زکوۃ کی
یکساں حیثیت ـ ۸۲۵

زکوٰۃ کی رقم میں سے بے گھر کو گھر ، اور ننگے
کو لباس ، اور مسافر کو سواری و رسد دینا ـ ۸۳۲

marfat.com

Marfat.com

باب : ۸۰ ـ

حکام کو زکوۃ دینا ـ ۸۳۳

عہد نبوت اور خلافتِ راشدہ میں زکوۃ سربراہِ
حکومت یا اس کے نمائندہ کو دی جاتی تھی ـ ،،

وہ صحابہ جو حکام کو زکوۃ دینے کے حق
میں ہیں ـ ۸۳۵

کافر کو زکواۃ نہ دو ۸۳۶

حکام کو زکواۃ دینے یا نہ دینے کی توجیہ ۸۳۷

اپنی زکواۃ خود مستحقین میں تقسیم کرنا ـ ۸۳۹

اپنے آپ زکواۃ تقسیم کرنے میں تقوی سے کام لینا ـ ،،

اپنے طور پر صرف نقدی کی زکواۃ بانٹی
جا سکتی ہے ـ ۸۴۱

مویشیوں ، غلوں ، اور پھلوں کی زکوۃ صرف
حکام وصول کریں گے ـ ۸۴۲

ملک میں غالب آنے والی جماعت کو
زکواۃ دیدو ـ ۸۴۳

ابو عبید کے نزدیک حاکم کا قریشی ہونا ـ ،،

باب : ۸۱ ـ

زکوۃ کو آٹھ مدوں میں بانٹنے ، نیز بعض مستحقین کو چھوڑ کر بعض کو دینا ـ ۸۴۷

آٹھ مدوں میں سے کسی ایک مد میں تمام
زکواۃ خرچ کی جا سکتی ہے ـ ،،

marfat.com

Marfat.com

زکوٰۃ کی رقوم وافر ہوں تو تمام مدوں میں
باٹنی جائیں ۔ ۸۴۸
زکوٰۃ کا سب سے زیادہ مستحق ۔ "
تقسیم زکوٰۃ میں حاکم کی صوابدید کی اہمیت ۔ "
زکوٰۃ تمام مدوں میں بہ تناسب باٹنی جائے ۔ ۸۴۹
زکوٰۃ کے مصارف کی مختصر تشریح ۔ "
پہلی مد ۔ فقراء ۔ ۸۵۰
دوسری مد ۔ مساکین ۔ "
تیسری مد ۔ محصلین زکوۃ ۔
چوتھی مد ۔ مؤلفة القلوب ۔ ۸۵۱
پانچویں مد ۔ غلاموں کو آزاد کرانا ۔ "
چھٹی مد ۔ مقروض و تاوان رسیدہ لوگ اور
اس کے مصارف ۔ "
ساتویں مد ۔ فی سبیل اللہ ۸۵۲
آٹھویں مد ۔ ابن السبیل "
زکوٰۃ کو صحیح مصرف میں امام ہی خرچ کر
سکتا ہے۔ ۸۵۳
باب :۸۲ ۔
رشتہ داروں کو زکواۃ دینا ۔ ۸۵۵
ضرورت مند رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ "
اپنے زیر نگرانی یتیم رشتہ دار بچوں کو زکوٰۃ دی
جا سکتی ہے۔ "

marfat.com
Marfat.com

زکوٰۃ اس رشتہ دار کو دی جا سکتی ہے جو
مزکی کے عیال میں شامل نہ ہو۔ ۸۵۶
عیال میں شامل ہونے والے کو زکوٰۃ نہ
دینے کی علت۔ "
اگر سلطان نے کسی عزیز کا خرچ برداشت کرنے
پر مجبور کر دیا ہو تو اسے زکوۃ دینا
مکروہ ہے۔ ۸۵۷
عیال سے کون مراد ہے۔ ۸۵۷
عیال کے سلسلہ میں محرم رشتہ دار اور غیر محرم
رشتہ دار میں اختلاف۔ ۸۵۹

باب : ۸۳۔

عورت کا اپنے مال کی زکوۃ میں سے اپنے شوہر کو دینا۔ ۸۶۲

عورت اپنے شوہر کی اولاد کو بھی زکوۃ
دے سکتی ہے۔ ۸۶۵
اہل عراق کا قیاس کہ جس طرح مرد اپنی بیوی
کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اسی طرح بیوی بھی اپنے
شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ "
کسی کو زکوٰۃ دینے یا نہ دینے کے بارے
میں فیصلہ کن اصول۔ ۸۶۶

باب : ۸۴۔

زکوٰۃ جلدی یا قبل از وقت ادا کرنا۔ ۸۶۸

زکوٰۃ پیشگی لے لینا یا ادا کرنا۔ "
پیشگی زکوٰۃ لینے کے مسئلہ میں توقف ۸۶۹

marfat.com
Marfat.com

پیشگی زکوٰۃ دینے کی مخالفت۔ ״

زکوٰۃ میں تاخیر بھی کی جا سکتی ہے۔ ۸۸۰

باب : ۸۵۔

زکوٰۃ کو اسی علاقہ میں تقسیم کرنا جہاں سے وہ لی گئی ہو۔ ۸۸۵

جس علاقہ کی زکوٰۃ ہو پہلے وہاں کے مستحقین میں تقسیم کی جائے۔ ״

امام علاقائی ضرورتوں کے مدنظر ہنگامی فیصلہ کر سکتا ہے۔ ״

علاقائی ضرورت کی وجہ سے زکوٰۃ پر پابندی۔ ۸۸۶

جن لوگوں سے زکوٰۃ لی جائے انہیں کے فقراء میں زکوٰۃ تقسیم کر دی جائے۔ ״

جب تک علاقہ میں ایک بھی محتاج ہو وہاں کی زکوٰۃ باہر نہیں جائے گی۔ ۸۸۸

جب کسی علاقہ کی زکوٰۃ لینے کے لیئے کوئی مستحق وہاں نہ رہے تو وہاں کی زکوٰۃ مرکز کو بھیج دی جائے۔ ״

اگر کسی مستحق زکوٰۃ کی محرومی کی شکایت ملے تو آئندہ سال اسے دگنی زکوٰۃ دینا۔ ۸۸۱

بعض روایات جن سے ایک علاقہ کی زکوٰۃ دوسرے علاقہ میں لے جانے کا جواز ملتا ہے۔ ۸۸۳

باب : ۸۶۔

کسی شخص کے زکوٰۃ نکالنے کے بعد اس زکوۃ کے ضائع ہو جانے یا لاعلمی میں زکوۃ کسی تونگر کو دے دینا۔ ۸۸۷

marfat.com

Marfat.com

نکالنے کے بعد مستحقین تک پہنچے بغیر تلف
ہو جانے والی زکوٰۃ ادا نہیں مانی جائے گی۔
" لاعلمی سے تونگر کو زکوٰۃ دے دینے والے
کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔
۸۸۹ ایسے شخص کو دوبارہ زکوٰۃ نکالنا ہو گی۔
"
باب : ۸۷۔

زکواۃ میں فقراء اور مساکین کا حصہ ۸۹۱
مسکین و فقیر کا فرق۔ "
قانع ، معتر ، بائس ، اور فقیر کا فرق ۸۹۲
باب : ۸۸۔

عاملین ، اور مؤلفۃ القلوب کے حصے۔ ۸۹۴
دیانت دار محصل زکوۃ کا رتبہ غازی
جیسا ہے۔ "
زکوۃ میں سے محصلِ زکوۃ کو محدود طور پر
کھانے پینے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ "
محصلینِ زکوۃ کا معاوضہ اور اس
کی تعداد۔ ۸۹۵
محصلینِ زکوۃ سرکاری افسر ہوتے ہیں "
مؤلفۃ القلوب کے بارے میں اختلاف۔ ۸۹۷

باب : ۸۹۔

زکواۃ میں سے غلاموں کو آزاد کرانے اور مقروض
و تاوان زدگان کا حصہ۔ ۸۹۸
زکواۃ کی رقم سے غلام آزاد کرانے
کی اجازت "

marfat.com
Marfat.com

زکوٰۃ سے غلام آزاد کرانے کی کراہت	,,
زکوٰۃ میت کے کفن میں خرچ نہیں کی جائے گی	۸۹۹
صدقہ سفلی کی میراث بن سکتا ہے۔	۹۰۰
زکوٰۃ میں سے حج کرانے پر بحث	,,
زکوٰۃ سے میت کا قرض اتارنے یا دیگر رفاہ عامہ کے کام کرنے کا بیان۔	۹۰۲
باب : ۹۰ ۔ مجاہدین فی سبیل اللہ اور مسافروں کے حصے۔	۹۰۳
پانچ تونگر جن کے لیئے زکوۃ لینا حلال ہے۔	,,
ابن السبیل (مسافر) کا بیان	,,
باب : ۹۱ ۔ زکوٰۃ میں سے ذمیوں کو دینا ۔	۹۰۶
مسلمان محتاج کے ہوتے ہوئے غیر مسلم کو زکوۃ نہیں دی جائے گی ۔	۹۰۶
غیر مسلموں کو زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات میں سے دیا جا سکتا ہے۔	,,
زکوٰۃ کو مسلمان محتاجوں میں محدود رکھنے کا سبب ۔	۹۰۷
ضمیمہ : ۱	۹۱۱
,, : ۲	۹۱۳
اشاریہ	۹۱۹

marfat.com

Marfat.com

پیش لفظ

(طبع ثانی)

اسلامی معاشی نظام اور اسکی تاریخ کیلئے امام ابو عبیدالقاسم بن سلاّم (المتوفی:۲۲۴ ھ) کی مشہور تالیف کتاب الاموال ایک اہم اور مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسکا اردو ترجمہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے سابق رفیق جناب عبدالرحمان طاہر سورتی نے کیا تھا۔ جسے ۱۹۶۸ء۔ ۱۹۶۹ء میں دو جلدوں میں شائع کیا گیا۔ یہ ایڈیشن خاصی مدت سے نایاب ہو چکا تھا لیکن بوجوہ اسکا دوسرا ایڈیشن طبع کرنے میں تاخیر ہوتی رہی۔ پچھلے چند سالوں میں نفاذ اسلام کی تحریک نے اس کتاب کی اہمیت کو دو چند کرنے کے ساتھ اسکی مانگ میں بھی معتدّ بہ اضافہ کر دیا ہے۔

زیر نظر ایڈیشن کی تیاری میں مندرجہ ذیل امور کو خصوصیت سے مدنظر رکھا گیا ہے۔

۱ ۔ ترجمہ کی عبارت پر نظرثانی کی گئی ہے اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ عبارت میں کہیں پیچیدگی یا اشکال نہ رہے۔ اور عام قاری بھی اسکا مفہوم سہولت کے ساتھ سمجھ سکے۔

۲ ۔ بعض عنوانات کی طوالت ناگوار خاطر ہو سکتی تھی اسلئے انھیں مختصر کر دیا گیا ہے اور یہ خیال رکھا گیا ہے کہ عنوان متعلقہ شق یا پیراگراف شروع ہونے سے پہلے آئے۔ عنوانات اور انکی ذیلی سرخیوں کو فہرست عنوانات میں بالتفصیل شامل کر لیا گیا ہے اور ذیلی سرخیوں کے سامنے بھی متعلقہ صفحہ کی نشاندھی کر دی گئی ہے تاکہ مطلوبہ مضامین و مسائل تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔

marfat.com

Marfat.com

۳ - پہلے ایڈیشن میں حوالہ جات متعلقہ صفحہ کے نیچے درج کیئے گئے تھے - زیر نظر ایڈیشن میں ایک باب کے جملہ حواشی کو اسکے آخر میں جمع کر دیا گیا ہے -

۴ - کتاب کے آخر میں مترجم کے دو ضمیمہ جات (بشمول فہرستِ امکنہ) کے علاوہ اسماء رجال اور اصطلاحات کے اشاریوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے - امید ہے اس اضافہ سے کتاب کی افادیت بڑھ جائیگی اور محققین کیلئے اسکا استعمال آسان تر ہو جائے گا -

مگر اس ایڈیشن کی سب سے اہم تبدیلی یہ ہے کہ پہلے ایڈیشن کی دونوں جلدوں کو یکجا کر دیا گیا ہے - یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ اصل کتاب بھی دو جلدوں میں منقسم نہیں ہے - زیر نظر یک جلدی ایڈیشن کو طوالت سے بچانے کیلئے مترجم کے مقدمہ میں سے بعض غیر ضروری مواد خارج کر دیا گیا ہے - پہلا ایڈیشن لیتھو طریقۂ طباعت کے ساتھ شائع ہوا تھا - اب اسے ادارے کے الیکٹرانک پریس میں جدید نسخ ٹائپ پر شائع کیا جا رہا ہے - امید ہے ان تبدیلیوں سے کتاب کے صوری اور معنوی محاسن میں دلپذیر اضافہ ہو جائیگا -

توقع کی جاتی ہے کہ اسلام کے نظام محاصل پر ایک مستند کتاب حوالہ کی حیثیت سے ہماری یہ پیشکش ماہرین قانون ، علمائے معاشیات اور عام قارئین کیلئے یکساں مفید ثابت ہوگی - اللہ سبحانہ و تعالی ہماری اس کوشش کو سعی مشکور کا درجہ عطا فرمائے -

اسلام آباد

۱۰ - رجب المرجّب ۱۴۰۶ ھ

(۲۲ مارچ ۱۹۸۶ء)

احقرالعباد

(ڈاکٹر شیر محمد زمان)

ڈائریکٹر جنرل

marfat.com

Marfat.com

مقدمہ

marfat.com
Marfat.com

امام ابو عبیدؒ

نسب و ولادت

ابو عبید القاسم بن سلاّم (۱) ھراۃ میں دوسری ھجری کے نصف آخر کی پہلی دھائی میں پیدا ھوئے ۔ (۲)

ابو عبیدؒ کے والد سلام خراسان میں آباد ھونے والے اُن رومی غلاموں میں سے تھے جن کے مالک اھل ھراۃ تھے (۳)۔ اس لئے وہ خود کچی عربی بولتے تھے ۔ لیکن اس زمانہ میں عربی زبان کی قدر و اھمیت نیز دینی و دنیوی ضرورت اور اس کے شاندار مستقبل کو دیکھتے ھوئے انھوں نے دستور کے مطابق اپنے ذھین بیٹے کو عربی سیکھنے کے لئے مکتب کے عربی استاذ کی خدمت میں چھوڑ دیا ، کہتے ھیں کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنے آقا کے بیٹے کے ساتھ مدرسہ میں داخل کرانے لے گئے جہاں اُنھوں نے استاذ سے اپنی ٹوٹی پھوٹی عربی کا یہ جملہ کہا :

علّمی القاسم فانھا کیّسہ (۳) آپ قاسم کو پڑھائیے کہ وہ بڑا ھوشیار ہے ۔

کسے معلوم تھا کہ یہ بچہ جس کا باپ غلط عربی بول رھا تھا ایک دن نہ صرف صحیح عربی بولنے لگے گا بلکہ عربی زبان و اَدب کا مستند عالم اور علوم عربیہ و علومِ دینیہ کا امام بنے گا ۔

تحصیلِ علم

ابو عبیدؒ نے ابتدائی تعلیم ,,ھراۃ،، میں حاصل کی ۔ کوفہ و بصرہ میں جو اس زمانہ میں عربی زبان سے متعلق علوم کے لئے مرکزی حیثیت رکھتے تھے کسبِ فیض کیا ، نیز بغداد میں طویل سکونت کی جہاں عربی ادب صرف و نحو قراءت اور حدیث و فقہ کی تعلیم مکمل کی ۔

marfat.com

Marfat.com

اساتذہ

ابو عبیدؒ نے قرآن مجید کا علم اور اس کی مختلف قرائتیں (حروف) سیکھنے میں کسائی اسمعیل بن جعفر اور شجاع بن ابی نصر، سے استفادہ کیا ، اور حدیث کی سماعت محدثین کی ایک جماعت سے کی ، ان میں اسماعیل بن عیاش ، اسماعیل بن جعفر ، ھشیم بن بشیر ۔ شریک ابن عبداللہ ۔ مؤخر الذکر ان کے سب سے بڑے استاذ ھیں ۔ اور عبداللہ بن المبارک ، ابو بکر بن عیاش، جریر بن عبدالحمید ۔ سفیان بن عیینہ ۔ عباد بن عباد ۔ عباد بن العوام ۔ یحیی القطان (۵) وغیرھم شامل ھیں ۔ ان کے اساتذۂ حدیث میں سب سے آخر میں وفات پانے والے ھشام بن عمار ھیں ۔ (۶)

ادب و لغت و نحو میں ابو عبید ابو زید ، ابو عبیدۃ معمر بن مثنی، اصمعی ، یزیدی، ابن الاعرابی، ابو زیاد کلابی ، اموی ، ابو عمر و الشیبانی ، کسائی ، احمر اور فراء سے روایت کرتے ھیں ۔ (۷)

تلامذہ

عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی ، ابو بکر بن ابی الدنیا ، عباس الدوری ، حارث بن ابی اسامہ ، احمد بن یوسف التغلبی ، علی بن عبدالعزیز البغوی ، محمد ابن یحیی بن سلیمان المروزی ، احمد بن یحیی البلاذری ۔ (مشہور مصنف فتوح البلدان) وغیرھم (۸) نیز ثابت بن عمرو بن حبیب مولی علی بن رابطہ مشعری ۔ اِن کا پورا نام علی بن محمد بن وصب ہے ۔ (۹) اور محمد بن اسحق صغانی ابو عبیدؒ ، کے مشہور تلامذہ ھیں ۔ سعید بن ابی مریم مصری ان کے ایسے استاذ ھیں جو ان سے روایت بھی کرتے ھیں ۔ (۱۰)

ان کے علاوہ ابو عبیدؒ کے وہ شاگرد جنھوں نے علم و ادب میں نام پیدا کیا اور اساتذہ میں شمار ھوئے یہ ھیں ۔ ابو عبدالرحمن احمد بن سہل ۔ احمد بن عاصم، علی بن ابی ثابت، ابو منصور نصر بن داؤد

marfat.com
Marfat.com

صاغانی ، محمد بن وهب منازی، محمد بن سعید هروی ، محمد بن المغیرہ بغدادی، عبدالخالق بن منصور نیساپوری ، احمد بن القاسم ، ابراہیم بن عبدالعزیز بن عبدالرحمن بغوی ۔ (۱۱)

ابو عبید استاذ و اتالیق کی حیثیت سے

تعلیم سے فراغت کے بعد ابو عبید وطن واپس آئے۔ جب خراسان میں ان کی شہرت ہوئی تو اس زمانہ کے دستور کے مطابق وہاں کی علم دوست اور بااثر شخصیتوں نے انہیں اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر مامور کیا ۔

چنانچہ ابو عبیدؒ رشید و مامون کے دَور کے ایک بڑے جرنیل ہرثمہ بن اعین کی اولاد کے اتالیق مقرر ہوگئے ۔ وہ مرو میں مامون کے دَور کے مشہور جرنیل اور گورنر طاہر بن حسین کی اولاد کے اتالیق بھی رہے۔ یہاں ابوعبیدؒ کی ملاقات، طاہر بن الحسین سے اس وقت ہوئی تھی جب طاہر خراسان جاتے ہوئے مرو میں ٹھہرے اور انہیں محفلِ شب کے لئے ایک عالم کی ضرورت ہوئی ۔ انہیں بتایا گیا کہ یہاں ایک معلّم کے سوا کوئی اس مقصد کا آدمی نہیں ہے۔ پھر ابو عبیدؒ کو ان کی ، خدمت میں پہنچایا گیا ۔ ملاقات کے بعد طاہر نے انہیں سب سے بڑا مؤرخ ، لغوی ، فقیہ اور نحوی پایا ۔ محفل کے خاتمہ پر گورنر نے ابو عبیدؒ سے کہا : ,,تمہیں اس علاقہ میں چھوڑ دینا بہت بڑی ناانصافی ہوگی ۔ پھر انہیں ایک ہزار دینار پیش کرتے ہوئے کہا : میں جنگ کے سلسلہ میں خراسان جا رہا ہوں آپ کی زندگی مجھے اتنی عزیز ہے کہ آپ کو اپنے ساتھ لے جا کر خطرہ میں نہیں ڈالنا چاہتا ۔ آپ میری واپسی تک یہ رقم اپنےخرچ میں لائیے (۱۲)

بعد میں اسی جرنیل کے بیٹے عبداللہ بن طاہر نے ابو عبید کی بڑی قدر کی اور ان کے لئے ایک گرانقدر مشاہرہ بھی مقرر کر دیا ۔

ابو عبیدؒ بغداد کے شارع بشر و بشیر میں بھی تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔

marfat.com

Marfat.com

آخر میں وہ ثابت بن نصر بن مالک خزاعی سے وابستہ رہے جو ثغور (شام کے سرحدی علاقہ)میں گورنر تھے - وہاں عہدہ قضا کے ساتھ ابو عبید ان کی اولاد کی تعلیم کے فرائض بھی انجام دیتے رہے -

ابو عبیدؒ عربی زبان صرف و نحو - ادب و لغت اور حدیث کی تعلیم دیتے تھے - ابن یونس کہتے ھیں که وہ یحیی بن معین کے همراہ ۲۱۳ ھ میں مصر گئے تھے اور وہاں بھی تصنیف و تدریس میں مشغول رہے - (۱۳)

ابو عبیدؒ کی زندگی میں تدریس و تعلیم کا اس قدر غلبه رہا که بعض ادباء نے ان کا شمار ھی معلمین کے زمرہ میں کیا ہے - (۱۴)

ابو عبیدؒ کی شخصیت پُر کشش ، باوقار و بارُعب تھی - آخری عمر میں مہندی لگانے کی وجه سے ان کے سر اور داڑھی کے بال سُرخ رهتے تھے - (۱۵)

قضاء سے فراغت کے بعد آخر میں ابو عبیدؒ پھر بغداد میں قیام پذیر ہوگئے ، جہاں وہ علمی مجالس منعقد کرتے تھے - ان مجـالس میں مختلف عـلماء اس پخته کار ماهر فن استاذ سے حدیـث کی روایت کرتے اور غریب الحدیث پڑھتے اور ان کے علمی نکات سے استفادہ کرتے تھے -

ابو عبیدؒ کی علمی مجلسیں عوامی ہوتی تھیں تاکه عام طلبـه مستفید ہو سکیں - اگر کوئی اپنی برتری کی وجه سے جُداگانه وقت طلب کرتا تو وہ انکار کر دیتے تھے -

ابو عمرو بن طوسی کہتے ھیں که مجھ سے میرے والد نے کہا: ایک دن میں ابو عبیدؒ سے ملاقات کرنے کے لئے جا رہا تھا - راسته میں یعقوب بن سکیت مل گئے اور مجھ سے پوچھنے لگے ,,کہاں جا رہے ہو؟،، میں نے جـواب دیا: ,,ابوعبیدؒ کے پاس،، - اس پر اُنہوں نے کہا: ,,تم اس سے زیادہ جانتے ہو،، جب وہ ابوعبیدؒ سے ملے تو اُنہوں نے یه

marfat.com
Marfat.com

سارا قصّہ انھیں سُنایا ۔ ابو عبیدؒ نے کہا: ,,یہ آدمی بُرا مان گیلسہ میں نے کہا: ,,کس بات پر؟،، ابوعبیدؒ نے جواب دیا: ,,کچھ دن گذرے یہ میرے پاس آئے تھے اور درخواست کی تھی کہ مجھے ,,الغریب المصنف،، سُنا دیجئے، میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ جس طرح سب لوگ آ کر درس میں شریک ہوتے ہیں آپ بھی انھیں میں شامل ہو جائیں اِس بات پر وہ خفا ہوگئے۔ (١٦)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم سے فراغت کے بعد ان کی زندگی کا ابتدائی اور آخری معتدبہ حصّہ اتالیقی و معلّمی میں گذرا اور اسی پر ان کی گذر بسر ہوتی تھی ۔

عقائد و اخلاق

امام ابوعبیدؒ کے سینہ میں اسلام کی محبت سے سرشار دل تھا ۔ وہ ایک عبادت گذار و تقویٰ شعار عالم اور کتاب و سنّت کے سختی سے پابند تھے ۔ کتاب الاموال میں آپ جگہ جگہ دیکھیں گے کہ وہ کسی مسئلہ میں کتاب و سنّت کے صریح فیصلہ کی موجودگی میں کسی دوسرے کے قول کو ترجیح نہیں دیتے ۔ جہاں کتاب و سنّت سے رہنمائی نہیں ملتی وہاں وہ فقیہ صحابی کے قول کو مابعد کے فقہاء پر ترجیح دیتے ہیں ۔

ان کی رائے میں صحیح السند حدیث جزء عقیدہ بن جاتی ہے ، خواہ اس کی تاویل کتنی ہی مشکل ہو، ذیل کا واقعہ اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے:

علماء کی کسی مجلس میں ایک اہلِ سنّت کا یہ موقف محل بحث تھا کہ وہ ان احادیث کی صداقت میں یقین نہیں رکھتا جن میں رؤیت الٰہی، کرسی اور اللہ کے دو قدموں کی جگہ ۔ اللہ کا اپنے بندوں کی نااُمیدی پر ہنسنا ۔ اور جہنّم کا بھر جانا، نیز اسی قسم کی دیگر عبارتیں مذکور ہیں ۔ ابو عبیدؒ نے کہا کہ تم نے اس شخص کا مرتبہ

marfat.com

Marfat.com

میری نظر میں کم کر دیا، یہ امور برحق ہیں اس میں کوئی شک نہیں ۔ ان احادیث کو ہم تک مستند و ثقہ راویوں نے پہنچایا ہے یہ الگ بات ہے کہ جب ہم میں سے کسی سے ان احادیث کی شرح و تفسیر کا مطالبہ کیا جائے تو ہم اس کی تفسیر نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی کوئی اس کی تفسیر تک پہنچ سکا ہے ۔ (۱۷)

ابوعبیدؒ خلفائے راشدین کو ان کی ترتیب کے مطابق برحق سمجھتے تھے ۔ وہ کہتے کہ جب میں بصرہ یحیی القطان کی خدمت میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ان کی زبان پر ابو بکرؓ و عمرؓ و علیؓ چڑھا ہوا ہے ۔ میں نے ان سے عرض کی کہ میرے پاس دو اہل بدر کی گواہیاں موجود ہیں کہ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا: وہ کون سی ہیں؟ میں نے کہا: آپ نے ہمیں شعبہ، عبدالملک بن میسرۃ ۔ نزّال بن سبرۃ کی سند سے یہ بتایا ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا: ,,ہمارا امیر (عثمانؓ) بچے ہوئے لوگوں میں سب سے بہتر ہے اور ہمارے اس دعویٰ میں کوئی کوتاہی نہیں،، پھر انہوں نے کہا: اور دوسرا کون ہے؟،، میں نے کہا زہری حمید بن عبدالرحمن مسور بن مخرمہ کی وساطت سے روایت کرتے ہیں کہ مخرَمہ نے عَبدالرحمن بن عوف کو یہ کہتے سُنا: میں نے مہاجرین اولین ۔ لشکروں کے کمانڈروں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو میں نے کسی کو حضرت عثمانؓ کے مساوی نہ پایا۔ ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد یحیی القطان نے ,,ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کہنا شروع کر دیا اور اپنا پہلا طریقہ ترک کر دیا ۔ (۱۸) ابوعبیدؒ حضرت عثمانؓ کے اضافہ کی اس اصلاح سے اتنے خوش تھے کہ اپنے اس عمل کو جنّت میں جانے کا ایک وسیلہ خیال کرتے تھے ۔

marfat.com

Marfat.com

جہمیہ اور رافضہ کے متعلق ابو عبیدؒ کی رائے

ابوعبیدؒ کہتے ھیں : میں مختلف عقائد و مذاھب کے لوگوں میں رھا ، اھلِ کلام سے بھی میری بحثیں رھیں لیکن حجت و استدلال میں رافضہ سے زیادہ کمزور اور ان سے زیادہ گندے اور احمق لوگ میں نے نہیں دیکھے ۔ (۱۹) ثغر میں اپنی قضاء کے دوران میں نے ان میں سے تین افراد کو جن میں سے دوجہمی اور ایک رافضی یا دو رافضی اور ایک جہمی تھے علاقہ بدر کر دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ تمہارے جیسے لوگوں کو سرحدوں میں بسنے کی اجازت نہیں ملنی چاھئیے(۲۰)

پھر ابو عبیدؒ نے کہا : ,,انسان میں عقل ھونے کے معنی یہ ھیں کہ وہ دھوپ سے بچ کر سایہ میں چلے،،

ابو عبیدؒ نہایت متدین نیکوکار، عبادت گزار اور سخی تھے۔ دین کی خدمت احیاء سنت ، مملکت اسلامیہ کی مدافعت، ان کی زندگی کے مقاصد میں شامل تھے ۔

ازھری نے اپنی تالیف التہذیب میں لکھا ہے کہ ابو عبیدؒ بڑے متدین، عالم و فاضل، فقیہ اور حامی سنت تھے ۔ (۲۱)

ابوبکر الانباری لکھتے ھیں: ابوعبیدؒ رات کو تین حصّوں میں تقسیم کرتے تھے ۔ ایک تہائی تصنیف و تالیف میں ایک تہائی سونے میں اور ایک تہائی عبادت و تہجّد میں گزارتے۔(۲۲)

ابو عبیدؒ کی طبیعت کے استغناء وفا شعاری ، دینی حمیت اور بلادِ اسلامیہ کی مدافعت کے اظہار کے لئے یہ ایک واقعہ بڑی اھمیّت رکھتا ہے اور اسے تقریباً ابوعبیدؒ کے تمام سوانح نگاروں نے بیان کیا ہے:

ابوعبیدؒ جس زمانہ میں عبداللہ بن طاھر کے ساتھ تھے ۔ ابودُلف عجلی نے جو بڑا علم دوست حاکم تھا عبداللہ بن طاھر سے درخواست کی کہ وہ دوماہ کے لئے ابو عبیدؒ کو اس کے پاس مہمان بھیج دیں تاکہ

marfat.com

Marfat.com

وہ ان سے علمی استفادہ کر سکے ۔ چنانچہ عبداللہ بن طاہر نے ان کی یہ درخواست منظور کر لی ۔ جب دو ماہ قیام کے بعد ابوعبیدؒ واپس ہونے لگے تو ابودُلف نے انھیں تیس ہزار درہم پیش کئے ۔ لیکن ابوعبیدؒ نے یہ کہتے ہوئے اُن کی یہ رقم قبول نہ کی ، ,,میں ایک ایسے شخص کے ساتھ ہوں جس نے میری ضروریات کی اس حد تک کفالت کر رکھی ہے کہ اس کے بعد مجھے کسی دوسرے کے صلہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی،،۔ چنانچہ جب وہ عبداللہ بن طاہر کے پاس واپس آئے تو انھوں نے بجائے دراہم کے انھیں تیس ہزار دینار انعام میں دئے ۔ ابوعبیدؒ نے یہ انعام وصول کرتے ہوئے کہا اے امیر!میں آپ کا یہ گرانقدر صلہ قبول کرتا ہوں لیکن آپ نے اپنے الطاف و عنایات سے مجھے اس قدر نواز رکھا ہے کہ مزید کی حاجت نہیں رہتی ۔ میری رائے یہ ہے کہ میں اس رقم سے ہتھیار اور گھوڑے خرید لوں اور انھیں ملکی حفاظت کے لئے دفاعی فنڈ میں دے دوں تاکہ مجھے اور آپ کو ثواب جزیل ملے یاقوت نے لکھا ہے کہ انھوں نے اس رقم سے ہتھیار خرید کر سرحد میں بھیج دئے ۔ (۲۳)

ابوعبیدؒ کے حلم کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ,,عباس خیاط کہتے ہیں: میں ابو عبیدؒ کے ساتھ تھا کہ ان کا گذر اسحٰق موصلی کے مکان کی طرف سے ہوا ۔ ابوعبیدؒ کہنے لگے: ,,اس مکان کا مکین علوم پر نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ حدیث وفقہ و شعر کا کتنا بڑا عالم ہے،، اس پر میں نے کہا: مگر وہ تو آپ کے متعلق اس کے بالکل برعکس رائے رکھتے ہیں ۔ ابوعبیدؒ نے دریافت کیا: ,,وہ کیا کہتے ہیں؟،، میں نے کہا: ,,وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی کتاب ,,الغریب المصنف،، میں بیس سے زائد حروف میں غلطی کی ہے،، ابوعبیدؒ نے کہا: ,,یہ تو کچھ زیادہ نہیں ۔ جس کتاب میں دس ہزار حروف ہوں اور صرف اتنی سی غلطیاں ہوں تو یہ بہت معمولی بات

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ پھر یہ بھی تو ممکن ہے کہ تبادلۂ خیال کرنے پر میں اپنے دلائل پیش کر سکوں، بعدازاں وہ اسحٰق کا ذکرِ خیر ہی کرتے رہے۔ (۲۴)

ابوعبیدؒ کی غیرت دینی و علمی ذیل کے واقعہ سے عیاں ہوتی ہے:

ابو العباس احمد بن یحیی البلاذری کہتے ہیں: ,,خراسان سے طاہر بن عبداللہ بن طاہر اپنے باپ کی زندگی میں جب کہ وہ نوجوان تھے حج کے لئے نکلے اور اسحٰق بن ابراہیم کے گھر میں مقیم ہوئے۔ اسحٰق نے تمام علماء کو ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی دعوت دی تاکہ طاہر ان سے ملاقات کر لیں اور ان کا تلمذ حاصل کر سکیں۔ علماء حدیث و فقہ وہاں پہنچے ابن الاعرابی اور ابو نصر تلمیذ اصمعی بھی پہنچے، لیکن ابو عبیدؒ نے وہاں حاضری دینے سے انکار کر دیا اور کہا: ,,علم کے پاس پہنچا جاتا ہے،، اس پر اسحٰق ان سے خفا ہوگئے۔ طاہر کا باپ عبداللہ بن طاہر ابوعبیدؒ کو ماہانہ دو ہزار درہم دیا کرتے تھے۔ اسحٰق نے یہ واقعہ عبداللہ کو لکھ کر ان کا یہ وظیفہ بند کر دیا۔ اس پر عبداللہ نے اسحٰق کو لکھا: ,,ابوعبیدؒ نے بجا کہا ان کی اس غیرتِ علمی سے متاثر ہو کر ہم نے ان کا وظیفہ دُگنا کر دیا۔ لہذا تم ان کا باقیماندہ حساب دے دو۔ اور آئندہ جس کے وہ مستحق ہیں وہ دیتے رہو۔ (۲۵) روایت ہے کہ بعدازاں اسحٰق اُن کا یہ وظیفہ انہیں برابر دیتے رہے۔ اور اُن کی وفات کے بعد وہ وظیفہ ابوعبیدؒ کی اولاد کو ملتا رہا۔ (۲٦)

ابو عبیدؒ عہدہ قضأ پر

قرآن و حدیث پر گہری نظر اور فقہی مسائل پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے ثابت بن نصر بن مالک نے اپنی طرسوس کی گورنری کے زمانہ میں ابوعبیدؒ کو وہاں کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ اٹھارہ برس تک ان کی حکومت کے دوران ابوعبیدؒ طرسوس کے قاضی رہے۔ (۲۷)

marfat.com

Marfat.com

ابوعبیدؒ نے ,,ادب القاضی،، کے نام سے مستقل ایک کتاب لکھی ہے عہدۂ قضاء پر فائز ہونے کے دوران ان کے بعض فیصلے مختلف کتابوں میں منتشر ملتے ہیں ۔ (۲۸)

ابو عبیدؒ کی جامع شخصیّت

ابوعبیدؒ کے حالات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات اُبھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ اُنھوں نے ابتدا میں علومِ عربیہ اور آخر میں علومِ دینیہ پر اپنی تمام علمی کوششیں صرف کر دی تھیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ علومِ آلیہ سے فراغت کے بعد علوم عالیہ کی خدمت میں لگ گئی تھے ابوعبیدؒ اس دوَر کی پیداوار تھے ۔ جب ایک بڑے عالم کے لئے ہمہ گیری اور مختلف علوم کا احاطہ ضروری سمجھا جاتا تھا ۔ اس وقت اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہو رہا تھا اور مفتوحہ علاقہ کی اکثریت اسلامی علوم اور عربی زبان سے واقف نہ تھی ۔ انھوں نے عربی زبان و ادب پر عبور حاصل کیا ۔ کوفہ و بصرہ کے مدارس سے استفادہ کیا ۔ پھر عربی ادب و لغت پر توجہ دی اور بعد ازاں قرآن مجید، حدیث و فقہ ان کی توجہ کا مرکز بنے رہے ۔ یہی وجہ ہے کہ تراجم کی کتابوں میں علماء و مصنّفین نے ان پر اپنے اپنے نقطہ ہائے نظر سے تبصرہ کیا ہے ۔ ادباء انھیں معلم و ادیب مانتے ۔ لغویین انھیں اپنے زمرہ کے پیشروؤں میں شمار کرتے ، اور محدثین و فقہاء انھیں اپنی جماعت کا امام تسلیم کرتے ہیں ۔

لیکن بایں ہمہ ہر انسان اپنی جُداگانہ طبیعت اور انفرادی شخصیّت رکھتا ہے ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابوعبیدؒ ان تمام کمالات و جامعیت کے باوجود جس طرف زیادہ میلان رکھتے تھے وہ ادب اور بالخصوص فن لغت ہے ۔ ہمیں ایک طرف تو حدیث و علل حدیث نیز فقہ میں ان کی مہارت نظر آتی ہے اور دوسری طرف ان کی عظیم الشان لغوی تصانیف ان کے جلیل القدر لغوی ہونے کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں ۔

marfat.com

Marfat.com

علماء حدیث ، ادب و لغت کے آدمیوں کو جرح و تعدیل کے کڑے پیمانہ پر جانچنے کے قائل نہیں کیونکہ ایسی صورت میں ان میں سے اکثر کا ثقہ و صدوق ثابت ہونا مشکل ہو جاتا ہے لیکن ابوعبیدؒ کی شخصیت ان مستثنیات میں سے ہے جو محدث و فقیہ بھی ہیں اور ادیب ، نحوی ، اور لغوی بھی اور پھر محدثین کے پیمانہ پر ثقہ، مشہور اور صدوق بھی ۔

ابوعبیدؒ کی توجہ لغت و حدیث کی طرف اس حد تک تھی کہ حدیث والوں کو شکایت رہتی کہ وہ یکسوئی سے لغت میں انہماک کی وجہ سے حدیث میں کوتاہ رہے اور لغت والوں کو یہ شکایت رہتی کہ وہ حدیث میں انہماک کی وجہ سے لغت کی کماحقہ خدمت نہ کر سکے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ان کے بارے میں محدثین اور لغویین کے متضاد تبصرے دیکھتے ہیں :۔

ابراهیم حربی کہتے ہیں :

"ابوعبیدؒ حدیث کے سوا ہر فن میں طاق تھے ۔ اس لئے کہ فن حدیث تو صرف احمد (بن حنبل، اور یحیی) (بن معین) کا حصہ ہے ۔ (۲۹)

ابو حاتم کہتے ہیں: میں نے ان کے پاس اہلِ حدیث (علماء حدیث و طلبہ حدیث) نہیں دیکھے لہذا ان سے کوئی روایت نہ لکھی ۔ تاہم وہ صدوق ہیں ۔ (۳۰)

جعفر بن محمد بن علی بن المدینی کہتے ہیں کہ میرے باپ محمد بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے والد علی بن المدینی کے ساتھ امام احمد بن حنبل کی عیادت کو گئے ۔ احمد بن حنبل کی مجلس میں اس وقت یحیی بن معین اور محدثین کا ایک گروہ تھا کہ ابوعبیدؒ بھی وہاں آگئے، اس وقت یحییٰ بن معین نے کہا: "اپنی کتاب غریب الحدیث جو تم نے مامون کے لئے تیار کی ہے ہمیں بھی سناؤ" ۔

marfat.com

Marfat.com

ابوعبیدؒ نے کہا: ,,وہ کتاب لاؤ،، چنانچہ لوگ وہ کتاب لائے ۔ ابو عبیدؒ نے وہ کتاب لے کر اس کی سندیں پڑھنا شروع کر دیں اور غریب الحدیث کا تفسیری متن چھوڑ دیا ۔ اس پر علی بن المدینی نے کہا: ,,ابوعبیدؒ!سندیں ہمیں نہ سناؤ،، اس بارے میں ہم تم سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں،، اس پر یحیی بن معین نے علی ابن المدینی سے دوبار کہا: ,,انہیں تمام و کمال مندرجات سنانے دیجئے ۔ اس لئے کہ مجلس میں آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے محمد ہیں اور ہم بھی ہیں جو ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ اس کتاب کو بتمام کمال سنیں،، ابوعبیدؒ نے کہا: ,,میں نے یہ کتاب صرف مامون کو سنائی ہے اب اگر تم اسے پڑھنا چاہتے ہو تو پڑھ لو،، علی بن المدینی نے کہا ,,تم ہی ہمیں سنا دو ورنہ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔،،

ابو عبیدؒ کا اس سے قبل علی بن المدینی سے تعارف نہ تھا چنانچہ اُنھوں نے یحیی بن معین سے دریافت کیا: ,,یہ کون ہیں؟،، انھوں نے جواب دیا: ,,علی بن المدینی،، چنانچہ وہ اُٹھ کر اُن سے بغلگیر ہوئے اور پھر انھوں نے اپنی کتاب ہمیں سنائی ۔ اب جو اس مجلس میں موجود تھے انہیں اس کتاب کے روایت کرتے وقت ,,حدثنا،، کا لفظ استعمال کرنے کی اجازت ہے دوسرے لوگوں کو یہ اجازت نہیں ۔ (۳۱)

ابو عبیدؒ اگرچہ امراء و عمال سے داد وصول کرتے اور ان کی مالی اعانت قبول کر لیتے تھے تاہم وہ حکام و علماء کا مقام پہچانتے اور ان کے مراتب ملحوظ رکھتے تھے ۔ روایت ہے کہ طاہر بن عبداللہ بن الحسین نے ابوعبیدؒ سے درخواست کی کہ وہ ان کے گھر آکر انھیں کتاب ,,غریب الحدیث،، پڑھا دیا کریں تو انھوں نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے پیشِ نظر اپنے محسن کی یہ خواہش پوری نہ کی لیکن دوسری طرف جب علی بن المدینی اور

marfat.com
Marfat.com

عباس الغبری جیسے دو فضلاء نے ان سے غریب الحدیث سننے کا ارادہ ظاہر کیا تو وہ ان کے علمی مقام کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے خود اپنی کتاب اُٹھا کر ان کے پاس پہنچتے تھے ۔ (۳۲)

ابو عبیدؒ محدث و فقیہ کی حیثیت سے :

امام ذهبی نے ابوعبیدؒ کے تذکرہ میں لکھا ہے ۔ ,,وہ وسیع العلم امام مجتہد تھے ۔ ان کی تصانیف دیکھنے والا ھی علم اور حفظ حدیث میں ان کے عظیم مرتبہ کا اندازہ کر سکتا ہے حدیث کے وہ حافظ و نقاد تھے ۔ اس ضمن میں ان کی معلومات متوسط ھیں ۔ وہ فقہ اور فقہی اختلافات کے عالم، لغت عرب کے ماھر اور قراءات کے امام تھے ۔ ان کی تصانیف میں سے مجھے کتاب الاموال،، اور ,,کتاب الناسخ و المنسوخ،، ۔ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے ۔ ،، (۳۳)

نقد الرجال سے متعلق اپنی شہرہ آفاق تصنیف میں یہی امام ذهبی ابوعبیدؒ کے متعلق تحریر کرتے ھیں :

,,جہاں تک مصنّف ابوعبیدؒ قاسم بن سلاّم کا تعلق ہے وہ ثقہ اُور مشہور ھیں ۔ (۳۴)

ابو عبیدؒ نے فقہ میں امام شافعیؒ سے استفادہ کیا تھا ۔ تاج الدین سبکی نے انھیں پہلے طبقہ کے ایسے شافعی علماء میں شمار کیا ہے جنھوں نے امام شافعی کی مجلس میں شرکت کی تھی ۔ (۳۵) بلکہ ان کا شمار ان لوگوں میں ھوتا ہے جنھوں نے فقہ امام شافعیؒ سے حاصل کی تھی ۔ (۳۶) وہ لکھتے ھیں کہ ایک دفعہ امام شافعی اور ابوعبیدؒ میں ,,قرء،، کے مفہوم کے تعین پر مناظرہ ھوگیا کہ آیا یہ لفظ ,,حیض،، کے لئے مستعمل ھوا ہے یا ,,طہر،، کے لئے ۔

یہ مناظرہ بغداد میں ھوا تھا امام شافعیؒ نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ ,,قرء،، سے مراد ,,حیض،، ہے اور ابوعبیدؒ قائل تھے کہ اس سے مراد ,,طہر،، ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

کہتے ھیں کہ طرفین کے دلائل و شواھد اس قدر قوی تھے کہ جب وہ ایک دوسرے سے الگ ھوئے تو ان میں سے ھر ایک دوسرے کا ھم خیال ھو چکا تھا ـ

اس پر تبصرہ کرتے ھوئے رافعی لکھتے ھیں ـ شاید امام شافعیؒ پہلے یا بعد میں اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے ھم خیال رہے ھوں ـ لیکن سبکی کہتے ھیں : ,,اس مسئلہ سے متعلق مخالف کے دلائل و شواھد معلوم کرنے کے لئے امام شافعیؒ نے وقتی طور پر یہ موقف اختیار کر لیا تھا یا پھر ممکن ہے کہ یہ شافعیؒ کا قدیم قول ھو کیونکہ یہ مناظرہ بغداد میں ھوا تھا ـ (٣٧)

ابوعبیدؒ امام احمد بن حنبلؒ کے ھمعصر تھے ـ دونوں ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم کرتے اور ایک دوسرے کے مقام کو پہچانتے تھے تاھم ابو عبیدؒ امام احمد بن حنبلؒ کو اپنا بزرگ سمجھتے تھے ـ

ایک مرتبہ ابوعبیدؒ کی مجلس میں ایک مسئلہ زیربحث تھا ـ اثرم نے اس کا جواب دیا تو حاضرین مجلس میں سے ایک نے دریافت کیا: ,,یہ کس کا قول ہے؟ ـ اس پر اثرم نے کہا:

,,ایسے شخص کا جس سے بڑا عالم مشرق و مغرب میں مجھے نہیں ملتا ـ یعنی احمد ابن حنبل کا،، تو ابوعبیدؒ نے کہا: ,,یہ بجا کہہ رہے ھیں ـ (٣٨)

خود ابو عبیدؒ کہتے تھے ـ ,,علم دین چار علمأ پر ختم ھوگیا ـ

١ـ احمد بن حنبل پر، جو علمِ حدیث میں ان سب سے زیادہ فقیہ ھیں،
٢ ـ ابن ابی شیبہ پر، جو سب سے بڑے حافظ (حدیث) ھیں ـ
٣ ـ علی بن المدینی پر جو ان میں سب سے بڑے عالم (حدیث) ھیں
٤ ـ یحیی بن معین پر جو ان میں سب سے بڑے کاتب (حدیث) ھیں ـ (٣٩)

marfat.com
Marfat.com

ابو عبیدؒ کہتے ہیں: ,,میں نے قاضی ابو یوسفؒ ، محمد بن الحسن (الشیبانی) ((۴۰) کی مجلسوں میں شرکت کی ہے لیکن کسی مسئلہ (کے بیان کرنے یا دریافت کرنے) میں امام احمد بن حنبل کی جو ہیبت مجھ پر طاری ہوتی ہے وہ کسی دوسرے سے نہیں ہوتی " (۴۱)

ابوعبیدؒ اپنا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں :۔

,, میں احمد بن حنبل سے ملاقات کے لئے ان کے مکان پر گیا۔ جب اندر اُن کے پاس پہنچا تو اُنھوں نے مجھ سے معانقہ کیا ، اور مجھے اپنی مسندِ صدارت پر بٹھایا۔ میں نے کہا: یا ابا عبداللہ (۴۲)۔ کیا یہ قول نہیں ہے کہ صاحبِ خانہ مسندِ صدارت کا زیادہ حقدار ہوتا ہے ؟ تو انھوں نے فرمایا : بےشک وہ خود بیٹھ سکتا ہے اور جسے چاہے بٹھا بھی سکتا ہے،، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ایک علمی نکتہ حاصل ہوا۔ بعدازاں میں نے کہا: ,,یا ابا عبداللہ ! اگر میں آپ کا صحیح حق ادا کرتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہونا چاہوں تو مجھے روزانہ حاضری دینا چاہئیے،، اس پر انھوں نے کہا: یہ مت کہو، میرے بہت سے دوست ہیں جن سے میں سال میں ایک بار ہی ملتا ہوں لیکن مجھے ان کی دوستی پر ان لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ اعتماد ہے جن سے میں روزانہ ملاقات کرتا ہوں،،

میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری حکمت حاصل ہوئی، پھر جب میں اُٹھنے لگا تو وہ بھی میرے ساتھ اُٹھ گئے۔ میں نے کہا : ,,یا ابا عبداللہ ! آپ تکلیف نہ فرمائیے،، تو انھوں نے کہا: ,,شعبی سے روایت ہے کہ ملاقاتی سے ملاقات کی تکمیل میں یہ بھی شامل ہے کہ اس کے ساتھ گھر کے دروازہ تک چل کر جاؤ اور اسے سواری تک پہنچاؤ،، میں نے اپنے دل میں کہا ,,اے ابوعبیدؒ ! یہ تیسرا علمی فائدہ ملا،، چنانچہ وہ اُٹھ کر میرے ساتھ دروازہ تک گئے اور مجھے سواری پر بٹھایا۔ (۴۳)

marfat.com

Marfat.com

دوسری طرف خود امام احمد بن حنبل کی نظر میں ابوعبیدؒ کا جو مقام تھا اس کی شہادت ذیل کے واقعات سے ملتی ہے۔

محمد بن ابی بشر کہتے ہیں کہ میں ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے امام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا: ,,تم ابوعبیدؒ کے پاس چلے جاؤ۔ ان کے پاس ایسا زور بیان اور تفصیلی علم ہے جو ان کے سوا کسی دوسرے سے تم نہیں سنو گے،، چنانچہ میں ابوعبیدؒ کے پاس پہنچا اور ان سے متعلقہ مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے مجھے اس کا تسلی بخش جواب دیا۔ بعد ازاں میں نے امام احمد بن حنبلؒ کی بات انہیں بتائی تو ابوعبیدؒ نے کہا: ,,بھتیجے! وہ تو اللہ کے عمال میں سے ہیں، اللہ نے ان کے عمل کا جامہ دنیا میں پھیلا کر آخرت میں ان کے لئے اپنا قرب عنایت فرما دیا ہے۔ دیکھتے نہیں وہ کتنے مقبول و ہر دلعزیز ہیں۔ یہ ہے وفا کا صلہ۔ میری آنکھوں نے سر زمینِ عراق میں کسی میں وہ خوبیاں یکجا نہیں دیکھیں جو ان میں ہیں۔ اللہ ان کو عطا کردہ حلم و علم و فہم میں اور برکت عطا فرمائے (۳۴)

امام احمد بن حنبل کا قول ہے۔ ,,ابوعبیدؒ کا علمی افادہ ہر روز ہمارے درمیان بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ (۳۵)

تہذیب الاسماء و اللغات (القسم الاول) میں حافظ ابو ذکریا محی الدین بن شرف النووی نے لکھا ہے۔ (۳۶)

,,ابوعبیدؒ نے اپنی تصنیف،، الغریب المصنف،، میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے مجھ سے یہ کتاب سُننے والے یحییٰ بن معین ہیں اور لکھنے والے احمد بن حنبل ہیں۔ (۳۷)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ائمہ حدیث ابو عبید کو کس قدر قابلِ احترام فاضل قرار دیتے تھے۔

حدیث میں ان کے مستند اور قابلِ اعتماد راوی ہونے کے لئے یہ

marfat.com
Marfat.com

کافی ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی تصنیف ,,التاریخ الکبیر" میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ (۴۸)

ابن حجر کہتے ھیں کہ صحیح بخاری میں مجھے ابوعبیدؒ سے ایک روایت ملی ہے (۴۹)

امام بخاری نے اپنے رسالہ ,,القراءة خلف الامام" میں ان کا ذکر کیا ہے اور اپنی تصانیف ,,کتاب الادب" اور کتاب ,,افعال العباد" میں ابوعبیدؒ سے روایات نقل کی ھیں ۔ ابو داؤد نے اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں زکوة کی فصل میں اونٹوں کی عمر کی شرح کے ضمن میں ابو عبید کا ذکر کیا ہے۔ (۵۰)

ابن حجر عسقلانیؒ نے ابن حبان کی الثقات سے یہ عبارت نقل کی ہے :۔

,,ابوعبیدؒ دنیا کے ائمہ میں سے تھے ۔ وہ صاحب حدیث وفقه اور متدین ومتقی تھے ۔ علم ادب و تاریخ میں ان کی معلومات وسیع تھیں . انھوں نے قدماء کے علمی کاموں کو جمع کرنے ، انھیں مھذب و مرتب کرنے اور ان کا خلاصہ کرنے کے بعد انھیں تصنیفات کی شکل دی ۔ اُنھوں نے مخالفین (سنّت) کا سر کُچلا ۔ حدیث سے شبہات کا سدِّ باب کیا اور حدیث کی تائید و نصرت کا بیڑا اُٹھایا ۔ "

احمد بن حنبلؒ کہتے ھیں! ابوعبیدؒ استاذ ھیں ۔ یحیی بن معین کہتے ھیں : ابوعبیدؒ ثقه ھیں ۔ ابو داؤد کہتے ھیں: ابوعبیدؒ ثقه و مامون ھیں ۔ دارقطنی کہتے ھیں: امام ھیں اور پہاڑ ھیں ۔ حاکم کہتے ھیں: ابوعبیدؒ امام ھیں اور سب کے نزدیک مقبول ھیں ۔ (۵۱) علامه ابن رشد نے ابو عبیدؒ کو امام مالک ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی صف میں کھڑا کیا ہے۔ (۵۲)

ابوعبیدؒ نے حدیث کی خدمت کا جو اھم پہلو اختیار کیا اس کا ھم عصر علماء سے تقابل ھلال ابن علاء الرقی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

,,اللہ تعالی نے اس دور میں چار شخصیتیں پیدا کر کے امت مسلمہ پر بڑا احسان فرمایا : امام شافعیؒ جنھوں نے فقہ حدیث میں کمال پیدا کیا ۔ ۲ ۔ امام احمد بن حنبلؒ جنھوں نے (خلقِ قرآن) کے امتحان میں ثابت قدم رہ کر مثال قائم کی ۔ ۳ ۔ یحیی بن معینؒ جنھوں نے حدیث میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہونے دی ۔ ۴ ۔ ابو عبیدؒ جنھوں نے حدیث کے غریب الفاظ کی شرح و تفسیر کر کے لوگوں کو فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچا لیا ۔

حدیث و فقہ میں ابوعبیدؒ کی لغوی مہارت نے علماء میں انھیں ایک امتیازی شان بخش دی تھی ۔ ان کی اس حیثیت کو ابو قدامہ کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے :

ابراهیم بن ابی طالب نے ابو قدامہ سے شافعی ۔ احمد (بن حنبل) اسحٰق اور ابوعبیدؒ کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا: ,,شافعی ان میں سب سے زیادہ ذہین و فہیم ہیں تاہم ان کے پاس حدیث کم ہے۔ احمد ان میں سب سے زیادہ تقوی شعار و پاکباز ہیں ۔ اسحق ان میں سب سے زیادہ قوی الحافظہ ہیں اور ابوعبیدؒ کو ان سب سے زیادہ عربی لغات پر عبور حاصل ہے ۔ " (۵۳) ان کے اس امتیازی پہلو پر اسحق بن راھویہ کے یہ الفاظ مزید روشنی ڈال رہے ہیں :

,,اللہ کو حق پسند ہے ، واقعہ یہ ہے کہ ابوعبیدؒ مجھ سے زیادہ فقیہ و عالم ہیں ۔ ہم ایک کمی محسوس کرتے ہیں جس کی تکمیل کے لئے ابوعبیدؒ کی طرف رجوع کرتے ہیں لیکن ابوعبیدؒ کو ہماری ضرورت محسوس نہیں ہوتی ۔ (۵۴)

حمدان بن سہل کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن معین سے حدیث کی روایت کے سلسلہ میں ابوعبیدؒ (کی ثقاہت) کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے تعجب سے کہا : ,,تم میرے جیسے شخص سے ابوعبیدؒ کے بارے میں دریافت کر رہے ہو، حالانکہ ابوعبیدؒ سے تو اور لوگوں کی ثقاہت کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے ۔ (۵۵)

marfat.com
Marfat.com

ابوعبیدؒ نے اپنی ,,کتاب الطہارۃ ,, میں دو ایسی احادیث بیان کی ہیں جنہیں ابوعبیدؒ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا اور ابوعبیدؒ سے بھی صرف محمد بن یحیی المروزی نے انہیں روایت کیا ہے ان میں ایک حدیث تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے دوران داڑھی میں خلال فرماتے تھے۔ اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جب حضرت عائشہؓ نے عبدالرحمن کو وضو کرتے دیکھا تو کہا: ,,اے عبدالرحمن اچھی طرح وضو کرو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے کہ ایڑیاں خشک رکھنے والوں کے لئے تباہی ہے۔ (٥٦)

ابو عبیدؒ مصنّف کی حیثیت سے :

ابوعبیدؒ کامیاب مدرس و اتالیق ہونے کے ساتھ ساتھ ہی نہایت کامیاب مقبول اور مستند مصنّف تھے۔

یاقوت نے معجم الادباء (٥٧) میں جاحظ کی کتاب المعلمین کے حوالے سے لکھا ہے: ان کی تصانیف سے زیادہ صحیح اور مفید تر کتابیں کسی نے نہیں لکھیں ـ،،

ابوعبیدؒ نے قرآن مجید حدیث ، فقہ ادب و لغت پر مختلف بیش قیمت تصانیف چھوڑیں جنہیں ان کے بعد آنے والے علماء نے سندِ قبولیت بخشا اور ان کے بعد آنے والے مصنفین نے کامل اعتماد کے ساتھ ان سے استفادہ کیا۔ ان کے اقتباسات اپنی تصانیف میں درج کئے ان کی بعض تصانیف کی شرحیں اور بعض کا اختصار بھی کیا گیا۔

قفطی نے انباہ الرواۃ میں لکھا ہے :

ان کی کتابیں پسند کی جاتی ہیں، مُلک کے ہر علاقہ میں ان کی مانگ ہے۔ ان کے شاگرد و رواۃ ثقہ اور مشہور اور معزّز و نامور ہیں۔ (٥٨)

marfat.com
Marfat.com

ابوعبیدؒ نہایت تحقیق اور محنت و جانفشانی سے کتابیں تصنیف کرتے تھے - یہی وجہ ہے کہ جب ان کی کتابیں امراء و علماء کے ھاتھوں میں پہنچتیں تو انہیں گرانقدر صلے اور تعریفیں پیش کی جاتیں -

اپنی تصنیف ,,غریب الحدیث،، کو جس میں حدیث کے مشکل کلمات و عبارات کی شرح ہے- انھوں نے تقریباً چالیس سال کی طویل مدت میں مکمل کیا جب اُنھوں نے اپنی تصنیف مامون کے گورنر عبداللہ بن طاھر کو پیش کی تو انھوں نے اسے پسند کرتے ہوئے کہا :-
,,جس دماغ کی صلاحیتوں کا مالک ایسی نفیس کتاب تصنیف کر سکتا ہے وہ یقیناً اس بات کا مستحق ہے کہ اسے معاشی فکر سے بالکل آزاد کر دیا جائے،، چنانچہ عبداللہ بن طاھر نے ابوعبیدؒ کے لئے ماھانہ وظیفہ مقرر کر دیا - (٥٩) یہی وہ گرانقدر تصنیف ہے جس نے جلیل القدر امام احمد بن حنبلؒ سے داد تحسین وصول کی تھی - احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ھیں کہ میں نے ابوعبیدؒ کی تصنیف ,,غریب الحدیث،، اپنے والد کو سنائی تو اُنھوں نے اسے پسند فرمایا اور کہا جزاہ اللہ خیرا (٦٠)

ابوعبیدؒ اپنی تصانیف طویل مدت اور پوری تحقیق کے بعد لوگوں کے سامنے لاتے تھے - ایک دفعہ انھوں نے ان طلبہ سے جن پر کتاب غریب الحدیث پڑھنے کے لئے تین چار ماہ کی مدت گراں گذرتی تھی کہا تھا :

میں نے یہ کتاب چالیس برس میں مکمل کی اور اکثر ایسا ھوتا کہ مجھے کسی عالم یا کتاب سے کوئی نکتہ ملتا تو میں اس افادہ کو اپنی کتاب میں اس کی صحیح جگہ درج کر دیتا اور پھر رات بھر اس خوشی میں جاگتا رھتا ، اور تم لوگوں کا یہ حال ہے کہ میرے پاس چار یا پانچ مہینے آ کر ٹھہرے ھو اور شکایتیں کرنے لگتے ھو کہ بہت زیادہ قیام ھوگیا ؟ - ،، (٦١)

marfat.com

Marfat.com

ابوعبیدؒ اس دَور کے مصنّف ہیں جب منتشر علمی کوششوں کو جمع کیا جا رہا تھا اور تنقیدی دَور کا آغاز ہو چکا تھا ۔ یہ دَور مختلف جُداگانہ موضوعات پر جامع رسائل لکھنے کا آخری دور اور جامع تصانیف کا ابتدائی دَور کہلا سکتا ہے۔ ابو عبیدؒ کے متعلق متعدد علماء کا یہ خیال ہے کہ انہوں نے کوئی ایسی تصنیف نہیں کی جو اپنے باب میں سب سے پہلی ہو بلکہ ان کی ہر کتاب کا مواد پچھلی کتابوں پر مبنی اور ان میں اضافہ و ترتیب پر مشتمل ہے۔ ہم بھی اس خیال کو بےاصل نہیں سمجھتے ۔ لیکن ابو عبیدؒ کی اس قسم کی کوششوں کو نہ تو ہم ان کے لئے عیب درعار سمجھتے ہیں اور نہ اس سے ان کے علمی مرتبہ میں کسی قسم کی کمی ہوتی ہے۔ ہر بعد میں آنے والا اپنے متقدمین سے استفادہ کرتا ہے اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی کوششوں سے متقدمین کی مفید معلومات کو صحیح شکل میں جمع کر کے اس کا حصول متأخرین کے لئے آسان بنا دے نیز اس میں کوئی معنی خیز و مفید اضافہ کر کے ایک قدم آگے بڑھ جائے۔ اس پیمانہ پر ابوعبیدؒ ایک کامیاب مصنف ہیں جن سے ان کے زمانہ میں اور ان کے بعد لوگوں کو بڑا علمی فیض حاصل ہوا۔

ابوعبیدؒ کی تصانیف میں حدیث و فقه و لغت یکجا ہونے کی وجه سے محدثین و فقہاء اور لغویین و ادباء سب ہی یکساں طور پر ان میں اپنی دلچسپی کا سامان پاتے ہیں ۔

ابوعبیدؒ نے جن موضوعات پر قلم اُٹھایا ان پر ایسی معیاری کتابیں لکھیں که اس کے بعد ان موضوعات پر کام کرنے والے اسے نظر انداز نه کر سکے ، چنانچه آپ دیکھیں گے که لغت علوم القرآن اور علم الانساب ، فقه ، مالیات نیز دیگر علوم سے متعلق بیشتر تصانیف میں جابجا ابوعبیدؒ کے حوالے اور ان کی تصانیف کی عبارتوں کے اقتباسات ملتے ہیں ۔

marfat.com

Marfat.com

جاحظ اپنی کتاب المعلمین میں ابو عبیدؒ کی تصانیف کے متعلق لکھتا ہے۔

,,ابو عبیدؒ القاسم بن سلاّم ان مصنفین میں سے ھیں جنھوں نے علم کے اصناف اپنی تصانیف میں جمع کر دئیے وہ استاد و اتالیق بھی رہے۔ ان کی کتابوں سے زیادہ صحیح اور مفید ترین کتابیں لوگوں نے نہیں لکھیں۔،، (٦٢)

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱ ۔ الفہرست لابن الندیم : ۱۰۶ میں ان کا نسب القاسم بن سلام بن مسکین بن زید دیا ہے لیکن تہذیب التہذیب ۷ : ۳۱۵ میں صرف سلام تک ہے اور سلام بن مسکین کے نام سے ابو محمد القاسم بن سلام کا ترجمہ ہے جو ابوعبید کے علاوہ ہے۔ اسی کی تائید بخاری کی التاریخ الکبیر ۳ : ۱۷۲ سے ہوتی ہے ۔

۲ ۔ ابو عبید کی پیدائش ابن الجوزی نے ۱۵۰ ھ میں اور ابوبکر زبیدی نے سن ۱۵۴ ھ میں بتائی ہے اور خطیب بغدادی نے ان کی پوری عمر سترسٹھ برس بتائی ہے۔ دیکھئے وفیات الاعیان ۳ : ۲۲۶ و ۲۲۷ ۔

۳ ۔ ابن قتیبہ نے انھیں ازد قبیلہ کے خراسانیوں کا غلام بتایا ہے۔ (المعارف لابن قتیبہ ۵۴۹ ۔ اس لئے ولاءً یہ ازدی کہلاتے ھیں ۔ ہراۃ میں پیدائش کی وجہ سے ہروی اور بغداد میں طویل اقامت کی وجہ سے بغدادی بھی کہلاتے ھیں ۔

۴ ۔ اس جملۃ میں استاذ کے لئے اس نے مؤنث کا صیغہ ,,علمی،، استعمال کیا پھر اپنے بیٹے قاسم کے لئے مؤنث ضمیر ,,ھا،، اور اس کی خبر ,,کیسۃ،، بھی مؤنث استعمال کی ۔

۵ ۔ یحیی القطان کا ذکر بخاری نے التاریخ الکبیر ۳ : ۱۷۲ میں کیا ہے۔ نیز دیکھئے تاریخ بغداد ۱۲ : ۳۰۹ ۔

۶ ۔ ترجمہ ابی عبید کتاب الاموال ص ۲۴ نیز طبقات الشافعیہ الکبری ۱ : ۲۷۰

۷ ۔ الفہرست لابن الندیم : ۱۰۶ و ۱۰۷ نیز ترجمہ ابو عبیدؒ کتاب الاموال : ۲۵

۸ ۔ ترجمہ ابی عبید کتاب الاموال ص ۲۴ نیز طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۱ : ۲۷۰

۹ ۔ الفہرست : ۱۰۷

۱۰ ۔ تہذیب التہذیب ۸ : ۳۱۵

۱۱ ۔ انباہ الرواۃ ۳ : ۲۱ : ۲۲

۱۲ ۔ تاریخ بغدادی ۔ ۱۲ : ۳۰۵ ۔ ۳۰۶

۱۳ ۔ تہذیب التہذیب ۱۲ : ۳۱۵

۱۴ ۔ دیکھئے المعارف لابن قتیبہ عنوان ,,المعلمین،، ص ۵۴۹ نیز الجاحظ کی کتاب المعلمین ، مؤخر الذکر کتاب کا حوالہ مراتب النحویین لابی الطیب عبدالواحد ابن علی اللغوی نیز معجم الادباء لیاقوت ۱۶ : ۲۵۵ پر ہے

۱۵ ۔ وفیات الاعیان ۳ : ۲۲۶

۱۶ ۔ تاریخ بغداد ۱۲ : ۳۰۸ ۔

۱۷ ۔ طبقات النحویین و اللغویین : ۲۱۸

۱۸ ۔ تاریخ بغداد ۱۲ : ۳۰۹ ۔

۱۹ ۔ ثغر سرحد کو کہتے ھیں ۔ یہاں مراد وہ قدیم شامی سرحدی علاقہ ہے جہاں مسلمانوں کی رومیوں سے مسلسل جنگ ہوتی رہتی تھی ۔ اسی علاقہ میں طرسوس بھی تھا جہاں ابوعبیدؒ قاضی رہے تھے ۔

۲۰ ۔ طبقات النحویین : ۲۱۹ ۔

marfat.com

Marfat.com

۲۱ ـ تہذیب التہذیب : ج ۸ : ۳۱۸

۲۲ ـ تہذیب التہذیب : ج ۸ : ۳۱۶

۲۳ ـ معجم الادباء لیاقوت ـ ۱۶ : ۲۵۶

۲۴ ـ معجم الادباء لیاقوت ۱۶ : ۲۵۸ ـ یہ روایت تعداد کے فرق سے مختلف کتب تراجم میں ملتی ہے مثلاً طبقات النحویین و اللغویین میں بیس کے بجائے دو سو غلطیاں مذکور ہیں اور دس ہزار حروف کے بجائے ایک لاکھ حروف کا ذکر بھی ہے۔ دیکھئے صفحہ ۲۲۰ ـ اسی کتاب کے اگلے صفحہ میں ابوبکر محمد سے روایت ہے کہ ان مختلف اقوال کی وجہ سے مجھے امیرالمومنین نے اس کتاب کے حروف گننے کا حکم دیا تو یہ سترہ ہزار نو سو ستر حروف نکلے ـ

۲۵ ـ معجم الادباء ـ ۲۶۱ ـ

۲۶ ـ تاریخ بغداد ۱۲ : ۳۰۶ و ۳۰۷

۲۷ ـ انباہ الرواۃ ۳ : ۱۹

۲۸ ـ اخبار القضاۃ ۱ : ۲۳۱ ـ ج ۲ : ۲۸۹ و ۲۸۷

۲۹ ـ تہذیب التہذیب ج ۸ : ۳۱۵

۳۰ ـ تہذیب التہذیب ج ۸ : ۲۱۷

۳۱ ـ طبقات الحنابلہ ۱ : ۲۵۹

۳۲ ـ انباہ الرواۃ ۳ : ۱۸ و ۱۹

۳۳ ـ تذکرہ الحفاظ ۲ : ۵

۳۴ ـ میزان الاعتدال ۲ : ۳۳۸

۳۵ ـ دیکھئے طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۱ : ص ۲۷۰

۳۶ ـ دیکھئے القسم الاوّل ـ تہذیب الاسماء و اللغات للنووی ج ۲ : ۲۵۷

۳۷ ـ طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۱ : ۲۷۳ و ۲۷۴

۳۸ ـ مختصر طبقات الحنابلہ : ۹۰

۳۹ ـ مناقب الامام احمد بن حنبل : ۱۱۲

۴۰ ـ راوی نے یہاں اور غالباً یحیی بن سعید اور عبدالرحمن بن مہدی کے نام بھی لئے تھے ، کا اضافہ کیا ہے۔

۴۱ ـ مناقب الامام احمد بن حنبل : ۱۱۲

۴۲ ـ یہ امام احمد بن حنبل کی کنیت ہے۔

۴۳ ـ مناقب الامام احمد بن حنبل : ۱۱۲ نیز مختصر طبقات الحنابلہ : ۹۰

۴۴ ـ مناقب الامام احمد بن حنبل : ۱۱۲

۴۵ ـ تاریخ بغداد : ۳۱۳

۴۶ ـ دیکھئے عنوان ابوعبیدؒ ص ۲۵۷ ـ ۲۵۸

۴۷ ـ انباہ الرواۃ میں یہ واقعہ بجائے ,,الغریب المصنف،، کے ,,غریب الحدیث،، سے منسوب ہے اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۴۸ ـ التاریخ الکبیر ۳ : ۱۷۲

۴۹ ـ تہذیب التہذیب ۸ : ۳۱۷

۵۰ ـ تہذیب التہذیب ۸ : ۳۱۶

marfat.com
Marfat.com

۵۱ ۔ تہذیب التہذیب ۸ : ۳۷

۵۲ ۔ بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد ۱ : ۱۰۳

۵۳ ۔ تہذیب التہذیب ۸ : ۲۱۵

۵۴ ۔ تہذیب التہذیب ج ۸ : ۲۱۵

۵۵ ۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۱ : ۲۷۱

۵۶ ۔ تاریخ بغداد ۱۲ : ۳۱۳ و ۳۱۴

۵۷ ۔ معجم الادباء ج ۱۶ : ۲۵۴

۵۸ ۔ انباہ الرواۃ ج ۳ : ۱۳

۵۹ ۔ تہذیب التہذیب ج۸ : ۳۷ ۔ اس وظیفہ کی مقدار بعض راویوں نے دس ہزار درہم اور بعض نے پانچ سو درہم لکھی ہے ۔ دیکھئے تاریخ بغداد ۱۲ : ۳۰۶ ۔

۶۰ ۔ تہذیب التہذیب ۱۲ : ۳۷

۶۱ ۔ انباہ الرواۃ ۳ : ۱۶ نیز مرآۃ الجنان ۲ : ۸۳

۶۲ ۔ طبقات النحویین واللغویین : ۲۷

marfat.com

Marfat.com

ابو عبیدؒ کی تصانیف

۱ - غریب القرآن (۱)
۲ - معانی القرآن (۲)
۳ - کتاب القراءات (۳)
۴ - کتاب عدد آی القرآن (۴)
۵ - فضل القرآن و معالمه و آدابه (۵)
۶ - فضائل القرآن (۶)
۷ - رسالة فی ماورد فی القرآن الکریم من لغات القبائل (۷)
۸ - ناسخ القرآن و منسوخه (۸)
۹ - کتاب المجاز (۹)
۱۰ - غریب الحدیث (۱۰)
۱۱ - کتاب الایمان و النذور (۱۱)
۱۲ - کتاب الحیض (۱۲)
۱۳ - کتاب الطهارة (۱۳)
۱۴ - کتاب الحجر و التفلیس (۱۴)
۱۵ - کتاب فی الایمان و معالمه و سننه واستکماله و درجاته (۱۵)
۱۶ - کتاب الاموال (۱۶)
۱۷ - کتاب ادب القاضی (۱۷)
۱۸ - کتاب الاحداث (۱۸)
۱۹ - کتاب النسب (۱۹)
۲۰ - کتاب الایضاح (۲۰)
۲۱ - کتاب الخطب و المواعظ (۲۱)

marfat.com
Marfat.com

۲۲ ـ کتاب الاجناس من کلام العرب (۲۲)

۲۳ ـ کتاب الامثال السائرة (۲۳)

۲۴ ـ الغریب المصنف (۲۴)

۲۵ ـ کتاب المذکر و المؤنث (۲۵)

۲٦ ـ کتاب المقصور و الممدود (۲٦)

۲۷ ـ کتاب الشعراء (۲۷)

۲۸ ـ خلق الانسان و نعوته (۲۸)

۲۹ ـ کتاب الاضداد و الضدفی اللغة (۲۹)

۳۰ ـ کتاب النعم و البہائم والوحش والسباع والطیر و الہوام و حشرات الارض (۳۰)

۳۱ ـ کتاب فعل و افعل (۳۱)

۳۲ ـ فصل المقال فی شرح الامثال (۳۲)

۳۳ ـ معانی الشعر (۳۳)

۳۴ ـ رسالة فیما اشتبه اللفظ و اختلف المعنی (۳۴)

علمی لطیفه

ایک شخص نے ابوعبیدؒ سے ,,رَباب،، کے متعلق دریافت کیا تو انهوں نے کہا : ,,رباب،، ان بدلیوں کو کہتے هیں جو بڑے بادلوں کے نیچے لٹکی هوئی نظر آتی هیں۔،، اور اس معنی کی تائید میں انهوں نے بطور شاهد عبدالرحمن بن حسان کا یه شعر سُنایا :

کان الرباب دوین السحاب ـ نعام تعلق بالا رجل

(ترجمه) بادلوں سے ذره نیچے ,,رباب،، ایسا معلوم هوتا ہے جیسے وه شتر مرغ هوں جو ٹانگوں سے لٹکے هوئے هیں ـ

سائل نے کہا: ,,یه میں نهیں جانتا نه میری مراد یه رباب ہے۔ ،،

اس پر ابوعبیدؒ نے کہا ـ ,,پهر ,,رباب،، ایک عورت کا نام ہے جس کا ذکر اس شعر میں ہے :

marfat.com

Marfat.com

ان الذی قسم الملاحة بیننا   وکسا وجوہ الغانیات جمالا
وھب الملاحة للرباب وزادھا   فی الوجه من بعد الملاحة خالا

(ترجمه) وہ ذات جس نے ھمارے درمیان حسن و ملاحت تقسیم فرمائی اور حسینوں کے چھروں کو جمال بخشا ـ اسی ذات نے رباب کو ملاحت بخشی اور پھر اس ملاحت کے بعد اس کے چھرہ پر ایک تل کا اضافه فرمایا ـ

اس سائل نے کہا: ,, میں اس رباب " کے متعلق بھی دریافت نہیں کر رھا ھوں، تب ابوعبیدؒ نے کہا: تو شاید تم اس شاعر کے شعر کی ,,رباب،، چاھتے ھو ـ

رباب ربة البیت   تصبّ الخل فی الذیتِ
لھاسبع دجـاجـات   ودیک حسن الصوتِ

(ترجمه) رباب گھر کی مالکه ہے وہ سرکه کو تیل میں ڈالتی ہے۔ اس کے پاس سات مرغیاں ھیں اور ایک خوش آواز مُرغ ہے۔

تب اس سائل نے کہا: ,,ھاں ـ ھاں ـ بس اسی کو میں پوچھ رھا تھا ـ،،

اس پر ابوعبیدؒ نے سائل سے دریافت کیا: ,,آپ کہاں سے تشریف لا رہے ھیں ؟ " اس نے کہا: ,,بصرہ سے،، انھوں نے دریافت کیا : ,,کس سواری سے آئے تھے، خشکی کے راستے یا دریا کے راستے؟،، جواب ملا: ,,پانی کے راستے،، ابوعبیدؒ نے پوچھا: ,,ملاح کو کتنا کرایه ادا کیا؟،، اُس نے جواب دیا: ,,چار درھم،، ـ ابو عبیدؒ نے کہا: ,,جلدی سے جا کر اس سے اپنا کرایه واپس لے لو اور اس سے کہنا: ,,تمھیں کوئی حق نہیں پہنچتا که مجھ سے کرایه وصول کرو جب که میرا کوئی وزن ھی کشتی پر نه تھا ـ لاؤ میرا کرایه مجھے واپس کر دو۔

آخری زمانه حج اور وفات

آخری زمانه میں بغداد کے قیام اور وھاں کے علمی تحقیقی

marfat.com
Marfat.com

مشاغل کے دوران ابوعبیدؒ بیمار ہوگئے تو امیر طاہر بن عبداللہ نے ان کا علاج کرنے کے لئے ایک سرکاری طبیب بھیجا تھا ۔ ابوعبیدؒ نے جب اسے اپنی زخمی پنڈلیاں دکھائیں تو اس نے مرض کی تشخیص کرتے ہوئے کہا: ,,یہ پت ہے جو دو جلدوں کے درمیان جمع ہو گیا ہے،، پھر طبیب نے ان سے دریافت کیا: ,,آپ کی عمر کتنی ہوگی؟،، ابوعبیدؒ نے دریافت کیا : ,,اس سوال سے کیا فائدہ ہوگا ؟ ۔،، طبیب نے جواب دیا ,,تاکہ دوا برداشت کے مطابق دے سکوں،، چنانچہ اُنھوں نے اپنی عمر اڑسٹھ برس بتائی ۔

بعدازاں ابوعبیدؒ حج کرنے چلے گئے ۔ حج سے فراغت کے بعد جب واپسی کا ارادہ کیا تو عراق جانے کے لئے ایک سواری کرایہ پر ٹھہرائی ۔ رات کو خواب (۳۵) دیکھا کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو رہے ہیں اور داخلہ دربانوں کی اجازت سے ہو رہا ہے ۔ جب میری باری آئی اور میں اندر جانے لگا تو دربانوں نے مجھے روک دیا ۔ میں نے احتجاج کرتے ہوئے کہا: ,,مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیوں باریاب نہیں ہونے دیتے؟،، انھوں نے کہا: ,,چونکہ تم کل عراق جا رہے ہو اس لئے نہ تم باریاب ہو سکو گے نہ آپ کو سلام کر سکو گے،، تب میں نے ان سے کہا: ,,میں اپنا ارادۂ سفر ملتوی کر دیتا ہوں،، اس پر انھوں نے مجھ سے عہد لیا ۔ پھر مجھے رسول اللہ کی خدمت میں حاضری کی اجازت دے دی ۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا آپ بستر پر تشریف فرما تھے ۔ میں نے آپ کو سلام کرنے کے بعد آپ سے مصافحہ کیا ۔ اس کے بعد صبح اُٹھ کر ابوعبید نے اپنی سواری کا معاملہ منسوخ کرایا اور مکۃ ہی میں قیام پذیر ہوگئے ۔ (۳٦)

ایک روز جب کہ ابوعبیدؒ مسجد حرام میں چت لیٹے تھے عائشہ مکیہ جو وہاں کی نیک اور عارفہ خاتون تھیں ، ان کے پاس آئیں اور

marfat.com

Marfat.com

ان سے کہا: ,,ابوعبیدؒ تم اہلِ علم ہو ۔ میری بات سُنو، خبردار حرم کا ادب ملحوظ رکھو ورنہ اللہ تمہیں علماء و صلحاء کی فہرست میں شامل نہ فرمائے گا ۔ . (۳۷)

ابوعبیدؒ نے اپنی زندگی کے آخری ایام مکہ میں گذارے ۔ اور بالآخر محرم ۲۲۴ ھ میں وهیں انتقال کیا اور دُور جعفر میں دفن ہوئے ۔ (۳۸)

ابو سعید ضریر کہتے ہیں کہ جب ابوعبیدؒ کی وفات کی خبر عبداللہ بن طاہر کے پاس آئی تو میں بھی ان کے پاس تھا اس وقت انہوں نے مرثیہ میں یہ اشعار کہے :

یا طالب العلم قدمات ابن اسلام	وکان فارسی علم غیر محجام
مــات الذی کان فینا ربع اربعه	لم یلق مثلهـم استاذ احکام
خیرالبریة عبــداللہ اولهــــم	وعامر و لنعم التلویا عام
همــا الذان انا فافوق غیرهمــا	والقاسمان بن معن وابن سلام(۳۹)

(ترجمہ) طالبین علم کے لئے یہ کتنی اندوهناک خبر ہے کہ ابوعبیدؒ جو میدانِ علم کا دبنگ شہسوار تھا وفات پاگیا ۔ وہ ان چار اساتذہ فقہ و حدیث میں سے ایک تھے جن کی نظیر نہیں ملتی ۔ ان میں سے پہلے خلقِ خدا میں سب سے بہتر حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں اور ان کے بعد ان کے بہترین خلف عامر (بن شراحیل شعبی) تھے۔ دونوں بزرگ علماء میں چوٹی کی حیثیت رکھتے تھے ۔ اور ان کے بعد اس بلندی پر قاسم بن معن اور قاسم بن سلاّم (ابوعبیدؒ) ہیں ۔

●

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱ ۔ الفہرست لابن الندیم : ۱۰۶
۲ ۔ ایضاً
۳ ۔ ایضاً
۴ ۔ ایضاً
۵ ۔ بروکلمان ضمیمہ جلد ۵۱ : ۱۶۶ ۔شاید یہ اور اس کے بعد کی کتاب (نمبر۶) ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں ۔ واللہ اعلم ۔
۶ ۔ الفہرست : ۱۰۷ ۔
۷ ۔ معجم المطبوعات العربیہ ۱۲۱:۱
۸ ۔ کشف الظنون ۲ : ۱۹۲۱ ۔ الفہرست میں ۱۰۷ میں اسے کتاب الناسخ و المنسوخ لکھا ہے ۔
۹ ۔ الفہرست : ۵۷
۱۰ ۔ الفہرست:۱۰۶
۱۱ ۔ ایضاً : ۱۰۷ ۔
۱۲ ۔ ایضاً : ۱۰۷
۱۳ ۔ ایضاً : ۱۰۷ ۔ اسی کو ایضاح المکنون ۲ : ۳۱۲ ,,کتاب الطہارت،، اور بعض مؤلفین نے ,,کتاب الطہور،، لکھا ہے ۔ واللہ اعلم ۔
۱۴ ۔ الفہرست : ۱۰۷
۱۵ ۔ بروکلمان : ۱۶۷
۱۶ ۔ الفہرست : ۱۰۶
۱۷ ۔ ایضاً : ۱۰۷ ، وہدیۃ العارفین ۱ : ۸۲۵ پر اس کے آگے ,,علی مذہب الشافعی،، کا اضافہ ہے ۔
۱۸ ۔ الفہرست : ۱۰۶
۱۹ ۔ ایضاً : ۱۰۷
۲۰ ۔ بروکلمان : ۱۶۷
۲۱ ۔ ایضاً : ۱۶۷
۲۲ ۔ الاعلام ۶ : ۱۰ ۔
۲۳ ۔ الفہرست : ۱۰۶ ۔ یہ آستانہ سے التحفۃ البہیۃ و الطرفۃ الشہیۃ نامی مجموعہ میں شائع ہو چکی ہے ۔
۲۴ ۔ الفہرست : ۱۰۶ ۔ اس کے قلمی نسخے دارالکتب المصریہ وغیرہ میں ہیں ۔ ایک جرمن مستشرق سپٹلر (SPITALER) اس کتاب کو نشر کرنے والے تھے (دیکھئے مقدمۃ الصحاح ، مطبوعہ دارالکتاب العربی مصر : ۷۶ .)
۲۵ ۔ ایضاً : ۱۰۶ ۔
۲۶ ۔ ایضاً : ۱۰۶
۲۷ ۔ الفہرست : ۱۰۶ ۔

marfat.com
Marfat.com

۲۸ - بروکلمان : ۱٦۷ -
۲۹ - ایضاً
۳۰ - ایضاً -
۳۱ - ایضاً -
۳۲ - ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون ۲ : ۱۹۹ میں ,,فضل المقال,, لکھا ہے لیکن بروکلمان کی تصریح کے مطابق یہ الکبری کی ابوعبید کی کتاب الامثال کی شرح ہے۔اس کا نام ,,فضل المقال فی شرح الامثال,, ہے ، اور یہی صحیح ہے -
۳۳ - اس کا تذکرہ طبقات الشافعیہ الکبری : ۱ : ۲۷۳ میں سبکی نے کیا ہے۔ وہاں اس کا اقتباس بھی دیا ہے۔
۳۴ - بروکلمان : ۱۰۷
۳۵ - بعض سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ ان کا انتقال مدینہ میں ہوا اور یہ خواب انھوں نے مدینہ میں دیکھا تھا - وفیات الاعیان ۳ : ۲۷ -
۳٦ - معجم الادباء ۱٦ : ۲۵۵ و ۲۵٦
۳۷ - شذرات الذہب ج ۲ : ۵۵ نیز مرآۃ الجنان ۲ : ۸۴ و ۸۳
۳۸ - معجم الادباء ۱٦ : ۲۵۷
۳۹ - طبقات الشافعیہ الکبری ۱ : ۲۷۲

marfat.com
Marfat.com

کتابُ الاموال ۔

کتاب الاموال کا موضوع

اسلامی مملکت کا مالیاتی نظام جس کی بناء رسوُل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈالی اور خلفأ راشدین کے دَور میں بتدریج ترقی کے منازل طے کرتا رہا اور پھر اسلامی دور کی ابتِدائی دو صدیوں میں اسے جن تغیرات کا سامنا کرنا پڑا یہی کتاب الاموال کا موضوع ہے جس پر امام ابوعبیؒد تفصیلی مواد پیش کرتے ہیں ۔ امام موصوف کو اس موضوع پر عبور حاصل ہے اور اپنے زمانہ سے آج تک اسلامی حکومت کے محاصل پر ان کی شخصیّت مسلم رہی ہے اور ان کی یہ تصنیف اس موضوع پر لکھنے والے متاُخرین کے لئے حوالہ کی معتمد علیہ کتاب بنی رہی ۔

کتاب الاموال کے اجزاء

امام ابُوعبیؒد کی اس گرانقدر تالیف کو اس کے راویوں نے چار سے لے کر چودہ اجزا تک تقسیم کیا ہے لیکن ہم اس کے مضامین کو دو بڑے حِصّوں میں منقِسم ہونے کی وجہ سے ضرف دو حصّوں میں تقسیم کر رہے ہیں ۔ حِصّہ اوّل میں ان تمام آمدنیوں کا ذکر ہے جو اسلامی مملکت کو غیرمسلموں اور مفتوحہ علاقوں سے حاصل ہوتی ہیں ۔ یعنی اس میں مسلمانوں سے حاصل ہونے والے صدقات (زکوۃ) کو چھوڑ کر مندرجہ ذیل دو بڑی آمدنیاں اور ان سے متعلقات کا ذکر ہے :

(۱) غنیمت اور اس سے حاصل ہونے والا خمس (۱/۵)

(۲) فئے: یہ لفظ اپنی جامعیت کی وجہ سے حکومت کو ملنے والے تمام اموال و اراضی و محاصل پر حاوی ہے جو غیر مسلموں سے وصول ہوتا تھا، اور عامۃ المسلمین کے مفاد کے لئے حکومت کی تحویل میں رہتا تھا ۔ غنیمت کا خمس بھی فئ کہلاتا ہے

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ بیت المال میں پہنچ کر اس کا مصرف بھی فئے کی طرح ہوتا ہے۔

حصّہ دوم میں مسلمانوں سے وصول کئے جانے والے صدقات (زکوٰۃ) کا ذکر ہے۔

امام ابوعبیدؒ کے خیال میں یہی تین قسم کے اموال ہیں جو مملکت اسلامی میں حکومت اسلامی کے زیر انتظام رہتے ہیں اور ان کی وصولی اور اخراجات براہِ راست حکومت کے زیر نگرانی ہوگی۔

مالیات کے موضوع پر تصانیف

جیسا کہ ظاہر ہے مالیات کا موضوع حکومتوں کے لئے بڑی اہمیّت رکھتا ہے۔ اس موضوع سے متعلق تحریروں کے سلسلہ کی ابتداء خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے شروع ہو گئی تھی لیکن آگے چل کر جب دفاتر قائم ہوئے اور ان آمدنیوں کی وصولی نیز مفتوحہ علاقوں کا اہتمامِ و انصرام توسیع پذیر ہونے لگا تو دفتروں میں کام کرنے والوں اور حکام کو شدّت سے تحریری ضابطہ کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ تب بعض فقہاء نے حکام کے اشارہ پر اور بعض نے عوام کی ضرورت اور دفتری عملہ کے شدید تقاضے پر اس موضوع سے متعلق جداگانہ کتابیں لکھنا شروع کر دیں۔ ان میں سب سے پہلی مطبوعہ تصنیف جو ہمیں ملتی ہے امام ابو یوسفؒ متوفی ۱۸۲ ھ کی ,,کتاب الخراج،، ہے۔ اپنی اس کتاب کا سبب تالیف وہ اس طرح بیان کرتے ہیں :

ان امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالی سالنی ان اضع لہ کتابا جامعا یعمل بہِ فی جبایۃ الخراج والعور والصدقات والجوالی وغیرذلک مما یجب علیہ النظر فیہ والعمل بہ و انما اراد بذلک رفع الظلم عن رغیتہ الصلاح لامرھم (۱)

مجھ سے امیرالمومنین (ھارون الرشید) اللہ تعالی ان کی

marfat.com
Marfat.com

تائید و نصرت فرمائے ، نے یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ میں ان کے لئے ایک جامع کتاب تصنیف کر دوں جس کے مطابق خراج و عشور و صدقات و جزیہ کی وصولی میں عمل کیا جائے نیز دیگر ایسے امور جو (حکومت کے لئے) قابل غور ہوں اور جن پر عمل کیا جانا ضروری ہو۔ اس سے امیرالمومنین کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ رعایا پر ظلم نہ ہو سکے اور ان کے معاملات سدھر جائیں ۔

ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج کے بعد جو دوسری کتاب مطبوعہ شکل میں ہمیں ملتی ہے وہ یحیی بن آدم متوفی ۲۰۳ ھ کی ,,کتاب الخراج،، ہے پھر ابوعبید متوفی ۲۲۴ ھ کی ,,کتاب الاموال،، کی باری آتی ہے جو اس موضوع پر اپنے دونوں پیش رو مصنفین سے زیادہ جامع و مبسوط ہے۔ یہ تمام تالیفات دوسری صدی کے اواخر اور تیسری صدی کے اوائل میں تکمیل پاچکی تھیں ۔

الخراج فی الدولة الاسلامیة کے فاضل مُصنّف محمد ضیاء الدین الریس کا خیال ہے کہ ان تالیفات کی بنیادی غرض و غایت احکام فقهیه بیان کرنا ہے لیکن اِس ضمن میں بعض تاریخی واقعات سے استشهاد ضروری تھا تاکہ ان کے ذریعہ احکام کا استنباط کیا جائے اور یہ واقعات بیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے عہد کے تھے کیونکہ یہی فقہ کی نظر میں ایسا مثالی دَور تھا جس میں احکام کے اصول وضع کئے گئے تھے بنا بریں ان تالیفات میں مذکورہ عہد یعنی صدر اسلام سے متعلق بیشتر تاریخی اقتصادی حقائق آگئے ہیں (۲) ۔ جہاں تک ان تصانیف سے احکام فقهیه کے بیان کا تعلق ہے فاضل مصنف کی یہ توجیہ قابل غور ہے کیونکہ احکام فقهیه کے تمام دیگر ابواب چھوڑ کر صرف مالیات اور اس سے متعلق مملکت اسلامیہ کے انتظامی مسائل کو خصوصیت سے

marfat.com

Marfat.com

مرکز توجه بنا کر انھیں جداگانہ کتابی صورت میں جمع کرنا بتا رہا ہے کہ ان تالیفات سے کسی خاص گروہ کو خصوصی دلچسپی تھی اور وہ اس ضرورت کو شدّت سے محسوس کر رہا تھا ۔ ورنہ فقہی مجموعوں میں تو یہ مالیاتی امور اپنے اپنے ابواب میں عموماً مدون ہوتے ہی رہے خود امام شافعیؒ نے اپنی مشہور تصنیف ,,کتاب الام،، میں اس موضوع سے متعلق جملہ پہلوؤں پر تفصیلی بحث کی ہے اور امام مالک کی ,,مؤطا،، میں بھی جا بجا اس موضوع پر مواد ملتا ہے بالخصوص کتاب الجہاد اور کتاب الزکاۃ میں ۔ ہم امام ابو یُوسفؒ کی کتاب سے پچھلے صفحات میں جو اقتباس پیش کر آئے ہیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ حکومت کے لئے عدل و انصاف جاری کرنے اور رعایا کے حالات سدھارنے اور مفتوحہ علاقوں میں عدل قائم کرنے کے لئے اس قسم کی جداگانہ تالیف کی ضرورت محسوس کی جاتی تھی واقعہ یہی ہے کہ مملکت اسلامیہ کے مالیات سے متعلق انتظامی امور اور مفتوحہ علاقوں پر عدل و انصاف سے حکمرانی کے لئے سرکاری محکموں میں ملازمین اور حکام کے لئے اس قِسم کی جداگانہ تالیف از بس ضروری تھی تاکہ حکام و رعایا اپنی اپنی حدود سے واقف ہوں اور ظلم کا سدِّ باب ہو اور ہمارا خیال ہے کہ ان تصانیف کے ذریعہ اس خلاء کو پُر کیا گیا ہوگا ۔

کتاب الاموال کے اس حِصّہ کا موضوع نہایت اہم ہے اس کی ابتداء اس وقت سے ہوتی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی اور لوگوں کے ایک گروہ نے اسے قبول کر لیا اور دوسرے نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا ان دونوں متقابل گروہوں کا آپس میں طریقِ کار یعنی مسلمانوں کا غیر مسلموں کے ساتھ طرزِ عمل ، مخالفین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا جنگ و امن میں اختیار کردہ رویہ دوسرے الفاظ میں دیگر اقوام و

marfat.com
Marfat.com

ملل سے (بین الاقوامی سطح پر) مسلمانوں کا برتاؤ بھی اس کتاب کا ضمنی موضوع ہے۔ تبلیغ اسلام اور فتوحات کا سلسلہ جاری رہنے کی وجہ سے اسے موضوع کو بڑی اہمیّت حاصل ہے۔ مسلمانوں کے سامنے قدم قدم پر اس موضوع سے متعلق مسائل در پیش تھے اور اربابِ حکومت نیز حکومت کے عملہ کو اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان مسائل کو حل کرنا پڑتا تھا چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ اس موضوع پر قرآن مجید کے بعد رسول اللہ کے ان مکاتیب و معاهدات میں بڑا مواد ملتا ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً مختلف علاقوں کے باشندوں کو روانہ فرمائے تھے (۳)۔ ان امور سے اس موضوع کی اقدمیت و اهمیت پوری طرح واضح هو جاتی ہے۔

السِیَر (۴) کے نام سے لکھیّ جانے والی تصانیف کا بھی یہی موضوع تھا ۔ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوات میں دشمنوں سے طرز عمل امن و صلح اور جنگ میں غیر مسلموں اور دشمنوں سے آپ کا برتاؤ ، مفتوحه علاقوں اور اس کے باشندوں سے حاصل ہونے والی غنیمت و فئے میں آپ کی سُنت کا بیان هوتا تھا اور چونکه انہی تعلقات میں جنگ اور فتوحات بھی شامل هیں ۔ لہذا ان دونوں صورتوں سے حاصل هونے والی آمدنیوں کو ,,کتاب الاموال " کے اس حصّہ میں بیان کیا گیا ہے۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو کتاب الاموال کا یه حصّہ عصر حاضر میں اسلامی نقطۂ نظر سے بین الاقوامی قوانین بنانے میں بھی هماری رهنمائی کر سکتا ہے۔

(عبدالرحمن طاهر سورتی)

●

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱ ۔ کتاب الخراج لابی یوسف : ۳

۲ ۔ دیکھئے محولہ بالا کتاب کا صفحہ ۳

۳ ۔ کتاب الاموال از صفحہ ۱۸۷ تا ۲۰۲

۴ ۔ امام ابو حنیفہؒ نے سیر کے موضوع پر اپنے تلامذہ کو ایک کتاب لکھوائی اس پر امام اوزاعیؒ نے ان سے اختلاف کیا پھر امام اوزاعی کی مصنفہ سیر پر امام ابُو یوسفؒ کی تنقید ,,الرد علی سیر لاوزاعی،، ہے اس سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے طرز عمل کا مسئلہ ابتداء ہی سے مسلم فقہاء کا موضوع بحث بنا رہا ۔

لفظ ,,سیر،، سیرۃ کی جمع ہے جس کے معنی چال چلن ، طرز عمل ، روش ، رویہ اور برتاؤ یا سلوک کا انداز ہیں ۔ پھر اس سے مراد وہ تمام قواعد و قوانین ہوگئے جو دو یا دو سے زیادہ آزاد و خود مختار قبائل و اقوام یا ممالک و ادیان کے باہمی تعلقات کے سلسلہ میں جاری کئے جائیں۔

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر اور رعایا کے باھمی حقوق

(۱) تمیم داری روایت کرتے ھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :- " دین خیر خواھی و نصیحت ھے " - صحابہؓ نے عرض کیا: " یا رسول اللہ - یہ خیر خواھی و نصیحت کس کے لئے ھونا چاھئیے ؟ " آپ نے فرمایا : " اللہ کے لئے ، اس کے رسول کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے ، اور تمام ائمہّ کے لئے اور مسلمانوں کی جماعت کے لئے

(۲) تمیم داری ھی سے یہی مضمون ایک اور سند سے مروی ھے مگر اس میں یہ اضافہ ھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ کہ دین خیر خواھی و نصیحت ھے تین بار دھرایا -

(۳) حضرت ابن عمرؓ راوی ھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : تم میں سے ھر ایک نگران ھے اور ھر ایک سے اس کے دست نگروں اور ماتحتوں کے بارے میں باز پُرس ھو گی - امیر جو تمام لوگوں کا نگران ھے ، اس سے ان سب کے متعلق پوچھا جائے گا - مرد اپنے گھر والوں کا نگران ھے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھ کچھ ھو گی - بیوی اپنے خاوند کے گھر اور اپنے بچّوں کی نگران ھے اور اس سے ان کے متعلق سوال کیا جائے گا ، اور ھر شخص کا غلام (خادم) اپنے آقا کے مال کا نگران ھے اور اس سے اس کے بارے میں باز پرس کی جائے گی - اور دیکھو اس طرح تم میں سے ھر ایک (اپنی حدود میں) ذمہّ دار و نگران ھے اور اس سے اس کی ذمہ داریوں اور ماتحتوں کے بارے میں باز پرس ھو گی -

marfat.com

Marfat.com

(۴) ایک اور سند سے بھی یہی مضمون ابن ع رضؓ حضرت عمرؓ کے واسطه سے رسول الله صلی الله علیه وسلم سے روایت کرتے هیں۔
امارت (۱) کس کے لئے خیر اور کس کے لئے شر هے

(۵) عطاء بن یسہار راوی هیں که ایک شخص نے رسول الله صلی الله علیه وسلّم کے سامنے کہا: ,, امارت بدترین چیز هے۔ " اس پر آنحضرت صلی الله علیه وسلّم نے فرمایا ,, امارت اُس شخص کے لئے تو بہترین چیز هے جو اسے جائز اور حلال طریقه سے لے اور اُس کے حقوق ادا کرے لیکن اُس شخص کے لئے امارت بدترین چیز هے جو اسے ناجائز طریقه سے حاصل کرے اور اُس کے حقوق ادا نه کرے، ایسے نااهل اور حقوق ادا نه کرنے والے کے لئے یه عهده روزِ قیامت باعثِ افسوس و ندامت هو گا۔

(٦) حارث بن یزید حضرمی راوی هے که حضرت ابو ذرؓ نے رسول الله صلی الله علیه وسلّم سے امارت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا ,, یه عهده امانت ہے، روزِ قیامت یه افسوس و ندامت کا باعث هوگا" هاں صرف وه لوگ اس حسرت و ندامت سے محفوظ رهیں گے جو اسے اس کا حق ادا کرتے هوئے لیں گے اور اس عهده کی وجه سے جو ذمه داریاں ان پر عائد هوتی هیں ان سے پوری طرح عهده برآ هوں گے۔

(۷) ابن یزید حضرمی کہتے هیں که میں نے ابن حجیرة الشیخ کو یه کہتے سُنا که مجھے ایک ایسے شخص نے بتایا جس نے حضرت ابو ذرؓ کو یه کہتے سُنا: ,, ایک رات میں صبح تک رسول الله صلی الله علیه وسلّم سے محوِ گفتگو رها۔ بات چیت کے دوران میں نے عرض کی ,, یا رسول الله! مجھے بھی کسی علاقه کا امیر بنا دیجئے "۔ آپ نے فرمایا ,, یه امارت امانت هے اور ان لوگوں کے سوا جو اسے حق سے لیں اور اس کی جمله ذمه داریوں سے بخوبی عهده برآ هو جائیں باقی

marfat.com
Marfat.com

تمام لوگوں کے لئے یہ روز قیامت ، حسرت و ندامت ہو گی ۔ "

(۸) ہشام بن عروۃ اپنے باپ کے واسطہ سے راوی ہیں کہ خلیفہ منتخب ہونے پر حضرت ابو بکرؓ نے اللہ کی حمدوثنا کے بعد اپنے خطبہ میں فرمایا : " امابعد ، میں آپ لوگوں کے معاملات کا والی و ناظم ہو گیا ہوں ۔ اگرچہ میں آپ لوگوں میں سے بہتر نہیں ہوں ، یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی طرف سے قرآن مجید نازل ہوا ، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی سنّت جاری فرمائی ، آپ نے ہمیں تعلیم دی اور ہم نے اس کے مطابق عمـل کیا ۔ اے لوگو ! یاد رکھو سب سے بڑی دانائی و خرد مندی ہدایت (۲) یا تقوی ہے ، اور سب سے بڑی عاجزی و بےبسی فجـور ہے ۔ آپ لوگ یقین رکھئے کہ میری نظر میں معاشرہ کا سب سے زیادہ طاقتور وہ کمزور شخص ہو گا جس کے حقوق میں کوتاہی ہو رہی ہـو گی ۔ تاآنکہ میں اسے اس کے جملہ حقوق واپس نہ دلادوں ۔ اسی طرح میرے نزدیک معاشرہ کا سب سے کمزور فرد وہ طاقتور شخص ہو گا جو لوگوں کے حقوق غضب کرتا ہے ، تاآنکہ میں اس سے غصب شدہ حقوق واپس نہ لے لوں ۔ اور اے لوگو ! میرا مقام یہ نہیں ہے کہ میں دین میں نئے نئے طریقے اپنی طرف سے وضع کرتا رہوں بلکہ میں تو دین کی اتباع کرنے والا ہوں اور احکام خداوندی کا پابند ہوں ۔

(آپ لوگ میری کارروائیوں کا بغور مطالعہ کرتے رہیئے) اگر آپ دیکھیں کہ میں اپنے فرائض بخوبی انجام دے رہا ہوں تو اس خدمت کی انجام دہی میں میرا ہاتھ بٹائیے ۔ اور اگر آپ دیکھیں کہ میں کجی اختیار کر رہا ہوں تو مجھے سیدھا کر دیجئے ۔ اپنی اس گذارش کے بعد میں اپنے اور آپ سب کے لئے اللہ سے دست بدعا ہوں کہ وہ سب کی خامیوں اور کوتاہیوں سے درگذر فرمائے ۔

marfat.com

Marfat.com

(۹) ایک اور سند سے بھی حضرت ابو بکر سے ایسی ھی روایت مذکور ھے ۔

(۱۰) حسنؒ راوی ھیں کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسی اشعریؓ کو لکھا " اما بعد کام میں زور و قوت (اور روانی) باقی رکھنے کا یہی طـریقہ ھے کہ آج کا کام کل پر نہ ڈالا جائے اگر ایسا کیا گیا تو تمہارے سامنے کاموں کا ڈھیر لگتا چلا جائے گا اور تمہیں یہ سُدھ نہ رھے گی کہ ان میں سے کس کام کو پہلے انجام دیا جائے ، نتیجہ یہ ھو گا کہ تم اپنے کام بگاڑ لو گے ۔ اور اس حقیقت کو کبھی نہ بُھولنا کہ تمام کام امیر کے لئے اُسی وقت تک پوری طرح انجام پاتے ھیں جب تک وہ امیر خود اللہ تعالی کے احکام کی پیروی کرتا رھتا ھے ۔ لیکن جب امـــیر خود حدود فراموشی اور ناحق کارروائیاں کرنے لگتا ھے تو پھر ماتحت بھی اس کے نقش قدم پر چلنے لگتے ھیں ۔ اور دیکھو لوگوں کو اپنے برسرِ اقتدار طبقہ سے ایک قسم کی کد اور تنفّر سـا پیدا ھو جاتا ھے ۔ خدا ھمیں اس کیفیت سے اپنی پناہ میں رکھے ۔ اس طرح دلوں میں کینے پیدا ھو جاتے ھیں ۔ دُنیا کو ترجیح دے دی جاتی ھے ، اور خواھشات نفس کی پیروی کی جاتی ھے ۔ لہذا تُم حق کو قائم کرنے میں کوشاں رھو خواہ اس مبارک مقصد کے لئے تمہیں دن کی ایک گھڑی ھی نصیب ھو ۔

(۱۱) مصعب بن سعد سے روایت ھے کہ حضرت علیؓ نے حق کی ترجمانی کرتے ھوئے یہ چند کلمات فرمائے :۔

حاکم و رعایا کے فرائض

امام کا فرض ھے کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ احکام کے مطابق فیصلے کرے ، امانت ادا کرے ۔ جب وہ ایسا کرے تو پھر لوگوں کا فرض ھے کہ وہ اس کی بات سنیں اور فرمانبرداری کریں اور جب

marfat.com
Marfat.com

بھی وہ پُکارے اس کی آواز پر لبیک کہیں ۔

(۱۲) حضرت سلمانؓ نے کہا " خلیفہ برحق تو وہ ہے جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اور رعایا کے ساتھ اسی شفقت و مہربانی سے پیش آئے جس کا مظاہرہ ایک شخص اپنے گھر والوں پر کرتا ہے "

اس پر کعب الاحبار نے کہا " اِنہوں نے سچ کہا " ۔

(۱۳) ابو عبیدہ بن عبداللہ کہتے ہیں : " امام عادل کی صفت یہ ہے کہ وہ لوگوں کے گلہ شکوہ کی آوازوں کو جو اللہ تک پہنچائی جاتی ہیں خاموش کر دیتا ہے اور جور پسند امام کی پہچان یہ ہے کہ اس کے خلاف اللہ سے بہت زیادہ شکوے شکائتیں کی جاتی ہیں ۔

(۱۴) حضرت ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا " امام عادل کا اپنی رعایا میں ایک دن کا کام ، عبادت گذار کی اپنے گھر والوں میں سو سالہ (۲) عبادت سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے ۔

(۱۵) حضرت خالد بن ولیدؓ کہتے ہیں : ۔ اس غرض سے تین قدم بھی نہ اُٹھانا کہ تم تین آدمیوں پر حکم چلاؤ اور اُن پر اقتدار حاصل کر لو ، اور جس سے تم عہدوپیمان باندھ لو اس کے ساتھ ذرا سی بھی بدعہدی اور دغا نہ کرنا ، اور مسلمانوں کے امام کو کسی ناگہانی آفت یا مصیبت میں مبتلا کرنے کی کوشش نہ کرنا ۔

(۱٦) سعد جب حضرت سلمانؓ کی عیادت کے لئے گئے تو انہوں نے حضرت سلمانؓ سے درخواست کی کہ ہمیں ایسی نصیحت و وصیت کیجئے جس پر ہم عمل کرتے رہیں چنانچہ انہوں نے کہا : جب تم کسی کام کا ارادہ کر و یا اپنے انعامات و احسانات کی تقسیم کرنے لگو یا کسی معاملہ میں فیصلہ کرو تو اللہ کو یاد رکھو ۔

marfat.com
Marfat.com

حواشی

(۱) امارت سے مراد سربراهی ، حکومت ، حکمرانی اور فرمانروائی هیں ۔ یه کسی محکمه کی سربراهی کے لئے بهی بولا جاتا هے ۔

(۲) هدایت یا تقوی ، دونوں میں سے ایک کے بارے میں ابو عبید کو شک هے ۔ اور انهوں نے یه بهی کہا که میرا گمان غالب هے که یہاں تقوی هے ۔

(۳) اس جگه راوی کو شک هے که آپ نے سو سال فرمائے تهے یا پچاس سـال

marfat.com
Marfat.com

باب ۱

بیت المال کے ذرائع آمدنی

بنیادی احکام

اموال میں رسول اللہ کے خصوصی حقوق

ان اموال کے ضمن میں سب سے پہلے ہم ان اموال کا تذکرہ کریں گے جن کا تعلق تمام لوگوں کو چھوڑ کر، خالصۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات گرامی سے تھا ـ ان اموال کی تین قسمیں ھیں :ـ

(پہلی قسم)

مسلمانوں کی فوج کشی کئے بغیر حاصل ہونے والی فئے

یہ مشرکین کا وہ مال ہے جو مسلمانوں کی فوجی نقل و حرکت کے بغیر ھی اللہ تعالی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو دلادے ـ اس میں فَدَک کا علاقہ اور بنو نضیر کی جائدادیں شامل ھیں ـ اس لئے کہ ان لوگوں نے اپنی جائدادوں اور زمینوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے مصالحت کر لی تھی ـ ان لوگوں نے نہ تو جنگ کی تھی اور نہ مسلمانوں کو ان تک پہنچنے کے لئے زحمت سفر برداشت کرنا پڑی تھی ـ

(دوسری قسم)

صَفِی

یہ مسلمانوں کے جمع کردہ مال غنیمت کا وہ حصہ ہے جسے تقسیم غنیمت سے قبل ھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے لئے چن کر علیحدہ کر لیتے تھے ـ

(تیسری قسم)

marfat.com

Marfat.com

خمس الخمس (۱/۲۵ واں حصه)

یه مال غنیمت کے (۴/۵) تقسیم شده مال کے علاوه باقیمانده) پانچویں حصه (۱/۵) میں سے پانچواں حصه (یعنی ۱/۲۵ ویں حصه) کا نام هے (جو رسول الله صلی الله علیه وسلّم کے لئے خاص تھا) مذکوره بالا هرسه اقسام کے بارے میں مستند اور مشهور آثار و روایات موجود هیں :۔

۱ ۔ بنو نضیر کی املاک

(۱۷) مالک بن اوس بن حدثان نصری راوی هیں که حضرت عمرؓ ابن الخطاب کهتے هیں ، بنو نضیر کے املاک اس فهرست میں آتے هیں جنهیں مسلمانوں کی فوج کشی کے بغیر هی الله تعالی نے اپنے رسول الله صلی الله علیه وسلّم کے حواله کر دی تھیں اور وه رسول الله صلی الله علیه وسلّم کی خصوصی ملکیت قرار پاگئی تھیں ، چنانچه آپ اس میں سے اپنے اهل و عیال کے سال بھر کے اخراجات لینے کے بعد باقیمانده آمدنی جهاد فی سبیل الله کے لئے هتھیاروں اور سواریوں کی فراهمی میں خرچ فرماتے تھے ۔

(۱۸) زهری کهتے هیں " آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے بنو نضیر کا محاصره کیا ، یه یهودیوں کا ایک قبیله تھا جو مدینه منوره کے ایک سرے پر آباد تھا ۔ نتیجتاً یه لوگ اس شرط پر اپنا وطن چھوڑنے کے لئے آماده هو گئے که هتھیاروں کے علاوه جتنا سامان اُونٹوں پر لادا جا سکے وه اپنے ساتھ نکال کر لے جائیں ۔ انهی کے متعلق الله تعالی نے قرآن مجید میں یه آیات نازل فرمائیں :۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ هُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ . . . الی قوله عزوجل ــ وَلِیُخْزِیَ الْفَاسِقِیْنَ ۔ (الحشر ۵۹ : ۱ تا ۵)

marfat.com
Marfat.com

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز نے اللہ کی تسبیح خوانی کی اور وہی غالب و حکیم ہے ۔ وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کفر کرنے والوں کو پہلے حشر کے لئے ان کے گھروں سے نکال دیا . . . . . اور تاکہ فاسقوں کو رُسوا کرے ۔

(۱۹) ابن شہاب کا بیان ہے کہ یہود کے قبیلہ بنو نضیر (کے محاصرہ) کا واقعہ غزوۂ بدر سے چھ ماہ بعد کا ہے (۱) اُن کی بستی اور اُن کے کھجور کے باغات مدینہ منورہ کے ایک سرے پر تھے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس وقت تک اُن کا محاصرہ جاری رکھا جب تک کہ وہ جلاوطنی پر آمادہ نہ ہو گئے ۔

(۲۰) نافع حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بنو نضیر کے کھجوروں کے درختوں میں سے کچھ کاٹے اور کچھ جلا ڈالے ۔ اس واقعہ کی طرف حضرت حسان بن ثابتؓ نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے : ۔

لـہان علی سراۃ بنی لوی حریق بالبویرۃ مستطیر

(ترجمہ) بنولوی کے سرداروں پر مقام بویرہ (یہود کے کھجور کے باغات) میں تیزی سے پھیلنے والی آتشزدگی آسان ہو گئی ۔

(۲۱) نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں : ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے بویرہ میں بنو نضیر کے کھجور کے درختوں کو جلایا اور کاٹا ۔ اسی واقعہ کی طرف قرآن مجید میں اشارہ ہے : ۔

مَاقَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْتَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللهِ وَلِيُخْزِىَ الْفَاسِقِيْنَ

marfat.com

Marfat.com

کھجور کے درختوں (۲) میں سے جو تم نے کاٹے یا جنہیں تم نے
ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو تمہاری یہ تمام کاروائی اللہ
کے اذن سے تھی اور تاکہ وہ فاسقوں کو رسوا کرے ۔

(۲۲) سعید بن جبیر کہتے ھیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے „ سورۃ الحشر“ کا سبب نزول دریافت کیا تو انہوں نے کہا : „ یہ سورۃ بنو نضیر کے سلسلہ میں نازل ہوئی “ ۔

ابو عبیدؒ : یہ تو بنو نضیر کے بارے میں ہے ، اب فدک کا ذکر کیا جائے گا ۔

فـــدک

(۲۳) رہا فدک تو زہری کہتے ھیں کہ آیت کریمہ :۔

فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ (الحشر : ٦)

جس پر تم نے کسی قسم کی فوج کشی نہیں کی ۔

سے مراد قری عربیہ (۳) کا علاقہ ، جو فدک اور اسی قبیل کے دیگر علاقوں پر مشتمل ہے ۔ خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ملکیت بنا (یعنی سربراہ مملکت کی تحویل میں رہا اور غنیمتوں کی طرح فوج میں تقسیم نہیں ہوا)

(۲۴) یحیی بن سعید کہتے ھیں فدک کے باشندوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے آدمیوں کو بھیج کر معاملہ اس طرح طے کیا کہ ان کی جان بخشی ہو جائے اور ان کی زمینوں اور کھجوروں (باغات) کا نصف حصہ انہیں مل جائے اور نصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے لیں ۔ جب حضرت عمرؓ نے انہیں جلاوطن کیا تو انہوں نے ان کے حصہ کی زمینوں اور کھجوروں کی

marfat.com
Marfat.com

قیمت متعین کرنے کے لئے ایسے متعلقہ کارکن کو بھیجا جس نے ان کے حصہ کی زمینوں اور کھجوروں کا اندازہ لگا کر ان کی قیمت متعین کی ، پھر انہوں نے وہ قیمت انہیں ادا کر دی ۔

(۲۵) مالک بن انسؓ کہتے ہیں ، جب حضرت عمر بن الخطابؓ نے خیبر کے یہودیوں کو جلاوطن کیا تو وہ اس طرح وہاں سے نکلے کہ نہ انہیں پھلوں کا کوئی معاوضہ دیا گیا نہ زمین کا ۔ لیکن جب فدک کے یہودیوں کا دیس نکالا ہوا تو انہیں پھلوں اور زمینوں کی نصف قیمت دی گئی ۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معاہدہ صلح میں ایسا ہی طے فرمایا تھا ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کے نصف پھلوں اور نصف زمینوں کی قیمت لگوائی ۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صلح کرتے وقت سونے ، چاندی ، اونٹ اور پالانوں پر ان کی ملکیت برقرار رکھی تھی ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے انہیں ان کے نصف حصہ کا معاوضہ ادا کر کے جلاوطن کر دیا۔

ابو عبیدؒ:۔ اہل خیبر اس لئے زمین اور پھل (پیداوار) کے حصہ سے محروم رہے کہ خیبر فوجی قوت کے ذریعہ فتح کیا گیا تھا اور اس وجہ سے ان کی جائدادیں مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئیں اور یہود کا اس میں کچھ حصہ نہ رہا ۔ رہ گیا فدک کا معاملہ سو وہ ان شرائط کے مطابق برقرار تھا جو صلح کے وقت کی گئی تھیں ۔ چنانچہ جب اہل فدک نے اپنی بقیہ زمینوں کے حصہ کی قیمت وصول کر لی تو وہ تمام کا تمام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو گیا (۳) ۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عباس و علی رضی اللہ عنہما نے اس بارے میں بحث کی :۔

(۲۶) ابن شہاب کہتے ہیں کہ مالک بن اوس بن حدثان — جن کی روایت کا کچھ تذکرہ مجھ سے محمد بن جبیر بن مطعم نے کیا

marfat.com

Marfat.com

تھا اور جسے پورا سننے کے لئے میں مالک بن اوس کی خدمت میں پہنچا اور میں نے ان سے پوری روایت دریافت کی ۔ تو مالک نے کہا:۔

ایک روز دن چڑھے جبکہ میں خیبر والوں میں بیٹھا تھا ، حضرت عمر بن الخطابؓ کا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے کہا : " امیر المومنین آپ کو بلا رہے ہیں " ۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ہولیا اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچا ۔ میں نے دیکھا کہ وہ کھجور کے پتوں کی رسی سے بنی ہوئی کھری کھاٹ پر چمڑے کے تکیہ سے سہارا لئے تشریف فرما ہیں ۔ میں نے انھیں سلام کیا پھر بیٹھ گیا۔

انھوں نے کہا : " اے مالک ! یہاں آ جاؤ ، ہمارے پاس تمہاری قوم کے کچھ معزز افراد آئے ہیں ۔ ، میں نے انھیں کچھ عطیے دینے کا حکم دیا ھے ۔ یہ رقم تم اپنے قبضہ میں لے کر ان کے درمیان تقسیم کر دو " ۔ میں نے عرض کیا " یا امیر المومنین ! اگر آپ میرے سوا کسی اور کو یہ ذمہ داری سونپ دیتے تو بہتر ہوتا " ۔ اس پر اُنھوں نے کہا " اے آدمی ! تم ہی اسے اپنے قبضہ میں لے لو " ۔ دریں اثناء کہ میں ان کے پاس بیٹھا تھا ان کا دربان " یرفا " آیا اور اُس نے کہا " حضرات عثمانؓ ، عبدالرحمن بن عوفؓ ۔ زبیر بن العوامؓ اور سعدؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں ۔ " چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان حضرات کو اپنے پاس بلوا لیا ۔ یہ لوگ داخل ہوئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے ۔ تھوڑی دیر بعد ھی " یرفا " پھر آیا اور کہا " کیا حضرات عباسؓ و علیؓ کو اندر آنے کی اجازت ھے ؟ " ۔ انھوں نے کہا " ھاں " اور ان دونوں کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دی ۔ جب وہ دونوں داخل ہوئے تو وہ بھی سلام کر کے بیٹھ گئے ۔ معاً حضرت عباسؓ نے کہا " امیر المومنین ۔ میرے اور ان (علیؓ) کے درمیان جوجھگڑا ھے اس کا فیصلہ فرما دیجئے " ۔ اس

marfat.com
Marfat.com

پر حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں نے بھی کہا ” پہلے ان دونوں کا جھگڑا چکا دیجئے “ ۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا : ” میں تم سے تمہارے معاملہ کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس (مال) فئے میں سے کچھ حصہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص فرمایا تھا ، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے کو نہیں دیا ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے : ۔

مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (الحشر ۵۹ : ٦)

جو کچھ اللہ تعالی نے ان (کفار) سے اپنے رسول کو بطور فئے اس طرح دلایا کہ تم نے اس (کو حاصل کرنے) پر فوج کشی نہیں کی بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۔

چنانچہ اس قسم کی فتوحات خالصۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھیں ، تاہم اللہ شاہد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ نہیں تھا کہ وہ اس مال سے تم لوگوں کو محروم کر کے صرف اپنے لئے اسے خاص کر لیتے اور اس کی تقسیم میں تمہارے اوپر اپنی ذات کو ترجیح دیتے ، یقیناً آپؐ اس مال میں سے تم لوگوں کو دیتے اور بانٹتے رہے تاآنکہ اب اس میں سے یہ مال بچ گیا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یہ تھا کہ وہ اس میں سے اپنے اہل و عیال کو سال بھر کا خرچ دے دیتے اور جو بچ جاتا اسے ” مال اللہ “ کی حیثیت دے دیتے ۔ زندگی بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

marfat.com

Marfat.com

یہی طرز عمل رہا ۔ اب میں اللہ کا واسطہ دے کر تم سب سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے واقف نہیں ہو ؟ » جملہ حاضرین نے بیک آواز کہا » آپ بجا کہتے ہیں » ۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرات عباسؓ و علیؓ سے کہا »تمہیں اللہ کی قسم ، بتاؤ کیا تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے واقف ہو ؟ » ان دونوں نے بھی کہا » ہاں » ۔

ابو عبید :۔ بعد ازاں راوی نے طویل روایت بیان کی ہے ۔۔ ہم نے اس میں سے یہ کچھ مختصراً درج کیا ہے (۵)۔

(۲۷) ایک اور سند سے بھی زہری ہی سے مالک بن اوس کے واسطہ سے حضرت عمرؓ ہی سے یہی مضمون مروی ہے ۔

(۲۸) ابو البختری کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی سے ایک روایت سنی جو مجھے پسند آئی اور میں نے اسے لکھنا چاہا تو انھوں نے مجھے لکھا ہوا دے دیا ۔ اس میں بھی ایسی ہی روایت مذکور ہے ۔

ابو عبید : یہ ہیں فدک اور بنو نضیر کے سلسلہ میں آمدہ روایات۔

اب صفی (تقسیم سے قبل مال غنیمت میں سے جو کچھ چن کر علیحدہ کر لیا جائے) کے متعلق سنیے :۔

(۲۹) شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر مال غنیمت میں سے » صفی » ہوتا تھا وہ غلام ہوتا یا لونڈی یا گھوڑا ۔ شرائط امان

(۳۰) ابو العلاء بن عبداللہ بن شخیر کہتے ہیں ہم مزبد میں تھے

ابو عبیدؒ :۔ میرا خیال ہے کہ انھوں نے کہا تھا کہ ہمارے ساتھ مطرف بھی تھے — کہ ایک عرب دیہاتی ہمارے پاس آیا ۔ اس کے پاس چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا ، اس نے ہم سے پوچھا » کیا تم میں

marfat.com
Marfat.com

کوئی پڑھنا جانتا ہے ؟ " ۔ ہم نے کہا " ہاں " تو اس نے ہمیں وہ چمڑے کا ٹکڑا پڑھنے کے لئے دیا ۔ جس میں لکھا ہوا تھا ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عکل کے قبیلہ کی شاخ بنو زہیر بن اُقیش کے نام ہے ۔ اگر تم لوگ لا الہ الا اللہ کی شہادت دو ، نماز قائم کرو ، زکوۃ ادا کرتے رہو ، مشرکوں سے الگ ہو جاؤ ، اور مال غنیمت میں سے پانچواں ($\frac{1}{5}$) حصہ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور آپ کی پسندیدہ اشیاء (صفی) دیتے رہو ، تو تم لوگ (اللہ اور اس کے رسول کی امان میں آ جاؤ گے ۔ "

بعد ازاں ہم نے اس دیہاتی سے دریافت کیا " کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات بھی سنی ہے جسے تم ہم سے بیان کرو ؟ " اُس نے کہا : " ہاں ، میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا : " جسے یہ پسند ہو کہ وہ اپنے دل کو بہت سی کدورتوں ، کینوں اور وسوسوں سے پاک کر لے تو وہ ماہ رمضان کے روزے رکھے اور ہر ماہ تین دن کے روزے رکھ لے ۔ " ہم نے اس سے پوچھا " کیا واقعی تم نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے ؟ " تو وہ غصہ ہوا اور کہنے لگا " کیا تمہارا خیال ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹی بات منسوب کر رہا ہوں ؟ " پھر اُس نے وہ تحریر لے لی اور چل دیا ۔

(۳۱) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبدالقیس کا وفد حاضر ہوا اور اس نے عرض کی " یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! یہ وفد خاندان ربیعہ کا ہے ۔ اب حالت یہ ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے کفار حائل ہو

marfat.com

Marfat.com

گئے ہیں اس لئے ہم آپ کے پاس حرام ماہ ہی میں حاضری کا موقع پا سکتے ہیں ـ لہذا آپ ہمیں کچھ احکامات دے دیجئے جن پر ہم عمل کرتے رہیں اور اپنے اطراف کے باشندوں کو بھی اس کی دعوت دیتے رہیں ، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا : ـ

وفد عبدالقیس کو ہدایات

" میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں ـ احکام یہ ہیں کہ (١) اللہ پر ایمان لاؤ (پھر اس کلمہ کی تفسیر فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ) اس بات کی گواہی دو کہ (لا الہ الا اللہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور (محمد رسول اللہ) محمد اللہ کے رسول ہیں ـ (٢) نماز قائم کرو (٣) زکوۃ دو (٣) اپنے حاصل کردہ مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو ـ اور جن چیزوں سے میں تمہیں روکتا ہوں وہ ہیں ـ (١) دُبّاءُ (٢) حَنْتَم (٣) نَقیر (٣) مُقَیَّر (٦)

(٣٢) ایک اور سند سے حضرت ابن عباسؓ ہی سے یہی مضمون مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے : " اور تم مال غنیمت میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور صفی دیتے رہو " ـ

(٣٣) حضرت عروۃ بن زبیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل خط لکھا : ـ

" یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث بن عبدکلال ، شریح بن عبدکلال اور نعیم بن عبدکلال کے نام جو (قبائل) ذی رعین ـ معافر اور ہمدان کے والی ہیں ـ

سلام علیکم ـ امابعد ـ سرزمین روم سے ہماری واپسی پر ہمیں آپ کا قاصد ملا ، معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے آپ لوگوں کی ہدایت فرمائی ـ اب شرط یہ ہے کہ تم اپنے حالات کی اصلاح کر لو اور اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت گذار رہو ، مال غنیمت میں سے

marfat.com
Marfat.com

پانچواں حصہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ (جو آپ پسند کر کے اپنے لئے چن لیں) نیز وہ صدقہ جو اللہ تعالی نے مومنین پر فرض کیا ہے ، ادا کرتے رہو ۔ "

ابو عبیدؒ :۔ یہ ہیں صفی کے سلسلہ میں ہمیں پہنچنے والی روایات ۔

اب " خمس الخمس " (پچیسواں $\frac{1}{25}$ حصہ) کا ذکر کیا جاتا ہے :

(۳۴) موسیٰ بن ابی عائشہ کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن الجزار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا : " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ خمس الخمس تھا " (یعنی پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ= $\frac{1}{25}$ واں حصہ)

(۳۵) ایک اور سند سے موسیٰ بن ابی عائشہ کی وساطت سے یحیی بن الجزار ہی سے اس جیسی روایت ہے ۔

(۳۶) حضرت ابن عمر کہتے ہیں ، میرا مشاہدہ یہ ہے کہ اموال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ، پھر اس کے مطابق حصے بانٹے جاتے ، جو حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا وہ آپ کو مل جاتا ۔ آپ (اپنا حصہ خود) انتخاب نہ فرماتے تھے ۔ "

خمس الخمس کے مصارف

(۳۷) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مال غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر ان میں سے چار حصے تو اس جنگ میں لڑنے والے فوجیوں کے ہوتے اور (باقیماندہ) پانچواں حصہ پھر چار حصوں میں منقسم ہوتا اس میں سے ایک چوتھائی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرابت داروں — یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کے لئے ہوتا (تو جو حصہ اللہ و رسول کا ہوتا وہ آپ کے قرابت داروں کو ملتا(۲)) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس خمس میں سے

marfat.com

Marfat.com

کچھ نہ لیتے تھے ۔ دوسرا چوتھائی حصہ یتیموں کے لئے ہوتا ۔ تیسرا چوتھائی حصہ مسافروں کے لئے ۔ یہ مسافر وہ نادار مہمان ہوتا جو مسلمانوں کے علاقہ میں اترتا تھا ۔

" اللہ و رسول " کی مختلف تاویلیں

(۳۸) ابو العالیہ کہتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب مال غنیمت لایا جاتا تو پہلے اپنا ہاتھ اس پر رکھتے اور جو کچھ آپ کے ہاتھ کے نیچے آ جاتا وہ خانہ کعبہ کے خرچ کے لئے نکال دیتے ۔ یہ بیت اللہ کا حصہ ہوتا ۔ پھر باقیماندہ مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیتے ۔ اس طرح ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا ۔ ایک حصہ قرابت داروں کا ۔ ایک حصہ یتیموں کا ایک مسکینوں کا ۔ ایک حصہ مسافروں کا ۔ " ان کا کہنا ہے کہ کعبہ کے لئے جو حصہ نکالا جاتا وہ اللہ کے نام) کا ہوتا تھا ۔

ابو عبید : یعنی ان کے خیال میں فرمان خداوندی (واعلموا انما غنمتم من شی فان للہ خمسہ (الانفال : ۴۱) اور جان لو کہ جو کچھ بھی تمہیں غنیمت ملے تو اس میں سے اللہ کے لئے خمس (۱/۵) ہے) کی یہی تفسیر ہے ۔

(۳۹) قیس بن مسلم نے حسن بن محمد سے آیت کریمہ : واعلموا انما غنمتم من شی فان للہ خمسہ (الانفال : ۴۱) کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا : یہ تو افتتاح کلام کا اسلوب ہے ۔ ورنہ دنیا و آخرت اللہ کے لئے ہی ہیں ۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں میں ان (مذکورہ بالا) دو حصوں کے بارے میں اختلاف ہو گیا (جس کی تفصیل یہ ہے) :۔

(۴۰) عطار بن ابی رباح کہتے ہیں : " اللہ کا خمس (۱/۵) اور اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خمس (۱/۵) ایک (ہی بات) ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی میں سے جہاد کے لئے سواریاں مہیا فرماتے تھے ۔ اور اس میں سے لوگوں کو دیتے تھے اور جہاں چاہتے اسے صرف فرماتے اور جو چاہتے اس حصہ میں سے کرتے تھے“۔

ابو عبیدؒ: یہ ہیں ہم تک پہنچنے والی وہ روایات جو اللہ تعالی کے اس ارشاد سے متعلق ہیں جس میں اس نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے لوگوں کے علاوہ مال میں خصوصیت بخشی ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو آپ کے بعد ھی یہ تمام خصوصی حقوق بھی ختم ہو گئے ۔ اور آپ کے بعد (مملکت اسلامی کے) جملہ اموال تین قسموں میں منقسم ہو گئے (۱) فئے (۲) خمس اور (۳) صدقہ (یعنی زکوۃ) انہی اقسام کے بارے میں کتاب اللہ میں ھدایات نازل ہوئیں اور اسی پر سنت جاری رہی اور اسی پر ائمہ کا عمل رہا اور مندرجہ ذیل روایت میں اموال کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی انہی اقسام کو مراد لیا ھے :۔

(۳۱) مالک بن اوس بن حدثان کی حضرت عمر بن الخطابؓ والی روایت جس میں حضرات عباس و علی علیہما السلام کے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ذکر ہم کر آئے ہیں (دیکھئے نمبر ۲۶) ۔ اس کے آخر میں یہ اضافہ ھے :۔

مختلف آیات قرآنی سے حضرت عمرؓ کا غنیمت ، صدقہ اور فئے کے مصارف پر استنباط

" پھر حضرت عمرؓ نے یہ آیت تلاوت کی :۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔ (الانفال : ۴۱)

marfat.com

Marfat.com

اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں غنیمت ملے تو اس میں سے۔ خمس (۱/۵) اللہ کے لئے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور قرابت داروں کے لئے نیز یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔

اور فرمایا : یہ (غنیمت کا مال) تو ان لوگوں کے لئے ہو گیا اور : ۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔ التوبة : ٦٠)

صدقات تو صرف فقراء و مساکین اور اس (کے جمع و خرچ) پر کام کرنے والوں نیز جن کے دلوں کی تالیف مطلوب ہو ، اور غلاموں کو آزاد کرانے اور (تاوان زدہ) قرض داروں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے ہیں ۔

یہ (صدقات کا مال) ان لوگوں کے لئے ہو گیا ۔ اور : ۔

مَا اَفَاءَ اللهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔ (الحشر ۵۹ : ۷)

جو کچھ اللہ تعالی اپنے رسول پر بستیوں کی آبادیوں سے بطور فئ پلٹائے تو وہ (مال فئ) اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں ، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے ۔

وللفقراء والمهاجرين ۔

اور فقیروں اور مہاجروں کے لئے ۔

یا پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی ۔

marfat.com

Marfat.com

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ ـــ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُ والدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ـــ وَالَّذِيْنَ جَاءُ وُ امِنْ بَعْدِهِمْ ـ (الحشر ۵۹ : ۸ تا ۱۰)

ان حاجتمند مہاجرین کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال باھر کر دئے گئے ـ اور ان لوگوں کے لئے جو ان سے قبل مدینہ میں اقامت پذیر ھوئے اور ایمان پر جمے رھے ـــ اور ان لوگوں کے لئے جو ان کے بعد آئے ـ

پھر انھوں نے کہا : اس (مؤخر الذکر) آیت کریمہ نے تمام لوگوں کو اپنے احاطہ میں لے لیا ھے ـ لہذا مسلمانوں میں سے کوئی فرد بھی اس سے مستثنی نہیں کیا جا سکتا ـ ھر ایک کا اس میں حق اور حصہ ھے ـ سوائے تمھاری ملکیت میں آنے والے بعض غلاموں کے ـ اور اگر میں زندہ رھا ـ ان شاء اللہ ـ تو بالضرور ھر مسلمان کو اس کا پورا پورا حق ـ یا حصہ ملے گا حتی کہ سروحمیر(۸) میں رھنے والے چروا ھے کو بھی اس کا مقررہ حصہ پہنچے گا اور اس کے لئے کسی قسم کی مشقت کا سامنا نہ کرنا پڑے گا ـ

(۴۲) عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ھیں ـ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الہ نہیں ، فارس و روم کی فتح سے قبل ھی اللہ تعالی نے فئ کو تقسیم (کرنے کا قاعدہ بیان) فرما دیا تھا ـ

ابو عبیدؒ :ـ ھمارا خیال ھے کہ عبداللہ بن مسعودؓ بھی اسی آیت سے استنباط کر رھے ھیں جس سے حضرت عمرؓ نے کیا تھا ـ یعنی آیت کریمہ :ـ

" وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ "

اور ان لوگوں کے لئے جو ان کے بعد آئے (الحشر : ۱۰)

marfat.com

Marfat.com

یہ سورۃ (یعنی سورۃ „ الحشر „) مدینہ منورہ میں جنگ کے بعد نازل ہوئی تھی - اور فئ کی تقسیم کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ اسی سے استدلال فرماتے تھے - اس لئے کہ فارس و روم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فتح ہوئے تھے - اس میں اللہ تعالی نے آنے والوں کے لئے ان کے آنے سے قبل نیز ان ممالک کے فتح ہونے سے پہلے ہی حصہ مقرر فرما دیا تھا -

بنابریں وہ اموال جن کی نگرانی و انتظام ائمہ مسلمین کے ذمہ ہے ان کی یہی تین اقسام ہیں جن کا تذکرہ حضرت عمرؓ نے کیا اور کتاب اللہ سے ان کا استنباط کیا یعنی : فئ - خمس $\frac{1}{5}$ اور صدقہ -

یہ تین اقسام اور ان کے یہ نام مجمل ہیں - ان میں سے ہر ایک کے تحت مختلف اقسام کے مال آتے ہیں - جن کی تفصیل یوں ہے -

صدقہ

صدقہ مسلمانوں کے اموال کی زکوٰۃ ہے جو سونے چاندی ، اونٹ ، گائے بھیڑ بکریوں اور غلہ یا پھلوں پر لی جاتی ہے - اور یہ صرف ان آٹھ مدوں میں خرچ ہو گا جنہیں اللہ تعالی نے قرآن مجید میں نام بنام معین فرما دیا ہے - ان کے سوا کسی شخص کا اس میں قطعاً کوئی حق نہیں ہے اور اسی لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ یہ صدقات کا مال تو ان لوگوں کے لئے ہو گیا (دیکھئے نمبر ۳۱)

فئ کا لفظ ان تمام اموال پر حاوی ہو گا جو ذمیوں سے صلح کے معاہدہ کے تحت وصول ہوتا ہے - اس میں ذمیوں سے فی کس وصول ہونے والا وہ „ جزیہ „ ہے جس کے عوض ان کی جانوں کو امان اور ان کے اموال کو حرمت دی جاتی ہے -

خراج

اسی فے میں وہ خراج بھی شامل ہے جو ایسے بزور جنگ مفتوحہ علاقوں سے وصول ہوتا ہے جن پر امام ذمیوں کو اس شرط پر بحال

marfat.com

Marfat.com

رکھتا ھے کہ وہ معاھدہ کے تحت زمین کی معین مقدار پر مقررہ رقم یا جنس ادا کرتے رھیں گے ۔ اسی ذیل میں وہ صلح کا علاقہ آتا ھے جس کے باشندے اس وقت تک اس کا دفاع کرتے رھیں تاآنکہ ان کی طرف سے معین خراج ادا کرتے رھنے کی شرط پر ان سے صلح ہو جائے۔

اسی کے تحت وہ عشور (دسواں حصہ ۔ چنگی) ھے جو عاشر (محصل عشور) ذمیوں سے ان کے تجارتی مال و اسباب پر وصول کرتا ھے ۔ اسی (فئ) میں چنگی کا وہ مال شامل ھے جو اھل حرب کے اس تجارتی سامان سے وصول ھوتا ھے جسے لے کر وہ اسلامی ممالک میں داخل ھوتے ھیں ۔

یہ تمام آمدنیاں „ فئ " میں شامل ھیں ۔ اور یہی وہ فئ ھے جس میں تمام مسلمان خواہ وہ امیر ھوں یا فقیر یکساں شامل ھیں ۔ اس (رقم) سے فوجیوں کو تنخواھیں دی جائیں گی ۔ بال بچوں کے روزینے اور وظائف مقرر کئے جائینگے اور اسی فئ میں سے امام (سربراہ مملکت اسلامی) اپنی صوابدید کے مطابق اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ھوئے لوگوں کے ان تمام معاملات اور انتظامی امور میں خرچ کرے گا جن کی ذمہ داری اس پر عائد ھوتی ھے ۔

خمس ($\frac{1}{5}$)

اب رہ گیا خمس ($\frac{1}{5}$) ۔ سو یہ جنگ میں دشمن سے حاصل ھونے والے مال غنیمت نیز قدیم دفینوں اور غوطہ خوری یا کانوں سے حاصل ھونے والے مال کا پانچواں حصہ ھے ۔ (اسلامی ریاست کی آمدنی میں) یہی وہ صنف ھے جس کے بارے میں علماء کا اختلاف ھے ۔ ایک جماعت کا خیال ھے کہ ان پانچ مدوں میں خرچ کی جائے گی جن کا ذکر کتاب اللہ میں ھے ۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ان الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا : „ یہ (غنیمت کا مال) تو ان لوگوں کے لئے ھوا ۔ " (ملاحظہ ھو نمبر ۴۱)

marfat.com

Marfat.com

بعض علماء کا کہنا ھے کہ خمس کا مصرف وھی ھے جو ,, فئ ،، کا ھے ۔ یعنی وہ بھی امام کی صوابدید پر اور اس کے حسب منشا استعمال ھو گا ۔ اگر وہ یہ مناسب خیال کرے کہ اس رقم کو انھی لوگوں میں محدود رکھے جن کے نام اللہ تعالی نے بیان فرمائے ھیں فبہا۔ لیکن اگر وہ سمجھے کہ یہ مال ان کے علاوہ دوسروں کو دینا مسلمانوں کے لئے زیادہ مفید اور بہتر نتائج کا حامل ھو گا تو اسے اس کا بھی اختیار ھے ۔

ان میں سے ھر موضوع پر سنن و آثار موجود ھیں جن کا ذکر اپنے اپنے مقامات میں آئے گا ۔ ان شاء اللہ ۔

حوالہ جات

(۱) غزوۂ بدر ماہ رمضان ۲ ھ میں ھوا تھا ۔

(۲) بعض لغویین نے لِینَۃ کے معنوں میں تصریح کی ھے کہ یہ ایسے کھجور کے درخت کو کہتے ھیں جس کے پھل انسانی خوراک بننے کے قابل نہ ھوں (مترجم) .

(۳) قری عربیہ کے متعلق نمبر ۲۳ سے معلوم ھو رھا ھے کہ اس میں فدک اور بعض دیگر بستیاں شامل تھیں لیکن ابن خوداذیہ نے مدینہ کے مضافات کی بستیوں میں خیبر فدک اور قری عربیہ جُداگانہ علاقوں کے نام دئے ھیں (دیکھئے المسالک و الممالک : ۱۲۹) یحیی بن آدم کی کتاب الخراج نمبر ٦۲۲ میں ایک علاقہ کا نام بعینہ قری عربیہ بنایا ھے اور لکھا ھے کہ ,,قری ظاھرہ،، سے مراد قری عربیہ ہے ۔ تفسیر ابن کثیر میں سورۃ سبا آیت ۱۸ کی شرح میں قری عربیہ سے مراد مدینہ و شام کے درمیان کی بستیاں بتائی گئی ھے جسے دیگر علماء جغرافیہ نے ,,وادی القری ،، کہا ھے ۔ واللہ اعلم (مترجم)

(۴) یہاں اِس سے مراد اسلامی مملکت کا بیت المال ہے ۔ اس لئے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے حصہ میں سے اپنے ضروری اخراجات لینے کے بعد بقیہ عامۃ المسلمین کے مفاد کے لئے خرج کرتے تھے ۔ دیکھئے نمبر (۲٦) (مترجم)

(۵) صحیح البخاری باب الخمس میں اس کی تفصیل ملے گی ۔

(٦) یہ ان برتنوں کے نام ھیں جن میں وہ نبیذ (کھجور ، کشمش وغیرہ کو پانی میں بھگو کر مشروب تیار کرتے تھے ۔ منع اس لئے کیا گیا تھا کہ ان میں یہ مشروب جلد نشہ آور ھو جاتا تھا ۔

(۷) بریکٹوں کے درمیان کی عبارت شامی نسخہ کی زائد عبارت کا ترجمہ ھے ۔

(۸) یہ یمنی حمیر قبیلہ کے رھائشی علاقہ کا نام ھے جو وادیوں کے نشیب و فراز پر مشتمل تھا ۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۲

فئے اُس کی مختلف صورتیں اور طریقے

جزیہ :

(جزیہ کی تعریف - اس کے قبول کرنے کے متعلق مسنون طریقہ - نیز یہ کہ جزیہ فئے میں شامل ہے)

(۳۳) حضرت ابوھریرۃؓ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : - مجھے حکم ملا ھے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرتا رھوں - یا میں لوگوں سے مسلسل جنگ جاری رکھوں تاآنکہ وہ „ لا اله الا اللہ " کہہ دیں - جب وہ اس کلمہ کا اقرار کر لیں گے تو وہ اپنی جانیں اور ملکیتیں مجھ سے محفوظ کر لیں گے - مگر وہ حقوق ان پر واجب ھوں گے جن کا یہ کلمہ متقاضی ھے - اور اُن کا حساب اللہ کے ذمہ ھو گا -

(۳۴) حضرت ابو ھریرۃؓ راوی ھیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے مرتدین سے جنگ کے موقع پر کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا „مجھے حکم ملا ھے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں تاآنکہ وہ „لا اله الا اللہ " کہنے لگیں - اور جس نے „لا اله الا اللہ" کہہ دیا اُس نے اپنی جان اور اپنے مال کو بچا لیا - مگر وہ حقوق جو اس کلمہ کے اقرار سے اُن پر واجب ھوں گے وہ ان کے ذمہ رھیں گے ، اور اس کا حساب اللہ پر ھو گا -"

(۳۵ - ۳۶) دو اور سندوں سے بھی یہی روایت مروی ہے کہ ایک میں عبداللہ بن عبداللہ ابوھریرۃؓ کے واسطہ سے اور دوسری میں بغیر واسطہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ھیں -

marfat.com

Marfat.com

(۴۷) ابو مالک اشجعی اپنے باپ طارق بن اشیمؓ کے واسطہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔ جس نے اللہ کو ایک مان لیا ، اور اس کے سوا تمام معبودوں کا انکار کر دیا، اس نے اپنا خون اور مال محفوظ کر لیا ۔ اور اس کا حساب اللہ کے ذمے رہے گا ۔

وصولی جزیہ کا حکم اسلام کی آخری تعلیمات میں سے ہے

ابو عبید :۔ مذکورہ بالا احادیث کی توجیہ اس طرح کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کچھ اُس وقت فرمایا تھا جب اسلام ابتدائی دور سے گذر رہا تھا اور ہنوز سورۃ ,,براءۃ،، نازل ہونی تھی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آیت کریمہ :۔

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ (التوبة :۳۰) ۔

تاآنکہ وہ ماتحتی قبول کرتے ہوئے خود آ کر جزیہ دیں ۔

ان سے جزیہ وصول کرنے کا حکم ملا ۔ یہ حکم اسلام کے آخری زمانہ میں نازل ہوا تھا ۔ اس ضمن میں متعدد روایات ہیں جنہیں ہم ذیل میں درج کریں گے :۔

ابوعبیدؒ :۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں : عن ید وهم صاغرون کے مفہوم کے سلسلہ میں تین مختلف اقوال ہیں :۔

,,عن ید ،، کی تفسیر

بعض کا قول ہے کہ عن ید سے مراد ہے : ,,نقد ۔ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں ،، ۔ بعض کا قول ہے,, وہ جزیہ لے کر خود چلتے ہوئے آئیں ،، ۔ اور بعض کا قول ہے۔ ,,وہ اسے کھڑے ہو کر دیں ،، ۔

(۴۸) حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ سورۃ ,,براءۃ،، قرآن مجید کی آخر میں نازل ہونے والی سورت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۴۹) مجاهد کہتے ہیں کہ فرمان خداوندی :۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَايُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ (التوبة ۹ : ۳۰)

اہل کتاب میں سے جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے نہ روز آخـر پر، اور نہ وہ اللہ و رسول کی حرام قرار دی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں نہ ہی وہ دین حق کے تابع ہوتے ہیں۔ ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو تاآنکہ وہ ماتحتی قبول کرتے ہوئے خود آ کر جزیہ دیں۔

اس وقت نازل ہوا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو غزوہ تبوک (۱) کا حکم ملا تھا اور میں نے ہشیم کو یہ کہتے سنا کہ آخری غزوہ جس میں آنحضرت نے شرکت فرمائی غزوہ تبوک ہے

(۵۰) مجاهد کہتے ہیں :۔

وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ، اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۔ (العنکبوت ۲۹ : ۳٦)

اہل کتاب سے مجادلہ نہ کرو مگر ایسے طریقہ سے جو سب سے اچھا ہو، لیکن ان میں سے جنہوں نے ظلم و زیادتی کی وہ اس سے مستثنی ہیں۔

اس آیۃ کریمہ میں ظلم و زیادتی کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو آپؐ سے جنگ کریں اور جزیہ دینے پر راضی نہ ہوں۔

marfat.com

Marfat.com

بادشاھوں کو اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے کی دعوت

ابوعبیدؒ :۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت نامے بادشاھوں وغیرہ کے نام جاری ہوئے۔ آپؐ انھیں اسلام کی دعوت دیتے، اور بتاتے اگر انھیں یہ دعوت قبول نہ ھو تو پھر جزیہ دیں۔ اور یہی ھدایات آپؐ اپنے لشکروں کے کمانڈروں کو دیا کرتے تھے۔

آپؐ کا گرامی نامہ بنام منذر بن ساوی

(۵۱) عروۃ بن الزبیرؓ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن ساوی کو مندرجہ ذیل گرامی نامہ ارسال فرمایا :۔
تم سلامت رھو۔ میں اس اللہ کی حمد تم تک پہنچاتا ھوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں بعد ازاں معلوم ھو کہ جو ھماری نماز پڑھے اور ھمارے قبلہ کی طرف رخ کرے، اور ھمارا ذبیحہ کھائے تو وہ ایسا مسلم ھے جسے اللہ کا ذمہ اور رسول کی ضمانت حاصل ھے مجوسیوں میں سے جو اس طریقہ کو اختیار کرے تو وہ مامون و بےخوف ھو گیا۔ اور جو اسے منظور نہ کرے تو اس پر جزیہ عائد ھو گا۔

(۵۲) اور عروۃ بن الزبیرؓ کہتے ھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا :۔

اسیذیین کے نام آپؐ کا گرامی نامہ

اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے رسول کی جانب سے اسیذیین (۲)، عباداللہ کے نام عمان و آسد عمان میں سے جو بحرین میں مقیم ھوں ــــ یہ لوگ اگر ایمان لے آئیں۔ نماز قائم کریں۔ زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق دے دیں اور مسلمانوں کے دینی طور طریق اختیار کر لیں تو یہ لوگ اپنے آپ کو مامون و بےخوف

marfat.com
Marfat.com

کر لیں گے ۔ اسلام لاتے وقت جو املاک ان کی ہوں گی وہ انہی کی رہیں گے ۔ البتہ صرف آتشکدہ کی املاک اس سے مستثنی ہو کر اللہ و رسول کی ہو جائیں گی ۔ ان سے کھجوروں کا عشور (۱/۱۰) اور غلہ کا نصف عشور (۱/۲۰) بطـور صدقہ (زکوٰۃ) لیا جائے گا ۔ مسلمانوں پر ان کی مدد اور خیرخواہی ضروری ہو گی بالکل ایسے ہی جیسے ان پر مسلمانوں کی مدد اور خیرخواہی ضروری ہو گی ۔ ان کی چکیاں انہی کی رہیں گی ، ان سے وہ جتنا چاہیں پیستے رہیں۔

ابوعبیدؒ : ۔ ان لوگوں کو اسپذیین اس لئے کہا گیا کہ وہ گھوڑا پرستی کی طرف منسوب ہوتے تھے جسے فارسی میں ,, اسپ ,, کہتے ہیں ۔

اور ,, عباداللہ,, اس لئے کہا گیا کہ وہ عبداللہ بن دارم کی اولاد تھے ۔ اسی طرح جیسے بہت سے عبداللہ نامی لوگوں کو عبادلہ کہہ دیتے ہیں اور لا الہ الا اللہ کہنے کے لئے ھلل کہتے ہیں۔

بعض لوگوں نے ,, اسیذیین ، کے بجائے ,, اسدیین ,, کہا ہے جو اس یمنی قبیلہ کی طرف نسبت ہے جسے عوام ,,ازد,, اور علـم الانساب کے علماء وغیرہ ,, س ,, سے اسد کہتے ہیں اور میرے نزدیک بھی یہی صحیح ہے۔ ابن الکلبی سے میں نے ایسا ہی سنا ہے۔

پہلی روایت کے مفہوم کے بموجب یہ ایرانی قبیلہ قرار پائے گا اور دوسری روایت کے مطابق عربی ۔ اور یہ حقیقت ہے کہ وہاں عـرب بھی آباد تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خط ایرانیوں اور عربوں دونوں کے لئے ہو (۳) ۔

(۵۳) عروۃ بن الزبیرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو جو گرامی نامہ تحریر فرمایا : ۔

اہل یمن کے نام آپ کا گرامی نامہ

اس میں محمد رسول اللہ کی طرف سے اہل یمن کے نام,, ...

marfat.com

Marfat.com

اور اسی گرامی نامہ میں یہ عبارت بھی تھی ۔

" جو یہودی یا عیسائی اسلام قبول کر لے وہ جماعت مومنین میں شامل ہو جائے گا اس کو وہ حقوق ملیں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں ۔ اسی طرح اس پر وہ ذمہ داریاں عائد ہیں۔ اور جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر باقی رہنا چاہے ۔ اسے اس کے دین سے چھڑانے کے لئے کسی قسم کے فتنہ یا آزمائش میں مبتلا نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر جزیہ عائد ہو گا ۔

(۵۴) اسی مضمون پر مشتمل ایک مکتوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عبدکلال ، شریح بن عبدکلال نعیم بن عبدکلال کو لکھا تھا ۔

(۵۵) عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل بادشاہ روم کو یہ خط تحریر فرمایا : ۔

ہرقل پادشاہ روم کے نام آپؐ کا گرامی نامہ

محمد رسول اللہ کی طرف سے بادشاہ روم کے نام ۔ میں تمہیں اسلام قبول کر لینے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم اسلام قبول کر لیتے ہو تو جو مراعات مسلمانوں کو حاصل ہوں گی وہی تمہیں حاصل ہوں گی اور جو واجبات ان پر عائد ہوتی ہیں وہی تم پر عائد ہوں گی ۔ لیکن اگر تم دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہونا چاہتے تو پھر جزیہ ادا کرو ۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالی فرماتا ہے : ۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (التوبہ ۹ : ۳:)

اهل کتاب میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخر پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ اللہ و رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام

marfat.com

Marfat.com

قرار دیتے ھیں اور نہ دین حق کی اطاعت قبول کرتے ھیں ان سے جنگ جاری رکھو تاآنکہ وہ ماتحتی قبول کرتے ھوئے خود آ کر جزیہ دیں ۔

بصورت دیگر تم فلاحین اور اسلام کے درمیان حائل نہ رھو ۔ وہ چاھیں تو دائرہ اسلام میں داخل ھو جائیں یا پھر جزیہ دیتے رھیں ۔
ابو عبیدؒ :۔ آپ کی یہ عبارت کہ بصورت دیگر تم فلاحین اور اسلام کے درمیان حائل نہ رھو سے مراد خاص طور پر کاشتکار اور کسان طبقہ نہیں ھے بلکہ اس سے مراد اس کی مملکت کے تمام باشندے ھیں ۔ کیونکہ عرب تمام عجمیوں کو فلاح ھی سمجھتے تھے اس لئے کہ ان کا دارومدار کھیتی باڑی پر ھوتا تھا ۔ اور جو بھی کھیتی باڑی کرتا عرب اسے فلاح کہتے تھے ۔ خواہ وہ بذات خود کاشتکاری کرے یا کسی دوسرے سے اپنی زمین کاشت کرائے ۔

(٥٦) حضرت عبداللہ بن عباسؓ ابو سفیان بن حرب کے واسطہ سے روایت کرتے ھیں : "صلح کی اس مدت میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو سفیان وکفار قریش میں طے پائی تھی ۔ ابو سفیان قریش کے تجارتی قافلہ میں گیا ھوا تھا کہ ھرقل نے اسے بلوا بھیجا، چنانچہ قافلہ کے سب لوگ اس کے پاس ایلیاء (بیت المقدس) پھنچے تو اس نے قافلہ والوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مختلف سوالات کئے " ۔ جو طویل حدیث میں مذکور ھیں ـــ ابو سفیان کہتے ھیں: "پھر ھرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خط طلب کیا جو آپؐ نے وحیہ کلبی کے ھاتھ بصری کے بڑے حاکم کو بھیجا تھا اور جسے بعد میں اس نے ھرقل کے پاس بھیج دیا تھا ۔ اس خط کی عبارت یہ تھی :

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ محمد رسول اللہ کی جانب سے روم کے بادشاہ ھرقل کے نام ۔ جو اللہ کی رھنمائی کے مطابق چلنے لگے اس

marfat.com
Marfat.com

پر سلامتی ھو۔ امابعد۔ میں تمھیں اسلام کی پکار پر لبیک کہنے کی دعوت دیتا ھوں۔ اسلام قبول کر لو تو تم سلامت رھو گے۔ اور اسلام قبول کر لو گے تو اللہ تمھیں دوھرا بدلہ دے گا۔ اگر تم نے اسے قبول کرنے سے اعراض کیا تو اریسیین (یعنی تمھارے ماتحتوں، مددگاروں اور خدمتگاروں) کا گناہ بھی تمھارے سر پر رھے گا:۔

یَآ اَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران ۳ : ۶۴)

اے اھل کتاب۔ آؤ ایک ایسے کلمہ پر (سب متفق ھو جائیں) جو ھمارے اور تمھارے درمیان یکساں ھے اور وہ یہ کہ ھم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور نہ ھم میں سے ایک دوسرے کو اللہ کے علاوہ رب بنائے۔ پھر اگر وہ اس اصول کو نہ مانیں تو تم کہہ دو، گواہ رھو کہ بےشک ھم مسلمان ھیں۔ (یعنی اس اصول کو تسلیم کرتے ھیں)

(۵۷) عبداللہ بن عباسؓ کہتے ھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کے نام خط لکھا اور حکم دیا کہ یہ خط والی بحرین کو پہنچا دیا جائے۔ پھر والی بحرین نے وہ خط کسریٰ کو بھیج دیا۔ کسری نے جب یہ خط پڑھا تو اسے پارہ پارہ کر دیا۔ (راوی کہتا ھے: میرا خیال ھے کہ اس پر سعید بن المسیب نے یہ اضافہ کیا کہ یہ اطلاع ملنے پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بددعا دی کہ وہ بھی پارہ پارہ ھو جائیں۔

(۵۸) عمیر بن اسحق کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com
Marfat.com

وسلم نے کسریٰ و قیصر کو خطوط لکھے ۔ کسریٰ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک پڑھا تو اسے پارہ پارہ کر دیا۔ لیکن قیصر نے اسے پڑھنے کے بعد لپیٹ کر بحفاظت رکھ دیا ۔ جب ان کا یہ ردعمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا "یہ (یعنی کسریٰ والے) پار پارہ ہو جائیں گے لیکن ان (ہرقل والوں) کا سلسلہ باقی رہے گا"

(۵۹) سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کسریٰ و قیصر اور نجاشی کو ایک ہی مضمون کا یہ خط لکھا تھا : ۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کسریٰ و قیصر و نجاشی کے نام ۔ امابعد ۔

تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران : ٦٤)

(اے اہل کتاب ، آؤ ایسے کلمہ پر (سب متفق ہو جائیں) جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یعنی یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کا کسی کو شریک بنائیں۔ اور نہ ہم میں سے ایک دوسرے کو اللہ کے علاوہ رب بنائے ۔ پھر اگر وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو، گواہ رہو کہ بیشک ہم مسلم ہیں (یعنی اس بات کو مانتے ہیں)

کسریٰ نے آپؐ کا مکتوب پارہ پارہ کر دیا اور اس پر دھیان ہی نہ دیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے فرمایا : "وہ تباہ اور اس کی امت پارہ پارہ ہو جائے گی " ۔

marfat.com

Marfat.com

قیصر نے کہا یہ ایسا خط ہے جس کی نظیرحضرت سلیمانؑ کے بعد میری نظـــر سے نہیں گذری جس کی ابتداء بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہوئی ہو۔ اور اس نے ابو سفیان بن حربؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ کو بلا بھیجا جو شام میں تجارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ پھر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوالات کئے اور بعد ازاں اس نے کہا ,,میرا باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان۔ اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا تو آپؐ کے پاؤں دھوتا۔ یقیناً وہ میرے قدموں کے نیچے کی زمین کے ضرور مالک بن جائیں گے ،،۔

چنانچہ رســـول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کے لئے فرمایا ,,بالیقین اسے ایک مدت ملے گی،، رہا نجاشی سو وہ ایمان لے آیا۔ ایک روایت کے مطابق بجائے ایمان کے ,,اسلام لے آیا،، ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہؓ ھجرت کر کے اس کے پاس پہنچے تھے۔ ان سب کو اس نے امان بخش دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خلعت روانہ کی اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تک یہ تم سے تعرض نہ کرے تم بھی اسے چھوڑ دو،،

فوج روانہ کرتے وقت سپہ سالاروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

(٦٠) بریدہؓ کہتے ھیں کـہ رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر یا فوجی دستہ پر کسی کو امیر مقرر فرماتے تو اسے خصوصیت کے ساتھ اپنی ذات کے بارے میں تقوی اللہ کی ھدایت فرماتے۔ نیز اس کی معیت میں رھنے والے مسلمانوں کے ساتھ بہتر سلوک کا حکم دیتے، پھـر فـرمـاتے اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں غزوہ کرو۔ جو اللہ کا انکار کرے اس سے جنگ جاری رکھو۔ خیانت نہ کرنا، بےوفـائی و

marfat.com
Marfat.com

بدعہدی نہ کرنا ۔ مقتولین کے اعضاء کاٹ کر انہیں بدنما (مثلہ) نہ کرنا ۔ کسی بچہ کو قتل نہ کرنا ۔ جب تمہارا اپنے مشرک دشمنوں سے مقابلہ ہو تو انہیں ان تین باتوں میں سے کسی ایک کے قبول کر لینے کی دعوت دینا۔ ان میں سے جو ایک بات بھی وہ قبول کر لیں تم اس پر رضا مند ہو جانا اور ان پر دست درازی سے رک جانا۔ پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا۔ اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول کر لیں تو ان سے تعرض نہ کرنا۔ پھر انہیں اپنے علاقہ سے نکل کر مہاجرین کے مرکز (مدینہ) میں منتقل ہونے کی دعوت دینا ، اور انہیں بتا دینا کہ اگر وہ ہجرت کر لیں گے تو انہیں مہاجرین کی سی مراعات حاصل ہوں گی اور ان پر مہاجرین کی سی ذمہ داریاں عائد ہوں گی ۔ اگر وہ ہجرت نہ کرنا چاہیں تو انہیں بتا دینا کہ ان کی حیثیت اسلام قبول کرنے والے اعراب (عرب کے دیہاتی قبائل) کی سی ہو گی جن پر مسلمانوں کی طرح اسلامی احکام نافذ ہوں گے، لیکن مال غنیمت اور فئی میں سے انہیں اس وقت تک کچھ نہیں ملے گا جب تک کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد میں حصہ نہ لیں۔ اگر وہ یہ پیش کش قول کرنے سے انکار کر دیں تو ان سے جزیہ دیتے رہنے کا مطالبہ کرنا ۔ اگر وہ اس پر رضامندی کا اظہار کریں تو تم بھی اسے قبول کرلینا اور ان سے تعرض نہ کرنا ۔ لیکن اگر وہ اس شرط کو تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیں تو پھر اللہ سے مدد طلب کرنا اور ان سے جنگ کر دینا۔"

(٦١) ابو البختری کہتے ہیں :۔ جب حضرت سلمانؓ نے ایران کے قلعوں میں سے ایک کا محاصرہ کیا تو انہوں نے کہا "میں ان لوگوں سے لڑائی شروع نہیں کروں گا تاآنکہ ان کے ساتھ وہی طریقہ اختیار نہ کر لوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اختیار فرماتے تھے" پھر وہ ان لوگوں کے پاس پہنچے اور ان سے کہا، میں تمہیں میں

marfat.com

Marfat.com

سے ایک فرد ہوں جس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ عرب میرا کس درجہ احترام کرتے ہیں۔ یقین کرو کہ اگر تم اسلام قبول کر لو گے تو تم مسلمانوں کے برابر ہو جاؤ گے، جو مراعات انہیں حاصل ہیں وہی تمہیں حاصل ہوں گی اور جو فرائض ان پر عائد ہیں وہی تم پر بھی عائد ہوں گے ۔ اگر تمہیں یہ دعوت منظور نہیں تو پھر تمہیں جزیہ ادا کرنا ہو گا ۔ اگر تمہیں یہ شرط بھی قبول نہ ہو تو پھر ہم تم سے جنگ کریں گے ۔ راوی کہتا ہے کہ یہ شرائط وہ ان پر تین مرتبہ پیش کرتے تھے ۔ اور جب وہ انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیتے تو ان سے جنگ کرتے تھے ۔

ابوعبیدؒ : ۔ ایک دوسرے سند میں حضرت سلمانؓ کے قول : ''تو پھر تمہیں جزیہ ادا کرنا ہوگا'' کے بعد فارسی جملہ ''خاک برسر'' کا اضافہ ہے جس کے معنی ہیں تمہارے سر پر مٹی ۔ راوی کہتا ہے کہ وہ یہ شرائط تین مرتبہ پیش کرتے تھے اور جب وہ پیش کش منظور کرنے سے انکار کر دیتے تو وہ ان سے جنگ کرتے تھے ۔

—★—

حوالہ جات

١۔ یہ غزوہ ٩ ھ میں ہوا تھا ۔

٢ ۔ یہاں اصل میں ''اسیذیین'' ہی ہے ، لیکن نیچے ابو عبیدؒ کی شرح نیز نہایہ لابن الاثیر کی روایت و شرح سے یہ صحیح لفظ اسبذیین معلوم ہوتا ہے۔ (مترجم)

(٣) اصل کتاب میں ابو عبید کی یہ تشریحی عبارت نمبر ٥٣ کے تحت ہے ہم نے اسے پہلے دزج کر دیا ہے (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

باب : ۳

فی ، خُمس اور صدقه کی وصولی کے احکام

وہ اموال ھیں جو رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے ائمه
(سربراھان حکومت اسلامی) کی زیر نگرانی رھتے ھیں۔

عرب اهل کتاب سے جزیہ لینے کا بیان

جزیہ لینے میں اهل کتاب اور مشرک عربوں میں تفریق

(٦٢) حسن کہتے ھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ عربوں سے اسلام قبول کرنے تک جنگ جاری رکھیں ۔ اور ان سے اسلام کے سوا کوئی اور شرط قبول نہ کریں۔ اور آپؐ کو اهل کتاب سے اس وقت تک جنگ جاری رکھنے کا حکم ملا تھا جب تک کہ وہ ماتحتی قبول کر کے خود آکر جزیہ نہ ادا کر دیں۔

ابوعبیدؒ : ۔ همارا خیال ھے کہ یہاں عربوں سے حسنؒ کی مراد ایسے مشرک اور بت پرست عرب ھیں جو اهل کتاب نہ ھوں، اس لئے کہ عربوں میں سے جو اهل کتاب تھے۔ ان سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ قبول کر لیا تھا، اور اس کا بیان ذیل کی احادیث و روایات میں موجود ھے : ۔

(٦٣) یونس بن یزیدایلی کہتے ھیں کہ ابن شہاب سے پوچھا گیا ,,کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے بت پرستوں میں سے کسی سے جزیہ قبول فرمایا تھا ؟،، تو انھوں نے کہا ,,سنت یہی رھی ھے کہ عربوں میں سے اهل کتاب یہودیوں اور عیسائیوں سے جزیہ قبول

marfat.com

Marfat.com

کیا جائے ۔ اور یہ اس لئے کہ یہ عرب کے (یہود و نصاریٰ) بہرحال انھی (یہود و نصاریٰ) میں سے ھیں اور اپنے معاملات میں انھی کی طرف رجوع کرتے ھیں۔۔

(٦٣) مسروق کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تو انھیں حکم دیا کہ تیس گایوں پر ایک گائے یا تبیع (دوسرے سال میں لگنے والا بچھڑا) لیا جائے اور چالیس پر مسّنہ (تیسرے سال میں لگنے والی گائے) اور ہر بالغ (ذمی) پر ایک دنیار یا اس کے مساوی قیمت کی معافری (۱) چادریں لی جائیں ۔

اس سند کے ایک راوی اعمش کہتے ھیں کہ میں نے ابراھیم کو بھی اسی مضمون کی روایت کرتے سنا ھے ۔

(٦٥) حکم کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو جبکہ وہ یمن میں تھے یہ تحریر فرمایا تھا ۔

« بارانی زمینوں یا ایسی زمینوں کی پیداوار پر جن پر ھمیشہ پانی کھڑا رھے دسواں حصہ (عشر) لیا جائے اور چرس سے سیراب کی جانے والی (چاھی) زمین پر بیسواں حصہ ۔ اور بالغ مرد یا عورت سے ایک دینار یا اس کے مساوی (قیمتی) چادریں لی جائیں۔ اور کسی یہودی کو اس کی یہودیت سے ھٹانے کے لئے فتنہ میں مبتلا نہ کیا جائے۔۔

(٦٦) عروۃ بن الزبیرؓ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اھل یمن کو لکھا تھا : « جو بھی یہودیت یا عیسائیت پر ھو اسے اس کے مذھب و عقیدہ سے ھٹانے کے لئے کسی فتنہ میں نہ ڈالا جائے ۔ اس پر جزیہ واجب ھو گا ، جس کی مقدار ھر بالغ پر خواہ مرد ھو یا عورت ، غلام ھو یا لونڈی ، ایک پورے وزن کا دنیار ھے یا اس کے مساوی قیمت کی معافری چادریں ۔ جو بھی یہ مقدار میرے فرستادہ

marfat.com
Marfat.com

کارکنوں کو ادا کر دے گا، وہ اللہ کا ذمہ اور اس کے رسول کی ضمانت حاصل کر لے گا ـ اور جو بھی تم میں سے اس مقدار کو روک لے گا وہ اللہ کا دشمن اور اس کے رسول اور مومنوں کا دشمن قرار پائے گا ـ

ابوعبیدؒ :ـ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن سے جو عرب تھے جزیہ قبول کر لیا تھا ـ یہ اس لئے کہ وہ اہل کتاب تھے ـ اسی طرح آپؐ نے اہل نجران سے جزیہ قبول کر لیا تھا حالانکہ وہ حارث بن کعب کی اولاد (عرب) ہیں ـ

(٦٧) ابن شہاب کہتے ہیں :ـ سب سے پہلے جس نے جزیہ دیا وہ اہل نجران ہیں ، جو نصاری تھے ـ

(٦٨) عروۃ ایک طویل حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی تحریر اہل نجران کو لکھی ، نیز حارث بن عبدکلال و نعیم بن عبدکلال وشریح بن عبدکلال ـ ذی رعین، معافر اور ہمدان کے حکمرانوں کے سامنے بھی یہی بات رکھی کہ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان پر جزیہ واجب الادا ہو گا اور ایسی ہی تحریر اہل بحرین میں سے اسد عمان کو لکھی تھی ـ

ابوعبیدؒ :ـ جب خالد بن ولیدؓ نے صلح کے ذریعہ اہل حیرہ پر فتح حاصل کی تو حضـرت خالدؓ نے وہاں کے باشندوں سے جزیہ قبول کر کے وہ جزیہ حضرت ابو بکرؓ کو بھیج دیا اور انہوں نے بھی اہل حیرہ سے وصول شدہ اس جزیہ کو قبول کر لیا ـ حالانکہ یہ باشندے عرب کے مختـلف قبائل ـ تمیم وطے، غسان وتنوخ وغیرہ ـ کے افراد پر مشتمل تھے۔ مجھے یہ معلومات ابن الکلبی وغیرہ سے ملی ہے ـ

(٦٩) حمید بن ہلال کہتے ہیں کہ خالدؓ بن ولید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اہل حیرہ پر فوج کشی کی اور اہل حیرہ نے جنگ کئے بغیر ہی صلح کر لی ـ

marfat.com

Marfat.com

بنو تغلب کے ساتھ جزیہ کی خصوصی شکل

ابوعبیدؒ :۔ ایسا ھی سلوک حضرت عمرؓ نے بنی تغلب کے ساتھ کیا تھا ۔

(۷۰) داود بن کردوس کہتے ھیں ,,میں نے بنی تغلب کی طرف سے حضرت عمر بن الخطاب سے اس وقت صلح کی جب بنی تغلب فرات پار کرنے کے بعد روم چلے جانے کا ارادہ کر رھے تھے ، (شرائط صلح یہ تھیں) : وہ اپنے بچوں کو بتپسمہ نہیں دیں گے ۔ انھیں اپنے دین کے علاوہ کسی دوسرے دین کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا نیز یہ کہ وہ دو چند عشر دیں گے یعنی بیس درھم میں سے ایک درھم ۔

داؤد (بن کر دوس) کہا کرتے تھے کہ بنی تغلب کے لئے اب کوئی ذمہ (امان کی ضمانت) نہیں اس لئے کہ وہ (عہد سے پھر کر) بتپسمہ دیتے ھیں ۔

ابو عبیدؒ :۔ اپنی اولاد کو بتپسمہ نہیں دینے کے معنی ھیں انھیں عیسائی نہیں بنائینگے ۔

(۷۱) نعمان بن زرعہ (یا زرعہ بن نعمان) کہتے ھیں : میں نے حضرت عمرؓ سے خاندان تغلب کے عیسائیوں کے مسئلہ پر تبادلہ خیال کیا ۔ حضرت عمرؓ ان سے جزیہ لینا چاھتے تھے، اس قبیلہ کے افراد (اسے کسر شان سمجھتے ھوئے) دیگر علاقوں میں منتشر ھو گئے ، چنانچہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا: ,, بنو تغلب عرب ھیں ۔ جزیہ کو کسر شان سمجھتے ھیں۔ ان کے پاس نقد زر و مال نہیں ھے بلکہ زمینیں اور مویشی ھیں ، اپنے دشمن کو زک پہنچانے اور تباہ کرنے میں یہ شہرت رکھتے ھیں۔ آپ انھیں منتشر کر کے ان کے ذریعہ اپنے دشمنوں کو تقویت حاصل کرنے کا موقع نہ دیجئے,,۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان سے اس بات پر صلح کر لی کہ ان سے دگنا صدقہ لیا جائے ،

marfat.com
Marfat.com

ساتھ ھی ان سے یہ شرط بھی رکھی کہ وہ اپنی اولاد کو عیسائی نہیں بنائیں گے۔

مغیرہ کہتے ھیں کہ مجھے بتایا گیا ھے کہ (ان لوگوں کے بارے میں) حضرت علی نے کہا : ہ بنی تغلب کے بارے میں میری اپنی الگ رائے ھے ۔اگر میرا ان سے واسطہ پڑا تو میں ان کے جنگجو افراد قتل کر ڈالوں گا، ان کے اھل و عیال کو قید کر لوں گا، اس لئے کہ انھوں نے اپنی اولاد کو عیسائی بنا کر معاھدہ کی خلاف ورزی کر لی اور اب ھماری ذمہ داری ان پر سے ختم ھو گئی ہے۔

(۷۲) زیاد بن حدیر کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے انھیں بنی تغلب کے عیسائیوں سے عشر (۱/۱۰) لینے کا حکم دیا تھا اور اھل کتاب کے عیسائیوں سے عشر کا نصف وصول کرنے کا ۔

ابو عبیدؒ : ۔ پہلی داود بن کردوس کی روایت ، اور زرعہ (یانعمان) والی روایت ھی پر عمل جاری ھے، جس کی رو سے ان پر مسلمانوں سے وصول کئے جانے والے واجبات کا دگنا ھوتا ھے، جیسا کہ ان کے اس قول سے ظاھر ھے: ہھر بیس درھم میں سے ایک درھم ۔، کیونکہ جب مسلمان اپنا مال لے کر ہعاشر(۲)ہ کے پاس سے گذرتے تو ان سے ھر چالیس درھم پر ایک درھم لیا جاتا تھا۔ اس طرح ان سے لی جانے والی رقم اس کی دگنی ھو گئی ۔ گویا اس روایت میں حضرت عمرؓ کی شرط کے بموجب ان سے ان کے تمام اموال بشمول مویشی و زمین سب پر دگنا لیا جائیگا ۔ اس حساب سے ان سے پانچ اونٹوں پر دو بکریاں ، دس پر چار بکریاں ۔ اسی طرح بھیڑ بکریوں گائے بیلوں، غلوں اور پھلوں پر بھی دو چند لیا جائے گا۔ اسی طرح ان سے بارانی زمین کی پیداوار پر دو عشر (۲/۱۰) چاھی پر ایک عشر (۱/۱۰) ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقہ اور ان کی شرائط کے

marfat.com

Marfat.com

مطابق ان لوگوں کی عورتوں اور بچوں کے اموال پر بھی ان کے مردوں کی طرح ٹیکس لیا جائے گا اور یہی اہل حجاز کا قول ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں اگر تغلب خاندان کا کوئی فرد اسلام قبول کر لے یا کوئی مسلمان اس کی زمین خرید لے تو اس زمین کے احکام مسلمانوں کے احکام کے مطابق بدل جائیں گے، لیکن اس بارے میں بعض اہل عراق ان سے اختلاف کرتے ہیں :۔

ابو عبیدؒ : میں نے محمد بن حسن سے ابو حنیفہؒ کا یہ قول سنا ہے :

" جہاں تک ان عورتوں کا تعلق ہے وہ ہر بات میں ان کے مردوں کے مطابق رہیں گی ، لیکن ان کے بچے صرف زمین کی پیداوار میں ان کے مردوں کے برابر رہیں گے البتہ ان کے مویشی اور دیگر اموال جنہیں لے کر وہ "عاشر" کے پاس سے گذریں ان پر کچھ واجب الادا نہیں ہو گا"

وہ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے کہا : "اگر کوئی تغلبی مسلمان ہو جائے یا اس کی زمین مسلمان خرید لے تب بھی پہلے کی طرح اس پر وہی دو چند عشر ($\frac{2}{10}$) واجب رہے گا۔

ابو عبیدؒ : اہل حجاز کا قول حضرت عمرؓ کی روایت کے مفہوم سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے، اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے صلح میں تمام افراد کو شامل کر لیا ہے اور ان میں سے بڑے چھوٹے کسی کو بھی مستثنی قرار نہیں دیا ۔ بناء بریں جس طرح شرائط صلح کا اطلاق ان کی عورتوں پر ہوا ان کے بچوں پر بھی ہو گا، کیونکہ عورتیں اور بچے سب "ذریت" میں شامل ہیں۔ پھر صاف نظر آ رہا ہے کہ جس طرح اس صلح کے ذریعے انھوں نے اپنے مردوں کو قتل ہونے سے بچا لیا تھا اسی طرح اپنے بال بچوں میں سے عورتوں کو (قید ہونے سے) محفوظ کر لیا تھا ۔

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح اس کی زمین کے بارے میں ان (اهل عراق) کا یه کہنا که اگر وہ مسلمان هو جائے یا اسے کوئی مسلمان خرید لے تب بھی وہ اپنی پہلی حالت میں برقرار رهے گی ، تو یه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کے اس عہد کے خلاف هے جو آپ صلی اللہ علیه وسلم لوگوں سے انھیں دعوت اسلام پیش کرتے وقت فرماتے تھے ۔ اس ضمن میں آپؐ کے مکاتیب گرامی جو لوگوں کو پہنچتے رهتے تھے صاف کہه رهے هیں: ,,جو اسلام میں داخل هو جائے گا اسے وہ مراعات حاصل هوں گی جو مسلمانوں کو حاصل هیں نیز اس پر ذمه داریاں عائد هوں گی جو مسلمانوں پر هیں،، یعنی تمام مسلمان اس بارے میں ایک دوسرے کے مساوی اور یکساں حقوق رکھتے هیں۔

(۳۷) حضرت عمرؓ سے یه بھی مروی هے که انھوں نے جبله بن الایہم غسانی کو بھی یہی شرائط پیش کی تھیں وہ بھی عرب تھا اور عیسائی ۔

تین شرائط میں سے ایک کو قبول کرنے کا اختیار

(۳۸) سعید بن عبدالعزیز تنوخی کہتے هیں که حضرت عمرؓ بن الخطاب نے جبله بن الایہم غسانی سے کہا تھا : اے جبیله (۳) تو اس نے جواب نه دیا ۔ انھوں نے دوبارہ کہا : ,,اے جبیله،، پھر بھی وہ نه بولا، پھر حضرت عمرؓ نے کہا ,,اے جبله ! تب اس نے جواب دیا ,,هاں،، ۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ,,میری طرف سے تم کو تین باتوں میں کسی ایک کے انتخاب کر لینے کا اختیار هے، (۱) یا تو تم مسلمان هو جاؤ ، ایسی صورت میں جو مراعات مسلمانوں کو حاصل هیں تمہیں بھی حاصل هو جائیں گی اور جو ذمه داریاں ان پر عائد هوتی هیں وهی تم پر عائد هو جائیں گی ۔ (۲) دوسری صورت یه هے که تم خراج ادا کرتے رهو ، اور (۳) تیسری صورت یه که تم رومیوں میں جا کر آباد هو جاؤ ۔ چنانچه وہ رومیوں سے جاملا ۔

marfat.com

Marfat.com

ابو عبیدؒ: بنـاء بریں آنحضرت صـلی اللہ عـلیه وسلم اور آپؐ کے بعـد خـلفاء سے جو آثار مروی ھیں ان کی رو سے مشرکین عرب میں سے جو اھل کتاب نہ ھو اس کے لئے دو ھی صورتیں قابل قبول ھیں یا تو وہ اسـلام قبـول کر لے یا پھر اسے قتل کـر دیا جـائے، جیسا کہ حسنؒ نے کہـا ھے لیکن عجمیوں سے جزیہ وصول کیا جائے گا خواہ وہ اھل کتاب بھی نہ ھوں، اس لئے کہ مجوس کے بارے میں جو اھل کتاب نہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی یہی سنت ملتی ھے، اسی طرح آپؐ کے بعد صائبین (۳) سے بھی جزیہ قبول کیا گیا۔ چنانچہ مسلمانوں میں عرب و عجم کے بارے میں مشرکین عرب اور مشرکین عجم میں تفریق کے یہی دو فیصلے نافذ رھے ۔ اسی کے مطابق سنت کے ساتھ آیات قرآنی کی تاویل بھی آئی ہے : ۔

(۷۵) ابن جریج اللہ تبارک و تعالی کے فرمان ذیل کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ھیں :

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ : (محمد ۴:۴۷)

جب کفار سے (جنگ میں) تمہارا آمنا سامنـا ھو تو ان کی گردنیں اڑا دو ۔

اس آیت کریمہ میں کفار سے مراد مشرکین عرب ھیں اور یہ کہ گردنیں اڑانے کا حکم ان کے لا اله الا اللہ کا اعتراف کر لینے تک باقی رھے گا۔ جب وہ ایسا کر لیں گے تو اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے، البتہ اس کلمہ کے اقرار سے جو حقوق ان پر عائد ھوں گے وہ ان کے ذمہ رھیں گے ۔ وہ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عجمی مشرکوں سے اس وقت تک جنگ جاری رکھتے تاآنکہ وہ „ لا اله الا اللہ،، نہ کہہ دیتے ۔ لیکن اگر وہ اس کے اقرار سے انکار کرتے تو

marfat.com
Marfat.com

پھر اس وقت تک که وه جزیه دینے پر رضا مند نه هو جاتے اور اس طرح وه اپنی جان و مال محفوظ کر لیتے ۔ ابن جریج اور دوسروں کا بھی کہنا ھے که یه آیت خاص طور پر عرب مشرکین کے بارے میں نازل هوئی ۔ دوسرے مذاهب والوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ھے، پھر اس آیت کو مندرجه ذیل آیت نے منسوخ کر دیا :

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (النوبه ۹ : ٦)

مشرکین کو جہاں کہیں بھی تم پاؤ قتل کر ڈالو(۵) ۔

حوالہ جات

(۱) یه معافر کی طرف نسبت ھے جو ایک یمنی قبیله کا نام ھے اور ایک یمنی علاقه کا نام بھی ھے (مترجم)

(۲) عاشر سے مراد عشور (چنگی) وصول کرنے والا ھے ۔

(۳) یه جبلة کی تصغیر ہے ، تصغیر پیارومحبت کیلئے استعمال هوتی ہے اور تحقیر کیلئے بھی (مترجم)

(۴) همارے خیال میں مجوس اور صائبین کےمتعلق یه فیصله کر لینا غور طلب ھے که وه اهل کتاب نه تھے، قرآن مجید سے یه ضرور واضح هو رها ھے که وه مشرکین سے جداگانه هیں ۔ دیکھئے آیت سورة الحج کی سترهویں آیت ۔ (مترجم)

(۵) همارے خیال میں قرآن مجید کی یه آیات مختلف حالات میں کفار و مشرکین کے ساتھ مختلف رویه اختیار کرنے کی تعلیم دے رهی هیں اور جب حالات کا تقاضا هو اسلامی حکومت حسب موقع دونوں میں سے ایک حکم پر عمل کرنے کی مجاز هو گی ۔ (مترجم)

marfat.com

Marfat.com

باب : ۴

مجوسیوں سے جزیہ لینا

ھجر کے مجوس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے کی تحریر

(۷٦) حسن بن محمد کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھجر کے مجوسیوں کو تحریری صورت میں دعوت اسلام دی تھی (جس میں درج تھا کہ) : جو اسلام لے آئے گا اس کا اسلام قبول کر لیا جائے گا اور جو اسلام نہیں لائے گا اس پر جزیہ لگایا جائے گا ۔ نیز اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا نہ اس کی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا ۔

(۷۷) بجالہ کہتے ھیں کہ میں احنف بن قیس کے چچا جزء بن معاویہ کا سیکرٹری تھا، تو ھمارے پاس حضرت عمرؓ کا ایک خط ان کی وفات سے ایک سال قبل اس مضمون کا آیا : ۔

" ھر جادو گر کو قتل کر ڈالو ۔ مجوسیوں میں سے جس نے اپنے محرم سے شادی کر رکھی ھو انھیں اپنے محرم سے الگ کر دو ۔ انھیں کھانے کے وقت زمزمۂ[1] سے روک دو "۔

بجالہ کہتے ھیں کہ اس پر ھم نے تین جادو گرنیوں کو مار ڈالا ، اور ھم ان کے مردوں کو کتاب اللہ کے بیان کردہ اصول کے مطابق محرم عورتوں سے الگ کرنے لگے ۔ اور جزء نے ایک بڑی دعوت میں کھانے پر مجوسیوں کو بلایا۔ انھوں نے ایک یا دو خچر کا چاندی کا بار لا کر ڈال دیا ۔ جزء نے تلوار انھیں دکھانے کے لئے اپنی ران پر رکھ لی۔ بجالہ کہتے ھیں کہ انھوں نے بغیر زمزمہ کے کھانا کھایا ۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت عمرؓ نے مجوس سے جزیہ لیا

حضرت عمرؓ نے مجوس سے اس وقت تک جزیہ قبول نہیں کیا تھا جب تک حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے گواھی نہ دے دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھجر کے مجوس سے جزیہ لیا تھا۔

ابو عبیدؒ: ۔ مجھے اطلاع ملی کہ بعد میں سفیان «ھر جادوگر» کے بجائے «ھرجادوگر اور جادوگرنی کہتے تھے۔

(۷۸) جعفر بن محمد کہتے ھیں کہ میرے والد روایت کرتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا «میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجوسیوں کے ساتھ کیا طریقہ اختیار کیا جائے، جبکہ یہ اھل کتاب نہیں ھیں؟ تو عبدالرحمن بن عوف نے کہا: «میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ھے کہ ان کے ساتھ اھل کتاب کا ساطرز عمل اختیار کرو»

(۷۹) ابن شھاب کہتے ھیں : «رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا» اور حضرت عمرؓ نے فارس کے مجوسیوں سے جزیہ لیا، نیز حضرت عثمانؓ بربر سے جزیہ لیا۔

(۸۰) ایک اور سند سے ابن شھاب اسی مضمون کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ سے کرتے ھیں۔

(۸۱) ایک اور سند سے ابن شھاب ھی نے یہی مضمون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ سے روایت کیا ھے۔

(۸۲) عمرو بن عوف ــ بنی عامر بن لؤی کے حلیف اور جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک کہتے ھیں ــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو بحرین سے جزیہ لانے کے لئے بھیجا ۔ وہ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھی باشندگان بحرین سے صلح کی تھی اور ان پر علاء بن الحضرمیؓ

marfat.com
Marfat.com

کو گورنر بنایا تھا ۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ بحرین سے مال لے کر آئے ۔

(۸۳) ایک اور سند سے عمرو بن عوفؓ ہی کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی مضمون مروی ہے۔

(۸۴) ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق سب سے پہلے اہل کتاب میں سے جس نے جزیہ دیا وہ ''اہل نجران ہیں، یہ لوگ عیسائی تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے باشندوں سے بھی جزیہ قبول کر لیا تھا جو مجوسی تھے۔ پھر غزوہ تبوک میں ایلہ (۲) اور اذرح (۳) کے باشندے بھی جزیہ دینے لگے۔ پھر آپ نے خالد بن ولیدؓ کو (لشکر کے ساتھ۔) دومتہ الجندل (۴) والوں کے پاس بھیجا ۔ اس لشکر نے ان کے سردار اکیدر کو قید کر لیا اور اس سے ادائے جزیہ پر صلح کرلی۔'

(۸۵) زہری کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے مجوسیوں سے جزیہ لینا قبول کر لیا تھا۔ زہری کہتے ہیں: ان میں سے جو اسلام لے آیا اس کا اسلام قبول کر لیا گیا اور اسلام لانے کی وجہ سے اس نے اپنی جان و مال کو تو بچا لیا لیکن ان کی زمین محفوظ نہ رہ سکی ، کیونکہ وہ مسلمانوں کے لئے ہو گئی تھی ۔ یہ اس لئے کہ اولاً جب وہ آزاد اور اپنی زمین کا خود مالک تھا اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا ۔

(۸٦) شعبی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ حیرہ (۵) پہنچ کر پڑاؤ ڈالیں پھر وہاں سے شام جائیں ۔ چنانچہ خالد بن ولیدؓ نے سفر جاری رکھا تاآنکہ حیرہ میں اترے۔ شعبی کہتے ہیں کہ مجھے ابن بقیلہ نے خالد بن ولیدؓ کا یہ خط نکال کر بتایا :۔

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خالد بن ولیدؓ کی جانب سے ایران کے مرازبہ (٦) کے نام ۔ سلام اس پر جو رھنمائی حق کا اتباع کر لے ۔ میں اس اللہ کی حمد بیان کرتا ھوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ھے ۔ امابعد ! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تمھارا شیرازہ ابتر ، تمھارا اتحاد پارہ پارہ اور تمھاری قوتوں اور طاقتوں کو کمزور کر دیا ۔ اور تم سے تمھاری حکومت چھین لی سو جب میرا یہ خط تمھیں ملے تو یقین کر لو کہ میری طرف سے تمھیں ضمانت و امن حاصل ھے ۔ تم مجھے جزیہ بھیجتے رھو اور یرغمال بھیج دو۔ ورنہ قسم ھے اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ میں تمھارے سامنے ایسی فوج لا کھڑی کرونگا جو موت سے ایسی ھی محبت کرتی ھے جیسی تم زندگی سے محبت کرتے ھو ۔ والسلام»

(ابو عبیدؒ) یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خالد بن ولیدؓ جو حضرت ابو بکرؓ کے گورنر ھیں اھل فارس کو جو مجوس تھے ادائی جزیہ کی دعوت دے رھے ھیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے بھی بعد ازاں ان سے جزیہ قبول کر لیا ۔ نیز حضرت عثمانؓ نے بربر سے جزیہ قبول کر لیا ۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد ائمہ (خلفاء راشدین) سے ملنے والی صحیح روایات یہی بتا رھی ھیں کہ ان حضرات نے مجوسیوں سے جزیہ قبول کر لیا تھا ۔ لیکن ان کے بعد لوگوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ھے:

مجوس سے وصولی جزیہ کے سبب میں اختلاف

ایک فریق کا خیال ھے کہ ان سے اس بناء پر جزیہ قبول کیا گیا تھا کہ وہ اھل کتاب ھیں ۔ اس ضمن میں یہ فریق حضرت علیؓ سے ایک روایت بیان کرتا ھے، جو میرے خیال میں ان سے ارجح و محفوظ

marfat.com

Marfat.com

شکل میں مروی نہیں ہے۔ اور اگر اس روایت میں کوئی اصلیت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کو حرام نہ قرار دیتے۔ یقیناً آپ ان کے اہل کتاب ہونے کو بدرجہ اولی جانتے ۔ ایسی صورت میں تمام مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے جزیہ وصول کرنے کی کراہت پر متفق ہونا چاہئیے تھا ۔

دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے آیت کریمہ : لا اکراہ فی الدین (البقرہ ۲:۲۵٦) (دین اختیار کرنے میں کوئی جبرو اکراہ نہیں ہے) کے نازل ہونے پر جزیہ قبول کیا تھا ۔ یہ لوگ اس کے ثبوت میں مجاہد سے روایت بیان کرتے ہیں ۔ لیکن حضرت عمرؓ سے مذکورہ بالا آیت کی تاویل میں یہ منقول ہے کہ اس سے بعض عیسائی اور رومی (۱) مراد ہیں۔

لا اکراہ فی الدین کی تفسیر

(۸۷) وسق رومی کہتے ہیں: "میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کا غلام تھا۔ وہ مجھ سے کہا کرتے تھے "مسلمان ہو جا ، اگر تو اسلام قبول کر لے گا تو میں تجھے مسلمانوں کی امانت کا کوئی کام سونپ دوں گا ۔ کیونکہ میرے لئے یہ روا نہیں کہ غیرمسلموں کو مسلمانوں کی امانت کے کام پر متعین کروں" ۔ مگر میں نے اسلام قبول نہیں کیا ۔ اس پر وہ کہا کرتے: لا اکراہ فی الدین (البقرہ ۲ : ۲۵٦) دین (اختیار کرنے) میں کوئی اکراہ نہیں ہے۔ پھر جب ان کی وفات کا وقت آن پہنچا تو انہوں نے مجھے آزاد کر دیا اور کہا "تمہارا جہاں جی چاہے چلے جاؤ"۔

(۸۸) ابو ہلال طائی کہتے ہیں : میں نے اس شخص کو دیکھا ہے جسے حضرت عمرؓ نے آزاد کر دیا ، وہ عیسائی تھا ۔

marfat.com

Marfat.com

اھل کتاب سے جزیہ لینا قرآنی فیصلہ ھے اور مجوس سے جزیہ لینا سنت رسول ھے

ابوعبیدؒ : ھمارا خیال ھے کہ حضرت عمرؓ نے اس آیت کریمہ سے اھل کتاب مراد لئے ۔ اور یہی مناسب تر تاویل ھے۔ واللہ اعلم ۔ لیکن ھمیں مجوسیوں کے متعلق کوئی بات معلوم نہ ھو سکی ۔ سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتبـــاع کیا جائے اور آپؐ کے فیصلہ پر بات ختم کر دی جائے ۔ گویا اھل کتاب سے جو جزیہ لیا جاتا ہے وہ قرآنی فیصلہ کے مطابق ہے اور مجوس سے جو جزیہ لیا گیا وہ سنت کی اقتداء ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجیئے کہ جب عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا تو انھوں نے اسی پر بات ختم کر دی اور مجوس سے جزیہ قبول کر لیا ، حالانکہ اس سے پہلے خود حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے ۔ ,, میں نہیں سمجھتا کہ مجوس کے بارے میں کیا رویہ اختیار کروں ۔ یہ تو اھل کتاب نہیں ھیں ؟

ابو عبیدؒ : ۔ اسی طرح ھمارا خیال ھے کہ حضرت عمرؓ نے جو مکتوب جزء بن معاویہ کو لکھا تھا جس میں مجوسیوں کو زمزمہ سے منع کرنے اور ان سے محرموں کو جدا کر دینے کا حکم دیا تھا وہ بھی حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی حدیث سننے سے پہلے کا فیصلہ ھے ۔ پھر جب انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مل گئی تو اس پر عمل پیرا ھو گئے اور اس کے علاوہ دیگر امور کے بارے میں سوالات نہیں کئے، حـــتی کہ فارس کے مجوسیوں سے بھی جزیہ لے لیا اور ان کے متعلق نہ تو محرموں سے الگ کرنے کا لکھا نہ زمزمہ سے روکنے کا ۔

مجوس کے بارے میں اتباع حدیث کے اس فیصلہ کو متعدد علماء نے بطور سند پیش کیا ھے :۔

marfat.com
Marfat.com

(۸۹) ابو موسی اشعریؓ کہتے ھیں: ,,اگر میں اپنے ساتھیوں کو مجوس سے جزیہ لیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں بھی ان سے جزیہ نہ لیتا۔،،

(۹۰) عبداللہ بن عون کہتے ھیں کہ میں نے حسن سے مجوسیوں کے آتشکدوں اور اس میں عبادت کے لئے جلائی جانے والی آگ کے بارے میں دریافت کیا کہ اسے کیوں باقی رہنے دیا گیا ؟ (اور بند نہ کیا گیا؟) تو انھوں نے جواب دیا ,,ان مجوسیوں سے اسی شرط پر صلح کی گئی تھی ،، ۔

(۹۱) عمر بن عبدالعزیزؒ نے حسنؒ کے ایک خط میں دریافت کیا ,,ہمارے پیشرو ائمہ نے مجوسیوں کے اپنی ماؤں اور بیٹیوں سے نکاح کو کیوں روا رکھا ؟،، انھوں نے اپنے اس خط میں مجوسیوں کی اور بھی باتوں کا تذکرہ کیا تھا ۔ چنانچہ اس کے جواب میں حسن نے انھیں لکھا,, امابعد تم (سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) متبع ہو، نئے طریقے ایجاد کرنے کا تمھیں حق حاصل نہیں ۔ والسلام،،

(۹۲) عمرو بن حارث کہتے ھیں ,, میں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن کو مجوسیوں کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے لکھا کہ آخران پر جزیہ کیونکر واجب ھو گیا؟ اور عرب کے مشرکین سے کیوں جزیہ نہیں لے لیا گیا؟،، تو اس کے جواب میں ربیعہ نے مجھے لکھا: سلف کے عمل اور ان کے فیصلوں کی موجودگی میں تمھارے اس قسم کے سوالات کی ضرورت باقی نہیں رہتی (۸) :

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱ - زمزمہ سے مراد ہے وہ مبہم سی آوازیں جو مجوس کھانے کے دوران مذہبی رسم سمجھتے ہوئے نکالتے تھے -

۲ - ایلہ : بحرقلزم کے ساحلی علاقہ پر شام کے قریب ایک شہر کا نام - پہلے یہاں حجاز ختم اور شام کا علاقہ شروع ہوتا تھا -

۳ - اذرح : - شام کے ایک علاقہ کا نام ہے -

۴ - دومتہ الجندل : - شام اور مدینہ کے درمیان قبیلہ طے کے دو پہاڑوں (اجا و سلمی) کے نزدیک ایک علاقہ جس میں قلعے اور بستیاں تھیں-

۵ - کوفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک شہر جہاں اب نجف ہے-

٦ - ایرانی اپنے تمام بڑے حکام ، افسروں اور نوابوں کو جو بادشاہ کے ماتحت ہوتے تھے ،،مرازبہ، کہتے تھے- اس کا واحد مرزبان ہے -

۷ - ایک دوسرے نسخہ کی عبارت کی رو سے ،، رومی عیسائی ،، مراد ہیں -

۸ - ہمارے خیال میں مجوسیوں کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا گیا وہ ان سے کئے گئے معاہدات کے بموجب ہوا تھا -

marfat.com

Marfat.com

باب : ۵

مردوں اور عورتوں میں سے جزیہ کس پر واجب، اور کس سے ساقط ہو گا ؟

جزیہ بالغ مردوں سے لیا جائے گا

(۹۳) حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے لشکروں کے کمانڈروں کے نام یہ تحریری ہدایات بھیجیں کہ وہ فی سبیل اللہ جنگ کریں ۔ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کریں، اور صرف اسی کو قتل کریں جو بالغ ہو (۱)۔ انھوں نے لشکروں کے سربراہوں کو یہ ہدایت نامے بھی جاری کئے کہ (ذمیوں) پر جزیہ عائد کر دو ، لیکن عورتوں اور بچوں پر جزیہ نہ لگاؤ اور صرف انھی پر جزیہ واجب کرو جو بالغ ہوں ۔

ابوعبیدؒ :۔ یہ حدیث اس باب میں کہ کس پر جزیہ واجب ہو گا اور کس پر واجب نہیں ہو گا ۔ بنیادی حیثیت رکھتی ہے ۔ ملاحظہ کیجئے کس طرح وضاحت سے بتایا جا رہا ہے کہ صرف بالغ مردوں سے جزیہ لیا جائے گا، عورتوں اور بچوں سے ساقط کر دیا جائے گا اس لئے کہ یہ بالغ مرد اگر جزیہ ادا نہیں کریں گے تو انھیں قتل کرنے کا حکم ہے۔ اور جو قتل کے مستحق نہیں یعنی ذریت (عورتیں اور نابالغ بچے) تو ان پر جزیہ بھی واجب نہیں ۔

حضرت عمرؓ کے اس قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مکتوب گرامی سے تقویت پہنچ رہی ہے جسے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں ۔ یہ خط آپؐ نے یمن میں حضرت معاذؓ کو بھیجا تھا جس کے

marfat.com
Marfat.com

الفاظ ھیں : ,, ھر بالغ پر ایک دینار جزیه ھو گا (۲) ،، ۔ کیا اس سے صاف ظاھر نہیں ھوتا که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے عورتوں اور بچوں کو مستثنی قرار دے کر خصوصیت سے صرف بالغ مردوں پر ھی جزیه عائد فرمایا ؟ ۔ اگرچه ھمارے بیان کردہ مکاتیب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم میں سے بعض میں ,,بالغ مرد اور بالغ عورت،، کے الفاظ بھی مذکور ھیں (۳) ۔ تاھم ھمارا خیال ھے که حضور سے محفوظ (وارجح) طریقه پر وھی روایت ثابت ھے جس میں ,,بالغ عورت،، کا ذکر نہیں ھے اس لئے که اس کی تائید مسلمانوں کے مجموعی عمل سے ھوتی ھے اور یہی ھدایت نامه حضرت عمرؓ نے اپنے لشکروں کے کمانڈروں کے نام جاری کیا ۔ واللہ اعلم

لیکن اگر وہ روایت جس میں ,,بالغ عورت،، کا ذکر ھے۔ محفوظ (وارجح) طریقه سے مروی ھے تو پھر میری توجیه اس کے متعلق یه ھو گی که ایسا فیصله صدر اسلام میں ھوا ھو گا جبکه مردوں کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی قتل کر دئے جاتے تھے ۔ ایسا ھوتا رھا ھے لیکن بعد میں منسوخ ھو گیا ۔ واللہ اعلم (اس کی تفصیل یه ھے) : ۔

(۹۴) صعب بن جثامه کہتے ھیں که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کو بتایا گیا که گھڑ سواروں کے ایک (مسلم) دسته نے رات میں حمله کیا تو مشرکین کے بچے بھی ان کی زد میں آ کر قتل ھو گئے۔ اس پر آپ نے فرمایا ,,یه بچے بھی اپنے آباء ھی میں شمار ھوں گے،،

ابوعبیدؒ : ۔ لیکن بعد ازاں ذریت (عورتوں اور بچوں) کے قتل سے روک دیا گیا ۔ اس بارے میں بہت سی احادیث موجود ھیں : ۔

(۹۵) حضرت حنظله (کاتب وحی) کہتے ھیں : ,,ھم ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کے ساتھ جا رھے تھے که ھمارا گذر ایک مقتول عورت پر سے ھوا جس کے اردگرد لوگ جمع تھے ۔

marfat.com
Marfat.com

پھر (ہماری وجہ سے) لوگ اس کے پاس سے ہٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ منظر دیکھ کر) فرمایا ۔اوہ ۔ یہ کیا کر دیا ؟ ! یہ تو جنگ کرنے والوں میں نہ تھی !!جاؤ خالدؓ سے جا کر کہہ دو کہ ذریت (عورتوں اور بچوں) اور مزدور کو قتل نہ کرو ۔

ابو عبیدؒ :۔ میرا خیال ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذریت میں عورتوں کو شامل کر لیا ہے ۔

(۹٦) ایک اور سند سے رباح بن الربیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی ہی روایت کرتے ہیں ۔

(۹۷) اسود بن سریعؓ کہتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، چنانچہ (ہم) لوگوں کو فتح حاصل ہوئی تو لوگ ذریت (عورتوں اور بچوں) کو قتل کرنے لگے ۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا : " لوگو! خبردار ذریت کو ہر گز قتل نہ کرو ۔ لوگو! خبردار ، عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو"۔

(۹۸) حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں : "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض غزوات میں ایک عورت قتل شدہ حالت میں ملی، تو آپؐ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کی مذمت فرمائی ۔

(۹۹) عبداللہ ابن کعب بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں ابن ابی الحقیق کو قتل کرنے کے لئے جانے والی ٹولی کو بچوں اور عورتوں کے قتل سے منع فرمایا تھا ۔

ابو عبیدؒ : جب ذریت — عورتیں اور بچے — قتل سے مستثنی قرار دے دئے گئے تو ان سے جزیہ بھی ساقط کر دیا گیا ۔ اسی طرح جزیہ ہر اس شخص پر واجب ہو گیا جسے جزیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا جائے اور وہ صرف مرد (بالغ) ہیں ۔ یہی سنت رہی ہے اور اسی پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے (۴)۔

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

١ ۔ یہاں عربی متن میں بلوغ کے لئے عـــربی مـیں „ استرا استعمال کرنے " کے الفاظ ھیں ۔ مطلب یہ ھے کہ بالغ وہ تسلیم ھو گا جس کے زیر ناف اور بغل میں بال نکل چکے ھوں ۔

٢ ۔ دیکھیئے نمبر ٦۴ ۔

٣ ۔ دیکھئے نمبر ٦۵ اور ٦٦

۴ ۔ ابن حزمؒ نص قرآن „ حتی یعطوا الجزیة" کی رو سے ھر مردو زن ، غلام و وآزاد ، فقیر و راھب سے جزیہ لینے کے قائل ھیں اور اس ضمن میں خود ابو عبیدؒ کی روایت نمبر ٦۵ سے استدلال کرتے ھیں جس میں بالغ مرد اور بالغ عورت کے الفاظ مذکور ھیں ، گو ابو عبید اسے ارجح نہیں قرار دیتے ۔ دیکھئے (المحلی ٧ : ٣۴٨)

marfat.com
Marfat.com

باب : ٦

جزیہ کی فرضیت ، مقدار جزیہ ، نیز مسلمانوں کے روزینوں اور اُن کی مہمانی کا تعیّن

سونے کے مالکوں پر چار دینار اور چاندی کے مالکوں پر چالیس درھم

(۱۰۰) اسلم کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے سونا رکھنے والوں پر چار دینار ، اور چاندی رکھنے والوں پر چالیس درھم جزیہ مقرر کیا۔ اس کے ساتھ ھی (جزیہ دینے والوں سے یہ طے کیا کہ) وہ مسلمانوں کے روزینے کا بندوبست اور تین دن تک ان کی مہمانی کریں ۔

(۱۰۱) اسلم کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے شام والوں پر — یہ سونا رکھنے والوں پر — چار دینار جزیہ، اور مسلمانوں کے روزینوں کے سلسلہ میں فی کس ماھانہ دو مدگیہوں (۱) ، تین قسط (زیتون کا) تیل مقرر کیا۔ اور چاندی رکھنے والوں پر چالیس درھم جزیہ اور فی کس پندرہ صاع (غلہ) مقرر کیا ۔ اور جو مصر کا باشندہ ھو وہ ماھانہ فی کس ایک اُردب (غلہ) دے ۔ اسلم کہتے ھیں : „ مجھے یہ نہیں معلوم کہ انھوں نے فی کس روغن اور شہد کی کتنی مقدار بتائی تھی۔

چو بیس درھم سالانہ جزیہ

(۱۰۲) ابو مجلز کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے عمار بن یاسرؓ عبداللہ بن مسعودؓ اور عثمان بن حنیف کو کوفہ والوں کی طرف

marfat.com
Marfat.com

بھیجا ۔ عثمان بن حنیفؓ نے ان میں سے ہر گھر پر،جس میں کئی فرد تھے، فی کس (بالغ) چوبیس درھم سالانہ جزیہ مقرر کیا ، اور اس پابندی سے عورتوں اور بچوں کو مستثنی قرار دیا ۔ پھر انھوں نے اپنی اس کاروائی کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی ، تو حضرت عمرؓ نے ان کی اس کارروائی کو سند جواز عطا کر دی ۔ اس پورے واقعہ کی تفصیلات ایک لمبی حدیث میں ھیں ۔

حسب حیثـــیت جزیہ میں کمی بیشی

(۱۰۳) حارثہ بن مضرب سے مروی ھے کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیفؓ کو بھیجا تو انھوں نے ان لوگوں پر (حسب حیثیت) اڑتالیس، چوبیس اور بارہ درھم جزیہ مقرر کیا ۔

(۱۰۴) محمد بن عبیداللہ الثقفی کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے ان پر اڑتالیس ، چوبیس اور بارہ درھم مقرر کئے تھے ۔

(۱۰۵) عمرو بن میمون کا بیان ھے کہ ذوالحلیفہ میں وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں تھے کہ وھاں ان کے پاس ابن حنیف آئے اور ان سے گفتگو کرتے رھے تھے، وھاں ھم نے ابن حنیف کو حضرت عمرؓ سے یہ کہتے ھوئے سنا ھے۔ اللہ کی قسم ، اگر میں زمین کی ھـر جـریب پر ایک درھـم اور ایک قفیز ، اور فی کس دو درھم بھی ان پر (بطور جزیہ) مقرر کر دوں تو اس سے ان پر کوئی مشکل نہیں پڑے گی نہ ھی وہ گرانبار ھوں گے ۔ راوی کہتے ھیں کہ اس وقت جزیہ کی رقم اڑتالیس تھی تو حضرت عمرؓ نے اسے بڑھا کر پچاس کر دی ۔

جزیہ کی کوئی حد مقرر نہیں تاھم استطاعت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے

(۱۰۶) عمرو بن میمون کہتے ھیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو ان کی شہادت سے چار روز قبل ان کے اونٹ پر کھڑا دیکھا تھا ، وہ

marfat.com

Marfat.com

حذیفته بن الیمانؓ اور عثمان بن حنیفؓ سے کہہ رہے تھے "تم دونوں اپنے علاقوں کے حالات کا بغور مطالعہ کرو۔ خبردار ! کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تم زمینداروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بار ڈال دو"۔ اس پر عثمان نے کہا "میں نے جو کچھ ان پر مقرر کر رکھا ہے اگر میں اسے دو چند بھی کر دوں تب بھی وہ اس کے متحمل ہو سکیں گے"۔ حذیفہؓ نے کہا "میں نے ان پر جو کچھ مقرر کیا ہے اس میں ان کے لئے بڑی گنجائش ہے"۔ بعد ازاں راوی نے حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ابو عبیدؒ :۔ جزیہ و خراج کی وصولی کے بارے میں یہی ہمارا مسلک ہے ، یعنی جزیہ و خراج ذمیوں کی طاقت برداشت کے مطابق مقرر کیا جائے گا ۔ اس طرح کہ نہ تو ذمیوں پر بار ڈالا جائے گا نہ مسلمانوں کے فیٔ کو خسارہ میں رکھا جائے گا ۔ جزیہ و خراج (کی رقم) کے بارے میں کوئی مقررہ حد (اور معین مقدار) نہیں ہے ۔ آپ پچھلے صفحات میں ہماری بیان کردہ وہ احادیث دیکھ چکے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت معاذؓ کے نام مکتوب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے ہر بالغ پر ایک دینار مقرر فرمایا تھا ۔

ایک دینار ، دس یا بارہ درہم کے مساوی تھا

اس وقت ایک دینار کی قیمت دس یا بارہ درہم تھی ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ یہ رقم اس مقدار سے کم ہے جو حضرت عمرؓ نے اہل شام و اہل کوفہ پر مقرر کی تھی ۔

حضرت عمرؓ کے اس عمل کی توجیہ یہی کی جائے گی کہ انہوں نے ان (ذمیوں) کی آسودگی اور طاقت برداشت کا اندازہ لگا کر ہی اس رقم میں اضافہ کیا تھا ، چنانچہ ایسی ہی ایک توجیہ مجاہدؒ سے بھی مروی ہے :۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۰۷) ابن ابی نجیح کہتے ہیں کہ میں نے مجاہدؒ سے دریافت کیا کہ حضرت عمرؓ نے شامیوں پر یمنیوں سے زیادہ جزیہ کیوں مقرر کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا تھا۔ (شامیوں کی) خوش حالی و آسودگی کی وجہ سے۔"

ابو عبیدؒ :۔ حسن بن صالح وغیرہ سے مروی ہے کہ یہ لوگ حضرت عمرؓ کے معینہ جزیہ سے زیادہ جزیہ مقرر کرنا روا نہیں سمجھتے تھے، خواہ ذمی اس سے زیادہ دینے کی طاقت رکھتے ہوں۔ اور دوسری طرف ان لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ اگر ذمی (حضرت عمرؓ کی) یہ مقررہ رقم ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس میں کمی کی جا سکتی ہے۔

لیکن ہمارا پسندیدہ مسلک یہ ہے کہ جس طرح (جزیہ کی) اس رقم میں کمی کی جا سکتی ہے اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقررہ مقدار میں اضافہ کیا، نہ صرف یہ بلکہ خود اپنی مقررہ مقدار میں بھی جو اڑتالیس تھی اضافہ کر کے پچاس کر دیا۔

عدم استطاعت پر جزیہ معاف ہو سکتا ہے

اسی طرح اگر کوئی (ذمی) کسی وقت ایک دینار ادا کرنے کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو اس سے یہ بھی کم کر دیا جائے گا۔ حتی کہ خود حضرت عمرؓ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے ایک بوڑھے ذمی کے پاس سے گذرنے پر جو دربدر بھیک مانگ رہا تھا بیت المال سے اس کا وظیفہ جاری کر دیا تھا (۲)۔ اور ان کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی ایسا ہی کیا تھا)۔

(۱۰۸) ابو جعفر جسر کہتے ہیں " ہمیں عمر بن عبدالعزیزؒ کا خط سنایا گیا جس میں حضرت عمر بن الخطاب کا یہ واقعہ مذکور تھا۔"

marfat.com

Marfat.com

ابو عبیدؒ :۔ اگر حضرت عمرؓ یہ جان لیتے کہ جزیہ کے تعین کے بارے میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مقررہ و معینہ سنت ہے تو وہ اس سے تجاوز کر کے قطعاً کوئی دوسری مقدار متعین نہ کرتے ۔

عمر بن عبدالعزیزؒ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے کہ جو ذمی طاقت رکھتا ہو اس پر جزیہ کی رقم میں اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

(۱۰۹) صفوان بن عمرو کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے الدیارات کے راہبوں پر فی راہب دو دینار جزیہ مقرر کیا ۔

ابو عبیدؒ:۔ میرا خیال ہے کہ عمرؒ نے یہ کچھ اسی وقت کیا ہو گا جبکہ انھیں راہبوں کی استطاعت کا علم ہو چکا ہو گا اور انھوں نے یہ اندازہ لگا لیا ہو گا کہ ان کے ہم مذہب (اور ان کے مرید) جس طرح ان کی دیگر تمام ضروریات زندگی کے متکفل ہو رہے ہیں ان کی خاطر جزیہ کا یہ بار بھی برداشت کر لیں گے ۔

حوالہ جات

۱ ۔ یہاں اصل کتاب میں سہویا طباعت کی غلطی ہے ۔ ,,مد،، زیادہ سے زیادہ تین پاؤ کا چھوٹا پیمانہ ہے ۔ اس لحاظ سے ڈیڑھ سیر غلہ کسی طرح بھی ایک شخص کی ماہانہ خوراک کے لئے کافی نہ ہو گا، جبکہ آگے مصر والوں کے لئے ماہانہ خوراک کے لئے ایک اردب مقرر کیا گیا ہے جو چھیانوے مد کا ہوتا ہے ۔ دراصل یہاں مد کے بجائے ,,مدی،، پیمانہ ہے جو ۴۸ مد کا ہوتا ہے اور ,,دومدی،، ۹٦ مد کے برابر ہو جائیں گے ۔ (مترجم)

۲ ۔ اس واقعہ کی تفصیل نمبر ۱۱۹ میں دیکھئے ۔

۳ ۔ یہ نجف میں راہبوں کی خانقا ہیں تھیں ۔

marfat.com
Marfat.com

باب ۷

جزیہ و خراج کی وصولی

اس ضمن میں ذمیوں سے نرمی برتنے کا حکم اور سختی کرنے کی ممانعت

(۱۱۰) ہشام بن حکیم بن حزام ، فلسطین میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گذرے جن سے جزیہ وصول کرنے میں سختی کی جا رہی تھی اور سزا دی جا رہی تھی اس پر ہشام نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے : "قیامت کے دن اللہ ان لوگوں کو تکلیف دہ سزا دے گا جو دنیا میں لوگوں کو سخت سزائیں دیتے ہیں ۔"

(۱۱۱) عروۃ بن الزبیر کہتے ہیں کہ عیاض بن غنم نے نبطیوں کو جزیہ کے سلسلہ میں سزا پاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے جزیہ وصول کرنے والے سے کہا "بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے " اللہ تبارک و تعالی قیامت کے دن ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں ۔"

(۱۱۲) ایک دوسری سند کی رو سے رسول اللہ کی یہ حدیث عیاض بن غنم کو ہشام بن حکیم نے پہنچائی ۔

(۱۱۳) شریح بن عبید کہتے ہیں کہ جب ہشام بن حکیم نے عیاض بن غنم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی تو انہوں نے کہا "جو کچھ تم نے سنا ہے وہ میں بھی سن چکا ہوں اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہ میں بھی دیکھ چکا ہوں ۔ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا: "جو کسی

marfat.com
Marfat.com

بااقتدار شخص کو کچھ نصیحت کرنا چاہے تو وہ برسر عام اسے نصیحت نہ کرنے لگے بلکہ اسے چاہیے کہ اس حاکم (یا افسر) کا ہاتھ پکڑ کر اسے خلوت میں لے جائے ، پھر اگر وہ اس کی نصیحت قبول کرے تو فبہاور نہ اس نے اپنا نصیحت کرنے کا فریضہ انجام دے دیا ۔،

(۱۱۴) جبرین نفیر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کے پاس کثیر مال (۱) آیا تو انہوں نے کہا ،،میں سمجھتا ہوں (کہ اتنا کثیر مال حاصل کرنے میں) تم نے لوگوں پر بے جا دباؤ ڈال کر انہیں تباہ کر دیا ہو گا ،، اس پر وہ (مال لانے والے) بولے: ،،نہیں ، اللہ کی قسم ہم نے ان کی سہولت اور خوش دلی کے ساتھ یہ کچھ ان سے وصول کیا ہے۔،، حضرت عمرؓ نے دریافت کیا ،،؟ بغیر کوڑے مارے اور بغیر لٹکائے ؟ انہوں نے کہا ،، جی ہاں،، اس پر حضرت عمرؓ نے کہا ،،الحمداللہ، جس نے مجھے اور میرے دور حکومت کو رعایا پر مظالم و تشدد سے محفوظ رکھا ۔،،

(۱۱۵) سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ سعید بن عامر بن حذیمؓ (۲) حضرت عمر بن الخطاب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان پر کوڑا اٹھایا ۔ اس پر سعیدؓ نے کہا ،،آپ تو بات سے پہلے ہی سزا دینے لگے۔ بہرحال اگر آپ سزا دیں گے تو ہم صبر کریں گے۔ اگر آپ معاف کر دیں گے تو ہم شکر گذار ہوں گے ، اور اگر آپ کو ہم سے کوئی شکایت ہو جائے تو ہم اس شکایت کے ازالہ کی کوشش کریں گے۔،، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا : ،، بس یہی مسلمان کا فریضہ ہے ۔ اب بتاؤ تم نے خراج کی رقم داخل کرنے میں اتنی دیر کیوں لگائی ؟،، انہوں نے جواب دیا : ،، آپ نے ہمیں حکم دے رکھا ہے کہ کاشتکاروں سے چار دینار سے زائد نہ وصول کریں ۔ چنانچہ ہم

marfat.com
Marfat.com

بھی اس سے زیادہ کا ان سے مطالبہ نہیں کرتے ۔ البتہ ہم نے انہیں فصلیں کٹنے تک مہلت دے دی ھے » ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: «جب تک میں زندہ ھوں تمہیں اس عہدہ سے معزول نہیں کرونگا»۔

ابو مسہر کہتے ھیں : « اس کے سوا شام والوں کی خراج سے متعلق کوئی اور روایت مذکور نہیں ھے ۔

ابو عبیدؒ :۔ ھمارا خیال ھے کہ فصل کی کٹائی تک مہلت صرف ان کی سہولت اور آسانی کے پیش نظر دی گئی تھی ۔ خراج و جزیہ کی وصولی کے سلسلہ میں کسی خاص وقت کا تعین اس روایت کے سوا ھم نے کہیں اور نہیں سنا ۔

رقم وصول کرنے کے لئے ضرورت کی اشیاء فروخت کرانے سے گریز

(١١٦) حضرت علیؓ نے ایک شخص کو عکبری (٣) کے علاقہ کا عامل بنایا تو برسر مجمع انہیں ھدایت کی کہ ان لوگوں سے خراج کا ایک درھم بھی نہ چھوڑنا ۔ اور اس بارے میں شدید الفاظ استعمال کئے ۔ پھر اس شخص سے کہا « دوپہر کو مجھ سے مل لینا » ۔ چنانچہ جب وہ ان کے پاس پہنچا تو حضرت علیؓ نے کہا «میں نے تمہیں جو حکم دیا تھا اب اس میں اضافہ کرتے ھوئے ھدایت کرتا ھوں اگر میری نافرمانی کی تو تمہیں برخواست کروں گا ۔ دیکھو خراج وصول کرنے کے لئے نہ تو ان کا گدھا فروخت کرنا اور نہ گائے بیل ، نہ ان کی گرمی کی پوشاک بیچنا نہ سردی کے کپڑے ، ان سے نرمی برتنا اور حتی الامکان ان کی سہولت مدنظر رکھنا»۔

(١١٧) عنترہ کہتے ھیں کہ حضرت علیؓ ھر کاریگر سے جزیہ لیا کرتے تھے ۔ سوئی والے سے سوئیاں لیتے ۔ سان والے سے سان ۔ رسی

marfat.com
Marfat.com

والے سے رسی - پھر قبائل کے سرداروں کو بلاتے اور انھیں سونا چاندی دے دیتے جسے وہ آپس میں تقسیم کر لیتے - پھر حضرت علیؓ ان سے کہتے "یہ (دوسرا جمع شدہ مال) بھی لے کر باھم تقسیم کرلو" تو وہ کہتے "ھمیں اس کی ضرورت نہیں ھے" اس پر وہ کہتے "تم نے عمدہ مال تو لے لیا اور برا مال میرے پاس چھوڑ دیا - ایسا نہیں ھو سکتا تمہیں یہ بھی اٹھانا پڑے گا"

ابو عبیدؒ :- حضرت علیؓ ذمیوں کے ساتھ ایسا سلوک ان کی سہولت اور ان کے ساتھ نرمی کی وجہ سے کرتے تھے- وہ کرتے یہ تھے کہ ان پر جزیہ کی جو رقم واجب ھوتی وہ ان سے اس کی قیمت کا وہ سامان خرید لیتے تھے جو ان کے پاس موجود ھوتا اور انھیں اسے فروخت کر کے نقد رقم ادا کرنے پر مجبور نہ کرتے- ان کا یہ عمل حضرت معاذؓ کے اس قول کے مطابق ھے جو انھوں نے یمن میں کہا تھا کہ تم لوگ میرے پاس (نقد) زکوۃ کی جگہ (اپنے علاقہ کے بنے ھوئے) کپڑے اور چادریں لے آؤ تو میں انھیں تمہاری طرف سے زکوۃ کے عوض قبول کر لوں گا - یہ صورت تمہارے لئے زیادہ آسان ھے اور مدینہ کے مہاجرین کے لئے مفیدتر ھے- یہی حضرت عمرؓ کا طریق کار تھا - چنانچہ وہ بھی جزیہ میں نقدی کے بجائے اونٹ لے لیا کرتے تھے -

(١١٨) اسلم کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس بکثرت مویشی جزیہ کے مویشیوں میں آتے تھے-

ابو عبیدؒ :- خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی حضرات عمرؓ و علیؓ و معاذؓ کے اس عمل کو تقویت پہنچتی ھے اس لئے کہ حضورؐ نے اھل یمن کو جو مکتوب گرامی لکھا تھا اس میں درج تھا : ھر بالغ سے ایک دینار یا اس کے مساوی قیمت کی یمنی (معافری) چادریں لی جائیں"

marfat.com
Marfat.com

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ آپؐ نے ان سے نقد دینار کے عوض معافری کپڑے لے لئے تھے۔ یہ کچھ ذمیوں کو سہولت اور آسانی پہنچانے کے لئے کیا گیا تھا، تاکہ ان کے سامان میں سے کوئی چیز نقصان سے نہ بکے۔ بلکہ جزیہ کی مقررہ قیمت کے عوض ان سے وہ سامان لے لیا جائے جو وہ آسانی سے دے سکیں۔ یہی مطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کا ہے: ”یا اس کے مساوی قیمت کی معافری چادریں لی جائیں“۔

کمزور اور کمائی سے لاچار ذمیوں کا بیت المال سے وظیفہ

(۱۱۹) ابو جعفر جسر کہتے ہیں ۔ میں نے عمر بن عبدالعزیز کا وہ خط دیکھا جو انہوں نے عدی بن ارطاۃ کو بھیجا تھا۔ یہ خط بصرہ میں ہمیں پڑھ کر سنایا گیا تھا۔ اس کی عبارت یہ تھی:- ” . . . . . اما بعد۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے جزیہ لینے کا جو حکم دیا ہے وہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اسلام قبول کرنے سے گریز کر کے سرکشی اور کھلے خسارہ کو منظور کرتے ہوئے کفر اختیار کرتے ہیں۔ لہذا تم ان میں سے جو جزیہ کا بار اُٹھانے کی طاقت رکھتا ہے اس پر جزیہ لگا دو۔ انہیں زمین آباد کرنے میں آزاد چھوڑ دو۔ کیونکہ اس میں ایک طرف تو مسلمانوں کا معاشی مفاد ہے اور دوسری طرف انہیں اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں قوت حاصل ہو گی۔ اور دیکھو تمہارے علاقہ میں جو عمر رسیدہ ، کمزور اور کمائی سے لاچار ذمی ہوں ان کا بیت المال سے مناسب و حسب ضرورت وظیفہ مقرر کر دو اور اگر کسی مسلمان کا غلام بوڑھا ہو گیا ہو، اس کی قوتیں جواب دے چکی ہوں اور وہ کسب معاش کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس مسلمان آقا کا فرض ہے کہ وہ اس کی گذر بسر کا بندوبست کر دے تاآنکہ موت یا آزادی ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیں۔

marfat.com

Marfat.com

میں نے یہ فیصلہ اس لئے کیا ہے کہ مجھے امیر المومنین حضرت عمرؓ کے متعلق یہ اطلاع ملی ہے کہ وہ ایک ایسے بوڑھے ذمی کے پاس سے گذرے جو دربدر لوگوں سے بھیک مانگ رہا تھا تو انھوں نے کہا,,ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا، تیری جوانی میں تو ہم تجھ سے جزیہ وصول کرتے رہے ۔ پھر بڑھاپے میں تجھے اس طرح در در کا بھکاری بنا کر چھوڑ دیا۔ چنانچہ انھوں نے بیت المال سے اس کے لئے اس کی ضرورت کے مطابق وظیفہ جاری کر دیا ۔

(۱۲۰) سلیمان جعفی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے عبدالحمید بن عبدالرحمن کے نام ایک خط لکھا جس کا متن درج ذیل ہے : ۔

السلام علیکم ۔ امابعد ۔ مجھے معلوم ہے کہ اہل کوفہ کو نااہل و بدکردار عاملین کی بدنظمی نیز غلط اور گندے قوانین کی تنفیذ کے باعث ظلم و جور اور تشدد و ابتلاء سے گذرنا پڑا ہے، حالانکہ دین کا سب سے پہلا اور بنیادی اصول عدل و احسان ہے تمہیں سب سے زیادہ فکر یہ ہونی چاہئیے کہ اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت پر آمادہ کرتے رہو ۔ اور جان لو کہ گناہ میں سے کچھ بھی تھوڑا نہیں ہوتا ۔ اور میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ ان کی زمینوں کی پیمائش اور ان کی پیداوار کا اندازہ لگا لو ۔ بنجر زمین کا بار آباد پر اور آباد کا بنجر پر نہ ڈالو ۔ غیر آباد زمین سے اتنا ہی لو جتنے کی وہ متحمل ہو سکے ۔ اسی طرح آباد زمین سے صرف مقررہ خراج لو ۔ اور یہ سب کچھ نرمی سے اور زمین کے مالکوں کی آبادکاری ملحوظ رکھتے ہوئے ہونا چاہئیے ۔

اور میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ خراج میں وہی دراہم لو جن (کے دس درھموں) کا وزن سات (مثقال) ہو ۔ اُن میں کوئی خرابی نہ

marfat.com
Marfat.com

ہو۔ اس (خراج) میں نہ ٹھپہ لگانے والوں کی اُجرتیں شامل ہوں ، نہ چاندی کے پگھلانے کا معاوضہ ، نہ نو روز و مہرجان کا ھدیہ ، نہ مصحف (قرآن) کی قیمت، نہ مکانات کے کرائے۔ نہ دراھم نکاح ۔ زمین کے مالکوں میں سے جو بھی اسلام قبول کر لے اس سے خراج نہیں لیا جائے گا۔

ان امــور میں میری ھدایات کی پابندی کرو۔ اس ضمن میں اللہ تعالی نے مجھے جو اختیارات دئے ہیں وہ میں تمہیں سونپ رہا ہوں۔ اور دیکھو قطع (ید) یا سولی کی سزا کو نافذ کرنے سے پہلے مجھ سے مراجعت کر لینا ۔ اور ذریت میں سے جو حج کرنـا چاہے تو اسے پیشگی سامان سفر کے لئے سو (درھم) دے دیا کرو۔ والسلام علیکم۔

عبدالرحمن کہتے ہیں (کہ مذکورہ بالا خط میں) دراھم نکاح سے مراد ہے طوائفوں کی کمائی، ان طوائفوں سے خراج لیا جاتا تھا۔ اور ذریت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے ناموں کا اندراج وظائف پانے والوں کے رجسٹر میں نہ ہو ۔

حوالہ جات

۱۔ ابو عبید کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ راوی نے صرف کثیر مال نہیں بلکہ جزیہ کا کثیر مال کہا تھا۔

۲۔ یہ صحابی ہیں اور ۲۰ ھ میں وفات پائی حمص پروالی تھے ۔

۳۔ ایک علاقہ جو بغداد سے دس فرسخ پر واقع تھا۔ (معجم البلدان)

marfat.com

Marfat.com

باب ۸

ذمی کے اسلام قبول کرنے یا جزیہ ادا کئے بغیر مرنے پر ادائی جزیہ کی صورت

اسلام قبول کر لینے کے بعد جزیہ باقی نہیں رہتا

(۱۲۱) ابو ابوظبیانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ۔ ,, کسی مسلمان پر جزیہ واجب الادا نہیں۔"

ابو عبیدؒ: ۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ذمی جس پر جزیہ واجب ہو چکا ہو سال کے آخر میں اسلام قبول کر لے تو اسلام لے آنے سے اس کے ذمہ واجب الادا جزیہ معاف ہو جائے گا اور وہ جزیہ اس سے وصول نہیں کیا جائے گا ۔ اس لئے کہ مسلمان جزیہ نہیں ادا کرتا ۔ اور نہ جزیہ اس پر قرض رہتا ہے۔ اسی طرح اسلام لے آنے کے بعد اب جو زندگی وہ شروع کر رہا ہے اس میں بھی اس سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ ذیل میں حضرات عمرؓ و علیؓ و عمر بن عبدالعزیز سے مروی آثار اس مضمون کی تائید کر رہے ہیں:

(۱۲۲) عبیداللہ بن رواحہ کہتے ہیں کہ میں مقام "سلسلہ" میں مسروق کے ساتھ تھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ عجمیوں میں سے ایک شخص نے اسلام قبول کر لیا اور اس سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ وہ شخص حضرت عمرؓ ابن الخطابؓ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی : "یا امیر المومنین ! میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ پھر بھی مجھ سے جزیہ لیا جا رہا ہے؟" حضرت عمرؓ نے کہا "ہو سکتا ہے کہ تم جزیہ سے بچنے کے لئے مسلمان ہو گئے ہو؟" اُس شخص نے کہا "تو کیا

marfat.com
Marfat.com

اسلام مجھے اس سے نجات نہیں دلا سکتا؟، حضرت عمرؓ نے کہا „کیوں نہیں"۔ پھر حضرت عمرؓ نے اسے پروانہ لکھ دیا کہ اس سے جزیہ وصول نہ کیا جائے۔

خراج کی زمین اسلامی ریاست کی ملکیت ھے

(۱۲۳) زبیر بن عدی کہتے ھیں کہ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں ایک زمیندار نے اسلام قبول کر لیا تو حضرت علیؓ نے اس سے کہا „اگر تم اپنے علاقہ میں اپنی زمین پر ھی اقامت رکھو گے تو ھم تم سے جزیہ معاف کر دیں گے لیکن تمہاری زمین سے خراج لیتے رھیں گے۔ اور اگر تم اپنی زمین چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ھو جاؤ گے تو ھم اس زمین کے زیادہ حق دار ھوں گے (یعنی وہ اسلامی ریاست کی ملکیت رھے گی)

(۱۲۴) محمد بن عبیداللہ الثقفی کہتے ھیں کہ ایک زمیندار نے اسلام قبول کر لیا اور وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچا ، تو حضرت علیؓ نے اس سے کہا: „تمہارے اوپر اب جزیہ تو واجب نہیں البتہ تمہاری زمین ھماری ھو گئی " ۔

علامات اسلام

(۱۲۵) حمید کہتے ھیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے تحریر فرمایا تھا: „ جو ھماری طرح کلمہ شہادت کی گواھی دے، ھمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ختنہ کرا لے ، تو اس سے جزیہ وصول نہ کرو"

شروع سال یا آخر سال میں اسلام لانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا

ابو عبید : ۔ ائمہ ھدی کے بالتواتر یہ مروی آثار اس بات کی واضح دلیل ھیں کہ اسلام قبول کر لینے والے سے جزیہ نہیں لیا جائیگا، ان حضرات نے اس بارے میں شروع سال یا آخر سال کی کوئی قید نہیں لگائی ۔ ان وجوہ کی بناء پر ھمارا فیصلہ یہی ھے کہ

marfat.com

Marfat.com

اسلام اپنے سے پہلے کے بقیہ جزیہ کو ساقط کر دیتا ہے۔

لوگوں کو عہداموی میں ان روایات و آثار کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس دور کے حکام یا بعض حکام کے بارے میں یہ مروی ہے کہ وہ اسلام لانے والوں سے بھی جزیہ وصول کرتے رہتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ جزیہ اس ٹیکس کی حیثیت رکھتا ہے جو غلاموں پر عائد کیا جاتا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ غلام کے اسلام قبول کر لینے سے اس پر عائد شدہ ٹیکس معاف نہیں ہو جاتا ۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دینی فقہاء (قراء) نے بنوامیہ کے خلاف بغاوت کو جائز قرار دے دیا تھا۔

عہد اموی میں مسلمانوں سے جزیہ لینے کی غلطی

یزید بن ابی حبیب کی مندرجہ ذیل روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنوامیہ مسلمان ہونے کے بعد بھی لوگوں سے جزیہ وصول کرتے تھے:

(۱۲۶) یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں : "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس امت مسلمہ نے جو بدترین کام کئے ہیں وہ تین ہیں (۱) حضرت عثمانؓ کا قتل (۲) کعبہ شریفہ کو آگ لگانا اور (۳) مسلمانوں سے جزیہ وصول کرنا ۔

ابو عبید : ۔ یہ ہیں وہ روایات جو اسلام لانے کے بعد ذمی سے جزیہ کی وصولی کے بارے میں ہم تک پہنچی ہیں۔

رہا ذمی کا سال کے آخری حصہ میں مرنے پر اس سے جزیہ کی وصولی کا مسئلہ سو اس بارے میں اختلاف ہے :۔

مرنے والے ذمی پر واجب الادا جزیہ اُس کے پسماندگان سے وصول کرنے پر اختلاف

(۱۲۷) عبدالرحمن بن جنادہ جو حیان بن سریج کے سکرٹری تھے کہتے ہیں کہ حیان نے مجھے عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیجا

marfat.com
Marfat.com

اور ان کی خدمت میں تحریری طور پر اس مضمون کا استفتاء بھجوایا:

„کیا مرنے والے قبطیوں کا جزیہ ان کے زندہ وارثوں سے وصول کیا جائے گا ؟“ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ مسئلہ عبدالرحمن کی موجودگی میں عراک بن مالک سے دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا: „میں نے ان کے لئے کسی قسم کے عہد و پیمان کا نہیں سنا۔ یہ لوگ بزور و قوت مغلوب ہوئے ہیں۔ ان کی حیثیت شکار کی سی ہے۔“ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حیان ابن سریج کو جواباً یہ ہدایت نامہ جاری کیا کہ مرنے والوں پر واجب ہونے والا جزیہ ان کے پس ماندگان سے وصول کیا جائے۔“

ابن عفیر کہتے ہیں کہ حیان مصر میں عمر بن عبدالعزیز کے والی (گورنر) تھے۔

ابو عبید: ۔ لیکن ایک دوسری سند سے معقل بن عبیداللہ عمر بن عبدالعزیز ہی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا :

„ جو مر جائے یا بھاگ جائے اس پر جزیہ نہیں لگایا جائے گا۔“ مطلب یہ ہے کہ مرنے والے کا جزیہ اس کے بعد اس کے وارثوں سے نہیں لیا جائے گا گویا مرنے والے پر واجب الاداء جزیہ بمنزلہ قرض نہیں شمار ہو گا۔ اس طرح بھاگنے والے کے گھر والوں سے اس بھاگنے والے پر واجب شدہ جزیہ نہیں لیا جائے گا، اس لئے کہ ان گھر والوں سے اس بارے مین کوئی ضمانت نہیں لی گئی تھی ۔

★

marfat.com
Marfat.com

باب : ۹

جزیہ میں شراب و خنزیر لینا

جزیہ کی رقم کے عوض سؤر یا شراب لینے کی کراہت

(۱۲۸) سدید بن غفلہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کو جب یہ اطلاع ملی کہ لوگ جزیہ میں سؤر لے رہے ہیں اور حضرت بلالؓ نے کھڑے ہو کر کہا: "واقعی لوگ ایسا کر رہے ہیں ـ" تو حضرت عمرؓ بن الخطاب نے کہا : "ایسا نہ کرو، بلکہ ان کی فروخت کا کام انہی (ذمیوں) کے حوالہ کر دو"

(۱۲۹) حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ بن الخطاب سے کہا کہ آپ کے عاملین خـراج میں سؤر اور شراب وصول کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا: "تم ان سے یہ چیزیں نہ لو، ان کی فروخت کی ذمہ داری ان (ذمیوں) پر ہی ڈال دو، اور تم (ان چیزوں کے عوض) نقد قیمت وصول کرو (۱) ـ"

ابو عبید : ـ مطلب یہ ہے کہ مسلمان ذمیوں سے اُن کے افراد پر عائد شدہ جزیہ اور اُن کی زمینوں پر عائد شدہ خراج کے عوض اس کے مساوی قیمت کی شراب اور سؤر لے لیا کرتے تھے، پھر مسلمان انہیں فروخت کر کے نقد رقم بنا لیتے تھے۔ ان کے اس عمل کو حضرت بلالؓ نے ناپسند کیا اور اسی سے حضرت عمرؓ نے منع کیا، لیکن بعد میں حضرت عمرؓ نے ایسا کرنے کی اجازت اس شرط پر دے دی کہ ذمی انہیں فروخت کر کے ان کی قیمت ادا کرنے کی ضمانت لے لیں ـ اس لئے کہ شراب اور خنزیر ذمیوں کے اموال کا ایک حصہ ہیں ـ اگرچہ وہ مسلمانوں کے لئے مال کی حیثیت نہیں رکھتے۔

اس مسئلہ کو حضرت عمرؓ کی ایک اور حدیث بیان کر رہی ہے ـ

marfat.com
Marfat.com

(۱۳۰) لیث بن ابی سلیم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عاملین کے نام فرمان جاری کیا کہ سوروں کو قتل کر دو۔ اور ان کی قیمتیں اہل جزیہ سے ان کے جزیہ میں کاٹ لو۔

ابو عبید :۔ حضرت عمرؓ کا سوروں کو جزیہ کے عوض لینے کا حکم بتا رہا ہے کہ وہ ان چیزوں کو ان (ذمیوں) کے مال کا ایک حصہ تصور کرتے تھے۔

اس ضمن میں چنگی اور جزیہ و خراج میں فرق

لیکن اگر ذمی شراب یا سور لے کر عشر (یا چنگی) وصول کرنے والے کارندہ کے پاس سے گذرے تو اس کارندہ کے لئے یہ مستحسن نہیں کہ وہ بجائے نقد عشر وصول کرنے کے ان چیزوں کے دس حصہ کر کے ان میں سے دسواں حصہ لے ۔ خواہ ذمی اس کو فروخت کرنے کی ذمہ داری کیوں نہ لے لے ۔

ابو عبید :۔ ہمارے خیال میں اس مسئلہ کا پہلے مسئلہ سے نہ تعلق ہے نہ مشابہت، اس لئے کہ وہ ایک ایسا حق تھا جو ان کے افراد اور ان کی زمینوں پر واجب ہوا تھا۔ لیکن یہاں عشر (چنگی) خود شراب اور سوروں پر لگایا جا رہا ہے ۔ حالانکہ ان کی طرح ان کی قیمت بھی ناپسندیدہ اور ناروا ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”بلاشبہ اللہ تعالی جب کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام ہو جاتی ہے“۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ انہوں نے موخر الذکر مسئلہ میں اول الذکر مسئلہ سے جداگانہ فتوی دیا ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بھی ایسا ہی قول منقول ہے :

حرام چیزوں پر چنگی لینے میں اختلاف

(۱۳۱) عبداللہ بن ہبیرہ سبائی سے روایت ہے کہ عتبہ بن فرقد نے

marfat.com

Marfat.com

حضرت عمرؓ بن الخطاب کو شراب کا ٹیکس وصول کر کے چالیس هزار درهم بهیجے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انهیں لکها: ,,تم نے مجهے شراب کا ٹیکس بهیج دیا ۔ حالانکه مهاجرین کے مقابله میں تم اس کے زیاده حق دار تهے۔ پهر انهوں نے لوگوں کو یه بات بتائی اور کہا: ,,بخدا ! اس کے بعد میں تمهیں کسی چیز کی خدمت کے لئے بهی مامور نه کروں گا،، راوی کہتا هے که پهر حضرت عمرؓ نے انهیں رهنے دیا۔

(۱۳۲) مثنی بن سعید ضبعی راوی هیں که عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاة کو لکها: ,,مجهے اپنے پاس آنے والے امــوال کے بچ رهنے والے حصه کے متعلق مطلع کرو که وه کہاں سے آیا؟،، چنانچه انهوں نے اس کے جواب میں مختلف اصناف سے وصول هونے والی آمدنیوں کی تفصیلی فهرست انهیں لکهـ بهیجی اپنے اس مکتوب میں انهوں نے یه بهی لکها تها۔ ,, شراب کے عشر سے چار هزار درهم وصول هوئے،، کچهـ مدت بعد اس کے جواب میں حضرت عمرؓ کی یه تحریر آئی: ,,تم نے اپنے خط میں مجهے شراب کے ٹیکس میں چار هزار درهم کی وصولی کا لکها۔ حالانکه مسلمان نه شراب کا ٹیکس (عشور) وصول کرتا هے نه اسے پیتا هے اور نه بیچتا هے۔ لهذا جب میرا یه خط تمهیں ملے تو اس شخص کو بلاؤ (جس سے یه ٹیکس وصول کیا گیا هے) اور یه رقم اسے واپس کر دو که وه اس کا زیاده مستحق هے۔ چنانچه انهوں نے اس شخص کو بلایا اور اسے وه چار هزار درهم واپس کئے گئے۔ اور عدی نے کہا ,, میں اپنے اس عمل کی خدا سے معافی چاهتا هوں ۔ بلاشبه مجهے اس بارے میں کوئی معلومات نه تهی ،، ۔

ابو عبید: ۔ همارے نزدیک اسی فیصله پر عمل جاری هے ۔ اگرچه ابراهیم نخعی نے اس کے خلاف بهی کہا هے: ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۳۳) حماد راوی ھیں کہ ابراھیم نخعی سے اس ذمی کے متعلق جو شراب لے کر عشر (چنگی) وصول کرنے والے کارندہ کے پاس آئے دریافت کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا ” اس سے دو چند عشور (چنگی) وصول کی جائے گی “ ۔

ابو عبید:۔ امام ابو حنیفہ کہتے تھے : اگر عشر وصول کرنے والے کے پاس ذمی شراب اور سور لے کر آئے تو وہ شراب کا دسواں حصہ وصول کرے گا لیکن سوروں کا دسواں حصہ نہیں لے گا ۔ میں نے امام ابو حنیفہ کا یہ قول محمد بن الحسن کو بیان کرتے سنا ھے۔

بہرحال ھمارے نزدیک دو خلیفہ حضرت عمر بن الخطابؓ اور عمر بن عبدالعزیز اتباع کے زیادہ مستحق ھیں اور ان کا فیصلہ یہی تھا کہ شراب پر بھی عشر نہ وصول کیا جائے ۔

★

حوالہ جات

مسلمانوں کے نزدیک حرام اشیاء چونکہ غیر مسلموں کا مال ھوتی ھیں لہذا انھیں ذمیوں کی اس ضمانت پر کہ وہ اسے فروخت کر کے نقد دلادیں گے ، رقم کی جگہ قبول کیا جا سکتا ھے۔ اس قسم کے فیصلے انتظامی حیثیت رکھتے ھیں جو حکومت کی پالیسی کے مطابق بدلتے رہتے ھیں۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۱۰

وصولی جزیه کا طریقه ـ ذمیوں کا شناختی لباس

هر گاؤں میں جزیه وصول کرنے کے لئے زمیندار

(۱۳۴) میمون بن مہران راوی هیں که حضرت عمرؓ بن الخطاب نے حذیفة بن الیمان اور سهل بن حنیف (۱) کو سواد (عراق) بھیجا ـ تو ان دونوں نے جزیه متعین کرتے هوئے باشندگان سواد میں زمینیں تقسیم کر دیں ـ پھر انهوں نے اعلان کیا که جو ذمی همارے پاس آ کر اپنی گردن پر مہر نهیں لگوائے گا تو هم اس سے بری الذمه هوں گے ـ چنانچه ذمی جمع هو گئے ـ ابتداء میں جب انهیں فتح کیا گیا تھا تو ان کے دلوں میں مسلمانوں کی هیبت بیٹھی هوئی تھی ـ چنانچه ان کی گردنوں پر مہریں لگائی گئیں ـ بعد ازاں انهوں نے فی کس ماهانه چار درهم جزیه متعین کیا ـ پھر انهوں نے بستی کے باشندوں اور ان کی جزیه کی رقم کا حساب لگایا اور هر بستی کے زمیندار کو اس کے ذمه جزیه کی واجب الادا رقم بتا دی ـ پھر ان سے کہا که اب جاؤ اور اس رقم کو اپنی اپنی آبادی میں تقسیم کر لو راوی کہتا هے که ان (عاملین) کا دستور یه تھا که وه تمام گاؤں والوں کے ذمه واجب الادا جزیه کا ذمه دار اس گاؤں کے زمیندار کو بناتے اور اسی سے وه رقم وصول کرتے تھے ـ

مسلمانوں اور ذمیوں کی وضع و قطع میں تمیز پیدا کرنا

(۱۳۵) ابو وائل کہتے هیں که حذیفه نے مدائن میں اپنا سر منڈایا اور کہا : ,,چونکه میں خراج یا جزیه (۲) ادا نهیں کرتا اس لئے میں نے اپنا سر مونڈ لیا هے،، اس عمل سے زمینداروں کو ڈرانا مقصود تھا ـ

marfat.com
Marfat.com

وہ کہتے تھے: ,, جو خراج ادا نہیں کرے گا اس کا سر مونڈ دیا جائے گا،،

شعبہ کہتے ہیں کہ سر منڈانا ان لوگوں میں نہایت درجہ ناپسندیدہ کام بلکہ مثلہ (۳) کی طرح معیوب سمجھا جاتا تھا۔

(۱۳٦) اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے لشکروں کے جرنیلوں کے نام فرمان جاری کیا تھا کہ ذمیوں کی گردنوں پر مہر لگاؤ،،

(۱۳۷) اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ذمیوں کے متعلق حکم دیا کہ ان کی پیشانیوں کے بال کاٹ دئے جائیں اور جب وہ سوار ہوں تو نمدوں پر بیٹھیں اور سواری پر عرضاً سوار ہوں۔ اور مسلمانوں کی طرح سواری پر نہ بیٹھیں ۔ اور یہ کہ وہ اپنی پیٹیاں کس لیا کریں ۔

ابو عبید: ۔ پیٹیوں سے مراد زنار ہیں ۔

(۱۳۸) خلیفہ بن قیس کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا : ,,اے یرفا ؛ ملک کے تمام بڑے شہروں کے اهل کتاب باشندوں کے متعلق یہ ہدایت نامہ جاری کر دو کہ ان کی پیشانیوں کے بال کاٹے جائیں نیز یہ کہ وہ اپنی کمر میں پیٹیاں باندھیں تاکہ مسلمانوں کے طرز لباس سے ان کا طرز لباس جداگانہ حیثیت رکھے اور وہ پہچانے جا سکیں ۔

(۱۳۹) خالد بن ابی عثمان الایدی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے ذمیوں کے بارے میں حکم دیا تھا کہ وہ سواریوں پر نمدہ رکھ کر اس پر سوار ہوں اور ان کی پیشانیوں کے بال کاٹے جائیں۔

ذمیوں پر کچھ پابندیاں لگانا

(۱۴۰) عبدالکریم جزری کہتے ہیں کہ سعید بن المسیب کا رحجان اس طرف تھا کہ جب نبطیوں سے جزیہ لیا جائے تو انہیں کچھ تھکایا جائے ۔

ابو عبید: ۔ ہمارا خیال ہے کہ سعید بن مسیب کا مقصد تھکانے

marfat.com

Marfat.com

سے برداشت سے زیادہ تکلیف یا سزادینا نہ تھا.دراصل ان کا مطلب یہ تھا کہ اس موقع پر جبکہ ان سے جزیہ وصول کیا جا رہا ہو ان کا احترام نہ کیا جائے بلکہ کچھ۔ ایسا انداز اختیار کیا جائے جس سے وہ ایک گونہ اپنی سبکی محسوس کریں۔ میرا خیال ہے کہ انھوں نے یہ رویہ اللہ تبارک و تعالی کے فرمان ذیل کی ترجمانی میں اختیار کیا ہو گا : ۔

حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍوَّ هُمْ صَاغِرُوْنَ (التوبہ ۹ : ۳۰)

تاآنکہ وہ ماتحتی قبول کرتے ہوئے خود آ کر جزیہ دیں ۔

"عن ید" کی تفسیر میں بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد ہے "نقد ادا کرنا" اور بعض کا خیال ہے کہ "جزیہ دینے کے لئے خود چلتے ہوئے آنا"۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں "جزیہ اس طرح دینا کہ خود وہ (ذمی) تو کھڑا ہوا اور جو (مسلمان) اس سے جزیہ وصول کر رہا ہو وہ بیٹھا ہو (۴)۔

★

حوالہ جات

۱ ۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ مجھے میرے استاد کثیر نے اسی طرح بتایا تھا لیکن یہ عثمان بن حنیف سف[illegible] ہیں ۔

۲ ۔ یہ شک کہ خراج کہا تھا یا جزیہ ، خود مصنف کتاب کو ہے ۔

۳ ۔ دھشت و عبرت کے لئے ناک کان وغیرہ کاٹ کر شکل بگاڑ دینا ۔

۴ ۔ یہ تفسیر اس سے پہلے نمبر ۴۷ کے تحت گذر چکی ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۱۱

صلح کے ذریعہ مفتوحہ علاقوں کے احکام و قواعد

مفتوحہ علاقوں کے متعلق تین قسم کے احکام

ابو عبیدؒ :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آنے والے خلفاء سے مفتوحہ علاقوں کے بارے میں جو آثار ملتے ھیں ان میں تین قسم کے احکام کا ذکر ھے :۔

(۱) جن اراضی کے مالک اسلام قبول کر لیں

وہ اراضی جن کے مالک اسلام قبول کر لیں اور اس بناء پر وہ انھی کی ملکیت رھیں ,,عشری رھیں گی ان سے عشر ($\frac{1}{10}$) کے سوا کچھ وصول نہیں کیا جائے گا ۔

(ii) معین خراج کے عوض صلح

وہ اراضی جو ایک معین خراج ادا کرتے رھنے کی شرط پر صلح کے ذریعہ فتح ھوئی ھوں۔ ان سے شرائط صلح کے مطابق معاملہ کیا جائے گا اور اس سے زیادہ ان پر کوئی پابندی نہیں ھوگی ۔

(iii)فوجی طاقت کے ذریعہ مفتوحہ علاقہ اور اس بارے میں اختلاف

وہ زمین جسے بزور و طاقت فتح کیا گیا ھو ۔ اور یہی وہ زمینیں ھیں جن کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف رھا ھے ۔ ایک جماعت کا خیال ھے کہ ایسی زمینوں کو غنیمت شمار کرتے ھوئے ان پر غنیمت کے احکام کا اطلاق کیا جائیگا یعنی وہ پانچ حصوں میں تقسیم کر کے اس طرح بانٹ دی جائیں گی کہ $\frac{4}{5}$ حصے تو صرف اسے فتح کرنے

marfat.com

Marfat.com

والوں کو دئے جائیں گے اور بقیہ ⅘ حصہ ان میں تقسیم ہو گا جن کا تعین اللہ تعالی نے کر دیا ہے ۔

دوسری جماعت کا خیال ہے کہ ایسی زمینوں کا معاملہ امام کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے گا ۔ اگر وہ ان کے غنیمت ہونے کا فیصلہ کرے تو ان کے پانچ حصے کر کے تقسیم کر دے ۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تھا ۔ لیکن اگر امام ان زمینوں کو ,,فئے،، قرار دے تو نہ انہیں پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا نہ لوگوں میں بانٹا جائے گا ۔ بلکہ وہ عامۃ المسلمین کے باقی رہنے تک ان کے لئے وقف کی حیثیت رکھیں گی ، (۱) بالکل اسی طرح جیسے سواد (عراق) کی اراضی کے متعلق حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا تھا۔

یہ تو ہوئے مفتوحہ زمینوں کے متعلق احکام ۔ اب رہیں وہ جاگیریں جو امام کسی کو دے دے یا وہ زمینیں جنہیں مسلمان آباد کر لیں یا کچھ مسلمان اسے اپنے استعمال کے لئے مخصوص کر لیں اور رکھت بنالیں ۔ تو اس قسم کی زمینیں مفتوحہ نہیں ہوں گی لہذا ان پر دوسرے احکام منطبق ہوں گے ۔

مذکورہ بالا تمام امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کے صحابہؓ کے آثار منقول ہیں :۔

به زور و قوت مفتوحه اراضی کے احکام :۔

خیبر کا معاملہ

(۱۴۱) ابن شہاب سے مروی ہے : ,, رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر (کا علاقہ) جنگ کے بعد طاقت کے ذریعے فتح کیا ۔ اس طرح خیبر ان علاقوں میں سے ہو گیا جنہیں اللہ نے اپنے رسول پر

marfat.com
Marfat.com

(فئے بنا کر) پلٹا دیا ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پانچ حصوں میں تقسیم کر کے مسلمانوں میں بانٹ دیا ۔ اھل خیبر میں سے جنھوں نے جنگ کے بعد جلاوطنی منظور کر لی ۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُلا کر فرمایا :,,اگر تم چاھو تو میں یہ زمینیں اس شرط پر تمھیں واپس کر دوں کہ تم ان پر کام کرو اور ان کی پیداوار ھمارے اور تمھارے درمیان (نصف نصف) ھو جائے اور جب تک اللہ تعالی تمھیں یہاں رکھے آباد رھنے دوں،، تو ان لوگوں نے اس شرط پر وہ زمینیں رکھنا منظور کر لیا ۔

خیبر کے بارے میں حضرت (عمرؓ) کی صوابدید

(۱۴۲) حضرت بشیر بن یسارؒ کہتے ھیں کہ جب اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خیبر کا علاقہ بطور فئے پلٹا دیا تو آپ نے اسے چھتیس حصوں میں تقسیم کیا ۔ ان میں سے ھر حصہ میں مجموعی طور پر سو حصے تھے۔ آپ نے ان میں سے نصف اپنی ضروریات اور اپنے اوپر پیش آنے والے مشکلات و حوادث (۲) کے لئے الگ کر کے بقیہ نصف مسلمانوں میں تقسیم کر دیا ۔ تقسیم شدہ میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں شق و نطاۃ (۳) اور ان سے متصل ارد گرد کا علاقہ آیا ۔ کتیبہ، وطیحہ اور سلالم آپ نے عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دئے تھے۔ جب یہ علاقے فتح کے بعد آنحضرت کے قبضہ میں آئے تو آپ کے پاس اتنے مزدور نہ تھے جو ان علاقوں کی زمینوں کا بندوبست کر سکتے ۔ لھذا آنحضرت نے اس معاھدہ کے تحت یہ علاقے یہودیوں کے پاس ھی رھنے دئے کہ وہ اس علاقہ کی نصف پیداوار دیتے رھیں ۔ چنانچہ اس معاھدہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کی زندگی تک عمل ھوتا رھا جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا اور مسلمانوں کے ھاتھوں میں بکثرت

marfat.com

Marfat.com

کام کرنے والے (کاشتکار) آگئے اور ان میں زمین کے بندوبست کی صلاحیت پیدا ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے یہودیوں کو خیبر سے نکال کر شام بھیج دیا ۔ اور یہ علاقے مسلمانوں میں تقسیم کر دئے جو آج تک باقی ھیں ۔

(۱۴۳) زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ھیں کہ انھوں نے حضرت عمرؓ کو یہ کہتے سنا: ,, اگر بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ھو تو میں ھر مفتوحہ علاقہ اسی طرح تقسیم کر دیتا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر تقسیم کر دیا تھا۔،،

تقسیم مصر کا مطالبہ

(۱۴۴) سفیان بن دھب خولانی کہتے ھیں: ,,جب مصر فتح ھوا تو زبیر بن العوامؓ نے عمرو بن العاصؓ سے کہا ,,اس کو بھی اسی طرح مسلمانوں میں تقسیم کر دو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔،،

مفتوحہ علاقہ خمس نکال کر تمام مسلمانوں میں تقسیم ھو گا

(۱۴۵) ابو عبیدؒ ۔ اس بارے میں وہ حدیث ھے جسے حضرت ابو ھریرۃؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ھیں: ,,جس علاقہ کو فتح کرنے کے لئے تم پہنچو اور وھاں قیام کرو تو اس میں تمہارا حصہ ھے اور جس بستی کے باشندے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں (اور وہ فتح ھو جائے) تو اس میں سے خمس (۱/۵) اللہ اور اس کے رسول کے لئے ھو گا پھر وہ بقیہ تم سب (مسلمانوں) کی ھو گی ۔ ،،

ابو عبیدؒ ۔ یہ ھیں وہ روایات و آثار جو مفتوحہ علاقہ (کو مسلمانوں میں) تقسیم کرنے سے متعلق ھیں: ۔

marfat.com

Marfat.com

مفتوحہ علاقہ کی تقسیم کے خلاف احادیث و روایات

اب ہم وہ احادیث و روایات بیان کرتے ہیں جو مفتوحہ علاقہ کو تقسیم نہ کرنے سے متعلق ہیں: ۔

سواد عراق کی تقسیم کے مطالبہ پر امام (حضرت عمرؓ) کا جواب

(۱۳۶) ابراھیم تیمی کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے سواد (عراق کا علاقہ) فتح کیا تو انھوں نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ یہ علاقہ ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے ۔ اس لئے کہ ہم نے اسے بزور و طاقت فتح کیا ہے، لیکن حضرت عمرؓ نے ان کی یہ درخواست منظور کرنے سے انکار کر دیا اور کہا "ایسی صورت میں تمہارے بعد آنے والے مسلمانوں کو کیا ملے گا؟ اور مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر اس علاقہ کی تقسیم کردوں تو تم آپس میں پانی پر جھگڑتے رہوگے"۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے سواد کے باشندوں کو ہی وہاں بحال رکھا اور ان پر فی کس جزیہ ، اور ان کی زمینوں پر خراج لگا دیا ۔ اور اس طرح انھوں نے یہ زمینیں مسلمانوں میں تقسیم نہیں کیں ۔

حضرت عمرؓ کا مفتوحہ زمین کو عامة المسلمین کا اصل سرمایہ قرار دینا

(۱۳۷) ماجشون کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے فوجی طاقت کے ذریعہ مفتوحہ علاقوں کے متعلق حضرت عمر بن الخطابؓ سے کہا: "یہ زمین ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے اور اس کا خمس ($\frac{1}{5}$) آپ رکھ لیجئے ، تو حضرت عمرؓ نے کہا: "نہیں، یہ تو اصل سرمایہ ہے۔ میں اسے وقف رکھوں گا اور اس میں سے فاتح مسلمانوں اور دوسرے مسلمانوں کو وظائف جاری کئے جائیں گے"۔ اس پر بلالؓ اور

marfat.com

Marfat.com

ان کے ساتھیوں نے اصرار کیا: "آپ ان زمینوں کو ہمارے درمیان ہی تقسیم کر دیجئے"۔ تب حضرت عمرؓ نے کہا: "الٰہی! تو بلالؓ اور اس کے ہم خیالوں سے مجھے چھٹکارا دلا دے"۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ایک سال بھی گذرنے نہ پایا کہ وہ سب ختم ہو گئے۔

بعد میں آنے والے مسلمانوں کی ضرورتوں کا خیال

زید بن اسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا: "تم لوگ چاہتے ہو کہ بعد مین آنے والے لوگوں کے لئے اس میں سے کچھ بھی نہ بچے؟"

(۱۴۸) اسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ کہتے سنا: "اگر بعد میں آنے والے لوگوں کا خیال نہ ہوتا تو جو علاقہ بھی فتح ہوتا میں اسے (مسلمان فاتحین میں) تقسیم کر دیتا"۔

(۱۴۹) سفیان بن وہب خولانی کہتے ہیں: "جب بغیر کسی عہد و پیمان کے طاقت و قوت کے ذریعہ مصر فتح ہو گیا تو زبیر (بن العوامؓ) نے کھڑے ہو کر عمرو بن العاصؓ سے کہا "اے عمرو بن العاصؓ! یہ علاقہ ضرور بالضرور تقسیم کر دو"، تو عمرو بن العاصؓ نے کہا۔ "میں اسے تقسیم نہیں کروں گا"۔ اس پر زبیر بن العوام نے باصرار کہا "تمہیں اس علاقہ کو بالضرور اسی طرح تقسیم کرنا پڑے گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر تقسیم کیا تھا"۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا: "میں اسے تقسیم نہیں کروں گا۔ تاوقتیکہ اس بارے میں امیر المومنین کی رائے لکھ کر نہ معلوم کر لوں"۔ چنانچہ انھوں نے حضرت عمرؓ کو اس بارے میں لکھ بھیجا، اور حضرت عمرؓ نے یہ جواب بھیجا: "اسے بغیر تقسیم کئے چھوڑ دو تاآنکہ اس سے حاملہ عورتوں کے حمل سے پیدا ہونے والے بھی جہاد کریں"۔

marfat.com
Marfat.com

ابو عبیدؒ: حضرت عمرؓ کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ زمین مسلمانوں کے لئے وقف شدہ فئے بن جائے اور جب تک مسلمانوں کا وجود باقی رہے نسلاً بعد نسلٍ، قرناًبعد قرنٍ یہ زمین اور اس کی آمدنی مسلمان مجاہدوں کے لئے باعث قوت بنی رہے اور دشمنوں سے جنگ کرنے میں اس سے انہیں مدد پہنچتی رہے۔

(۱۵۰) یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فتح عراق کے موقع پر سعد ابن ابی وقاصؓ کو یہ لکھ بھیجا :

"امابعد، مجھے تمہارا خط ملا جس سے معلوم ہوا کہ لوگ تم سے تقاضا کر رہے ہیں کہ ان کا مال غنیمت اور جو کچھ اللہ نے بطور فۓ انہیں پلٹایا ہے ان میں تقسیم کر دیا جائے ، تو دیکھو تم ایسا کرو کہ ان مجاہدوں نے جو مال و متاع اور جانور وغیرہ لشکر میں تمہارے پاس جمع کیا ہے اسے تو موجودہ مسلمانوں میں تقسیم کر دو، لیکن زمینیں اور نہریں ان پر کام کرنے والوں کے لئے چھوڑ دو تاکہ ان سے وصول شدہ آمدنی مسلمانوں کے وظائف میں کام آئے۔ اس لئے کہ اگر ہم نے یہ زمینیں بھی موجودہ لشکریوں میں تقسیم کر دیں تو ان کے بعد آنے والوں کے لئے کچھ بھی نہیں رہے گا۔"

تقسیم کے خلاف حضرت علیؓ کا مشورہ

(۱۵۱) حارثہ بن مضرب کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے سواد (عراق کا علاقہ) مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے ان کی مردم شماری کا حکم دیا ۔ معلوم ہوا کہ فی کس تین کسان آتے ہیں ۔

marfat.com

Marfat.com

شماری کا حکم دیا ۔ معلوم ہوا کہ فی کس تین کسان آتے ہیں ۔ پھر انہوں نے اس مسئلہ میں مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے یہ رائے دی کہ انہیں مسلمانوں میں تقسیم نہ کیا جائے بلکہ انہیں مسلمانوں کی مجموعی دولت قرار دے دیا جائے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے انہیں تقسیم نہ کیا اور عثمان بن حنیف کو ان پر والی بنا کر بھیج دیا ۔ انہوں نے ان (مفتوحین کسانوں) پر حسب حیثیت اڑتالیس ، چوبیس اور بارہ (درہم) جزیہ مقرر کر دیا ۔

حضرت معاذؓ کا مشورہ

(۱۵۲) عبداللہ بن ابی ابی (۴) قیس کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جابیہ (۵) آئے تو انہوں نے مسلمانوں میں زمینیں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر حضرت معاذ نے ان سے کہا ,,واللہ، ایسا کیا گیا تو ناخوشگوار نتائج پیدا ہوں گے۔ اگر آپ نے یہ زمینیں تقسیم کر دیں تو لوگوں کو بے تحاشا دولت ہاتھ لگ جائے گی پھر ان کے مرنے پر ممکن ہے کہ یہ ایک مرد یا عورت کو مل جائے۔ اور جو لوگ ان کے بعد اسلام کی مدافعت میں حصہ لیں گے انہیں کچھ بھی نہ مل سکے گا۔ لہذا کوئی ایسی تدبیر اختیار کیجئے جو شروع میں موجود لوگوں اور بعد میں آنے والوں دونوں کے لئے یکساں مفید ثابت ہو،،

(۱۵۳) ایک اور سند سے انہی عبداللہ بن ابی قیس سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو لوگوں سے تقسیم اراضی پر باتیں کرتے ہوئے سنا ۔ لیکن حضرت معاذؓ کا مذکورہ بالا مشورہ سننے کے بعد حضرت عمرؓ حضرت معاذؓ کے ہم خیال ہو گئے۔

فوجی طاقت کے ذریعہ مفتوحہ علاقہ کو غنیمت یا فئ (امام کی صوابدید کے مطابق) بنانا

ابو عبیدؒ ۔ فوجی طاقت کے ذریعہ مفتوحہ علاقوں کے بارے میں تواتر آثار سے یہی دو فیصلے مذکور ہیں : ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱) پہلا فیصلہ تو وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے بارے میں کیا ، یعنی یہ کہ آپ نے اسے غنیمت قرار دیتے ہوئے پانچ حصوں میں تقسیم کرکے اسے مجاهدین مسلمانوں میں تقسیم کر دیا ۔ اور یہی رائے حضرت بلالؓ نے شام کے مفتوحہ علاقوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کو دی تھی اور یہی تجویز مصر کی زمین کے لئے زبیر بن العوامؓ نے عمرو بن العاصؓ کے سامنے پیش کی تھی ۔ اور یہی مسلک مالک بن انس نے اختیار کیا تھا جیسا کہ ان سے مروی ہے ۔

(۲) دوسرا فیصلہ حضرت عمرؓ کا ہے جو انہوں نے سواد (عراق) وغیرہ کے بارے میں کیا ، جس کی رو سے انہوں نے ان مفتوحہ علاقوں کو بطور فے نسلاً بعد نسلٍ مسلمانوں کے لئے وقف قرار دیا ۔ نہ اس کے پانچ حصے کئے نہ انہیں مجاهدین میں تقسیم کیا ۔ اور یہ وهی رائے تھی جو حضرات علی بن ابی طالبؓ اور معاذ بن جبلؓ نے انہیں دی تھی ۔

یہی سفیان بن سعید کی مشہور رائے ہے ۔ البتہ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ فوجی طاقت کے ذریعہ مفتوحہ علاقوں کے بارے میں امام کو اختیار ہے خواہ وہ انہیں غنیمت قرار دے کر پانچ حصے کر کے تقسیم کر دے خواہ عام مسلمانوں میں فۓ کی طرح وقف قرار دے اور پانچ حصے کر کے تقسیم نہ کرے ۔

ابو عبیدؒ۔ ہر دو فیصلے قابل اقتداء و اتباع ہیں یعنی (ان زمینوں کو) غنیمت یا فۓ قرار دینا ، تاہم میرا پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ سفیان کے قول کے مطابق اس قسم کے مفتوحہ علاقوں کا فیصلہ امام کے ہاتھ میں رکھا جائے ۔ اس لئے کہ اس فیصلہ میں دونوں شکلیں یکجا جمع ہو جاتی ہیں۔ ہماری نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

marfat.com
Marfat.com

عمل، حضرت عمرؓ کے عمل کی تردید نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی ایک آیت کا اتباع کرتے ہوئے اس پر عمل فرمایا اور حضرت عمرؓ نے بھی قرآن مجید کی ایک دوسری آیت کا اتباع کرتے ہوئے اس پر عمل کیا۔ اور وہ دونوں ہی قرآن مجید کی محکم آیتیں ہیں جن میں مشرکین سے حاصل کردہ مال کے متعلق فیصلہ کیا جا رہا ہے اور اسے غنیمت یا فئے قرار دیا جا رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (الانفال: ۴۱)

اور جان لو کہ جو کچھ بھی تمہیں غنیمت ملے تو اس کا خمس (⅕) اللہ اور اس کے رسول اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔

یہ ہے وہ آیت جس کی رو سے ان مفتوحہ علاقوں کا شمار غنیمت میں ہو گا اور یہ عام لوگوں کو چھوڑ کر صرف ان لوگوں کو دی جائے گی جو اس کے مستحق ہیں۔ چنانچہ اس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا۔

دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ، وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ، وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ

marfat.com
Marfat.com

يَنصُرُونَ اللهَ وَ رَسُولَهُ ، أُوْلَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ
وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي
صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ
خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَالَّذِينَ جَاءُوا
مِن بَعْدِهِمْ ۔ (الحشر ۵۹ : ۷ تا ۱۰)

جو کچھ اللہ تعالی بستیوں کی آبادیوں میں سے اپنے رسول پر پلٹائے (فئ بنا دے) سو وہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں کے لئے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے۔ تاکہ وہ (فئ کا مال) تمہارے مال داروں کے درمیان ہی گردش میں نہ رہے اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو۔ اور جس سے وہ تمہیں روکے تو اس سے رک جاؤ۔ اور اللہ سے ڈرو ۔ بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے (نیز یہ فئ) ان فقیر مہاجروں کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے اموال سے بےدخل کر دئے گئے ہیں، اور جو اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں (نیز ان لوگوں کے لئے) جو ان سے قبل مدینہ میں اقامت پذیر رہے اور ایمان پر جمے رہے۔ وہ اپنی طرف ھجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ اور اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو وہ (مہاجرین) دئے گئے ہیں ۔ اور وہ اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ ضرورت مند ہی کیوں نہ ہوں، اور جو اپنے نفس کے حرص و بخل سے بچایا گیا تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور (نیز ان لوگوں کے لئے) جو ان کے بعد آئے۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت عمرؓ کے فیصلہ کی ایک نئی توجیہ اور اس کی تاویل

یہ آیت فئ سے متعلق ہے اور اس پر حضرت عمرؓ نے عمل کیا۔ اور جب انہوں نے اموال اور ان کی اقسام کا تذکرہ کیا تھا تو اسی آیت کی تاویل کرتے ہوئے کہا تھا : «اس آیت نے تمام لوگوں کو اپنے اندر لے لیا ہے»۔ اور ہمارا خیال ہے کہ حضرات علیؓ و معاذؓ نے جب حضرت عمرؓ کو اپنی اپنی رائے پیش کی تھی تو اسی آیت کو انہوں نے اپنے سامنے رکھا تھا ۔ واللہ اعلم

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو اقدام کیا تھا (٦) وہ ان لوگوں کی رضامندی کے بعد کیا تھا جنہوں نے وہ علاقے فتح کئے تھے ، اور اپنے اس دعوی کی دلیل میں اس گفتگو کو پیش کرتے ہیں جو سواد (عراق) کی اراضی کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ اور جریر ابن عبداللہ کے درمیان ہوئی تھی جسے ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں :۔

(۱۵۴) قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ جنگ قادسیہ میں قبیلہ بجیلہ کی تعداد تمام فوج کی چوتھائی تھی ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے سواد (عراق) کا چوتھائی حصہ انہیں دے دیا ۔ دو یا تین سال تک وہ اس پر قابض رہے ۔ بعد ازاں عمارؓ بن یاسر ، جریر بن عبداللہ کے ساتھ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو حضرت عمرؓ نے جریر بن عبداللہ سے کہا «اے جریر! اگر میں جواب دہ تقسیم کرنے والا (۷) نہ ہوتا تو جو علاقہ تمہیں دیا گیا تھا وہ تمہارے قبضہ ہی میں رہنے دیا جاتا۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ آبادی بڑھ گئی ہے اور میری رائے یہ ہے کہ تم وہ علاقہ ان لوگوں کو واپس دے دو چنانچہ جریر نے حضرت عمرؓ کی اس رائے پر عمل کر دیا ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں اسی ۸۰ دینار انعام دئے ۔

(۱۵۵) قیس ہی کی روایت ہے کہ خاندان بجیلہ کی ام کرز

marfat.com
Marfat.com

نامی ایک عورت حضرت عمرؓ کے پاس پہنچی اور ان سے کہا : ”امیر المومنین ! میرا باپ مر گیا اور سواد (عراق) میں اس کا حصہ ثابت شدہ ہے، جسے میں نے نہیں سونپا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا: ”اے ام کرز ! جو فیصلہ تمہاری قوم اپنے اپنے حصوں کے بارے میں کر چکی ہے وہ تمہارے علم میں ہے ؟“ اس عورت نے جواب دیا : ”انھوں نے جو فیصلہ کیا وہ جانیں میں تو اسے تسلیم نہیں کروں گی تاآنکہ آپ مجھے ایک اونٹنی نہ دیں جس پر سرخ مخمل پڑا ہو ، اور میرا ہاتھ سونے سے نہ بھر دیں“۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کا مطالبہ پورا کیا، وہ دینار (جو اس کے ہاتھ میں آئے) تقریباً اسی تھے ۔

ابو عبیدؒ : ایک جماعت نے حضرت عمرؓ کے اس عمل کو سند بناتے ہوئے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے جریر اور بجیلہ خاندان کی مذکورہ عورت کو معاوضہ دے کر رضامند کر لیا تھا (لہذا مالکوں اور فوجیوں کی رضامندی شرط ہے) ، لیکن میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جریر اور اس کی قوم کو جنگ سے قبل جب کہ وہ عراق گئے بھی نہ تھے ۔ یہ علاقہ بطور پیشگی نفل (عطیہ) دے دیا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان سے نفل دینے کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا۔ ذیل میں شعبی کی روایت اس مضمون کی تائید کرتی ہے۔

(۱۵٦) عامر شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ابو عبید کے قتل کے بعد سب سے پہلے جسے کوفہ بھیجا وہ جریر بن عبداللہ تھے ۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا تھا: ”کیا تم کوفہ کی مہم پر اس شرط پر جانے کو تیار ہو کہ میں تمہیں وہاں سے حاصل شدہ غنیمت میں سے خمس (⅕) نکال کر ثلث (⅓) بطور نفل (عطیہ) دے دوں؟“ اور

marfat.com
Marfat.com

انھوں نے حضرت عمرؓ کی یہ پیش کش منظور کر لی ، چنانچہ حضرت عمرؓ نے انھیں کوفہ بھیج دیا ۔

ابو عبیدؒ :۔ ھماری رائے میں حضرت عمرؓ نے جریر اور ان کی قوم کے ساتھ جو خصوصیت برتی وہ اسی پیشگی نفل کی بناء پر تھی جس کا وعدہ انھوں نے ان سے کیا تھا۔ اور اگر وہ اس عطیہ کا پیشگی وعدہ نہ کر لیتے تو دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف انھیں اور ان کی قوم کے ساتھ یہ امتیازی سلوک روانہ رکھتے چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ انھوں نے ان کے سوا کسی اور کو کچھ تقسیم نہ کیا ۔ رھا حضرت عمرؓ کا خصوصی طور پر ان لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کا معاملہ ، سو اس کی وجہ یہ تھی کہ نفل (عطیہ) میں دئے جانے کی وجہ سے یہ زمین ان کی ملکیت بن چکی تھی ۔

اس مضمون کی وضاحت قیس بن ابی حازم کی مذکورہ روایت سے ھو رھی ھے جس میں حضرت عمرؓ نے کہا تھا کہ اگر میں جوابدہ تقسیم کرنے والا نہ ھوتا تو جو علاقہ تمھیں دیا گیا تھا وہ تمھارے قبضہ ھی میں رھنے دیا جاتا۔

قیس اور شعبی کی روایات میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں ھے۔ صرف تہائی اور چوتھائی حصہ کے بارے میں اختلاف ھے (یعنی شعبی کی روایت میں ثلث ($\frac{1}{3}$) مذکور ھے اور قیس کی روایت میں ربع ($\frac{1}{4}$) تاھم یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ھے کہ حضرت عمرؓ نے پہلے ھی سے جریر اور ان کی قوم کو یہ حصہ بطور نفل (عطیہ) دے دیا تھا۔ اس صورت میں ان لوگوں کے لئے کوئی دلیل نہیں ملتی جو کہتے ھیں کہ امام کو لوگوں کی خوشنودی و رضامندی حاصل کر لینا ضروری ھے، مرضی حاصل کرنے کا سوال ھی پیدا نہیں ھوتا جبکہ دوسری طرف وہ حضرت بلالؓ اور ان کے ساتھیوں کو یہ کہتے ھوئے بد دعا دے

marfat.com
Marfat.com

رہے ہیں کہ اے اللہ تو بلال اور ان کے ساتھیوں سے مجھے چھٹکارا دلادے ۔ بھلا اس میں طیب نفس کی کون سی شکل موجود ہے؟

فیصلہ کا انحصار امام کی صوابدید پر ہے

میرے خیال میں یہ بات وہی ہے جو سفیان نے کہی کہ فوجی طاقت کے ذریعہ مفتوحہ علاقہ کا فیصلہ امام کی صوابدید پر موقوف ہے، وہ چاہے تو عامۃ المسلمین کی فلاح و بہبود مدنظر رکھتے ہوئے ایسے علاقہ کو "غنیمت" شمار کر لے یا فئ قرار دے دے ۔

اس کی مزید توضیح خود حضرت عمرؓ کے طریق کار سے ہو رہی ہے کہ ایک طرف تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کر رہے ہیں کہ آپ نے "خیبر" کو تقسیم کر دیا تھا۔ لیکن بایں همه دوسری طرف وہ خود ہی یہ بھی کہہ رہے ہیں : "اگر بعد میں آنے والے لوگوں کا خیال نہ ہوتا تو جو علاقہ بھی فتح ہوتا میں اسے (مسلمان فاتحین میں) تقسیم کر دیتا۔" (دیکھئے نمبر ۱۴۳ ، ۱۴۴)

یہاں یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ہر دو طریقوں میں سے ایک کو اختیار کر لینے کا حق انہیں حاصل تھا ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ کبھی بھی دانستہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تجاوز نہ کرتے ۔

ایک اور رائے ، فوجی طاقت کے ذریعہ مفتوحہ علاقہ کے متعلق تین احکام

بعض حضرات جو محض رائے پر فیصلہ کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ فوجی طاقت سے مفتوحہ علاقہ کے لئے امام کو تین فیصلوں میں سے کسی ایک فیصلہ کا اختیار ہے، وہ چاہے تو اس علاقہ کو غنیمت قرار دے چاہے تو فئ اور تیسری صورت یہ کہ جن سے وہ علاقہ لیا ہے انہی کو واپس کر دے۔ اس بارے میں وہ فتح مکہ کے بعد آنحضرت

marfat.com

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپؐ نے احسان فرماتے ہوئے اہل مکہ سے حاصل شدہ مفتوحہ علاقہ انہی کو واپس کر دیا تھا: اس بارے میں یہ احادیث آئی ہیں:

فتح مکہ

(۱۵۸) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: "اے جماعت انصار! کیا میں تمہیں ایک حدیث (تاریخی واقعہ) نہ بتاؤں؟" پھر انہوں نے فتح مکہ کا قصہ سنایا، اس میں کہا: "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش قدمی فرما کر مکہ پہنچے، تو آپؐ نے حضرت زبیرؓ (بن العوام) کو وادی مکہ کے ایک کنارے پر اور حضرت خالد بن الولید کو دوسرے کنارے پر مامور فرمایا اور حضرت عبیدۃ بن الجراحؓ کو وادی حسر پر متعین کیا چنانچہ وہ وادی کے نشیب میں روانہ ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر ہی میں تھے۔ آپؐ کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ نے آواز دی: "اے ابو ہریرہ" میں نے کہا "لبیک یا رسول اللہ" آپؐ نے فرمایا۔ انصار کو آواز دے کر میرے پاس بلاؤ، اور دیکھو انصاری کے سوا کوئی دوسرا میرے پاس نہ آئے" چنانچہ میں نے انصار کو آواز دی، اور وہ سب آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد آ کر جمع ہو گئے، ادھر قریش نے مختلف قبائل سے اپنی حمایتی جماعتوں کو اکٹھا کر لیا تھا۔ الغرض جب انصار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہو چکے تو آپؐ نے فرمایا: "دیکھو، قریش نے مختلف قبائل سے اپنے حمائتیوں کو لاکر اکٹھا کر لیا ہے" پھر آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے فرمایا: "انہیں اچھی طرح کاٹتے ہوئے مجھ سے "صفا" میں آکر مل جاؤ" ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حسب الحکم ہم روانہ ہو گئے اور حالت یہ تھی کہ ہم میں سے جو بھی ان کے جس آدمی

marfat.com
Marfat.com

کو قتل کرنا چاهتا تها ـ وه اسے قتل کر کے هی چهوڑتا ـ یه صورت حال دیکهی تو ابو سفیان بن حرب آیا اور کہنے لگا: " یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ! قریش کی ساری آن بان اور شان و شوکت خاک میں مِل گئی ـ قریش تباه هو گئے، آج کے بعد قریش کا نام و نشان باقی نه رهے گا"۔ تب رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "جو اپنا دروازه بند کر لے گا وه امان میں رهے گا، اور جو ابو سفیان کے گهر میں چلا جائے گا وه امان پائے گا"۔ ابو هریرهؓ کہتے هیں "اس پر لوگوں نے اندر گهس کر اپنے اپنے دروازے بند کر لئے"۔

(۱۵۸) حضرت انس بن مالکؓ کہتے هیں : "فتح مکه کے موقع پر جب رسول الله صلی الله علیه وسلم مکه کی طرف تشریف لے جا رهے تهے، اور هم مکه سے قریب پهنچ گئے تو حضور صلی الله علیه وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا اور اس نے آواز لگائی "انصار کہاں هیں؟ اور انصاری کے سوا کوئی دوسرا نه آئے"۔ جب وه آگئے تو آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "تم میں کوئی دوسرا تو نهیں هے؟" انهوں نے جواب دیا "نهیں، سوائے همارے ایک بهانجه کے" تو آپؐ نے فرمایا "کسی قوم کا بهانجه بهی خود انهیں میں شمار هوتا هے"۔ پهر آپؐ نے فرمایا: "کل قریش کی جمع کی هوئی مختلف جماعتوں سے تمهارا مقابله هے۔ دیکهو جب تمهارا ان کا سامنا هو تو انهیں خوب اچهی طرح کاٹ ڈالنا " اور سواری کی گردن پر اپنا داهنا هاتهـ بائیں هاتهـ پر هلا کر (کاٹنے) کا اشاره کرتے هوئے فرمایا: "هماری تمهاری ملاقات صفا میں هو گی " صبح کو یه لوگ مکه میں داخل هو گئے۔ مکه والوں نے جب اپنے سر پر یه سیل بےپناه آتے دیکها تو ابو سفیان چیخ پڑا "یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ! قریش تباه هو گئے، آج کے بعد قریش کا نام و نشان نه رهے گا۔ آپ اعلان

marfat.com

Marfat.com

فرمـا دیں کہ جو اپنے گھـر میں گھس جائے وہ امـان پائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" جو اپنے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امان پائے گا۔ پھر ابو سفیان نے کہا "اور جو شخص اپنے ھتھیار ڈال دے گا وہ امان پائے گا۔ آپ نے فرمایا "اور جو اپنے ھتھیار ڈال دے گا وہ امـان پائے گا۔ پھـر ابو سفیان نے کہـا" اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امان پائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں"

(۱۵۹) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا "خبردار! دیکھو کسی زخمی کو قتل نہیں کیا جائے، جو پیٹھ دکھا کر بھاگ رہا ہو اس کا تعاقب نہ کیا جائے، اور جو اندر گھس کر اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امان پائے گا۔

مکہِ کو نہ غنیمت قرار دیا نہ فئے

ابو عبیدؒ :۔ صحیح روایات بتاتی ہیں کہ رسـول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور پھر وہاں کے باشندوں پر احسان فرماتے ہوئے مـکہ انہی کو واپس کر دیا، نہ آپ نے (غنیمت قرار دے کر) اسے تقسیم فرمـایا نہ فئ قرار دیا۔ آپ کے اس عمل سے بعـض لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ عمل (یعنـی مفتوحہ علاقـہ وھـاں کے باشندوں کو واپس دے دینا)۔ آپ کے بعد دیگر ائمہ کے لئے بھی جائز ہے۔ لیکن ھمارے خیال میں مـکہ کا معاملہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور دنیا کے کسی علاقہ سے اس کو کوئی مشابہت نہیں دی جا سکتی ۔ اس ضمن میں دو پہلو قابل غور ہیں ایک تو یہ کہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انفال و غنائم کے بارے

marfat.com
Marfat.com

میں کچھ ایسے خصوصی اختیارات تفویض فرمائے تھے جو کسی دوسرے کو نہیں سونپے گئے ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ھے :۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ ۔ (الانفال: ۸)

لوگ آپ سے ,,الانفال،، کے بارے میں دریافت کرتے ھیں ۔ آپ کہہ دیجئے کہ انفال اللہ اور رسول کے لئے ھیں ۔

اس دلیل کی بناء پر ھم یہ خیال کرتے ھیں کہ یہ (مفتوحہ علاقہ وھاں کے باشندوں کو واپس دینے کا) حق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا تھا (۸)۔

مکہ کی امتیازی حیثـیت

دوسرا قابل غور پہلو یہ ھے کہ آپ نے سر زمین مکہ کے لئے کچھ ایسے طریقے اور قاعدے مقرر فرمائے جو آپؐ نے دنیا کے کسی دوسرے علاقے کے لئے مقرر نہیں کئے:

(۱٦۰) حضرت عائشہؓ کہتی ھیں کہ میں نے رســول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مــکہ میں (منیٰ کے مقام پر) کہا ,,آپ یہاں اپنے لئے کوئی مکان یا عمارت (خیمہ وغیرہ) کیوں نہیں بنوا لیتے جو دھوپ سے آپ کی حفاظت کرتی رھے؟،، اس پر آپ نے فرمایا: ,,نہیں، یہ تو اس کے ٹھہرنے کے لئے ھے جو یہاں پہلے آ جائے،،

(۱٦۱) مجاھد کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سرزمین مکہ حرام ھے، اللہ نے اسے حرام کیا ھے، نہ یہاں کے مکانات کی خــرید و فــروخت حــلال ھے اور نہ یہاں کے مکانات کا کرایہ حلال ھے ۔

مکہ کے مکانات فروخت کرنے یا کرایہ پر دینے کی ممانعت

(۱٦۲) مجاھد کہتے ھیں ۔ اور میرا خیال ھے کہ انھوں نے اس

marfat.com
Marfat.com

روایت کی سند رسول اللہ علیہ وسلم سے ملائی تھی کہ مکہ کی تمام سرزمین ٹھہرنے اور پڑاؤ ڈالنے کی جگہ ہے، نہ تو یہاں کے مکانات فروخت کئے جائیں گے نہ ہی ان کا کرایہ لیا جائے گا۔ اور یہاں گم جانے والی چیز صرف اس کے لئے حلال ہے جو اس (کا مالک ہو یا اس کے مالک تک پہنچانے کے لئے اس) کی تلاش جاری رکھے۔

(۱٦۳) عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں: "جس نے مکہ کے گھروں کا کرایہ کھایا تو وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کھا رہا ہے"۔

(۱٦۴) مسلم بن ہرمز کہتے ہیں کہ عطاء مکہ (کے گھروں) کا کرایہ مکروہ خیال کرتے تھے۔

(۱٦۵) ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کا وہ مکتوب جو عوام الناس کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا، پڑھا، اس میں انہوں نے مکہ کے گھروں کے کرایہ سے منع کیا تھا۔

(۱٦٦) عبدالملک بن سلیمان کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے امیر مکہ کے نام خط لکھا جس میں درج تھا :

"مکہ والوں کو مکہ کے گھروں کا کرایہ نہ لینے دینا۔ اس لئے کہ وہ ان کے لئے حلال نہیں ہے"۔

(۱٦۷) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حاجیوں کے لئے مکہ کے گھروں کو بند کرنے سے منع کیا تھا۔ اور حاجیوں کو اجازت تھی کہ جو خالی گھر یا گھروں کے خالی حصے وہ پائیں۔ ان میں آزادانہ رھائش اور آمدورفت جاری رکھیں۔

(۱٦۸) مجاھد سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا : "حرم تمام کا تمام مسجد ہے"۔

(۱٦۹) ابن عباس سے مروی ہے کہ حرم تمام کا تمام مسجد ہے۔

(۱۷۰) عطا کہتے ہیں کہ حرم تمام کا تمام مقام ابراھیم علیہ

marfat.com

Marfat.com

السلام ہے (یعنی وہ نماز پڑھنے کی جگہ اور مسجد ہے)

حرم مکہ نہ غنیمت بن سکتا ہے نہ فئ

ابو عبیدؒ :۔ جب صورت حال یہ ہے کہ سرزمین مکہ کے آداب وَ قوانین میں یہ کہا گیا ہو کہ یہاں کی زمین ، جو پہلے پہنچ جائے اس کے پڑاؤ کی جگہ ہے ۔ اور یہ کہ وہاں کے مکانات کو فروخت نہیں کیا جائے گا۔ نیز یہ کہ وہاں کے گھروں کا کرایہ ناروا ہے، اور یہ کہ وہ علاقہ مسلمانوں کے لئے بمنزلہ مسجد ہے، تو بایں ہمہ صفات وہ غنیمت کیسے قرار دی جا سکتی ہے ۔ ایسی غنیمت جو تمام لوگوں کو چھوڑ کر صرف ان لوگوں میں تقسیم کر دی جائے جو اس پر قابض ہو جائیں، پھر اسے فئ کیونکر قرار دے دیا جائے جبکہ اس طرح وہ خراج کی زمین بن جائے گی ۔ حالانکہ یہ ایسے امی عربوں کی زمین ہے جن کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ یا تو وہ اسلام قبول کر لیں یا پھر قتل کر دئے جائیں (تیسری کوئی صورت نہیں ہے) اب اگر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو ان کی زمین „ ارض عشر، ہو جائے گی لیکن کسی صورت میں بھی وہ „ارضِ خراج، نہیں بنے گی ۔

مزید برآں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بتصریح یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا „مکہ کی غنائم حلال نہیں ہیں۔،

(۱۷۱) یہ حدیث عبید بن عمیر سے مروی ہے اس کے باقی الفاظ وہی ہیں جو مجاھد کی روایت میں ہیں (دیکھئے نمبر ۱۶۱ ۔ ۱۶۲) اور زائد الفاظ یہ ہیں : „اور یہاں کی غنائم حلال نہیں ہیں ۔ „

ابو عبیدؒ :۔ ان دلائل کی موجودگی میں یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ مکہ کی مشابہت کسی دوسرے علاقہ سے نہیں ہوتی ، اس لئے کہ وہ خصوصی حیثیت اور امتیازی شان رکھتا ہے۔ لہذا ان لوگوں کے پاس کوئی سند نہیں جو مکہ کو دوسری زمینوں پر قیاس کرتے ہوئے

marfat.com

Marfat.com

ان کے مطابق مکہ کا فیصلہ کرتے ہیں ۔ حالانکہ مکہ کے سوا دنیا کی کوئی زمین ایسی نہیں جسے فوجی طاقت کے ذریعے فتح کرنے پر یا تو غنیمت نہ قرار دیا جائے ۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے «خیبر» کی زمین کا فیصلہ کیا تھا یا پھر اسے فئ نہ قرار دیا جائے۔ جیسے حضرت عمرؓ نے سواد (عراق) اور اس کے علاوہ شام و مصر کی زمینوں پر حکم لگایا تھا ۔

حوالہ جات

۱ ۔ یعنی یہ اراضی حکومت اسلامی کے تصرف میں رہیں گی اور اشخاص کی ملکیت نہیں بنائی جائیں گی ۔

۲۔ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اور خانگی مصارف ہی نہیں بلکہ اس وقت مسلمانوں کی اجتماعی ضروریات اور ملکی انتظامی معاملات بھی ہیں (مترجم)

۳۔ خیبر کے دو جانب تھے، ایک اگلا، شق اور نطاۃ پر مشتمل جو پہلے فتح ہوا تھا ۔ دوسرا پچھلی جانب جو کتیبہ ، وطیح، سلالم اور حصن ابی الحقیق پر مشتمل تھا یہاں اگلے حصہ کے شکست خوردہ یہود پناہ گزین ہوئے تھے ۔ آنحضرتؐ نے چودہ دن تک ان کا محاصرہ کیا ۔ بعد ازاں ان لوگوں نے صلح کی درخواست کی تو آپ نے ان سے صلح کر لی اس شرط پر کہ ان کی جانیں بخش دی جائیں گی اور وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر صرف اپنے بدن کے کپڑوں میں خیبر اور اس سے متعلقہ زمینوں سے نکل جائیں۔ فتح خیبر صلح حدیبیہ کے بیس دن بعد ٦ ھ یا بقول بعض ۷ ھ کا واقعہ ہے ۔

۴۔ یا عبداللہ بن قیس ہمدانی ، یہ شک ابو عبید کو ہے ۔

۵۔ شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔

٦ ۔ یعنی غنیمت قرار دے کر بجائے فوجیوں میں تقسیم کرنے کے اس زمین کو فئ قرار دیا، اسے اور اس کی آمدنی کو حکومت اسلامی کی زیر نگرانی رکھا ۔ (مترجم)

۷ ۔ یعنی اگر میری زیر نگرانی حکومت کو جو اموال حاصل ہوتے ہیں اس میں مجھے اختیار مطلق حاصل ہوتا تو میں کچھ دے کر واپسی کا مطالبہ نہ کرتا لیکن چونکہ یہ مال عامۃ المسلمین کا ہے اور انہیں میری مالی سیاست پر باز پرس کا حق حاصل ہے ۔ نیز مجھے اللہ کے سامنے بھی جوابدہ ہونا پڑے گا لہذا میں اللہ اور عامۃ المسلمین کی مرضی کے خلاف کوئی اقدام کرنے کا مجاز نہیں ہوں ۔ (مترجم)

۸ ۔ یہ قابل غور ہے کہ اللہ و رسول کے نام سے جو انفال کا حق دیا گیا ہے وہ امام کو ہمیشہ حاصل رہے گا یا نہیں خود ابو عبید نے ایک جگہ امام کو اللہ سے زیادہ قریب قرار دیا ہے (دیکھئے مقدمہ)

marfat.com
Marfat.com

باب : ۱۲

فوجی قوت کے ذریعہ مفتوحہ علاقہ میں وہاں کے

باشندوں کو بحال کر کے اُن پر خراج لگانا

زمین کی پیمائش اور معین رقبہ پر معین خراج

(۱۶۲) ابو مجلز (۱) لاحق بن حمید کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے عمار بن یاسرؓ کو کوفہ والوں کی صلوٰۃ کے نظام کی اقامت اور ان کے لشکروں کی قیادت پر مامور کیا ، عبداللہ بن مسعودؓ کو قضاء اور بیت المال پر، عثمان بن حنیفؓ کو زمین کی پیمائش پر اور ان کے لئے بطور معاوضہ روزانہ ایک بکری مقرر کی جسے وہ باہم تقسیم کر لیا کریں (۲)۔ حضرت عمرؓ نے یہ بھی کہا ,,میرا خیال ہے کہ جس بستی میں سے روزانہ ایک بکری دے دی جائے وہ جلد ویران ہو جائے گی ،،۔

سواد عراق میں خراج ، چنگی اور جزیہ کی شرح

چنانچہ عثمان بن حنیف نے زمین کی پیمائش کی اور انہوں نے ایک جریب انگور کے باغات پر دس درہم خراج مقرر کیا۔ اور ایک جریب کھجور کے باغات پر پانچ درہم، ایک جریب نرکل (اور بانس یا بید وغیرہ کی قسم) پر چھ درہم، ایک جریب گیہوں پر چار درہم ، ایک جریب جو پر دو درہم ۔ اسی طرح ذمیوں کے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں آنے جانے والے مال و اسباب پر بیس درہم پر ایک درہم (پانچ فیصدی) چنگی مقرر کی ، اور ذمیوں میں سے ہر بالغ مرد پر۔

marfat.com
Marfat.com

بچوں اور عورتوں کو نکال کر ۔ سالانہ چوبیس درهم جزیہ مقرر کیا پھر انهوں نے اپنا فیصلہ حضرت عمرؓ کو بیهج دیا ۔ جس کی انهوں نے تصدیق کر دی اور اسے منظور کر لیا، اور حضرت عمرؓ سے دریافت کیا گیا ”دارالحرب کے تاجر جب همارے علاقے میں آئیں تو ان کے اموال پر هم کس قدر چنگی مقرر کریں؟“ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا ”جب تم ان کے علاقہ میں جاتے هو تو وہ لوگ تم سے کس قدر چنگی لیتے هیں ؟“ لوگوں نے جواب دیا ”دسواں حصہ“ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا ”تم بهی ان سے دسواں حصہ لے لیا کرو“

(۱۷۳) شعبی کہتے هیں کہ حضرت عمرؓ نے ابن حنیف کو سواد (عراق) بهیجا تو انهوں نے وهاں کی زمینوں پر خراج متعین کیا ۔ جو کی ایک جریب پر دو درهم ۔ گیہوں پر ایک جریب پر چار درهم ، نرکل (اور بانس یابید وغیرہ) کی جریب پر چھ درهم ، کھجوروں کی ایک جریب پر آٹھ درهم ، انگوروں کی ایک جریب پر دس درهم ، زیتون کی ایک جریب پر بارہ درهم، اور فی کس (ذمی بالغ مرد) ماهانہ ایک درهم اور دو درهم جزیہ مقرر کیا ۔

(۱۷۴) محمد بن عبیداللہ الثقفی کہتے هیں کہ حضرت عمرؓ نے اهل سواد (عراق) کی هر آباد و غیرآباد زمین کی ایک جریب پر ایک درهم اور ایک قفیز غلہ خراج مقرر کیا تها اور چارہ کے ایک جریب پر پانچ درهم اور پانچ قفیز غلہ ، انگوروں کے باغات کے ایک جریب پر دس درهم اور دس قفیز غلہ ۔ اس روایت میں کھجوروں کا ذکر نہیں هے۔ اور هر ذمی بالغ مرد پر اڑتالیس یا چوبیس یا بارہ درهم (حسب استعداد و استطاعت)

(۱۷۵) مجالد بن سعید شعبی سے روایت کرتے هیں کہ حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیفؓ کو سواد (عراق) بهیجا تها جهاں انهوں نے

marfat.com

Marfat.com

زمین کی پیمائش کر کے بتایا کہ وہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ھے چنانچہ انھوں نے ھر جریب پر ایک درھم اور ایک قفیز غلہ مقرر کر دیا ۔

خراج کا معاملہ کرایہ سے مشابہ ھے

ابو عبیدؒ : ۔ میرا خیال ھے کہ شعبی کی یہ روایت (نمبر ۱۷۵) دیگر مذکورہ روایات سے جداگانہ ھے ۔ آپ دیکھ رھے ھیں کہ اس مجالد بن سعید کی روایت میں حضرت عمرؓ نے خصوصیت سے زمین پر معینہ خراج مقرر کیا ۔ خراج کا معاملہ کرایہ کے معاملہ کی طرح ھے ۔ بالفاظ دیگر حضرت عمرؓ نے ھر جریب سالانہ ایک درھم اور ایک قفیز غلہ کے عوض کرایہ پر دی ۔ اور اس میں درختوں اور کھجوروں کو شامل نہ کیا ۔ اسی لئے انھوں نے درختوں کا کوئی کرایہ مقرر نہ کیا ۔ یہ روایت ان لوگوں کے لئے ثبوت ھے۔ جو سواد (عراق) کو مسلمانوں کے لئے "فئ" قرار دیتے ھیں اور وھاں کے باشندوں کو مقررہ اجرت کے عوض مسلمانوں کے لئے بمنزلہ مزدور شمار کرتے ھیں اور کہتے ھیں کہ مقررہ معاوضہ کے علاوہ جو کچھ بھی زمین کی پیداوار ھو گی وہ انھی (کام کرنے والے باشندوں) کی ھو گی ۔ اور یہ صورت صرف اسی شکل میں جائز ھو گی جبکہ زمین پر کھجور اور دیگر درخت نہ ھوں یعنی درختوں سے خالی ھو، اس لئے کہ کھجوروں یا دیگر پھل والے درختوں کے بارے میں معین رقم کے عوض قبالہ (۳) (ذمہ داری لے کر سودا کر لینا) ناروا ھے۔ یہ ایسی بیع ھو گی جس میں پھلوں کے لگنے اور پکنے سے قبل ھی ان کا سودا کیا جاتا ہے ، اور یہ قبالہ کی ایسی صورت ہے جسے فقہاء مکروہ قرار دیتے ھیں : ۔

(۱۷٦) عبداللہ بن زیاد کہتے ھیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا

marfat.com
Marfat.com

"ہم لوگ زمین قبالہ میں لے لیتے ہیں اور اس کے درختوں کے پھل بھی اپنے استعمال میں لاتے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ زمین کی پیداوار کے علاوہ ۔ تو ابن عمرؓ نے کہا "یہی تو جلدی ملنے والا سود ہے ۔ "

(۱۷۷) حسن کہتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور اس نے کہا "میں ابلہ (۳) کا علاقہ تم سے ایک لاکھ درہم میں بطور قبالہ لیتا ہوں ؟" تو ابن عباسؓ نے اسے سو درے مارے اور اسے زندہ سولی پر لٹکا دیا ۔

(۱۷۸) ابو ہلال ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ قبالہ معاملات حرام ہیں ۔

(۱۷۹) جبلہ بن شحیم کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو یہ کہتے سنا ہے کہ قبالہ کے معاملات سود ہیں۔

ابو عبیدؒ: اس مکروہ و ممنوع قبالہ کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کھجور یا دیگر درختوں کے پھل پکنے سے قبل یا کھیتی کے تیار ہو کر کٹنے کے قابل ہونے سے پہلے ؛ اپنی ذمہ داری پر اس کا سودا کرے ۔ اور یہ تفصیلی طور پر سعید بن جبیرؓ کی اس روایت میں درج ہے:۔

(۱۸۰) شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیرؓ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو کسی بستی میں پہنچ کر اسے بطــور قبالہ لے لیتا ہے، اور اس میں کھجور نیز دیگر پھلوں کے درخت کھیت اور غیرمسلم عجمی موجود ہوں؟" تو انہوں نے کہا : "اسے یہ بستی قبالہ نہیں لینا چاہئیے اس لئے کہ اس سودے میں کوئی خیر نہیں۔"

ابو عبیدؒ: ۔ قبالہ کو مکروہ قرار دینے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اس میں معینہ مقدار کے عوض ایسے پھلوں کا سودا کیا جاتا ہے جو ابھی پوری طرح نمودار ، یا تیار نہیں ہوئے اور ان کا کسی معین وزن

marfat.com
Marfat.com

یا پیمانہ پر اندازہ نہیں کیا جا سکتا ۔ اس کے برخلاف پیداوار کے ثلث (⅓) یا ربع (¼) پر سودا کرنا ، یا درختوں سے خالی زمین کو کرایہ پر دینا نہ قبالہ ھے نہ قبالہ کے حکم میں داخل ہے۔ اور اس قبیل کے سودے جائز ھیں۔ لیکن جہاں تک ھمارا علم ھے ھمیں نہیں معلوم کہ مسلمانوں میں "قبالہ" کے مکروہ ھونے پر کبھی اختلاف ھوا ھو ۔ اس بناء پر میری رائے یہی ھے کہ مجالد کی شعبی والی روایت (نمبر۱۷۵) محفوظ (وار حج) ھے پھر عمرو بن میمون کی مندرجہ ذیل روایت بھی اسے مزید تقویت پہنچا رھی ھے ۔

(۱۸۱) عمرو بن میمون کہتے ھیں کہ میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے پاس موجود تھا کہ ابن حنیف ان کے پاس آئے اور ان سے باتیں کرنے لگے، وھاں میں نے انھیں حضرت عمرؓ سے یہ کہتے ھوئے سنا "اللہ کی قسم ۔ اگر میں زمین کے ھر جریب پر ایک درھم اور ایک قفیز غلہ مقرر کر دوں تو اس سے نہ تو ان پر کوئی بار پڑے گا نہ انھیں کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ابو عبیدؒ:۔ اس موضوع پر حضرت عمرؓ سے ھمارے پاس عمرو بن میمون کی روایت سے زیادہ صحیح روایت نہیں پہنچی ۔ اور اس میں انھوں نے زمین پر مقررہ خراج کے سلسلہ میں ایک درھم اور ایک قفیز غلہ سے زائد نہیں بتایا ۔ ان روایات کے ساتھ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث بھی ملتی ھے جو اس روایت کو تقویت دیتی اور حضرت عمرؓ کے ایک درھم اور ایک قفیز غلہ کے متعین کرنے کو سند عطا کرتی ھے۔ اور وہ یہ ھے۔

(۱۸۲) حضرت ابو ھریرةؓ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عراق نے اپنا درھم و قفیز روک لیا، اور شام نے اپنا دینار و مدی روک لیا، اور مصر نے اپنا دینار اور اردب (۵) روک لیا، اور

marfat.com
Marfat.com

تم جیسے پہلے تھے ویسے ھی ھو گئے،، حضرت ابوھریرہؓ کہتے ھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین بار دھرائے اور ابو ھریرہ کا گوشت اور خون اس پر شاھد ھیں ۔

ابو عبیدؒ: ۔ آپ کی اس حدیث کا مطلب یہ ھے کہ بعد میں ایک زمانہ آئے گا جس میں یہ صورت حال پیدا ھو جائے گی اور ان علاقوں کی آمدنی بند ھو جائے گی ۔ واللہ اعلم ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ،،درھم اور قفیز،، ملاحظہ فرمائیے پھر مقابلہ کیجئے اس کا حضرت عمرؓ کے طریق کار سے جو انھوں نے سواد (عراق) میں اختیار کیا۔اس کا نام ھے غور و تدبر اور اصابت رائے۔

خراج کی عمومی حیثیت

پھر حضرت عمرؓ کے خراج عائد کرنے اور وھاں کے باشندوں پر اس کے مقرر کرنے میں علم و فقہ کا جو درس ملتا ھے وہ یہ ھے کہ انھوں نے خراج کو عمومی اور ھمہ گیر حیثیت دے دی اور ھر اس شخص پر اسے عائد کر دیا جس کے قبضہ میں زمین کی مقررہ مقدار تھی ، خواہ وہ مرد ھو یا عورت ، بچہ ھو یا آزادی کا معاھدہ کرنے والا غلام (مکاتب) یا محض غلام ۔ چنانچہ انھوں نے سب کو اس بارے میں برابر کر دیا ۔ آپ دیکھ رھے ھیں کہ انھوں نے ان میں سے کسی کو بھی مستثنی قرار نہیں دیا ۔

اس کی تصدیق و توضیح حضرت عمرؓ کے اس قول سے ھوتی ھے جو انھوں نے نہرالملک (٦) کی اس زمیندار عورت کے بارے میں کہا تھا جو مسلمان ھو گئی تھی کہ اسے اس کی زمین پر چھوڑ دو۔ یہ اس کا خراج ادا کرتی رھے گی اس طرح حضرت عمرؓ نے اس عورت پر بھی وھی قانون لازم قرار دیا جو مردوں پر لازم تھا۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ میں ایک علمی و فقہی نکتہ یہ بھی ھے کہ انھوں نے خراج ان زمینوں پر مقرر کیا جن سے غلہ یا پھلوں کی پیداوار ھوتی تھی یا جو آباد یا غیرآباد زمین قابل کاشت تھی چنانچہ انھوں نے اس خراج کی زمین میں ان کے رھائشی علاقوں اور مکانات کو شامل نہیں کیا اور نہ ان پر کسی قسم کا خراج لگایا۔

سواد (عراق) کا حدد داربعہ

کہا جاتا ھے کہ سواد کا وہ علاقہ جس کی پیمائش کی گئی تھی وہ طویل میں موصل کی سرحد سے لے کر دریا کے ساتھ ساتھ ساحل سمندر تک جا کر دریائے دجلہ کے مشرقی علاقہ میں عبادان (آبادان) سے جا ملتا ھے۔ عرض میں اس کی سرحد سرزمین حلوان کے سلسلہ کوہ کے آخری سرے سے شروع ھو کر قادسیہ کے آخری سرے سے جا ملتی ھے جو عرب کے علاقہ عذیب سے ملا ھوا ھے۔ یہ ھیں اس سواد کی حدود اربعہ جس پر خراج عائد کیا گیا تھا۔

حسن بن صالح سے مروی ھے کہ جس زمین کی پیمائش ھوئی وہ خراج کا علاقہ ھے۔ امام ابو حنیفہ کہتے تھے کہ یہ اس تمام علاقہ پر مشتمل ھے جسے خراج کے پانی سے سیراب کیا جاتا ھے۔

ابو عبیدؒ:۔ ابو حنیفہ کا یہ قول میں نے محمد کی زبانی سنا ھے۔

ابو عبیدؒ:۔ شعبی کی حضرت عمرؓ سے وہ روایت جس میں سواد (عراق) کا علاقہ جریر اور اس کی قوم کو دینے کا مذکور ھے۔ اس کی تائید خود ھماری بیان کردہ قیس کی اس روایت سے بھی ھوتی ھے جس میں حضرت عمرؓ کا یہ قول درج ھے ,,کہ اگر میں جواب دہ (ذمہ دار) تقسیم کرنے والا نہ ھوتا تو جو علاقہ تمھارے حوالہ کیا گیا تھا تم ھی اس پر قابض رھتے،،

marfat.com

Marfat.com

حضرت عمرؓ کے اس قول سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ انہوں نے اس سے پہلے یہ علاقہ بطور عطیہ و نفل دے دیا تھا ۔

اور حضرت عمرؓ کی ,,درہم و قفیز،، والی حدیث کی تائید عمرو بن میمون والی حدیث کر رہی ہے ۔ ہمارے پاس حضرت عمرؓ سے سواد (عراق) میں خراج کے تعین سے متعلق عمرو بن میمون کی مذکورہ روایت (نمبر ۱۸۱) سے زیادہ صحیح کوئی روایت نہیں ہے اور وہ شعبی کی مذکورہ روایت (نمبر ۱۷۵) کے مطابق ہے اور ان ہر دو روایات کی تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا : ,,عراق نے اپنے درہم و قفیز کو روک لیا،،

خراج کے معنے

میرے نزدیک یہی محفوظ (وارحج) ہے کہ حضرت عمر نے ان لوگوں کو خالی زمین مقررہ خراج کے عوض بالکل اسی طرح دی تھی جیسے ایک آدمی اپنی زمین معینہ کرایہ پر دیتا ہے۔ اور کلام عرب میں خراج کے معنی ہی کرایہ ، محصول، یافت، آمدنی ، پیداوار اور اجرت و معاوضہ کے ہیں ـ یہی وجہ ہے کہ وہ زمین کی پیداوار ، گھر کے کرایہ اور مملوک غلام سے حاصل شدہ آمدنی کو خراج سے تعبیر کر دیتے ہیں ـ خراج کے یہی معنی حضرت عائشہؓ سے مروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں ہیں:

انہ قضی ان الخراج بالضمان ـ

آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ خراج (یعنی آمدنی اور پیداوار) ضمانت کے عوض ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اس حدیث کا مطلب یوں سمجھئے که اگر کوئی شخص ایک غلام خرید لے پھر اس سے کام لے کر پیداوار حاصل کرے۔ بعد میں اس خریدار کو معلوم ھو که اس غلام میں عیب ھے جو پہلے سے موجود تھا جبکه وہ بیچنے والے کے پاس تھا تو اسے حق حاصل ھے که وہ اس عیب کی بناء پر اپنے اس خریدے ھوئے غلام کو واپس کر دے۔ لیکن اس دوران میں اس (خریدار) نے غلام سے جو آمـدنی حاصل کی ھے وہ اس (خریدار) کے لئے اس ضمانت و ذمه داری کے عوض حلال ھے جو وہ لیتا ھے، یعنی یه که اگر اس کے قبضه کی مدت میں وہ غلام مر جائے تو اس کا نقصان وہ (خریدار ھی) برداشت کرے گا۔

یہی معنی آپ سے مروی ایک اور حدیث میں بھی لفظ خراج کے آئے ھیں۔

(١٨٣) یه حدیث حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ھے وہ کہتے ھیں :

احتجم رسول الله صلي الله عليه وسلم ، حجمه ابو طيبة فامرله بصاعين من طعام و كلم اهله فوضعوا

احتجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ، حجمه ابوطيبة فامر له بصاعين من طعام و كلم اهله فوضعوا عنه من خراجه :

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے پچھنے لگوائے ، آپ کو ابوطیبه (غلام) نے پچھنے لگائے۔ آپ نے حکم دیا که اسے دو صاع غله دیا جائے۔ اور آپ نے اس کے مالکوں سے (بطـور سفارش کچھ) گفتگو کی تو ان لوگـوں نے انس (غـلام) پر مقررہ رقـم میں (جـو وہ مالکوں کو ادا کرتا تھا) کچھ تخفیف کر دی ۔

ملاحظه فرمایا یہاں آپ نے اس آمدنی اوریافت کو جو غـلام سے

marfat.com

Marfat.com

حاصل ہوتی ہے «خراج» کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سواد عراق کی زمین فئ ہے اور خراج زمین کی اصل ملکیت کی وجہ سے زمین پر لیا جاتا ہے

یہ حدیث ان لوگوں کے لئے دلیل و حجت ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ خراج کی زمین بشرطیکہ ابتداء وہ فوجی قوت کے ذریعے فتح کی گئی ہو۔ مسلمانوں کیلئے فئے قرار پائے گی اور اس زمین کے مالکان امام کو۔ جو مسلمانوں کے امور کا ناظم و نگران ہو۔ اسی طرح ان زمینوں کا خراج ادا کریں گے جس طرح زمین یا مکان کا کرایہ دار، ان کے مالکان کو کرایہ ادا کرتا ہے۔ اور اس معاملہ کے بعد زمین میں بوئی ہوئی کھیتی اور اُگائے ہوئے درختوں پر کرایہ دار کا قبضہ رہے گا۔

ایک دوسری جماعت کا خیال ہے کہ سواد (عراق کی اراضی) وہاں کے مقامی باشندوں کی ملکیت ہے۔ اس لئے کہ جب حضرت عمرؓ نے وہ علاقہ وہاں کے باشندوں کو واپس کر دیا تھا تو وہاں کی زمینوں کی اصلی ملکیت بھی انہی کی ہو گئی لیکن حضرت عمرؓ سے ہمیں شعبی کے ذریعہ جو روایت پہنچی ہے وہ کچھ اور ہے۔ اس میں تو یہ ہے کہ جب عتبہ بن فرقد نے ایک قطعہ زمین ساحل فرات پر خریدا تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا: تم نے یہ قطعہ زمین کس سے خریدا؟ «عتبہ بن فرقد نے جواب دیا: «اس کے مالکان سے» تو حضرت عمرؓ نے مہاجرین و انصار کے مجمع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: «اس زمین کے مالک تو یہ لوگ ہیں»

خراج درختوں کے پھلوں کا معاوضہ نہیں

ابو عبیدؒ:۔ دوسرے فقہاء نے اس بارے میں حضرت عمرؓ کے اس عمل کو حجت بنایا ہے کہ انہوں نے کھجوروں اور دیگر درختوں کی

marfat.com
Marfat.com

پیداوار پر ٹیکس لگائے تھے ۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اگر اہل سواد (عراق) کی زمینوں کے اصل مالک نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ ۔ اس صورت میں کہ اصلی ملکیت دوسروں کی ہوتی ان لوگوں کو کسی مقررہ رقم کے عوض کھجور اور دیگر پھلوں کے درخت بطور قبالہ دینا جائز نہ خیال کرتے اب اگر حضرت عمرؓ کے عمل کا یہ واقعہ محفوظ (وارحج) ہو تو یہ ایک قابل حجت دلیل اور صحیح بات ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک حضرت عمرؓ نے خراج خصوصیت سے زمین ہی پر مقرر کیا تھا ۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ان لوگوں کو سادہ اور خالی زمین دی گئی ہو تو انہوں نے اس میں درخت لگا لئے ہوں۔ اس طرح پودے اور ان کے پھل اصلاً انہی کی ملکیت ہو گئے اور مقررہ خراج اس زمین پر لیا گیا ہو جس میں درخت لگائے گئے ہوں، یہ بھی ایک دوسری جائز اور صحیح توجیہ ہے لیکن اس حال میں جبکہ حضرت عمرؓ کی رائے یہ ہو کہ زمین کے اصل مالک مسلمان ہیں اور پھر وہ معینہ معاوضہ پر کھجور اور دیگر پھلوں کے درخت وہاں کے باشندوں کو دے رہے ہوں تو اس کی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی ۔ یہ تو ناپسندیدہ قبالہ، اور پوری طرح تیار نہ ہونے والے پھلوں کا وہ سودا ہو جاتا ہے جس کی کراہت اور ممانعت احادیث میں آئی ہے۔

تیاری سے قبل پھل فروخت کرنے کی ممانعت :

(۱۸۴) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «پھلوں کو اس وقت تک فروخت نہ کرو کہ جب تک کہ ان میں پختگی کے آثار نہ ظاہر ہونے لگیں»۔

(۱۸۵) حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

نے فرمایا ,,پھلوں کو اس وقت تک فروخت نہ کرو جب تک کہ ان میں پختگی کے آثار نہ ظاہر ہو جائیں ۔

(۱۸۶) جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پھلوں کے فروخت کرنے سے منع کیا تاآنکہ وہ پک کر تیار نہ ہو جائیں۔

(۱۸۷) ابن عمرؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں پر نمودار ہونے والے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا تاآنکہ وہ زرد ہو کر پکنے پر مائل ہو جائیں اسی طرح کھیت کی بالوں کو فروخت سے منع فرمایا تاآنکہ وہ خشک ہو کر سفید ہو جائیں اور آفت سے محفوظ نہ ہو جائیں ۔ آپ نے خریدار اور فروخت کرنے والے دونوں کو اس عمل سے منع فرمایا ۔

(۱۸۸) حضرت ابوھریرۃؓ روایت کرتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی خرید و فروخت سے اس وقت تک منع فرمایا جب تک کہ ان میں پختگی کے آثار نہ ظاہر ہو جائیں۔

(۱۸۹) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں کے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا تاآنکہ وہ تیار نہ ہونے لگیں۔ حضرت انسؓ سے دریافت کیا گیا کہ تیاری سے کیا مراد ھے؟ تو انھوں نے کہا کہ اس سے مطلب یہ ھے کہ وہ سرخ یا زرد ہو جائیں ، بھلا بتاؤ تو اگر اس سے پہلے ھی پھلوں پر کوئی آفت آ جائے اور اللہ تعالی انھیں تباہ کر دے تو یہ شخص اپنے بھائی کا مال کس بنیاد پر اپنے لئے حلال سمجھے گا؟

(۱۹۰) ابو اسحق کہتے ھیں کہ میں نے مسروق بن اجدع سے دریافت کیا کہ پھلوں کی,,تیاری،، سے کیا مراد ھے تو انھوں نے کہا ,,اس سے مراد ھے پھلوں کا سرخ یا زرد ہو جانا،،

marfat.com
Marfat.com

کیا خیبر کی پیداوار کا معاملہ قبالہ تھا؟

ابو عبیدؒ :۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث سے اس بیع کی ممانعت ثابت ہے۔

اب اگر کوئی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو خیبر کی زمین فوجی قوت سے فتح کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں کو دے دی تھی اور (مندرجہ ذیل روایات کے بموجب یہ واقعہ ثابت ہے

(١٩١) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین اور اس کے نخلستان وہاں کے باشندوں کو ہی آدھی پیداوار کے عوض دے دئے تھے۔

(١٩٢) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والوں سے وہاں کی زمین کی آدھی پیداوار کے عوض خواہ وہ کھیت (کا غلہ) ہو یا درختوں کے پھل معاملہ طے کیا تھا۔

(١٩٣) ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میں نے جابرؓ سے یہ کہتے سنا کہ ابن رواحہؓ نے خیبر کی پیداوار کا تخمینہ چالیس ہزار وسق لگایا، اور انہی کا کہنا ہے کہ جب اندازہ کے بعد ابن رواحہؓ نے یہودیوں کو اختیار دیا تو انھوں نے بیس ہزار وسق کے عوض پھل لینا قبول کیا۔

ابو عبیدؒ :۔ بعض لوگوں نے آپ کے خیبر کے اس معاملہ کو حضرت عمرؓ کے سواد (عراق) کے کھجوروں اور دیگر پھلوں کے درختوں کے معاملہ سے مشابہت دی ہے لیکن ان دونوں معاملوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر والوں کے ساتھ معاملہ تو مزارعت کی قسم کا ہے جسے اہل مدینہ "مساقاۃ" کہتے ہیں۔ اس معاملہ میں زمین کی پیداوار کا کچھ حصہ لیا جاتا ہے۔ اگر کچھ پیداوار ہو تو معاہدہ کے مطابق حق پہنچتا ہے اور اگر نہ ہو تو پھر کچھ بھی نہیں ملتا۔ مگر یہ لوگ جس قسم کے معاملہ

marfat.com

Marfat.com

کو حضرت عمرؓ سے منسوب کرتے ہیں وہ ایک معین شے کے عوض قبالہ کی صورت بن جاتی ہے۔ لہذا ہم تسلیم نہیں کرتے کہ عمرؓ نے ایسا کیا ہو۔

حواشی

١ - یہ بنی سدوس کے ایک فرد اور تابعی ہیں (ابوعبیدؒ)

٢ - یہاں راوی نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بکری کی تقسیم اس طرح مقرر کی تھی کہ حضرت عمار کو نصف بکری اور اس کے پائے کلیجی آنت اوجھڑی وغیرہ دئے جائیں اور بقیہ نصف دوسرے دونوں حضرات کو دیا جائے۔

٣ - قبالہ کسی متوقع آمدنی کا صحیح اندازہ ہونے بغیر خواہ وہ خراج و محصول کے ذریعہ ہو یا غلہ، پھل وغیرہ کی پیداوار کی صورت میں اس غیر معین منفعت بخش چیز کو نقدمعین رقم کے عوض کسی کے حوالہ کر دینا۔ اس طرح قبالہ لینے والے کو دی ہوئی رقم سے زائد رقم منافع میں ملتی ہے، یہ ٹھیکہ داری کی ایک قسم ہوتی ہے۔

٤ - ابلہ۔ عراق میں دجلہ کے ساحل پر ایک نہایت زرخیز علاقہ کا نام ہے۔

٥ - درہم و دینار سکے ہیں اور قفیز و مدی واردب غلہ کے پیمانے ہیں۔ قفیز کا رواج عراق میں۔ مدی کا شام میں اور اردب کا مصر میں تھا۔

٦ - بغداد کا ایک وسیع علاقہ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۱۳

فوجی قوت سے ایسی مفتوحہ زمین کی خریداری

جس پر امام نے وہاں کے باشندوں کو بحال کر کے اسے

خراجی زمین قرار دیا ہو

ذمیوں کے غلام اور ان کی خراجی زمین خریدنے کی ممانعت

(۱۹۴) ابو عیاض راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا : "ذمیوں کے غلام نہ خرید و کیونکہ وہ خراج ادا کرنے والے ہوتے ہیں ۔ نہ ان کی زمینوں کا سودا کرو، اور تم میں سے کوئی اس ماتحتی اور ذلت و غلامی کو اپنے گلے کا ہار نہ بنالے جس سے اللہ تعالی نے اسے نجات عطا کر دی ہے۔

(۱۹۵) حسن راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا: "ذمیوں کے غلام اور ان کی زمینوں کا سودا نہ کرو" ابو عقیل کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے پوچھا: " ایسا کیوں نہ کیا جائے؟" تو انھوں نے جواب دیا: "اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے لئے "فئ" ہیں۔

(۱۹٦) شعبی کہتے ہیں کہ عتبہ بن فرقد نے سبزی کاشت کرنے کے لئے فرات کے ساحلی علاقہ میں ایک قطعہ زمین خریدا، اس معاملہ کا تذکرہ حضرت عمرؓ کے سامنے ہوا تو حضرت عمرؓ نے عتبہ سے کہا: "یہ قطعہ تم نے کس سے خریدا؟" انھوں نے کہا : "زمین کے

marfat.com

Marfat.com

مالکوں سے۔" پھر جب حضرت عمرؓ کے پاس مہاجرین و انصار جمع ہو گئے تو (ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) انھوں نے کہا: "یہ لوگ اس زمین کے مالک ہیں۔ بتاؤ کیا تم نے ان میں سے کسی سے یہ زمین خریدی ہے؟"، عتبہ نے کہا "نہیں" اس پر حضرت عمرؓ نے کہا "تو پھر یہ قطعہ جس سے خریدا ہے اسی کو واپس دے کر اپنی رقم لے لو۔"

(۱۹۷) عنترہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ کہتے سنا: اس سواد (عراق) سے میں بچتا ہی رہوں۔"

(۱۹۸) حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں کہ ہم ابن عباسؓ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہ ایک شخص نے ان سے دریافت کیا کہ میں سواد میں ہوتا ہوں تو "قبالہ" کا معاملہ کر لیتا ہوں۔ اور اس سے میرا مقصد دولت بڑھانا نہیں بلکہ اپنے اوپر سے ظلم اور دباؤ کو ہٹانا ہوتا ہے؟ تب حضرت ابن عباسؓ نے اس کے سامنے یہ آیت کریمہ تلاوت کی :-

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صَاغِرُوْنَ - (التوبه ۹ : ۳۰)

اهل کتاب میں سے جو لوگ اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں لاتے۔ اور ان چیزوں کو جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے، حرام قرار نہیں دیتے، نہ وہ دین حق کی اطاعت قبول کرتے ہیں، تم ان سے اس وقت تک جنگ کرتے رہو تاآنکہ وہ ماتحتی قبول کرتے ہوئے خود آ کر جزیہ ادا کریں۔

بعد ازاں انھوں نے کہا : ذلت و محکومیت کا یہ قلادہ ان کی گردنوں سے نکال کر اپنی گردنوں میں نہ ڈال لو۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۹۹) ہمیں ابو معاویہ اور یزید نے اپنی سندوں سے بتایا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک زمیندار سے اس شرط پر زمین کا معاملہ کر لیا تھا کہ وہ (زمیندار) اس زمین کا جزیہ ادا کرتا رہے گا۔

ابو عبیدؒ :۔ ایک دوسری روایت میں عبداللہ سے مروی ہے کہ جس نے خراج قبول کر لیا تو اس نے ذلت و محکومیت قبول کر لی۔

خراجی زمین کرایہ پر لینے کا بیان

لہذا میرا خیال ہے کہ ابن مسعودؓ کی روایت میں معاملہ کر لینے سے مراد کرایہ پر لینا ہو گا۔ کیونکہ ہو نہیں سکتا کہ زمین تو وہ خرید لیں اور اس کا جزیہ بیچنے والے پر رہے حالانکہ اس کی ملکیت سے زمین نکل چکی ہے۔ ایسے ہی الفاظ ایک اور روایت میں آئے ہیں:۔

(۲۰۰) قرظی کہتے ہیں کہ اہل جزیہ کی زمینوں کا معاملہ (۱) کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہاں بھی معاملہ کر لینے سے مراد کرایہ پر لینا ہے۔ یہی معنی ابو الزناد نے بھی بتائے ہیں۔

(۲۰۱) قبیصہ بن ذؤیب سے مروی ہے کہ جو بھی جزیہ کی ذمہ داری اپنے اوپر لے کر زمین کا معاملہ کرتا ہے اس پر ذلت و محکومی کے وہی احکام و احوال پلٹ آتے ہیں جو اہل کتاب کے لئے ہیں۔

(۲۰۲) ابو عبیداللہ مسلم بن مشکم کہتے ہیں کہ جس نے جزیہ ادا کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے براءت اختیار کی لی۔

(۲۰۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں: "کیا میں تمہیں ایسے شخص کے بارے میں اطلاع نہ دے دوں جو الٹے پیروں واپس پلٹ گیا؟" یاد رکھو یہ وہ شخص ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد نہایت حسن و خوبی سے اسلام پر کار بند رہا۔ پھر ہجرت کی اور اس

marfat.com

Marfat.com

مرحلہ سے بھی نہایت عمدگی سے گذر گیا ۔ پھر جہاد میں حصہ لیا اور اس میں بھی کارہائے نمایاں انجام دئے لیکن یہ سب کچھ کر چکنے کے بعد پھر اس نے جزیہ کے ساتھ زمین کا بار اپنے اوپر ڈال لیا۔ تو یہی شخص ہے جو الٹے پیروں (کفر کی طرف) پلٹ گیا۔

عبداللہ بن عمرو سے دریافت کیا گیا کہ ہم میں سے ایک نبطی کے پاس جا کر اس کی زمین مع جزیہ کے اپنے ذمہ لے لیتا ہے، تو انہوں نے جواب دیا: "تم محکومیت اختیار کرتے ہو، اور جو چیز لیتے ہو اس سے افضل دیتے ہو۔"

(۲۰۴) میمون بن مہران کہتے ہیں "اگر مجھے صرف پانچ درہم خراج ادا کرنے پر باب الرّھا سے حران (۲) تک کی زمین مل جائے تو بھی مجھے اس سے خوشی نہ ہو گی " ۔

(۲۰۵) عیسی بن المغیرۃ سے مروی ہے کہ شعبی سے خراج کی زمین خریدنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا "میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ یہ سود ہے لیکن میں اس کی اجازت بھی نہیں دوں گا ۔

خراجی زمین کی خریداری کی کراہت کے اسباب

ابو عبیدؒ ۔ خراجی زمین کی خریداری کو مکروہ بتانے والی روایات متواتر ہیں۔ مکروہ سمجھنے والوں نے اسے دو وجوہ کی بناء پر مکروہ بتایا ہے۔ ایک تو یہ کہ ایسی زمین مسلمانوں کے لئے "فئے" ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خراج ذلت و محکومیت کا نام ہے، اور یہ دونوں باتیں حضرت عمرؓ کی ان دو روایتوں میں موجود ہیں جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ پہلی بات حضرت عمرؓ کے اس قول میں ہے کہ تم میں سے کوئی اس ذلت و غلامی کو اپنے گلے کا ہار نہ بنائے جس سے اللہ تعالی نے اسے نجات عطا کر دی ہے اور اس کی

marfat.com
Marfat.com

موافقت مذکورہ بالا روایات میں ابن مسعودؓ ، ابن عباسؓ ، عبداللہ، ابن عمرو قبیصہ بن ذؤیب ، میمون بن مہران اور مسلم بن مشکم نے کی ہے۔ اور "فیٔ" کے بارے میں حضرت عمرؓ کا مسلک اس قول سے ظاہر ہو رہا ہے جو انہوں نے عتبہ بن فرقد سے زمین خریدنے پر کہا تھا کہ یہ لوگ (یعنی مہاجرین و انصار) اس زمین کے مالک ہیں۔ اور اس کی موافقت حضرت علیؓ بن ابی طالب نے اس طرح کی ہے:

(۲۰۶) ابو عون ثقفی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں ایک بڑا زمیندار مسلمان ہو گیا تو حضرت علیؓ نے اس سے کہا : "جہاں تک تمہاری ذات کا تعلق ہے اب تم پر کوئی جزیہ واجب الادا نہیں رہا، البتہ تمہاری زمین ہماری ہو گئی ۔

(۲۰۷) عنترہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے کہا "میرا ارادہ ہوا کہ میں اس سواد (عراق) کی اراضی (مسلمانوں میں) تقسیم کر دوں، تاکہ جب ان میں سے کوئی بستی میں جائے اور وہاں دن یا رات کا کھانا کھائے تو وہ کہہ سکے کہ یے میری بستی ہے۔"

(۲۰۸) ثعلبہ بن یزید الحمانی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو سواد (عراق) میں کسی بدنظمی اور فساد کی اطلاع ملی تو انہوں نے اعلان کیا کہ کون رضاکارانہ وہاں کا نظم برقرار رکھنے کے لئے خود کو پیش کرتا ہے؟ اس پر تین سو رضاکاروں نے لبیک کہا، تب حضرت علیؓ نے کہا: "اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگوں کو (زمین سیراب کرنے کے لئے) پانی سے محرومی ہو جائے گی تو میں سواد (عراق) کو ان کے درمیان تقسیم کر دیتا۔"

ابو عبیدؒ۔ حضرت علیؓ ایک طرف تو اسلام لانے والے دھقان (بڑے زمیندار) سے کہہ رہے ہیں "تیری زمین ہماری ہے" اور

marfat.com
Marfat.com

دوسری طرف ان کی یہ رائے ہے کہ سواد (عراق) کی زمینیں تقسیم کر دی جائیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اس علاقہ کو صرف مسلمانوں کے لئے "فئ" قرار دیتے تھے، اور دوسرے لوگوں کو اس میں شامل نہ کرتے تھے۔

(۲۰۹) مجھے یحیی بن بکیر نے مالک بن انس کی بھی یہی رائے بتائی ہے ۔ وہ کہتے ہیں: ہر وہ علاقہ جو بقوت فتح ہو، مسلمانوں کے لئے "فئ" ہو جاتا ہے۔

خراج اور صلحی زمین کے احکام میں فرق

اسی طرح مجھے انہی کے ذریعہ یا کسی اور ذریعہ سے مالک ہی سے یہ روایت پہنچی ہے کہ وہ لیث بن سعد کے مصری زمین میں عمل دخل کو ناپسند کرتے تھے۔

(۲۱۰) لیث کے مذکورہ بالا عمل دخل پر ابن لہیعہ ، نافع بن یزید اور یحیی بن ایوب اور ان کے شیوخ بھی اعتراض کرتے تھے۔

ابو عبیدؒ ۔ لیث نے مصری زمینوں میں اس لئے عمل دخل رکھا تھا کہ ان کے نزدیک مصر صلحی علاقہ تھا، وہ یزید بن ابی حبیب سے اس بارے میں روایت بھی بیان کرتے تھے۔

(۲۱۱) نیز ان کی مصر کے بارے میں یہ رائے مجھے ابو صالح عبداللہ بن صالح اور ابن ابی مریم نے بھی بتائی ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ مصری زمینوں میں عمل دخل جائز خیال کرتے تھے۔

اور دوسرے لوگ جو اسے ناپسند کرتے ہیں وہ اس لئے کہ ان کی رائے میں یہ علاقہ فوجی طاقت کے ذریعہ فتح ہوا تھا۔

ابو عبیدؒ۔ ابو اسحق فزاری ثغر (شام کے سرحدی علاقوں) میں عمل دخل ناپسند کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ فوجی طاقت کے ذریعہ فتح

marfat.com

Marfat.com

ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مرتے دم تک وہاں کوئی کھیتی باڑی (کاشت کے لئے زمین) نہ لی۔

(۲۱۲) مجھے اس بارے میں ان کی ناپسندیدگی کا علم محمد بن عیینہ اور دیگر ثغر کے باشندوں سے بھی ہوا ہے۔

یہ ہیں ان حضرات کی روایات جو بقوت مفتوحہ علاقہ کی زمینوں میں عمل دخل ، ایسی صورت میں جبکہ اسے خراجی علاقہ بنا دیا جائے، ناپسند کرتے ہیں۔ اب رہ گئی صلحی زمین تو اس کا معاملہ بہت آسان ہے:

(۲۱۳) ابن سیرین کہتے ہیں: "سواد (عراق) کے بعض علاقے فوجی قوت کے ذریعے حاصل کئے گئے اور بعض علاقے صلح کے ذریعہ ، جو علاقے صلح کے ذریعہ حاصل ہوئے ۔ وہاں کی زمینیں تو وہاں کے باشندوں ہی کی ملکیت رہیں، البتہ جو علاقے قوت کے ذریعہ فتح کئے گئے وہ مسلمانوں کے لئے "فئ" ہو گئے۔

ابو عبیدؒ۔ ابن سیرین کا یہ کہنا کہ وہاں کے باشندوں ہی کی ملکیت رہیں، یہ بتا رہا ہے کہ ایسی زمینوں کے خرید لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن جو "فئ" ہو گئیں ان کی خریداری مکروہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ ابن سیرین صلح کے ذریعہ حاصل ہونے والی زمینوں سے "حیرہ"، "بانقیا"، اور "الیّس"، کے علاقے مراد لے رہے ہیں۔ اور یہی (عراق) کے وہ علاقے ہیں جن کی خریداری کا جواز عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے۔

حیرہ، بانقیا اور الیس سواد عراق کے صلحی علاقے ہیں

(۲۱۴) عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ سواد عراق کی زمینوں میں سے حیرہ،بانقیا، اور الیس کے باشندوں کے سوا کسی سے زمین مت خریدو۔

marfat.com
Marfat.com

ابو عبیدؒ: ـ حیرہ والوں سے تو حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں خالد بن الولیدؓ نے صلح کی تھی۔ :

بانقیا اور الیس والوں نے ابو عبیـد اور جریر بن عبداللہ کو اس پوشیدہ (دریائی) راستہ کی نشاندھی کی تھی جسے مسلمانوں کا لشکر عبور کر کے ملک ایران میں داخل ہوا تھا، اور اس کے صلہ میں وھاں کے باشندوں سے صلح ھوئی اور انھیں امان بخشی چنانچہ اس بارے میں بہت سی روایات ھیں : ـ

(۲۱۵) شعبی کہتے ھیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے خالد بن الولیدؓ کو ,,عراق،، روانہ کیا اور انھیں حکم دیا کہ ,,حیرہ،، پھنچ کر اپنا سفر ختم کریں۔ یہ پورا واقعہ طویل ھے۔

(۲۱۶) حمید بن ھلال کہتے ھیں کہ جب خالد بن الولیدؓ نے سر زمین حیرہ میں پڑاؤ ڈالا تو وھاں کے باشندوں نے ان سے جنگ کے بغیر صلح کر لی۔

ابو عبیدؒ: ایک دوسری زوایت اس سے جداگانـہ مضمـون پر مشتمل ھے۔

(۲۱۷) قیس سے روایت ھے کہ مسلمانوں نے اھل حیرہ سے اتنے اتنے درھم اور ایک پالان کے عوض صلح کی تھی۔ قیس سے پوچھا گیا کہ یہ پالان کا کیا قصہ ھے؟ تو انھوں نے کہا کہ ھمارے ایک ساتھی کا پالان چلا گیا تھا، لھذا ھم نے ان لوگوں سے صلح میں یہ شرط بھی رکھی کہ وہ ھمارے اس ساتھی کو پالان دیں۔

یہ تو ھوا ,,حیرہ،، کا قصہ اب ھم بانقیا کے متعلق بتاتے ھیں۔

(۲۱۸) قیس بن ابی حـازم سے روایت ھے کہ ابو عبیـد (بن مسعود) نے اپنے لشکریوں کی ایک جماعت کے ساتھ بانقیا کا علاقہ عبور کر لیا تو مشرکوں نے پل کاٹ دیا، ابو عبید کے کچھ آدمی مارے

marfat.com

Marfat.com

گئے۔ پھر اس کے بعد (ایرانی کمانڈر) مہران کے قتل کا معرکہ ہوا۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کے لشکر میں خالد بن عرفطہ ، مثنی بن حارثہ، جریر ابن عبداللہ تھے۔ قیس کہتے ہیں کہ اس موقع پر مشرک مسلمانوں کے پاس پل پار کر کے آگئے تھے۔ چنانچہ اس معرکہ میں ان کا (بڑا فوجی کمانڈر) مہران مارا گیا۔ یہ معرکہ "نخیلہ" مقام کے پاس ہوا تھا۔

(۲۱۹) اسماعیل اور ابو عمرو شیبانی راوی ہیں کہ: مہران کے قتل کا معرکہ سال کے آغاز میں ہوا تھا اور قادسیہ کا معرکہ اسی سال کے آخر میں ہوا تھا۔ اسماعیل کہتے ہیں کہ قیس بن ابی خازم کے قول کے مطابق رستم قادسیہ کی جنگ میں اٹھارہ ہاتھی لایا تھا۔ اس دن حضرت سعدؓ کو پیر میں زخم کی وجہ سے تکلیف تھی اور وہ میدان میں نہیں نکلے، اور ہم لوگوں نے مشرکین کو شکست دے دی تھی ۔

ابو عبیدؒ:۔ یہ ہے بانقیا والوں سے صلح اور امان بخشی کا واقعہ ، یہاں والوں نے پل بنا کر دریا پار کرانے میں ابو عبید کی مدد تھی (۳)۔

اب رہ گیا الیس والوں کا واقعہ سو وہ مجھے اس وقت یاد نہیں رہا ۔

یہ تین ایسی زمینیں ہیں جن کی خریداری کی بعض فقہا جو فوجی قوت کے ذریعہ مفتوحہ علاقہ کی خریداری مکروہ سمجھتے ہیں۔ اجازت دیتے ہیں ۔ ان میں عبداللہ بن مغفل اور محمد ابن سیرین شامل ہیں۔ ان دونوں کی روایات ہم درج کر چکے ہیں۔ اسی طرح حسن ابن صالح سے بھی صلحی زمین کی خریداری کی اجازت اور بقوت فوج مفتوحہ علاقے کی زمین خریدنے کی کراھت مروی ہے اور یہی مالک بن انس کی رائے ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(۲۲۰) یحیی بن عبداللہ بن بکیر راوی ھیں کہ مالک نے کہا:
,,وہ تمام علاقے جو صلح کے ذریعہ فتح کئے جائیں ان پر وھاں کے باشندے ھی قابض رھیں گے، اس لئے کہ وہ اپنی زمین کی حفاظت کرتے رھے تاآنکہ ان سے زمین کے سلسلہ میں صلح کی گئی اور جو علاقے فوجی قوت کے ذریعہ قبضہ میں آئیں وہ مسلمانوں کے لئے "فئے" قرار پائیں گے۔

خراجی زمین میں عمل دخل کی رخصت

ابو عبید؟: ۔ بایں ھمہ خراجی زمین میں عمل دخل رکھنے کے بارے میں مستند اور قابل اقتداء ائمہ نے نرم رویہ اختیار کیا ھے، اور وہ بقوت یا بصلح مفتوحہ علاقہ میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ اس رائے کے حامل صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ھیں ۔ تابعین میں سے محمد بن سیرین اور عمر بن عبدالعزیز اور ھمارے علم کے مطابق یہی سفیان ثوری کی بھی رائے ھے۔

(۲۲۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر بار اور مال و دولت میں وسیع پیمانہ پر انہماک سے منع فرمایا (۳)۔ پھر ابن مسعودؓ کہنے لگے۔ "بتاؤ تو ان لوگوں کا کیا ھو گا جو راذان اور فلاں فلاں مختلف مقامات میں جائدادیں بناتے رھتے ھیں۔

ابو عبید؟: ۔ میرا خیال ھے کہ عبداللہ بن مسعودؓ یہ بتا رھے ھیں کہ راذان میں خودان کی جائداد ھے ۔

تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض زمین دے دینا

(۲۲۲) عبدالعزیز بن قریر، ابن سیرین کے متعلق بتاتے ھیں کہ ان کے پاس کچھ خراجی زمین تھی جسے وہ تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض دے دیا کرتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

(۲۲۳) نعیم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے انہیں کچھ زمین (سواد عراق کے علاقہ میں) اس کے جزیہ کی ادائیگی کی شرط کے ساتھ دی تھی۔

خراج اور جزیہ میں فرق

ابو عبید: ۔ خراج کی زمین کا سودا کرنے کے بارے میں عمر بن عبدالعزیز کی تاویل یہ تھی کہ وہ جزیہ جو قرآن مجید کی آیت کریمہ

حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَدٍ وَّهُمْ صٰاغِرُوْنَ (التوبہ ۹ : ۲۹)

میں آیا ہے انسانوں پر فی کس کے حساب سے عائد ہوتا ہے، زمین پر عائد نہیں ہوتا، چنانچہ ہمیں ان سے یہ روایت ملی ہے۔

(۲۲۴) لیث بن سعد کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا :
"جزیہ انسانوں پر فی کس ہوتا ہے، زمین پر کوئی جزیہ نہیں ہوتا۔"

ابو عبیدؒ: ۔ عمر بن عبدالعزیز کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جزیہ کے علاقہ کی زمینوں میں عمل دخل اور معاملہ کرنے والا اس آیت کی زد میں نہیں آتا۔

خراجی زمین ذمیوں کی ملکیت ہے

اور سفیان ثوری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "جب امام فوجی طاقت کے ذریعہ مفتوحہ علاقہ پر وہاں کے باشندوں کو ہی بحال کر دے تو پھر وہی اس کے مالک ہو جاتے ہیں۔ وہ زمینیں ورثہ میں انہیں کے پاس رہیں گی اور اس کی فروخت کے حقوق بھی ان کے پاس ہی رہیں گے۔

ابو عبیدؒ: ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفیان بھی ایسی زمین کی خریداری جائز خیال کرتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

الغرض خراجی زمین کے متعلق شروع سے اب تک علماء میں اختلاف رہا ہے اور یہ سب کے سب علماء جلیل القدر ائمہ ہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی خریداری کو مکروہ سمجھنے والوں کی اکثریت ہے اور ان کے پاس جو دلائل ہیں وہ زیادہ واضح اور قوی تر ہیں۔ واللہ اعلم۔

خراجی زمین کی خریداری اور اس پر عمل دخل کو جائز سمجھنے والوں کی ایک جماعت بطور دلیل حضرت عثمانؓ کا عمل پیش کرتی ہے کہ انہوں نے سواد (عراق) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہؓ کو قطعات اراضی عطا کئے تھے۔ اس کی تفصیل ہم انشاء اللہ کسی موقع پر آئندہ پیش کریں گے۔

خراجی علاقہ کی کاشت اور باغبانی کی زمینوں اور رھائشی زمینوں میں فرق

یہ ہیں کراہت و رخصت کے بارے میں مختلف علماء کے رحجانات ، اور یہ اختلافات صرف ان زمینوں تک محدود ہے جن میں پیداوار ہوتی ہے اور جن پر خراج واجب ہوتا ہے۔ یعنی ایسی زمینیں جن میں کھیتیاں اور باغات ہیں۔ رہا ان رہائش گاہوں اور مکانات (کی زمینوں) کا معاملہ جو سواد (عراق) میں ہیں سو ہمارے علم میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس نے ان کی خریداری ، ان کی ملکیت یا ان میں رہائش کو مکروہ قرار دیا ہو۔

خود سر زمین کوفہ کو حضرت عمرؓ کے عہد میں ان کی اجازت سے قطعات میں تقسیم کیا گیا۔ اور ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہؓ نے اقامت کی جن میں حضرات سعد بن ابی وقاصؓ عبداللہ بن مسعودؓ ، عمارؓ ، حذیفہؓ ، سلمانؓ ، خبابؓ ، ابو مسعودؓ وغیرہ شامل ہیں۔ پھر خود حضرت علیؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر

marfat.com
Marfat.com

یہاں آئے اور اپنی خلافت کے پورے زمانہ تک یہاں مقیم رہے، ان کے بعد تابعین وہاں رہائش پذیر رہے، اور ہمیں کوئی ایسی اطلاع نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ ان میں سے کسی نے وہاں کی اقامت کو شک کی نظر سے دیکھا ہو یا اس کے دل میں اس طرف سے کوئی کھٹکا ہوا ہو۔ اور یہی حال سواد (عراق) کے دیگر تمام علاقوں کا ہے۔ اس بارے میں لاتعداد روایات موجود ہیں اور مصر کی زمینوں کے لئے بھی وہی حکم ہے جو سواد (عراق) کی زمینوں کے لئے ہے:۔

(۲۲۵) یزید بن حبیب کہتے ہیں کہ جب عمرو بن العاصؓ مصر میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ ساڑھے تین ہزار مجاہدین تھے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ان کی کمزوری کی رعایت کرتے ہوئے ان کی طرف بارہ ہزار مجاہدین کی کمک زیر سرکردگی حضرت زبیرؓ روانہ کر دی۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ ان کے پاس پہنچے اور مصر فتح کرنے میں ان کے ساتھ شریک رہے۔ پھر مصر میں حضرت زبیرؓ نے فسطاط و اسکندریہ میں زمین کے رہائشی قطعات تقسیم کئے۔

بازاروں اور منڈیوں کے ٹھکانوں کا قاعدہ

ابو عبیدؒ:۔ یہ ہیں وہ روایات جو اراضی اور رہائشی مکانات کے سلسلہ میں ان لوگوں سے ہم تک پہنچی ہیں۔ اب رہا بازاروں کے متعلق حکم، سو وہ ان سب سے جداگانہ ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل روایات ہیں:۔

(۲۲۶) اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ بازار میں نکلا تو انھوں نے دیکھا کہ منڈی والوں نے وہاں اپنی اپنی جگہیں مخصوص کر کے انہیں اپنی ملکیت بنا رکھا ہے، اس پر حضرت علیؓ نے پوچھا، یہ کیا ہے؟، لوگوں نے جواب دیا۔ ،،بازار والوں نے اپنی اپنی جگہیں خاص کر کے اپنی اپنی ملکیت بنالی ہیں،،

marfat.com
Marfat.com

اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا : "ان لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا، مسلمانوں کی منڈی مسلمانوں کی مسجد کی طرح ہوتی ہے، اور اس کا قاعـــدہ یہ ہے کہ جو وہاں پہلے پہنچ کر کسی جگہ پر قبضہ کرلے وہ جگہ اس دن بھر کے لئے اس کی رہے گی تاآنکہ وہ اسے چھوڑ دے۔"

(۲۲۷) عبید بن نسطاس کہتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے زمانہ میں ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم صبح کو بازار پہنچتے، اور وہاں جو جس جگہ بیٹھ جاتا رات تک وہی اس کا سب سے زیادہ حقدار رہتا، پھر جب زیادہ ہمارے ہاں متعین ہوئے تو انہوں نے یہ قانون بنا دیا کہ جو بازار میں جس جگہ بیٹھ جائے وہ جب تک بھی اس میں رہے اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔

(۲۲۸) ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " جب کوئی شخص اپنی بیٹھنے کی جگہ سے اٹھ (کر چلا) جائے اور پھر وہاں واپس آ جائے تو وہی اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے - "

(۲۲۹) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا کہ کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کے بیٹھنے کی جگہ پر اس کے اٹھنے کے بعد، بیٹھے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنی نشست گاہ سے اٹھنے کے بعد پھر وہاں واپس آجائے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہو گا ۔

(۲۳۰) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی آدمی کسی آدمی کو اس کی نشست گاہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھے - لیکن ہونا یہ چاہیئے کہ کھل کر بیٹھو اور کشادگی پیدا کرو۔"

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ یہاں اور اس سے پہلے نمبر ۱۹۹ میں جہاں ہم نے معاملہ کرنے کے معنے کئے ہیں وہاں عربی میں لفظ ,,اشتراء،، آیا ہے، جس کے عام معنے خریدنا ہیں لیکن کسی معاوضہ کے عوض معاملہ کر لینے کا مفہوم بھی اس میں پایا جاتا ہے۔ (مترجم)

۲۔ رھا اور حران موصل و شام کے درمیانی راستہ پر دو بستیوں کے نام ہیں اور اس زمانہ میں ان کی درمیانی مسافت ایک دن میں طے کی جاتی تھی ۔ یہ بستیاں عراق کے الجزیرۃ (دجلہ و فرات کے درمیان سرسبز علاقہ) میں واقعہ ہیں۔

۳۔ اصل کتاب میں یہاں ابو عبیدۃ ہے ۔

۴۔ ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں کہ جانداد مت بناؤ ورنہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ دیکھئے کتاب الخراج یحیی بن آدم : ۸۰

marfat.com

Marfat.com

باب : ۱۴

اگر فوجی قوت کے ذریعہ مفتوحہ خراجی زمین کا مالک اسلام

قبول کر لے تو اس سے خراج کے ساتھ عشر بھی

لیا جائے گا یا نہیں ؟

خراجی زمین کے مسلم مالک سے خراج کے ساتھ عشر نہیں لیا جائیگا

(۲۳۱) طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نہرالملک کی اس زمیندار عورت کے بارے میں جو مسلمان ہو گئی تھی مجھے لکھا تھا کہ اس کی زمین اسے دے دو، وہ اس کا خراج ادا کرتی رہے گی۔

(۲۳۲) زبیر بن عدی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں ایک زمیندار مسلمان ہوا تو حضرت علیؓ نے اس سے کہا: ,,اگر تو اپنی زمین پر کام کرتا رہے گا تو ہم (تجھ پر سے) تیرا جزیہ معاف کر دیں گے۔ اور اگر تو اپنی زمین سے چلا جائے گا تو ہم اس زمین کے زیادہ حقدار ہوں گے۔

(۲۳۳) محمد بن عبیداللہ کہتے ہیں کہ ایک زمیندار اسلام لا کر حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت علیؓ نے اس سے کہا : ,,اگر تم اپنی زمین میں رہو گے تو تم پر جو جزیہ ہے وہ ختم ہو جائے

marfat.com

Marfat.com

گا۔ اور اگر تم اپنی زمین سے چلے جاؤ گے تو ہم اس زمین کے زیادہ حق دار ہونگے۔

(۲۳۴) ابو عون محمد بن عبیداللہ ثقفی کہتے ہیں کہ ایک زمیندار اسلام قبول کر کے حضرت علیؓ کے پاس آیا۔ حضرت علیؓ نے اس سے کہا : ,,اب جہاں تک تمہاری ذات کا تعلق ہے تم پر تو کوئی جزیہ واجب نہیں رہا۔ البتہ تمہاری زمین ہمارے قبضہ میں آ جائے گی ۔ "

ابو عبید۔ ان روایات کی بناء پر فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ خراجی زمین پر مسلمانوں سے عشر نہیں لیا جائے گا، اس لئے کہ حضرات عمرؓ و علیؓ نے اسلام قبول کر لینے والے زمینداروں سے عشر ادا کرتے رہنے کی کوئی شرط نہیں کی تھی ۔ چنانچہ یہی امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا فتوی ہے ۔

خراج کے ساتھ عشر بھی واجب ہو گا

لیکن ہمارا خیال ہے کہ حضرات عمرؓ اور علیؓ کی روایات میں عشر کا ذکر نہ ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ اب ان سے عشر ختم ہو گیا۔ اس لئے کہ عشر تو صاحب نصاب مسلمانوں کی زمین پر ایک معلوم و مفروض حق ہے۔ اور کوئی ضروری نہیں کہ جب وہ زمینوں میں عمل دخل کرنے لگیں تو اس ادائی حق کی از سرنو تجدید کی جائے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا : ـ

,,من احیا ارضاً میتة فھی له"

,,جو بھی کسی مردہ زمین کو کاشت کر کے اسے آباد کرلے تو وہ اسی کی ہو جائے گی ۔ "۔

marfat.com

Marfat.com

تو آپ نے یہ شرط نہیں کی کہ وہ اس کا عشر بھی ادا کرتا رہے۔ کیا یہاں عشر کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو یہ حق پہنچ سکتا ہے کہ وہ ایسی زمین کو عشر سے معاف قرار دے دے؟ اسی طرح آپ نے یا آپ کے بعد خلفاء نے جب بھی کسی کو کوئی قطعہ اراضی دیا تو ایسے موقع پر انہوں نے کبھی یہ شرط نہیں لگائی کہ الاٹی عشر ادا کرتا رہے۔ اور یہ اس لئے کہ ہر مسلمان خواہ عشر کا ذکر کیا جائے یا نہ کیا جائے جانتا ہے کہ اس کی زمین کے بارے میں اللہ کا حکم اور رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے۔ دراصل خراج کی زمین کا حکم بھی ان دوسری زمینوں کی طرح ہے جسے مرد مسلم مالکان زمین سے کرایہ پر لیتا ہے اور پھر اس میں کاشت کرتا ہے، اور ہر ایک جانتا ہے کہ ایسی صورت میں کرایہ دار نہ صرف مالک کو زمین کا کرایہ دے گا، بلکہ اگر پیداوار کی آمدنی بقدر نصاب ہو جائے تو پیداوار کا عشر بھی نکالے گا۔

عشر اور خراج دو مستقل واجبات ہیں

عشر اوز خراج دو جداگانہ مستقل ٹیکس ہیں ۔ یہ بات آپ پر اس تفصیل کے بعد ابھر کر سامنے آ جائے گی کہ ان دونوں مدوں کی آمدنی کے مصارف الگ الگ ہیں ۔ ,,خراج،، کے مد سے فوجیوں کو تنخواہیں، اور (انکے) اہل و عیال کو وظائف دئے جاتے ہیں اور ,,عشر،، صدقہ (زکوۃ) ہے جس کا مصرف ان آٹھ مدوں میں ہو گا جو مقرر ہیں۔ لہذا یہ ہو نہیں سکتا کہ دو مستقل حقوق میں سے ایک حق کی ادائیگی دوسرے حق سے معافی کا سبب بن جائے۔ تاہم ان ہر دو کو بیک وقت ادا کرنے کا بہت سے فاضل علماء و فقہا نے فتوی دیا ہے: ۔

marfat.com
Marfat.com

خراج کے ساتھ عشر دینے کے متعلق عمر بن عبدالعزیز کا فتوی

(۲۳۵) عمرو بن میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے ایسے عربی یا مسلم کے بارے میں فتوی دریافت کیا جس کے قبضہ میں خراجی زمین ہو اور جب اس سے عشر کا مطالبہ کیا جائے تو وہ یہ جواب دے کہ میں تو خراج ادا کرتا ہوں (اور عشر میرے ذمہ واجب الادا نہیں) تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا: ,,خراج تو زمین کا ٹیکس ہے اور عشر غلہ و پیداوار پر واجب ہو گا ۔

(۲۳۶) ابراهیم بن ابی عبلہ عقیلی سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے فلسطین پر اپنے عامل عبداللہ بن عوف (یا ابن ابی عوف)[۱] کو یہ تحریر بھیجی کہ جن مسلمانوں کے قبضہ میں جزیہ (خراج) کے ساتھ زمینیں ہیں تو اولاً ان سے زمین کا جزیہ (خراج) وصول کیا جائے ۔ اور جزیہ کے بعد جو بچے اس پر زکوۃ لی جائے ۔ ابن ابی عبلہ کہتے ہیں کہ خود میں بھی اسی مصیبت کا شکار ہو چکا ہوں اور مجھ سے یہ دونوں (ٹیکس) لئے جاتے رہے ہیں ۔

خراج و عشر ملا کرلینے کی تائید میں علماء سنت کی رائے

(۲۳۷) معاویہ بن صالح راوی ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا : ,,جو شخص جزیہ کے ساتھ زمین لے، تو جزیہ دینے پر اس سے پیداوار کا عشر معاف نہیں ہو گا،،

(۲۳۸) مغیرہ کہتے ہیں کہ اس پر خراج کے ساتھ عشر بھی واجب ہو گا ۔

(۲۳۹) مالک بن انس اور اوزاعی دونوں کی رائے بھی یہ تھی کہ ایسے شخص پر خراج کے ساتھ عشر بھی واجب ہو گا۔

(۲۴۰) ابن بکیر نے بھی مالک سے یہی روایت کی ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

(۲۴۱) ابن بکیر کہتے ہیں کہ لیث بن سعد عشر واجب نہیں سمجھتے تھے، تاہم وہ خود اپنی زمین پر خراج کے ساتھ عشر بھی نکالتے تھے۔

(۲۴۲) قبیصہ کہتے ہیں کہ سفیان ایسی زمین لینے والے پر خراج کے ساتھ عشر بھی واجب خیال کرتے تھے۔

(۲۴۳) نعیم بن حماد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک کو بار ہا مروان کے گھر والوں کو یہ حکم دیتے سنا ہے کہ خراج کے ساتھ عشر بھی دیا کرو۔

ابو عبید :۔ یہی رائے ابن ابی لیلی سے منقول ہے کہ وہ خراج کے ساتھ عشر کی ادائیگی ضروری قرار دیتے تھے۔ اور یہ سب حضرات (رحمہم اللہ تعالی) سنت کے عالم تھے۔ البتہ ابن عباسؓ سے ایک روایت ایسی ہے جس کی رو سے خراج و عشر کو ملایا نہیں جاسکتا۔

(۲۴۴) عبیداللہ بن ابی جعفر کی روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا: ,,مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ کسی مسلمان سے بیک وقت واجب ہونے والا صدقہ (زکوۃ) اور کافر پر واجب ہونے والا جزیہ (دونوں) ملا کر لئے جائیں،،

ابو عبید:۔ میرے نزدیک ان کے اس قول کی توجیہ یہ ہے کہ وہ مسلمان کے لئے یہ ناپسند کرتے تھے کہ وہ خراج کی زمین لے اور اس طرح اس پر دو واجبات (خراج اور عشر) عائد ہو جائیں۔ ان کی یہ ناپسندیدگی اس جواب سے ظاہر ہوتی ہے جو انہوں نے خراجی زمین میں عمل دخل کی بابت پوچھنے والے کو دیا تھا جس میں انہوں نے یہ آیت پڑھی:۔

marfat.com

Marfat.com

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ (التوبه ۹ : ۲۹)

اهل کتاب میں سے جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ روز آخر پر، نہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، اور نہ ہی وہ دین حق کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان سے جنگ جاری رکھو تاوقتیکہ وہ محکوم بن کر خود جزیہ ادا کرنے لگیں۔

پھر انہوں نے کہا : ,,ایسا نہ کرو کہ اس (محکومیت کے قلادہ) کو ان کی گردنوں سے اتار کر اپنی گردنوں میں ڈال لو،، یہ روایت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں (دیکھئے نمبر ۱۹۸)

(۲۴۵) عکرمہ نے بھی حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ وہ خراجی زمین خریدنے کو ناپسند کرتے تھے۔

ابو عبید: ۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس بارے میں یہی رائے مشہور ہے، اور ہمارے علم میں کوئی صحابیؓ اس رائے کا قائل نہیں کہ خراج اور عشر یکجا نہیں ہو گا، نہ ہمیں تابعین میں سے سوائے عکرمہ کے کوئی اس رائے کا مؤید ملا ۔ عکرمہ کا یہ قول ایک خراسانی سے مروی ہے جس کی کنیت ابوالمنیب ہے ۔ لیکن ہمارے نزدیک حق وہی ہے جو اول الذکر علماء کا قول ہے ۔

یہ تو ہوا اس خراجی زمین کے متعلق حکم جو مسلمان کے قبضہ میں ہو ۔

عشری زمین کا حکم جو ذمی کے قبضہ میں ہو

اب رہا عشری زمین کا حکم جو ذمی کے قبضہ میں ہو۔ سو اس

marfat.com

Marfat.com

کے احکام جداگانہ ہیں۔ اور اس ضمن میں چار اقوال مذکور ہیں:۔

(i) عشری زمین خراجی بن جائے گی

(۲۴۶) مجھ سے محمد نے ابو حنیفہ کا یہ قول روایت کیا کہ جب کوئی ذمی عشری زمین خریدے تو وہ زمین خراجی بن جاتی ہے۔ اور ابو یوسف کا قول ہے کہ اس ذمی سے دگنا عشر (⅕) لیا جائے گا۔

ابو عبید :۔ اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہی رائے خالد الخداء اور اسمعیل بن ابی مسلم اور ایک تیسرے عالم کی بھی ہے ۔ یعنی وہ بصرہ کی زمین پر ذمی سے عشر کا دو چند (⅕) لیا کرتے تھے ۔

(ii) عشری رہے گی

لیکن سفیان بن سعید کہتے تھے کہ جہاں تک میرا گمان ہے۔ اس سے عشر ہی لیا جائے گا ۔

محمد بن حسن بھی سفیان کے ہم خیال ہیں۔

لیکن مالک بن انس کی رائے ان سب سے مختلف ہیں :۔

(iii)عشری زمین پر ذمی سے کچھ نہیں لیا جائیگا

(۲۴۷) یحیی بن بکیر نے مالک بن انس سے یہ روایت کی ہے کہ وہ عشری زمین پر ذمی سے کچھ لینے کے قائل نہ تھے، اس لئے کہ صدقہ تو مسلمانوں کے مال کی تطہیر و تزکیہ کے لئے مقرر کیا گیا ہے، لیکن مشرکین کی زمینوں یا ان کے مویشیوں پر کسی قسم کا صدقہ نہیں لیا جائے گا۔ ان سے محکومیت کے اعتراف کی وجہ سے فی کس جزیہ لیا جائے گا نیز تجارتی مال پر ٹیکس لیا جائے گا ۔

(iv) اسلامی ریاست کو مالی نقصان پہنچنے کی وجہ سے ایسی زمین کسی مسلمان کو بیچ دینے کا حکم دیا جائے گا

(۲۴۸) بعض حضرات نے مالک سے یہ رائے نقل کی ہے ایسے ذمی

marfat.com
Marfat.com

پر عشر تو نہیں لگے گا ۔ البتہ اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ یہ عشری زمین (کسی مسلمان کو) بیچ دے، کیونکہ اس ذمی کے پاس رہنے سے صدقہ (اسلامی حکومت کی عشر کے ذریعہ آمدنی) ختم ہو جاتی ہے۔

(۲۴۹) حسن بن صالح سے بھی یہی مروی ہے کہ ایسے ذمی پر جو مسلمان سے عشری زمین خرید لے نہ عشر واجب ہو گا نہ خراج ۔ اسی طرح جیسے وہ مسلمان کے مویشی خرید لیتا تو اس پر مویشیوں کے سلسلہ میں کوئی صدقہ عائد نہ ہوتا ۔ اسی سے مشابہ رائے شریک بن عبداللہ سے بھی مروی ہے :۔

عشری زمین ذمی کو کرایہ پر دی جائے تو نہ مسلمان عشر ادا کرے گا نہ ذمی، نہ ہی ذمی خراج دے گا

(۲۵۰) انہوں نے کہا کہ ایسی صورت میں جبکہ کوئی ذمی مسلمان کی عشری زمین کرایہ پر لے تو نہ مسلمان زمین پر عشر دے گا اس لئے کہ غلہ دوسرا لے گا اور نہ ہی ذمی پر کچھ واجب الادا ہو گا، نہ عشر نہ خراج ۔ اس لئے کہ زمین اس کی ملکیت نہیں ہے۔

ابو عبید :۔ میرے خیال میں اس بارے میں مالک ، حسن بن صالح اور شریک کی رائے زیادہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ ذمی سے اس صورت میں کہ وہ زمین کا مالک ہو جائے خراج ساقط ہو جائے گا ۔ اس لئے کہ خراج تو وہ ادا کرتا ہے جو دوسرے کی زمین پر کام کر رہا ہو ۔ اس ضمن میں ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ خراج کی حیثیت پیداوار اور کرایہ کی سی ہے ۔ نیز اس ذمی سے عشر بھی ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ کافر کی جانداد یا مویشییوں پر صدقہ (یا عشر) نہیں ہے ۔ یہی صورت اس کی زمین پر ہو گی جو بہر حال اس کے مال کا ایک حصہ ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

اسی مضمون کی روایات حسن اور ابراهیم سے بھی هیں : ـ

ذمیوں پر جزیه، خراج اور تجارتی مال پر چنگی کے علاوہ کچھ واجب الادا نہیں

(۲۵۱) حسن کہتے هیں که ذمیوں کے مال پر ان سے صدقه (وزکوۃ) نہیں لی جائے گی ان پر تو صرف جزیه واجب الادا ہے ـ

(۲۵۲) ابراهیم کہتے هیں که اهل کتاب میں سے جو تجارت کرے گا اس سے صدقه (زکوۃ یا ٹیکس) لیا جائے گا۔

(۲۵۳) ابو عبید : ـ اس کا مطلب یه ہے که ذمیوں سے تجارت کے علاوہ کسی چیز پر مزید ٹیکس نہیں لیا جائے گا ـ ابن عباسؓ کی مندرجه ذیل روایت کی تاویل بھی یہی ہے : ـ

ابراهیم بن سعد نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا که ذمیوں کے اموال پر کتنا ٹیکس لیا جائے گا تو انہوں نے جواب دیا ,,ان کو معافی ہے " ـ

ابو عبید : ـ مطلب یه ہے که ذمیوں سے زکوۃ و صدقات معاف هیں (ان سے صرف جزیه لیا جائے گا) اور یه حضور صلی اللہ علیه وسلم کے اس ارشاد کی طرح ہے (جو آپ نے مسلمانوں سے فرمایا) ـ

(۲۵۴ (۲) حضرت علیؓ روایت کرتے هیں که حضور صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا : ,,هم نے تم سے گھوڑوں اور غلاموں پر صدقه معاف کر دیا ہے ـ"

ابو عبید : ـ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے صدقه کے اڑا دینے کو معافی سے تعبیر فرمایا ہے، اسی طرح ابن عباسؓ نے معافی کے لفظ سے یه مراد لی ہے که ان ذمیوں سے صدقه ساقط هو جائے گا ـ

حضرت معاویہؓ سے مروی ہے که انہوں نے بعض ذمیوں کے بارے میں گفتگو کی اور ان سے خراج هٹا دیا، اور عشر بھی ان سے نه لیا ـ

marfat.com
Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بعض اهل سواد (عراق) کے بارے میں خط و کتابت کے ذریعه یه مطالبه کیا گیا که انهیں عشری بنا دیا جائے تو انهوں نے یه مطالبه تسلیم نه کیا ۔

مذکوره بالا تمام روایات واضح کر رهی هیں که ذمیوں کی زمین سے کسی قسم کا صدقه نهیں لیا جائے گا ۔

(۲۵۵) یزید بن ابی حبیب کهتے هیں که حسن بن علیؓ نے حضرت معاویهؓ سے حفن والوں (۳) کے بارے میں بات چیت کی تو انهوں نے حفن والوں سے جزیه یا خراج هٹا دیا ۔

ابو عبید :۔ یہاں جزیه یا خراج سے مراد زمین سے ادا هونے والا خراج هے نه که فی کس ادا کیا جانے والا جزیه ، اس میں یه مذکور نهیں که جب ان سے خراج معاف کر دیا تو عشر لگا دیا گیا تھا ۔

خراجی زمین مسلمانوں کی فئ هے

(۲۵٦) حصین کهتے هیں که عبدالحمید بن عبدالرحمن نے عمر بن عبدالعزیز کو لکھا که سواد (عراق) کے مقیم باشندے خراج بند کروا کر اپنے اوپر صدقه لگوانا چاهتے هیں تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انهیں تحریری جواب دیا: ”میرے علم میں ایسی کوئی چیز نهیں جو اسلام کی تقویت کے لئے اس زمین سے زیاده پائدار و مفید هو جو الله تعالی نے مسلمانوں کو بطور ”فے“ بخشی هے، لهذا جس کا بھی گھر بار اس علاقه میں هو تو وه اس زمین کے هر جدول پر خراجی زمین کے مطابق رقم ادا کرے۔ لیکن جس کا گھر بار وهاں نه هو تو وه اس زمین کو وهاں کے نچلے طبقه کے باشندوں کو واپس کر دے۔“

حصین کهتے هیں که اس کلام کا مدعا یه هے که جس کے قبضه میں خراجی زمین هو اور وه اس کا خراج ادا کرنے پر رضا مند هو تو

marfat.com

Marfat.com

فیہا ورنہ اسے وہ زمین وہاں کے اصلی باشندوں کو جو اس کا خراج ادا کرتے رہیں واپس کر دینا چاہئیے۔

ابو عبید۔ خراجی زمین کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مذہب یہ تھا کہ وہ "فئ" ہے اور اسی لئے وہ وہاں کے باشندوں کو اسے فروخت کرنے سے منع کرتے تھے۔

(٢٥٧) میمون بن مہران کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے مجھے لکھا: "اما بعد ! خراجی زمین والوں کو اپنے قبضہ کی زمین نہ بیچنے دو ، اس لئے کہ وہ (ان کی زمین نہیں، بلکہ) مسلمانوں کی فئ" بیچتے ہیں۔

(٢٥٨) سفیان بن ابی حمزہ سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے لکھا: "ذمیوں کا کوئی آلہ و اوزار فروخت نہیں کیا جائے گا۔"

ابو عبید :۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوزار ہی کمائی کا سبب ہیں جن کی وجہ سے وہ خراج ادا کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ اب اگر ان کے ہل وغیرہ کی قسم کے آلات جو کاشتکاری کے کام آتے ہیں فروخت ہو جائیں تو وہ بےکھیتی باڑی کے رہ جائیں گے اور خراج ادا نہ کر سکیں گے۔

★

حوالہ جات

١۔ یہ شک ابو عبیدؒ کو ہے۔

٢۔ اصل کتاب میں یہ نمبر حدیث سے قبل ہے ، اور نمبر کے ساتھ سند ہے حدیث نہیں ہے۔

٣۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی والدہ ماریہ قبطیہ کی مشہور بستی کا نام ہے جو مصر کے علاقہ صعید میں واقع ہے۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۱۵

فوجی طاقت کے ذریعہ مفتوحہ علاقے اور مسلمانوں کے

ملک میں ذمیوں کو کن امور کی اجازت اور کن

کاموں کی ممانعت ہو گی

اسلام میں خصی کرنے اور نئے کنیسہ تعمیر کرنے کی اجازت نہیں

(۲۵۹) توبة بن النمر حضرمی ، قاضی مصر ، اپنی سند سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "اسلام میں خصی کرنے کی اور (تعمیر) کنیسہ کی اجازت نہیں ہے"۔

(۲۶۰) یزید بن ابی حبیب بواسطہ ابو الخیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا : "اسلام میں نہ (تعمیر) کنیسہ کی اجازت ہے نہ خصی کرنے کی"۔

(۲۶۱) مذکورہ بالا روایت ابو الخیر کے واسطہ کا ذکر کئے بغیر ابو حبیب نے حضرت عمرؓ سے کی ہے۔

(۲۶۲) اُبی بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس عمر بن عبدالعزیز کا خط آیا جس میں لکھا تھا : "تم نہ کسی کنیسہ کو منہدم کرو نہ یہود کے معبد کو نہ آتش کدہ کو۔ نہ ہی کوئی نیا کنیسہ تعمیر ہونے دو، نہ یہود کا معبد، نہ آتش کدہ، نہ کسی چوپائے

marfat.com

Marfat.com

کے سر سے پھل (چھری وغیرہ کی دھار) تیز کرو۔ اور بغیر کسی عذر کے دو وقت کی نمازوں کو جمع (جمع بین الصلاتین) نہ کرو۔

(۲٦۳) قیس بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس کو یہ کہتے سنا: ,,کسی خانہ رحمت کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ خانۂ عذاب کے نزدیک ہو،،

ابو عبید: ۔ ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی مملکت میں مسجدوں کے ساتھ کینسے ، یہودی عبادت گاہیں اور آتش کدے نہیں ہونے چاہئیں ۔

یہ تو وہ احکام ہیں جو کنیسوں ، یہودی عبادت گاہوں اور آتش کدوں سے متعلق ہیں ، ایسے ہی احکام (ممانعت) شراب اور خنزیر کے لئے بھی آئے ہیں: ۔

(۲٦۴) ابو امامہ راوی ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا، ,,گھڑ سواروں کو تربیت دو۔ اور خبردار عجمیوں کے آداب و اخلاق سے بچتے رہنا، اسی طرح سوروں کے پڑوس میں نہ رہنا، اور ایسا بھی نہ ہو کہ تمہارے درمیان صلیب اٹھائی جائے،،

خنزیروں کو مار کر ان کی قیمت منہا کر دینا

(۲٦۵) لیث بن ابی سلیم کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسلامی ریاست کے صوبائی گورنروں کے نام یہ تحریری ہدایات جاری کیں کہ سوروں کو مار ڈالو اور جزیہ کی رقم سے ان کی قیمت منہا کر دو۔

ابو عبید : ۔ مذکورہ بالا روایتیں سوروں کے بارے میں آئی ہیں اب شراب متعلق سینئے : ۔

شراب کی تجارت پر شدید پابندی

(۲٦٦) ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ سواد (عراق) کے باشندوں میں سے ایک شخص شراب کی

marfat.com
Marfat.com

تجارت میں بڑا نفع کما کر امیر بن گیا تو انھوں نے لکھا: "اس کی ہر چیز جس تک تمہاری رسائی ہو توڑ ڈالو، اس کے تمام چوپایوں کو ہانک کر لے آؤ ، اور دیکھو اس کی کسی چیز کو کوئی پناہ نہ دے (۱)۔"

(۲٦۷) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے قبیلہ ثقیف کے ایک شخص کے گھر میں شراب دیکھی تو اس (گھر) کو جلا ڈالنے کا حکم دیا ۔ چنانچہ وہ جلا دیا گیا ۔ اس شخص کا نام رویشد (راشد کی تصغیر) تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا : "تو فویسق (فاسق کی تصغیر)

(۲٦۸) ربیعہ بن زکاء (۲) کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے زرارہ بستی پر نظر ڈال کر پوچھا: "یہ کون سی بستی ہے؟" لوگوں نے جواب دیا "یہ بستی زرارہ کہلاتی ہے ، اور یہاں اوباش لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ اور شراب فروخت ہوتی ہے ۔ تو حضرت علیؓ نے کہا : "اس کا راستہ کدھر سے ہے؟" لوگوں نے جواب دیا "پل کے دروازہ سے"۔

ایک شخص نے کہا : "امیر المومنین ہم آپ کے لئے کشتی لے لیتے ہیں جس کے ذریعہ آپ دریا پار کر کے اس مقام تک پہنچ جائیں گے"۔ حضرت علیؓ نے کہا: "یہ تو بیگار ہو جائے گا، ہم بیگار نہیں لینا چاہتے ، چلو ہمیں پل کے دروازے پر لے چلو"۔ چنانچہ وہ چلتے ہوئے اس بستی میں پہنچے اور کہا: میرے پاس آگ لاؤ۔ اس بستی میں آگ لگا دو (۳)۔ اس لئے کہ خبیث (چیز کے اجزاء آپس ہی میں) ایک دوسرے کو کھا لیتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس بستی کے سروں تک آگ لگ گئی تاآنکہ خواستا بن جبرونا (۴) کے باغ تک آگ پہنچ گئی ۔

ابو عبید : ۔ یہ کچھ اہل سواد میں ہوتا تھا جو ذمی تھے، البتہ رویشد اس سے مستثنی ہے کیونکہ وہ مدینہ کے مسلمانوں میں سے تھا ۔

marfat.com

Marfat.com

غیر مسلموں پر یہ پابندیاں مسلم آبادی کی حدود تک محدود تھیں

اور یہ جو ذمیوں پر کنیسوں (یہود کی) عبادت گاہوں، آتشکدوں، صلیب خنزیر اور شراب کی پابندی لگائی ہے تو صرف ایسی صورت میں جبکہ وہ مسلم آبادی کے علاقوں میں ہوں، جس کی وضاحت حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے ہو رہی ہے:۔

(۲٦۹) عکرمہ راوی ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: "جو شہر بھی عرب آباد کریں۔ اس میں کسی ذمی کو معبد بنانے، شراب فروخت کرنے، سؤر پالنے، اور ناقوس (گھنٹہ) بجانے کا حق نہیں ہوگا، البتہ ان میں سے جو کچھ پہلے سے (وہاں موجود) ہو اس کے بارے میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان سے کئے ہوئے عہد کو وفا کریں۔

عربوں کی آبادی کا مفہوم مسلم آبادی ہے

ابو عبید :۔ یہ جملہ کہ جو شہر بھی عرب آباد کریں کئی پہلو رکھتا ہے ۔ اس میں وہ علاقے آ جاتے ہیں جہاں کے باشندے اسلام قبول کر لیں مثلاً مدینہ منورہ ، طائف ، یمن ۔ نیز اس میں وہ شہر بھی آ جاتے ہیں جن کا پہلے وجود نہ تھا بلکہ مسلمانوں نے وہاں کی زمینوں کو تقسیم کر کے وہاں اقامت اختیار کی مثلاً کوفہ، بصرہ اور اسی ضمن میں سرحدی علاقے بھی آتے ہیں۔ اس تعریف میں وہ علاقے بھی آ جاتے ہیں جو مسلمانوں کی فوج قوت کے ذریعے فتح کر لے اور امام فتح کے بعد ان علاقوں کو وہاں کے اصل باشندوں کے حوالہ کر دینا مناسب نہ خیال کرے بلکہ فاتحین میں اس علاقہ کو تقسیم کر دے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ معاملہ کیا تھا ۔

marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ نے خیبر کا فیصلہ وقتی مصلحت کے تحت فرمایا تھا؟

یہ مسلمانوں کے ایسے علاقے قرار پائیں گے جن میں ذمیوں کو کسی قسم کی مراعات حاصل نہیں ہوں گی ۔ یہ الگ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے مفاد اور ان کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے خیبر کے یہود سے بٹائی پر معاملہ کر لیا تھا، لیکن جب حضرت عمرؓ کو ان کی ضرورت نہ رہی تو انہوں نے ان (یہودیوں) کو جلاوطن کر دیا اور اس طرح خیبر کا علاقہ بھی دیگر مسلم آبادی کے علاقوں کی طرح ہو گیا ۔

سرزمین عرب سے مشرکین کے اخراج کا حکم

تاہم یہ حکم ملک عرب کے شہروں تک محدود ہو گا ، اور ہمارے خیال میں اس فیصلہ کی بناء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر ہے: ”مشرکوں کو جزیرہ عرب سے باہر نکال دو“۔ اس مضمون کی تائید مندرجہ ذیل روایات سے ہوتی ہے: ۔

(۲۷۰) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ عرب سے یہودیوں کو باہر نکالنے کا حکم دیا ۔

(۲۷۱) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں ضرور یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کروں گا، تاآنکہ یہاں مسلمان کے سوا کسی (دوسرے مذہب والے) کو نہیں چھوڑوں گا“۔ راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے ان سب کو نکال دیا ۔

جزیرہ عرب میں دو دین نہیں رہیں گے

(۲۷۲) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جزیرہ عرب سے مشرکین کا نکال باہر کیا اور کہا : ”جزیرہ عرب میں دو دین یکجا جمع نہیں ہوں گے“۔ نیز حضرت عمرؓ نے وہاں انے والے غیر مسلموں

marfat.com
Marfat.com

کے لئے صرف اس قدر مدت اقامت مقرر کی جس میں وہ اپنے تجارتی سامان کو فروخت کر سکیں۔

(۲۷۳) سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ نجران کے (عیسائی) باشندے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہنے لگے: ”آپ کی زبانی سفارش اور آپ کے ہاتھ کی تحریر (۵) (ہمارے لئے کافی ہو گی) ۔ حضرت عمرؓ نے ہمیں ہماری زمینوں سے باہر نکال دیا۔ اب آپ ہم پر احسان فرما کر پھر ہمیں واپس کر دیجئے۔“ حضرت علیؓ نے جواب دیا: ”تمہارا برا ہو۔ حضرت عمرؓ نہایت صحیح اور حق فیصلے کرتے تھے۔ میں حضرت عمرؓ کے کئے ہوئے کاموں میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔“

(۲۷۴) اعمش کہتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے: ”اگر حضرت علیؓ کے دل میں حضرت عمرؓ کی طرف سے کوئی شکایت ہوتی تو وہ بالضرور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے۔“

(۲۷۵) شعبی کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کوفہ میں آئے تو انہوں نے اعلان کیا کہ میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ حضرت عمرؓ کے نافذ کردہ قوانین منسوخ کروں۔

ابو عبید : ۔ ہمارا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہل نجران کی جلاوطنی کے لئے — جو صلح کے بعد مغلوب ہوئے تھے وجہ جواز ایک حدیث رسول سے نکالی تھی جو خاص طور پر باشندگان نجران کے متعلق اس طرح ہے: ۔

(۲۷۶) ابو عبیدۃ بن الجراحؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے جو آخری بات نکلی وہ یہ تھی : ”یہود کو سرزمین حجاز سے باہر نکال دو اور نجرانیوں کو جزیرۂ عرب سے باہر نکال دو۔

marfat.com
Marfat.com

دیس سے نکالنے کے لئے قانونی وجہ جواز ضروری تھا ۔

ابو عبید۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اسی وقت کہی ہو گی ۔ جبکہ آپ نے ان میں بدعہدی کے آثار پائے ہوں گے یا معاہدہ صلح کے برخلاف کوئی نئی روش دیکھی ہو گی اور اس کا ثبوت حضرت عمرؓ کے اس خط میں ملتا ہے جو انہوں نے نجرانیوں کو جلاوطن کرنے سے پہلے لکھا تھا :۔

(۲۷۷) ابن عون کہتے ہیں کہ محمد بن سیرین کے ایماء پر میں نے حضرت عمرؓ کا خط زیاد بن جبیر سے لے کر پڑھا۔ اس کی عبارت یہ تھی :۔

"بسم۔ اللہ الرحمن الرحیم۔ امیر المومنین عمر کی جانب سے تمام اہلِ رعاش کو یہ خط لکھا جا رہا ہے ۔

سلام علیکم ۔ میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔

اما بعد ، تم مجھے کہتے ہو کہ تم مسلمان ہو، حالانکہ بعد میں تم لوگ مرتدّ ہو گئے ۔ اب تم میں سے جو توبہ کر کے اپنی حالت درست کر لیتا ہے تو اسے اس کے ارتداد سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ، اور ہم اس کے ساتھ خوش اسلوبی سے رہیں گے ۔ لہذا تم ہوش میں آ جاؤ اور ہلاکت میں نہ پڑو ۔ تم میں سے جو اسلام قبول کر لے گا اس کے لئے خوشخبری ہے لیکن جو نصرانیت ہی سے چمٹا رہنا چاہتا ہے تو وہ سن لے کہ رمضان کی بیس تاریخ کے بعد سے میں نجران کے عیسائیوں سے بری الذمہ ہوں۔

دوسری بات یہ کہ یعلی نے مجھے عذر خواہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے تم میں سے کسی کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا نہ اس بات پر کسی قسم کی سزا دی ۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ دباؤ،

marfat.com

Marfat.com

جبر اور دھمکی دی ہو جو زبانی حد تک رہی اور ان میں سے کسی پر عمل دخل نہیں کیا گیا۔

میں نے یعلی کو حکم دے دیا ہے کہ زمین میں تمہاری محنت سے جو پیداوار ہو اس کا نصف حصہ لے لیا کرے، اور جب تک تم سدھار اور اصلاح کرتے رہو گے میں تم سے زمین نہیں چھینوں گا۔

مسلم علاقہ میں غیراسلامی ادیان کی تبلیغ پر پابندی

ابو عبید :۔ یہ ہیں وہ علاقے جن کا تذکرہ ہم نے اس باب کے آغاز میں کیا ہے ان علاقوں میں نیز اسی قسم کے دیگر علاقے جنہیں مسلمان آباد کریں ان میں ذمیوں کو اپنے دین کی کسی قسم کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

صلحی علاقہ میں شرائط صلح کی پابندی کی جائے گی

البتہ وہ علاقے جن پر صلح کے بعد قبضہ کیا گیا ہے ان میں اس صلح کے مطابق معاملہ رکھا جائے گا۔ جو ان سے کی گئی ہو، ان کا کوئی حق چھینا نہیں جائے گا۔ ابن عباسؓ کی روایت کا اول الذکر فقرہ:۔ ”جو کچھ پہلے سے ہو اس کے بارے میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان سے کئے ہوئے عہد کو وفا کریں“۔ یہی مطلب رکھتا ہے۔ دیکھئے نمبر ۲۶۹)

صلح کے علاقوں میں ھجر، بحرین، ایلہ، دومۃ الجندل، اور اذرح شامل ہیں، یہ وہ بستیاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جزیہ ادا کرتی تھیں۔ ان کے ساتھ وہی اصول رکھا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے طے کیا تھا، یہی طریقہ ان علاقوں کے ساتھ رہا جو آپ کے بعد صلح کے ذریعہ فتح ہوئے مثلاً بیت المقدس، جسے حضرت عمرؓ نے صلح کے ذریعہ فتح کیا۔ نیز دمشق، جسے خالد بن الولیدؓ نے صلح کے ذریعہ فتح کیا، اور اسی انداز پر شام کے تمام

marfat.com
Marfat.com

علاقے ـــ سوائے یزید بن ابی سفیان، شر جلیل بن حسنه، ابو عبیده بن الجراحؓ اور خالد بن الولیدؓ کے هاتھوں مفتوحه عـلاقے ـــ صلح کے ذریعه مفتوحه هیں، اسی طرح جـزیـره (فرات) کے بارے میں یہی منقول هے که وه سب کا سب بذریعه صلح فتح هوا تھا، اور ان سے معاهده صلح عیاض بن غنم نے کیا تھا ـ یہی حال مصر کے قبطیوں کا هے جن سے عمرو بن العاصؓ نے معاهده صلح کیا تھـا ـ نیـز بلاد خراسان کا، جس کے متعلق کہا جاتا هے که وه تمام کا تمام یا اس کا بیشتر حصه عبدالله بن عامر بن کریز کے هاتھوں بذریعه صلح فتح هوا تھا، اور اس کی آخری حد ,,مروالروذ،، تھی ـ اور یه حضرت عثمانؓ کے عہد کا واقعه هے ـ اس حد کے آگے کے علاقے بعد میں سعید بن عثمان بن عفان، مہلب بن ابی صفره اور قتیبه بن مسلم وغیره هم کے هاتھوں فتح هوئے ـ

وه اسلامی مفتوحه علاقے جهاں ان کے اصلی باشندوں کو آباد رهنے دیا جائے صلحی علاقه کی طرح هوں گے

ابو عبید :ـ ان علاقوں کے باشندوں سے شرائط صلح کے مطابق معامله رکھا جائے گا۔ اور ان سے طے کرده شرائط میں کسی قسم کی خلاف ورزی نہیں کی جائے گی ـ یہی حال ان علاقوں کا هو گا جو فوجی قوت کے ذریعه فتح کئے جائیں۔ پھر امام کی رائے یه هو که ان علاقوں میں وهاں کے اصلی باشنـدوں کو بحـال اور انهیـں ان کی ضمانت و ذمه داری اور ان کے دین پر هی باقی رهنے دیا جـائے جیسے حضرت عمرؓ نے سواد (عراق) والوں کے ساتھ۔ معامله کیا تھا ـ جن کا علاقه فوجی قوت کے ذریعه حضرت سعدؓ کے هاتھوں فتح هوا تھا۔ اسی طرح ملک شـام کا تمام علاقه، ماسوا یزید بن ابی سفیان ، شرجبیل بن حسنه ، ابو عبیدة بن الجراحؓ ، اور خالد بن الولیدؓ کے هاتھوں فتح

marfat.com

Marfat.com

ہونے والے علاقہ کے فوجی قوت سے مفتوحہ ہے ۔ اسی طرح معرکہ جلولاء میں الجبل کا علاقہ ، نیز سعد بن ابی وقاصؓ اور نعمان بن مقرنؓ کے ہاتھوں نہاوند کا علاقہ اور ابو موسی اشعریؓ ، عثمان بن ابی العاصؓ ، عتبہ بن غزوانؓ اور دیگر صحابہ کرام کے ہاتھوں اہواز یا اس کا بیشتر حصہ نیز ملک فارس ، اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ہاتھوں مغرب (افریقہ) کا علاقہ، فوجی قوت کے ذریعہ مفتوحہ علاقے ہیں۔

(۲۷۸) ریاح کہتے ہیں کہ مغرب کا تمام علاقہ فوجی طاقت کے ذریعہ فتح ہوا ۔

ابو عبید :۔ اور اسی طرح ثغور (شام کے سرحدی علاقے)

(۲۷۹) عبدالرحمن بن ابی العصماء خثعمی جو فتح قیساریہ میں شریک تھے کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے کچھ مہینہ کم سات سال تک قیساریہ کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے فتح کیا تو حضرت عمر بن الخطابؓ کو اس فتح کی خبر بھیجی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں اعلان کیا کہ لوگوں۔ قیساریہ فوجی دباؤ ڈالنے اور قوت صرف کرنے کے بعد فتح ہو گیا

ابو عبید :۔ یہ فوجی قوت کے ذریعہ ایسے مفتوحہ علاقے ہیں جہاں ان کے قدیم باشندوں کو ان کے ادیان و مذاہب اور شرائع و مراسم کی آزادی کے ساتھ بحال کر دیا گیا تھا ۔ ان میں سے ہر ایک کی تاریخ اور خبریں ہیں جنہیں اپنی معلومات کے مطابق ہم پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ ۔

ذمیوں پر سختی کی وجہ

حضرت عمرؓ نے جو شراب کی تجارت سے امیر بننے والے کے مویشی ضبط اور سامان توڑ پھوڑ ڈالنے کا حکم دیا تھا ۔ (دیکھئے نمبر ۲۶۶)۔

اور حضرت علیؓ نے اہل زرارہ کو ان کی بستی میں آگ لگا کر جو سزا دی تھی ۔ (دیکھئے نمبر ۲۶۸) ۔ باوجودیکہ یہ ان لوگوں میں سے

marfat.com

Marfat.com

تھے جنھیں ان کے دین و ملت کی آزادی کے ساتھ بحال رکھا تھا تو ہماری نظر میں اس کی توجیہ یہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے جو شرائط ان لوگوں سے کی تھیں ان میں ان لوگوں کو شراب نوشی کی تو اجازت تھی لیکن شراب کی تجارت اور اسے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں لے جانے کی اجازت نہ تھی ۔ اور یہ بات عمر بن عبدالعزیز کی اس روایت میں واضح طور پر نظر آ رہی ہے :۔

(۲۸۰) مثنی بن سعید کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے کوفہ کے عامل عبدالحمید بن عبدالرحمن کو لکھا : ,,شراب ایک بستی سے دوسری بستی میں نہ منتقل کی جائے۔ اور تمھیں جو شراب کشتیوں پر لدی ہوئی ملے اسے سرکہ میں تبدیل کر دو ۔ چنانچہ عبدالحمید نے یہ حکم اپنے واسط کے نمائندہ محمد بن المنتشر کو لکھ بھیجا۔ انھوں نے خود پہنچ کر کشتیوں کا معائنہ کیا اور ہر شراب کے ڈرم میں نمک اور پانی ڈال کر اسے سرکہ بنا دیا ۔

ابو عبید :۔ حضرت عمر نے ان کی شراب نوشی بند نہ کی اس لئے کہ شرائط صلح میں یہ بھی ایک شرط تھی ۔ لیکن انھوں نے شراب کی تجارت اور اسے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں لے جانے پر پابندی عائد کر دی ۔

مسلم اور ذمی کے مال میں فرق شراب کا سرکہ بنا لینا

ہمارا خیال ہے کہ انھوں نے شراب زمین پر گرا کر تلف کر دینے کے بجائے اسے سرکہ بنا لینے کا حکم اس لئے دیا کہ وہ ذمیوں کے مال کا ایک حصہ تھی ۔ اگر وہ مسلمانوں کا مال ہوتا تو سوائے زمین پر انڈیل دینے کے اس کے لئے کوئی دوسری شکل جائز نہ ہوتی ۔ یہی حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کے صحابہؓ سے مروی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۲۸۱) ابراهیم کہتے ہیں کہ ایک آدمی یتیموں کے مال سے تجارت کرتا تھا ـ چنانچہ اس نے اس مال سے شراب خرید لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا ـ "اسے زمین پر انڈیل دو"۔ اس شخص نے کہا "یہ تو یتیموں کا مال ہے"۔ آپ نے فرمایا "اسے زمین پر انڈیل دو"۔ چنانچہ اس نے وہ شراب انڈیل دی جو (خاصی مقدار ہونے کی وجہ سے) وادی میں بہ گئی ـ

ابو عبیدؒ : ـ اگر مسلم کی شراب کا سرکہ بنا کر اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہوتا تو یتیم کے مال میں ضرور اجازت مل جاتی ـ اس بارے میں ایک اور حدیث بھی ہے ـ

(۲۸۲) انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا شراب کا سرکہ بنایا جا سکتا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا: "نہیں"۔

(۲۸۳) حسن کہتے ہیں کہ عثمان بن ابی العاص نے ایک شخص کو تجارت کے لئے مال دیا ـ اس نے جا کر اس مال کی شراب خرید لی ـ پھر بہت نفع لے کر آیا اور عثمان کو بتایا کہ اس نے بڑے نفع کا سودا کر لیا ہے ـ عثمان نے پوچھا "وہ کونسا سودا ہے؟" اس نے کہا "شراب"۔ تب عثمان چل کر ساحل دریا پر جا بیٹھے اور اس شخص کو تمام شراب لانے کا حکم دیا اور وہ شراب دریائے دجلہ میں پھنکوا دی ـ اس پر ان سے کہا گیا : "آپ اس کا سرکہ کیوں نہیں بنا لیتے؟" تو انہوں نے کہا "نہیں" اور پھر حکم دیا اور سب شراب پھینک دی گئی ـ

(۲۸۴) حسن سے ایسے شخص کے بارے میں فتوی پوچھا گیا "جسے میراث میں شراب ملی ہو کیا وہ اس کا سرکہ بنا سکتا ہے؟" تو انہوں نے اسے ناپسند اور مکروہ قرار دیا ـ انہوں نے کہا "ہمیں یہ

marfat.com
Marfat.com

ناپسند ہے کہ حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنائیں۔،

(۲۸۵) عطاء ایسے شخص کے بارے میں جسے میراث میں شراب ملی ہو کہتے ہیں کہ وہ اسے پھینکدے ۔ ان سے کہا گیا کہ اگر اس نے اس شراب میں پانی ملا لیا ہو اور وہ سرکہ میں تبدیل ہو چکی ہو؟، انھوں نے جواب دیا ،،اگر سرکہ بن چکی ہو تو وہ اسے بیچ دے۔،،

بتوں کی چاندی سے استفادہ لیکن شراب اور سوروں کی قیمت حرام

(۲۸٦) مجاهد کہتے ہیں کہ ایک شخص کو میراث میں چاندی کے بت، شراب اور سؤر ملے ۔ تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت سے اس بارے میں فتوی پوچھا ۔ تو انھوں نے کہا: ،،بتوں کو توڑ کر چاندی بنا لو ۔ لیکن انھوں نے شراب اور سؤروں کی قیمت لینے سے اسے منع کر دیا ۔،

ابو عبیدؒ : ۔ یہی عمل حضرت عمرؓ نے رویشد ثقفی کے مال کے ساتھ۔ اس کا گھر جلا کر کیا اور انھوں نے اسے یہ اجازت نہ دی کہ وہ اس کو سرکہ میں تبدیل کر لے ۔

(۲۸۷) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ثقیف قبیلہ کے ایک شخص کے گھر میں شراب پائی تو اس گھر میں آگ لگانے کا حکم دے دیا ۔ چنانچہ وہ جلا دیا گیا ۔ اس شخص کا نام رویشد تھا تو حضرت عمرؓ نے کہا ،،تم تو فویسق،، ہو ۔ (دیکھئے نمبر ۲٦۷)

ابو عبید:۔ ہمیں کوئی صحابیؓ یا تابعی ایسا نہیں ملتا جو شراب کو سرکہ میں تبدیل کر لینے کی اجازت دیتا ہو، یا اس بارے میں وہ کسی حیلہ یا چالبازی کی تلقین کرتا ہو ۔ حضرت عمرؓ سے اس باب میں ممانعت و کراہت مروی ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

(۲۸۸) اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے کہا : "وہ سرکہ نہ استعمال کرو جو شراب کو مصنوعی طور پر) بگاڑ کر بنایا جائے۔ البتہ قدرتی طور پر شراب سے بنا ہوا سرکہ استعمال میں لاؤ۔ نیز اگر کوئی شخص اہل کتاب کے پاس سرکہ دیکھے اور اسے معلوم نہ ہو کہ انہوں نے مصنوعی طور پر اسے بنایا ہے تو اس کے خرید لینے میں کوئی حرج نہیں (ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اہل کتاب نے عمداً شراب کو بگاڑ کر سرکہ بنا لیا ہے تو اس سے احتراز کرنا چاہئیے۔)

(۲۸۹) سعید کہتے ہیں کہ کھجور کے سرکہ کے متعلق بھی عبداللہ ابن المبارک کی یہی رائے تھی۔

ابو عبید : ۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے اس کی کراہت ملتی ہے اور یہ ایک واضح ثبوت ہے : ۔

(۲۹۰) عبداللہ بن دیلمی (٦) کہتے ہیں کہ ان کے باپ نے یا دیلم کے کسی باشندہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا : "یا رسول ... ہم جہاں سے نکلے ہیں آپ کو اس کا علم ہے اور جن لوگوں میں اترے ہیں اسے بھی آپ جانتے ہیں اب فرمائیے کہ ہمارا ولی کون ہے؟" آپ نے فرمایا : "اللہ اور اس کا رسول ۔" اس نے کہا "یا رسول اللہ ! ہم لوگ انگور کے باغات کے مالک اور شراب کا کاروبار کرنے والے تھے، اللہ تعالی نے شراب حرام کر دی ہے تو اب ہم انگور کے باغات کا کیا کریں؟" آپ نے فرمایا: "انگور خشک کر کے ان کے کشمش (منقے) بنا لو۔" وہ بولے، "کشمش اور منقے کس کام میں لائیں؟" آپ نے فرمایا "انہیں مشکوں کے اندر پانی میں بھگولو۔ دوپہر کو بھگو کو شام کو کھانے کے ساتھ پی لو ۔ شام کو بھگو کر صبح کھانے کے ساتھ پی لو ۔ اگر یہ کشمش (منقے) کا پانی چوبیس

marfat.com

Marfat.com

گھنٹے رہ جائے گا تو شراب بننے سے پہلے سرکہ بن جائے گا۔

ابو عبید :۔ ملاحظہ فرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح حلال چیز کے تبدیل ہو کر حلال بننے پر کفایت کر رہے ہیں اور ان دو حلال چیزوں کے درمیان جو حرام شے ہے اس سے اعراض فرما رہے ہیں ۔

(۲۹۱) ام خداش کہتی ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شراب سے بنے ہوئے سرکہ سے روٹی کھاتے ہوئے دیکھا ۔

ابو عبیؒد :۔ اس روایت سے بعض لوگوں نے یہ ثبوت فراہم کیا ہے کہ وہ (سرکہ) شراب تھا جو تبدیل ہو کر سرکہ بن گیا تھا ۔ لیکن اس روایت میں ان کے دعوی پر کوئی دلیل نہیں ہے ۔ کیا کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی اس روایت کا جبکہ وہ مبہم ہے رسول اللہ کی سنت سے الگ ہٹ کر کوئی مفہوم پیدا کر لے ۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس بارے میں یہی ہے کہ آپ نے صرف اس صورت میں اجازت دی جبکہ وہ حرام بننے سے پہلے سرکہ بن جائے ۔ یا پھر حضرت عمرؓ کا طریق کار حجت ہو سکتا ہے ۔ جن کا قول ہے کہ اهل کتاب سے سرکہ خرید لینے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ انہوں نے قصداً شراب بگاڑ کر سرکہ بنا لیا ہے ۔ اور ہمارا خیال ہے کہ اسی بناء پر ابن سیرین "شراب کے سرکہ" کا لفظ نہیں استعمال کرتے تھے ۔

(۲۹۲) ابن عون کہتے ہیں کہ ابن سیرین (ایسے) سرکہ کو "شراب کا سرکہ " نہیں کہتے تھے بلکہ "انگور کا سرکہ" کہتے تھے اور اسے کھا لیا کرتے تھے ۔

ابو عبیؒد :۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک وہ انگور کا رس ہے ۔ جو تبدیل ہو کر سرکہ کی شکل اختیار کر گیا ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

ایسی ہی روایت مجھے ابو اسحق فزاری کے متعلق ملی ہے کہ وہ ثغر (سرحدی علاقہ) میں ان لوگوں کو جو انگور کے رس سے سرکہ بنانا چاہتے تھے یہ حکم دیتے تھے کہ رس نکالتے وقت ہی اس (رس) میں تھوڑا سرکہ ملا دیا کرو۔ اس طرح سرکہ کی ترشی رس میں ایسا اثر کرتی ہے کہ وہ جوش مارنے سے قبل ہی سرکہ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور شراب کبھی نہیں بنتا۔ صالحین یہ عمل اس لئے کرتے تھے کہ شراب سے کسی قسم کا بھی فائدہ حاصل کرنے سے بچے رہیں خواہ ایک مرتبہ ہی اس پر شراب کا اطلاق ہو اور بعد میں وہ سرکہ کی شکل اختیار کر لے۔

ہمیں سوائے حارث عکلی کے اسلاف میں سے کسی کے بارے میں یہ اطلاع نہیں ملی کہ اس نے کسی مسلمان کو شراب سے سرکہ بنا لینے کا فتوی یا اجازت دی ہو۔

(۲۹۳) شبرمہ راوی ہیں کہ حارث عکلی نے اس شخص کے بارے میں جس نے میراث میں شراب پائی تھی ، کہا تھا ,,وہ اس میں نمک ڈال لے تاکہ وہ سرکہ بن جائے۔"

ابو عبیدؒ :۔ کہاں یہ روایت اور کہاں ہمارے مذکورہ مستندآثار

البتہ مُرّی (؟) کے سلسلہ میں ابوالدرداء کی روایت اس سے جداگانہ ہے :۔

(۲۹۴) جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ ابو الدرداء نے کہا : ,,مُرّی میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ اسے دھوپ، نمک اور مچھلیاں بےجا کر دیتی ہیں ۔"

ابو عبیدؒ :۔ یہ (مری) ایک چیز تھی جو انگور کے رس سے شامی اہل کتاب بنا لیا کرتے تھے اور اسے مُرّی کی شکل میں مسلمان خرید لیتے تھے۔ وہ (مسلمان) یہ نہیں جانتے کہ قبل ازیں وہ کس صورت

marfat.com
Marfat.com

میں تھی - جیسے کہ حضرت عمرؓ نے کہا تھا : "اگر کسی کو اہل کتاب کا سرکہ ملے تو اس کے خرید لینے میں کوئی حرج نہیں تاوقتیکہ اسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے شراب کو قصداً بگاڑ کر سرکہ بنا لیا ہے "۔ حضرت عمرؓ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ انہوں نے اس سودے کو اہل کتاب سے کرنے کی اجازت دی ہے مسلمانوں سے نہیں -

اسی طرح عمر بن عبدالعزیز کے اس عامل نے کیا تھا جس کا تذکرہ ہم پہلے کر آئے ہیں (دیکھئے نمبر ۲۸۰) کہ انہوں نے اہل سواد (عراق) کی شراب میں پانی ملا دیا - یاد رہے وہ شراب ذمیوں کی تھی - اگر مسلمانوں کی شراب ہوتی تو (اسے تلف کرنے کے سوا) اس سے کچھ بھی فائدہ اٹھانا جائز نہ ہوتا -

حوالہ جات

۱- حضرت عمرؓ کے اس عمل کی توجیہ نمبر ۲۷۹ کے تحت ابو عبید کے محاکمہ میں ملاحظہ فرمائیے -

۲- مروان بجائے "زکاۃ" کے "زکار" کہتے ہیں -

۳- حضرت علیؓ کے اس عمل کی توجیہ نمبر ۲۷۹ کے تحت ابو عبید کے محاکمہ میں ملاحظہ فرمائیے -

۴- یہ نام معجم البلدان میں "خواستابر حیرونا" ہے - دیکھئے جلد ۳ : ۳۸۱

۵- فتوح البلدان میں ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے کہا ہم آپ کے داہنے ہاتھ کی لکھائی کا واسطہ دے کر آپ سے آپ کے نبی کی خدمت میں یہ سفارش چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اس تکلیف سے نجات دلائیں -

۶- عبداللہ بن دیلمی ہمارے نزدیک ایک عربی باشندے ہیں ، چھوٹی عمر میں دیلم میں جابسنے کی وجہ سے وہ دیلمی کہلائے - (ابو عبید)

۷- مری کے متعلق ابو عبیدہ کی شرح نمبر ۲۹۳ کے تحت دیکھئے -

marfat.com

Marfat.com

باب : ۱٦

فوجی قوت کے ذریعہ مفتوحہ علاقوں کے (باشندوں)

قیدیوں ، غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں حکم

احسان کرتے ہوئے یا فدیہ کے عوض چھوڑ دینا یا قتل کر ڈالنا

(۲۹۵) ابو عبیدؒ :۔ مشرک قیدیوں کے بارے میں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے جو احکام ملتے ہیں ان کی رو سے تین صورتیں ہوتی ہیں (۱) احسان کرتے ہوئے چھوڑ دینا (۲) معاوضہ (فدیہ) لے کر چھوڑ دینا (۳) قتل کر ڈالنا ۔ اور یہ ہرسہ احکام قرآن مجید میں موجود ہیں :۔

احسان کرتے ہوئے یا فدیہ لے کر چھوڑنے کے متعلق ارشاد باری تعالی ہے :۔

فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا(محمد ۴۷ :۴)

پھر یا تو احسان کرتے ہوئے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر ، تاآنکہ جنگ اپنے اسلحہ ڈال دے (یعنی ختم ہو جائے)

قتل کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے :۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ (التوبہ ۹ : ۵)

جہاں کہیں بھی تم مشرکین کو پالو انہیں قتل کر ڈالو۔

marfat.com
Marfat.com

اور ان میں سے ہر ایک کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل موجود ہے ۔

(۱) احسان کے حکم پر حضور کا عمل اهل مکہ کے ساتھ۔ آپ کا سلوک

احسان کی صورت وہ ہے جو آپ نے مکہ والوں کے ساتھ کی ۔ اس کا قصہ فتح مکہ کی کیفیت کے ساتھ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے کسی (پرامن) باشندہ کو نہ تو جانی گزند پہنچایا نہ مالی۔ بلکہ آپ کے منادی نے یہ اعلان کر دیا ,,خبردار ! کوئی کسی زخمی کو جان سے نہ مار ڈالے ، اور دیکھو جو پیٹھ دکھا کر بھاگ رہا ہو اس کا تعاقب نہ کیا جائے ۔ نہ کسی قیدی کو قتل کیا جائے۔ اور جو اندر سے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اس نے امن پالیا ،،۔

ابو عبیدؒ :۔ ایسی روایت ہمیں عبیداللہ بن عتبہ سے پہنچی ہے۔

استثناء

(۲۹۶) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار آدمیوں کے سوا تمام لوگوں کو امان بخش دی ۔ اور وہ چار یہ ہیں ۔ ابن خطل، ابن ابی سرح، سارۃ جو حاطب کا خط مکہ والوں کے پاس لے گئی تھی ۔ اور میرا خیال ہے کہ چوتھا مقیس بن صبابہ ہے (۱)۔

ان میں سے ہر ایک کا قصہ ہے ۔

(۲۹۷) انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے ۔ اس وقت آپ کے سر پر لوہے کا خود تھا ۔ جب آپ نے اسے اتارا تو آپ کو خبر دی گئی کہ یا رسول اللہ ! یہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے ۔ تو آپ نے فرمایا,,اسے قتل کر ڈالو،،۔

marfat.com
Marfat.com

امان بخشی کا اعلان

فتح مکہ کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں ہیں جو طویل ہیں ۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بقیہ افراد کو امان بخش دی ۔ اور اس موضوع پر ان کے سامنے خطبہ بھی دیا :۔

(۲۹۸) عبدالرحمن بن ابی حسین کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو بیت اللہ میں داخل ہو کر دونوں ستونوں کے درمیان نماز ادافرمائی ۔ پھر دروازہ کی چوکھٹ کے دونوں بازوؤں پر اپنے ہاتھوں کو رکھتے ہوئے فرمایا: ,,ایک اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں ۔ وہ اکیلا ہے ۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا ۔ اپنے بندہ کی مدد فرمائی ۔ اور اس نے تنہا تمام جماعتوں کو شکست دے دی ۔ اے لوگو! تم کیا کہتے ہو اور کیا گمان رکھتے ہو؟،، لوگوں نے کہا : ,,ہم خیر کہتے ہیں اور اچھا گمان رکھتے ہیں ۔ آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں ۔ اور اب آپ نے قابو پالیا ہے،، آپ نے فرمایا : میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا :۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ
(یوسف ۱۲ : ۹۲)

آج تم پر کسی قسم کی ملامت نہیں، خدا تمہیں معاف فرمائے اور وہ تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

لوگو ! سن رکھو ! جاھلیت کا ہر خون ، ہر مال اور ہر روایتی قابل فخر کارنامہ میرے پیروں تلے ہے ۔ البتہ بیت اللہ کی خدمت گذاری اور حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری (یہ دو معزز عہدے) باقی رہیں گے (۲)۔

marfat.com
Marfat.com

(۲۹۹) عقبه بن اوس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کرتے ھیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا : ,,حمد اس اللہ کے لئے ھے جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا ۔ اپنے بندہ کی مدد فرمائی ۔ اور اس نے تنہا جماعتوں کو شکست دے دی ۔ لوگو! یاد رکھو ۔ جاھلیت کے تمام قابل فخر کارنامے جنہیں بطور فخر بیان کیا جاتا تھا اور جن کے دعوے کئے جاتے تھے ۔ اسی طرح تمام خون اور تمام دعوے میرے ان دو پیروں تلے مسلے گئے ۔ البتہ بیت اللہ کی خدمت اور حجاج کی سقایت (کے دو معزز عہدے) باقی رھیں گے ۔

قتل خطا عمد کا خوں بہا

دیکھو خطا عمد کے مقتول کا ۔ جسے کوڑے، لاٹھی، یا پتھر سے مار ڈالا گیا ھو ۔ سو اونٹ خوں بہا ھو گا جن میں سے چالیس اونٹنیاں چھ برس سے لے کر ۹ برس تک کی اور یہ سب حاملہ ھوں گی ۔ "

خزاعہ کا بنی بکر کے ساتھ استثـــناء

(۳۰۰) عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ھیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو فرمایا : ,,ھتھیار کا استعمال بند کر دو ۔ صرف خزاعہ بنی بکر کے ساتھ ھتھیار استعمال کرتا رھے ۔ انھیں ایسا کرنے کی نماز عصر تک اجـــازت ھے ۔ پھـر آپ نے فرمایا ,,ھتھیار کا استعمال بند کر دو،، اس اعلان کے بعد خزاعہ قبیلہ کے ایک شخص کو بنی بکر کا ایک شخص ملا اور اس نے بنی بکر کے اس شخص کو قتل کر ڈالا ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تو دوسرے دن آپ اپنی پشت سے کعبہ کا سہارا لیتے ھوئے کھڑے ھوئے اور آپ نے خطبہ میں فرمایا: ,,اللہ کی سب سے زیادہ نافرمانی اور سرکشی کرنے والا وہ ھے جو حرم میں حد

marfat.com
Marfat.com

سے تجاوز کرتا ہے ـ اور جو اپنے قاتل کے علاوہ دوسرے کو قتل کرتا ہے ـ نیز وہ جو جاہلیت کی دشمنی اور جاہلیت کے خون کے بدلہ میں قتل کرتا ہے ـ۔

احسان کے عمل کا دوسرا نمونہ اہل خیبر ہیں

ابو عبیدؒ :ـ یہ ہے رسول اللہ کا وہ سلوک جو آپ نے اہل مکہ کے ساتھ فرمایا ـ مزید برآں آپ نے جن لوگوں پر احسان فرمایا ان میں اہل خیبر ہیں یہ علاقہ فوجی قوت کے ذریعہ فتح ہوا ـ اس کا واقعہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر فتح کا قصہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں ـ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں کی زمین تو (مسلمانوں میں) تقسیم فرما دی لیکن یہاں کے مغلوب باشندوں پر احسان کرتے ہوئے وہاں کی زمینوں پر انھیں نصف پیداوار کی بٹائی کے عوض مزدوروں کی حیثیت سے باقی رہنے دیا، کیونکہ اس وقت مسلمانوں کو ان کی ضرورت تھی ـ حتی کہ عہد فاروقی میں جب مسلمانوں کو ان کی ضرورت باقی نہ رہی، حضرت عمرؓ نے ان یہودیوں کو جلاوطن کر دیا ـ

نیز آپ نے جن لوگوں کو احسان فرماتے ہوئے چھوڑا ان میں معرکہ (بنی) قریظہ کے عمرو بن سعد ـــ یا ابن سعدی (۲) ـ اور زبیر بن باطا ہیں جن کے قتل کا فرمان جاری ہو چکا تھا :ـ

(۳۰۱) ابن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو بنو قریظہ کی بستی کی طرف تشریف لے گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا ، پھر بنو قریظہ نے طے کیا کہ ہمارے حق میں جو فیصلہ سعد بن معاذؓ کریں گے وہ ہمیں منظور ہو گا ـ چنانچہ حضرت سعدؓ نے یہ فیصلہ دیا کہ ان کے بالغ مرد قتل کر دئے جائیں اور ان کے مال اور اہل و عیال مسلمانوں میں تقسیم کر دئے جائیں ـ

marfat.com
Marfat.com

چنانچه اس دن ان کے اتنے (۴) مرد قتل کئے گئے ، اور عمرو بن سعد ـ یا ابن سعدی بچ گئے ـ رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ شخص اس لئے بچ گیا کہ وفاداری کا حکم دیتا ، اور غداری سے منع کرتا تھا ـ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو ثابت بن قیس بن شماسؓ کے حوالہ کر دیا، جنھوں نے زبیر کو آزاد کر دیا کیونکہ زبیر نے ثابت کو معرکہ بعاث میں پناہ دی تھی ـ ثابتؓ نے زبیر سے کہا "یہ میں تم کو بعاث کے دن کا بدلہ دے رہا ہوں" زبیر نے کہا : "کیا میں بغیر اھل و عیال اور مال کے زندگی گذار دوں گا ؟" تب رسول اللہ نے فرمایا : "اگر یہ اسلام قبول کر لیتا ھے تو اسے اس کا مال اور اھل و عیال سب واپس کر دئے جائیں گے ـ ثابت نے زبیر سے کہا "لو رسول اللہ نے تمہارا مال اور تمہارے اھل و عیال کو تمہیں واپس دے دیا ھے" زبیر نے دریافت کیا: "کعب بن اسد، ابو نافع ، ابو یا سر اور ابن ابی الحقیق کا کیا بنا؟" انھوں نے کہا : "وہ قتل کر دئے گئے" زبیر نے کہا: "ان میں سے کسی کو محفل میں نہیں دیکھوں گا ـ اور پھر زندہ بھی رہوں گا ؟ میں ان کی جدائی ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا، تم اپنی تیز تلوار اٹھا کر مجھ پاجی کا خاتمہ کر ڈالو ـ میری طرف سے تم بری الذمہ ہو گئے، چنانچہ زبیر کو بنی حارثہ کے ایک شخص محیصہ کے حوالہ کر دیا گیا جس نے اسے قتل کر دیا (۵) ـ

احسان ھی کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جواب ھے جو آپ نے جبیر بن مطعم کو بدر کے قیدیوں کی سفارش پر دیا تھا۔

(۳۰۲) جبیر بن مطعم کہتے ھیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بدر کے قیدیوں کی سفارش کرنے کے لئے پہنچا ـ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ صحابہؓ کو مغرب یا عشاء کی نماز

marfat.com
Marfat.com

پڑھا رہے تھے ۔ میں نے آپ کی تلاوت کی آواز جو مسجد سے باہر آ رہی تھی سنی ۔ آپ پڑھ رہے تھے :

اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَّالَهٗ مِنْ دَافِعٍ (الطور : ۵۲ : ۷ و ۸)

بے شک تیرے رب کا عذاب بالضرور واقعہ ہونے والا ہے ۔ اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے ۔

"ایسا معلوم ہوا جیسے میرا دل پھٹ گیا ، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے بدر کے قیدیوں کی رہائی کے بارے میں آپ سے بات چیت کی ۔ آپ نے فرمایا : "ایک بوڑھا تھا (یعنی جبیر کا باپ مطعم بن عدی) اگر وہ ہمارے پاس آ کر ان قیدیوں کے بارے میں سفارش کرتا تو ہم اس کی سفارش منظور کر لیتے ۔"

راوی کہتے ہیں کہ اس کے باپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک احسان (٦) کیا تھا ۔

ابو عبیدؒ : ۔ احسان کرتے ہوئے آزاد کر دینے کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے اور اس پر آپ کے بعد ائمہ (یعنی مملکت اسلامی کے سربراہ) بھی عمل پیرا رہے ۔

(۳۰۳) ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ کندہ قبیلہ کے کچھ آدمیوں کے ساتھ اشعث بن قیس بھی مرتد ہو گیا تھا ۔ تو اس کا محاصرہ کر لیا گیا ۔ اس نے اپنے ستر آدمیوں کے لئے امان طلب کر لی لیکن خود اپنے لئے نہ طلب کی ۔ جب وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے کہا : "تمہیں امان نہیں ملی ہے لہذا ہم تم کو قتل کریں گے ۔" تب اس نے کہا: "آپ مجھ پر احسان فرمائیں، اور میں اسلام قبول کر لیتا ہوں؟" چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے ایسا ہی کیا اور اس کی شادی اپنی بہن سے کرا دی ۔

marfat.com
Marfat.com

انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم نے تستر (ایرانی علاقہ) کا محاصرہ کیا ۔ بالآخر ہرمزان حضرت عمرؓ کے فیصلہ پر رضامند ہو گیا۔ چنانچہ ابو موسی نے ہرمزان کو میرے ساتھ حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا ۔ جب ہم حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو ہرمزان کچھ نہ بولا اور چپ رہا ۔ تب حضرت عمرؓ نے اس سے کہا : ,,بولو،، اس پر وہ بولا: ,,زندہ کی سی بات کروں یا مردہ کی سی بات؟،، حضرت عمرؓ نے کہا : ,,کوئی مضائقہ نہیں بات تو کرو،، تب ہرمزان نے کہا: ,,اے عربو، جب تک اللہ تعالی نے ہمیں اور تمہیں چھوڑ رکھا تھا ہم تمہیں مار بھگاتے تھے اور اپنے سے دور رکھتے تھے، لیکن جب اللہ تمہارے ساتھ ہو گیا تو ہم تمہارا بال بیکا نہ کر سکے،، حضرت عمرؓ نے کہا: ,,اے انس ! کیا خیال ہے تمہارا؟،، میں نے کہا : ,,امیر المومنین ۔ میں نے اپنے پیچھے بڑی فوجی قوت اور کثیر تعداد چھوڑی ہے ۔ اگر آپ اسے قتل کر دیں گے تو وہ لوگ زندگی سے مایوس ہو جائیں گے اور اس طرح ان کی تندی و قوت کو مزید تقویت پہنچے گی ۔ اور اگر آپ اسے زندہ چھوڑ دیں گے تو وہ لوگ پرامید رہیں گے،، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا : ,,انس ! براء بن مالکؓ اور مجزاۃ بن ثوڑ کے قاتل کو میں زندہ چھوڑ دوں ؟،،

انس کہتے ہیں ,,جب مجھے خطرہ ہوا کہ حضرت عمرؓ اسے قتل ہی کر ڈالیں گے تو میں نے کہا : ,,آپ کے پاس اسے قتل کرنے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے،، حضرت عمرؓ نے کہا: ,,کیوں ؟ کیا اس نے تمہیں کچھ دے دیا، یا تم نے اسے کوئی قول دے دیا ہے ؟،، میں نے کہا : ,,میری طرف سے کوئی بات نہیں ہوئی، البتہ آپ ہی تو اس سے کہہ چکے ہیں کہ کوئی مضائقہ نہیں ، بات تو کرو ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا ,, اپنے ساتھ ایک دوسرا گواہ لاؤ جو اس

marfat.com
Marfat.com

بات کی گواهی دے که میں نے ایسا کہا ہے ۔ ورنه پہلے میں تمہیں سزا دوں گا۔ انس کہتے ہیں که میں حضرت عمرؓ کے پاس سے نکلا تو راسته میں زبیرین العوامؓ مل گئے اور انہیں بھی حضرت عمرؓ کی وہ بات یاد تھی جو میں نے یاد کی تھی ۔ چنانچه ان کی گواهی پر حضرت عمرؓ نے هرمزان کو چھوڑ دیا ۔ بعد ازاں هرمزان نے اسلام قبول کر لیا ، اور حضرت عمرؓ نے بیت المال سے اس کا وظیفه مقرر کر دیا ۔

(۳۰۵) حضرت انسؓ هی سے اس معنی کی ایک اور روایت دوسری سند سے بھی ہے ۔

فدیه لے کر چھوڑ دینا (بدر کے قیدی)

ابو عبیدؒ : ۔ یه روایات ہیں جو قیدیوں پر احسان کر کے انہیں چھوڑ دینے سے متعلق ہمیں پہنچی ہیں۔ اب لیجئے فدیه کو : ۔

(۳۰٦) عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں: «معرکه بدر میں جب آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم کو قیدی هاتھ آئے تو آپ نے صحابهؓ سے ان کی رائے دریافت کی ۔ حضرت عمرؓ نے کہا «یارسول اللہ ۔ یه وهی لوگ ہیں جنھوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ کو دیس سے نکالا، ان کی گردنیں مار دیجئے»۔ عبداللہ بن رواحهؓ نے کہا: «یا رسول اللہ ! یه وادی جس میں آپ ہیں بکثرت ایندھن اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس ایندھن میں آگ لگوا کر ان قیدیوں کو اس میں ڈال کر جلا دیجئے»۔ اس پر عباسؓ نے کہا «خدا تیری رشته داری کا تعلق منقطع کر دے»۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: یا رسول اللہ ! یه آپ کا کنبه اور آپ کا گھرانه ہے ۔ آپ کا خاندان اور آپ کی قوم ہے ۔ ان سے درگذر فرمائیے، خدا آپ کے ذریعه ان لوگوں کو آگ سے نجات دے گا۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اندر تشریف لے گئے ۔ تب مجمع میں چه

marfat.com
Marfat.com

میگوئیاں ہونے لگیں کوئی کہتا تھا کہ بات تو حضرت عمرؓ کی ہے ۔ کوئی کہتا تھا کہ بات تو حضرت ابو بکرؓ کی ہے، پھر آپ باھر تشریف لے آئے اور فرمایا ،ان دونوں (ابو بکرؓ و عمرؓ) کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے ۔ ان دونوں کی مثال تم سے پہلے کے تمہارے بھائیوں کی سی ہے ۔ (یعنی حضرت عمرؓ کی سختی حضرت نوح اور حضرت موسی سے مشابہ ہے) ۔ حضرت نوح نے کہا تھا :۔

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (نوح ٧١:٢٦)

نوح نے کہا ۔ اے پروردگار زمین پر کافروں میں سے کسی باشندہ کو باقی نہ چھوڑنا ۔

اسی طرح حضرت موسی نے کہا تھا :۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ (یونس ١٠ : ٨٨)

اے پروردگار ان کے اموال کو ملیامیٹ کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے ۔

(ان کے مقابلہ میں حضرت عیسی اور حضرت ابراھیم حضرت ابو بکر سے مشابہ ھیں) حضرت عیسی کہتے ھیں :۔

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (المائدہ ٥ : ١١٨)

(الہی) اگر تو انھیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ھیں ، اور اگر تو انھیں بخش دے تو بےشک تو عزت و غلبہ والا حکیم ھے ۔

اور حضرت ابراھیم نے فرمایا تھا :

فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم ۔ ابراھیم (٣٦:١٤)

تو جس نے میری پیروی کی وہ تو یقیناً میرے ساتھیوں میں سے

marfat.com
Marfat.com

ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو اے مولا) تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے -

اور اللہ تعالی کی شان ہے کہ اس نے اپنی محبت میں بہت سے آدمیوں کے دلوں کو سخت بنا دیا ہے حتی کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں اور بہت سے آدمیوں کے دلوں کو نرم بنا دیا ہے حتی کہ وہ انتہائی نرم ہو گئے ہیں (۷) - اب تمہاری مالی حالت کمزور ہے لہذا ان قیدیوں میں سے کوئی بھی بچ کر نہ نکلے - یا تو فدیہ دے یا پھر اس کی گردن مار دی جائے" عبداللہ کہتے ہیں یہاں میں نے اضافہ کر دیا: "الا سہیل بن بیضاء (جسے چھوڑ دیا جائے) کہ میں اسے اسلام کا ذکر کرتے سنتا تھا" عبداللہ کہتے ہیں یہ اضافہ تو میں نے کر دیا لیکن پھر اپنی جسارت پر کہ میں نے رسول اللہ کے سامنے زبان کھولی ہے، مجھے ڈرلگا، میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا کہ کب مجھ پر پتھر برسنے لگیں؟ حتی کہ رسول اللہ نے (میری لاج رکھ لی اور) فرمایا : "الا سہیل بن بیضاء" اس پر مجھے بڑی خوشی ہوئی -

ابو عبیدؒ : - اہل علم سیرت نگاروں نے یہاں سہیل کے بجائے سہل بن بیضاء کہا ہے جو سہیل کے بھائی تھے - سہیل تو مہاجر تھے اور جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کر رہے تھے -

(۳۰۷) عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اس (بدر کے) دن ستر کو قید کیا اور ستر کو قتل کیا - ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو رسول اللہ نے دریافت فرمایا: "ان قیدیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے ؟" حضرت ابو بکرؓ نے کہا: "یا رسول اللہ ! یہ چچیرے بھائی اور خاندان

marfat.com
Marfat.com

والے ھیں ۔ میرا خیال یہ ھے کہ ھم ان سے فدیہ لے کر انھیں رھا کر دیں۔ اس طرح ھمیں کافروں کے مقابلہ میں قوت حاصل ھو جائے گی اور بہت ممکن ھے کہ اللہ تعالی انھیں اسلام کی توفیق عطا فرما دے،،
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ،،اے عمرؓ ! تمہاری کیا رائے ھے ؟،، اس پر میں نے کہا: ،،اے اللہ کے نبی ۔ میں اس رائے سے متفق نہیں جو حضرت ابو بکرؓ نے دی ھے ۔ میری رائے تو یہ ھے کہ آپ انھیں ھمارے قابو میں دے دیجئے اور ھم ان کی گردنیں اڑا دیں ۔ عقیل کو حضرت علیؓ کے حوالہ کیجئے تاکہ وہ اس کی گردن اڑا دیں۔ مجھے فلاں ۔ میرا رشتہ دار۔ حوالہ کیجئے میں اس کی گردن اڑا دوں۔ یہی لوگ تو کفر کے ائمہ و قائدین ھیں ۔ حضرت عمرؓ کہتے ھیں کہ رسول اللہ نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے مواقفت کی اور میری رائے نہ مانی ۔ دوسرے دن جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ھوا تو آپ اور حضرت ابو بکرؓ بیٹھے رو رھے تھے ۔ اس پر میں نے عرض کی : ،،یا رسول اللہ ! مجھے بتائیے کہ آپ اور آپ کے ساتھی کس وجہ سے رو رھے ھیں ۔ اگر کوئی رونے کی بات ھو گی تو میں بھی رونے لگوں گا ۔ اگر رونا مجھے نہ آیا تو بھی آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے میں (بتکلف) رونے لگوں گا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ،،میں تمہارے ساتھیوں کی رائے کے مطابق ان قیدیوں کے فدیہ قبول کر لینے پر رو رھا ھوں، مجھے تمہارا عذاب اس درخت ۔ حضور کے قریب ھی کے ایک درخت سے بھی زیادہ قریب دکھایا گیا ۔ اور اللہ تعالی نے یہ وحی نازل فرمائی :۔

مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۔ (الانفال ۸ : ٦٧ ـ ٦٩)

marfat.com
Marfat.com

نبی کے لئے یہ سزا دار نہیں کہ ملک میں اسلامی غلبہ اور اچھی طرح کفار کا استیصال کئے بغیر وہ قیدی بنالے ۔ تم دنیا کی پیش افتادہ دولت چاھتے ھو اور اللہ آخرت چاھتا ھے ۔ اور اللہ غالب و حکیم ھے ۔ اگر پہلے سے اللہ کا کوئی نوشتہ نہ ھوتا تو جو کچھ تم نے لیا اس پر تمہیں ضرور سخت عذاب پہنچتا۔ اب جو کچھ تم نے غنیمت حاصل کی ھے اسے حلال و طیب سمجھتے ہوئے کھالو ۔

اور اس طرح اللہ تعالی نے مسلمانوں کے لئے غنیمت کو حلال کر دیا ۔

چار ہزار درھم فدیہ یا بچوں کو لکھنا سکھانا

(۳۰۸) شعبی کہتے ھیں کہ بدر کے قیدیوں سے جو فدیہ وصول ھوا تھا وہ چار ہزار (درھم) کے لگ بھگ تھا جس قیدی کے پاس کچھ بھی نہ تھا اسے حکم دیا گیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھادے۔

(۳۰۹) عکرمہ کہتے ھیں کہ بدر کے قیدیوں سے مختلف نوعیت کا فدیہ لیا گیا تھا ۔ ان میں سے بعض کا فدیہ یہ تھا کہ وہ مدرسہ کے بچوں کو پڑھائے یا بچوں کو لکھنا سکھا دے ۔

(۳۱۰) حضرت ابو ھریرہؓ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”تم سے پہلے کالے سر والوں (انسانوں) کے لئے غنیمتیں کبھی حلال نہیں کی گئی تھیں ۔ پہلے مال غنیمت کے انبار کو اوپر سے آگ آ کر کھا لیتی تھی ۔ معرکہ بدر میں اس سے پہلے کہ غنیمت کے حلال ھونے کی اطلاع ملے لوگوں نے از خود اسے استعمال کرنا شروع کر دیا اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی : ۔

marfat.com
Marfat.com

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ
(الانفال : ٦٨)

اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے کوئی نوشتہ نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا اس پر تمہیں سخت عذاب پہنچتا ۔

(۳۱۱) سعید بن جبیر نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا :۔
لولا کتاب من اللہ سبق
اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے کوئی نوشتہ نہ ہوتا ۔
یعنی بدر میں شرکت کرنے والے مجاھدین کے لئے ۔
لمسکم فیما اخذتم
تو ضرور پہنچتا تمہیں اس پر جو تم نے لیا ۔
یعنی فدیہ
عذاب عظیم
بڑا عذاب

(۳۱۲) ابن جریج اس آیت کے بارے میں کہتے ھیں کہ یہ واقعہ غنیمتوں کے حلال ہونے سے پہلے کا ھے ۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد ھے ۔
فکلوا مما غنمتم حلالا طیباً
تو جو کچھ تم نے مال غنیمت میں حلال و طیب حاصل کیا ھے اسے کھا لو (الانفال : ٦٩)

(۳۱۳) ابن عباسؓ آیت کریمہ :
مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَن يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ۔
(الانفال : ٦٧)

marfat.com
Marfat.com

کسی نبی کے لئے یہ سزا وار نہیں کہ ملک میں اچھی طرح قتل کئے بغیر وہ قیدی بنالے۔

کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ معرکہ بدر کا واقعہ ہے اور مسلمان اس وقت کم تعداد میں تھے۔ بعد میں جب ان کی تعداد بڑھ گئی اور انہیں قوت حاصل ہو گئی۔ تب اللہ تعالی نے یہ حکم نازل فرمایا :۔

فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ إِمَّا فِدَاءً

تو اس کے بعد یا تو تم احسان کرتے ہوئے یا فدیہ لے کر رہا کر دو۔

اس طرح اللہ تعالی نے مومنین کو قیدیوں کے بارے میں اختیار دے دیا کہ اگر وہ چاہیں تو انہیں قتل کر ڈالیں یا اگر چاہیں تو فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔

ابو عبیدؒ :۔ میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا " اور اگر چاہیں تو ان پر احسان کر دیں (اور چھوڑ دیں)

فدیہ میں نقد رقم صرف بدر میں لی گئی۔ دیگر مواقع میں حضور نے یا تو احسان فرمایا یا آدمیوں کا تبادلہ کیا

بدر کے قیدیوں ھی کی ایک مثال ایسی ہے جسے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال بطور فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کیا تھا ورنہ اس کے بعد آپ کو جتنی فتوحات بھی حاصل ہوئیں مثلاً خیبر، مکہ، حنین اور بنی المصطلق بلعنبر، فزارہ اور بعض یمنی قبائل کے قیدی، جن میں سے ہر ایک کے بارے میں احادیث مروی ہیں۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں یہ ثبوت نہیں ملتا کہ آپ نے زرفدیہ لے کر کسی قیدی کو چھوڑا ہو۔ ان تمام مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ رہا ہے کہ آپ نے یا تو بلامعاوضہ احسان کرتے ہوئے ان قیدیوں کو چھوڑ دیا جیسے مکہ والوں، خیبر

marfat.com
Marfat.com

والوں کے ساتھ کیا اور جس طرح آپ نے ھوازن اور معرکہ اوطاس کے قیدیوں کے ساتھ کیا یا پھر آپ نے آدمیوں کے عوض آدمیوں کو مرد ھوں یا عورتیں (فدیةً) تبادلہ کیا ۔

ھوازن پر آپ کے احسان کی تفصیل

مکہ اور خیبر والوں پر آپ نے جو احسان کیا اس کی تفصیل ھم بیان کر آئے ھیں ۔ اب ھوازن کے ساتھ آپ کے احسان کی تفصیل بیان ھوتی ھے :۔

(۳۱۴) ابن شہاب کہتے ھیں کہ مجھے سعید بن مسیب اور عروۃ بن الزبیر نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھوازن قبیلوں کے چھ ھزار قیدیوں کو جن میں مرد وزن اور بچے شامل تھے اسلام قبول کرنے پر واپس قبائل ھوازن میں بھیج دیا اور ان عورتوں کو جو قریشی مردوں کے پاس تھیں اختیار دے دیا (کہ اگر چاھیں تو اپنے قبیلوں میں واپس چلی جائیں یا جن مردوں کے ساتھ ھیں انھیں کے ساتھ رھیں) قریش میں سے عبدالرحمن بن عوف اور صفوان بن امیہ کے پاس عورتیں تھیں اور ان دونوں نے اپنے قبضہ میں آنے والی عورتوں کو کنیز بنا لیا تھا ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں عورتوں کو بھی اختیار دیا جس پر انھوں نے اپنی قوم میں جانا پسند کیا ۔

عــروۃ بن الزبیر کا کہنا ھے کہ مروان بن الحکم اور مسور ابن محــرمہ نے انھیں بتایا کہ جب ھوازن کے وفد نے اسلام قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ھو کر مطالبہ کیا کہ انھیں ان کے امــوال اور قیدی واپس کر دئے جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”میرے ساتھ جــو لوگ ھیں انھیں تم دیکھ رھے ھو، اور سب سے زیادہ سچی بات مجھے سب سے زیادہ

marfat.com
Marfat.com

پسندیدہ ہے، لہذا تم دو چیزوں میں سے ایک کو پسند کر لو۔ یا تو اپنے قیدی واپس لے لو یا اموال ۔ اور میں نے ان کا فیصلہ کرنے میں خاصی تاخیر کر دی تھی ۔ راوی کہتا ہے کہ حضور نے طائف سے پلٹ کر دس سے کچھ دن اوپر ان لوگوں کا انتظار کیا تھا ــــ الغرض جب ان لوگوں کو وضاحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دونوں میں سے ایک ہی چیز واپس کریں گے تو انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں ہمارے قیدی واپس کر دیجئے ۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے مجمع میں خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ عزوجل کی شایان شان حمد و ثنا کر چکنے کے بعد آپ نے فرمایا : ”اما بعد، تمہارے یہ بھائی توبہ کر کے آگئے ہیں ۔ اور میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دوں۔ لہذا تم میں سے جو بھی بطیب خاطر ایسا کرنا پسند کرے تو وہ کر ڈالے ۔ اور تم میں جو یہ چاہتا ہو کہ وہ اپنا حصہ اس شرط پر دے کہ پہلی ”فے“ جو ہمیں حاصل ہو اس میں سے اس کا معاوضہ ادا کر دیں تو وہ اس شرط پر ایسا کر ڈالے ۔ اس پر لوگوں نے کہا : ”یارسول اللہ ! ہم انہیں اپنے قبضہ کے قیدی بطیب خاطر دیتے ہیں ــ“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”اس ہجوم میں ہمیں صاف طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ کون بخوشی آمادہ ہے اور کون نہیں ۔ لہذا تم لوگ اپنے اپنے حلقوں میں واپس چلے جاؤ تاکہ ہمارے پاس تمہارے سردار آ کر تمہاری رائے کی ترجمانی کریں ۔ چنانچہ لوگ اپنے اپنے حلقوں میں واپس چلے گئے ۔ جہاں ان کے سرداروں نے ان سے تبادلہ خیال کیا پھر وہ سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے بتایا کہ ہمارے سب آدمی (اپنے قبضہ کے قیدیوں کو) بطیب خاطر اس بات کی اجازت دیتے ہیں (کہ وہ واپس اپنے قبائل میں چلے جائیں) ۔

marfat.com

Marfat.com

(۳۱۵) عمروبن شعیب سے مروی ہے کہ ہوازن بولے : ”یا رسول اللہ ! آپ باپ اور ہم بچے ، (یا انھوں نے کہا آپ بچے اور ہم باپ) ۔ ہم اس لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں کہ مومنوں سے مراعات حاصل کرنے میں آپ کی مدد اور سفارش کریں اور آپ سے مراعات حاصل کرنے میں مومنوں کی مدد اور سفارش حاصل کر لیں ۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہمارا جو کچھ مال آپ لوگوں کو ملا ہے تو وہ ہم بطیب خاطر آپ کو دیتے ہیں لیکن ہمارے اہل و عیال آپ ہمیں واپس کر دیجئے“۔ آپ نے ان سے کہا : ”تم لوگ شام کو آکر کھڑے ہونا اور اپنی یہ بات دوہرانا“۔ جب شام ہوئی تو وہ کھڑے ہو گئے اور انھوں نے اپنی بات دوہرائی ۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”جہاں تک اللہ و رسول کا معاملہ ہے تو جو کچھ ان کو حصہ میں ملا ہے وہ تمہیں واپس ہے“۔ یہ سن کر مہاجرین نے کہا: ”جو کچھ ہمیں ملا ہے وہ اللہ و رسول کا ہے“۔ پھر انصار نے بھی ایسی ہی بات کہی ، بعد ازاں عباس بن مرد اس نے کہا : ”لیکن جہاں تک میرے اور نبی سلیم کے حصہ کا تعلق ہے تو اسے میں نہیں بخشتا“۔ اس پر بنی سلیم نے کہا : ”ہمارے حصے تو ہم اللہ اور اس کے رسول کو دیتے ہیں ۔ رہ گیا تمہارا اکیلے کا حصہ تو تم مختار ہو“۔ اقرع بن حابس اور عینیہ بن حصن نے بھی عباس بن مرداس کی سی بات کہی تو ان دونوں میں سے ایک کے قبیلہ نے اپنے سردار کو وہی جواب دیا جو بنی سلیم نے عباس بن مرداس کو دیا تھا (اس روایت کا ایک راوی محمد بن کثیر کہتا ہے کہ میں ان دونوں میں سے ایک قبیلہ کو متعین طور پر نہیں جانتا)

marfat.com

Marfat.com

بنی المصطلق کا واقعہ

ابو عبیدؒ :۔ یہ ہے قبائل ہوازن کی تفصیل اب بنی المصطلق کو لیجئے :۔

(۳۱٦) ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے نافع کو خط لکھ کر پوچھا: ”کیا جنگ سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دی جاتی تھی ؟“ (یعنی انہیں اسلام کی دعوت قبول کر لینے اور بصورت دیگر جنگ سے آگاہ کر دیا جاتا تھا؟) تو انہوں نے مجھے تحریری جواب بھیجا: بےشک اس قسم کی دعوت آغاز اسلام میں دی جاتی تھی (بعد میں جب قبائل عرب پر یہ دعوت ظاہر ہو چکی تو یہ سلسلہ باقی نہ رہا) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی المصطلق پر حملہ کیا تو وہ بےخبر تھے اور ان کے مویشی پانی پی رہے تھے ۔ پھر آپ نے ان کے بالغ جنگجو افراد کو قتل کر دیا اور بال بچوں کو قید کر لیا ۔ اسی معرکہ میں جویریہ بنت حارث بھی گرفتار ہو کر آئی تھیں ۔ مجھے یہ واقعہ عبداللہ بن عمرؓ نے بتایا جو اس معرکہ میں شریک تھے ۔

(۳۱۷) ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ کے ساتھ بنی المصطلق پر حملہ کیا ۔ ہمیں اس معرکہ میں عرب کی شریف زادیاں ہاتھ لگیں ۔ بعد ازاں انہوں نے عزل (۸) کے بارے میں ایک حدیث کا تذکرہ کیا ۔

(۳۱۸) شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے (ام المومنین) جویریہ بنت حارث کو آزاد کر دیا ، اور ان کی آزادی نیز ان کی قوم سے جن کو آزاد کیا گیا ، ان سب کی آزادی کو ان کے مہر کا معاوضہ قرار دیا۔

یمن اور بلعنبر

ابو عبید :۔ یہ ہو گیا بنی المصطلق کا بیان ۔ اب یمن اور بلعنبر کے متعلق سنیے۔

marfat.com
Marfat.com

(۳۱۹) حسن اور ابن سیرین دونوں میں سے کسی ایک سے متعلق روایت ھے : ”آنحضرت کی ازواج مطہرات میں سے ایک پر۔ دوسرے راوی نے ان کا نام متعین کر کے ام سلمہؓ بتایا۔ اولاد اسماعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنا قرض تھا، جب یمن والوں کے قیدی آئے تو انھوں نے چاھا کہ ان میں سے ایک غلام آزاد کر دیں۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا ”ان میں سے مت آزاد کرو۔ “ پھر جب بلعنبر کے قیدی آئے تو آپ نے ان سے کہا : ”ان میں سے آزاد کرو“۔

ابو عبید :۔ یہ تمام قیدی بدر کے بعد کے ھیں اور آنحضرت نے ان میں سے جس پر احسان فرمایا اسے بغیر جان یا مال کا فدیہ لئے (احسان کرتے ہوئے) آزاد کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل (کو زیادہ اھمیت دی جاتی ھے اور اسی) پر عمل کیا جاتا ھے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی آپ ھی کا عمل ھے کہ آپ نے مسلمان مردوں (کی آزادی) کے عوض مشرک مرد اور عورتیں فدیۃً دیں اور یہ بھی آپ کی جاری سنت ھے۔

مسلمان قیدیوں کے عوض کفار قیدیوں کا تبادلہ

سلمۃ بن الاکوع کہتے ھیں کہ رسول اللہ نے حضرت ابو بکرؓ کو بنی فزارہ کی طرف (حملہ کے لئے) بھیجا۔ میں بھی ان کے ساتھ گیا تھا۔ وھاں میں نے لوگوں کی ایک ٹولی دیکھی جس میں عورتیں اور بچے تھے۔ اچانک میری نگاہ بنی فزارہ کی ایک عورت پر پڑی جس پر چمڑے یا سمور کا کوٹ تھا۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جو عرب کی حسین ترین دوشیزہ تھی۔ میں اس ٹولی کو گھیر کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس لے گیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے اس عورت کی یہ حسین دوشیزہ انعام میں دے دی۔ میں نے اس کے بدن کا کوئی کپڑا کھول کر اسے نہیں دیکھا تاآنکہ میں مدینہ پہنچا۔

marfat.com

Marfat.com

بازار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے اور آپ نے فرمایا: ۔ "یہ عورت مجھے دے دو ۔" میں نے کہا: "یارسول اللہ ۔ اللہ کی قسم ، مجھے یہ بہت اچھی لگی ہے اور ابھی تک میں نے اس کے بدن کے کسی حصہ سے کپڑا نہیں اٹھایا ہے۔" آپ نے فرمایا: "خدا تیرا بھلا کرے ۔ اس عورت کو مجھے دے دے ۔" تب میں نے کہا : "یارسول اللہ ۔ یہ آپ کی ہو گئی ۔" چنانچہ حضور نے اسے مکہ والوں کے پاس بھیج دیا ۔ آپ نے اسے ان مسلمانوں کے عوض فدیۃً بھیجا جو مشرکوں کے قبضہ میں قیدی بنے ہوئے تھے ۔

(۳۲۱) عمران بن حصین کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے دو مسلمانوں کے عوض ایک کافر فدیۃً دیا ۔

ابو عبیدؒ :۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے جتنا دیا اس سے زیادہ لیا ۔ یہ ہیں وہ احادیث جو رسول اللہ سے فدیہ کے بارے میں منقول ہیں ۔ مزید برآں بہت سے علماء فقہاء نے بھی فدیہ کا فتوی دیا ہے ۔

قیدی کو قتل کرانے کی کراہت

(۳۲۲) حسن سے مروی ہے کہ وہ قیدی کے قتل کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے یا تواحسان کرتے ہوئے اسے چھوڑ دو یا پھر فدیہ لے کر آزاد کر دو ۔

(۳۲۳) عطاء سے بھی مذکورہ بالا خیال کی تائید مروی ہے ۔

(۳۲۴) اشعث کہتے ہیں : "میں نے عطاء سے قیدی کو قتل کر دینے کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ یا تو اس پر احسان کرتے ہوئے اسے چھوڑ دو یا پھر فدیہ لے کر آزاد کر دو ۔"

اشعث کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے یہی مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ قیدی کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو رسول اللہ نے بدر کے قیدیوں سے کیا تھا ۔ یعنی یا تو ان پر احسان کرتے ہوئے

marfat.com
Marfat.com

انهیں چھوڑ دیا جائے گا یا پھر انهیں فدیه لے کر چھوڑا جائے گا۔

ابو عبیدؒ :۔ معلوم ہوتا ہے که یہاں حسن فدیه میں مال لینے کو بھی جائز قرار دے رہے ہیں۔ خود حضرت عمرؓ سے بھی ایک ایسی روایت ہے جس کی تاویل یہی ہوتی ہے :۔

(۴۲۵) ضبه بن محصن کہتے ہیں که مجھے ابو موسی اشعریؓ سے ایسی شکایت پیدا ہو گئی تھی جیسی که ایک آدمی کو اپنے حاکم سے ہو جاتی ہے۔ چنانچه میں ایک ایسے موقع پر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا جب ابو موسی اشعریؓ بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچ کر میں نے کہا : ”یا امیر المومنین۔ ابو موسیؓ نے اپنے لئے اساوره کے چالیس آدمی انتخاب کر کے خاص کر لئے۔ یه واقعه ان کی ایک طویل روایت میں مذکور ہے —— ضبه کہتے ہیں که تھوڑی دیر بھی نه گذری ہو گی که ابو موسیؓ بھی وہاں آگئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا : ”ان چالیس اساوره کے آدمیوں کا کیا قصه ہے جنہیں تم نے اپنے لئے چن کر خاص کر لیا ہے ؟“ ابو موسیؓ نے کہا: ”ہاں میں نے انهیں چن تو لیا تھا۔ اور مجھے یه خطره تھا که کہیں لشکر کو اس بارے میں دھوکه نه لگ جائے۔ پھر یه که مجھے ان کے بطور فدیه استعمال کرنے کے بارے میں سب سے زیاده علم تھا۔ چنانچه میں نے اولاً فدیه کی کوشش کی اور بعد ازاں پانچ حصے کر کے انهیں تقسیم کر دیا —“ ضبه نے اس پر کہا: ”واللہ! یه سچ کہه رہے ہیں —“ چنانچه اس پر نه توامیر المومنین حضرت عمرؓ نے انهیں غلطی کرنے کی وجه سے ٹوکا اور نه میں نے انهیں جھٹلایا۔

ابو عبیدؒ :۔ ان کا یه کہنا : ”میں نے اولاً فدیه کی کوشش کی۔ بعد ازاں پانچ حصے کر کے انهیں تقسیم کر دیا “ بتا رہا ہے که انہوں نے ان کے عوض مال فدیه میں لینا چاہا تھا نه که انهیں مسلمان

marfat.com

Marfat.com

قیدیوں کو چھڑانے کے عوض فدیہ میں دیا تھا ۔ اور یہ بھی ایک رائے ہے جسے کچھ لوگ جائز قرار دیتے ہیں ۔ لیکن بیشتر علماء و فقہاء اس چیز کو ناپسند اور مکروہ قرار دیتے ہیں کہ مشرکوں کو مال لے کر چھوڑ دیا جائے اور اس طرح انہیں (مشرکین کو) انسانی قوت فراہم کی جائے ۔

اسے مکروہ قرار دینے والوں میں سے اوزاعی، مالک بن انس اور سفیان کی روایات ہمیں ملی ہیں (۹) ۔

★

حوالہ جات

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ نے اپنے سپہ سالاروں کو مکہ میں داخل ہوتے وقت یہ ہدایات دی تھیں کہ وہ صرف اسی سے لـڑیں جـو ان سے برسـر پیکار ہـو جائے ۔ نیز آپ نے چند لوگوں کے نام لئے اور انہیں قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا خواہ یہ لوگ خانہ کعبہ کے پردہ کے نیچے ہی کیوں نہ چھپے ہوئے ہوں ۔ ان میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہـو گیا تھا ۔ چنانچہ اس نے حضرت عثمانؓ کی پناہ لی جن کا یہ دودھ شریک بھائی تھا۔ انھوں نے عبداللہ کو چھپا لیا اور پھر انہیں لے کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے لئے امان طلب کی ۔ آپ بہت دیر تک ان کی درخواست پر کوئی فیصلہ نہ دیتے ہوئے خاموش رہے ۔ اور بالآخر آپ نے ,,ہاں" کہہ دیا ۔ جب حضرت عثمانؓ انہیں واپس لے جانے لگے تو رسول اللہ نے اپنے ارد گرد بیٹھے ہوئے صحابہ سے فرمایا : ,,واللہ میری خاموشی اس لئے تھی کہ تم میں سے کوئی اٹھ کر اس کی گردن مار دیتا" حاضرین میں سے ایک انصاری نے کہا : تو یا رسول اللہ ! آپ نے مجھے اشارہ کیوں نہ کر دیا ؟" آپ نے جواب دیا : ,,نبی کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ اشارہ کر کے کسی کو قتل کرائے ۔ "

دوسرا شخص بنی تمیم بن غالب کا عبداللہ بن خطل تھا ۔ یہ مسلمان تھا ۔ رسول اللہ نے اس کے قتل کا حکم اس لئے دیا تھا کہ جب آپ نے اسے صدقہ کی وصولی کے لئے بھیجا تو اس کے ساتھ ایک انصاری بھیجا ۔ عبداللہ بن خطل کے ساتھ اس کا غلام خدمتگار بھی تھا ۔ یہ شخص جب ایک پڑاؤ پر اترا تو اس نے اپنے غلام کو ایک بکرا ذبح کر کے پکا ڈالنے کا حکم دیا اور خود سو گیا ۔ جب وہ بیدار ہوا تو اس نے یہ دیکھ کر کہ غلام نے کچھ نہیں پکایا غصہ میں اسے مار ڈالا اور خود مرتد ہو کر مشرک ہو گیا ۔ اس کے پاس دو گانے والی کنیزیں تھیں

marfat.com

Marfat.com

,,قرتنا،، اور اس کی ساتھی ، جو رسول اللہ کی ہجومیں اشعار گاتی تھیں ۔ آپ نے اس کے ساتھ اس کی ان دو کنیزوں کو بھی قتل کر دینے کا حکم دیا تھا ۔

ایک اور شخص جس کے قتل کا آپ نے حکم دیا تھا حویرث بن نقیذ بن وھب تھا ۔ یہ شخص رسول اللہ کو مکہ میں تکلیفیں دیتا ۔ (اور جب حضرت فاطمہؓ اور ان کی بہن ام کلثومؓ ہجرت کر کے مدینہ آ رہی تھیں تو اسی شخص نے نیزہ چبھو کر ان کے اونٹ کو بدکایا تھا جس سے وہ دونوں شدید مجروح ہو گئی تھیں۔)

انہی میں ایک شخص مقیس بن صبابہ تھا اس نے ایک انصاری کو قتل کر دیا تھا جس نے اس کے بھائی کو قتل کیا تھا اور پھر مرتد ہو کر قریش سے جاملا تھا ۔

انہی میں عکرمہ بن ابی جہل تھا جو بھاگ کر یمن چلا گیا تھا ۔ اس کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام مسلمان ہو گئی اور اس نے رسول اللہ سے اپنے شوہر کی جان بخشی کرا لی ۔ پھر اس کی تلاش میں نکلی اور اسے رسول اللہ کی خدمت میں لے آئی ۔

انہیں میں سارہ بھی تھی جو بنی عبدالمطلب میں سے کسی کی آزاد کردہ کنیز تھی ۔

عبد اللہ بن خطل کو سعید بن حریث مخزومی اور ابو برزہ اسلمی نے مل کر قتل کر دیا تھا اور قیس بن صبابہ کو اسی کی قوم کے ایک فرد نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کر دیا تھا ۔ ابن خطل کی دو گانے والی کنیزوں میں سے ایک کو قتل کر دیا گیا اور دوسری بھاگ گئی جسے بعد میں رسول اللہ نے امان بخش دی ۔ سارہ کیلئے بھی امان طلب کی گئی اور اسے بھی امان بخشدی گئی ۔ بالآخر عہد فاروقی میں وہ کسی آدمی کے گھوڑے تلے آکر کچلی گئی ۔ حویرث بن نقیذ کو حضرت علیؓ نے قتل کر دیا ۔ (دیکھیئے سیرۃ ابن ہشام مع الروض الانف ج ۲ :۲۷۳)

۲ ۔ بنی کعب بن لوی میں قصی سب سے پہلے شخص تھے جنہیں ایسی حکومت حاصل ہوئی تھی جس میں ان کی قوم ان کی فرمانبردار بن گئی تھی ۔ چنانچہ قریش کے تمام معزز عہدے حجابۃ البیت (دربانی کعبہ) سقایۃ (زمزم وسقائی کی تولیت) رفادۃ (ضرورت مند حاجیوں کے لئے جمع ہونے والے چندہ کی تولیت) ندوۃ (دارشوری کی تولیت) اور لواء (جھنڈے کی تولیت) یہ سب مناصب قصی کے ہاتھ میں آگئے تھے ۔ جب وہ بوڑھے ہو گئے تو ان کی اولاد میں عبدالدار پہلوٹے لڑکے تھے، اور عبدمناف اپنے باپ ہی کے زمانہ میں بڑی بزرگی اور اثر و رسوخ حاصل کر چکے تھے اور عبدالعزی اور عبد تھے ۔

قصی نے عبدالدار سے کہا : واللہ میں تمہیں ان لوگوں کے برابر کر دوں گا اگرچہ وہ عزت و شرف میں تجھ سے بڑھ گئے ہیں ۔ لو میں تمہیں حجابتہ کعبہ سونپتا ہوں اور اب کعبہ میں بغیر تمہارے کھولے، کوئی داخل نہ ہو سکے گا ۔ اسی طرح لواء بھی تمہیں دیتا ہوں ناکہ قریش کا جھنڈا ان کی حفاظت کے لئے تمہارے سوا کسی کا ہاتھ نہیں باندھے گا ۔ اور مکہ میں کوئی تمہاری سقائی کے بغیر سیراب نہ ہو گا ۔ اور حج کے موقع پر بغیر تیرے کھلائے کوئی حاجی کھا نہ سکے گا ۔ اورقریش اپنا کوئی فیصلہ تیرے دار الندوہ کے بغیر طے نہ کر سکیں گے ۔ چنانچہ انہوں نے عبدالدار کو دارالندوہ ، حجابۃ ، لواء، سقایہ اور رفادۃ سب ہی عہدے سونپ دئے ۔ رفادہ سے مراد وہ چندے تھے جو قریش ہر حج کے موقع پر پےتوشہ و زاد حجاج کے کھانے کے لئے جمع کر کے قصی کو دیتے تھے ۔

marfat.com

Marfat.com

پھر عبدمناف کی اولاد نے حلفاء سے مل کر یہ طے کیا کہ عبدالدار کی اولاد سے وہ سب عہدے چھین لیں جو ان کے جدا علی نے عبدالدار کو دئے تھے ۔ اور جب لوگ جنگ کرنے پر تُل گئے تو بنی عبدالدار نے اس شرط پر صلح کی پیش کش کی کہ وہ بنی عبدمناف کو سقایہ اور رفادہ دے دیں اور اپنے پاس حجابہ ، لواء اور ندوہ بحال رکھیں ۔ چنانچہ فریقین نے یہ شرط منظور کر لی ۔ اور اسلام آنے تک وہ اسی شرط کے مطابق رہے اور رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا: ,,جاھلیت کے رفاھی معاھدوں کو اسلام اور پختہ ھی کرے گا۔ الغرض فتح مکہ کے وقت سقایہ عباس بن المطلب کے پاس تھا اور سدا نہ (دربانی و خدمت خانہ کعبہ) عثمان بن طلحہ کے ھاتھ میں تھی ۔ اور اس وقت بنی ھاشم کے بعض افراد نے خانہ کعبہ کی کنجی حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنجی پھر عثمان بن طلحہ ھی کو دے دی اور فرمایا: ,,اسے ھمیشہ ھمیشہ کے لئے لے لو، اور یہ کنجی تم سے سوائے ظالم کے کوئی نہیں چھینے گا (از حاشیہ کتاب الاموال بحوالہ سیرۃ ابن ھشام ۱ : ۸۷)

۳ ۔ شاید سعدی اس کی ماں کا نام ھے ۔

۴ ۔ بنی قریظہ کے مقتولین کی تعداد چھ سو سے دس سو تک بتائی گئی ھے ۔ دیکھئے سیرۃ ابن ھشام ج ۳ : ۲۵۹ مطبع حجازی قاھرہ ۱۹۳۷ء ۔

۵ ۔ اس لئے کہ یہود نے اس کے بھائی حویصہ بن مسعود کو جو ان کے ساتھ خیبر میں گئے تھے ، قتل کر دیا تھا ۔ (از حاشیہ کتاب الاموال)

۶ ۔ ھجرت سے قبل مطعم بن عدی نے آنحضرت کو پناہ دی تھی ۔ یہ شخص ھجرت کے بعد جلدی وفات پاگیا تھا ۔ اس لئے حضور نے فرمایا تھا کہ اگر وہ زندہ ھوتا اور ھم سے یہ سفارش کرتا تو ھم اس کی شفارش قبول کر لیتے ۔ (ملخص از البدایہ والنھایہ لابن کثیر ج۳ : ۱۳۷)

۷ ۔ یہاں بعض راویوں نے ,,من اللین،، کے بجائے ,,من اللبن،، کہا ھے جس کے معنے ھوں گے ,, دودھ سے بھی زیادہ نرم،، موخر الذکر کی تائید قرطبی کی تفسیر سے بھی ھوتی ھے ۔ دیکھئے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر ۔

۸ ۔ عزل مجامعت کے ایسے طریقہ کو کہتے ھیں جس میں حمل قرار پانے سے گریز کیا جائے ۔ ابو سعید خدریؓ کی مشار الیہ روایت کا خلاصہ یہ ھے کہ اس غزوہ میں ھم پر تجرد گراں گذرا لہٰذا ھم عورتوں سے تمتع چاھتے تھے لیکن دوسری طرف فدیہ میں ان سے تبادلہ بھی کرنا تھا ۔ اندریں صورت ھم نے حضور سے عزل کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ,, اگر ایسا نہ کرو تو کوئی گزند نہیں ۔ قیامت تک جو جان بھی وجود پذیر ھونے والی ھے وہ ھو کر رھے گی،، یہ روایت ابو داؤد ۔ بخاری، مسلم اور نسائی میں ھے ۔ (از حاشیہ کتاب الاموال)

۹ ۔ یہاں کتاب الاموال کا پہلا جز ختم ھوتا ھے ۔ اگرچہ عبارت مسلسل چل رھی ھے ۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۱۷

فوجی قوت کے ذریعہ مفتوحہ علاقوں کے قیدیوں غلاموں

اور لونڈیوں کے بارے میں حکم [1]

عورتوں کے عوض فدیہ میں مال لینا اور زن و مرد میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کے عوض فدیہ میں دینا

ابو عبیدؒ :۔ بعض علماء نے مشرک عورتوں کے عوض فدیہ میں مال لینے کی اجازت دی ہے اور تمام کے تمام علماء اس امر پر متفق ہیں کہ عورتوں اور مردوں میں سے ایک کو دوسرے کے عوض فدیہ میں دیا جا سکتا ہے۔

کفار کے چھوٹے قیدی بچوں کا حکم

(۳۳٦) مشرکین کے بچوں سے متعلق اوزاعی کا خیال یہ ہے کہ انہیں فروخت یا تقسیم کے بعد کسی حالت میں کبھی بھی مشرکین کو واپس نہیں کیا جائے گا ، نہ فدیہ لے کر نہ اور کسی صورت میں۔ ان کی رائے ہے کہ چھوٹا بچہ جب مسلمان کی ملکیت میں آگیا تو وہ مسلمان ہو گیا ، خواہ اس بچہ کے ساتھ اس کے کافر ماں باپ بھی ہوں۔ ان کا کہنا ہے کہ ملکیت کا تعلق نسب کے تعلق سے زیادہ مضبوط ہے۔

لیکن عراقی علماء چھوٹے بچہ کو جبکہ اس کے ساتھ ماں باپ دونوں ہوں یا دونوں میں سے ایک ہو فدیہ لے کر چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، کیونکہ ان کے خیال میں بچہ ماں باپ کے ساتھ

marfat.com
Marfat.com

قید کیا جائے تو ان کے دین پر مانا جائے گا ۔ اور اس مسئلہ میں وہ مالکؒ سے اختلاف کرتے ہیں ۔

ابو عبیدؒ :۔ میرے نزدیک اوزاعی کی رائے وزنی ہے ۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ بچہ کے ماں باپ اس کے مالک سے زیادہ مستحق ہوں، اور جب تک ماں باپ غلام ہوں اور بچہ بھی غلام ہو نہ ماں باپ کو نگرانی و ولایت کا حق پہنچتا ہے نہ میراث کا ۔ بلکہ اس بچہ کا مالک ہی ، موت و زیست نیز دیگر احکام بشمول دین ۔ بلکہ دین بدرجہ اول ہے —— اس بچہ کا زیادہ حقدار ہو گا ، اس لئے کہ اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا :۔

(۳۲۷) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اسلام بلند رہتا ہے اور اسے زیر نہیں کیا جائے گا ۔

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ امکانی ذرائع سے مشرکین کے قبضہ میں چلے جانے والے مسلمانوں کو نجات دلائے

ابو عبید :۔ یہ روایات مشرک قیدیوں کے احکام سے متعلق ہیں، لیکن مسلمان (قیدیوں) کے بچے اور عورتیں بھی فدیہ میں مردوں کے مساوی ہیں ۔ امام اور جماعت مسلمین پر بہر طور اپنے پورے ذرائع استعمال کر کے انہیں مشرکوں کے قبضہ سے آزاد کرانا اور نجات دلانا فرض ہے ۔ خواہ ایسا آدمیوں (کے تبادلہ) کے ذریعہ ہو، خواہ مال کے ذریعہ ۔ اور یہ شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین سے کی تھی ۔

(۳۲۸) ابن شہاب کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد نامہ تحریر فرمایا تھا :۔ "یہ محمد نبی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قریشی اور مدنی مومنین و مسلمین نیز ان لوگوں کے درمیان عہد نامہ ہے جو ان کی اتباع کرتے ہوئے ان میں

marfat.com
Marfat.com

شامل ہو جاتے ہیں اور ان کے ساتھ رہائش پذیر ہو کر ان کے ساتھ جہاد کرتے ہیں ۔ اس معاہدہ کی رو سے یہ لوگ تمام دوسرے لوگوں سے الگ ہو کر امت بن گئے ۔ قریشی مہاجرین حسب سابق باہم اپنے خون بہا اور تاوان و فدیہ ادا کریں گے اور وہ مومنوں کے درمیان اپنے قیدیوں کو دستور کے مطابق انصاف سے رہا کرائیں گے۔ بعد ازاں انہوں نے ایک طویل حدیث "خون بہا" (دیت) کے بارے میں بیان کی۔

(۳۲۹) ابن شہاب ہی کی دوسری سند سے یہی روایت ایک معمولی لفظی اختلاف سے مروی ہے ۔

ابو عبیدؒ :۔ اور یہ روایت میرے نزدیک محفوظ (وارجح) ہے ۔

(۳۳۰) ابن جریج سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عہد نامہ میں جو آپ نے قریشی اور مدنی مسلمانوں اور مومنوں نیز ان لوگوں کے لئے تحریر فرمایا تھا جو مومنوں کی اتباع کرتے ہوئے ان سے جاملیں اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کریں، یہ شق موجود تھی :۔

"مومنیں اپنے اندر کسی کو زیر بار نہیں چھوڑیں گے بلکہ دستور کے مطابق فدیہ یا تاوان ادا کرنے میں ایسے زیربار لوگوں کی اعانت کریں گے۔"

ابو عبیدؒ: ۔ قیدی اور زیربار دو ایسے الفاظ ہیں کہ ان میں عورت و مرد دونوں آ جاتے ہیں پھر قیدی کے لفظ میں بچے بھی آ جاتے ہیں ۔ یہ ہے وہ شرط جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں سے کی تھی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین بن علیؓ سے مروی مندرجہ ذیل حدیث اسی کی شرح کر رہی ہے: ۔

(۳۳۱) حضرت حسین بن علیؓ سے دریافت کیا گیا کہ قیدی کے فدیہ کی ادائی کس پر واجب ہوتی ہے ؟ تو انہوں نے جواب دیا : "اس

marfat.com
Marfat.com

علاقه پر جس کی مدافعت میں وہ جنگ کرتا ھے۔ پھر ان سے پوچھا گیا «بچه کو کب سے حصه ملنے لگتا ھے؟» انھوں نے جواب دیا : «جب وہ (پیدا ھوتے ھی) اپنی پہلی چیخ مارتا ھے - »

ابو عبید: «جب وہ پہلی چیخ مارتا ھے » سے یه مراد ھے که جس طرح وہ بچه وظیفه کا مستحق ھو جاتا ھے اسی طرح وہ فدیه کا حق دار بھی ھو جاتا ھے۔ اسی بارے میں یه مرفوع حدیث ھے: ۔

(۳۳۲و۳۳۳) دو مختلف سندوں سے ابو موسیٰؓ راوی ھیں که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا : «بھوکے کو کھلاؤ ، بیمار کی عیادت کرو اور قیدی کو چھڑاؤ»۔

ذمیوں کی آزادی کے لئے جہاد

ابو عبیدؒ: ۔ یہی صورت ذمیوں کے ساتھ ھو گی ، ان کی مدافعت میں جہاد کیا جائے گا ۔ اور ان کے قیدی رھا کرائے جائیں گے ۔ رھائی کے بعد وہ آزاد ھو کر اپنی ذمه داری اور عہدوپیمان پر بحال ھو جائیں گے ۔ اس بارے میں مختلف روایات ھیں: ۔

(۳۳۴) عمرو بن میمون کہتے ھیں که حضرت عمر بن الخطابؓ نے دم مرگ جو وصیت کی تھی اس میں تھا: «میں اپنے جانشین کو فلاں فلاں باتوں کی وصیت کرتا ھوں که جن کی ذمه داری اللہ اور اس کے رسول نے لی ھے ان کے ساتھ بہتر سلوک رکھے ۔ یعنی ان (ذمیوں) کی مدافعت میں جنگ کرے، اور انھیں ان کی قوت برداشت سے زیادہ کسی بات کی تکلیف نه دے»۔

ذمی کا دشمن کے قبضه میں جا کر واپس آنا

(۳۳۵) سفیان بن مغیرہ ایسے ذمیوں کے بارے میں جنھیں دشمن نے قید کر لیا ھو اور بعد ازاں مسلمان انھیں دشمن سے آزاد کرا لیں۔ ابراھیم سے روایت کرتے ھیں که ان ذمیوں کو غلام نہیں بنایا جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

(۳۳٦) مساور وراق کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے ایک ذمی عورت کے متعلق دریافت کیا جسے دشمنوں نے قید کر لیا ہو اور بعد ازاں (غنیمت میں) وہ ایک مسلمان کے حصہ میں آ جائے، تو انھوں نے کہا : ,,میرا خیال یہ ہے کہ وہ اپنے پہلے کے معاہدہ اور ذمہ میں واپس کر دی جائے ۔ (یعنی اسے ذمی قرار دیا جائے)

(۳۳۷) ولید بن رفاعہ نے ہشام بن عبدالملک سے ان ذمیوں کے بارے میں تحریری استفسار کیا جنھیں دشمن نے قید کر کے اہل قبرص کے ہاتھوں فروخت کیا ۔ پھر اہل قبرص نے مسلمانوں کو فروخت کر دیا ۔ اور جب وہ ذمی (مسلمانوں کے پاس) آئے تو وہ (مسلمانوں سے) جھگڑنے لگے ۔ جواب میں ہشام نے لکھا کہ جو (مسلمان) انھیں خرید لے اس کی بیع جائز قرار دو ۔

(۳۳۸) لیث کہتے ہیں : ,,میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کے بیت المال سے ایسے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے انھیں سابقہ معاہدہ کے تحت ذمی قرار دیا جائے،،۔

(۳۳۹) صالح بن جبیر کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو قیدیوں کو فدیہ کے لئے مال دے کر بھیجا، اس شخص نے پوچھا : ,,یا امیر المومنین ! ہمیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو بخوشی دشمن کی طرف کوچ کر گئے ہیں ۔ کیا انھیں بھی فدیہ دے کر چھڑا لیں؟،، انھوں نے کہا ۔ ,,ہاں،، اس شخص نے پھر دریافت کیا : ,,اپنی خوشی سے بھاگنے والے غلاموں اور لونڈیوں کو؟،، انھوں نے جواب دیا : ,,انھیں بھی فدیہ دے کر چھڑا لو،، اس شخص کا قول ہے کہ میں نے اس دن مسلمانوں کے لشکر سے متعلق جس قسم کے آدمیوں کا بھی ذکر کیا اس کے جواب میں انھوں نے یہی حکم دیا کہ انھیں بھی فدیہ دے کر چھڑا لو ۔

marfat.com

Marfat.com

(۳۳۰) عطاء اس آزاد شخص کے بارے میں جسے دشمن نے قید کر لیا ہو پھر کوئی مسلمان اسے خرید لے، کہتے ہیں : ”اس کا خریدار اپنی ادا کردہ قیمت حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہے گا لیکن وہ اسے غلام نہیں بنائے گا۔“ ان کا خیال ہے کہ یہی سلوک ذمیوں کے ساتھ بھی ہو گا۔“

ابو عبیؒد:۔ یہ روایات ہیں جو قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑانے کے متعلق ہیں۔

اب قتل سے متعلق روایات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم

(۳۳۱) سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مشرکین قیدیوں کو قتل کر دیا جائے گا اور اس وقت تک انہیں فدیہ لے کر نہیں چھوڑا جائے گا جب تک کہ ان کو اچھے طریقے سے قتل نہ کر لیا جائے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی :۔

حَتّٰی اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ، فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَاءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا: (محمد ۴۷: ۴)

یہاں تک کہ تم انہیں اچھی طرح سے قتل کر لو تب انہیں قید کرو، پھر اس کے بعد یا تو احسان کرتے ہوئے، یا فدیہ لے کر (چھوڑ دو) تاآنکہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے۔

(۳۳۲) حضرت ابن عباسؓ آیت کریمہ:۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهٗ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ (الانفال ۸:۶۷)

marfat.com
Marfat.com

نبی کے لئے یہ سزاوار نہیں کہ وہ قیدی بنالے تاآنکہ وہ ملک میں خوب اچھی طرح (کفار کو) قتل نہ کر لے ۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

"یہ بدر کا واقعہ ہے ۔ اس وقت مسلمان کم تھے۔ بعد میں جب مسلمانوں کی کثرت ہو گئی اور ان کی حکومت طاقتور ہو گئی تو اللہ تبارک و تعالی نے یہ حکم نازل فرمایا :۔

فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَاءً (محمد ۴۷ : ۴)

تو اب سے یا تو احسان کرتے ہوئے یا پھر فدیہ لے کر (چھوڑ دو)

اس طرح اللہ تعالی نے مومنوں کو قیدیوں کے بارے میں اختیار دے دیا ۔ اگر وہ چاہیں تو انہیں قتل کر دیا یا پھر وہ فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیں ۔

ابو عبُید :۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا تھا : "اگر وہ چاہیں تو ان پر احسان کریں اور انہیں غلام نہ بنائیں " ـــــ راوی کہتا ہے کہ یہ شک ابو عبید کو ہوا ہے (۲)۔ (۳۴۳) سفیان کہتے ہیں کہ میں نے سدی کو آیۂ کریمہ :

فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَاءً (محمد ۴۷:۴)

پھر یا تو احسان کرتے ہوئے چھوڑ دو اور یا فدیہ لے کر۔

کے بارے میں یہ کہتے سنا کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت یہ ہے :

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَ جَدْتُّمُوْهُمْ (التوبة ۹ : ۵)

مشرکین کو جہاں کہیں تم پاؤ قتل کر ڈالو۔

marfat.com

Marfat.com

(۳۴۴) حجاج نے بھی ابن جریج سے روایت کی ھے کہ یہ آیت کریمہ منسوخ ھے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکۂ بدر میں عقبہ بن ابی معیط کو قید کر کے قتل کیا ۔

(۳۴۵) سعید بن جبیر کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے روز تین اشخاص کو قید کر کے قتل کیا تھا ۔ عقبہ ابن ابی معیط، نضر بن حارث[۲] ، مطعم بن عدی[۳] ۔

ابو عبیدؒ :۔ اس روایت کے یہی الفاظ ھیں ، لیکن علماء ، تاریخ و مغازی اس معرکہ میں مطعم بن عدی کے قتل کو تسلیم نہیں کرتے ان کا کہنا ھے کہ وہ مکہ میں بدر سے پہلے مرا تھا ۔ البتہ اس کا بھائی طعیمہ بن عدی مارا گیا تھا لیکن وہ بھی جنگ میں قتل کیا گیا قید کر کے قتل نہیں کیا گیا تھا ۔ ان لوگوں کے قول کی تصدیق حدیث (نمبر۳۰۲) سے ھوتی ھے جس میں ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کی سفارش کرنے پر جبیر بن مطعم سے کہا تھا : ”ایک بوڑھا تھا (یعنی جبیر کا باپ ، مطعم بن عدی) اگر وہ ھمارے پاس آ کر ان قیدیوں کے بارے میں سفارش کرتا تو ھم اسی کی سفارش منظور کر لیتے ۔“ تو یہ کیوں کر ھو سکتا ھے کہ وہ اسی معرکہ میں قتل ھو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں یہ بات فرماتے ؟ البتہ عقبہ اور نضر کے قتل میں کسی کو اختلاف نہیں ھے ۔

(۳۴۶) حضرت عائشہؓ کہتی ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس دن تک بنی قریظہ کا محاصرہ کیا ، جب ان پر آزمائش کی گھڑی سخت مشکل ھو گئی ۔ تو ان سے کہا گیا ”تمہارے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ فرمائیں اسے مان لو ۔“ مگر انہوں نے کہا : ”سعد بن معاذؓ جو فیصلہ ھمارے لئے

marfat.com
Marfat.com

لئے کریں گے ہمیں وہ تسلیم ہو گا ۔، چنانچہ جب سعدؓ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا : ،،ان کے بارے میں فیصلہ کرو،، چنانچہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے بالغ جنگجو افراد قتل کر دئے جائیں، ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا جائے، اور ان کا مال تقسیم کر لیا جائے،، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا : تم نے ان کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے وہی اللہ کا فیصلہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے،،

(۳۴۷) عروۃ کہتے ہیں کہ بنی قریظہ نے اپنے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو منظور کر لیا تھا ۔ چنانچہ رسول اللہ نے ان کے فیصلہ کی ذمہ داری سعد بن معاذؓ پر ڈال دی اور انہوں نے بنی قریظہ کے متعلق یہ حکم سنایا کہ ان کے جنگجو بالغین کو قتل کر دیا جائے ۔ ان کے اہل و عیال کو قید کر کے لونڈی غلام بنا لیا جائے ، اور ان کے اموال کو (مسلمانوں میں) تقسیم کر دیا جائے ۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا ،،تم نے ان کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے وہ اللہ کا فیصلہ ہے،،

(۳۴۸) جنگ خندق میں حضرت سعد بن معاذؓ کے تیر لگ گیا تھا۔ لوگوں نے ان کے ہاتھ کی اکحل نامی رگ کاٹ دی ۔ پھر رسول اللہ نے اسے (آگ سے) داغ کر بند کر دیا ۔ جس سے ان کا ہاتھ متورم ہو گیا ۔ اور ان کا اتنا خون خارج ہوا کہ وہ نڈھال ہو گئے ۔ آپ نے دوبارہ اس جگہ کو (آگ سے) داغ کر بند کیا، ان کا ہاتھ اور متورم ہو گیا ۔ جب حضرت سعدؓ نے اپنی یہ حالت دیکھی تو کہا : اے اللہ ! میری جان اس وقت تک نہ نکلے جب تک کہ میں بنی قریظہ کا انجام دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا نہ کر لوں ۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بہنے والی رگ کو مضبوطی سے کس لیا ۔ پھر اس میں سے ایک بوند

marfat.com
Marfat.com

بھی نہ بھی - حتی کہ بنو قریظہ حضرت سعدؓ کے فیصلہ پر رضا مند ہو گئے - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا - پھر انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے (بالغ) مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو زندہ رکھا جائے تاکہ مسلمان ان سے کام لیں - اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "تم نے ان کے بارے میں بالکل اللہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے"۔ ان (بنو قریظہ کے مردوں) کی تعداد چار سو تھی - جب ان کے قتل سے فراغت ہوئی تو حضرت سعدؓ کی رگ پھٹ گئی اور وہ انتقال کر گئے -

(۳۴۹) ابن شہاب کہتے ہیں : "وہ لوگ حضرت سعدؓ کے فیصلہ پر رضامند ہوگئے تھے - چنانچہ انھوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے (بالغ) مرد قتل کر دئے جائیں، ان کے اهل و عیال اور اموال تقسیم کر دئے جائیں - نتیجتہ اس روز ان میں سے اتنے اور اتنے قتل ہوئے -

(۳۵۰) عطیہ قرظی کہتے ہیں کہ معرکہ قریظہ میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا - لوگوں نے میرے بالغ ہونے میں شک کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "دیکھو اس کے (بغل اور زیر ناف) بال اگے ہیں یا نہیں - ان لوگوں نے دیکھا کہ میرے بال نہیں اگے ہیں ، چنانچہ انہوں نے مجھے (نابالغ) بچوں میں شمار کیا (اور قتل نہ کیا)

(۳۵۱) انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب آہنی خود پہنے مکہ میں داخل ہوئے تو آپ سے کہا گیا : "یہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا ہے"۔ آپ نے فرمایا : "اسے قتل کر دو"۔

ابو عبید: - یہ ہیں وہ روایات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیدیوں کے قتل کے بارے میں منقول ہیں، اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے بھی آپ کی اس سنت پر عمل کیا -

marfat.com
Marfat.com

(۳۵۲) عبدالکریم سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مشرکین کے ایک قیدی کے بارے میں لکھا گیا کہ اس کے عوض اتنا اور اتنا زر فدیہ دیا جا رہا ہے، تو انہوں نے لکھا: ,,اسے فدیہ لے کر نہ چھوڑنا بلکہ قتل کر ڈالنا،،

(۳۵۳) عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے اس بیماری میں حضرت ابو بکرؓ کی عیادت کی جس میں آپ نے وفات پائی تھی، اندر پہنچ کر میں نے انہیں سلام کیا اور کہا :

حضرت ابو بکرؓ کی نوٌ تمنائیں

,,الحمدللہ ! مجھے آپ کی حالت بہتر نظر آرہی ہے ـ دنیا کا کیا اندیشہ ـ اللہ کی قسم جہاں تک ہمارا علم ہے آپ کو ہم نے صالح اور مصلح ہی پایا ـ اس پر انہوں نے کہا : مجھے بھی کسی بات پر رنج نہیں، البتہ کچھ کام ہیں جن میں سے تین کام تو ایسے ہیں جنہیں کر لینے کے بعد مجھے یہ تمناً رہی کہ میں نے انہیں نہ کیا ہوتا۔ اور تین کام ایسے ہیں کہ میں نہ کر سکا اور میری تمناً رہی کہ انہیں کر ڈالتا، اور تین ایسے کام ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے استفسار کر لینے کی مجھے تمناً رہی ـ

وہ تین کام جو میں نے کئے اور مجھے تمناً رہی کہ انہیں نہ کرتا یہ ہیں ـــ یہاں انہوں نے ایک کام کا ذکر کیا ـ ابو عبید کہتے ہیں کہ میں اسے بیان کرنا نہیں چاہتا ـــ دوسری بات یہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن (مجھ پر جو بارِ خلافت ڈالا گیا تو میری خواہش ہے کہ) میں یہ ذمہ داری حضرت عمرؓ یا ابو عبیدہؓ دونوں میں سے کسی ایک کے کاندھے پر ڈال دیتا، وہ امیر بن جاتے اور میں ان کا وزیر بن جاتا ـ تیسری تمناً یہ رہی کہ جب میں نے مرتدین سے لڑنے کے لئے خالدؓ (بن ولید) کو بھیجا تھا تو خود ذی القَصّہ میں ٹھہرتا ـ اگر

marfat.com

Marfat.com

مسلمان فتحمند ہو جاتے تو فبہاورنہ میں مقــابلہ کرتا یا کمک بھیجتا۔

تین وہ کام جنہیں میں نے چھوڑ دیا اور میری خواہش رہی کہ انہیں کر ڈالتا ۔ ان میں سے پہلا یہ ہے کہ جس دن اشعث بن قیس قید ہو کر میرے پاس آیا تو میں اس کی گردن اُڑا دیتا، اس لئے کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص (انتہائی فسادی ہے) جہاں بھی شر دیکھتا ہے اس کا ساتھ دیتا ہے ۔ دوسری خواہش یہ رہی کہ جس دن فَجاءۃ میرے پاس لایا گیا تو میں اسے جَلا نہ ڈالتا بلکہ کھول کر اسے قتل کر ڈالتا یا کامیابی سے رہا کر دیتا ۔ تیسری خواہش یہ رہی کہ جہاں میں نے شامیوں کی طرف خالدؓ کو بھیجا وہاں عمرؓ کو عراق روانہ کر دیتا اور اس طرح میں اپنے دونوں دائیں اور بائیں ہاتھوں کو راہِ خدا میں پھیلا لیتا ۔

اب رہ گئیں وہ تین باتیں جن کے متعلق مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے استفسار کر لینے کی تمناً رہی، تو ان میں سے پہلی یہ ہے کہ میں آپ سے یہ نہ پوچھ سکا کہ (آپ کے بعد) حکومت و خلافت کسے مــلے گی؟ تاکہ خلافت کے حصول میں کشاکش نہ رہتی۔ ثــانیاً مجھے یہ خواہش رہی کہ میں آپ سے دریافت کر لیتا کہ آیا انصار کا بھی حکومت و خلافت میں کوئی حصّہ رہے گا؟ ثالثاً مجھے خواہش رہی کہ میں آپ سے پھوپھی اور بھتیجی کی میراث کے بارے میں پوچھ لیتا، اس لئے کہ میرے دل میں اس طرف سے خلش ہے ۔

(۳۵۴) ایک دوسری سند سے بھی عبدالرحمن بن عوف کے واسطہ سے حضرت ابو بکرؓ سے یہی روایت مروی ہے۔

ابو موسیٰؓ کے ہاتھوں سوس کے دھقان کا واقعۂ قتل

(۳۵۵) خالد بن زید مزنی ۔ ان کی ایک آنکھ معرکہ سوس میں جاتی رہی تھی ۔ کہتے ہیں کہ ہم نے سوس کا محاصرہ کیا جس میں

marfat.com
Marfat.com

ھمیں بڑی مشکل اور سخت دشواریاں پیش آئی تھیں ۔ ھمارے سالار لشکر ابو موسی اشعریؓ تھے ۔ چنانچه اس علاقه کے دھقان (بڑے زمیندار اور سردار) نے ھم سے اس شرط پر صلح کی که وہ شہر کا دروازہ کھول دے گا اور اس کے خاندان کے ۱۰۰ آدمیوں کو جان کی امان دی جائے گی ۔ چنانچه ابو موسیؓ نے اس کی پیشکش منظور کر لی ۔ اس پر اس زمیندار سردار نے ابو موسی اشعریؓ اور ان کے ساتھیوں سے بھی عہد کیا پھر ابو موسیؓ نے کہا : ،،اپنے ان آدمیوں کو جن کی جان بخشوانا چاھتے ھو الگ کر لو ،، چنانچه وہ انھیں الگ کرنے لگا ۔ ابو موسیؓ اپنے رفقاء سے کہنے لگے مجھے اُمید ھے که اللہ تعالی اسے اپنی جان کی طرف سے دھوکه میں رکھے گا ۔ چنانچه اس نے سو آدمی الگ کر دئے ۔ اور وہ اللہ کا دشمن ان (سو میں شامل ھونے) سے بچ گیا ۔ چنانچه ابو موسیؓ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا ۔ وہ چلایا چیخا بہت سا مال دینے لگا ۔ لیکن ابو موسیؓ نے ایک نه سنی اور اس کی گردن اُڑا دی ۔

(۳۵٦) عبداللہ بن عامر نے ابن عمرؓ کو ــــ جبکه وہ ایران میں تھے۔ ایک مضبوطی سے جکڑا ھوا قیدی قتل کے لئے بھیجا ، ابن عمرؓ نے اسے دیکھ کر کہا : ،،جب تک یه بندھا جکڑا رھے گا میں اسے قتل نہیں کروں گا ۔

عمر بن عبدالعزیز کا قیدی کو قتل کرنا

(۳۵۷) یزید بن حبیب کہتے ھیں که عمر بن عبدالعزیز کے پاس خزر کا ایک قیدی آیا ۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا : ،،ھم بالضرور تجھے قتل کر ڈالیں گے ،، قیدی نے کہا : ،،ایسی صورت میں تم خزر کی آبادی میں سے کچھ کمی نه کرو گے ،، چنانچه عمر نے اسے قتل کر دیا ۔ اپنی خلافت کے دوران عمر بن عبدالعزیز نے اس قیدی کے سوا کسی قیدی کو قتل نہیں کیا ۔

marfat.com

Marfat.com

احسان ، فدیه ، قتل، عربوں کے لئے خصوصی حکم ہے ۔ کسی عرب کو غلام نہیں رکھا جائے گا

ابو عبیدؒ :۔ یہ ہیں قیدیوں سے متعلق احکام ۔ یعنی احسان کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دینا، فدیہ لے کر چھوڑ دینا ، قتل کر دینا ۔ اور یہ احکام خصوصیت کے ساتھ عربوں کے لئے ہیں ۔ اس لئے کہ عرب کے مردوں کو غلام نہیں بنایا جاتا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت رہی کہ آپ نے کسی عرب مرد کو غلام نہیں بنایا ۔ یہی فیصلہ عربوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کا رہا ۔ چنانچہ اُنھوں نے عرب جاھلیت کے قیدیوں اور کنیززادوں کو اس شرط پر آزاد کر کے ان کے قبائل میں واپس کر دیا کہ وہ ان مسلمانوں کو فدیہ دے دیں جن کے قبضہ میں وہ آئے ہیں ۔ یہی ان کی مشہور رائے ہے ۔

(۳۵۸) شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا : "کسی عربی پر مالکانہ حقوق (غلام یا مملوک بنا کر) حاصل نہیں ہوں گے ۔ ساتھ ہی ہم کسی شخص سے جو اسلام قبول کر چکا ہو اس کی ملکیت سے کوئی چیز نہیں چھینیں گے ۔ البتہ ہم لوگوں کے لئے (عرب غلاموں کی آزادی کے سلسلہ میں) پانچ اونٹ بطور دیت مقرر کر دیتے ہیں ۔

(۳۵۹) شعبی کہتے ہیں کہ ہم میں ایسے لوگ تھے جو بعض عربی قبائل کے اپنے ان رشتہ داروں کو پہچان لیا کرتے تھے جنھیں زمانہ جاھلیت میں قید کر کے غلام بنا لیا گیا تھا ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا ۔ اور انھوں نے ایسے ہر قیدی کا فدیہ چار سو درھم دے کر اسے چھڑا لیا اسی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی ایک ھمذان قبیلہ کے قیدی کو چار سو درھم فدیہ دے کر چھڑا لیا ۔

marfat.com
Marfat.com

(۳٦۰) غاضرہ عبزی کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس ان عورتوں اور لونڈیوں کا مسئلہ لے کر گئے جنہیں زمانۂ جاھلیت میں فروخت کر دیا گیا تھا تو انہوں نے ان عورتوں کی اولاد کے بارے میں یہ حکم دیا کہ ان کے باپوں کے لئے ان کی قیمتیں مقرر کر دی جائیں ـ اور یہ کہ انھیں غلام نہ بنایا جائے (۳)

امارت کا دارومدار شوری پر ہو گا

(۳٦۱) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے دم مرگ فرمایا : ,,مجھ سے تین باتیں گرہ میں باندھ لو ـ امارت کا دارومدار شوری پر ہوگا ـ عربی قیدی کا فدیہ ایک غلام، اور لونڈی کے بیٹے کا دواُونٹ ـ راوی کہتا ھے کہ ابن عباس نے تیسری بات پوشیدہ رکھی ـ

(۳٦۲) سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہر فرد عربی کا فدیہ چھ جوان اونٹنیاں مقرر کیا ـ ان کا یہی فیصلہ ان لوگوں کے لئے بھی تھا جو عرب کی لونڈی سے شادی کر لیں ـ یعنی یہ کہ ہر انسان کا فدیہ چھ جوان اونٹنیاں دیا جائے گا ـ

ابو عبیدؒ: ـ اس سے مراد اُن کی وہ اولاد ھے جو کنیزوں کے پیٹ سے تھی ـ

امام کی صوابدید پر مرد قیدیوں کے لئے احسان ، فدیہ اور قتل کے ساتھ غلام بنا لینے کا چوتھا قانون مروّج ھؤا

یہ ھیں قیدیوں کے اس وقت کے احکام جب عربوں کو قید کر کے لونڈی غلام بنا لیا جاتا تھا ـ یہ دور ختم ہو چکا ، اور مسلمانوں نے عجمی ممالک فتح کر ڈالے ـ چنانچہ انھوں نے مذکورہ تین احکام کے ساتھ لونڈی غلام بنانے کا قانون بھی نافذ رکھا ـ اس ضمن میں ان لوگوں کا اصول یہ تھا کہ مرد قیدیوں کے بارے میں امام کو مندرجہ ذیل چاروں احکام میں سے کسی ایک پر عمل پیرا ہونے کا اختیار حاصل

marfat.com
Marfat.com

ہے ۱ ۔ احسان کرتے ہوئے چھوڑ دینا ۲ ۔ فدیہ لے کر چھوڑ دینا ۳ ۔ قتل کر ڈالنا ۴ ۔ غلام بنا لینا ۔

(۳۶۳) اوزاعی کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے دریافت کیا : ,,حضرت عمرؓ قیدیوں کا کیا کرتے تھے؟،، انہوں نے جواب دیا ,,کبھی انہیں قتل کر ڈالتے تھے اور کبھی انہیں فروخت کر دیتے تھے،،

ابو عبید : ۔ اس روایت کا اطلاق صرف (غیر عربی) عجمی قیدیوں پر ہے ۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جتنے ملک بھی فتح ہوئے وہ عجمی ممالک تھے یعنی ایران اور روم ۔

اسی موضوع سے متعلق عمرو بن العاصؓ کی یہ روایت ہے :۔

(۳۶۴) ابو العالیہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن العاص کو منبر پر یہ کہتے سنا :۔

,,میں اپنی اس نشست گاہ پر بیٹھا ہوں تو مصر کے کسی قبطی سے میرا نہ کوئی عہد ہے نہ کوئی پیمان، مجھے اختیار ہے چاہوں تو قتل کر دوں، چاہوں تو فروخت کر دوں ۔ اور اگر چاہوں تو (غنیمت کی طرح) پانچ حصے کر (کے تقسیم کر) دوں ۔ ہاں صرف انطابلس والوں سے ہمارا معاہدہ ہوا ہے جو اُن سے وفا کیا جائے گا،،

ابو عبیدؒ : ۔ عمر بن الخطابؓ اور عمرو بن العاصؓ سے قیدیوں کو قتل کرنے (۴) اور فروخت کرنے کی روایات ہیں ۔ احسان کر کے چھوڑ دینے اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کے احکام قرآن مجید میں ہیں اور احادیث و روایات میں بھی ۔ تو یہ قیدیوں سے متعلق چار احکام ہو گئے ۔ اور ان احکام کا تعلق خصوصی طور پر (بالغ) مردوں کے ساتھ ہے ۔ رہ گئیں عورتیں اور بچے سو ان کے لئے صرف ایک ہی حکم ہے ۔ اور وہ ہے غلامی :۔

marfat.com
Marfat.com

احسان کرتے ہوئے چھوڑنے کا مطلب ہے ذمی بنا لینا

قیدی کو احسان کر کے آزاد چھوڑنے سے یہ مطلب نہیں کہ اسے کافر رہتے ہوئے دارالحرب واپس چلے جانے کی اجازت دے دی جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دارالاسلام میں ذمی بن کر رہے گا اور جزیہ ادا کرے گا ۔ یہی وہ سلوک ہے جو حضرت عمرؓ نے سواد (عراق) کے باشندوں کے ساتھ کیا، اور اسی عمل کی تائید ان کی ایک دوسری مندرجہ ذیل روایت سے ہو رہی ہے :۔

(۳٦۵) انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰؓ کو (محاذ پر) بھیجا جہاں اُنھوں نے بہت سے آدمیوں کو قید کیا ۔ حضرت عمرؓ نے کہا : ,,ہر کسان اور کاشتکار کو آزاد کر دو۔

ابو عبید :۔ واضح رہے کہ امام کو قیدیوں کے بارے میں اسی وقت تک اختیار ہے جب تک کہ وہ اسلام قبول نہیں کر لیتے ۔ جب وہ اسلام قبول کر لیں تو ان سے یہ تمام احکام اٹھا لئے جائیں گے اور ان چار میں سے کوئی شکل بھی روانہ ہو گی ۔ البتہ اسلام لانے سے پہلے اگر انھیں فروخت کر دیا گیا ہو یا تقسیم کر چکے ہوں تو غلامی کی یہ ایک مخصوص شکل باقی رہے گی ۔ اس ضمن میں احادیث و روایات موجود ہیں :۔

(۳٦٦) حسن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قیدی لایا گیا تو اس نے کہا : ,,اے اللہ ! میں تیری طرف توبہ (رجوع) کرتا ہوں اور محمد کی طرف توبہ نہیں کرتا،، اس پر آپ نے فرمایا : ,,اس نے حق کو اس کے حقیقی مالک میں پہچان لیا، (یعنی مسلمان ہو گیا) اسے چھوڑ دو،،

(۳٦۷) مجاهد کہتے ہیں : ,,جب قیدی اسلام قبول کر لے تو اس کا خون حرام ہو جاتا ہے ،،

marfat.com

Marfat.com

(۳۶۸) یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا :۔

جنگ اور شکست سے قبل اور اُس کے بعد اسلام لانے میں فرق

,,میں تمہیں لکھ چکا ہوں کہ (جنگ شروع کرنے سے قبل) تین دن تک لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہو، اور جو جنگ سے پہلے تمہاری دعوت قبول کر لے وہ مسلمانوں میں شامل ہو جائے گا ۔ اس پر انہی قوانین کا اطلاق ہو گا جو مسلمانوں کے لئے ہیں ۔ اور اسے اسلام کی بناء پر حصہ بھی ملے گا ، اور جو اس دعوت اسلام کو جنگ اور شکست کے بعد قبول کرے تو اس کا مال و جائداد مسلمانوں کے لئے بمنزلہ ,,فئے،، ہو گا، اس لئے کہ اس کا مال و جائداد اُس کے مسلمان ہونے سے قبل ہی مسلمانوں کی ملکیت بن چکی ہے یہ ہے میرا فرمان نامہ جو تمہیں بھیجا جا رہا ہے،،

ابو عبید :۔ میرا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کے مال و جائداد کو ,,فئ،، قرار دیا لیکن خود اسے ,,فئے،، نہیں بنایا بلکہ اسلام لے آنے کی وجہ سے آزاد قرار دیا ۔ یہ بھی اس لئے کہ وہ فروخت ہونے یا غنیمت میں تقسیم ہونے سے پہلے ہی مسلمان ہو گیا ۔ اگر وہ ان مراحل سے گذر چکا ہوتا اور وہ اللہ کے حصہ کے خمس ($\frac{1}{5}$) یا مسلمانوں کے حصوں میں آ جاتا تو پھر غلام بن جاتا ، اور ایسی صورت میں قیدیوں کا اسلام لے آنا بھی ان کی غلامی کو ختم نہیں کرے گا ۔ اس مسئلہ کی توضیح مجاہد کی اس روایت سے ہو رہی ہے ۔

(۳۶۹) مجاہد کہتے ہیں کہ جو شہر بھی فوجی قوت کے ذریعہ فتح ہو اور وہاں کے باشندے اس سے پہلے کہ انہیں تقسیم کر دیا جائے اسلام قبول کر لیں تو وہ آزاد قرار دئے جائیں گے، لیکن ان کے

marfat.com
Marfat.com

ہ مال و جانداد مسلمانوں کے لئے ,,فئے،، قرار پائیں گے ۔

ابو عبیدؒ : اہل سواد (عراق) کے بارے میں ابن عیینہ یہی توجیہہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ اس لئے آزاد چھوڑے گئے کہ انہیں تقسیم نہیں کیا گیا تھا ۔

(۳۷۰) بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ حکم صرف عربوں کے لئے مخصوص ہے اس لئے کہ انہیں غلام نہیں بنایا جا سکتا ۔

(۳۷۱) اس مسئلہ میں ایک تیسری رائے بھی ہے اور وہ یہ کہ جب ایک مرتبہ فوجی قوت کے ذریعہ لوگوں پر قبضہ و غلبہ حاصل ہو جائے تو وہ غلام ہی رہیں گے خواہ وہ تقسیم نہ بھی ہوئے ہوں ۔

قیدیوں کی تقسیم سے قبل امام کو ان کے بارے میں اختیار ہے ۔

ابو عبیدؒ : ۔ مجھے اس خیال کی تائید میں کوئی حدیث اور روایت نہ مل سکی ۔ میرے خیال میں ابن عیینہ ہی کی بات صحیح ہے ۔ یعنی یہ کہ جب تک قیدیوں کو تقسیم نہ کیا جائے امام کو ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار ہے لیکن تقسیم کے بعد امام کا اختیار ختم ہو جاتا ہے ۔ البتہ وہ ان لوگوں سے — جن کی ملکیت میں قیدی پہنچ چکے ہوں —— رضاکارانہ عطیہ کے طور پر ان قیدیوں کو مانگ سکتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین والوں کے ساتھ کیا تھا کہ آپ نے ان میں سے کسی سے بھی کوئی قیدی واپس نہ لیا بلکہ ان سے طیب خاطر قیدی واپس کرنے کی استدعا کی۔ اس لئے کہ آپ قیدی تقسیم فرما چکے تھے ۔ لیکن خیبر والوں کے ساتھ آپ نے ایسا نہ کیا، انہیں احسان کرتے ہوئے آزاد کر دیا ۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کسی کو رضاکارانہ واپس مانگنے کی ضرورت بھی نہ ہوئی کیونکہ آپ نے انہیں تقسیم ہی نہیں کیا تھا ۔

وہ حدیث جس میں حنین کے قیدیوں کی تقسیم کا ذکر ہے پہلے

marfat.com
Marfat.com

بھی بیان کی جا چکی ھے۔ (دیکھئے نمبر ۳۱۴ و ۳۱۵) یہ ھے :۔

(۳۷۲) عبدالرحمن بن عوفؓ اور صفوان بن امیہؓ نے اپنے حصہ میں آنے والی دو عورتوں کو کنیز بنا لیا تھا حتی کہ رسول اللہ نے ان دونوں عورتوں کو اختیار دیا ، چنانچہ ان دونوں عورتوں نے اپنی قوم میں واپس جانے کو ترجیح دی ۔

(۳۷۳) اسی مضمون کی تائید ابو سعید خدریؓ کی یہ حدیث کر رھی ھے ۔

,,معرکۂ حنین میں عرب کی شریف زادیاں ھمارے قبضہ میں آگئیں ۔ ھم چاھتے تھے کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیں ۔ اور یہ بھی چاھتے تھے کہ ان سے عزل کریں، چنانچہ ھم نے اس خیال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا ۔

یہی مضمون انس بن مالکؓ اور سلمہ بن اکوعؓ کی روایت کردہ حدیثوں کا ھے :۔

(۳۷۴) سلمہ بن اکوعؓ کہتے ھیں کہ ھم غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ۔ جب دشمن حضور پر ٹوٹ پڑے تو آپ نے ایک مٹھی مٹی بھری، پھر اسے ان کے چہروں کے سامنے ڈالتے ھوئے فرمایا : ,,چہرے بگڑ جائیں،، چنانچہ ان میں سے کوئی ایسا شخص نہ بچا جس کی آنکھوں میں مٹی نہ بھر گئی ھو۔ بالآخر اللہ تعالی نے انھیں شکست دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حاصل شدہ غنیمتوں کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا،،

(۳۷۵) انس بن مالکؓ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین سے حاصل شدہ غنیمتیں تقسیم فرما دیں (انھیں میں سے) اقرع بن حابس کو سو اونٹ اور عُیَینہ بن حصن کو سو اونٹ دئے ۔ بعد ازاں لمبی حدیث بیان کی ۔

marfat.com
Marfat.com

ابو عبیدؒ : حنین اور خیبر سے متعلق بہت سی احادیث مروی ہیں - بہرحال یہ ہیں دونوں حکموں کے بارے میں تفصیلی بیانات ، اور دونوں طریقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جاریہ ہیں یعنی یہ کہ قیدیوں کے بارے میں امام کو اختیار اسی وقت تک حاصل ہے جب تک کہ انھیں تقسیم نہ کر دیا جائے اور یہ کہ تقسیم ہو چکنے کے بعد امام کا اختیار ختم ہو جاتا ہے - امام کے اختیار کی مثال رسول اللہ کا خیبر والوں کے ساتھ سلوک ہے نیز حضرت عمرؓ کا سواد والوں کے ساتھ بشرطیکہ حضرت عمرؓ کے اس عمل کی یہ توجیہہ ان لوگوں کی بات مانتے ہوئے کی جائے جو سواد والوں کو قیدی مانتے ہیں - کیونکہ بعض حضرات کے نزدیک نہ انھیں قید کیا گیا تھا نہ وہ غلام بنے تھے -

(۳۷۶) حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس رفیل اور باشندگان سواد (عراق) کے سردار آئے اور انھوں نے عرض کی ,,یا امیر المومنین! پہلے ہمارے اوپر ایرانی حاکم ہو گئے تھے ، جو ہمیں تکلیف پہنچاتے اور ہمارے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے - پھر انھوں نے اپنے اوپر ایرانیوں کی زیادتیوں کے کچھ قصے بیان کئے - بعد ازاں کہنے لگے - ,,اب جبکہ اللہ تعالی آپ لوگوں کو لے آیا ہے ہم آپ کی آمد سے بڑے خوش ہوئے - ہم نہ آپ کو کسی طرح پریشان کرنا چاہتے ہیں نہ آپ سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں، لیکن اب آخر میں ہم کچھ ایسی خبریں سن رہے ہیں کہ آپ لوگ ہمیں غلام بنا لینا چاہتے ہیں؟،، اس پر حضرت عمرؓ نے کہا : ,,اب تمھاری مرضی ہے تم چاہو تو اسلام قبول کر لو اور چاہو تو جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو جاؤ بصورت دیگر ہم تم سے جنگ کریں گے،، چنانچہ ان لوگوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا -

(۳۷۷) مہلب بن ابی صفرة کہتے ہیں کہ ہم (مسلمانوں) نے مناذر

marfat.com

Marfat.com

کا محاصرہ کیا اور وہاں سے قیدی ہاتھ لگے تو اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی گئی چنانچہ انہوں نے جواب میں لکھا: ,,مناذر سواد کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے لہذا وہاں سے جو کچھ تمہیں ہاتھ لگا ہے انہیں کو واپس کر دو،،

(۳۲۸) ابو الرقادشویس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے عہد میں دو ہزار دو درہم لئے ، اور میسان والوں میں سے ایک لڑکی قید کی ۔ اور ایک مدت تک اس سے مباشرت کرتا رہا ۔ پھر ہمیں حضرت عمرؓ کا فرمان نامہ ملا کہ تمہارے قبضہ میں میسان کے جو قیدی ہیں انہیں رہا کر دو ۔ چنانچہ رہا کئے جانے والوں میں وہ کنیز بھی میں نے رہا کر دی ۔ اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ کس بناء پر میں نے اسے رہا کیا ۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ حاملہ تھی یا غیرحاملہ ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میری صلب سے میسان میں مرد اور عورتیں ہوں گی ۔

ابو عبیدؒ :۔ سواد کی زمین کے بارے میں تو تمام مسلمان متفق ہیں کہ وہ فوجی قوت کے ذریعہ فتح کی گئی ہے ۔ اس لئے کہ وہ ایرانیوں کے قبضہ سے چھینی گئی ۔ البتہ اس میں تین علاقے ایسے ہیں جو فوجی قوت کے ذریعہ مفتوحہ نہیں ہیں اور ان کا تذکرہ ہم کسی اور جگہ کر آئے ہیں ۔ (دیکھئے نمبر ۲۱۳ تا ۲۱۹)

البتہ یہاں کے باشندوں کے بارے میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ اگرچہ وہ فوجی قوت کے ذریعہ مغلوب کئے گئے ہیں تاہم انہیں (مسلمانوں میں) تقسیم نہیں کیا گیا ۔ بعض کہتے ہیں کہ ان سے نہ کوئی تعرض کیا گیا نہ انہیں قید کیا گیا ۔ اس لئے کہ نہ تو انہوں نے لڑائی کی ، نہ اپنی حفاظت و مدافعت کی ۔ بہرحال دونوں میں سے جو صورت بھی تھی اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ان پر جزیہ عائد

marfat.com
Marfat.com

ہوں۔ اس لئے کہ خواہ انہیں قید نہ بھی کیا گیا ہو وہ پہلے سے آزاد ہی تھے اور اگر انہیں قید کر کے امام نے احسان کرتے ہوئے تقسیم سے پہلے چھوڑ دیا تو بھی وہ خیبر والوں کی طرح آزاد ہو گئے ۔ اور یہ لوگ اپنی گواہیوں، شادیوں اور میراث نیز دیگر ذمہ داریوں وغیرہ میں آزاد مانے جائیں گے۔ اور اس آزادی کا ثبوت یہ ہے کہ ان سے جزیہ لیا جا رہا ہے اور سنت یہی ہے کہ جزیہ صرف آزاد مردوں سے لیا جائے

(۳۷۹) شعبی کہتے ہیں : ,,سواد کے باشندوں سے کوئی معاہدہ اور قول و قرار نہ تھا ۔ پھر جب ان سے جزیہ لیا جانے لگا تو ان سے عہدوپیمان ہو گیا ۔

مصر کے مفتوحہ یا صلحی علاقہ ہونے میں اختلاف ہے

ابو عبیدؒ : ۔ یہی حال مصری قبطیوں کا ہے ۔ ان کا قصہ باشندگان سواد سے ملتا جلتا ہے ۔ ان پر رومی حکومت اس طرح مسلط تھی جس طرح سواد والوں پر ایرانی، انہیں نہ آزادی حاصل تھی نہ اقتدار۔ چنانچہ جب رومی حکومت کو اُن کے اوپر سے نکال دیا گیا تو یہ از خود مسلمانوں کے زیر اقتدار آگئے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بارے میں مختلف روایات ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ انہیں فوجی طاقت کے ذریعہ فتح کیا گیا اور بعض کا خیال ہے کہ ان کی طرف سے رومی حکومت نے مسلمانوں سے صلح کر لی تھی ۔ ان میں سے ہر خیال کی تائید میں روایات ملتی ہیں : ۔

(۳۸۰) ابو العالیہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن العاصؓ کو منبر پر یہ کہتے سُنا: ,,میں جب اپنی اس نشست گاہ پر بیٹھا ہوں (۵) تو میرا کسی مصری قبطی سے کوئی عہدوپیمان نہیں ہوا ۔ میں

marfat.com

Marfat.com

چاھوں تو انھیں قتل کر دوں چاھوں تو فروخت کر دوں ، چاھوں تو (غنیمت کی طرح) پانچ حصے (کرکے انھیں تقسیم) کر دو۔ ھاں صرف انطابلس کے باشندوں سے ھمارا عھد ھے جو ان سے وفا کیا جائے گا

(۳۸۱) ابن عمرؓ کہتے ھیں کہ مصر کسی معاھدہ کے بغیر ھی فتح ھوا ۔

(۳۸۲) صلت بن ابی عاصم جو حیان بن شریح، (عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے مصر کے گورنر) کے سکرٹری تھے کہتے ھیں کہ حیان بن شریح کے پاس عمر بن عبدالعزیز کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ مصر فوجی قوت کے ذریعہ فتح ھوا اور وھاں کے باشندوں سے کوئی عھدوپیمان نہیں ھوا ھے ۔

(۳۸۳) جنادہ کہتے ھیں کہ جن لوگوں نے مصر فتح کیا تھا وہ بغیر کسی عھدوپیمان کے مصر میں داخل ھوئے تھے ۔

(۳۸۴) زید بن اسلم کہتے ھیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے ان مکاتیب میں، جن سے غیرعربی ممالک کے ساتھ ان کے معاھدوں کا علم ھوتا ھے، ھمیں صلح مصر کے متعلق کوئی مکتوب نہیں ملتا ۔

ابو عبیدؒ : ۔ یہ ھیں وہ روایات جن سے مصر کا فوجی طاقت کے ذریعہ فتح ھونے کا ثبوت ملتا ھے ۔ اب وہ روایات پیش کی جاتی ھیں جن سے صلح کے ذریعہ فتح ھونے کی تائید ھوتی ھے ۔

(۳۸۵) عبیداللہ بن جعفر کہتے ھیں کہ میں نے قدماء میں سے ایک بزرگ سے دریافت کیا : ,,کیا مصر والوں کے ساتھ کوئی معاھدہ ھوا تھا؟ '' اُنھوں نے جواب دیا : ,,ھاں،، میں نے پوچھا: ,,کیا ان کے پاس کوئی عھد نامہ تھا ؟ انھوں نے کہا: ,,ھاں، ایک عھدنامہ طلما کے پاس تھا جواخنا کا حاکم تھا۔ ایک معاھدہ فلاں کے پاس، ایک فلاں

marfat.com

Marfat.com

کے پاس ۔،، میں نے پوچھا: ،،ان سے کیا عہد ہوا تھا؟،، انھوں نے جواب دیا : ،،ان پر دو دینار جزیہ مقرر کیا تھا اور مسلمانوں کی خوراک (کا اہتمام) ۔ میں نے ان سے سوال کیا : ،،کیا آپ کو وہ شرائط معلوم ہیں جو ان سے کی گئی تھیں؟ ،، انھوں نے کہا: ،،ہاں، چھ شرائط تھیں ۔ وہ (۱) وہ اپنے گھروں سے نہ نکالے جائیں گے ۔ اُن (۲) کی عورتیں اور بچے (۳) ان سے نہ چھینے جائیں گے ۔ ان کے (۴) خزانے اور اُن کی (۵) زمینں انھی کے پاس رہنے دی جائیں گی ۔ اور (۶) ان پر (متعین کی جانے والی پابندیوں میں) کوئی اضافہ نہیں کیا جائے گا،،

اس اختلاف کی توجیہہ

ابو عبیدؒ۔ مصریوں کے متعلق روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔ میرا خیال ہے کہ یہ دونوں باتیں ہی موجود تھیں ۔ اور دونوں مختلف روایات صحیح ہیں، اس لئے کہ مصر دو مرتبہ فتح ہوا ہے ۔ پہلی مرتبہ صلح کے ذریعہ فتح ہوا تھا ، لیکن رومی پھر پلٹ کر ان پر حکومت کرنے لگے لہذا دوسری بار فوجی قوت کے ذریعہ ان پر فتح حاصل کی گئی ۔ ہمارے اس خیال کی تصدیق متعدد روایات سے ہوتی ہے :

(۳۸۶) علی بن رباحؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس حاکم مصر کی طرف روانہ کیا وہ قرن کے مشرقی علاقہ سے گذرے تو ان سے صلح کر لی اور وہاں کے باشندوں نے انھیں (جزیہ) دیا ۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا تاآنکہ عمرو بن العاصؓ مصر میں داخل ہوئے اور انھوں نے ان سے لڑائی کی اور وہ صلح ختم ہو گئی ۔

marfat.com

Marfat.com

(۳۸۷) یزید بن ابی حبیب راوی ھیں کہ مقوقس حاکم مصر نے عمرو بن العاصؓ سے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ وہ ھر قبطی پر ۲ ـ ۲ دینار (جزیہ) مقرر کر دیں ـ جب اس صلح کی اطلاع ھر قل شاہ روم کو ھوئی تو وہ سخت برھم ھوا اور اس نے فوجیں وھاں بھیج دیں جنھوں نے وھاں پہنچ کر اسکندریہ کے راستے بند کر دئے اور عمرو بن العاصؓ سے اعلان جنگ کر دیا ـ چنانچہ انھوں نے ان (فوجوں) سے جنگ کی اور حضرت عمر بن الخطابؓ کو لکھا :

,,امابعد ـ اللہ تبارک وتعالی نے ھماری فوجی قوت کے ھاتھوں ھمارے لئے اسکندریہ کو فتح کرا دیا ھے ـ بغیر کسی عھد و پیمان اور بغیر کسی شرط و قرار کے،،

راوی کہتا ھے کہ یزید بن ابی حبیب کے قول کے مطابق مصر تمام کا تمام صلح کے ذریعہ فتح ھوا اور صرف اسکندریہ فوجی طاقت کے ذریعہ ـ یہی لیث بن سعد کا بھی قول تھا ـ

—★—

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱) یہ باب مسلسل چل رہا ہے اور پہلے باب کا حصہ ہے ، چونکہ یہاں "کتاب الاموال" کا پہلا جز ختم ہو کر دوسرا شروع ہوا۔ اس لئے یہ سرخی مکرر لکھی گئی ہے ۔

۲) دیکھئے نمبر ۳۱۳

۳) یہ بچے دو قسم کے ہوتے تھے ایک تو وہ جو ان لونڈیوں کے پہلے شوہروں سے ہوتے اور بعد میں غلام بنانے والوں کے پاس پہنچ جاتے یا پھر ان لونڈیوں کے مالکوں کی اولاد ہوتے ۔ ہر دو حال میں یہ اپنے پہلے قبائل میں پہنچا دئے جاتے اور آزاد قرار پاتے اور ان کے سابقہ مالکوں کو ان کا مقررہ فدیہ دے دیا جاتا ۔

۴) اس سے پہلے ابو عبید انہیں قتل کرنے کا ثبوت قرآن مجید سے فراہم کر چکے ہیں (دیکھئے نمبر ۳۳۱ تا ۳۳۳)

۵) یعنی جب میں نے مصر کی زمام حکومت سنبھالی ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۱۸

صلحی علاقوں کے احکام و قوانین

(ایسے علاقے فئے شمار ہوں گے ، غنیمت نہیں)

صلحی اقوام کے ساتھ شرائط صلح کا ایفاء اور اس ضمن میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں ، نیز صلحی اقوام پر پابندیوں میں اضافہ کی کراہت

شرائط صلح کی پابندی کی تاکید اور ان پر اضافہ کی ممانعت

(۳۸۸) جہینہ قبیلہ کے ایک صحابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,قوی امکانات ہیں کہ ایسے لوگوں سے تمہاری لڑائیاں ہوں جو تمہیں مال دے کر اپنی اور اپنے بال بچوں کی جانیں بچانے کی پیشکش کریں اور تم سے معاهدہ صلح کر لیں ۔ تو ایسے لوگوں سے شرائط صلح سے زائد نہ لینا ، اس لئے کہ وہ (شرائط صلح پر اضافہ) تمہارے لئے حلال نہیں ہے،،۔

(۳۸۹) ایک دوسری سند سے انہی صحابی سے یہ حدیث اسی طرح مروی ہے ۔

ابو عبیدؒ :۔ یہ حدیث صلحی علاقہ کے متعلق بتا رہی ہے کہ از روئے سنت صلح کے ذریعہ طے شدہ خراج (اور دیگر شرائط) میں کوئی اضافہ نہیں کیا جائے گا ۔ خواہ مفتوح قوم اس سے زائد دینے کی

marfat.com
Marfat.com

طاقت ھی کیوں نہ رکھتی ھو، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ھے: ,,ایسے لوگوں سے (طے شدہ شرائط سے) زیادہ نہ لینا، اس لئے کہ وہ تمہارے لئے حلال نہیں،، یہ حتمی امر ھے اس میں کوئی استثناء نہیں کہ اگر وہ زیادہ قوت رکھتے ھوں تو زائد لے لیا جائے ۔ یہ بات حضرت عمرؓ کے مندرجہ ذیل فتووں میں کھول کر بیان کی گئی ھے :۔

(۳۹۰) ابراھیم کہتے ھیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس آیا اور اُس نے کہا : ,,میں نے اسلام قبول کر لیا ھے لہذا آپ میری زمین سے خراج اُٹھا دیجئے،، تو اُنھوں نے جواب دیا: ,,تمہاری زمین تو فوجی طاقت کے ذریعہ فتح ھوئی ھے،،

ایک اور شخص اُنؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا: ,,فلاں فلاں زمین متعینہ خراج سے زیادہ ادا کرنے کی قوت رکھتی ھے،، تو انھوں نے کہا: ,,ان لوگوں پر اضافہ کا کوئی جواز نہیں کیونکہ ھم نے ان لوگوں سے صلح کی ھے،،

(۳۹۱) ابن شہاب کہتے ھیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ معاھدہ صلح کرنے والوں سے اتنا ھی لیا کرتے تھے جس پر ان سے صلح کرتے تھے ۔ نہ ان (شرائط میں) سے کچھ کم کرتے تھے نہ ان میں کچھ اضافہ کرتے تھے ۔ اور جو لوگ بلاتعین مقدار محض جزیہ ادا کرنے پر رضا مند ھو جاتے تھے ان کے مسئلہ میں حضرت عمرؓ غور کرتے تھے ۔ اگر وہ لوگ ضرورت مند ھوتے تو ان سے جزیہ کی رقم میں تخفیف کر دیتے، اگر آسودہ حال ھوتے تو ان کی حیثیت کے مطابق اس رقم میں اضافہ کر دیتے تھے ۔

(۳۹۲) ایک اور سند سے بھی ابن شہاب حضرت عمرؓ سے ایسی ھی روایت کرتے ھیں ۔

marfat.com

Marfat.com

(۳۹۳) عبیداللہ بن ابی جعفر کہتے ہیں کہ مجھے مصر کے ایک معمر بزرگ نے بتایا کہ معاویہؓ نے وردان کو تحریر کیا تھا: ,,قبطیوں پر فی کس ایک ایک قیراط بڑھا دو،، تو وردان نے انہیں جواب میں لکھا: ,,میں کیسے بڑھا دوں جبکہ معاہدہ میں یہ شرط مذکور ہے کہ ان پر کوئی اضافہ نہیں کیا جائے گا،،۔

شرائط صلح میں اضافہ ممنوع ہے لیکن کمی کے امکانات ہیں

ابو عبیدؒ: ۔ میرے خیال میں حضرت عمرؓ کی صلح والی روایت میں: ,,نہ ان سے کچھ کم کرتے تھے نہ اس میں اضافہ کرتے تھے،، کا مطلب یہ ہے کہ جب تک صلحی ذمیوں میں اس مقدار کے ادا کرنے کی طاقت رہتی تھی تو مقررہ رقم میں کمی نہیں کی جاتی تھی لیکن اگر وہ مجبور ہو جاتے اور وہ مقررہ رقم ادا کرنے کے قابل نہ رہتے تو ان کی قوت برداشت کے مطابق رقم میں کمی کر دیتے تھے ۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ان سے متعینہ رقم سے زائد نہیں لیا جائے، لیکن آپ نے ایسی صورت میں جبکہ وہ متعینہ رقم ادا کرنے کے قابل نہ رہیں، جزیہ کی رقم میں کمی کرنے کے متعلق کوئی قید نہیں لگائی ہے۔

رہ گیا وہ خط جو معاویہؓ نے وردان کو بھیجا تھا کہ قبطیوں کا جزیہ بڑھا دو تو ہمارے خیال میں یہ درست تھا، اس لئے کہ مصر فوجی قوت کے ذریعہ فتح ہوا تھا ۔ اس لئے معاویہؓ نے اضافہ کرنا جائز خیال کیا تھا ۔ لیکن وردان کے خیال میں وہ بذریعہ صلح فتح ہوا تھا لہذا انہوں نے اضافہ کرنا ناپسند کیا ۔ اور اس طرح دونوں میں اختلاف ہو گیا ۔

مصر کی فتح کے بارے میں یہ اختلاف رائے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۱۹

ذمیوں کی ان شرائط صلح کا بیان جن کے بعد انھیں

اُن کے دین پر بحال رکھا جاتا ھے

جزیہ ، فوجیوں کی خوراک اور مسلمان مسافروں کی مہمانی

(۳۹۳) اسلم کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے چاندی رکھنے والوں پر چالیس درہم اور سونا رکھنے والوں پر چار دینار جزیہ مقرر کیا ۔ اس کے ساتھ ھی ان کے ذمہ مسلمانوں کی خوراک اور تین دن کی مہمانی کا فرض بھی عائد کیا ۔

(۳۹۴) حارثہ بن مضرب کہتے ھیں کہ عمرؓ نے اھل سواد کے ذمہ ایک روز و شب کی مہمانی فرض کی تھی اور یہ قانون مقرر کیا تھا کہ ذمیوں کے پاس جو غلہ اور چارہ ھو اس میں دست اندازی نہ کی جائے ۔

(۳۹۵) حارثہ بن مضرب کہتے ھیں کہ ھماری موجودگی میں حضرت عمرؓ کا خط پڑھا گیا جس میں لکھا تھا: ,,ھم نے اھل سواد پر ایک روز و شب کی مہمانی فرض کی ھے ۔ اگر کسی (مسلمان) کو بارش یا بیماری اس مدت سے زائد قیام کرنے پر مجبور کر دے تو پھر وہ اپنا مال خرچ کرے ۔

(۳۹۶) احنف بن قیس کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے صلح کی شرائط میں ذمیوں پر ایک روز و شب کی ضیافت فرض کی، نیز ان کے ذمہ پلوں کی مرمت رکھی، اور یہ کہ اگر ان کے علاقہ میں کوئی

marfat.com

Marfat.com

مسلمان قتل ہو جائے تو وہ سب مل کر اس کی دیت ادا کریں ۔

(۳۹۷) حکیم بن عمیر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے لکھا تھا: ,,مسلمان مسافروں کا کوئی قافلہ اگر معاہدہ کئے ہوئے ذمیوں کے پاس رات میں پناہ لیتے ہوئے پہنچے اور وہ ان کے بسیرے کا انتظام نہ کریں تو اسلامی حکومت کی ذمہ داری ان ذمیوں سے ختم ہو جاتی ہے ۔

(۳۹۸) عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ابن الخطاب نے شامی نبطیوں سے یہ شرط طے کی تھی کہ ان کے پھلوں اور چارہ کے استعمال کا مسلمانوں کو حق حاصل ہو گا لیکن مسلمان یہ چیزیں لاد کر نہیں لے جائیں گے ۔

معاہدین کے بال بچوں کی خریداری کا مسئلہ

(۳۹۹) عبداللہ بن ہبیرہ سبائی کہتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ نے اہل انطابلس سے جزیہ دینے پر جو صلح کا معاہدہ کیا تھا اس میں یہ شرط بھی تھی کہ وہ اپنے جزیہ کی رقم کے عوض اپنے بیٹوں میں سے جسے چاہیں فروخت بھی کر سکتے ہیں ۔

(۴۰۰) یزید بن عبداللہ حضرمی کہتے ہیں کہ جب وہ انطابلس کے حاکم بنے تو ان کے پاس ابن دیاس اپنا عہدنامہ لے کر آیا ۔

ابو عبیدؒ :۔ ابن دیاس عیسائی ہیں اور مصری نبطیوں میں سے قبطی ہیں ۔

(۴۰۱) یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ مصریوں اور افریقی دیگر سیاہ فام نسلوں کے درمیان کوئی عہدوپیمان نہیں ۔ البتہ ان کے اور ہمارے درمیان امن و صلح تھی ۔ ہم انہیں کچھ گیہوں اور مسور دیتے تھے اور وہ ہمیں اس کے عوض آٹا (۱) دیتے تھے ۔ ہمارے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ہم ان کا آٹا ان سے اور دوسروں سے خرید لیں ۔

marfat.com
Marfat.com

ابو عبید :۔ سیاہ فاموں سے مراد نو بہ (سیاہ فاموں کی ایک مخصوص نسل) اور ان کی قسم کے دیگر سیاہ فام ہیں ۔ صلح خاص طور پر نوبہ سے تھی ۔

(۴۰۲) لیث بن سعد کہتے ہیں کہ ہمارے اور نو بہ کے درمیان باہم جنگ نہ کرنے پر صلح تھی ۔ اور یہ کہ وہ ہمیں آٹا دیتے رہیں اور ہم انہیں غلہ اور کھانے کی چیزیں ۔ لیث کہتے ہیں کہ اگر وہ اپنے بچے یا عورتیں فروخت کریں تو میرے خیال میں لوگوں پر اس کا سودا کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ۔

(۴۰۳) لیث کہتے ہیں کہ یحیی بن سعید انصاری اس بارے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے ۔ نیز وہ کہتے ہیں : اہل صلح دشمنوں میں سے جو بھی اپنے بچے فروخت کرے تو ان سے ان بچوں کو خرید لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ۔

(۴۰۴) ابو عبیدؒ :۔ یہی اوزاعی کی رائے تھی ۔ وہ بھی اس سودے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے ۔ اس لئے کہ ہمارے احکام و قوانین ان لوگوں پر نافذ نہیں ہوتے ۔

(۴۰۵) لیکن سفیان اور اہل عراق اس (سودے) کو ناپسند کرتے ہیں ۔

ابو عبیدؒ :۔ میرے نزدیک دونوں اقوال میں سے مؤخرالذکر زیادہ پسندیدہ ہے ۔ اس لئے کہ صلح میں امن و امان شامل ہے اور ایسی صورت میں غلام کیونکر بنایا جا سکتا ہے ؟

(۴۰۶) صفوان بن عمرو وغیرہ راوی ہیں کہ معاویہؓ نے بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں حضرات ابو ذرؓ ، ابو الدرداءؓ ، شداد ابن اوسؓ ، مقداد بن اسودؓ اور تابعین میں سے کعب الاحبار اور جبیر بن نفیر تھے،

marfat.com
Marfat.com

قبرص پر حملہ کیا ۔ اور وھاں سے بڑی کامیابی اور فتح و نصرت کے ساتھ واپس آئے، اور بڑی غنیمتیں ھاتھ لگیں، بعد ازاں مسلمان پیہم اھل قبرص پر یلغار کرتے رھے تاآنکه معاویہؓ نے اپنے عہد میں ان سے اس شرط پر دائمی صلح کر لی که وہ سات ھزار دینار (سالانہ) دیتے رھیں ۔ مسلمانوں کی خیر خواھی کرتے رھیں، اور مسلمانوں کے دشمن رومیوں کی افواج کے مسلمانوں کی طرف آمد اور نقل و حرکت سے انھیں باخبر کرتے رھیں ۔ یہ یا اسی قسم کی شرائط تھیں ۔

(۴۰۷) اسمعیل بن عیاش کہتے ھیں که حبیب بن مسلمه فہری نے جرزان اور ارمینیا کے باشندوں سے اس شرط پر صلح کی تھی که یہ لوگ (اسلامی) لشکر کی اھل کتاب کے حلال کھانوں سے مہمانی کریں گے ۔

(۴۰۸) محمد بن سیرین کہتے ھیں که حضرت عثمانؓ نے ماوراء النہر والوں سے عہدوپیمان کیا تھا ۔

—★—

حوالہ جات

۱) یہاں آنے کے لئے عربی لفظ دقیق ھے ۔ ایک قلمی نسخه میں دقیق کے بجائے رفیق ھے یعنی غلام ۔ آگے نمبر ۴۰۲ میں آٹے کی جگه غلام ھے

marfat.com
Marfat.com

باب : ۲۰

شرائط صلح کے علاوہ مسلمانوں کے لئے ذمیوں کے مال سے کیا کچھ حلال ہے

ذمیوں کا نقصان کئے بغیر اپنی معمولی اور چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کی تکمیل

(۴۰۹) ابو ظبیان کہتے ہیں کہ ہم نے سلمان سے دریافت کیا: ,,ہمیں ہمارے ذمہ میں آنے والوں (ذمیوں) سے کیا کچھ (استفادہ) حلال ہے؟" تو انہوں نے کہا: ,,وہ کچھ جس کے ذریعہ تم اندھیرے سے روشنی میں آجاؤ ، (۱) اور اپنی ضرورت اس حد تک پوری کرنا کہ احتیاج نہ رہے ۔ اور یہ کہ جب تم میں سے کوئی ان کے ساتھ چلے تو اس کی سواری پر سوار ہو جائے لیکن جدھر وہ (ذمی) جانا چاھتا ہو اس سمت سے اس کی سواری کا رخ نہ پھیرے، اور یہ کہ تم اس کے کھانے میں سے کھا لو اور وہ تمہارے کھانے میں سے کھالے ۔

(۴۱۰) جندب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم ذمیوں کے پھل اور عمدہ چیزوں کو استعمال کر لیتے تھے لیکن ان کی عورتوں اور مالوں میں حصہ نہیں لگاتے تھے اور ہم اپنی رہنمائی کے لئے ان سے بیگار لیتے تھے ۔

(۴۱۱) سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فلسطینی نبطیوں سے بیت المقدس کی صفائی کے لئے بیگارلی ۔ اس میں بڑا گھورا (کوڑا کرکٹ اکٹھا) ہو گیا تھا ۔

marfat.com

Marfat.com

یہ چھوٹی چھوٹی باتیں جزیہ کے ساتھ شرائط صلح میں شامل ہوتی تھیں

ابو عبیدؒ :۔ میری رائے میں مسلمانوں کے ذمیوں سے ان اشیاء کے لینے کی توجیہ یہ ہے کہ مسلمان معاہدہ صلح میں جزیہ کے ساتھ ان امور کو بھی شرائط میں شامل کر لیتے تھے - یہی سبب ہے کہ مسلمان ان چیزوں کا لینا جائز سمجھتے تھے - اس لئے کہ مسلمانوں کی طرف سے ان کے ساتھ کیا ہوا عہد اور ذمہ داری پوری کی جاتی تھی - شریک اور حسن بن صالح سے بھی اسی طرح مروی ہے اور مالک سے بھی اسی مضمون کی روایت ہے :

(۴۱۲) ابن بکیر کہتے ہیں کہ مالکؒ سے ان چیزوں کے متعلق دریافت کیا گیا جو ذمیوں سے لی جا سکتی ہیں تو انہوں نے جواب دیا: ,,ان سے بغیر ان کی خوشنودی و مرضی کے کوئی چیز نہیں لی جا سکتی -،، ان سے سوال کیا گیا : ,,اس مہمانی کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو اُن پر عائد ہے ؟،، تو انہوں نے کہا : ,,اس میں بھی ان سے (باعتبار شرائط) تخفیف و سہولت کی جاتی تھی - ،، اوزاعی سے بھی اسی مضمون کی روایت ہے -

(۴۱۳) ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے اوزاعی سے ذمیوں کے پھلوں کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے جواب دیا : ,,مسلمان ان کے پھلوں میں سے تھوڑی سی مقدار لے لیا کرتے تھے یہ اس صورت میں کہ مسلمانوں کا لشکر ذمیوں کے علاقے سے نہ گذر رہا ہو اس لئے کہ لشکر کو ان کے پھل لینا روا نہیں -،،

ابو عبیدؒ :۔ اوزاعی کے اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان وہ معمولی مقدار اس لئے لیا کرتے تھے کہ اس کا معاہدہ صلح میں ذکر ہوتا تھا، لیکن ہماری معلومات کے مطابق اس سے زیادہ لینے کی

marfat.com
Marfat.com

اجازت کسی عالم نے نہ قدیم زمانہ میں دی ہے نہ جدید دور میں ۔
اس بارے میں آثار متواترہ ہیں :۔

شرائط صلح میں مندرجہ اشیا کے سوا ذمیوں سے کوئی چیز لینا حــلال نہیں

(۴۱۴) ابو امامہ کہتے ہیں کہ حضرت ابـن عبـاسؓ سے ایـک شخص نے کہا: ,,ہم ذمیوں کے علاقے سے گذرتے ہیں تو ہم ان (کی کھیتی) کے جـو یا اور کوئی چیز استعمال کر لیتے ہیں،، اس پر ابن عباسؓ نے کہا: ,,تمہارے لئے معاہدہ صلح میں درج شدہ امور کے سوا ذمیوں کی کوئی چیز لینا حلال نہیں ہے،،

(۴۱۵) صعصعہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا: ,,ہم ذمیوں کے علاقے سے گذرتے ہیں تو ان کی کچھ چیزیں اپنے استعمال میں لے آتے ہیں،، انہوں نے پوچھا: ,,بغیر قیمت ادا کئے ؟،، میں نے کہا ,,ہاں، بغیر کسی قیمت کے،، اس پر انہوں نے کہا: ,,تم وہی کر رہے ہو جو اہل کتاب کہا کرتے تھے :۔

لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ (آل عمران ۳ : ۷۵)

اُمیوں کے بارے میں ہم پر کوئی (گرفت کی) راہ نہیں ۔ اور وہ جانتے بوجھتے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں

(۴۱۶) حضرت ابن عباسؓ سے ایسی ہی روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہے ۔

(۴۱۷) طلحہ بن مصرف کہتے ہیں کہ خالد بن الولیدؓ نے کہا: ,,تین قدم بھـی اس ارادے سے آگے نہ بڑھانـا کہ تیـن آدمیـوں پر حکمرانی کرو یا کسی معاہدہ کئے ہوئے (ذمی) کو (ناحق) سوئی یا

marfat.com

Marfat.com

اس سے بھی کمتر چیز کا نقصان پہنچاؤ یا مسلمانوں کے امـام پر
کوئی آفت ڈھانے کا ارادہ کرو۔

(۴۱۸) ابو عبداللہ (سعد کے آزاد کردہ غلام) یا ابو عبدالرحمن (۲)
کہتے ہیں کہ میں سعدؓ کے ساتھ تھا کہ رات ہمیں باغ میں گذارنا
پڑی ــــ دوسری روایت میں تصریح ہے کہ یہ باغ ذمی کا تھا ــــ
چنانچہ ہم نے اس باغ کے مالک کی تلاش کی لیکن وہ ہمیں نہ ملا۔
اس پر سعدؓ نے کہا: ,,اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ کل اللہ سے مسلمان
کی حیثیت سے ملو تو اس باغ کی کسی چیز کو نقصان نہ پہنچانا،،
چنانچہ ہم دونوں نے بھوکے پیٹ رات گذاری حتی کہ صبح ہو گئی۔

(۴۱۹) سعید بن عبدالعزیز نے ہمیں بتایا کہ ابو الدرداءؓ ذمیوں
کی بستیوں میں سے کسی بستی میں پڑاؤ کرتے تھے تو اس سے زیادہ
کچھ فائدہ نہ اٹھاتے کہ ان کے پانی میں سے پی لیتے ، ان کے سایہ میں
آرام کر لیتے، اور ان کا جانور ان کے چراگاھوں میں چر لیتا، جس پر
وہ اپنے آدمیوں کو حکم دیتے کہ انہیں کچھ چیز یا سکے دے دینا۔

(۴۲۰) عثمان بن ابی العاتکہ کہتے ہیں کہ عبادة بن الصامتؓ دُمَّرَ
نامی ایک بستی سے گذرے جو غوطہ کے علاقہ میں تھی، اور انھوں نے
اپنے خادم کو دریائے بَرَدی کے ساحل سے صفصاف کی ایک مسواک
لانے کا حکم دیا۔ وہ تعمیل حـکم کے لئے چلا تو انھوں نے اسے آواز
دی کہ واپس آ جاؤ ، اور کہا کہ اگرچہ اس وقت وہ (شاخ) کوئی
قیمت نہیں رکھتی تاہم خشک ہو کر ایندھن بن جانے پر قیمتی ہو
جائے گی۔

(۴۲۱) اوزاعی کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے ایک شخص سے جو
جہاد پر جا رہا تھا، کہا: ,,کسی کھیت کو نہ روندنا، اور اپنے امـام
(فوجی کمـانڈر) کی اجازت کے بغیر کسی بلندی پر نہ چڑھنا ، اور

marfat.com
Marfat.com

خبردار ایک دو تو بڑے (بھی جانور کے چارہ کے) ذمیوں کے مال میں سے نہ بھرنا ورنہ تمہارے غزوہ و جہاد کا اجر باطل ہو جائے گا۔ پھر وہ شخص ابن عباسؓ سے ملا تو اُنہوں نے بھی اسی طرح کی نصیحت فرمائی۔

(۴۲۲) ابو ظبیان کہتے ہیں کہ ہم جُلولاء یا نہاوند میں سلمانؓ (فارسی) کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی آیا جس نے اپنی سواری کا جانور پھلوں سے لاد رکھا تھا اور جس کے پاس سے گذرتا اسے بھی وہ ان پھلوں میں سے کھلاتا۔ حضرت سلمانؓ نے اسے برا بھلا کہا، تو اُس نے بھی سلمانؓ کو پلٹ کر گالی دی۔ پھر جب اس شخص کو بتایا گیا کہ یہ بزرگ سلمانؓ (فارسی صحابی) ہیں۔ تو وہ ان کے پاس جا کر ان سے معافی مانگنے لگا۔

(۴۲۳) یزید بن ابی مالک کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جن میں حضرت عمرؓ ابن الخطاب بھی موجود تھے جابیہ میں تھی۔ اس موقع پر ایک ذمی شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے انہیں بتایا کہ لوگ (مسلمان) اس کے انگور تیزی سے لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اس طرف نکل گئے جہاں انہوں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو دیکھا کہ وہ اپنی ڈھال میں انگور بھرے اُٹھائے لئے چلا جا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا: ,,ارے تو بھی یہ حرکت کر رہا ہے؟،، اس نے جواب دیا: ,,امیر المومنین۔ ہم فاقہ میں مبتلا ہو گئے تھے،، چنانچہ حضرت عمرؓ واپس ہو گئے اور انہوں نے حکم دیا کہ انگور والے کو اس کے انگوروں کی قیمت دے دی جائے۔

marfat.com
Marfat.com

امام کسی نقصان کی ضمانت نہ لینے کا اعلان کر سکتا ہے

(۴۲۴) حکیم بن عمیر کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ذمیوں سے ، لشکر سے پہنچنے والے نقصان (۳) کی ذمہ داری لینے سے برأت کا اظہار کیا تھا ۔

★

حواشی

۱) یعنی اگر ان کے علاقہ میں راہ میں بھٹک جاؤ تو ان میں سے کسی کی خدمات رہنمائی کے لئے لے لو ۔

۲) یہ شک ابو عبید کو ہے ۔

۳) اس میں فوجی نقل و حرکت کے باعث فصلوں اور باغات کا نقصان نیز امیر کی اجازت کے بغیر لشکر کا کسی بستی والوں سے لڑنا وغیرہ شامل ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۲۱

صلح کے بعد مفتوحہ علاقہ کے لوگوں کو اُن کے

سابقہ معاملات (اعمال و اطوار) پر بحال

رہنے دیا جائے گا

صلح سے قبل کے مروجہ مراسم و معابد کی بحالی

(۴۲۵) عبداللہ بن قیس (یا عبداللہ بن ابی قیس) کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں تھا جو حضرت عمر بن الخطابؓ کی شام میں آمد پر ابو عبیدہؓ کی معیت میں ان کا استقبال کر رہے تھے۔ ابھی حضرت عمرؓ چل رہے تھے کہ اذرعات کے باشندوں میں سے کچھ کھیل کرتب کرنے والے لوگوں نے تلواروں اور گلدستوں سے ان کا استقبال کرنا شروع کیا ۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ,,بس کرو، ان کو روک دو اور انھیں واپس کر دو،، اس پر ابو عبیدہؓ نے کہا: ,,امیر المومنین ۔ یہ تو ان عجمیوں کا دستور ہے ۔ اگر آپ انھیں اس سے روکیں گے تو یہ خیال کریں گے کہ آپ ان سے کئے ہوئے معاهدہ صلح میں کچھ خلل ڈالنا چاہتے ہیں،، اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: ,,انھیں رہنے دو ۔ عمرؓ اور آل عمرؓ (اس علاقہ میں) ابو عبیدہؓ کے زیر فرمان ہیں،،

ابو عبیدؒ :۔ کھیل کرتب والی یہ جماعت اپنے علاقہ میں آنے والے حاکموں اور بادشاھوں کا استقبال اسی انداز سے کرتی تھی ۔ حضرت عمرؓ نے اسے ناپسند کرتے ہوئے انھیں روک دیا لیکن پھر بحال

marfat.com
Marfat.com

کر دیا ۔ اس لئے کہ یہ رواج صلح سے پہلے ان میں جاری تھا ۔ یہی حال ان کے دیگر رسم و رواج اور دستور وغیرہ نیز گرجوں اور معبدوں کا ہو گا جن کی موجودگی میں صلح کی گئی ہو ۔ لہذا کسی کے لئے یہ عہد شکنی روا نہیں ۔ اور یہی حضرت ابن عباسؓ کے اس قول کا مفہوم ہے: ,,جو امور پہلے سے جاری ہوں تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان کے ساتھ ان امور میں وفاشعاری اختیار کریں،، اس کی تائید میں مزید روایات ہیں:

(۴۲٦) رجاء بن ابی سلمه کہتے ہیں کہ حسان بن مالک نے دمشق کے عجمیوں کے خلاف (ان کے) کسی کنیسہ کے بارے میں عمر بن عبدالعزیز کے سامنے مقدمہ پیش کیا ۔ حسان بن مالک نے کہا کہ فلاں حاکم ـــــ انہوں نے کسی حاکم کا نام بھی لیا ـــــ نے یہ کنیسہ مجھے بطور جاگیر بخشا تھا ۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا : ,,اگر وہ ان پندرہ کنیسوں میں سے ہے جن کے باقی رکھنے کے متعلق ہم نے ان سے معاہدہ کر رکھا ہے تو وہ کسی طریقہ سے تمہیں نہیں مل سکتا،،

(۴۲۷) علی بن ابی حملہ کہتے ہیں کہ ہم نے دمشق کے عجمیوں کے خلاف ایک کنیسہ کے بارے میں عمر بن عبدالعزیز کے سامنے مقدمہ پیش کیا، جسے فلاں امیر نے دمشق کے بنی نصر کو جاگیر کے طور پر دے دیا تھا ۔ عمر بن عبدالعزیز نے ہمیں اس سے بےدخل کر دیا اور وہ کنیسہ عیسائیوں کے حوالہ کر دیا ۔ لیکن جب یزید بن عبدالملک کا دور حکومت آیا تو انہوں نے عیسائیوں کو بےدخل کر کے وہ کنیسہ پھر بنی نصر کو واپس دے دیا ۔

(۴۲۸) ولید بن ہشام معیطی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے مجھے قنسرین کے صوبہ کا گورنر بنایا جو صلح کے ذریعہ فتح ہوا

marfat.com
Marfat.com

تھا تو وہاں کے ذمیوں نے عمر بن عبدالعزیز کے پاس جا کر مسلمانوں کی شکایت کی کہ وہ ہمارے گھروں میں اقامت پذیر ہو گئے ہیں ۔ چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے مجھے لکھا: ,,آپ ان لوگوں کے ان گھروں کی تحقیق کیجئے جن میں یہ صلح کے وقت رہتے تھے ۔ پھر ان میں سے مسلمانوں کو بےدخل کر دیجئے،، چنانچہ میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ایسے لوگ کم ہیں ۔ پھر انہوں (ذمیوں) نے مجھے ایسا کرنے سے منع کر دیا تو میں نے کوئی اقدام نہ کیا ۔

ابو عبیدؒ :۔ عمر بن عبدالعزیز نے مکانات اور کنیسوں کا ذمیوں کے حق میں اس لئے فیصلہ کیا تھا کہ صلح کے بموجب وہ ان کے مالکانہ حقوق یا دینی حقوق میں شامل تھے، لیکن اگر یہ کوئی ایسی چیز ہوتی جس میں مسلمانوں کا حق ہوتا تو وہ صلح میں شامل نہ ہوتا ۔ اور مسلمان اس کے زیادہ مستحق ہوتے ۔ جیسا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے بیت المقدس کی مسجد کے بارے میں عمل کیا تھا ۔ انہوں نے یہ ملک صلح کے ذریعے فتح کیا تھا لیکن بعد ازاں اُنہوں نے ذمیوں کو اس مسجد سے بےتعلق کر دیا اور انہوں نے اس مسجد میں ان کا کوئی حق نہ سمجھا ۔

(۳۲۹) یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے خالد بن ثابت فہمی کی سرکردگی میں ایک لشکر بیت المقدس روانہ کیا، اور خود حضرت عمرؓ جابیہ میں قیام فرما رہے ۔ چنانچہ انہوں نے وہاں پہنچ کر ان (کفار) سے جنگ کی ۔ کفار نے اس شرط پر خود کو سونپنے کی پیش کش کی کہ انہیں قلعہ کی حدود کا اندرونی حصہ مل جائے جس کے عوض وہ کچھ دیتے رہیں گے اور قلعہ کے باہر کا حصہ مسلمانوں کا ہو گا ۔ خالد نے کہا کہ ہم اس شرط پر تمہاری یہ پیش کش منظور کرتے ہیں کہ امیر المومنین

marfat.com

Marfat.com

اسے قبول کر لیں ۔ چنانچه اُنھوں نے حضرت عمرؓ کو ان تفصیلات پر مشتمل ایک خط لکھا، جس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے لکھا: ,,میرے آنے تک تم اسی حالت میں رکے رھو،، اس کے بعد خالد نے ان لوگوں سے جنگ بند کر دی تاآنکه حضرت عمرؓ وھاں آگئے، چنانچه ان لوگوں نے خالد بن ثابت سے کئے ھوئے معاھدہ کے مطابق حضرت عمرؓ کے لئے بیت المقدس کا دروازہ کھول دیا ۔ اسی وجه سے بیت المقدس کو فتوحات عمر بن الخطابؓ کہا جاتا ھے ۔

(۲۳۰) عبداللہ بن ابی عبداللہ کہتے ھیں که جب حضرت عمرؓ خلیفه ھوئے تو اُنھوں نے شام والوں کا معائنه کیا ۔ وہ جابیه میں ٹھہرے اور جدیله قبیله کے ایک شخص کو بیت المقدس کی مہم پر بھیجا جس نے اسے صلح کے ذریعه فتح کیا ۔ پھر حضرت عمرؓ آئے اور ان کے ساتھ کعب بھی تھے ۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا : ,,اے ابو اسحٰق ۔ کیا تمہیں چٹان (۱) کی جگه معلوم ھے؟،، انھوں نے جواب دیا : ,,وادی جہنم سے متصل دیوار سے اتنے اتنے ھاتھ ناپو، پھر اس جگه کو کھو دو تو تمہیں وہ چٹان مل جائے گی ،، وہ جگه اس وقت گھورا بنی ھوئی تھی ۔ چنانچه لوگوں نے اس جگه کو کھودا، اور وہ چٹان نمودار ھو گئی ۔ پھر حضرت عمرؓ نے کعب سے کہا : ,,کیا خیال ھے تمہارا ھم مسجد ـــــ یا قبله ـــــ کدھر بنائیں؟،، اُنھوں نے جواب دیا: ,,اس چٹان کے پیچھے، تاکه دونوں قبلے ۔ حضرت موسیٰ علیه السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیه وسلم کے قبلے ۔ اکٹھے ھو جائیں،، اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: اے ابو اسحٰق ۔ تم نے تو یہودیت سے مشابہت پیدا کر دی ، مسجدوں کا بہترین حصه ان کا اگلا حصه ھوتا ھے ،، چنانچه اُنھوں نے قبله مسجد کے اگلے حصه میں بنوایا ۔

marfat.com

Marfat.com

(۴۳۱) سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے بیت المقدس کی صفائی اور جھاڑو کے لئے فلسطینی نبطیوں سے بیگارلی - بیت المقدس میں بڑا گھورا تھا -

ابو عبیدؒ: - ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ حضرت عمرؓ نے مسجد مسلمانوں کے حق میں داخل کر دی اور ذمیوں کو مسجد سے جدا کر دیا - اور وہ آج تک اسی طرح ہے کہ ذمی اس میں داخل نہیں ہوتے - وہ علاقہ تو صلح کے ذریعہ فتح ہوا تھا لیکن حضرت عمرؓ نے مسجد کو صلح میں شامل نہیں کیا - اس لئے کہ وہ ذمیوں کے حقوق میں سے نہ تھی -

★

حوالہ جات ۱) اس سے مراد بیت المقدس کا وہ صخرہ ہے جس پر بعد میں قبۃ الصخرۃ بنا دیا گیا -

marfat.com
Marfat.com

باب : ۲۲

صلح کے ذریعہ مفتوحہ علاقہ کے (ذمی) باشندے اگر اسلام قبول کر لیں تو اُن کی زمینیں خراجی ہوں گی یا عُشری؟

اسلام قبول کر لینے کے بعد بھی ذمی کے پاس فئے کی جو زمین ہو گی وہ خراجی ہی رہے گی

(۳۳۲) زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے مجوسیوں سے جزیہ قبول کر لیا تھا۔ پھر ان میں سے جس نے اسلام قبول کیا اس کا اسلام تسلیم کر لیا گیا۔ اور اس اسلام کی بدولت اس کی جان و مال محفوظ ہو گئی۔ سوائے زمین کے کہ وہ مسلمانوں کے لئے ,,فئے" ہی رہے گی کیونکہ اس کا (ذمی) مالک اپنی پہلی خود مختاری و آزادی کی حالت میں مسلمان نہیں ہوا۔

(۳۳۳) ایک اور سند سے بھی یہی مضمون مروی ہے۔

ابو عبیدؒ :۔ ,,اس کی زمین مسلمانوں کے لئے ,,فئے" ہی رہے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس (ذمی) کے اسلام لے آنے پر وہ اس سے چھین لی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے ,,فئے" ہے اور وہ مسلمانوں کی مملوکہ زمینوں کی طرح یہ زمین عشری نہیں مانی جائے گی۔ یہ ان علماء کا مذہب ہے جو صلح کے ذریعے مفتوحہ علاقے کی زمینوں کی خریداری ناپسند کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اس مضمون کی تائید حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اس روایت سے ہوتی ہے :-

صلحی اور غیر صلحی زمینوں کی ملکیت میں اختلاف

(۴۳۴) لیث بن سعد کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا : ,,جن لوگوں سے ادائی جزیہ کی شرط پر صلح کی گئی ہو پھر ان میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو اس (مسلمان) کی زمین اس کی قوم کے بقیہ (غیرمسلم) افراد کی ہو جائے گی -،،

ابو عبیدؒ:- اس کے معنے یہ ہیں کہ اس زمین پر وہی قانون لاگو ہو گا جو اس کی قوم کے دیگر افراد پر لاگو ہوتا ہے، یعنی جو خراج اس کی قوم کے دیگر افراد زمین کا ادا کر رہے ہیں وہی اس سے لیا جائے گا -

لیکن مالک بن انس کی رائے اس سے مختلف ہے :-

(۴۳۵) مالک کہتے ہیں کہ اہل صلح میں سے جو اسلام لے آئے وہ اتنی زمین کا زیادہ حق دار ہوگا، البتہ فوجی قوت کے ذریعہ مفتوح علاقہ کے لوگوں کی زمینیں اور اموال مسلمانوں کی ملکیت ہو جائیں گے - اس لئے کہ مؤخر الذکر علاقہ کے لوگ مجبور و مغلوب ہو گئے تھے اور ان کا مال مسلمانوں کے لئے ,,فئے،، بن گیا - لیکن جن سے صلح کی گئی وہ صلح کر لینے تک اپنے ملک اور اپنی جانوں کی حفاظت کرتے رہے - لہذا ان کے ساتھ وہی سلوک ہو گا جس کا ذکر صلح کے معاہدہ میں ہوا ہو -

ابو عبیدؒ :- ابن سیرین سے بھی اس سے ملتا جلتا قول مروی ہے-

(۴۳۶) ابن سیرین کہتے ہیں: ,,سواد کا کچھ علاقہ فوجی قوت کے ذریعہ اور کچھ علاقہ صلح کے ذریعہ فتح کیا گیا - جو علاقہ صلح

marfat.com
Marfat.com

کے ذریعہ فتح ہوا ہو وہ وہاں کے باشندوں ہی کا مال ہے لیکن جو فوجی قوت کے ذریعہ فتح ہوا وہ مسلمانوں کی ملکیت ہے۔

ابو عبیدؒ :۔ گویا ابن سیرین اور مالک کے مذہب کی رو سے صلحی علاقہ کی زمینوں کی خریداری میں کوئی مضائقہ نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ وہاں کی زمینیں وہاں کے اصل سابقہ باشندوں کی ملکیت رہتی ہیں۔

(۴۳۷) حسن بن صالح سے بھی یہی مروی ہے وہ بھی صلحی علاقہ کی زمینوں کی خریداری میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ البتہ فوجی قوت کے ذریعہ مفتوحہ علاقہ کی زمین خریدنا مکروہ خیال کرتے تھے۔

صلحی زمین کا اسلام قبول کر لینے والا مالک خراج دے گا یا عشر؟

ابو عبیدؒ: اس مسلک سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صلحی زمین والے ذمی جب اسلام قبول کر لیں تو ان کی زمین (بجائے خراجی کے) عشری ہو جائے گی اس لئے کہ وہ انھی کی ملکیت تھی۔

لیکن امام ابو حنیفہ کا قول اس سے مختلف ہے:۔

(۴۳۸) مجھے محمد نے بتایا کہ امام ابو حنیفہ کہتے تھے: ,,ان (صلحی ذمیوں) میں سے جو اسلام قبول کر لے یا اس کی زمین کوئی مسلمان خرید لے تو اس پر صلح کے شرائط حسب سابق باقی رہیں گے۔

(۴۳۹) ابو عبیدؒ۔ لیکن اس بارے میں جس قول کو میں ترجیح دیتا ہوں یہ ہے کہ جب وہ سب اسلام قبول کر لیں تو ان کے پرانے قانون منسوخ ہو کر ان پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے۔ اس طرح ان کی زمینیں عشری ہو جائیں گی اس لئے کہ رسول اللہ صلی

marfat.com
Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ شرط تھی کہ : ,,جو مسلمان ہو جائے گا اس کو وہ مراعات حاصل ہونگی جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ نیز اس پر وہ ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ اسلام اپنے سے ماقبل کو منہدم کر دیتا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر اسلام کے بعد سابقہ شراب خوری وغیرہ ممنوع ہو جاتی ہے۔ یہی حال ان کے ملک (اور زمینوں) کا بھی ہو گا کہ جب تک وہ ذمی رہیں ان سے خراج لیا جائے گا۔ جب مسلمان ہو جائیں گے تو ان پر وہ زکوٰۃ فرض ہو جائے گی جو اللہ نے مسلمانوں پر فرض کی ہے اور اس طرح ان کے معاملات تمام مسلمانوں کے مطابق ہو جائیں گے۔

—★—

marfat.com
Marfat.com

باب : ۲۳

مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان میعادی امن و صلح کے احکام

(۴۴۰ ـ ۴۴۱) دو مختلف سندوں سے عروۃ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں سے بیعت لی تو اس بیعت نے یرغمال شدہ (۱) مشرکین کو ترغیب دلائی (۲) اور انھوں نے امن و صلح کی پیش کش کی ، اس پر اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرمائیں:۔

وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا (الفتح ۴۸ : ۲۴)

وہی ذات ہے جس نے مکہ کے نشیبی علاقہ میں تمہیں ان پر فتحمند کرنے کے بعد ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خوب واقف ہے ۔

پھر اللہ تعالی نے جنگ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا :۔

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا
(الفتح ۴۸ : ۲۲)

اور اگر کفار تم سے جنگ کرتے تو ضرور وہ شکست کھا کر پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر انھیں کوئی حمایتی اور مددگار نہ ملتا ۔

marfat.com
Marfat.com

صلح میں موقع و محل اور اسلامی مفاد ملحوظ رکھا جائے گا۔
چنانچہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ صلح کر لیا جو چار شقوں (۳) پر مشتمل تھا ۔ یہ کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے بےخوف و مامون ہو جائیں ۔ آپس میں نہ خیانت کریں گے نہ چوری اور نہ تلوار کشی ۔ بناء بریں جو (مسلمان) حج یا عمرہ کرنے کے لئے یا یمن وطائف جانے کے لئے مکہ میں آئے گا وہ امن پائے گا اسی طرح جو مشرک شام یا مشرق کی طرف جاتے ہوئے مدینہ سے گذرے وہ بھی مامون و محفوظ رہے گا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ معاہدہ میں بنی کعب کو شامل کر لیا تھا اور قریش نے اپنے ساتھ معاہدہ میں اپنے حلیف بنی کنانہ کو داخل کر لیا تھا ۔ نیز یہ کہ جو (قریشی یا ان کے حلفاء میں سے) مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا ۔ آپ اسے قریش کو واپس کر دیں گے لیکن جو مسلمان قریش کے پاس پہنچے گا وہ اسے رسول اللہ کو واپس نہ پہنچائیں گے ۔ "

(۴۴۲) مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقع پر قریش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو معاہدہ ہوا تھا اس میں یہ شرط بھی تھی کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال مکہ میں اس طرح داخل ہوں کہ آپ کے پاس (معمولی مسافر) سوار کا ہتھیار ہو (نہ کہ فوجی کاسا) اور جب آپ مکہ میں داخل ہوں تو وہ تلواریں میانوں میں ہوں ۔ اور یہ کہ آپ یہاں تین دن اقامت رکھیں ۔

(۴۴۳) براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ میں عمرہ کے لئے نکلے لیکن اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا ۔ تاآنکہ آپ نے ان سے سمجھوتہ کرتے ہوئے معاہدہ

marfat.com
Marfat.com

صلح میں یہ شق رکھی کہ آپ تین دن مکہ میں اقامت کریں گے ۔ اور میان میں تلوار کے سوا اپنے ساتھ کوئی ھتھیار نہ رکھیں گے ۔ جب معاہدہ لکھا جانے لگا تو حضرت علی بن ابی طالبؓ نے لکھا :

,,یہ ہے وہ معاہدۂ صلح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا،، اس پر کفار قریش نے اعتراض کرتے ہوئے کہا : ,,ہم یہ نہیں مانتے ۔ ہمیں اگر یہ اعتراف ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے منع ہی نہ کرتے ۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق آپ محمد بن عبداللہ ہیں،، اس پر آپ نے فرمایا: ,,میں عبداللہ کا بیٹا بھی ہوں اور رسول اللہ بھی ،، پھر آپ نے حضرت علیؓ سے کہا : ,,رسول اللہ (کا کلمہ) مٹا دو،، حضرت علیؓ نے کہا : ,,میں تو اسے کبھی نہیں مٹاؤں گا،، چنانچہ جس کاغذ پر لکھا جا رہا تھا وہ آپ نے لے لیا ۔ آپ خوش نویس نہ تھے ۔ پھر لکھا:

,,یہ ہے وہ معاہدہ صلح جو محمد بن عبداللہ نے اہل مکہ سے کیا۔ شرائط یہ ہیں کہ وہ مکہ میں سوائے میان میں تلوار کے کسی ھتھیار کے ساتھ داخل نہ ہو گا ۔ اور یہ کہ وہاں کے باشندوں میں جو بھی اس کے پیچھے آنا چاہے گا وہ ان میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھ لے کر وہاں سے نہ نکلے گا ۔ اور اس کے ساتھیوں میں سے جو بھی وہاں رہ جانا پسند کرے گا وہ ان میں سے کسی کو اس ارادہ سے نہ روکے گا،،

بعد ازاں جب آپ مکہ میں داخل ہوئے اور مقررہ مدت ختم ہو گئی تو ان لوگوں نے حضرت علیؓ کے پاس پہنچ کر ان سے کہا: ,,اپنے ساتھی سے کہو کہ وہ ہمارے ہاں سے چلے جائیں کیونکہ مقررہ مدت ختم ہو چکی ہے،، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکل گئے ۔

marfat.com
Marfat.com

(۴۴۲) ابن عباسؓ کہتے ھیں : ,,جب حروریہ (۴) نے بغاوت کی تو میں مناظرہ کرنے کے لئے ان کے پاس پہنچا ۔ ان لوگوں نے حضرت علیؓ کے خلاف جو دلائل پیش کئے تھے ان میں ایک دلیل یہ بھی تھی کہ انھوں (حضرت علیؓ) نے اپنے آپ سے امیر المومنین کا لقب مٹا لیا ھے،، اس پر میں نے ان سے کہا کہ صلح جدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کہا کہ اے علیؓ لکھو ۔ ,,یہ ھے وہ معاهدۂ صلح جو رسول اللہ نے کیا،، تو قریش نے کہا : ,,اگر یہی ھم مان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ھیں تو پھر ھم آپ کو مکہ میں داخلہ سے نہ روکتے ـــــ یا آپ سے جنگ نہ کرتے ـــ تو رسول اللہ نے فرمایا ـ ,,اے علی ـ مٹا دو،، پھر فرمایا: ,,الٰھی تو جانتا ھے کہ میں تیرا رسول ھوں ـــ،، پھر حضرت علیؓ سے کہا: ,,لکھو ـــ،، یہ وہ معاھدہ صلح ھے جو محمد بن عبداللہ نے کیا ـــ،، پھر میں نے کہا: ,,حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ سے بدر جھا بہتر تھے،، بعد ازاں میں نے ان لوگوں سے پوچھا: ,,کیوں تمہاری دلیل کا جواب ھو گیا؟،، وہ لوگ بولے ـ ,,ھاں ، ھو گیا ـــ،، یہ ان کی طویل روایت کا ایک ٹکڑا ھے (۵) ـ

ابو عبیدؒ: مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان صلح و امن اور جنگ بندی اسی وقت ھو گی جب امام کو اندیشہ ھو کہ وہ مسلمانوں پر غالب آ جائیں گے نیز اسے مسلمانوں کی قوت کی طرف سے پورا اطمینان نہ ھو یا پھر یہ کہ اس طرح وہ کوئی چال چل رھا ھو ـ لیکن اگر ان میں سے کوئی صورت بھی نہ ھو تو پھر صلح و جنگ بندی نہیں ھو گی ـ اس لئے کہ ارشاد خداوندی ھے: ـ

فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ (محمد ۴۷ : ۳۵)

marfat.com
Marfat.com

اور کمزوری کا اظہار کرتے ہوئے صلح کی طرف نہ بلاؤ۔
حالانکہ تم ہی سب سے بلند ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

اسلامی حکومت کا سربراہ موقع کی نزاکت دیکھتے ہوئے کچھ دے کر بھی صلح کر سکتا ہے

اسی طرح اگر امام کو دشمن کی طرف سے یہ خطرہ ہو کہ وہ مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرے گا اور وہ ضرورت محسوس کرے کہ شکست سے بچنے کے لئے مسلمانوں کی طرف سے کچھ مال انہیں دے دیا جائے تو اسے اس اقدام کا بھی حق حاصل ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے موقع پر ارادہ فرمایا۔ اس لئے کہ امام مسلمانوں کے امور کا نگران اور ان کا محافظ ہے۔

(۳۴۳) (٦) ابن شہاب کہتے ہیں: ,,جنگ خندق، اُحد کے دو سال بعد ہوئی۔ اس جنگ میں رسول اللہ نے خندق کھودی۔ اس معرکہ میں ابو سفیان بن حــرب کفار کے لشکر کی قیادت کر رہا تھا، کفار کے لشکر نے دس سے کچھ اُوپر دنوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کیا، جس سے مسلمانوں کو بڑی تکلیف ہوئی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: ,,الٰہی تو اپنے عہدو پیمان کو یاد رکھنا۔ الٰہی۔ اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہ کی جائے،، یہاں تک کہ حضور نے اس موقع پر اپنا قاصد عیینہ بن حصن کے پاس بھیجا جو ابو سفیان کے ساتھ اس وقت قبائل غطفان کا سردار تھا۔ اوز اس قاصد کے ذریعہ آپ نے اسے پیش کش کی کہ اگر وہ قبائل غطفان کو لے کر واپس چلا جائے اور مخالف جماعتوں کا ساتھ نہ دے تو آپ اسے مدینہ کی کھجوروں کا ثلث (⅓) دیں گے۔ عیینہ نے اس کے جواب میں آپ کو کہلا بھیجا کہ

marfat.com
Marfat.com

اگر آپ مدینہ کے نصف کھجور دینے کا وعدہ کریں تو میں چلا جاؤں گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کرنے کے لئے قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذؓ اور قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ کو بلوایا اور فرمایا: ,,عیینہ مجھ سے تمہاری کھجوروں کی پیداوار کا نصف طلب کر رہا ہے جس کے عوض وہ اپنے غطفانی ساتھیوں کو لے کر واپس چلا جائے گا اور کفار کے لشکر کی مدد نہیں کرے گا۔ میں نے اسے ثلث (⅓) کی پیش کش کی تھی لیکن وہ نصف پر اصرار کر رہا ہے۔ آپ دونوں کی کیا رائے ہے؟،، ان دونوں نے جواب دیا: ,,یا رسول اللہ۔ اگر آپ کو اللہ کی طرف سے ایسا کرنے کا حکم ملا ہے تو آپ اسے کر دیجئے۔،،

اللہ کے حکم کو روبعمل لانے میں شوری کی ضرورت نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ,,اگر اللہ کی طرف سے حکم ہوتا تو پھر میں تم سے مشورہ نہ کرتا۔ یہ تو (میری) رائے ہے جسے میں تم دونوں کے سامنے پیش کر رہا ہوں اس پر ان دونوں نے کہا: ,,ہماری رائے تو یہ ہے کہ ہم انہیں تلوار کے سوا اور کچھ نہیں دینگے،، اس پر رسول اللہ نے فرمایا: ,,پھر ٹھیک ہے۔،،

ابو عبیدؒ :۔ معاویہؓ نے بھی اپنے عہد حکومت میں ایسا کیا تھا۔

(۴۳۵) صفوان بن عمرو اور سعید بن عبدالعزیز روایت کرتے ہیں کہ رومیوں نے معاویہؓ سے صلح کی اور یہ شرط رکھی کہ وہ انہیں کچھ مال ادا کرتے رہیں اور معاویہؓ نے بطور یرغمال ان کے کچھ آدمی لئے اور انہیں بعلبک میں رکھا۔ بعد میں رومیوں نے غداری کی تو معاویہؓ اور مسلمانوں نے (اپنے قبضہ کے) یرغمال قیدیوں کا خون روانہ سمجھا، اور انہیں آزاد کر دیا اور اپنے اس (اخلاقی جراتمندانہ) عمل سے مخالفین پر غلبہ حاصل کرنا چاہا اور کہا:

marfat.com

Marfat.com

,,غداری کے عوض وفاداری کرنا، غداری کے عوض غداری کرنے سے
بہتر ہے،،

(۳۳۶) اوزاعی نے بھی ایسا ہی فتوی دیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں:
,,مخالفین کی غداری کی پاداش میں یرغمال کو قتل نہیں کرنا
چاہیئے،،

★

حوالہ جات

۱) صلح حدیبیہ کے دوران جب حضرت عثمانؓ مکہ گئے ہوئے تھے اور مشرکین کا وفد رسول اللہ کے
پاس تھا ایک طرف تو یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دئے گئے، اور دوسری طرف
کفار نے مسلمانوں پر پتھراؤ کر دیا ۔ اس موقع پر خطرات کے پیش نظر مشرکین مکہ نے حضرت
عثمانؓ کو یرغمال بنا لیا تھا اور رسول اللہ نے اپنے پاس مشرکین کو یرغمال بنا لیا تھا ۔ دیکھئے
عیون الاثر ۲ : ۱۲۲

۲) یہاں اصل عبارت میں ,,رغبت،، ہے جسے ,,غ،، کے بجائے ,,ع،، سے پڑھنے پر معنی یہ ہوں گے کہ
بطور یرغمال رکھے جانے والے مشرکین کو اس بیعت نے خوفزدہ کر دیا ۔ مؤخر الذکر کو ہم
ترجیح دیتے ہیں ۔ (مترجم)

۳) یہاں اصل عبارت میں سنین اربع (چار سال) ہے اور حاشیہ میں دے رکھا ہے کہ اصل عتیق میں
سنن اربع (چار شقوں یا چار طریقوں) ہے۔ ہم نے ترجمہ میں ,,سنین،، کے بجائے ,,سنن،، کو
ترجیح دی ہے اس لئے کہ یہ معاهده بعض روایات کے بموجب دس سال کی مدت کا تھا (دیکھئے
سیرة ابن هشام مع الروض الانف ۲:۲۳۰) اور بعض روایات کے بموجب دو سال کا تھا (دیکھئے
عیون الاثر ۲ : ۱۲۶ چار سال کا نہ تھا ہم نے چار شقوں کو اس لئے بھی ترجیح دی ہے کہ اس
معاهده میں چار بنیادی شقیں یہ تھیں : ۔

۱ ۔ دس سال تک باہم جنگ نہ کرنے کا عہد ۔

۲ ۔ قریش کا جو فرد بغیر اپنے ولی کی اجازت کے رسول اللہ سے جاملے تو اسے قریش کی طرف
واپس کر دیا جائے گا جبکہ رسول اللہ کے ساتھیوں کو قریش کے پاس پہنچنے پر واپس نہ کیا
جائے گا ۔

۳ ۔ جو لوگ رسول اللہ کے حلیف بننا چاہیں وہ رسول اللہ سے عہد کر سکتے ہیں اور جو قریش
کے حلیف بننا چاہیں وہ قریش سے عہد کر سکتے ہیں ۔

marfat.com
Marfat.com

۳۔ اس سال رسول اللہ مکہ میں داخل نہ ہوں اور آئندہ سال محدود ھتھیار لے کر اپنے صحابہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں۔ (مترجم)

۴) عراق کے حروراء مقام پر حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کرنے والوں (خوارج) کی ایک جماعت۔ یہ جماعت مسلسل بغاوتیں کرتی رہی۔

۵) حروریوں کی یہ باغی جماعت حضرت علیؓ کے خلاف جمع ہو گئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان سے مناظرہ کے لئے پہنچے تو انھوں نے تین سوال کئے تھے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ حضرت علیؓ نے لوگوں کو حکم بنا لیا حالانکہ از روئے قرآن مجید ,,ان الحکم الاللہ،، حکم صرف اللہ ھی ہو گا۔ ان کا دوسرا سوال یہ تھا کہ حضرت علیؓ نے اپنے مخالفوں سے لڑائی کی اور لڑائی کے بعد مخالفین کے بال بچوں کو قید نہیں کیا نہ ان کے اموال کو غنیمت قرار دیا۔ اس کے معنے یہ ھیں کہ جن لوگوں سے انھوں نے لڑائی کی وہ کافر نہ تھے۔ اور مسلمانوں سے جنگ حلال نہ تھی۔ تیسرا سوال ان کا یہ تھا کہ انھوں نے اپنے نام کے ساتھ ,,امیر المومنین،، کا لفظ مٹا دیا لہذا وہ امیر الکافرین ھیں۔

ان سوالات کا جواب دینے سے قبل حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا کہ اگر ان سوالات کا جواب قرآن و سنت رسول سے دے دیا جائے تو کیا آپ لوگ مان جائیں گے۔ اُنھوں نے کہا ,,ہاں،،

پہلے سوال کے جواب میں انھوں نے کہا کہ میں آپ کے سامنے ایک آیت تلاوت کرتا ہوں جس میں اللہ تعالی نے پاؤ درھم کی چیز مثلاً خرگوش وغیرہ کی قسم کے شکار کرنے پر دو آدمیوں کو حکم بنانے کی تعلیم دی ھے۔ فرمان باری تعالی ھے:۔

یا ایھا الذین امنوا لاتقتلو الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمد افجراء مثل ماقتل من النعم یحکم به ذواعدل منکم (المائدہ: ۹۶)

اے مومنو۔ جب تم نے احرام باندھ رکھا ہو تو شکار نہ مارو اور جو تم میں سے قصداً شکار مارے تو اسے چوپایوں میں سے مارے ہوئے جانور کے مثل بدلہ دینا ہو گا اور اس کا فیصلہ تم میں سے دو عدل والے کریں گے۔

یہاں اللہ تعالی نے دو انسانوں کو حکم بنانے کے لئے کہا ھے۔ اب آپ لوگ فیصلہ کیجئے کہ اس قسم کے شکار میں انسانوں کو حکم بنانا زیادہ مفید ھے یا آپس میں صلاح اور خون کے معاملات میں؟ ظاھر ھے کہ اگر اللہ تعالی چاھتا تو وہ خود ھی فیصلہ کر دیتا اور کسی انسان کو حکم نہ بناتا۔ ایک اور مقام پر عورت اور اس کے شوھر میں صلح صفائی کرنے کے لئے اللہ تعالی نے انسانوں کو حکم بنایا۔ اللہ عزوجل فرماتا ھے:۔

وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما (النساء: ۳۶)

اور اگر تمھیں ان کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہو تو ایک حکم شوھر کے گھرانہ سے اور ایک حکم بیوی کے گھرانہ سے بلا لو اگر وہ دونوں صلح کرنا چاھیں تو اللہ ان کے درمیان توفیق کر دے گا۔

marfat.com
Marfat.com

دیکھئے یہاں اللہ تعالی نے آدمیوں کو حکم بنانا ایک بےخطر سنت قرار دیا ۔ اب بتائیے آپ کو جواب مل گیا ؟ انہوں نے کہا ,, ہاں ،، ۔
دوسرے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا : کیا اپنی ماں حضرت عائشہ کو قیدی بنا لیتے ؟ کیا جس طرح غیرمسلم کینزوں کے ساتھ سلوک روا رکھا جاتا ہے حضرت عائشہ سے بھی روا رکھا جاتا ؟ یہ تو کفر ہو جاتا جبکہ وہ ہماری ماں ہیں ۔ اگر تم کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں تو بھی کفر لازم ہو گا اس لئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے : ۔
النبی اولی بالمومنین من انفسھم و ازواجہ امہاتھم (الاحزاب : ٦)
نبی مومنوں کا خود ان کی جانوں سے زیادہ والی ہے اور اس کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں ۔
اندریں حالات دونوں صورتیں گمراہی ہوتیں ، جو بھی کارروائی ان کے ساتھ کی جاتی وہ ضلالت ہوتی ، اب بتاؤ تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہے ۔ انہوں نے کہا : ,,نہیں،، ۔
اب رہ جاتی ہے تمہاری تیسری بات کہ حضرت علی نے اپنے نام سے ,,امیر المومنین ،، کا لفظ مٹا دیا تو میں اس کے جواب میں تمہیں صلح حدیبیہ کی یاد دلاتا ہوں جب معاہدہ کے الفاظ املاء کراتے ہوئے رسول اللہ نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ لکھو: ,,یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی،، تو مشرکوں نے کہا : ,,واللہ یہ نہیں لکھا جائے گا ، ہمیں تمہارے رسول اللہ ہونے کا اعتراف نہیں ۔ اگر یہ مان لیا جائے تو پھر ہم تم سے لڑائی کیوں کرتے؟،، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,اے اللہ ۔ تو جانتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں ۔ اچھا تو لکھو علیؓ ,,یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ ۔ تو جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ سے زیادہ بہتر و بلند مرتبہ تھے ۔ اور جب آپ نے اپنے لئے رسالت کا منصب مٹا دیا تھا تو اس سے یہ مراد نہ تھی کہ آپ نبی یا رسول نہ رہے ۔

(مختصر ترجمہ حاشیہ کتاب الاموال بحوالہ مستدرک للحاکم ج۲ : ۱۵۰)

یہاں عربی اصل مطبوعہ کتاب میں نمبر کی تکرار ہے اور پھر اگلے نمبر غلط ہو گئے ہیں ، ہم بھی اصل کا تتبع کرتے ہوئے وہی نمبر جاری رکھیں گے تاکہ مراجعت میں سہولت ہو سکے ۔ یہ نمبر ۳۳۵ ہونا چاہئیے تھا ۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

باب : ۲۴

عارضی صلح کی مقرّرہ میعاد ختم ہونے کے بعد مسلمانوں کو کیا اقدام کرنا چاہیئے؟

میعاد کے خاتمہ پر معاہدہ جاری رکھنے یا ختم کر دینے کی اطلاع دی جائے گی

(۴۴۷) سلیم بن عامر روایت کرتے ہیں کہ معاویہؓ اور رومی حکومت کے کچھ آدمیوں کے درمیان معاہدہ تھا ۔ چنانچہ وہ ان (رومیوں) کے علاقہ میں جاتے رہتے تھے ۔ پھر انہوں نے ارادہ کیا کہ معاہدہ کی مدت ختم ہوتے ہی ان پر حملہ کر دیا جائے ، تو انہوں نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا ,,اللہ اکبر ۔ وفا اختیار کرو نہ کہ غداری ۔ انہوں نے پوچھا: ,,یہ کون ہے ؟،، لوگوں نے کہا : ,,عمرو بن عبسہؓ ۔ تب عمرو (بن عبسہؓ) نے کہا : ,,میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے : ,,جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو وہ اس معاہدہ کو اس وقت تک ختم نہ کرے تاوقتیکہ وہ انہیں یہ اطلاع نہ پہنچا دے کہ ہم اب وہ معاہدہ ختم کرنے کے بعد برابر ہو گئے ہیں ۔

اس روایت کی سند کا ایک راوی یزید بن ہارون کہتا ہے : ,,معاویہؓ معاہدہ کی مدت ختم ہونے سے قبل حملہ نہیں کرنا چاہتے تھے ۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ جونہی مدت ختم ہو وہ ان کے علاقہ میں موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہیں سے دشمن کی بےخبری میں ان پر حملہ کر دیں ۔ یہ چیز تھی جسے عمرو بن عبسہؓ نے برا مانا ، اور معاویہؓ سے کہا کہ جب تک تم انہیں معاہدہ کے ختم ہونے کی اطلاع

marfat.com
Marfat.com

دے کر یہ نہ بتا دو کہ ہم تم پر حملہ کر رہے ہیں ان کے علاقہ میں داخل نہ ہو۔

ابو عبیدؒ :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جن لوگوں سے میعادی معاہدے کئے تھے ان کی میعاد کے ختم ہونے پر یہی عمل فرمایا تھا ، بعض حالات میں آپ نے معاہدہ کی مدت میں توسیع بھی فرمائی اور یہی تعلیم کتاب اللہ نے بھی دی ہے :

(۴۴۸) مجاہد نے آیۃ کریمہ :

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (التوبہ ۹ : ۱)

اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ان مشرکین کی طرف جن سے تم نے معاہدہ کیا ، علیحدگی اور بےتعلقی کا اعلان کیا جاتا ہے۔

کی تفسیر میں کہا کہ یہ اہل معاہدہ خزاعہ، مدلج اور دیگر وہ قبائل ہیں جن سے عہد و پیمان کئے گئے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے فارغ ہوئے اور آپ نے حج کا ارادہ کیا تو فرمایا : ,,خانہ کعبہ میں مشرک بھی آتے ہیں جو وہاں عریاں طواف کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب تک یہ سلسلہ بند نہ ہو جائے حج کو نہ جاؤں۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کو روانہ کیا۔ دونوں حضرات نے ذوالمجاز میں ان کی تمام منڈیوں اور حج کے جملہ اجتماع گاہوں کا دورہ کیا اور وہاں انہوں نے تمام معاہدین کو یہ اعلان سنایا کہ وہ چار ماہ جو حرام مہینے ہوں گے۔ اور گیارہ ذوالحجہ سے لے کر گیارہ ربیع الآخر تک مسلسل جاری رہیں گے (۱) پر امن گذار لیں۔ بعد ازاں ان سے کیا ہوا کوئی معاہدہ باقی نہیں رہے گا۔ اور انہوں نے اعلان کیا کہ اس

marfat.com
Marfat.com

مدت کے بعد ان لوگوں کو چھوڑ کر جو ایمان لے آئیں ، سب لوگوں سے جنگ کی جائے گی۔

(۳۴۹) مجاهد کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ مذکورہ بالا آیت تلاوت کرتے پھر کہتے تھے : ,,اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہیں آئے اور کوئی ننگا ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے،،

(۳۵۰) ابن جریج کہتے ہیں کہ عطاء کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ براءۃ سے سنانا شروع کرتے اور ,,فما استقاموا لکم (۲) ،، الآیہ پر ختم کرتے تھے۔

(۳۵۱) جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ یہ آیات منی میں پڑھتے تھے۔

(۳۵۲) مجاهد کہتے ہیں کہ آیت کریمہ :

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ (التوبة ۹ : ۵)

تو جب حرام مہینے ختم ہو جائیں۔

میں حرام مہینوں سے مراد (بالتواتر) چار ماہ ہیں جن کے متعلق ہے :

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ (التوبة ۹ : ۲)

تو تم ملک میں چار ماہ (بغیر روک ٹوک آزادی سے) گھومتے پھرتے رہو۔

اور یہ اس لئے حرام مہینے ہوئے کہ اُن لوگوں کو ان مہینوں میں بےخوف ہو کر گھومنے پھرنے کا موقع دیا گیا تھا۔

ابو عبیدؒ :۔ مجاهد کی تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ یہاں قرآن مجید

marfat.com
Marfat.com

حرام مہینوں سے وہ چار مہینے مراد نہیں لے رہا جو حرام ہیں ، جن کے لئے دوسری جگہ فرمایا :

منها اربعة م (التوبه : ۳۶)

ان (سال کے بارہ مہینوں) میں سے چار (مہینے حرام ہیں

کیونکہ اگر یہ مہینے مراد ہوتے تو ماہ محرم کے ختم ہونے اور صفر کے شروع ہوتے ہی یہ مدت ختم ہو جاتی ۔ لیکن یہاں قرآن مجید پورے چار ماہ مراد لے رہا ہے جو یوم‌النحر (۱۰ ذوالحجه) سےشروع ہو کر دس ربیع الآخر تک پورے ہوں گے ۔ اور اسی چیز کو مجاهد نے یہ کہہ کر بیان کیا کہ یوم النحر سے لگا تار پورے چار ماہ ۔

ان مہینوں کو حرام اس لئے کہا گیا کہ ان میں امان دیا گیا نیز اُن کے ساتھ پیمان کیا گیا اور اُن کے ساتھ لڑائی ان مہینوں میں اپنے اُوپر حرام کر لی ۔

(۳۵۳) ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھ سے سعید بن المسیب نے کہا کہ ماہ ذوالقعدہ میں غزوۂ حنین وطائف سے فراغت پاچکنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ ادا کیا ، پھر مدینہ واپس تشریف لے گئے اور اس سال حج کا امیر حضرت ابو بکرؓ کو متعین فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان براءت کر دیں۔

(۳۵۴) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس حج کے موقع پر یوم النحر میں مجھے بھی دیگر اعلان کرنے والوں کے ساتھ یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا : ,,اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے اور نہ کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف کرے،،۔

حمید بن عبدالرحمن کہتے ہیں : ,,پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com

Marfat.com

وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنی سواری کے پیچھے سوار کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان براءت کر دیں ۔

ابو ھریرہؓ کہتے ھیں کہ پھر حضرت علیؓ نے یوم النحر میں منی کے اجتماع کو اعلان براءت سنایا اور یہ بھی اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے نہ کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف کرے ۔

(۳۵۵)۔ ابو ھریرہؓ کہتے ھیں کہ جب رسول اللہ نے حضرت علیؓ کو اھل مکہ کی طرف سے براءت پہنچانے پر مامور کیا تو میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کی طرف سے اعلان کرنے والا مقرر ھوا تھا ۔ میں نے اس قدر آوازیں لگائیں کہ میری آواز بیٹھ گئی ۔ ابو ھریرہؓ کے بیٹے محرر نے ان سے دریافت کیا : ,,آپ نے لوگوں کے سامنے کیا آوازیں لگائی تھیں؟،، انھوں نے جواب دیا : ,,میں نے یہ آوازیں لگائی تھیں کہ نفس مؤمنہ کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ھو گا ۔ اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے ۔ اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے ۔ اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معاھدہ ھے تو اسے معلوم ھونا چاھئیے کہ وہ چار ماہ کی مدت کے بعد ختم ھو جائے گا اور جونھی یہ چار مہینے گذر چکیں گے اللہ اور اُس کا رسول مشرکین سے کئے ھوئے تمام عہدوپیمان سے بری اور بےتعلق ھو جائیں گے۔،،

(۳۵٦) زید بن یثیغ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان براءت کرنے کے لئے حضرت ابو بکرؓ کو بھیجا ۔ پھر ان کے پیچھے حضرت علیؓ کو روانہ کیا تو حضرت ابو بکرؓ غمگین ھو کر حضور کی خدمت میں حاضر ھوئے اور انھوں نے کہا : ,,یا رسول اللہ ۔ کیا میرے متعلق کچھ اللہ کی طرف سے وحی ھوئی ھے ؟،، آپ نے

marfat.com

Marfat.com

فرمایا : ,,نہیں ، البتہ مجھے یہ حکم ملا کہ یہ اعلان میں خود یا میرے اهل بیت میں سے کوئی شخص پہنچائے ۔ ،، چنانچہ حضرت علیؓ مکہ والوں کے پاس پہنچے اور وهاں اُنھوں نے کہا: ,,میں تمہارے پاس اللہ کے رسول کا پیامبر بن کر آیا هوں اور چار باتیں تمہیں پہنچانے کے لئے آیا هوں ۔،، بعد ازاں اُنھوں نے ابو هریرةؓ سے مروی مذکورہ بالا روایت بیان کی ۔

* * *

حوالہ جات

۱) مستقل حرام مہینے چار هیں ذوالقعدہ ، ذوالحجہ، محرم اوررجب ۔ لیکن یہاں یہ چار مہینے مراد نہیں بلکہ وہ چار مسلسل مہینے هیں جن میں جنگ نہ کرنے کے اعلان کی وجہ سے انہیں حرام قرار دے دیا گیا ۔ اس کی مزید تفصیل نمبر ۳۵۲ میں ملے گی ۔

۲) یہ سورة براءة (التوبہ ۹) کی ساتویں آیت کا ٹکڑا هے ۔ اس کا مطلب یہ هے کہ جب تک وہ تمہارے ساتھ کئے هوئے اپنے عہد پر قائم رهیں تم بھی قائم رهو ۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۲۵

عہد شکنی کرنے پر صلح و معاھدہ کرنے والوں کا خون کب روا ھو جاتا ھے ؟

عہد نامہ کی کسی شق کی مخالفت پر عہد شکنی کرنے والے کا خون روا ھو جاتا ھے

(۴۵۸) میمون بن مہران کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اھل خیبر کا بیس سے تیس راتوں تک محاصرہ کیا ۔ پھر قلعہ والوں نے اس شرط پر اپنی اور اپنے بال بچوں کی جانوں کی امان حاصل کر لی کہ قلعہ کا تمام مال و متاع رسول اللہ لے لیں ۔ اس قلعہ میں ایک ایسا گھرانہ بھی تھا جو رسول اللہؐ کا سخت مخالف اور حد سے زیادہ آپ کی شان میں گستاخ تھا ۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے انھیں مخاطب کرتے ھوئے کہا :

خاندان ابی الحقیق کا واقعہ

,,اے خاندان ابی الحقیق ۔ مجھے اللہ و رسولؐ سے تمھاری شدید مخالفت اور دشمنی کا علم ھے بایں ھمہ میں جس طرح تمھارے ساتھیوں کو امان دے رھا ھوں تم بھی اس میں شریک ھو ۔ لیکن یاد رکھو تم سب نے مجھ سے جو عہد کیا ھے اس میں ایک شق یہ بھی موجود ھے کہ اگر تم کوئی چیز بھی چھپاؤ گے تو ھمارے لئے تمھارا خون روا ھو جائے گا ۔ اے فلاں ۔ اور اے فلاں ۔ بتاؤ تمھارے برتن کیا ھوئے (۱) ،، اُنھوں نے جواب دیا : ,,ھم نے وہ سب جنگ میں کھپا دئے ۔

marfat.com
Marfat.com

پھر آپ نے اپنے صحابہؓ کو حکم دیا چنانچہ وہ اس جگہ گئے جہاں اُن کے برتن (مدفون) تھے ۔ اور انھیں کھود کر نکال لیا ۔ اور اس عہد شکنی پر ان کی گردنیں مار دی گئی ۔

(۴۵۸) ابن جریج مدینہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ابی الحقیق سے اس شرط پر صلح کی تھی کہ وہ آپ سے کوئی خزانہ پوشیدہ نہ رکھیں گے ۔ لیکن بعد میں ان لوگوں نے چھپایا تو اس عہد شکنی پر آپؐ نے ان کا خون روا قرار دیا ۔

(۴۵۹) ابن کعب بن مالک سے روایت ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابن ابی الحقیق کے قتل کے لئے بھیجا چنانچہ اُنھوں نے اسے قتل کر ڈالا ۔

بنو قریظہ کا واقعہ

(۴۶۰) حسن کہتے ھیں کہ حیی بن اخطب نے رسول اللہؐ سے معاہدہ کیا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا اور اس معاہدہ پر اللہ کو ضامن و گواہ بنایا ۔ غزوۂ بنی قریظہ میں وہ اور اس کا بیٹا گرفتار ھو کر حضورؐ کے سامنے پیش کئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,ضامن نے اپنی ذمہ داری پوری پوری ادا کر دی ،، پھر آپ کے حکم پر اس کی اور اس کے بیٹے کی گردن مار دی گئی ۔

ابو عبیدؒ :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے خون اس لئے حلال قرار دئے کہ لوگ پہلے معاہدہ کر چکے تھے اور اس کے باوجود انھوں نے جنگ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُٹھنے والی جماعتوں کی مدد کی ۔ اُن کے اس عمل کو رسول اللہ نے عہد شکنی قرار دیا حالانکہ ان میں سے کوئی بھی

marfat.com
Marfat.com

ز رسول اللہ کے ساتھیوں کے مقابلہ میں لڑنے نہیں آیا تھا ۔ یہ واقعہ
ۃ قرآن مجید میں سورۃ احزاب ۲۳ میں مذکور ہے :۔

) (۳٦۱) مجاھد نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تفسیر اس طرح
کی ہے:

اِذْجَآءُوْ كُمْ مِّن فَوْقِكُمْ (الاحزاب ۲۳ : ۱۰)

جبکہ وہ تمھارے اُوپر کی طرف سے ائے ۔

عیینہ بن حصن کے قول کے مطابق اس سے مراد اھل نجد ھیں ۔

وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (الاحزاب ۳۳ : ۱۰)

اور تمھارے نیچے کی طرف سے اس سے مراد ابو سفیان ہے ۔

ورداللہ الذین کفرو ابغیظھم لم ینالوا خیراً (الاحزاب ۲۲ : ۲۵)

اور اللہ نے کافروں کو اُن کے غصہ کے ساتھ واپس کر دیا ۔ اور
انھیں کچھ منفعت بھی حاصل نہ ہوئی

یہاں کافروں سے مُراد وہ تمام جماعتیں ھیں جو جنگ خندق کے
موقع پر جمع ھو گئی تھیں ۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ (الاحزاب ۳۳: ۲٦)

اور اھل کتاب میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے ان (کفار) کی
مدد کی اُتار دیا :۔

یہ بنو قریظہ ھیں ۔

مِنْ صَيَاصِيْهِمْ (الاحزاب ۳۳ : ۲٦)

ان کے قلعوں اور محلات سے

وَقَذَفَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقاً تَقْتُلُوْنَ وَ تَاسِرُوْنَ فَرِيْقاً
(الاحزاب ۳۳ : ۲٦)

اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تو ان میں سے ایک جماعت
کو تم نے قتل کر دیا اور ایک جماعت کو قید کر لیا

marfat.com

Marfat.com

ان کا خیال ہے کہ یہ سب واقعات غزوۂ خندق میں ہوئے تھے ۔

(۳۶۲) ابن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ خندق سے پلٹے تو اپنے گھر تشریف لے گئے اور ہتھیار رکھ دیئے ۔ اُسی وقت آپ کے پاس جبریل حاضر ہوئے اور اُنھوں نے کہا : ,,آپ ہتھیار اُتار رہے ہیں حالانکہ ہم مسلسل دُشمنوں کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں ؟ آپ باہر تشریف لے چلیے ۔ اللہ تعالے نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کے بارے میں یہ وحی نازل کی ہے :۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ (الانفال ؛ ۵۹)

اور اگر تمہیں کسی قوم کی طرف سے خیانت و غداری کا اندیشہ ہو تو انہیں باخبر کر دو کہ معاهدہ ختم ہو چکا ہے اور فریقین برابر ہیں ۔ بےشک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔

بعد ازاں وہ پوری روایت بیان کی جس میں ان کے محاصرہ ۔۔ حضرت سعدؓ بن معاذ کے فیصلہ پر رضا مندی ، نیز حضرت سعدؓ کا ان کے بارے میں قتل اور قید کر کے لونڈی غلام بنا لینے کا فیصلہ مذکور ہے، جو ہم پہلے درج کر آئے ہیں (دیکھئے نمبر ۳۴۶ تا ۳۵۰)

(۳۶۳) یہی حدیث دوسری سند سے حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے ۔

ابو عبیدؒ :۔ یہ ہے بنی قریظہ کی عہد شکنی جس کی وجہ سے رسول اللہؐ نے ان کا خون روا کیا ۔ اسی طرح ابی الحقیق کے گھرانہ نے جب معاہدہ میں کسی چیز کو نہیں چھپانے کی شرط کے باوجود

marfat.com
Marfat.com

چھپایا تو اسے بھی آپ نے معاہدہ شکنی قرار دیا ۔ اور ایسا ھی فیصلہ مصر میں عمرو بن العاص نے کیا :

مصر میں والئی صعید کا واقعہ

(۴٦۳) ہشام بن ابی رقیہ ــ جو مصر فتح کرنے والوں میں سے ھیں۔ روایت کرتے ھیں کہ مصر عمرو بن العاصؓ کی زیر قیادت فتح ہوا۔ اس وقت انہوں نے وھاں اعلان کیا : ,,جس کے پاس مال ھو وہ اسے ھمارے سامنے حاضر کر دے ــ،، چنانچہ وھاں بہت مال آگیا، انہوں نے صعید کے والی سے بھی کہلا بھیجا کہ اپنی دولت حاضر کرو۔ اس نے کہا : ,,میرے پاس کچھ مال نہیں ۔ ،، چنانچہ اُنہوں نے اس والی کو قید کر لیا ۔ اور عمرو بن العاصؓ ہر شخص سے جو اُن کے پاس آتا یہ پوچھتے : ,,کیا تم اس (والی) سے کسی کا تذکرہ سنتے تھے؟،، اُنہوں نے کہا : ,,ھاں ، طور کے ایک راھب کا یہ ذکر کرتا تھا ــ،، چنانچہ عمرو بن العاصؓ نے اس والی کی مہر منگوائی ، پھر ایک خط اس (والی) کی رومی زبان میں لکھا اور اس پر وہ مہر ثبت کی ۔ پھر اس (والی) کی طرف سے ایک قاصد کو وہ خط دے کر اس کے راھب کے پاس بھیجا ۔ چنانچہ اس کے جواب میں وہ قاصد سیسہ سے منہ بند کیا ہوا ایک تانبے کا مرتبان لایا ۔ جب اس کی مہر کھولی گئی تو اس میں سے ایک خط برآمد ہوا جس میں لکھا تھا : ,,اے میرے بیٹو اگر تمہیں اپنا مال لینے کی خواہش ھو تو پانی کی ٹنکی کے نیچے کا حصہ کھود لو ــ،، چنانچہ عمرو بن العاصؓ نے چند معتمد لوگوں کو پانی کی ٹنکی کی طرف بھیجا ۔ انہوں نے مذکورہ مقام کھودا اور پچاس اردب دینار برآمد کئے ۔ اس پر اس نبطی (والی) کی گردن اُڑا دی گئی اور اسے صلیب پر لٹکایا گیا ۔

ابو عبیدؒ : ۔ اس عمل کی توجیہہ یہ ھے کہ عمرو بن

marfat.com
Marfat.com

العاصؓ نے معاہدہ صلح میں یہ شق رکھی تھی کہ وہ اپنے اموال نہیں چھپائیں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی الحقیق کے گھرانہ سے شرط کی تھی ۔

عہد شکنی کا واضح ثبوت ضروری ہے محض شک و شبہ کافی نہیں

واضح رہے کہ معاہدوں سے لڑائی ، یا ان کے خون کو روا قرار دینے کا اقدام اسی صورت میں کیا جائے گا جبکہ ان کی عہد شکنی کا ثبوت کھل کر ظاہر ہو جائے جیسے کہ رسول اللہؐ پر خزانہ کا چھپانا خزانہ مل جانے سے ظاہر ہو گیا تھا اور جس طرح عمرو بن العاصؓ کو خزانہ مل گیا تھا یا جس طرح بنی قریظہ کا معاملہ آشکارا ہو گیا تھا اور جنگ خندق کے موقع پر جمع ہونے والی جماعتوں سے ان کی ساز باز اور مدد کا ثبوت پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا تھا ۔ محض گمان اور شک و شبہ پر اس قسم کا اقدام کسی طرح جائز نہ ہو گا ۔

عربسوس کا واقعہ

اس کی تائید حضرت عمرؓ کی اس روایت سے ہو رہی ہے :۔

(۴۶۵) ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے عمیر بن سعید (یاسعد) کو شام کے ایک علاقہ کا والی بنایا ۔ وہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ,,یا امیر المومنین ہمارے علاقہ اور رومیوں کے علاقہ کے درمیان ایک شہر عرب السوس (عربسوس) نامی ہے ۔ یہاں کے باشندے ہمارے دشمنوں سے ہمارے کسی راز کو پوشیدہ نہیں رکھتے اور ہمیں ان کے کسی راز سے باخبر نہیں کرتے ،، حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: ,,جب تم وہاں پہنچو تو (انہیں ان کی ہر چیز کے عوض دو دو چیزیں) ایک بکری کے

marfat.com
Marfat.com

کے عوض دو بکریاں ایک اونٹ کے عوض دو اونٹ دینے کے بعد ان سے اس علاقہ کو چھوڑ دینے کی شرط کرنا ، اگر وہ اسے منظور کر لیں تو فبہا اور اس علاقہ کو اُجاڑ دینا ورنہ ان سے کہہ دینا کہ ہمارے تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں رہا پھر انہیں ایک سال کی مدت دے دینا ۔ اس مہلت کے بعد اس علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالنا۔ اُنھوں نے کہا: ,,آپ اس مضمون کا عہدنامہ لکھ دیجئے ،، چنانچہ انھوں نے ان کے لئے یہ عہدنامہ لکھ دیا ۔ پھر جب عمیر ان لوگوں کے پاس پہنچے تو انھوں نے وہ عہدنامہ ان لوگوں کے سامنے پیش کیا، لیکن انھوں نے وہ پیش کش منظور نہ کی ۔ اس پر عمیر نے انھیں ایک سال کی مہلت دے دی اور پھر اس علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا ۔

ابو عبیدؒ : ۔ عرب السوس ایک مشہور شہر ہے جو سرحدی علاقہ میں حدث (نامی قلعه) کی طرف ہے، اسے عرب سوس بھی کہتے ہیں ۔ ان لوگوں سے پہلے معاہدہ ہو چکا تھا ۔ حضرت عمرؓ نے انھیں جلاوطن کرنے اور ان کی ہر چیز کے عوض دو دو چیزیں دینے کی جو پیشکش کی تو اس کی وجہ ہمارے خیال میں یہ تھی کہ ان کا جرم عہد شکنی حضرت عمرؓ کی نظر میں پایۂ ثبوت تک نہ پہنچا تھا ۔ یا پھر یہ کہ اُن کی اکثریت نے نہیں بلکہ بعض جماعتوں نے عہد شکنی کی ہو گی ۔ اگر وہ مجموعی طور پر عہدشکنی کے مرتکب ہوتے تو حضرت عمرؓ سوائے جنگ و قتال کے اُن کے سامنے کوئی دوسری تجویز پیش نہ کرتے ۔

چند لوگوں کی عہد شکنی کی سزا پوری قوم کو نہیں دی جائے گی

اسی قسم کا ایک واقعہ حال ہی میں اوزاعی کے زمانہ میں شام کے ایک علاقہ جبل لبنان میں ہو چکا ہے ۔ جہاں معاہدین آباد تھے

marfat.com

Marfat.com

اور اُنھوں نے کوئی عہد شکنی کی ۔ اس وقت شام کے والی صالح بن علی تھے ۔ چنانچہ انھوں نے معاہدین سے جنگ کی اور انھیں جلاوطن کر دیا تو اوزاعی نے انھیں ایک طویل خط اس موضوع پر لکھا ۔ جس میں یہ عبارت بھی تھی :

(٣٦٦) جبل لبنان میں رہنے والے ذمیوں کی جلاوطنی کا عمل ایسی صورت میں جبکہ سب جلاوطن کئے جانے والے بغاوت میں ایک دوسرے کے معاون نہ تھے نہ سب مجموعی طور پر مجرم تھے ، صحیح فیصلہ نہیں، آپ ان میں سے ایک جماعت کو (جس کا جرم ثابت ہو جائے) قتل کر دیں اور باقیماندہ لوگوں کو ان کی بستیوں میں واپس لے آئیں ۔ یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ خواص کے عمل پر عوام کی گرفت کی جائے ؟ اور اُن کی پاداش میں انھیں ان کے گھروں اور مال و متاع سے بےدخل کر دیا جائے؟ جبکہ اللہ عزوجل کا یہ فیصلہ ہم تک پہنچ چکا ہے کہ وہ خواص کے عمل پر عوام کی گرفت نہیں کرتا بلکہ عوام کے عمل پر خواص کی گرفت کرتا ہے ۔ لہذا ہمارے لئے سب سے زیادہ قابل اقتداء فیصلہ جس سے آگے ہمیں قدم نہیں بڑھانا چاہیے اللہ تبارک و تعالی کا فیصلہ ہے، اور تمام وصیتوں میں سب سے زیادہ حفاظت کی مستحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے اور آپ کا فرمان ہے ۔ ,,جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کی قوت برداشت سے زیادہ اس پر بار ڈالا تو میں اس کی طرف سے مدافعت کروں گا،، اور جس کا خون حرام ہو جائے اس کا مال بھی حرام ہو جاتا ہے اور اس حرمت کے مطابق اس سے عدل بھی کیا جائے گا ۔ واضح رہے کہ معاہدین غلام نہیں کہ تمھیں ان پر اختیار ہو کہ انھیں ایک شہر سے دوسرے شہر میں نکال دو ۔ وہ تو آزاد اور ذمی ہیں ان کا شادی شدہ شخص بدکاری کی پاداش میں رجم کیا

marfat.com
Marfat.com

جائے گا ۔ اگر ہم میں سے کوئی ان کی عورتوں سے شادی کرلے تو ان کی عورتیں ہماری عورتوں سے دنوں کی تقسیم میں قاعدہ کے مطابق اپنا حصہ لیں گی ۔ نیز طلاق وعدت میں ان پر برابری کے ساتھ ہماری عورتوں کے سے قانون نافذ ہوں گے۔"

اہل قبرص کا معاملہ

(۳۶۷) بعد ازاں قبرص والوں کا واقعہ ہے ۔ قبرص بحیرہ روم کا ایک جزیرہ ہے جو اسلامی حکومت اور رومی حکومت کے درمیان واقع ہے ۔ امیر معاویہؓ نے یہاں کے باشندوں سے صلح کی تھی اور معاہدہ میں یہ شرط رکھی تھی کہ وہ مسلمانوں کے باجگذار رہیں گے۔ اس کے ساتھ ہی وہ لوگ رومی حکومت کے بھی باجگذار تھے ۔ اس طرح وہ دونوں حکومتوں کے ذمی تھے ۔ یہ لوگ اسی حالت میں چلے آ رہے تھے تاآنکہ سرحد پر عبدالملک بن صالح (۲) کا تقرر ہوا۔ اس زمانہ میں وہاں کے لوگوں نے یا بعض لوگوں نے (غیرمعمولی) شورش بپا کی جسے عبدالملک نے ان کی عہد شکنی پر محمول کیا ۔ یہ وہ دور تھا جب علماء فقہا بکثرت تھے چنانچہ عبدالملک نے ان سے جنگ کرنے کے جواز کے بارے میں مشورہ کے لئے چند فقہاء کو سوالنامہ بھیجا جن میں سے بعض فقہاء یہ ہیں :۔ لیث بن سعد ۔ (۳) مالک بن انس (۴) ۔ سفیان بن عیینہ (۵) ۔ موسی بن اعین ، (۶) ۔ اسمعیل بن عیاش (۷) ۔ یحیی بن حمزہ (۸) ۔ ابو اسحق فزاری اور (۹) ۔ مخلد بن حسین ۔ ان سب نے اسے اپنے جوابات لکھ بھیجے ۔

اہل قبرص کے سلسلہ میں فقہا کے نام عبدالملک کا سوالنامہ

ابو عبیدؒ :۔ ان حضرات کے عبدالملک کے نام یہ خطوط اس کے دفتر سے برآمد ہوئے اور مجھے ملے ۔ میں اس موضوع سے متعلق ان کی آراء کا مفہوم مختصراً پیش کروں گا ۔ ان تمام فقہاء نے

marfat.com

Marfat.com

عبدالملک کے نتیجۂ فکر سے اختلاف کیا ہے البتہ ان میں سے ایسے فقہاء کی اکثریت تھی جنہوں نے اہل قبرص کے کچھ لوگوں کی غداری و عہد شکنی کے باوجود ان سے مجموعی طور پر جنگ نہ کرنے اور کئے ہوئے عہد کو نباھنے کا مشورہ دیا تھا (اور ایسے علماء کم تھے جنہوں نے ان سے جنگ کا مشورہ دیا)

لیث بن سعد کا جواب

لیث بن سعد نے عبدالملک بن صالح کے سوالنامہ کا جواب یہ دیا:

(۳٦۸) ہمارے ہاں روایات چلی آ رہی ہیں کہ ہم قبرص والوں پر مسلمانوں کے ساتھ غداری و بدعہدی کا اور رومیوں کے ساتھ دوستی و خیر خواہی کرنے کا الزام لگاتے رہتے ہیں ۔ اس بارے میں اللہ تعالی کا فرمان یہ ہے :۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاۗءٍ (الانفال : ۵۸)

اور اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو انہیں معاہدہ ختم کر دینے کی اطلاع دے کر برابری کی حالت میں آ جاؤ ۔

یہاں اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا : ,,انہیں معاہدہ ختم کر دینے کی اطلاع نہ دینا تاوقتیکہ ان کی خیانت کھل کر ظاہر ہو جائے ۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں معاہدہ ختم کرنے کی اطلاع پہنچا دیں۔ ۔ پھر انہیں ایک سال کی مہلت دی جائے جس میں وہ باہم مشورہ کر لیں اور جو اُن میں سے اسلامی مملکت میں رہنا پسند کرے ۔ اس شرط پر کہ خراج ادا کرتا رہے تو اسے یہ موقع ملنا چاہئیے اور جو رومی حکومت میں رہنا چاہے اُسے اس کی اجازت ہونا چاہئیے ۔ اور

marfat.com
Marfat.com

جو قبرص میں رہ کر جنگ کرنے پر تیار ہو وہ وہاں رہے ۔ پھر ان لوگوں سے مسلمان اس طرح جنگ کریں جیسے وہ اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں ۔ ایک سال کی مہلت دینے سے ایک طرف تو ان پر اتمام حجت ہو جائے گا اور دوسری طرف ان سے جو عہد کیا گیا تھا اس کی بھی رعایت ہو جائے گی ۔

سفیان بن عیینہ کا جواب

(۳۶۹) سفیان بن عیینہ نے اس سوالنامہ کے جواب میں لکھا :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی قوم سے معاہدہ کیا اور پھر اس قوم نے عہدشکنی کی تو آپ نے ہمیشہ ان کا خون روا ٹھہرایا ۔ اس باب میں ہمیں صرف اہل مکہ کا استثنا ملتا ہے کہ انہیں حضورؐ نے احسان فرماتے ہوئے آزاد کر دیا ۔ اہل مکہ کی عہد شکنی جس پر ان سے جنگ روا سمجھی گئی ، یہ تھی کہ جب اُن کے حلیف بنی بکر نے رسول اللہؐ کے حلیف قبیلہ خزاعہ سے جنگ کی تو اہل مکہ نے رسول اللہؐ کے حلیف قبیلہ کے مقابلہ میں بنی بکر کی مدد کی ۔ اس جرم کی پاداش میں ان سے جنگ حلال ہو گئی ۔ قرآن مجید میں ان عہد شکنوں کے متعلق مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں :۔

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ، أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ (التوبہ : ۹-۱۳ ـ ۱۴)

کیا تم ان لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنھوں نے اپنے معاہدوں کو توڑ ڈالا اور رسول اللہ کو نکالنے کا ارادہ کیا ۔ اور انھوں نے ہی پہلی بار تمہارے خلاف ابتدا کی ۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو

marfat.com

Marfat.com

حالانکہ اگر تم مومن ہو تو اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو ۔ ان سے جنگ کرو ۔ اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب پہنچائے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور مومنین کے دلوں کو اطمینان و سکون بخشے گا ۔

انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیات بھی نازل ہوئیں : ۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَاللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَـــرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۔
(الانفال ۹ : ۵۵ تا ۵۷)

بےشک اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والوں میں بدترین مخلوق وہ لوگ ھیں جو کفر کرتے ھیں اور ایمان نہیں لاتے ۔ یہ وھی لوگ ھیں جن سے آپ نے معاھدہ کیا پھر وہ اپنا معاھدہ ھر بار توڑ دیتے ھیں اور وہ بےباک ھیں ۔ تو اگر آپ ان لوگوں کو جنگ میں پالیں تو انھیں ایسی عبرت ناک سزا دیں جو اُن کے پیچھے رہ جانے والوں میں ابتری پیدا کر دے تاکہ یہ نصیحت حاصل کریں ۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اھل نجران سے صــلح کرتے وقت یہ شرط رکھی تھی کہ جس نے بھی ان میں سے پہلے کا سود کھایا تو ھماری ذمہ داری اس سے ختم ھو جائے گی(۱۰) ۔ الغرض اس باب میں ھم تک جو معلومات پہنچی ھیں ، اُن کا خلاصہ یہ ھے :
,,جس نے بھی اپنے معاھدہ کی شرائط میں بدعہدی کی پھر تمام قوم

marfat.com
Marfat.com

اس بدعہدی پر متفق ہو گئی تو ایسے لوگوں سے کوئی عہد باقی نہیں رہتا اور نہ ان کی ذمہ داری لی جائے گی ۔"

مالک بن انس کا جواب

(۴۷۰) مالک بن انس نے اس سوالنامہ کا جواب دیتے ہوئے لکھا :

"اہل قبرص کو جو امان دی گئی ہے ، اس کا سلسلہ قدیم زمانہ سے تمام والیوں کی طرف سے برابر چلا آ رہا ہے اور ان سب کا خیال یہی رہا کہ ان کو امان دے دینا اور انہیں اُن کی حالت پر چھوڑ دینا ہی اُن کی محکومی و ماتحتی اور مسلمانوں کے غلبہ و اقتدار کے مترادف ہے ۔ اس لئے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو ان سے جزیہ ملتا ہے اور دوسری طرف اُن کے ذریعہ مسلمان اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچانے کا موقع پاتے ہیں ۔ مجھے تاریخ میں کوئی ایسا والی نہیں ملتا جس نے ان سے صلح ختم کی یا انہیں اُن کے وطن سے نکالا ہو ۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ آپ ان سے معاہدہ ختم کرنے اور اعلان جنگ کرنے میں جلدی نہ کریں تاآنکہ ان پر اتمام حجت نہ ہو جائے اور ان پر جرم ثابت نہ ہو جائے ، اللہ تبارک و تعالی فرماتا ہے :

فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ (التوبہ ۹ : ۴)

تم ان سے کئے ہوئے معاہدہ کو اُن کی مدت تک پورا کرو ۔

اگر اس مدت کے بعد وہ راہ راست پر نہ آئیں اور دھوکا دھی نہ چھوڑیں اور آپ دیکھیں کہ اُن کی طرف سے بدعہدی و غداری ہو رہی ہے تو اس وقت آپ ان پر حملہ کر دیں اور حملہ سے قبل ان کے سامنے اپنے عذرات و دلائل پیش کر دیں ۔ اس طرح آپ کو ان کے خلاف زیادہ قوت حاصل ہو گی ۔ آپ غلبہ و مدد سے زیادہ قریب ہو جائیں گے اور وہ ذلت و خواری سے ۔ ان شاء اللہ ۔

marfat.com

Marfat.com

موسیٰ بن اعین کا جواب

(۴۷۱) موسیٰ بن اعین کے جواب میں تھا : اس قسم کے واقعات ماضی میں بھی ہوتے رہتے تھے ۔ اور حکام ان کے متعلق غور و فکر کرتے رہتے تھے ، لیکن مجھے نہیں معلوم کہ ماضی میں کسی والی نے اہل قبرص سے معاہدہ توڑا ہو یا اس میں کوئی تبدیلی کی ہو ۔ بہت ممکن ہے کہ وہاں کے خواص جو زیادتیاں کرتے ہیں انہیں وہاں کے عوام کی تائید حاصل نہ ہو ۔ میرا خیال یہ ہے کہ آپ معاہدہ پر قائم رہیں اور اس کی شرائط پوری کرتے رہیں خواہ ان کی طرف سے اس قسم کے واقعات ہوا کریں ۔

میں نے اوزاعی سے ایسے لوگوں کے بارے میں جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو اور پھر وہ مشرکین کو مسلمانوں کی کمزوریوں سے مطلع کرتے رہیں ۔ یہ کہتے سنا ہے کہ اگر وہ ذمی ہو تو اس کا معاہدہ ٹوٹ جاتا ہے اور وہ (اسلامی حکومت کی) ذمہ داری سے نکل جاتا ہے ۔ اس پر اگر والی چاہے تو اس کو قتل کر سکتا ہے اور سولی دے سکتا ہے ۔ لیکن اگر وہ ذمی نہ ہو بلکہ صرف ان لوگوں میں سے ہو جن سے صلح کی گئی ہے تو والی معاہدہ ختم کر کے طرفین کو برابر کی آزادی حاصل ہونے کا اعلان کر دے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔

اسماعیل بن عیاش کا جواب

اور اسماعیل بن عیاش کے جواب میں یہ تھا :

(۴۷۲) اہل قبرص مغلوب و مقہور ہیں اور رومی اُن کی جانوں اور اُن کی عورتوں کو اپنے قبضہ میں لے لیتے ہیں ۔ ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اُن کی حمایت و مدافعت کریں ۔ حبیب بن مسلمہ نے جب ارمینیا والوں(۱۱) کے ساتھ معاہدہ کیا تھا اور انہیں امان دی تھی تو معاہدہ میں لکھا تھا : ,,اگر مسلمانوں کو اپنی مصروفیت کی وجہ

marfat.com
Marfat.com

سے تمہاری دیکھ بھال کا موقع نہ ملا اور تمہارے دشمن تم کو زیر کر لیں تو اس پر تمہاری گرفت نہیں کی جائے گی ۔ نہ اس کی وجہ سے تمہارا معاھدہ ٹوٹے گا ۔ جبکہ تم مسلمانوں کے ساتھ وفاداری کا دم بھرتے رہو گے ۔ "

میرا خیال ھے کہ ان (اھل قبرص) کو ان کے عہد و ذمہ پر بحال رکھو ۔ ایک مرتبہ ان لوگوں کو یزید بن عبدالملک نے جلاوطن کر کے شام بھیج دیا تھا تو مسلمان فقہاء نے اس عمل کو نہایت نازیبا حرکت اور بڑی زیادتی قرار دیا تھا ۔ چنانچہ جب یزید بن ولید برسر حکومت آیا تو اس نے ان لوگوں کو پھر قبرص واپس بھیج دیا ۔ مسلمانوں نے اس کے اس عمل کو سراھا اور اسے عدل سے تعبیر کیا ۔

یحیی بن حمزہ کا جواب

(۴۷۳) یحیی بن حمزہ نے اپنے جواب میں لکھا : ,,قبرص کا مسئلہ عربسوس (۱۲) کے مسئلہ سے ملتا جلتا ھے اور اس مسئلہ کے لئے وہ بہترین مثال اور قابلِ تقلید نمونہ ھے ۔ اگر قبرص ، عربسوس کی طرح مسلمانوں کے دشمنوں سے جا ملے تو بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا اور وھاں کے حالات پر صبر کرنا ھی بہتر ھے کیونکہ اس طرح مسلمانوں کو اس علاقہ کا جزیہ نیز وھاں سے اپنی ضرورت کی اشیاء ملتی رھیں گی ۔ اس علاقہ کو امان بخشنے اور بحال چھوڑنے کا یہی سبب ھے ۔ مسلمانوں اور اسلام دشمن قوتوں کے درمیان جو مقام ان قبرص والوں کو حاصل ھے ۔ وہ جس معاھد قوم کو بھی حاصل ھو گا ، خواہ زمانہ قدیم ھو یا جدید اُس سے احتیاط برتی جائے گی اور چوکنا رھا جائے گا ۔ اور جتنے بھی ایسے معاھد لوگ ھیں جن کی مدافعت میں مسلمان جنگ نہیں کرتے اور جن میں مسلمانوں کے احکام جاری نہیں ھوتے انہیں اھل ذمہ (ذمی) نہیں کہا جائے

marfat.com
Marfat.com

گا بلکه وہ اهل فدیه کہلائیں گے ۔ وہ جب تک هم سے تعرض نہیں کریں گے هـم بھی ان سے رکے رهیں گے ۔ اور جب تک وہ وفاداری کا دم بھرتے رهیں گے ، هم بھی ان سے وفا کرتے رهیں گے ۔ اور جو کچھ بھی وہ بطیب خاطر ادا کرتے رهیں گے، ان سے قبول کیا جائے گا۔ اور یه جائز نہیں که ایسی (اهل ذمه والی) حالت مسلمانوں کی هو که وہ کچھ دے کر کفار سے معامله کریں ۔ الا یه که انهیں کفار سے کوئی بڑا خطرہ لاحق هو ۔ یا وہ کمزوری کے باعث ان سے لڑنے کی تاب نه رکھتے هوں یا انهیں کسی دوسرے محاذ پر ایسی مصروفیت هو که اس دشمن کی طرف متوجه نه هوسکیں ، حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی هے که انهوں نے مسلمانوں کا کسی مقررہ رقم کے عوض دشمن سے صلح کرنا مکـروہ قرار دیا ۔ الا یه که مسلمان ان سے صلح کرنے پر مجبور هو جائیں ۔ اس لئے که کسے معلوم که اس صلح سے وہ آسودہ و غالب هو جائیں اور اُن کو کسی قسم کی ذلت و محکومیت کا سامنا نه کرنا پڑے ۔

ابو اسحق اور مخلد بن حسین کا جواب

(۴۷۴) ابو اسحق اور مخلد بن حسین نے یه لکھا تھا :

,,هماری نظر میں مسئله قبرص (اور اس کے فیصله) سے سب سے زیادہ ملتا جلتا مسئله عربسوس کا مسئله اور اس کا حضرت عمرؓ والا فیصله هے ۔ (بعد ازاں انهوں نے هماری مذکورہ بالا پوری روایت نمبر ۳٦۵ درج کی) ۔ اوزاعی بیان کرتے تھے که : ,,مسلمانوں نے قبرص فتح کیا پھر وهاں کے باشندوں کو اُن کی حالت پر چھوڑ دیا گیا ان سے معاهدہ میں چودہ هزار دینار ادا کرتے رهنے کی شرط طے هوئی ، جن میں سے سات هزار مسلمانوں کو، اور سات هزار رومی حکومت کو ادا کیا جائے گا ۔ معاهدہ میں یه بھی شرط تھی که وہ (اهل قبرص)

marfat.com
Marfat.com

مسلمانوں سے اُن کے دشمنوں کا کوئی معاملہ پوشیدہ نہ رکھیں گے - نہ رومی حکومت سے مسلمانوں کا معاملہ چھپائیں گے۔ اوزاعی یہ بھی کہا کرتے تھے : ,,اہل قبرص نے کبھی بھی ہم سے وفا نہیں کی ، بایں همه همارا خیال یہی ہے کہ ان لوگوں سے عہد و پیمان کیا گیا ہے - ان سے جو معاهده صلح ہوا ہے اس میں بعض شرائط ان کے حق میں اور بعض شرائط ان کے مفاد کے خلاف ہیں - لیکن اس معاهده کو توڑ ڈالنا درست نہیں ہو گا تاوقتیکہ اُن کی طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے ان کی غداری و عہدشکنی کا ثبوت مل جائے - ،،

ابو عبیدؒ :- میرا خیال ہے کہ ان فقہاء کی اکثریت پابندی عہد کی تاکید اور ان لوگوں سے جنگ کرنے کی ممانعت کر رہی ہے۔ تاوقتیکہ مجموعی طور پر پوری قوم عہدشکنی کی مرتکب نہ ہو جائے اور دونوں اقوال میں سے یہی قول زیادہ قابل اتباع ہے، نیز یہ اصول کہ خواص کے جرم پر عوام کی گرفت نہیں کی جائے گی - ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ خواص کے اقدام کو عوام کی تائید و خوشنودی حاصل ہے تو ایسی صورت میں عوام کا خون روا ہو جائے گا -

حضرت علیؓ سے بھی اس مضمون کی تائید میں روایت ملتی ہے :

خوارج کا واقعہ

(۴۷۵) ابو مجلز روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے ساتھیوں کو خوارج پر دست درازی کرنے سے منع کر دیا تھا تاآنکہ وہ کوئی خلاف قانون اقدام نہ کریں - پھر یہ ہوا کہ خوارج عبداللہ بن خبابؓ کو گرفتار کر کے لے گئے - راستہ میں انہیں ایک

marfat.com
Marfat.com

کھجور کے درخت کے نیچے ایک کھجور پڑی ملی ، اُن میں سے کسی نے وہ کھجور اُٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی تو اُن میں سے کسی نے اس سے کہا : ,,معاہد کی کھجور تم نے کسی بنــاء پر اپنے لئے حــلال سمجھی ؟،، اس پر اُس نے وہ کھجور اپنے منہ سے پھینک دی ۔ پھر وہ لوگ آگے بڑھے تو راستہ میں ایک سور ملا ۔ ان میں سے ایک نے اسے اپنی تلوار کی نوک چبھوئی تو اُن کے بعض ساتھیوں نے کہا : ,,معاہد کے سور کو مارنا کس دلیل سے تم نے حــلال سمجھا ؟،، اس پر عبداللہ ابن خبابؓ نے ان سے کہا : ,,کیا میں تمہیں اس سے کہیں زیادہ واجب الحرمت شخص کی نشاندھی نہ کروں؟،، اُنھوں نے کہا : ,,کیوں نہیں ، ضرور کیجئے ،، انھوں نے کہا : ,,خود میں ھوں ،، اس پر ان لوگوں نے انھیں قتل کر ڈالا ۔ جب حضرت علیؓ کو اس حادثہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے ان خوارج کو پیغام بھیجا کہ ھمیں عبداللہ بن خبابؓ کے خون کا قصاص دو ۔ انھوں نے جواب دیا : ,,ھم عبداللہ کا قصاص کیونکر دیں ۔ ھم سب ھی اس کے قاتل ھیں ،، تب حضرت علیؓ نے کہا : ,,کیا تم سب نے انھیں قتل کیا ھے؟،، انھوں نے جواب دیا : ,,ھاں ،، حضرات علیؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا پھر اپنے آدمیوں کو ان پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا ۔

ابو عبیدؒ :۔ ملاحظہ فرمائیے حضرت علیؓ نے خواص کے کئے پر ان کے عوام سے جنگ روانہ سمجھی تاآنکہ ان سب نے اس عمل کو بخوشی اپنی طرف منسوب نہ کر لیا اور اس کی تائید نہ کر دی ۔ یہی صورت عہد شکنی کی بھی ہو گئی ۔

فوجی قوت اور صلح کے ذریعہ مفتوحہ علاقوں کے مشکوک ہونے پر تمام علاقہ کو صلحی قرار دیا جائیگا

اسی طرح اگر کسی علاقہ کا کچھ حصہ فوجی قوت کے ذریعہ

marfat.com
Marfat.com

اور کچھ حصہ صلح کے ذریعہ فتح ہو اور پھر دونوں علاقوں میں حدود کا امتیاز نہ رہ سکے تو شبہ کے اندیشہ سے تمام علاقہ کو صلحی قرار دیا جائے گا ۔ فتح دمشق میں بھی کچھ ایسی ھی صورت پیدا ہوئی تھی ۔

(۴۷٦) واثلہ بن اسقع لیثی کہتے ھیں کہ جب خالد بن الولیدؓ مرج الصبفر میں اُترے تو میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بڑھا تاآنکہ میں باب جابیہ (۱۳) پہنچا ، تو وھاں سے ایک بڑی گھڑ سواروں کی فوج نکلی ۔ میں نے اسے مہلت دی تاآنکہ وہ میرے اور دیر ابن ابی ادنی کے درمیان آ گئی تب میں نے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے پیچھے سے ان پر حملہ کر دیا ۔ وہ جماعت یہ سمجھی کہ اُن کے شہر کا محاصرہ کر دیا گیا ھے ۔ چنانچہ وہ جہاں سے نکلے تھے وھاں واپس جانے لگے ۔ میں نے ان کے بڑے سردار پر حملہ کر کے نیزہ سے اسے مار گرایا اور پلٹ کر اس کے خچر کی لگام پکڑلی اور دوڑ پڑا ۔ جب اس فوج نے دیکھا کہ میں تنہا ھوں تو میری طرف بڑھے ۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو ایک شخص ان کے آگے تنہا آتے ہوئے نظر آیا ۔ میں نے لگام تو زین کی پشت میں اٹکائی ، بڑھ کر اُس کے نیزہ گھونپا اور اُسے مار ڈالا پھر پلٹ کر اس خچر کے پاس پہنچ گیا، وہ لوگ میرا تعاقب کرتے رھے اور میں پہلے کی طرح پلٹ کر وار کرتاً حتی کہ میں نے لگاتار ان میں سے تین کا خاتمہ کر دیا ۔ جب انھوں نے میرا یہ کارنامہ دیکھا تو وہ واپس ھو گئے ، میں بڑھ کر خالد بن الولیدؓ کے پاس صفر پہنچا اور اپنا کارنامہ انھیں بتایا ۔ اس وقت اُن کے پاس روم کا حاکم اعلی موجود تھا جو شہر والوں کے لئے امان کا طلبگار تھا ۔ خالدؓ نے اسے بتایا کہ اللہ تعالی نے فلاں ـــــ یعنی تمہارے جانشین ـــــ کو قتل کرا دیا ھے ۔ اس نے رومی زبان میں کہا : ,,مثانوس،، (یعنی معاذ اللہ)

marfat.com
Marfat.com

اس پر میں وہ خچر لے کر سامنے آ گیا جب اس رومی حاکم اعلی نے وہ خچر دیکھا تو اسے پہچـــان گیا اور اُس نے کہا : ,,کیا تم میرے ہاتھ اس کی زین فروخت کرو گے ؟" میں نے کہا : ,,ہاں " میں تمہیں دس ہزار (درہم) دوں گا " تو خالدؓ نے مجھ سے کہا ,,یہ اس کے ہاتھ بیچ دو" میں نے خالدؓ سے کہا : ,,اے امیر۔ آپ ھی اسے بیچ دیجئے " چنانچہ انھوں نے اسے فروخت کر دیا اور انھوں نے اس مقتول سردار سے چھینی ہوئی تمام چیزیں مجھے دے دیں اور ان میں سے کچھ بھی نہ لیا ۔

ابو عبیدؒ : ۔ میرے خیال میں اس روایت سے معلوم ہو رہا ھے کہ امان طلبی کی جدوجہد جاری تھی اور ہنوز وہ غیر مستحکم تھی اگرچہ آخر الامر صلح ھی ہوئی ۔

(۴۷۷) ابو الاشعث صنعانی اور ابو عثمان صنعانی روایت کرتے ھیں کہ ابو عبیدۃ ابن الجراح باب جابیہ پر ٹھہرے رھے اور انھوں نے چار ماہ تک شہر والوں کا محاصرہ کیا ۔

(۴۷۸) سعید بن عبدالعزیز کہتے ھیں کہ جابیہ میں یزید بن ابی سفیان چھوٹے دروازہ سے فوجی قوت کے ذریعے داخل ہوئے تھے اور خالد بن الولیدؓ مشرقی دروازہ سے صلح کرنے کے بعد داخل ہوئے تھے ، اور دونوں طرف کی مسلمان افواج مقسلاط (کے مقام) پر مل گئی اور انھوں نے وہ تمام علاقہ صلحی قرار دیا ۔

اگر مشرکین سرداروں کو عوام کا اعتماد حاصل نہ ھو تو اُن سے کیا ہوا معاہدہ اُن کے عوام کی توثیق کے بعد نافذ کرنا زیادہ مناسب ھے

ابو عبیدؒ : ۔ اسی طرح اگر کسی شہر کے مشرکین کے سردار مسلمانوں سے کوئی معاہدہ کریں اور صلح کر لیں تو احتیاط و اعتماد

marfat.com
Marfat.com

کا تقاضا ھے کہ اسے عوام پر منطبق نہ کریں تاآنکہ وہ سب اس پر اپنی رضا مندی کا اظہار نہ کر دیں ۔

(۴۷۹) مکحول کہتے ھیں کہ جب مسلمان کسی قلعہ کا محاصرہ کریں اور دشمن مسلمانوں سے صلح کا خواستگار ھو تو ان میں سے کچھ گھرانوں کے کہنے پر انھیں امان دے دینا مناسب نہ ھو گا تاآنکہ امیر لشکر اپنے آدمی کو قلعہ میں بھیج کر تمام قلعہ والوں کو اکٹھا کر کے ان سب کو اس صلح کی درخواست سے باخبر نہ کر دے ۔ پھر اگر وہ سب اس کی منظوری دے دیں تو صلح کر لی جائے بصورت دیگر انھیں قلعہ ھی میں رکھا جائے گا اور صلح نہیں کی جائے گی ۔

مکحول کہتے ھیں کہ جب امام ایسی صلح کرتا جس میں قلعہ کے تمام لوگوں کو معاھدہ صلح سے آگاہ نہ کیا جاتا تو لوگ اس علاقہ (۱۴) سے کوئی چیز نہ خریدتے تھے ۔

عمر بن عبدالعزیز سے بھی اس کی تائید میں ایک روایت ھے :

(۴۸۰) صفوان بن عمرو کہتے ھیں کہ عمر بن عبدالعزیز سے پہلے امام قلعہ کے سرداروں اور لیڈروں کی مرضی پر صلح کر لیا کرتے تھے اور تمام بقیہ قلعہ والوں کو جو رومی تھے شرائط صلح سے آگاہ نہ کرتے تھے ، عمر بن عبدالعزیز نے یہ طریقہ ممنوع قرار دے کر اپنے لشکروں کے سرداروں کو اس طریقہ پر عمل کرنے سے روک دیا اور حکم دیا کہ ایسی صلح کی پیش کش کرنے والوں سے اس وقت تک صلح نہ کریں جب تک وہ معاھدہ کو تحریری شکل میں قاصد اور ان گواھوں کے ساتھ نہ بھیجیں جو اس معاھدہ پر تمام اھل قلعہ کی تائید کی شہادت دے دیں ۔

ابو عبیدؒ :۔ یہی صلح کا صحیح طریقہ ھے اس لئے کہ اھل قلعہ ان سرداروں اور لیڈروں کے زرخرید غلام نہیں کہ بہرصورت ان کی

marfat.com

Marfat.com

مرضی کا فیصلہ عوام پر تھوپ دیا جائے ـ الایہ کہ تمام پیرو اپنے سرداروں سے متفق ہوں ـ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں سے بھی معاہدہ کرتے تھے اس کی یہی صورت ہوتی تھی ـ چنانچہ آپ نے جب اہل نجران وغیرہم کے سرداروں سے صلح کا معاہدہ کیا تو اس معاہدہ میں ان کے بڑے بڑے سردار اور معزز افراد شامل تھے اور عوام اپنے سرداروں کی کسی رائے سے اختلاف نہ رکھتے تھے نہ انہیں اس معاہدہ پر مجبور کیا گیا تھا ـ

یہ ہیں وہ آثار و روایات جو عہد شکنی کرنے پر صلحی اقوام اور اُن کے قوانین سے متعلق ہیں ـ

یہی صورت ان یہود و نصاری اور مجوسی ذمیوں کی ہو گی جو اسلامی ریاست میں مقیم ہوں ، یعنی ان میں سے جو بھی غیرقانونی حرکت کرے جس کا معاہدہ کی شرائط میں اندراج نہ ہو تو اس کی پاداش میں اس کا خون حلال ہو جائے گا ـ اس سے توبہ کا مطالبہ یا معذرت قبول نہیں کی جائے گی ـ اس مضمون کی احادیث و روایات یہ ہیں :ـ

(۳۸۱) عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک شخص (۵) کی امّ ولد (لونڈی جس سے بچہ ہو گیا ہو) تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زبان درازی کرتی رہتی تھی ـ اس کا آدمی اسے منع کرتا لیکن وہ باز نہ آتی تھی ـ اس پر اُس آدمی نے اُسے قتل کر ڈالا ـ یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے اس (کنیز) کا خون رائیگاں قرار دیا (یعنی اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا)

(۳۸۲) عروۃ بن محمد بلقین کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو خالد بن الولیدؓ نے اسے قتل کر ڈالا ـ

marfat.com
Marfat.com

اور ایسا ھی قصہ عصماء (۱٦) نامی یہودی عورت کا ھے :۔

ابو عبیدؒ :۔ ذمیوں کا خون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے پر اس لئے حلال ھو جاتا ھے کہ اس کی تصریح معاھدہ صلح میں کر دی جاتی ھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر ان کا خون حلال نہیں ھو گا اس لئے کہ ان کی تکذیب کے باوجود ان سے صلح کی جاتی ھے ۔ رسول اللہ کو سب و شتم پر ذمیوں کو قتل کرنے کے بارے میں مرد و عورت مساوی ھیں ۔ آپ نے ملاحظہ کر لیا ھو گا کہ اس قسم کے جتنے قتل کے واقعات ھوئے وہ سب عورتوں ھی کے تھے ۔ اسی طرح جب عورتیں مرتد ھوں گی تو انھیں بھی قتل کر دیا جائے گا ۔

مرتد عورت کو بھی قتل کیا جائے گا

اس روایت سے ان لوگوں کی تردید ھوتی ھے جو کہتے ھیں کہ مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا ، اس لئے کہ آپ دیکھ رھے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا قتل غلط نہیں بتایا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کی مثال موجود ھے کہ اُنھوں نے ایک مرتد عورت کو قتل کیا اور دوسری کو خالد بن الولیدؓ نے قتل کر دیا :

(۳۸۳) سعید بن عبدالعزیز تنوخی کی روایت ھے کہ مرتد ھونے والوں میں ام قرفہ فزاریہ بھی تھی ۔ چنانچہ اسے بھی حضرت ابو بکرؓ کے سامنے حاضر کیا گیا اور انھوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کو دوسروں کے لئے عبرت ناک مثال بنایا ۔ (۱۷)

ابو مسھر جو اُس روایت کے ایک راوی ھیں کہتے ھیں کہ سعید نے ھمیں یہ نہ بتایا کہ انھوں نے اسے کیسے عبرت ناک مثال بنایا ۔

ابو عبیدؒ :۔ میرا خیال ھے کہ یہ کوئی اور عورت ھو گی اس لئے کہ ام قرفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قتل کی گئی

marfat.com

Marfat.com

تھی جیسا کہ کتب مغازی میں مذکور ہے ۔

(۴۸۴) یہی عصماء یہودیہ کا قصہ ہے اسے بھی رسول اللہ کو گالی دینے کے جرم میں قتل کیا گیا ۔

ابو عبیدؒ :۔ اس طرح ارتداد کی سزا میں مردوزن برابر ہوں گے ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : ,,جو بھی اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو ۔ اس حکم میں مردوزن دونوں یکساں شامل ہیں ۔

اس مسئلہ میں جس نے حربی عورتوں سے استدلال کیا ہے وہ درست نہیں ۔ اس لئے کہ حربی عورتوں کو تو قید کر لیا جاتا ہے اور پھر لونڈی بنا لیا جاتا ہے ۔ لیکن مرتد عورت کو لونڈی نہیں بنایا جا سکتا ۔ لہذا ان دونوں کے احکام مختلف ہیں ۔

عہد عمرؓ میں عہد شکنی پر سولی کی سزا

ذمیوں کے ایک شخص سے عہدشکنی کا واقعہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ہونا مروی ہے :

(۴۸۵) سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ شام تشریف لائے تو اہل کتاب میں سے ایک شخص ان کے دربار میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا : ,,یا امیر المؤمنین ۔ ایک مسلمان نے میری یہ گت بنا دی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں ۔،، وہ شخص زخمی تھا اور اس کے چوٹیں لگی تھیں ۔ اس پر حضرت عمرؓ بہت غصہ ہوئے اور صہیبؓ کو حکم دیا کہ جس نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اسے تلاش کر کے میرے پاس لاؤ ۔ چنانچہ صہیبؓ گئے اور انہیں معلوم ہوا کہ وہ شخص عوف بن مالک اشجعی ہیں ۔ اُنھوں نے اُن سے کہا کہ امیرالمومنین تمہارے اُوپر بہت غصہ ہوئے ہیں ۔ تم معاذ بن جبلؓ کے پاس جاؤ تاکہ وہ تمہارا معاملہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کریں

marfat.com

Marfat.com

ورنہ مجھے خطرہ ہے کہ جلدی میں وہ تمہارے خلاف کوئی اقدام نہ کر ڈالیں۔ جب حضرت عمرؓ نماز سے فارغ ہوئے تو اُنھوں نے کہا: ,,صہیب کہاں ہیں، کیا اس آدمی کو لے آئے ؟،، صہیبؓ نے کہا ,,جی ہاں،، عوف ابن مالک اپنا واقعہ معاذ بن جبلؓ کو بتا چکے تھے۔ چنانچہ معاذؓ نے کھڑے ہو کر کہا: ,,یاامیرالمومنین۔ یہ شخص عوف بن مالک ہے، آپ اس کی سن لیجئے اور جلدی میں اس کے خلاف کوئی فیصلہ نہ فرمائیے۔ تب حضرت عمرؓ نے عوف کی طرف مخاطب ہو کر کہا: ,,تم نے اس کی یہ گت کیوں بنائی؟ عوف نے جواب دیا: ,,یا امیرالمومنین۔ میں نے دیکھا کہ یہ شخص ایک گدھے کو جس پر ایک مسلمان عورت سوار تھی ہانک رہا ہے۔ پھر اس نے عورت کو گرانے کے لئے اسے کچو کا دیا۔ جب وہ نہ گری تو اس نے اُسے دھکا دیا جس سے وہ گر گئی اور یہ اس پر چڑھ گیا،،۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ,,اس عورت کو میرے سامنے لاؤ تاکہ وہ تمہارے بیان کی تصدیق کرے،،۔ چنانچہ عوف اس عورت کے پاس گئے تو اس کے شوہر اور اُس کے باپ نے اُن سے کہا: ,,یہ تم نے ہماری عورت کے ساتھ کیا کر دیا۔ تم نے تو ہماری بےعزتی اور رسوائی کا سامان پیدا کر دیا،،۔ وہ عورت بولی اللہ کی قسم میں اس کے ساتھ ضرور جاؤں گی،، اس کے شوہر اور باپ نے کہا: ,,ہم چلے جاتے ہیں اور تمہاری طرف سے بیان دے آئیں گے،،۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور جو کچھ عوف نے کہا تھا وہی بیان کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اس یہودی کو سولی پر لٹکانے کا حکم جاری کر دیا اور کہا: ,,ہم نے یہ کرتوت کرنے کے لئے تم سے معاہدۂ صلح نہیں کیا ہے،،۔ پھر انھوں نے کہا: ,,لوگو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی ذمہ داری و ضمانت لی ہے ان کا خیال رکھو اور ان کے بارے میں

marfat.com

Marfat.com

(خلاف معاهده) حرکت کا مرتکب هو گا هم پر اس کی کوئی ذمه داری نہیں هو گی ۔

سوید کہتے هیں که یه پہلا یہودی تها جسے میں نے اسلام میں سولی پر چڑھتے ہوئے دیکھا ۔

(۴۸٦) ایک دوسری سند سے بھی یه روایت سوید سے مروی هے ۔

حواله جات

(۱) یہاں مراد وہ ظروف هیں جن میں لوگ اپنی دولت رکھتے تھے، اور جنہیں ان لوگوں نے کھنڈروں میں دفن کر دیا تھا اور تفتیش پر مامور صحابه نے ان سے وہ مقامات معلوم کر لئے ۔

(۲) یه خلیفه رشیدو امین کے زمانه میں بڑا سپه سالار تھا ۔ ۱۹٦ ھ میں وفات پائی

(۳) لیث بن سعد (متوفی ۱۷۵ ھ) آپ مصر کے قاضی اور مفتی تھے ۔

(۴) مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ ھ) آپ امام دارالهجرة (مدینه) تھے۔

(۵) سفیان بن عیینه مکه کے بڑے فقیه تھے ۔

(٦) موسی بن اعین (متوفی ۱۷۷ ھ) آپ عراق کے فقہاء میں سے تھے ۔

(۷) اسماعیل بن عیاش مفتی شام تھے ۔

(۸) میی بن حمزہ قاضی دمشق تھے۔

(۹) ابو اسحق فزاری اور مخلد بن حسین دونوں فقہاء شامی سرحدی علاقوں (ثغور) میں قیام پذیر تھے ۔

(۱۰) چنانچه جب انہوں نے عهد شکنی کرتے ہوئے سودی کاروبار شروع کر دیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں جلاوطن کر دیا ۔

(۱۱) یہاں فتوح البلدان میں ,,اهل تفلیس " هے : ۱٦۱

(۱۲) عربسوس کے بارے میں عمیر بن سعد نے حضرت عمر کو بتایا تھا که همارے اور رومیوں کے درمیان عربسوس نامی علاقه حائل هے ۔ یہاں کے باشندے همارے دشمنوں کو همارے راز سے باخبر کر دیتے هیں لیکن همیں همارے دشمنوں کے راز نہیں بتاتے ۔ اس پر حضرت عمر نے ان سے کہا تھا : ,,جب تم ان کے پاس جاؤ تو ان (پر جزیه دگنا کر دو یعنی ان) سے ایک بکری جگه دو بکریاں، ایک گائے کی جگه دو گائیں ۔ اور هر ایک چیز کی جگه دو دو لو ۔ اور ساتھ هی انہیں ایک معین زمانه کی مہلت دے کر اس کے بعد اس بستی کو تاخت و تاراج کر دو ۔ اگر وہ دگنا جزیه دینے پر رضا مند نه هوں تو ان سے معاهده ختم کرنے کا اعلان کر دو اور ایک سال کی مہلت دے کر اس کے بعد اُن کی بستی کو تاخت و تاراج کر دو " ۔ چنانچه عربسوس والوں نے دگنا جزیه دینا منظور نه کیا اور اُنہوں نے ایک سال کی مہلت دے کر اس بستی کو ویران کر دیا ۔ (فتوح البلدان : ۱٦۱) کتاب الاموال نمبر ۳٦۵ میں اس سے اختلاف سے عربسوس کے معامله کا حل ملتا هے وهاں بھی دیکھئے ۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

(۱۳) یہ دمشق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے (ابو عبید)

(۱۴) یہاں عربی عبارت میں ,,ھذا الرقیق،، ہے جس کے معنی ,,اس غلام،، ہوتے ہیں۔ (مترجم)

(۱۵) یہ شخص نابینا تھے۔ اس عورت سے ان کے دو خوبصورت بچے تھے۔ عورت اپنے آدمی کے ساتھ محبت کی زندگی گذار رہی تھی۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی سے باوجود بار بار منع کرنے کے باز نہ رہتی تھی۔ ایک رات حسب دستور جب اس نے رسول اللہ کو گالیاں دینا شروع کیں تو اُنھوں نے اپنے پاس چھپے ہوئے تیز خنجر کو اس عورت کے پیٹ پر رکھ کر اس پر اپنا سارا بوجھ ڈال دیا اور وہ مر گئی۔ صبح جب اس قتل کی اطلاع رسول اللہ کو پہنچی تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور انھیں قسم دے کر کہا کہ جس نے یہ کیا ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ یہ اندھا صفوں کو چیرتا پھاڑتا لڑکھڑاتا پہنچا اور پورا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے کہا: ,,لوگو۔ گواہ رہو کہ اس عورت کا خون رائیگاں گیا،،۔ (مختصر از ابو داؤد)

(۱٦) عصماء بنت مروان بنی امیہ بن زید کی ایک عورت تھی۔ اس کا شوہر یزید بن زید تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی، ہجویہ شاعری اور اسلام پر اعتراضات کرتی رہتی تھی، عمیر بن عدیؓ نے جو نابینا تھے رات کی تاریکی میں اس کے گھر میں بستر پر اسے قتل کر ڈالا۔ اُنھوں نے فجر کی نماز مدینہ پہنچ کر حضور کے ساتھ پڑھی۔ حضور نے ان سے دریافت کیا: ,,کیا تم نے بنت مروان کو قتل کر ڈالا؟،، انھوں نے کہا: ,,جی ہاں،،۔ فرمائیے کیا مجھے اس عمل پر کچھ بھگتنا پڑے گا؟،، آپ نے فرمایا: ,,اس عمل پر تو کسی اختلاف و اعتراض کی گنجائش ہی نہیں ہے،،۔ (مختصر از ابن سعد)

(۱۷) یہاں عربی عبارت ,,مثل بھا،، ہے جس سے مثلہ کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے جو حرام ہے (مترجم)

marfat.com

Marfat.com

صلحی اقوام کے افراد آزاد رهیں گے یا انهیں لونڈی غلام بنایا جا سکے گا ؟

صلحی قوم آزاد قرار پائے گی

(۴۸۷) حمید بن هلال روایت کرتے هیں که بنی شیبان کے ایک شخص نے رسول الله صلی الله علیه وسلم کے پاس حاضر هو کر کہا : ,,حیره کے حاکم اعلی بقیله کی بیٹی آپ میرے نام لکھ دیجئے تو آپ نے فرمایا : ,,کیا تمہیں اُمید هے که الله تعالی همارے لئے یه علاقه فتح کرا دے گا ؟ ،، اس شخص نے کہا : ,,اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا هے الله همیں ضرور یه عـلاقه فتح کرائے گا،، چنانچه آپ نے سرخ چمڑے پر اس کی فرمائش پوری کر دی ـ پھر رسول الله صلی الله علیه وسلم کی وفات کے بعد خالد بن الولیدؓ نے اس عـلاقه پر حمله کیا اور یه شیبانی شخص بھی اُن کے لشکر کے ساتھ نکلا ، اهل حیره نے بغیر لڑے صلح کر لی، یه شیبانی رسول الله صلی الله علیه وسلم کی دستاویز لے کر خالد بن الولیدؓ کے پاس حاضر هوا ـ جب انهوں نے وه دستاویز لی تو اسے بوسه دیا پھر کہا : ,,تم اسے لے لو،، تب حیره کے بڑے بڑے سردار اس کے پاس آئے اور انهوں نے کہا : ,,جناب ! آپ نے جب اس خاتون کو دیکھا تھا تو وه جوان تھی لیکن اب وه معمر هو چکی هے اس کا بیشتر حسن ڈھل چکا هے ـ آپ همارے هاتھوں اسے فروخت کر دیں،، اُس شخص نے کہا : ,,الله کی قسم میں اسے نهیں بیچوں گا تاآنکه تم میری منه مانگی قیمت اس کے

marfat.com
Marfat.com

عوض نہ دے دو۔ وہ لوگ اپنے دلوں میں ڈرے کہ کہیں وہ ایسی قیمت کا مطالبہ نہ کر دے جس کی ادائی ان کی طاقت سے بالاتر ہے پھر بھی انہوں نے کہا : ,,جو چاہتے ہو مانگ لو،، اُس شخص نے پھر کہا:اللہ کی قسم ! جو میں مانگوں گا وہی لوں گا ورنہ میں اسے نہیں بیچوں گا،، جب وہ شخص اپنی بات پر مصر رہا تو ان لوگوں نے آپس میں کہا : ,,یہ جو کچھ طلب کرے اسے دے دو،، پھر اس سے کہا : ,,چلو بولو کیا مانگتے ہو؟،، اس نے کہا : ,,میں تم سے ایک ہزار درہم لوں گا،، اس پر ان لوگوں نے کچھ اس طرح منہ بنائے جیسے وہ یہ رقم بہت زیادہ سمجھ رہے ہوں پھر بولے: ,,جناب ! ہمارے پاس ایک ہزار درہم کہاں سے آئیں گے ؟،، اُس نے کہا : ,,تو پھر یہ معاملہ نہیں ہو گا، اللہ کی قسم میں اس میں کچھ کمی نہیں کروں گا،، الغرض اُن لوگوں نے اس شیبانی کو ایک ہزار درہم ادا کر دئے اور اپنی خاتون کو لے گئے ۔ بعد میں جب وہ شیبانی اپنی قوم میں گیا تو ان لوگوں نے اس سے پوچھا: ,,تم نے کیا کیا؟ اُس نے جواب دیا : ,,میں نے اس خاتون کو اپنی منہ مانگی قیمت پر فروخت کر دیا ۔ ،، لوگوں نے کہا : ,,تم نے بہت اچھا کیا ۔ کیا قیمت مانگی تم نے ؟ اُس نے کہا : ,,ہزار درہم ،، یہ سنتے ہی وہ لوگ اُسے برا بھلا کہنے اور گالیاں دینے لگے ۔ جب ان لوگوں نے زیادہ لے دے کی تو وہ شخص بولا : ,,مجھے ملامت نہ کرو ، واللہ میرے خیال و گمان میں بھی ہزار درہم سے زیادہ کوئی عدد قابل ذکر نہ تھا ۔

ابو عبید : ۔ بعض محدثین نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے لیکن وہ اس شخص کی نسبت (بجائے قبیلہ شیبان کے قبیلہ طے سے) طائی بیان کرتے ہیں ۔

marfat.com

Marfat.com

میرا خیال ہے کہ مذکورہ بالا عورت کو قید کرنے کے بعد فروخت کیا گیا ہو گا کیونکہ یہ علاقہ صلح کے ذریعہ فتح ہوا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور جملہ مسلمانوں کا دستور یہ رہا ہے کہ جن لوگوں کو صلح کے ذریعے فتح کیا جائے ان میں سے کسی کو نہ قید کیا جائے نہ غلام بنایا جائے ، یہ لوگ آزاد قرار پائیں گے۔ اس حدیث کی توجیہ میرے نزدیک یہ ہو گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس شیبانی کو یہ عورت پیشگی نفل (انعام) کے طور پر بخشی گئی اور اُس وقت کوئی ایسی شکل نہ تھی کہ اس حکم کو واپس لیا جاتا ، لہذا حضرت خالدؓ نے اسے نافذ کر دیا ، اگر یہ خصوصی صورت نہ پیدا ہو جاتی تو اس کی گرفتاری اور فروخت جائز نہ ہوتی۔ اور اس کے لئے صرف یہی دلیل کافی ہے کہ اس عورت کے سوا حیرہ میں سے کسی کو غلام نہ بنایا گیا۔

اور اس کی نظائر میں بہت سی روایات ہیں :

(۴۸۸) عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ تستر صلحی علاقہ تھا پھر وہاں کے باشندوں نے عہد شکنی کی۔ مہاجرین نے ان پر حملہ کر دیا اور جنگ کر کے انہیں شکست دے دی اور انہیں قیدی بنا لیا۔ پھر مسلمانوں نے ان کی عورتوں سے جنسی تعلقات قائم کئے تاآنکہ مسلمانوں سے ان کی اولاد ہوئی ، خود میں نے اس قسم کے تعلق سے پیدا ہونے والی اولاد دیکھی ہے۔ لیکن بعد میں عمر بن الخطابؓ نے فرمان جاری کر دیا کہ ان میں سے جنہیں قید کیا گیا ہے وہ آزاد کر دئے جائیں۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور اُن عورتوں کو اُن کے آقاؤں سے جدا کر دیا گیا۔

(۴۸۹) یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے قبیلہ لواتہ (۱) کی عورتوں کے بارے میں لکھا تھا کہ جو ان میں سے

marfat.com
Marfat.com

کسی کو بھیجا تو اسے اُن کی قیمت میں سے کچھ نہیں ملے گا بلکہ وہ قیمت ہو گی جس کے عوض اُس عورت کی شرمگاہ حلال کی گئی ــــ یہاں قیمت کہا تھا یا اس سے ملتا جلتا ہم معنی کوئی اور لفظ ــــ اور یہ کہ جس کے پاس بھی ان میں کی کوئی عورت ہو تو وہ اس عورت کو اُس کے باپ سے مانگے ، بصورت دیگر وہ اس عورت کو اس کے گھر والوں میں واپس بھیج دے ۔

ابو عبیدؒ :۔ میرا خیال ہے کہ لواتہ قبیلہ سے کوئی عہد تھا اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں ابن شہاب بیان کرتے تھے کہ حضرت عثمانؓ نے بربر سے جزیہ لیا تھا ، ان لوگوں نے بعد میں عہدشکنی کی تو قید کئے گئے ، اور پھر عمر بن عبدالعزیز نے ان کے متعلق وہ کچھ لکھا جو اُوپر گذرا ۔

(۴۹۰) لیث بن سعد کہتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ نے برقہ میں رہنے والے بربری قبیلہ لواتہ کے معاهده میں یہ شرط بھی رکھی تھی کہ تم اپنے جزیہ کے عوض اپنی اولاد (لڑکے اور لڑکیاں) فروخت کرو گے۔

لیث کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ غلام ہوتے تو یہ شرط اُن کے لئے روا نہ ہوتی ۔

(۴۹۱) ابن سیرین کہتے ہیں کہ اگر دُشمن اقوام آپس میں ایک دوسرے کو قید کریں تو مسلمانوں کو ان کے قیدی خریدنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ۔

(۴۹۲) عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ میں ایک لشکر میں تھا جس میں سلمانؓ بھی تھے ، ہم نے ایک قصر کا محاصرہ کیا اور اس کے باشندوں سے صلح کر لی ۔ پھر ہم وہاں مسلمانوں میں سے ایک مریض کو چھوڑ کر چلے گئے ۔ ہمارے بعد وہاں بصرہ والوں کا

marfat.com
Marfat.com

لشــکر آیـا جنھــیں دیکھـ کر اس قصر کے لوگ ڈر گئے اور قصر کا دروازہ بند کر لیا ۔ چنانچہ ان لوگوں نے قصر والوں سے جنگ کی اور قصر فتح کر لیا ۔ پھر مسلمانوں نے اُن کی عورتوں اور بچوں کو اپنے ساتھ لے لیا اور مردوں (۲) کو قتل کر ڈالا ۔ بعد میں یہ معاملہ سلمانؓ سے دریافت کیا گیا تو اُنھوں نے کہا : ,,میری رائے یہ ھے کہ عورتوں اور بچوں کو واپس وھاں پہنچا دیا جائے جہاں سے انھیں لایا گیا ھے مسلمانوں کی ضمانت و ذمہ داری یکساں ھے اور ان میں ایک معمولی مسلمان بھی ضمانت و ذمہ داری لے سکتا ھے ۔ رہ گئے وہ خون جو وھاں بہائے گئے سو اس کا فیصلہ حضرت عمرؓ کریں گے،،

(۴۹۳) ابن سیرین سے بھی یہی روایت اس طرح مذکور ھے کہ کوفہ کے ایک لشکر نے ایک قلعہ والوں سے صلح کی ، پھر وھاں سے بصرہ والوں کا ایک لشکر گذرا ۔

ابو عبیدؒ :۔ ملاحظہ فرمائیے کہ سلمانؓ نے ان سے صلح کر لینے کو ایسا معاھدہ قرار دیا جس کی وجہ سے وہ آزاد قرار پائے اور اُن کو قید کرنا حرام ٹھہرا ۔ نیز اُنھوں نے قلعہ والوں کے لشکر سے لڑنے کو عہدشکنی قرار نہیں دیا کیونکہ انھوں نے بالقصد یہ عہدشکنی نہیں کی تھی بلکہ ان کے اس عمل کو مسلمانوں کی طرف سے اُن کے خوف و اندیشہ پر محمول کیا ۔ پھر اُنھوں نے یہ رائے ظاھر کی کہ اُن کی ذمہ داری و حفاظت تمام مسلمانوں پر واجب ھے اور یہ کہا کہ تمام مسلمانوں کی ضمانت و ذمہ داری یکساں اور برابر کی حیثیت رکھتی ھے ۔ دراصل اُن کی یہ رائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر مبنی ھے :

ایک مُسلم (مرد ھو یا عورت) کا کیا ھوا عہد تمام مسلمانوں کا مشترک عہد ھوتا ھے

(۴۹۴) قیس بن عباد کہتے ھیں کہ میں اور اشتر حضرت علیؓ کے پاس گئے اور ھم نے ان سے دریافت کیا : ,,کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com
Marfat.com

وسلم نے آپ سے خصوصی طور پر کوئی ایسا عہد و قرار کیا ہے جو جملہ لوگوں سے جداگانہ ہو۔ اُنھوں نے کہا: ,,نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایسا کوئی عہد نہیں کیا جو تمام لوگوں سے نہ کیا ہو،، پھر اُنھوں نے اپنی تلوار کے میان سے ایک صحیفہ نکالتے ہوئے کہا : ,,البتہ میری اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ مستثنیٰ ہے، اس میں ہے:,,مسلمانوں کے خون باھمدگر مساوی اور ہم پلّہ ہیں ۔ اور مسلمانوں کی طرف سے ان کا معمولی فرد بھی ذمہ داری و ضمانت کا وعدہ کر سکتا ہے ۔ اور تمام مسلمان اپنے مخالفین کے مقابلہ میں متحدہ قوت بن کر رہیں گے ۔ کوئی مومن کسی کافر کے عوض قتل نہیں کیا جائے گا ، اور نہ عہد و پیمان کے بحال رہتے ہوئے کوئی معاہدہ قتل کیا جائے گا ۔ جو کوئی غیرقانونی حرکت کرے گا یا کسی باغی کو پناہ دے گا تو اُس پر اللہ کی ، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت و گی،،

ابو عبیدؒ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان ,,مسلمانوں کی طرف سے ان کا معمولی فرد بھی ذمہ داری و ضمانت کا وعدہ کر سکتا ہے،، کے معنی یہ ہیں کہ جب بھی مسلمانوں میں سے کوئی فرد کسی مشرک سے کوئی عہد و قرار کر لے تو اس کی پاسداری تمام مسلمانوں پر واجب ہو جاتی ہے، اور ان میں سے کسی کو بھی اُس کے توڑنے یا رد کرنے کا اختیار نہیں رہتا کہ اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنت عورتوں کے بارے میں بھی یہی رہی :

(۴۹۵) ام ہانیؓ بنت ابی طالب کہتی ہیں کہ میں فتح مکہ کے موقع پر چاشت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی ۔ آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہؓ چادر کی آڑ میں آپ کو چھپائے ہوئے تھیں ۔ میں نے اسلام کیا، تو آپ نے فرمایا: ,,یہ کون

marfat.com

Marfat.com

ہے؟"، میں نے کہا: یا رسول اللہ میں ام ہانی ہوں۔ آپ کی خدمت میں اس لئے آئی ہوں کہ میرا ماں زاد بھائی کہتا ہے کہ وہ اس شخص (ھبیرہ یا فلاں بن ھبیرۃ) کو جسے میں نے پناہ دی ہے قتل کرڈالے گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ,,اے ام ہانی جسے تم نے پناہ دے دی اسے ہم نے پناہ دے دی " پھر جب رسول اللہؐ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے کپڑے میں لپٹے ہوئے آٹھ رکعات ادا فرمائیں۔

(۴۹۶) یہی روایت ایک اور سند سے بھی ام ہانیؓ سے مروی ہے۔

(۴۹۷) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایسا ہوتا تھا کہ ایک (مسلمان) عورت مسلمانوں کے خلاف کسی کو امان دے دیتی تو اس کی یہ امان تسلیم کی جاتی تھی ۔

(۴۹۸) زِرّ بن جُبَیش حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں : ,,ایسا ہوتا تھا کہ ایک عورت مسلمانوں کے خلاف کسی کو امان دے دیتی تو اُس کی یہ امان تسلیم کی جاتی تھی ۔

غلام اور بچہ کی امان دہی کا مسئلہ

ابو عبیدؒ : ۔ اسی پر انتہا نہ ہوئی بلکہ مسلمانوں نے (زر خرید) غلام کی امان بھی تسلیم کر لی ہے اور بعض نے تو بچہ کی امان بھی جائز قرار دی ہے ۔

(۴۹۹) فضیل بن زید الرقاشی سے مروی ہے کہ مسلمانوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کر لیا ، تو ایک غلام نے تیرکے پھل پر امان لکھ کر وہ لکھا ہوا تیر کا پھل محصور دُشمن کی طرف پھینک دیا ۔ اس پر مسلمانوں میں چہ میگوئیاں ہوئیں : ,,یہ تو غلام کی امان ہے، جو کوئی حیثیت نہیں رکھتی "، ان لوگوں نے کہا: ,,ہم تمہارے غلام اور آزاد میں کوئی امتیاز نہیں کرتے " چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کو لکھا گیا تو اُنھوں نے یہ جواب لکھا: ,,مسلمانوں کا غلام مسلمانوں میں شمار ہو گا، اور اُس کی ذمہ داری مسلمانوں کی ذمہ داری ہو گی۔

marfat.com
Marfat.com

۵۰۰) ایک دوسری سند سے بھی یہ روایت فضیل بن
عبدالرقاشی سے مروی ہے۔ اس میں ابتداء میں یہ توضیح ہے کہ ہم
سیراف میں دُشمن کے مقابلہ میں صف آرا تھے۔

۵۰۱) مجاهد کہتے ہیں کہ ابو سفیان بن حرب حضرات حسن و
حسین رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، وہ دونوں کم سن تھے، اور اُس
نے ان دونوں کو بہلا پھسلا کر امان دینے پر آمادہ کرنا چاہا۔

اس روایت کا ایک راوی عبدالرحمن کہتا ہے کہ سفیان (۳) بچہ
کی امان دهی کو کچھ نہ گردانتے تھے۔ (یعنی اس کی کوئی قانونی
حیثیت تسلیم نہ کرتے تھے)

ابو عبیدؒ :۔ یہ اس مدت کا واقعہ ہے جس میں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے اھل مکہ سے صلح کر لی تھی اور قریش نے حضورؐ
کے حلیفوں کے مقابلہ میں اپنے حلیفوں کی مدد کر کے عہد شکنی کر
لی اور انھیں اپنے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حملہ آور
ہونے کا خطرہ ہو گیا تھا چنانچہ ابو سفیان اس مدت میں توسیع
کرانے کے لئے مدینہ پہنچا تھا۔ یہ واقعہ سیرت کی کتابوں میں
مفصل مذکور ہے۔ (۳)

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱) لواتہ ۔ یہ (جالوت کے) زمانۂ قدیم میں فلسطین سے مصر (حال لیبیا) آ کر آباد ہونے والا قبیلہ ہے ۔
۲۳ ھ میں فتح طرابلس (الغربی) کے موقع پر یہ قبیلہ عمرو بن العاص کے پاس آیا تھا ۔
دیکھئے فتح العرب لمصر تعریب محمد فرید ابو حدید : ۲۲۴ ۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ مصر میں
فیوم کے علاقہ میں آباد عربوں کا قبیلہ ہے ۔ بعض کا خیال ہے کہ (افریقی) طرابلس الغربی کی
تمام آبادی کو ,,لواتہ،، کہا جاتا ہے ۔ تاج العروس میں ایک بربری قبیلہ کا نام لواتہ درج ہے
اور یہ کہ ان کے قیام پذیر ہونے کی وجہ سے اس علاقہ کا بھی لواتہ نام پڑ گیا تھا ۔

۲) یہاں عربی اصل میں ,,الرجل،، ہے یعنی ,,اُس مرد کو ،، مار ڈالا ۔ شاید اس سے مراد وہ مسلمان
مریض ہے جو وہاں رہ گیا ہو ۔ بصورت دیگر وہاں کے ,,مردوںہ کو قتل کر دیا ۔ یہ بھی ایک
قدیم مخطوطہ کی عبارت کا مفہوم ہے ۔

۳) یہ سفیان اس روایت کے ایک راوی ہیں جن سے عبدالرحمن روایت کرتے ہیں ۔

۴) صلح حدیبیہ کے بعد جب قریش نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو اُنھیں حضورؐ کے حملہ کا
خطرہ ہونے لگا چنانچہ اُنھوں نے ابو سفیان کو سفیر بنا کر بھیجا تاکہ جنگ کا خطرہ ٹل جائے ۔
ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا لیکن آپ نے اس کی بات کا جواب نہ
دیا ۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچا ۔ انھوں نے بھی اس بارے میں حضورؐ سے سفارش کرنے
سے انکار کیا ۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا اور ان کے سخت جواب کے بعد وہ حضرت
علیؓ کے پاس پہنچا ۔ حضرت فاطمہؓ بھی وہاں تھیں اور اُن کے سامنے حضرت حسنؓ جو بچہ
تھے ,,گھٹنوں کے بل چل رہے تھے،، ۔ حضرت علیؓ کے انکار پر وہ حضرت فاطمہؓ سے مخاطب ہو
کر کہنے لگا: ,,اے بنت محمد! کیا تم اپنے بچہ کو حکم دو گی کہ یہ لوگوں کو امان دے
اور اس طرح رہتی دنیا تک یہ ,,سید العرب،، کہلائے ؟ تو حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا : ,,میرا
بچہ ابھی امان دینے کی عمر کو نہیں پہنچا ہے ۔ اور بھلا رسول اللہ کے مقابلہ میں کون
دے سکتا ہے؟ !،، الخ (مختصر از سیرۃ ابن ہشام) الروض الانف کے حاشیہ پر ۲ : ۲۶۵ ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۲۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے صلح نامے

(۵۰۲) ابو الملیح ھذلی کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجرانیوں سے صلح کی تو یہ معاھدہ تحریر فرمایا :۔

صلح نامہ اھل نجران

بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔ یہ وہ معاھدہ ھے جو محمد نبی (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اھل نجران کے لئے تحریر کیا ۔ اس لئے کہ اس کا حکم ان پر نافذ ھے ۔ معاھدہ کی رو سے ان کی (جملہ مملوکہ اشیاء) سیاہ و سپید ، سرخ و زرد، پھل اور غلام از رہ احسان و کرم اُن کی ملکیت میں باقی رکھی جاتی ھیں اس شرط پر کہ وہ (سالانہ) دو ھزار حلے یمنی چادروں کے جوڑے ، (دو برابر کی قسطوں میں) ایک ھزار حلے ماہ صفر میں اور ایک ھزار حلے ماہ رجب میں، ادا کرتے رھیں گے، ھر حلہ کی قیمت ایک اُوقیہ ھو گی، خراج کی کمی بیشی کا شمار اوقیوں کے حساب سے ھو گا ۔ نیز جو اُونٹ ، گھوڑے یا زرھیں وہ خراج میں دیں گے تو وہ بھی اسی حساب سے لی جائیں گی ۔ اور اھل نجران کی ذمہ داری ھو گی کہ وہ میرے فرستادہ محصلوں کی بیس دن کے اندر اندر کی مدت تک مہمانی کریں ۔ اور جب یمن میں کوئی سازش یا بغاوت رونما ھو تو وہ (اھل

marfat.com
Marfat.com

نجران) ھمیں تیس گھوڑے ، تیس اونٹ اور تیس زرھیں ، عاریت
دیں گے ، اور میرے فرستادگان کو یہ لوگ جو اشیاء عاریت دیں گے
میرے فرستادگان تا ادائی ان چیزوں کے ضامن ھوں گے ۔

نجران اور ان کے لواحقین کو (اس کے مقابلہ میں) اللہ کا ذمہ اور
اس کے رسول کا ذمہ و امان حاصل ھو گا اس بات پر کہ ان کی جان
و مال ، شریعت و مذھب ، عبادت گاھیں، اُن کی رھبانیت ، ان کی
دینی پیشوائیت (اسقف کے حقوق) ان کے موجود وغیر موجود افراد ،
جو کچھ تھوڑا یا بہت اُن کے دست تصرف میں ھے وہ محفوظ
رھے گا اور اسے کوئی گزند نہیں پہنچے گا ۔ نیز اس بات پر کہ کسی
اسقف کو اس کے عہدہ سے تبدیل نہیں کیا جائے گا ۔ نہ کسی ولی
عہد نواب کو اس کی ولی عہدی (۱) سے ھٹایا جائے گا ۔ نہ کسی
راھب کو اس کی راھبانیت سے ھٹایا جائے گا نیز اس بات پر کہ انہیں
ان کے علاقہ سے باھر نہیں نکالا جائے گا (۲) ، نہ ان سے عشر لیا جائے
گا، نہ اُن کے علاقہ میں کسی لشکر کو آنے دیا جائے گا ۔ ان میں سے
جو اپنا حق طلب کرے گا تو اُن کے درمیان انصاف نجران میں ھو گا ۔
ان لوگوں پر یہ پابندی ھو گی کہ سود نہیں کھائیں گے اور جو
بھی آئندہ سود لے گا وہ میری ذمہ داری و امان سے خارج ھو جائے گا ۔
نیز مستقبل میں یہ انتہائی کوشش اور خیرخواھی سے کام لیں گے
نہ ان پر ظلم کیا جائے گا نہ تشدد ۔

اس معاھدہ پر عثمان بن عفانؓ اور معیقبؓ گواہ ھوئے اور
(مؤخر الذکر نے اسے) تحریر کیا ۔

(۵۰۳) دوسری سند سے ابو الملیح ھی سے یہی مضمون مندرجہ
ذیل اضافہ کے ساتھ مروی ھے :

marfat.com
Marfat.com

,,جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو یہ (اہل نجران) حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُنھوں نے اس صلح نامہ کی شرائط بحال رکھیں اور ان لوگوں کے لئے رسول اللہؐ کے صلح نامہ سے مشابہ ایک معاھدہ تحریر کر دیا، لیکن حضرت عمر بن الخطابؓ کے عہد خلافت میں ان لوگوں نے سود لینا شروع کر دیا، اس پر حضرت عمرؓ نے انھیں جلاوطن کر دیا، اور انھیں یہ تحریر دے دی:

,,امابعد،، شام و عراق کے امیروں میں سے یہ لوگ جس کے پاس بھی پہنچیں وہ انھیں غیر آباد (۳) علاقہ میں سے وسیع قطعہ دے دے اور جو کچھ یہ محنت کر کے اپنے لئے بنالیں ، وہ لوجہ اللہ ان کا ، اور اُن کی زمین کا صلہ ھے ۔ ،،

(۵۰۳) حضرت عثمانؓ نے ولید بن عقبہ کو لکھا :

,,امابعد،، نجرانیوں کے نائب ، دینی پیشوا اور سردار میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد نامہ لے کر آئے اور انھوں نے مجھے حضرت عمرؓ کی شرائط بھی دکھائیں ، مَیں نے عثمان بن حُنیف سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ اس بارے میں چھان بین کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ھیں کہ وہ شرائط کاشتکاروں کو ان کی زمینوں سے بےدخل کرنے کے باعث نقصان دہ ھیں ، لہذا میں ان کے جـزیہ میں سے دو سو حُلّے لوجہ اللہ نیز ان کی زمین کے عوض کم کر رھا ھوں ، اور میں تمھیں ان سے حسنِ معاملہ کی تاکید کرتا ھوں کیونکہ ان لوگوں کی ذمہ داری ھم پر عائد ھوتی ھے ۔ ،،

marfat.com

Marfat.com

(۵۰۵) عروۃ بن الزبیرؓ سے یہی معاہدہ صلح (نمبر ۵۰۲) بعض لفظی اختلافات کے ساتھ مروی ہے، اس میں ,,از رہ احسان و کرم،، کے بجائے ,,ان پر فیصلہ کیا،،۔ نیز اس میں ,,ہر حلے کی قیمت ، ایک اوقیہ،، کے بجائے ,,ہر حلہ بھر پور اور کامل (اوقیہ کا) ہو گا،، ہے، اس روایت میں حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کا واقعہ بھی درج نہیں ہے ۔ اس کے گواہوں میں ,,ابو سفیان بن حرب ، غیلان بن عمرو، بنی نضر کے مالک بن عوف . اقرع بن حابس حنظلی اور مغیرہ بن شعبہ،، ہیں ۔

ابو عبیدؒ :۔ معاہدہ کی عبارت ,,خراج کی کمی بیشی کا شمار، اوقیوں کے حساب سے ہو گا،، میں خراج سے مراد حلے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ حلے گنتی میں دو ہزار سے کم یا بیش ہوں تو اس کا تعین دو ہزار اوقیہ سے کیا جائے گا ، گویا دراصل خراج کی رقم دو ہزار اوقیہ تھی ، حلے اس لئے لکھے کہ اس کی ادائی ان کے لئے آسان تھی ۔۔ ہمارا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ کا جزیہ میں اونٹ لینا یا حضرت علیؓ کا جزیہ میں سامان لینا آپ کے ہی عمل سے مستنبط تھا ۔ معاہدہ کی اگلی عبارت بھی یہی بتا رہی ہے کہ اگر وہ دو ہزار حلے نہ دے سکیں بلکہ اونٹ یا گھوڑے اور زرہیں وغیرہ دیں تو یہ چیزیں بھی قیمت لگا کر دو ہزار اوقیہ کے حساب میں لے لی جائیں گی ۔

معاہدہ کی عبارت : ,,جو بھی آئندہ سود لے گا وہ میری ذمہ داری سے خارج ہو جائے گا،، بتا رہی ہے کہ آپ نے دیگر معاصی چھوڑ کر خصوصیت سے سود خوری پر سخت گرفت فرمائی اور سود خوری اُن کے لئے جائز نہ کی ۔ حالانکہ آپ جانتے تھے کہ یہ لوگ اس سے بھی بڑی نافرمانیوں کے مرتکب ہوتے ہیں مثلاً شرک، شراب

marfat.com
Marfat.com

خوری وغیرہ ۔ یہ شرط صرف مسلمانوں کو سود سے محفوظ رکھنے کے لئے تھی تاکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ سودی کاروبار نہ کر سکیں اور اس طرح مسلمان سود خوری نہ کرنے لگیں ۔ اگر مسلمانوں کا معاملہ نہ ھوتا تو اُن کی سود خوری بھی دوسرے جرائم کی طرح ھوتی ، بلکہ شرک ان سب سے بڑا جرم تھا، چنانچہ بعد میں حضرت عمرؓ نے جب انھیں جلاوطن کیا تو صرف اس بناء پر کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طے کردہ سود خوری نہ کرنے کی شرط توڑ دی تھی حالانکہ حضرت عمرؓ خوب جانتے تھے کہ رسول اللہ نے ان لوگوں سے نہایت پختہ معاھدہ کیا ھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثقیف کے نام عہدنامہ

(۵۰٦) عروۃ بن الزبیرؓ راوی ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے لئے یہ عہدنامہ تحریر فرمایا :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ محمد نبی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثقیف کے لئے عہدنامہ ھے: اس معاھدہ کی رو سے مندرجہ ذیل تحریر کے مطابق ان کے لئے اس اللہ کی ذمہ داری و امان ھے جس کے سوا کوئی الہ نہیں اور محمد بن عبداللہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امان و ذمہ داری ھے ۔

ان کی پوری وادی اللہ کے لئے حرام محرم ھے ۔ اس کا کوئی خار دار درخت یا جھاڑ نہیں کاٹا جائے گا ۔ نہ اس میں شکار کیا جائے گا ۔ نہ اس میں ظلم کیا جائے گا نہ چوری نہ کسی کے ساتھ

marfat.com

Marfat.com

کوئی برائی - ثقیف علاقہ وج (طائف) کے سب لوگوں سے زیادہ مستحق ھیں - ان کے طائف کو عبور نہیں کیا جائے گا - نہ وھاں کوئی مسلمان اس ارادہ سے داخل ھو گا کہ ان کو مغلوب کرے، انھیں اختیار ھے کہ وہ اپنے طائف میں تعمیر وغیرہ یا اس کے سوا اپنی وادی میں جو چاھیں کریں - انھیں محصول وغیرہ وصول کرنے کے لئے بستی سے باھر نہیں نکالا جائے گا) (۳) بلکہ ان کی رھائش گاھوں پر پہنچ کر محصول وصول کیا جائے گا) ان سے عشر نہیں لیا جائے گا - ان پر کسی قسم کا مالی یا جانی دباؤ نہیں ڈالا جائے گا - وہ مسلمانوں کی ایک امت ھیں ، مسلمانوں میں جہاں چاھیں جا سکتے ھیں ان پر کوئی قدغن نہیں - اور ان کا قیدی انھی کی ملکیت میں رھے گا - انھیں اس پر سب سے زیادہ حق حاصل ھو گا تاآنکہ اس کے ساتھ جو وہ کرنا چاھیں کر لیں - اور ان کا وہ قرض جو کسی رھن کے عوض ھو اور اس کی مدت پوری ھو چکی ھو تو وہ ایسا سود ھے جس کے لئے اللہ کی طرف سے برأت کا اظھار کیا گیا ھے اور جو رھن کے عوض قرض عکاظ سے ورے کا ھو تو وہ اپنے راس المال کے مطابق عکاظ میں ادا کیا جائے گا - اور ثقیف کا وہ قرض جس کا اندراج ان کے اسلام قبول کرنے کے دن تک ان کے کھاتوں میں ھو چکا ھے تو وہ انھیں ملے گا - اور ثقیف کی جو امانت لوگوں کے پاس ھے یا مال یا جان جسے امانت رکھنے والے نے غنیمت سمجھایا اسے ضائع کر دیا تو وہ سن لے کہ وہ ادا کی جائے گی -

اور ثقیف کی جو جان و مال علاقہ سے غیر حاضر ھو اسے بھی حاضر کی طرح امن حاصل ھے اسی طرح ان کے جو مال و مویشی لیہ میا

marfat.com
Marfat.com

(کے علاقہ) میں ھیں وہ اسی طرح مامون ھیں جس طرح وج (کے علاقہ) کے مال مویشی ۔

ثقیف کا جو حلیف یا تاجر اسلام لے آئے تو ان کے ساتھ بھی ثقیف کا سا معاملہ کیا جائے گا ۔

اگر کوئی ثقیف کو مطعون کرے یا ان پر ظلم کرے تو ثقیف کے مال و جان کے بارے میں اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور اُن پر ظلم کرنے والوں کے مقابلہ میں رسولؐ اور مومنین ان کی مدد کریں گے ۔

اور لوگوں میں سے جس کا داخلہ ثقیف اپنے علاقہ میں ناپسندیدہ قرار دیں وہ ان کے علاقہ میں داخل نہیں ہو گا ۔ اور منڈی اور خرید و فروخت گھروں کے سامنے کے میدانوں میں ہو گی ۔

ان کے اوپر انھیں میں سے امـــیر مقرر کئے جائیں گے ۔ بنی مالک پر ان کا امیر ہو گا، اور احلاف (٦) پر ان کا امیر ۔

ثقیف کے لوگ قریش کے جن انگوروں (کے باغات) کو پانی دیں تو اَن پانی پلانے والوں کو ان انگوروں کی پیداوار کا نصف حصہ ملے گا

اور ان کا وہ قرض جو کسی رہن کے عوض ھو اور اس پر سود نہ ھو تو اس کے مقروض اگر ادائی کی قدرت رکھتے ھوں تو ادا کر دیں اور اگر نہ رکھتے ھوں تو اس کی مدت اگلے سال ماہ جمادی الاولیٰ تک بڑھائی جائے گی، اور جس کی مدت پوری ھو جائے اور وہ اس قرض کو ادا نہ کرے تو اس نے اسے سودی بنا لیا ۔

اور انھوں نے لوگوں کو جو قرضے دئے ھیں تو انھیں اس میں سے صرف راس المال لینے کا حق ھو گا ۔

اور ان کے وہ قیدی جنھیں اُن کے مالکوں نے فروخت کر دیا ھے تو انھیں ان کے فروخت کا حق حاصل ھو گا ، لیکن جنھیں اُنھوں نے

marfat.com
Marfat.com

فروخت نہیں کیا ۔ ایسے قیدی کے عوض ان کے مالک کو چھ جوان اونٹنیاں دی جائیں گی جن میں سے آدھی چار برس کی سواری کے قابل اور آدھی تیسرے برس میں لگنے والی ہوں، یہ اونٹنیاں موٹی تازی اور اچھی نسل سے متعلق ہوں ۔ اور جس نے کوئی سودا کر لیا ہو وہ اسے فروخت کا حق بھی رکھتا ہے ۔

ابو عبیدؒ : ,,ان سے عشر نہیں لیا جائے گا،، سے مقصد یہ ہے کہ ان سے زکواۃ لی جائے گی دو سو درھم میں سے پانچ درھم ۔

اور ,,ان قیدیوں،، سے مراد وہ قیدی ھیں جنھیں زمانۂ جاھلیت میں اُنھوں نے قید کر لیا تھا اور ان کے اسلام لے آنے کے بعد یہ قیدی انھی کے پاس رھے، تو یہ بھی انھی کی ملکیت رھیں گے تاآنکہ انھیں ان کے عوض فدیہ نہ دیا جائے ۔ (۷)

ثقیف کے مسلمانوں کے نام رسول اللہؐ کا عہدنامہ

(۵۰۷) **اس معاھدہ کی سند وھی ہے جو اس سے پیشتر کے معاھدہ کی ہے ۔ ,,بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ محمد نبی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے مومنین کے نام عہدنامہ ہے ۔**

وج (علاقہ) کے خار دار درخت اور جھاڑیاں نہیں کاٹی جائیں گی اور وھاں شکار نہیں مارا جائے گا اور جو ایسا کرتے ہوئے پایا جائے گا اس کے کوڑے مارے جائیں گے اور اُس کے کپڑے اُتار لئے جائیں گے ۔ اور جو اس کی خلاف ورزی کرے گا اسے گرفتار کر کے محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا جائے گا ۔

marfat.com
Marfat.com

یہ فرمان محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہوا ہے ۔ اور محمد بن عبداللہ رسول اللہ کے حکم سے اسے خالد بن سعید نے لکھا ہے، کوئی اس کی خلاف ورزی کر کے محمد رسول اللہؐ کے اس معاہدہ ثقیف کو توڑ کر اپنے نفس پر ظلم نہ کرے ۔ اس عہدنامہ پر گواہ حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حسن بن علیؓ اور حسین بن علیؓ ہیں ۔"

ابو عبیدؒ : ۔ اس حدیث میں فقہی مسئلہ یہ ہے کہ آپ نے حضرات حسن و حسینؓ کی شہادت درج فرمائی ۔

بعض تابعین سے بھی اس قسم کی روایات منقول ہیں کہ بچوں کی گواہی لکھی جائیگی اور انہیں (ان کے آباء کی طرف) منسوب کیا جائے گا ۔ اور یہ پسندیدہ عمل ہے ۔ اور اب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہو گئی ۔

امام وقت کتاب و سنت کی حدود میں رہتے ہوئے اسلامی مفاد کے مدنظر مراعات دے سکتا ہے

اس معاہدہ کی رو سے آپؐ نے خصوصی طور پر ان کے اسلام قبول کرنے پر اُنھیں کچھ مراعات دیں مثلاً اُن کی وادی کو حرام قرار دینا ، اور اُن کے طائف کو عبور نہ کرنا ، اور انھیں مغلوب کرنے کے لئے کسی کا وہاں نہ داخل ہونا ، نیز ان پر انہی کا امیر مقرر کئے جانے کی شرط ۔" یہ تمام خصوصی مراعات اسی قبیل کی ہیں جن کے بارے میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ امام وقت اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی صوابدید کے مطابق عمل کرے گا ۔

marfat.com

Marfat.com

اگر اسے دشمن کے غلبہ کا اندیشہ ھو اور بغیر کچھ دئے ہوئے ان سے بچاؤ ممکن نہ سمجھتا ہو تو وہ ایسا بھی کر لے گا ، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں مختلف مخالف جماعتوں سے کرنا چاھا تھا ۔ اسی طرح اگر کوئی جماعت بغیر کچھ مراعات لئے اسلام لانے پر آمادہ نہ ہو تو امام کو حق حاصل ہے کہ انہیں تالیف قلب کے لئے وہ مراعات دے دے بشرطیکہ ان کے اسلام لانے سے اسلام کو غلبہ و سربلندی حاصل ہو اور اسلام ان کی ایذا رسانیوں اور حملوں سے محفوظ رہے ۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ کیا جن کی تالیف قلب مقصود تھی ، تاآنکہ وہ اسلام میں دلچسپی لینے لگیں اور اسلام سے متعلق ان کی نیتیں سدھر جائیں ، تاہم یہ مراعات اسی حد تک جائز ہیں کہ کتاب و سنت کے خلاف نہ ہوں ۔

اس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے ملتا ہے کہ آپ نے انہیں ربا (سود) حلال ہونے کی مراعات نہ دی ۔ دیکھ لیجئے کہ کس طرح آپ نے یہ شرط ان سے کی کہ وہ صرف راس المال لیں گے ۔ یہ تو اس معاہدہ کی کیفیت ہے جو زمانۂ جاھلیت میں ہوا ۔ ظاہر ہے کہ جو معاہدہ اسلام میں ہو گا اس میں تو محرمات کو اور شدت سے روکا جائے گا اور کسی صورت بھی انہیں جائز قرار نہیں دیا جائے گا ۔ بعض روایات میں ہے کہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ازیں یہ درخواست کی تھی کہ وہ اسلام اس شرط پر لانے کے لئے تیار ہیں کہ زنا ، ربا اور شراب ان کے لئے حلال رکھے جائیں ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی یہ درخواست مسترد کر دی اور وہ اپنے وطن واپس چلے گئے ، پھر وہ برضا و رغبت اسلام قبول کرنے کے لئے واپس آئے ۔ اس موقع پر رسول اللہؐ نے انہیں یہ عہد نامہ لکھ دیا تھا ۔

marfat.com
Marfat.com

دومـۃ الجندل کے باشندوں کے نام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہدنامہ

(۵۰۸) ابو عبیدؒ :۔ یہ عہدنامہ ایک بزرگ میرے پاس لائے ۔ یہ سفید چرم کے صفحہ پر لکھا ہوا تھا ۔ میں نے خود اس کا نسخہ پڑھا، پھر اسے حرف بحرف نقل کر لیا ۔ اس کی عبارت حسب ذیل ہے :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دومـۃ الجندل اور اس کے مضافات کے حاکم اُکیدر کے نام ۔ اس موقع پر جب اُس نے غیراللہ قوتوں اور بتوں کو چھوڑ کر خالد بن الولیدؓ سیف اللہ کے ذریعہ دعوت اسلام قبول کر لی یہ عہدنامہ تحریر کیا گیا :۔

اس علاقہ میں سے اتھلے پانی اور اس کے نواحی کی مرتفع زمینیں، ویرانے، بیابان بنجر وغیر آباد و بےنشان زمینیں ، زرہیں ، اسلحہ، گھوڑے اور سواری کے دیگر سم دار جانور اور قلعے ہمارے ہیں ۔

اور تمہارے لئے شہر کے نخلستان ، آبادی کے بہتے چشمے ہیں ۔ تمہارے مویشیوں کو چراگاہوں میں چرنے سے نہیں روکا جائے گا ، نہ ان کو زکواۃ وصول کرنے والے کے پاس جمع کیا جائے گا بلکہ انہیں گھاٹ اور چراگاہ پر پہنچ کر گنا جائے گا ۔ جداگانہ مالکوں کے جانوروں کو یکجا کر کے نہیں گنا جائے گا (کہ اس طرح ان پر زکوٰۃ لگ جائے) تمہیں زمین کی پیداوار (نباتات) سے روکا نہیں جائے گا ۔

تم وقت پر نماز قائم کرو گے اور پوری زکوۃ ادا کرو گے ۔ تمہارے اُوپر اس عہدنامہ کے سلسلہ میں اللہ کے پختہ عہد کی ذمہ داری لازم ہے اور اس کے عوض تم سے صدق ووفا کی جائے گی ۔

اللہ تبارک و تعالی اور مسلم حاضرین اس عہد نامہ پر گواہ ہوئے

marfat.com

Marfat.com

ابو عبیدؒ :۔ میرا خیال ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے ثقیف کے اسلام قبول کرنے پر انھیں کچھ زائد مراعات بخشیں اور جب یہ لوگ مشرف به اسلام ھوئے تو ان لوگوں کے اموال میں سے کچھ لے لیا تھا ۔ ھمارے نزدیک آپ کے اس عمل کی توجیه یه ھے که وہ لوگ (ثقیف) بغیر کسی دباؤ کے برضا و رغبت دائرہ اسلام میں داخل ھوئے اور اُن کے ملک کے کسی علاقه کو (فوجی قوت کے ذریعه فتح نہیں کیا گیا ۔ لیکن یہ لوگ اس وقت مسلمان ھوئے تھے جب مسلمان ان پر غالب ھو چکے تھے اور اگر مسلمان اُن کے پاس ھتھیار، سواریاں اور قلعے چھوڑ دیتے تو انھیں ان کی بدعہدی کی وجه سے ھر آن ان کی طرف سے خطرہ رھتا ۔ چنانچه اُن کی یه اشیاء ضبط کرنے، اور انھیں ان چیزوں سے بےدخل کرنے کے بعد ان کا اسلام قبول کیا گیا ۔

اسی قسم کا معاملہ حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کے ساتھ کیا تھا جبکہ ان مرتدین کو مجبور و مقہور ھو کر دعوت اسلام قبول کرنا پڑی تھی :۔

(۵۰۹) طارق بن شہاب کہتے ھیں کہ اسد و غطفان کے نمائندوں پر مشتمل وفد بزاخه صلح کی درخواست لے کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا ۔ حضرت ابو بکرؓ نے انھیں دو شکلوں میں سے ایک شکل انتخاب کرنے کا اختیار دیا، یا تو ایسی جنگ جس کے بعد تم جلاوطن کر دئے جاؤ یا رسوا کن صلح و امن ۔ وہ لوگ کہنے لگے: ,,جلاوطن کر دینے والی جنگ تو ھم سمجھتے ھیں ۔ یه بتائیے که رسواکن صلح و امن کیا ھوتا ھے؟،، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ,,اس کی صورت یه ھو گی که تم سے ھتھیار اور گھوڑے چھین لئے جائیں اور تمھیں اونٹوں کی دموں کے پیچھے لگنے کے لئے چھوڑ دیا

marfat.com
Marfat.com

جائے (۸) تاآنکہ خلیفہ و مہاجرین تمہارے چال چلن سے مطمئن ہو کر تمہیں قابل معافی قرار دے دیں ۔ نیز یہ کہ تمہارا جو مال ہمیں ملا ہے وہ غنیمت قرار پائے اور تم نے جو ہمارا مال لیا ہے وہ ہمیں واپس کر دو ۔ ہمارے مقتولین کی تم دیت دو اور تمہارے مقتولین جہنم رسید ۔

اس پر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا: ,,یہ آپ نے اپنی صوابدید سے فیصلہ کیا ہے اور ہمارا تبصرہ و مشورہ اس پر یہ ہے : ,,آپ نے یہ بہت اچھا فیصلہ کیا ہے کہ ان کے ہتھیار اور سواریاں چھین لی جائیں ۔ یہ بھی خوب فیصلہ ہے کہ انھیں اونٹوں کی دموں کے پیچھے لگا دیا جائے تاآنکہ اللہ اُن کے چال چلن سے خلیفہ اور مہاجرین کو مطمئن کر دے اور وہ انھیں معافی کا مستحق سمجھ لیں ۔ اور یہ بھی خوب فیصلہ ہے کہ ان کا جو مال ہمارے ہاتھ لگا وہ غنیمت ۔ اور انھیں جو ہمارا مال ملا ہے وہ واپس ۔ البتہ آپ کا یہ فیصلہ کہ وہ ہمارے مقتولین کی دیت دیں اور ان کے مقتولین جہنم رسید سو مجھے اپنے مقتولین کے سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ وہ اللہ کے حکم پر تھے اور فی سبیل اللہ قتل ہوئے ۔ ان کا بدلہ اللہ پر ہے ۔ ان کی دیتیں نہیں لی جائیں گی ۔ "

چنانچہ سب لوگوں نے حضرت عمرؓ کی اس ترمیم کی مواقف کی۔

اسلام اور غلامی کے درمیان عبوری کیفیت

ابو عبیدؒ ملاحظہ فرمایا آپ نے حضرت ابو بکرؓ نے اُس وقت تک اُن کا اسلام قبول نہ کیا تاوقتیکہ انھیں ان کے ہتھیاروں اور سواریوں سے بےدخل نہ کر دیا ۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس بارے میں ان کی تائید کی اور اُن کے ساتھ تمام قوم نے بھی ۔ اور ہمارا خیال ہے کہ انھوں نے یہ تائید اس لئے کی تھی کہ انھیں رسول اللہؐ کی اس سنت کی اتباع مقصود تھی جو آپ نے دومۃ الجندل اور اس سے ملتی جلتی

marfat.com

Marfat.com

بستیوں کے بارے میں جاری فرمائی تھی جہاں اسلام بزور و قہر داخل ہوا تھا اور جن کے کچھ علاقے فتح ہو گئے تھے - لیکن اگر یہ لوگ خوف و جبر کے بغیر برضا و رغبت اسلام قبول کرتے تو ان کا مال ان کی ملکیت میں محفوظ رہتا - اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جو اسلام لاتے وقت جن چیزوں کا مالک ہوتا ہے وہ اسی کی رہتی ہیں - اگر یہ لوگ اس وقت تک صلح پر مائل نہ ہوتے تاآنکہ مسلمان ان پر کلی غلبہ حاصل کر لیتے اور یہ اُن کے ہاتھوں قیدی بن جاتے تو ان کی تمام مملوکہ اشیاء ان کی ملکیت سے نکل کر مسلمانوں کے لئے غنیمت بن جاتیں - لیکن وہ ان دونوں حالتوں کے درمیان کی حالت میں تھے اس لئے کہ اُنھوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا اور مسلمانوں نے انھیں نقصان پہنچایا تھا - لہذا صلح ہو گئی -

(۵۱۰) خالد بن الولیدؓ نے بھی اھل یمامہ کے ساتھ ایسا ھی سلوک کیا تھا - محمد بن اسحق روایت کرتے ھیں: ,,حضرت خالدؓ کو (مسیلمہ کے ساتھ) جنگ نے نڈھال کر دیا تھا اور مسلمان جنگجو بڑی تعداد میں قتل ہو چکے تھے - اس وقت مجاعة بن مرارة حنفی نے بچوں اور عورتوں کو ہتھیار بند کر کے قلعوں پر کھڑا کر دیا - جب خالدؓ نے انھیں دیکھا تو سمجھے کہ یہ جنگجو فوجی ھیں - جنگ سے ان کی اور جملہ مسلمانوں کی بری حالت ہو چکی تھی - تب مجاعہ نے ان سے صلح کی درخواست کی اور خالدؓ نے ان سے غلاموں کا چوتھائی حصہ ، سونے چاندی اور اسلحہ کا آدھا حصّہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی - صلح کے بعد جب حضرت خالدؓ قلعوں میں داخل ہوئے اور وہاں انھیں عورتوں اور بچوں کے سوا کوئی نظر نہ آیا تو اُنھوں نے مجاعہ سے کہا : ,,تو نے مجھے چکمہ دے دیا،، مجاعہ نے کہا: ,,یہ میری قوم کا معاملہ تھا، اور جو حالات آپ نے ملاحظہ فرمائے ان میں اس کے سوا میں کر بھی کیا سکتا تھا؟،،

marfat.com
Marfat.com

(۵۱۱) ابن اسحق کہتے ھیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے سلمہ ابن سلامۃ بن وقش کو خالد بن الولیدؓ کے پاس یہ حکم دے کر بھیجا تھا کہ بنی حنیفہ کے کسی بالغ مرد کو زندہ نہ چھوڑنا ۔ لیکن جب وہ وھاں پہنچے تو اُنھوں نے دیکھا کہ خالدؓ نے ان سے مذکورہ بالا شرائط پر صلح کر لی ھے ۔

ھجر والوں کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی

(۵۱۲) عروۃ بن الزبیرؓ راوی ھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باشندگان ھجر کے لئے یہ عہدنامہ لکھا :۔

,,بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ تحریر محمد نبی و رسول اللہؐ کی جانب سے اھل ھجر کے نام ھے ۔ تم سلامتی و امن سے رھو ۔ میں تمھارے سامنے اللہ وحدہ لاشریک لہ کی حمد بیان کرتا ھوں ۔ امابعد ۔ میں تمھیں اللہ کا واسطہ اور خود تمھاری جانوں کا واسطہ دے کر یہ تلقین کرتا ھوں کہ ھدایت پالینے کے بعد گمراہ نہ ھوجانا ۔ اور راہ راست پر آ جانے کے بعد بےراہ نہ ھو جانا ۔

میرے پاس تمھارا وفد آیا ۔ میں نے ان کے ساتھ وھی سلوک کیا جس سے وہ خوش ھونے ۔ اگر میں تم سے اپنا پورا حق لے لوں تو ھجر سے تم کو نکال دیتا ۔ لیکن میں نے تمھارے غیرموجود لوگوں کی سفارش قبول کی ۔ اور تمھارے ان لوگوں پر جو موجود ھیں احسان کیا ۔ تم اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد رکھو ۔

مجھے تمھارے کاموں کی خبر پہنچی ھے ۔ یاد رکھو جو تم میں سے اچھا کام کرے گا اس کے سر بدکار کا جرم نہیں تھوپا جائے گا ۔

جب میرے مقرر کردہ امیر تمھارے پاس آئیں تو اُن کی اطاعت کرنا ۔ اور اللہ کی راہ میں اور اس کا حکم بجا لانے میں ان کی مدد

marfat.com
Marfat.com

کرنا ، دیکھو ! تم میں سے جو بھی نیک کام کرے گا تو وہ نہ اللہ کے پاس بے نتیجہ رہے گا نہ میرے پاس ۔،،

اهل ایله کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا عہدنامہ

(۵۱۳) یہ بھی اول الذکر عہدنامہ کی طرح اسی سند سے عروة بن الزبیر ھی سے مروی ھے ۔

،،بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ امان نامہ اللہ اور محمد نبی و رسول اللہؐ کی جانب سے یوحنہ (۹) بن رؤبہ اور باشندگان ایلہ کے نام ھے ۔ یہ امان نامہ ان کی کشتیوں اور قافلوں اور اُن کے بحروبر کے لئے ھے ۔ وہ اور ان کے ساتھ ھر راہ گیر شامی ھو یا یمنی یا سمندری علاقہ کا، اللہ کی ذمہ داری اور محمدؐ نبی کی ذمہ داری میں ھے ۔

اب جو بھی عہدشکنی کرے گا تو اُس کا مال اُس کی جان ر نہیں بچا سکے گا ۔ اور جو بھی اسے لے لے وہ اس کے لئے حلال ھو گا۔ل

وہ جس گھاٹ پر اُترنا چاھیں اور جس بحری یا بری راستہ کو ی اختیار کرنا چاھیں انہیں اس سے روکنا جائز نہیں ھو گا ۔ ،،

اس تحریر کا کاتب جہیم بن الصلت ھے

خزاعہ کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا عہدنامہ

(۵۱۴ ۔ ۵۱۵) یہ عہدنامہ دو مختلف اسناد (جن کے آخری رو راوی شعبی اور عروۃ ھیں) سے مروی ھے ۔ اور ایک سند کے الفاظ لفا دوسری سند میں مل گئے ھیں ۔ دونوں راوی کہتے ھیں کہ رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ کے نام یہ مکتوب تحریر فرمایا :

بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی کی جانب سے بدیل و بسر اور سرداران بنی عمرو کے نام ۔

میں تمہارے سامنے اللہ وحدہ لاشریک لہ کی حمد بیان کرتا ھوں رہ

marfat.com
Marfat.com

بعد ازاں میں اس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ مجھے تمہارے ساتھ معاہدہ سے کوئی گزند نہیں پہنچا نہ تمہاری خیر خواہی مجھ سے مفقود ہوئی ۔

باشندگان تہامہ!میں تم اور تمہارے پاکباز و نماز گذار متبعین ہی میری نظر میں سب سے معزز اور قریبی رشتہ دار ہیں ۔ میں نے تم میں سے ہر ہجرت کرنے والے کے لئے خواہ وہ اپنے علاقہ میں ہو وہی عہد لیا ہے جو میں نے اپنے لئے لیا ہے ۔ بشرطیکہ وہ حج یا عمرہ کے علاوہ مکہ میں سکونت پذیر نہ ہو ۔ اور اگر میں سلامت رہا تو میری طرف سے تمہیں کوئی خطرہ پیش نہیں آئے گا اور نہ تم سے بدعہدی ہو گی ۔

علقمہ بن علاثہ اور ہوذہ کے دونوں بیٹے اسلام لے آئے اور انہوں نے ہجرت کی ۔ ساتھ ہی اُنہوں نے اپنی اتباع کرنے والوں کی جانب سے بھی بیعت اور ان دونوں نے اپنے متبعین کے لئے بھی وہی عہد لیا جو انہوں نے اپنے لئے لیا ہے ۔ اور دوستی و دشمنی میں یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں ۔

میں نے تم سے کوئی خلاف واقعہ بات نہیں کی ۔ تمہارا رب تمہیں زندہ و سلامت رکھے ۔

زرعہ بن ذی یزن کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی

(۵۱۶) عروۃ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زرعہ کے نام یہ خط تحریر فرمایا :

,,بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ امابعد ۔ محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے زرعہ بن ذی یزن کے نام ۔ جب تمہارے پاس

marfat.com

Marfat.com

میرے فرستادے (محصلین) پہنچیں تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنا ۔ یہ فرستادے معاذ بن جبل ، عبداللہ ابن رواحہ، مالک بن عبادۃ ، عتبہ بن نیار، مالک بن مرارہ اور اُن کے ساتھی ہیں ۔

تم اپنے پاس کا جزیہ و صدقہ اکٹھا کر کے میرے محصلین کے حوالہ کر دو ۔ ان کے امیر معاذ بن جبل ہیں اور پوری کوشش کرو کہ یہ تمہارے پاس سے راضی اور خوش خوش پلٹیں ۔

محمدؐ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اُس کا بندہ اور اُس کا رسول ہے ۔

مجھے مالک بن مرارہ رھاوی نے بتایا کہ تم نے حمیر میں سب سے پہلے اسلام قبول کر کے مشرکین سے علیحدگی اختیار کر لی ہے ۔ لہٰذا تمہیں خیرو فلاح کی خوشخبری دی جاتی ہے ۔ اور اے (قبیلہ) حمیر ! میں تمہیں حکم دیتا ہوں، تم خیانت نہ کرنا ۔ نہ باہم لڑائی جھگڑا کرنا ۔ نہ حق کے آڑے آنا ۔ محمدؐ رسول اللہ تمہارے امیر و فقیر کا سرپرست ہے ۔ اور واضح رہے کہ صدقہ (زکوۃ) محمدؐ اور اُس کے گھر والوں پر حلال نہیں ہے کیونکہ وہ زکوۃ ہے جو تم مومن فقیروں کو دیتے ہو ۔

مالک نے حالات بتا دئے ہیں اور پوشیدہ امور کی پاسداری کی ہے ۔

اور میں نے تمہارے پاس اپنے اہل کے نیک اور دیندار شخص کو بھیجا ہے ۔ میں تمہیں اس کے بارے میں خیر کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اس کی طرف نظر رکھی جائے گی ۔ والسلام

ابو عبیدؒ : ۔ میرا خیال ہے کہ شخص مذکور سے مراد حضرت ,,معاذ بن جبلؓ ،، ہیں ۔

marfat.com
Marfat.com

مومنین اور اهل مدینه و یهود کے درمیان معاهده

آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم کا عهدنامه جو آپ نے مدینه تشریف آوری پر مومنین اور مدینه والوں کے درمیان لکھوایا ، جس میں مدینه کے یهود سے مصالحت کا پیمان بھی هے ۔

(۵۱۷) ابن شهاب کهتے هیں مجھے یه روایت پهنچی هے که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے یه معاهده تحریر فرمایا :

,,یه محمد نبی و رسول اللہ (صلی اللہ علیه وسلم) کا عهدنامه هے جو قریشی اور مدنی مومنین و مسلمین کے درمیان نیز ان لوگوں کے درمیان جو اُن کی پیروی کر کے اُن میں اس طرح آملیں که اُن کے ساتھ رهیں اور اُن کے ساتھ جهاد کریں ۔ یه سب لوگ مل کر دوسرے لوگوں سے الگ هو کر ایک اُمت قرار پائیں گے ۔

قریشی مهاجرین اپنے نظام قبیله کے مطابق باهم اپنی پهلی دیتیں ادا کریں گے ۔ اسی طرح وه اپنے قیدیوں کا فدیه مومنوں اور مسلمانوں میں مروجه دستور و انصاف سے ادا کریں گے ۔

بنو عوف اپنے نظام قبیله کے مطابق باهم اپنی پهلی دیتیں ادا کریں گے اور ان میں سے هر جماعت مومنوں میں مروجه دستور و انصاف سے اپنے قیدیوں کا فدیه ادا کرے گی ۔

بنو الحارث بن الخزرج اپنے نظام کے مطابق اپنی پهلی دیتیں ادا کریں گے ۔ اور ان کا هر گروه اپنے قیدی کا فدیه مومنین میں مروجه دستور و انصاف سے دے گا ۔

بنو ساعده اپنے نظام کے مطابق اپنی پهلی دیتیں ادا کریں گے اور اُن کا هر گروه اپنے قیدی کا فدیه مومنین کے مروجه دستور و انصاف سے دے گا ۔

بنو جشم اپنے نظام کے مطابق اپنی پهلی دیتیں ادا کریں گے اور

marfat.com

Marfat.com

اُن کا ہــر گــروہ اپنے قیــدی کا فدیہ مومنین کے مروجہ دستور و انصاف سے دے گا ۔

بنو النجار اپنے نظام کے مطابق اپنی پہلی دیتیں ادا کریں گے اور اُن کا ہر گروہ اپنے قیدی کا فدیہ مومنین کے مروجہ دستور و انصاف سے دے گا ۔

بنو عمرو بن عوف اپنے نظام کے مطابق اپنی پہلی دیتیں ادا کریں گے اور اُن کا ہر گروہ اپنے قیدی کا فدیہ مومنین کے مروجہ دستور و انصاف سے دے گا ۔

بنو النبیت اپنے نظام کے مطابق اپنی پہلی دیتیں ادا کریں گے اور اُن کا ہر گروہ اپنے قیدی کا فدیہ مومنین کے مروجہ دستور و انصاف سے دے گا ۔

اور بنوالاوس اپنے نظام کے مطابق اپنی دیتیں ادا کریں گے اور اُن کا ہر گروہ اپنے قیدی کا فدیہ مومنین کے مروّجہ دستور و انصاف سے دے گا ۔

مومن اپنے کسی زیربار قرضدار (۱۰) کو بے مــدد نہیں چھوڑیں گے بلکہ قاعدہ کے مطابق فدیہ، دیت اور تاوان ادا کرنے میں اُس کی مدد کریں گے ۔ اور یہ کہ تقوی شعار مومنین متحد ہو کر ہر اس شخص کی مخالفت کریں گے جو ان میں سے مومنوں کے درمیان ظلم، گناہ ، زیادتی ، سرکشی اور فساد و بغاوت کا موجب ہو گا ۔ وہ سب اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے خواہ وہ ظالم ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو ۔

کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے عوض قتل نہیں کرے گا ۔ اور نہ مومن کے خلاف وہ کسی کافر کی مدد کرے گا ۔

marfat.com

Marfat.com

مومنین دوسرے لوگوں کو الگ کر کے آپس میں ایک دوسرے کے مددگار و کار ساز ہوں گے ۔ یہودیوں میں سے جو بھی ہمارا تابع ہو جائے گا اس کے ساتھ دستور کے مطابق معاملہ اور انصاف و مساوات کا سلوک رکھا جائے گا ۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ، نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی ۔

مومنین کی صلح یکساں اور برابر کی حیثیت رکھتی ہے ۔ کوئی مومن قتال فی سبیل اللہ میں دوسرے مومن سے الگ ہو کر صلح نہیں کرے گا ۔ اسے مسلمانوں کے درمیان مساوات و عدل ملحوظ رکھنا ہو گا ۔

ہر غازی جماعت کے افراد آپس میں ایک دوسرے کی جانشینی کریں گے ۔

تقویٰ شعار مومنین اس معاہدہ کے بہتر و درست تر (شرائط) پر کار بند رہیں گے ۔

کوئی مشرک (۱۱) قریش کے مال کو پناہ نہیں دے گا اور نہ کسی مومن کے مقابلہ میں وہ (مشرکین) قریش کی مدد کرے گا ۔

جو ناحق کسی مومن کا خون کرے گا اسے مقتول کے عوض قتل کیا جائے گا ۔ الا یہ کہ اس مقتول کا ولی اس کے عوض خون بہا لینے پر رضا مند ہو جائے (۱۲) اور تمام مومنین قاتل کے خلاف رہیں گے ۔

کسی مومن کے لئے جو اس معاہدہ کی پابندی کا اقرار کر چکا ہے یا اللہ اور روز آخرت پر ایمان لا چکا ہے ۔ یہ جائز نہ ہو گا کہ وہ کسی قانون شکن (۱۳) کی مدد کرے یا اسے پناہ دے ۔ جو ایسے مجرم کی مدد کرے یا پناہ دے تو اس پر قیامت کے دن تک اللہ کی لعنت اور اس کا غضب ہو، اس سے نہ توبہ قبول کی جائے گی نہ فدیہ ۔ (۱۳)

اور تم لوگ جب بھی کسی معاملہ میں باہم اختلاف کرو گے تو اس کے فیصلہ کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف رجوع ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ۔

marfat.com

Marfat.com

مومنین جب تک جنگ میں مصروف رہیں گے جنگی اخراجات میں یہودی ان کے شریک رہیں گے ۔ (۱۵)

بنی عوف کے یہود و بذات خود اور اپنے خلفاء و موالی کے ساتھ مل کر مومنین میں کی ایک امت ہوں گے . یہودی اپنے دین پر کاربند رہیں گے اور مومن اپنے دین پر ۔ البتہ جس نے ظلم و گناہ کیا تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو تباھی میں ڈالے گا ۔

بنی النجار کے یہودیوں کے لئے بھی وھی کچھ مراعات ھیں جو بنی عوف کے یہودیوں کے لئے ھیں ۔ اور بنو الحارث کے یہودیوں کے لئے بھی وھی کچھ ھے جو بنی عوف کے یہودیوں کے لئے ھے ۔ بنی جشم کے یہود کے لئے بھی وھی کچھ ھے جو بنی عوف کے یہود کے لئے ھے اور بنی ساعدہ کے یہود کے لئے بھی وھی کچھ ھے جو بنی عوف کے یہود کے لئے ھے اور اوس کے یہود کے لئے بھی وھی کچھ ھے جو بنی عوف کے یہود کے لئے ھے ۔ لیکن جس نے ان میں سے ظلم و زیادتی کی تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو تباھی میں ڈالے گا ۔

اور ان قبائل میں سے کوئی فرد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر (مدینہ سے) باھر نہیں نکلے گا ۔

اس معاھدہ کے شرکاء سے جو جنگ کرے گا تو تمام شرکاء اس کے خلاف آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے خیرخواہ رہیں گے اور بہرحال مظلوم کی مدد کریں گے ۔

اور اس معاھدہ والوں کے لئے مدینہ کی حدود کا داخلی علاقہ حرم کی حیثیت رکھے گا ۔

اور اس معاھدہ والوں کے درمیان جو بھی نیا معاملہ یا قانون شکنی کا واقعہ پیش آئے گا جس سے نقصان اور فساد کا امکان ھو تو

marfat.com
Marfat.com

اس کے فیصلہ کے لئے اللہ اور محمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف رجوع کیا جائے گا ۔

اور جو یثرب (مدینہ) پر یلغار کرے گا تو یہ معاہدہ کرنے والے باہمی امداد سے اس کے مقابلہ کا جواب دیں گے ۔

ان (مسلمانوں) میں سے جو اپنے حلیف کے ساتھ صلح کرنے کے لئے یہود کو دعوت دے تو یہود اس سے صلح کر لیں گے ۔ اسی طرح اگر وہ (یہود) ہمیں کسی ایسی ہی صلح کی دعوت دیں تو مومنین بھی اس دعوت کو قبول کریں گے ۔ ہاں اگر وہ حلیف دین (اسلام) سے برسرپیکار ہو تو اس سے صلح نہیں کی جائے گی ۔

اخراجات میں تمام لوگ اپنے اپنے حصے کے ذمہ دار ہوں گے ۔

اوس (قبیلہ) کے یہود بذات خود اور ان کے حامی و حلفاء اس عہدنامہ پر خوبی و عمدگی سے عمل پیرا ہونے والوں کے ساتھ رہیں گے ۔

اور بنی الشعبہ جفنہ کا ایک خانوادہ ہے ۔ گناہ کی حدود سے ورے نیکی اور وفاداری ہے ۔ ہر کام کرنے والا اپنے عمل کا ذمہ دار ہو گا زیادتی کرنے والا اپنے نفس پر زیادتی کرے گا ۔

اس معاہدہ پر سچائی اور نیکی سے کاربند رہنے والوں پر اللہ ہے ۔

یہ معاہدہ ظالم اور گنہ گار کو اس کے عمل بد کے انجام سے نہیں بچائے گا ۔

جو (مدینہ سے) باہر نکل جائے گا وہ مامون رہے گا اور جو (مدینہ میں) بیٹھا رہے گا وہ بھی مامون ہوگا ، لیکن جو ظلم و گناہ کرے گا وہ مامون نہیں رہے گا ۔

اس معاہدہ کے (پابند کہلانے کے) زیادہ مستحق وہی ہوں گے جو نیکوکار و وفادار ہیں (١٦)

marfat.com

Marfat.com

ابو عبید : ۔ اس معاهده کی یه شق : ,,بنی عوف کے یہود مومنوں کی ایک امت ہوں گے،، سے مراد یه ہے که یه لوگ دشمنان اسلام کے خلاف (جنگ کی صورت میں) شرط کے مطابق اخراجات کے ذریعه مسلمانوں کی (مادی) مدد کرتے رہیں گے ۔ رہ گیـا دین کا معامله ســو وہ بالکل جداگانه ہے اس سے اُن کا کوئی تعلق نہیں ۔ یہی سبب ہے که اس کے آگے ہی آپ نے یه تصریح فرما دی که یہود اپنے دین پر کار بند رہیں گے اور مومنین اپنے دین پر ۔

ہماری رائے میں یه معاهده رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی مدینه میں تشریف آوری کے آغاز کے وقت کیا گیا ہے ۔ یه وہ زمانه تھا جب اسلام کو استحکام و غلبه حاصل نہیں ہوا تھا ۔ نه اس وقت تک اہل کتاب سے جزیه لینے کا حکم صادر ہوا تھا ۔ یه (مدینه کے) اہل کتاب تین گروہوں پر مشتمل تھے ۔

بنو قینقاع، بنو النضیر اور بنو قریظه ۔

ان میں سب سے پہلے جس گروہ نے غداری اور عہدشکنی کا ارتکاب کیا وہ بنو قینقاع ہے ۔ یه لوگ عبداللہ بن ابی کے حـلیف تھے۔ ۔ ان کے اس جـرم پر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے انہیں مـدینه سے جلاوطن کر دیا ۔

دوسرا نمبر بنو النضیر کا ہے اور پھر بنو قریظـه کا، ان قبائل کی جلاوطنی اور قتل کئے جانے کا تذکرہ ہم اپنی اس کتاب میں پہلے کر چکے ہیں ۔

اہل دمشق کے نام خالد بن الولیدؓ کا صلح نامه

(۵۱۹) ابن سراقه کہتے ہیں که خالد بن الولیدؓ نے اہل دمشق کے نام یه معاهده تحریر کیا :

,,یه خالد بن الولیدؓ کی طرف سے اہل دمشق کے نام صلح نامه ہے۔

marfat.com

Marfat.com

میں نے باشندگان دمشق کو اُن کی جان و مال اور گرجوں پر امان دے دی ۔،،

ابو عبیدؒ:۔ اس معاہدہ صلح کا کچھ حصہ مجھے یاد نہیں رہا ۔ اس کے آخر میں یہ عبارت تھی :۔

،،اس معاہدہ پر ابو عبیدۃ بن الجراح، شر جیل بن حسنہ ، قضاعی بن عامر گواہ ہوئے اور یہ ۱۳ (ھجری) میں لکھا گیا ۔

الجزیرہ کے باشندوں کے نام عیاض بن غنم کا صلح نامہ

(۵۲۰) علاء بن ابی عائشہ سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے مجھے ایک خط میں لکھا کہ ،،اہل رُھا ،، سے دریافت کرو کہ ان سے کوئی معاہدہ صلح ہوا ہے؟ چنانچہ میں نے ان سے دریافت کیا تو اُن کا ایک پادری میرے پاس ایک بٹوا یا ڈبیا لایا جس میں ان کا صلح نامہ تھا اسے دیکھا گیا تو اس میں یہ عبارت تھی :۔

،،یہ عہدنامہ عیاض بن غنم اور اُس کے مسلمان رفقاء کی جانب سے باشندگان رُھا کے لئے لکھا جا رہا ہے ۔

میں نے ان لوگوں کی جان و مال، عورتوں اور بچوں ، نیز ان کے شہر اور چکیوں کو امان بخش دی ہے ۔ بشرطیکہ یہ ان حقوق کو ادا کرتے رہیں جو ان پر عائد کئے گئے ہیں ۔ اللہ اور اُس کے فرشتے اس پر گواہ ہیں ۔،،

چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے اسی معاہدہ کو ان پر نافذ کرنے کی اجازت دے دی ۔

ابو عبیدؒ:۔ دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب عیاض نے باشندگان رُھا سے یہ صلح کر لی تو اُن کی اس صلح میں تمام باشندگان الجزیرہ بھی داخل ہو گئے ۔

ارمینیا کے علاقہ تفلیس (۱۷) کے باشندوں کے نام حبیب بن مسلمہ کا

marfat.com

Marfat.com

عہدنامہ

(۵۲۱) ارمینیا کے باشندے احمد بن الازرق راوی ہیں کہ باشندگان تفلیس سے صلح کے دوران حبیب بن مسلمہ کا عہدنامہ پڑھا جا رہا تھا اور میں اسے دیکھ رہا تھا، اس میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ حبیب بن مسلمہ کی طرف سے سرزمین ہرمن (۱۸) کے باشندگان طفلیس کے نام عہدنامہ ہے ۔

تمہیں، تمہاری اولاد کو، تمہارے گھر والوں کو، تمہارے اموال کو ، تمہارے گرجوں، عبادت گاہوں ، خانقاہوں کو تمہارے دین کو امان بخشی جاتی ہے اس شرط پر کہ تم جزیہ ادا کرنے کی محکومانہ پابندی کا اعتراف کر لو ۔ اس جزیہ کی مقدار ہر گھر والوں پر ایک پورا دینار ہو گی ، تمہیں یہ اجازت نہ ہو گی کہ تم جزیہ کم کرنے کے لئے متفرق گھروں کو جمع کر کے ایک بنالو، نہ ہمیں یہ حق حاصل ہوگا کہ ہم جزیہ بڑھانے کے لئے ایک گھر کو متفرق گھروں میں بانٹ دیں ۔

تمہارے اُوپر یہ ذمہ داری ہو گی کہ اپنی استطاعت کے مطابق اللہ اور اُس کے رسولؐ اور مومنین کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری خیرخواہی کرتے رہو اور ہمیں قوت فراہم کرتے رہو ۔ نیز راستہ عبور کرنے والے مسلمان کی ایک شب ، اہل کتاب کے حلال ماکولات و مشروبات سے ضیافت کرتے رہو، اور اپنا نقصان کئے بغیر انہیں راستہ بتاتے رہو ۔ اگر تمہارے علاقہ میں پہنچ کر کسی مسلمان کو اپنی منزل تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ ہو جائے تو تمہیں اسے سب سے قریبی مومنوں اور مسلمانوں کی جماعت تک پہنچانا ہو گا ۔ الا یہ کہ ان تک پہنچنے میں کوئی حائل ہو ۔

marfat.com

Marfat.com

اگر تم توبہ کر کے نماز قائم کرنے لگو اور زکوٰۃ دینے لگو تو تم ہمارے دینی بھائی ہو جاؤ گے۔

جو ایمان واسلام اور جزیہ سے روگردانی کرے گا وہ اللہ، اُس کے رسول اور مومنین کا دشمن قرار پائے گا۔ اور اُس کے خلاف اللہ سے مدد مانگی جائے گی۔

اگر مومنین کسی مصروفیت کی بناء پر تمہاری نگرانی و حفاظت نہ کر سکیں اور دشمن تمہیں مغلوب کر لے تو مسلمانوں اور مومنوں کے زیر سایہ آنے کے بعد اس مغلوبیت پر تم سے کوئی مواخذہ نہ ہو گا، نہ اس کی وجہ سے تمہارا یہ معاہدہ ٹوٹے گا۔ یہ تمہارے فرائض ہیں، اور یہ تمہارے لئے مراعات ہیں۔

اللہ، اُس کے فرشتے، اُس کا رسول اور مومنین اس پر گواہ ہوئے، اور اللہ گواہی کے لئے کافی ہے۔"

اھل تفلیس کے نام مکتوب

(۵۲۲) "حبیب بن مسلمہ کی جانب سے اھل تفلیس کے نام۔ تم سلامت رہو۔ میں تمہارے سامنے اللہ وحدہ لاشریک لہ کی حمد بیان کرتا ہوں۔

امابعد۔ تمہارا قاصد تفلی میرے اور میرے مومن ساتھیوں کے پاس آیا۔ اس نے تمہارے متعلق بتایا کہ تم لوگ ایسی قوم ہو جسے اللہ نے عزت و مرتبہ بخشا اور ان میں انبیاء مبعوث فرمائے۔ اور اللہ تعالی نے یہی کچھ ہمارے ساتھ بھی کیا ہے۔ حالانکہ ہم پہلے ذلیل اور کم تعداد تھے، نیٹ جاھلیت ہم پر غالب تھی۔ اللہ رب العلمین و رحمٰن و رحیم کے لئے حمد ہے اور اس کے رسول پر صلواۃ و سلام کہ اس کے ذریعہ ہمیں راہ بتائی گئی۔

marfat.com
Marfat.com

تفلی سے مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے ہمارے دشمنوں کے دلوں میں ہمارا رعب ڈال دیا ہے ـ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ کوئی طاقت و قوت اور کوئی تبدیلی و تغیر اللہ کی مدد کے بغیر ہم پیدا نہیں کر سکتے ـ

تفلی نے مجھے یہ بھی بتایا کہ تم لوگوں نے صلح کر لینا پسند کیا ہے تو تمہاری اس تجویز کو نہ میں ناپسند کرتا ہوں نہ میرے مومن رفقاء ـ

اور تفلی تمہارے تحائف میرے پاس لایا ہے ـ میں نے اور میرے مومن رفقاء نے اس میں جو نقدی اور سامان ہے اس کی قیمت کا اندازہ سو دینار لگایا ہے ـ یہ رقم ادا کرنا تمہارے اُوپر فرض نہیں ـ تمہارے اوپر جو فرض ہے وہ فی گھر ایک پورا دینار (۱۹) بطور جزیہ ادا کرنا ہے یہ فدیہ نہیں ـ

میں نے تمہارے لئے معزّز مومنین کی موجودگی میں ایک معاہدہ اور امان نامہ لکھ کر اسے عبدالرحمن ابن جزء سلمی کے ذریعہ تمہارے پاس بھیج دیا ہے ـ موصوف ہمارے صاحب رائے اور اللہ کے احکام اور اس کی کتاب کے عالم ہیں ـ اگر تم ان کے ہاتھ بھیجے ہوئے معاہدہ کو تسلیم کر لو گے تو یہ معاہدہ تمہارے حوالہ کر دیں گے ـ لیکن اگر تم اسے تسلیم کرنے سے انکار کرو گے تو وہ مساویانہ حیثیت سے (۲۰) اللہ اور اُس کے رسولؐ اور مومنین کی جانب سے تم کو اعلان جنگ سُنا دیں گے ـ اس لئے کہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ـ

جو اللہ کی رہنمائی کے پیچھے لگنا قبول کرے اس پر سلامتی ہو ـ

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱) یہ ولی عہدی کا سلسلہ بنی الحارث میں جاری تھا (ابوعبید) - یہاں ولی عہدی کے لئے ,,واقہ،، کا لفظ استعمال ہوا ہے - ابن الاثیر کا خیال ہے کہ یہ لفظ بجائے ق کے ,,ف،، سے ہے اور اس سے مراد ہے صلیب گھر کا نگران- یہ عیسائی کنیسہ کی ایک اصطلاح ہے -

۲) یہ عربی عبارت ,,ان لایحشروا،، کا ایک ترجمہ ہے، اس کے دوسرے معنے یہ بھی ہیں کہ انہیں فوج میں بھرتی نہیں کیا جائے گا، اور اس کا تیسرا مفہوم وہ ہے جو ابو عبیدؒ نے لیا ہے یعنی ان سے خراج و محصول لینے کے لئے انہیں ملا کر جمع نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے پاس پہنچ کر محصل خراج وصول کرے گا -

۳) یہ کتاب کے متن میں عربی عبارت ,,خریب الارض،، ہے جس کا مفہوم صاف نہیں - ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ یہ ,,خراب الارض،، ہے - لیکن مجموعة الوثائق السیاسیة کے صفحہ ۹۹ پر اس جگہ ,,حرث الارض،، کے الفاظ ہیں، جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ کھلے طور پر زمینوں میں کاشت کی اجازت دے دیں (مترجم)

۴) یہاں وہی حشر کا لفظ ہے جس کی شرح نمبر ۵۰۲ کے تحت حاشیہ میں گذر چکی ہے -

۵) عشر سے مراد درآمدی برآمدی ٹیکس بھی ہوتا ہے - اگرچہ اس کی تفسیر ابو عبید نے آخر میں دوسری طرح کی ہے -

۶) اصل میں خ سے اخلاف ہے لیکن الوثائق السیاسة میں ,,ح،، سے احلاف ہے - ثقیف کے قبائل میں احلاف کا تذکرہ ملتا ہے - خود بنی عوف بن ثقیف احلاف کہلاتے تھے - (دیکھئے معجم قبائل العرب میں ثقیف)

۷) بعد ازاں ابو عبید نے عربی لفظ ,,لواط یا لیاط،، کی لغوی شرح کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ لفظ سود کے معنوں میں ہے - پھر آیت فلکم رءوس اموالکم . لا تظلمون ولا تظلمون (البقرہ : ۲۷۹) کے متعلق بتایا کہ یہ آیت ثقیف کے بارے میں نازل ہوئی تھی پھر عام مسلمانوں پر اس کا اطلاق ہو گیا -

۸) یعنی تمہاری جنگی قوتوں کو ختم کرکے، بےضرر بنا کر، تمہیں کھیتی باڑی میں لگا دیا جائے -

۹) یہ نام بغیر ,,و،، کے یحنّہ بھی لکھا گیا ہے دیکھئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی مجموعة الوثائق السیاسیة : ۳۳

۱۰) یہ مفرح کا ترجمہ کیا گیا ہے - اس کے معنے مصیبت زدہ دکھیارا اور پریشان حال - نیز بےمایہ کنگال ہیں - بعض نسخوں میں یہ لفظ جیم سے ,,مُفرج،، ہے اور اس کے معنی بھی مُفرَح ہی کے ہیں لیکن جیم سے اس کے معنے وہ مقتول بھی ہیں جو دو بستیوں کے درمیان پایا جائے اور اس کے قاتلین کو معلوم نہ کیا جا سکے - (الروض الانف للسہیلی ۲ : ۱۷)

۱۱) یہاں مشرک سے مراد وہ یہودی ہیں جن سے صلح کی گئی تھی - مقصود یہ ہے کہ یہود سے صلح کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں قریش کی مدد کریں یا مسلمانوں کے دشمنوں اور اُن کے اموال کو پناہ دیں - (ابوعبید)

marfat.com

Marfat.com

۱۲) آپؐ نے یہ فرما کر کہ اگر مقتول کے اولیاء خوں بہا لینا منظور کر لیں تو کوئی مضائقہ نہیں یہ قاعدہ مقرر فرمایا کہ جان لینے یا اس کے عوض خوں بہالینے کا اختیار مقتول کے اولیاً کو ہے۔ اس مضمون کی تائید آپ کی ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ,,جس کا کوئی آدمی قتل ہو جائے تو اس کو دو فیصلوں میں سے کسی ایک کا اختیار ہے۔ وہ چاہے تو قاتل کو قتل کر دے اور اگر چاہے تو اس کا خوں بہالے لے،،

اس حدیث سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ قتل عمد میں مقتول کے ولی کو صرف اسی شکل میں خون بہا لینے کا اختیار ہے جبکہ قاتل رضا مند ہو اور وہ دیت دینے پر ولی سے صلح کر لے (ابو عبید)

۱۳) ,,قانون شکن،، سے مراد ہے حدود اللہ سے تجاوز۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے مجرم پر حدود اللہ جاری کرنے میں کوئی حائل نہ ہو۔ آپؐ کی ایک اور حدیث جو آگے درج کی جا رہی ہے اسی مضمون کی تائید کر رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ,,جس کی سفارش حدود اللہ میں سے کسی حد کے نافذ ہونے میں حائل ہو تو گویا اُس نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی (ابوعبید)۔

۱۴) یہ عربی عبارت ,,لایقبل منه صرف ولاعدل،،کا ابو عبید کی شرح کے مطابق ترجمہ ہے۔ وہ کہتے ہیں: ,,ہمساری نظر میں,,صرف،، کا ترجمہ بجائے فریضہ کے ,,توبہ،، ہے اور ,,عدل،، کا ترجمہ بجائے نفل کے ,,فدیہ،، بہتر و مناسب ہے اس لئے کہ عدل قرآن مجید کی آیت ,,لایؤخذ منها عدل میں بھی ,,فدیہ،، کے معنی میں آیا ہے یہ اس لئے کہ جس چیز سے کسی چیز کے عوض فدیہ دیا جائے وہ اس کے مساوی اور برابر ہوتی ہے۔ (ابو عبید)

۱۵) معاہدہ کی یہ شرط: ,,مومنین جب تک جنگ میں رہیں گے یہود مومنین کے ساتھ جنگی اخراجات میں خرچ کرتے رہیں گے،، جنگ کے لئے مخصوص ہے۔ یہ شرط اس لئے کی گئی کہ ان یہود پر آپ کے دشمنوں کے خلاف آپؐ کی مدد لازم ہو جائے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ اسی خرچ کرنے کی شرط کے باعث آپ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے والے یہود کو غنیمت میں سے حصہ دیا کرتے تھے، ورنہ بصورت دیگر وہ مسلمانوں کی غنیمت میں سے کسی حصہ کے مستحق نہ ٹھہرتے۔ ذیل کی روایت اس مسئلہ کو واضح کر رہی ہے۔

۵۱۸۔ ,,زہری کہتے ہیں کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے تھے تو آپؐ غنیمت میں ان کا حصہ بھی لگاتے تھے،، (ابو عبیدؒ)

۱۶) یہ معاہدہ باختلاف الفاظ بعض عبارتوں کی کمی بیشی سے مختلف کتب میں ملتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی الموائیق السیاسیّة : ۱۔

۱۷) ایرانی جو آواز حرف ,,ت،، سے ادا کرتے ہیں عرب اسے ,,ط،، سے بھی ادا کرتے ہیں جیسے تفلیس و طفلیس اور مترس ومطرس

۱۸) یہ لفظ تاریخ ابن جریرطبری میں ہرمز ,,ز،، سے آیا ہے (از حاشیہ کتاب الاموال)

۱۹) پورے دینار سے مراد ہے خالص سونے اور پورے مثقال وزن کا۔

۲۰) مساویانہ حیثیت سے مراد یہ ہے کہ کسی قسم کا تعلق باقی نہ رکھ کر طرفین ایک دوسرے کے خلاف جنگی کاروائی کرنے کے مساوی حقوق رکھیں گے۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۲۸

مصارف فئے

فئے کی تقسیم ، نیز فئے کے مستحقین وغیر مستحقین

(۵۲۳) بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جب کسی شخص کو کسی لشکر یا دستہ پر امیر مقرر فرماتے تو اسے خصوصیت کے ساتھ اپنے اندر خدا ترسی پیدا کرنے اور اپنے مسلم رفقاء کے ساتھ بہتر سلوک کرنے، کی تاکیدی ہدایات دیتے، پھر فرماتے: ,,اللہ کی راہ میں غزوہ کرو، جو اللہ سے کفر کرے اُس سے جنگ کرو، اور دیکھو خیانت نہ کرنا، بدعہدی سے بچنا، مثلہ نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا، اور جب تمہارا مشرکین دُشمنوں سے سامنا ہو تو انھیں تین باتوں میں سے ایک کے قبول کرنے کی دعوت دینا، اور ان میں سے جو ایک بات بھی وہ اختیار کرنا پسند کریں تم اسے منظور کر لینا اور پھر ان سے تعرض نہ کرنا ـ

فئے کا مستحق ہونے کے لئے مرکز اسلامی میں قیام اور جہاد میں حصہ لینا شرط ہے

انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا ـ اور ساتھ ہی انھیں بتا دینا کہ اس دعوت کو قبول کر لینے پر تمھیں وہی مراعات حاصل ہوں گی جو مہاجرین (مسلمانوں) کو حاصل ہیں اور تم پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں ـ لیکن اگر وہ اپنے علاقہ سے منتقل ہونا نہ چاہیں تو اُن کو بتا دینا کہ ان کے ساتھ

marfat.com

Marfat.com

مسلمان دیہاتیوں کا سا سلوک کیا جائے گا ۔ ان پر اللہ کے وہ تمام احکام جاری ہوں گے جو مسلمانوں پر جاری ہیں ۔ البتہ غنیمت اور فئے میں سے انہیں کچھ نہیں ملے گا تاوقتیکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد میں شریک نہ ہوں ۔

اگر وہ لوگ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو ان سے جزیہ کی ادائی کا مطالبہ کرنا ۔ اگر وہ اس مطالبہ کو مان لیں تو پھر تم بھی اسے منظور کر لینا اور ان سے نہ لڑنا ۔

لیکن اگر وہ تمہارا یہ مطالبہ نہ مانیں تو پھر اللہ سے مدد طلب کرنا اور ان سے جنگ کر دینا،،۔

ابو عبیدؒ : ۔ ,,اپنے علاقہ سے منتقل ہونا نہ چاہیں،، سے مراد ہے اپنے دیہاتی علاقد سے نکل کر دار ہجرت میں نہ جانا چاہیں ۔ یعنی (مدینہ) ، ہجرت نہ کرنا چاہیں ۔

ہر مسلم فئے کا مستحق ہے

یہ ہے حدیث رسولؐ اور فئے کے بارے میں آپؐ کا حکم ۔ آپؐ کے اس فیصلہ کی روُ سے جو ہجرت کر کے مہاجروں میں نہیں پہنچتا اور مہاجروں سے مل کر دشمنان اسلام کے خلاف جنگ میں شرکت نہیں کرتا نیز دیگر معاملات میں مہاجرین کا ساتھ نہیں دیتا اس کا فئے اور غنیمت میں کوئی حصہ نہیں ہے ۔ مگر حضرت عمر بن الخطابؓ سے لوگوں نے جو روایت نقل کی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فئے میں جملہ مسلمانوں کو شریک سمجھتے تھے ۔

(۵۲۳) اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا:

,,کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں جس کا اس مال (فئے) میں حق نہ ہو ۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ دیا جائے یا نہ دیا جائے،،۔

marfat.com

Marfat.com

(۵۲۵) زهری حضرت عمرؓ سے وہ روایت بیان کرتے هوئے کهتے هیں جس میں حضرات عباسؓ و علیؓ اپنا مقدمہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کرتے هیں اور اس موقع پر حضرت عمرؓ اموال کا تذکرہ کرتے هوئے یہ آیات کریمہ تلاوت فرماتے هیں :

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (الحشر ۵۹ : ۷)

جو (مال) اللہ تعالیٰ نے بستیوں کے باشندوں سے اپنے رسولؐ کو فئے کے طور پر پلٹایا تو وہ اللہ کے لئے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں کے لئے اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لئے هے ۔

اور : ۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ (الحشر ۵۹ : ۸)

ان حاجتمند مهاجرین کے لئے جو اپنے مکانوں اور اپنے اموال سے بےدخل کر دئے گئے هیں ۔

نیز

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ الحشر ۵۹ ۹)

اور جن لوگوں نے ان سے قبل مدینہ کو ٹهکانہ بنا لیا اور ایمان پر قائم رهے ۔

اور

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ (الحشر ۵۹ : ۱۰)

اور جو لوگ ان کے بعد آئے ۔

پهر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان آیات کریمہ نے تمام لوگوں کو اپنے اندر شامل کر لیا هے اور کوئی مسلمان ایسا باقی نہیں رهتا جس

marfat.com
Marfat.com

کا اس مال میں حصہ باقی نہ ہو۔ البتہ تمہارے مملوکہ غلاموں میں سے بعض اس میں نہیں آتے۔ اگر میں زندہ رہا، ان شاء اللہ تو ہر مسلمان کو اس کا حصہ یا حق ملے گا۔ حتیٰ کہ (یمن میں مقیم قبیلہ) حمیر کے نشیبی و بالائی علاقہ میں بسنے والے چروا ہے کو بھی۔ جس نے اسے حاصل کرنے میں کوئی تگ و دو نہیں کی ہوگی، اس کا حق پہنچے گا۔

ابو عبیدؒ:۔ یہ ہیں فئے سے متعلقہ آیات ، جن کے بارے میں حضرت عمرؓ کا خیال ہے کہ ان آیات نے جملہ مسلمانوں کو اپنے احاطہ میں لے لیا ہے، اور کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں بچتا جس کا اس مال میں حصہ نہ ہو۔ مگر پھر بھی بعد میں مسلمانوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔

استحقاق فئے میں اختلاف کرنے والوں کے اقوال

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جس کا مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمنوں سے جہاد میں کوئی حصہ نہ ہو یا وہ حکومت کے کسی عہدہ پر مامور نہ ہو یا مال جمع کرنے میں اس کی کوئی خدمت نہ ہو یا اسی قسم کی کوئی اور ذمہ داری وہ ادا نہ کرے جس سے مسلمانوں کو کچھ فائدہ پہنچتا ہو اور بایں همه وہ فقرو فاقہ میں مبتلا بھی نہ ہو تو ایسے شخص کو بیت المال میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ ان حضرات کا استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیث سے ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں جس میں مذکور ہے : فئے اور غنیمت میں سے انہیں کوئی حصّہ نہیں ملے گا۔ (۱)

لیکن دوسری جماعت کہتی ہے کہ مسلمان تمام کے تمام بلا استثناء فئے میں شریک ہیں اس لئے کہ وہ سب ایک دین اور ایک قبلہ والے ہیں۔ اور دیگر تمام اقوام کی مخالفت کے وقت وہ سب متحد

marfat.com
Marfat.com

هو کر آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، جو ان میں سے دُور ہے اسے قریب والوں میں شمار کیا جائے گا ۔ ان لوگوں کا استدلال حضرت عمرؓ کے کلام اور ان کی آیات قرآن کی تاویل سے ہے ۔

الغرض یہ دونوں جماعتیں اپنے خیال میں دو مختلف فیصلوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے اختلاف کر رہی ہیں ۔ ایک فیصلہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ہے اور دوسرا حضرت عمرؓ کی روایت کا ۔ اور بظاہر یہ دونوں فیصلے ہیں بھی مختلف ۔ اور ان ہر دو فریق کے پاس اپنے اپنے دلائل و براہین ہیں ۔

اس بارے میں میری رائے یہ ہے کہ گو فریقین کے مختلف اقوال میں سے ہر ایک کے پاس اپنے قول کی تائید میں دوسرے سے جداگانہ توجیہ و تاویل ہے تام میرے نزدیک صحیح فیصلہ اسی فریق کا ہے جو تمام مسلمانوں کو فئے میں شریک مانتا ہے ۔ لیکن اس سے پہلے فیصلہ کی تردید نہیں ہوتی بلکہ یہ دونوں صورتیں (مختلف اوقات میں موجود) تھیں اور جس طرح قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث میں بھی ناسخ و منسوخ ہیں اور آپؐ کی کسی سنت کو صرف آپؐ ہی کی دوسری سنت یا پھر قرآن مجید منسوخ کر سکتے ہیں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ترک ہجرت پر جن لوگوں کو فئے و غنیمت سے محروم کیا ۔ وہ صدر اسلام میں ایک بنیادی حکم تھا جس پر عمل ہوا ۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جب ہجرت کی بناء پر مہاجرین و غیرمہاجرین کو رشتہ داری و سرپرستی ، میراث ، شادی بیاہ اور فئے میں ایک دوسرے سے الگ کر دیا جاتا تھا ۔ قرآن مجید میں بھی اس کا حکم ملتا ہے اور سنت بھی یہی رہی ۔

سنّت سے اس کا ثبوت آپؐ کا یہ ارشاد ہے :

,,ان لوگوں کے لئے فئے اور غنیمت میں کوئی حصّہ نہیں ہو گا ــ،،

marfat.com

Marfat.com

اور قرآن مجید سے اس کی دلیل یہ آیت ہے :

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَالَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا :

جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے ہجرت نہ کی تو تمھارے اُوپر اُن کی قرابت و سرپرستی کی ذمہ داری اُس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر لیں ۔

(۵۲۶) ابن عباسؓ سے آیت کریمہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَالَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا: (الانفال: ۷۲)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (انھیں) پناہ دی اور ان کی مدد کی ۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی اور حمایتی ہیں، اور جو لوگ ایمان تو لائے لیکن ہجرت نہ کی تو ایسے لوگوں کی رشتہ داری و سرپرستی کی ذمہ داری تم پر اس وقت تک نہ ہو گی تاوقتیکہ وہ ہجرت نہ کر لیں ۔

کی شرح میں مذکور ہے کہ :

،،پہلے یہ قاعدہ تھا کہ مہاجر کسی دیہاتی عرب کے مومن باشندہ کا وارث نہیں بنتا تھا اور نہ دیہاتی عرب کسی مہاجر کا وارث ہوتا تھا ۔ تاآنکہ یہ آیت نازل ہوئی :

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ (الانفال ۸ : ۷۵)

marfat.com

Marfat.com

اور کتاب اللہ کی رو سے رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ قریب اور ولی ہیں ۔

اور اُس نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا ۔

(۵۲۷) عمرو بن عثمان کہتے ہیں کہ اسامہ بن زیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے آپؐ کی مکہ میں تشریف آوری پر پوچھا : کیا آپؐ اپنے گھر میں اقامت فرمائیں گے؟" تو آپ نے فرمایا : "عقیل نے ہمارے لئے گھر ہی کہاں چھوڑا۔؟"

ہؤا یہ تھا کہ ابو طالب کا ترکہ عقیل و طالب کو میراث میں ملا کیونکہ یہ دونوں کافر تھے اور جعفرؓ و علیؓ مسلمان تھے لہذا انہیں ابو طالب کے ترکہ میں سے کچھ نہ ملا ۔

اسی بناء پر حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے تھے :

"مومن کافر کا وارث نہیں ہو گا نہ کوئی کافر مومن کا وارث ہو گا۔" یہ لوگ اس بارے میں مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کرتے تھے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ، وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِیْرٌ ۔ (الانفال : ۸ : ۷۲ و ۷۳)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے ھجرت کی نیز اپنے اموال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ۔ اور وہ

marfat.com

Marfat.com

لوگ جنھوں نے (انھیں) پناہ دی اور ان کی مدد کی یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے سرپرست و ولی ھیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے ھجرت نہ کی تو ایسے لوگوں سے تمھاری کسی قسم کی رشتہ داری و سرپرستی کا تعلق نھیں ھے تاآنکہ یہ لوگ ھجرت نہ کر لیں ۔ ھاں اگر یہ لوگ تم سے دین میں مدد کے طالب ھوں تو ان کی مدد تم پر فرض ھے ۔ الا یہ کہ وہ ایسی قوم کے خلاف مدد طلب کریں جن کا تم سے عھدوپیمان ھو، اور اللہ جو کچھ تم کرتے ھو اسے دیکھتا ھے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار و سرپرست ھیں اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد رونما ھو جائے گا ۔

ابو عبیدؒ ۔ اس آیت کریمہ کی رو سے کافر اور وہ مومن جو ھجرت نھیں کرتا ۔ رشتہ داری سرپرستی و میراث کے بارے میں یکساں قرار پاتے ھیں، اگر ان دونوں میں کوئی فرق ھے تو صرف اتنا کہ ھجرت نہ کرنے والے مومن کے مدد طلب کرنے پر اس کی مدد کرنا فرض ھے، کیونکہ قرآن مجید کے الفاظ ھیں :

فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ (الانفال ۸ : ۷۲)

تو تم پر اُن کی مدد فرض ھے ۔

(۵۲۸) ابن الزبیرؓ سے ایک روایت میں ھے کہ انھوں نے اس آیت کی تاویل کرتے ھوئے کہا کہ یہ ,,عصبات،، کے سلسلہ میں ھے ۔ نیز اُنھوں نے کہا کہ اُس زمانہ میں لوگ رشتہ داری کے بغیر ھی ایک دوسرے کی میراث لینے کا عھد کر لیتے تھے ۔ جس پر یہ آیت کریمہ نازل ھوئی: ۔

marfat.com

Marfat.com

و اولو الأرحام بعضھم اولی ببعضٍ (الانفال ۸ : ۵>)
رشہ داروں میں سے بعض بعض سے زیادہ قریب (اور اس کی میراث کے زیادہ مستحق) ھیں ۔

(۵۲۹) شریح اس آیت سے ,,ذوی الارحام ،،مراد لیتے اور کہتے تھے کہ یہی (ذووالارحام) والی وارث ھوں گے نہ کہ موالی (جو غلامی اور آقائی یا باھمی معاھدہ کا تعلق رکھتے ھیں)

ابو عبیدؒ: ۔ یہ ھیں آیت سے متعلق تین تاویلات ۔ ممکن ھے کہ آیت مذکورہ ان تینوں تاویلات پر محیط ھو تاھم حضرت ابن عباسؓ کا قول اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کی حدیث سے آیت کے معنے واضح ھو جاتے ھیں ۔ آپ ملاحظہ فرمائیے قرآن مجید کا یہ ارشاد کتنا واضح اور صاف ھے :

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَالَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا : (الانفال ۸ : ۷۲>)
اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے ھجرت نہ کی تو ایسے لوگوں سے تمہاری کوئی دوستی و قرابت نہیں حتیٰ کہ وہ ھجرت کر لیں ۔

اور بتا رھا ھے کہ ھجرت ھی دونوں حکموں کے درمیان فرق کرتی ھے ۔ پھر ایک اور آیت سے بھی اس کی تصدیق ھو رھی ھے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ھے :
اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى : (محمد ۴۷ : ۲۵)
بے شک جو لوگ کہ ھدایت کے ظاھر ھو جانے کے بعد پیچھے پھر گئے ۔

marfat.com
Marfat.com

(۵۳۰) ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر کو کبیرہ گناہوں کی فہرست بیان کرتے سنا ۔ وہ اس ضمن میں قرآن مجید کی آیات پڑھ رہے تھے ۔ اسی فہرست میں اُنہوں نے ,,ہجرت کے بعد عرب کے دیہات میں بس جانا،، بھی بیان کیا ۔ اور یہ آیت بھی تلاوت کی :

اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِھِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاتَبَیَّنَ (اوبین) لَھُمُ الْھُدَیٰ : (محمد ۴۷: ۲۵)

بے شک جو لوگ کہ ہدایت کے آشکارا ہو چکنے کے بعد پیچھے پھر گئے ۔

ابو عبیدؒ : ۔ اب اگر تارک ہجرت مرتد ٹھہرتا ہے تو میراث میں بھی اس کے ساتھ کافر کا سا سلوک کیا جائے گا جسے مسلم کی میراث نہیں ملتی ۔

اس پر اسامہ بن زیدؓ کی حدیث میں یہ آیت شہادت دے رہی ہے

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُھَاجِرُوْا مَالَکُمْ مِّنْ وَّلَایَتِھِمْ مِّنْ شَیْئٍ: (الانفال ۸ : ۷۲)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہ کی تو ایسے لوگوں سے تمہاری کوئی دوستی و قرابت نہیں ۔

ابو عبیدؒ : ۔ جبکہ ترک ہجرت ، ہجرت کرنے والوں سے دوستی و رشتہ داری کے قطع کرنے کا موجب بنتا ہے اور اس بناء پر وارث اپنی میراث سے محروم ہو جاتا ہے تو ایسے تارک ہجرت کا فئے میں شریک ہونا اور بھی مستبعد ہے اور یہی قانون جاری تھا تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس آیت کے ذریعہ منسوخ فرما دیا : ۔

marfat.com

Marfat.com

وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ ۔ (الانفال ۸ : ۷۵)
اور رشتہ داروں میں سے بعض بعض کے زیادہ قریب (اور اس کی میراث کے زیادہ مستحق) ہیں ۔

آخر میں مہاجر و غیر مہاجر مومن کے لئے فئے کے سلسلہ میں ایک حکم ہو گیا تھا

چنانچہ جب میراث اپنے (صحیح) مقامات پر پلٹ گئی تو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ صرف ان کی باہمی رشتہ دار کی بناء پر ہوا ہے اور اس طرح مسلمان باہم بھائی اور ایک دوسرے کے اولیاء بن گئے ۔ جیسے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (الحجرات ۴۹)
بلاشک مومنین بھائی ہیں

اور جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے :

اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰاتِ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (التوبہ ۹ : ۷۱)
مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے اولیاء ہیں ۔

اس طرح ان سب کے احکام یکساں ہو گئے (یعنی ہجرت اور ترک ہجرت کا امتیاز نہ رہا) اور فئے وغیرہ میں تمام مسلمانوں کی مراعات اور ذمہ داریاں یکساں ہو گئیں ۔ البتہ متمدن علاقہ میں رہائش پذیر ہونے والوں اور اسلام کی خدمت کرنے والوں کو اُن کی کارگذاری اور خدمت اسلامی کے اعتبار سے برتری و فضیلت حاصل ہو گی ۔ اور اس کی تفصیل مناسب مقامات پر ہم پیش کریں گے ، ان شاء اللہ ۔

(۵۳۱) یہ بات کہ ہجرت منسوخ ہو گئی اور شروع کے مسلمانوں اور بعد کے مسلمانوں سے یکساں سلوک ہو گا آنحضرت صلی اللہ علیہ

marfat.com
Marfat.com

وسلم کی فتح مکہ کے بعد کی حدیث سے واضح ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں :

لاھجرۃ بعد الفتح

لا ھجرۃ بعد الفتح

فتح مکہ کے بعد کوئی ھجرت نہیں ۔

اس مضمون سے متعلق بہت سی احادیث و روایات ہیں : ۔

(۵۳۲) طاؤس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا : ,,اپنے رہائشی مقامات پر مقیم رہو ۔ اس لئے کہ ھجرت ختم ہو چکی ۔ البتہ جہاد باقی ہے اور نیت برقرار، اور جب تم کو جہاد کے لئے بُلایا جائے تو چل پڑو ،،۔

(۵۳۳) طاؤس بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :,,فتح مکہ کے بعد کوئی ھجرت نہیں البتہ جہاد و نیت برقرار ہیں ۔ اور جب تم کو جہاد کے لئے بلایا جائے تو چل پڑو ،،۔

(۵۳۴) صالح بن بشیر بن فدیک روایت کرتے ہیں کہ فدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور اُنھوں نے آپ سے دریافت کیا : ,,یا رسول اللہؐ ! لوگ یہ خیال کر رہے ہیں کہ جو ھجرت نہیں کرے گا وہ تباہ ہو جائے گا ۔؟،، آپ نے فرمایا : ,,اے فدیک ! نماز قائم کر، زکوۃ دے، برائی سے ھجرت کر ۔ اور اپنی قوم کی زمین میں جہاں تم چاہو اقامت اختیار کر لو ،،۔

ابو عبیدؒ :۔ اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں انہیں یہاں بیان کرنے سے کتاب کا حجم بڑھ جائے گا ۔

الغرض ہمارا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ھجرت کا حکم لوگوں سے ہٹا لیا تھا اور انہیں ترک ھجرت کی

marfat.com
Marfat.com

اجازت دے دی تھی ۔ ذیل میں حضرت عائشہؓ سے مروی روایت اس مسئلہ کو شرح کے ساتھ بیان کر رہی ہے ۔

(۵۳۵) عطاء کہتے ہیں کہ میں عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے ہجرت کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا : ,,آج کے بعد (یا اب) ہجرت نہیں ہے۔ پہلے مسلمان اپنے دین کو بچانے کے لئے ، اس اندیشہ سے کہ کہیں وہ آزمائشوں میں مبتلا نہ ہو جائے ۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف پناہ لینے کے لئے بھاگتا تھا ۔ لیکن اب اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے۔ آج مومن بے روک ٹوک جہاں چاہتا ہے اللہ کی عبادت کر سکتا ہے ۔ البتہ جہاد اور سنت (۲) باقی ہیں ۔ "

(۵۳۶) ابو عبیدؒ : ۔ اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اور صورت بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : ,,جب تک کفار سے جنگ کا سلسلہ جاری رہے ہجرت ختم نہیں ہو گی ,,

ابو عبیدؒ : ۔ میری نظر میں آپ کے اس فرمان کی توجیہ یہ ہو گی کہ جو بھی ایمان لائے اور جہاد کرے تو اسے وہی فضیلت حاصل ہو گی جو مہاجرین کو حاصل تھی اور اس کے لئے وہی احکام ہوں گے جو مہاجرین کے لئے تھے ۔ خواہ وہ اپنے علاقہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ یہ ضروری نہیں ہو گا کہ ہجرت کر کے مرکز مہاجرین میں پہنچے۔ یہ مضمون آپ کی ایک اور حدیث میں وضاحت سے مذکور ہے :

(۵۳۷) عبداللہ بن عمر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ہجرت کی دو قسمیں ہیں ۔ دیہاتی کی ہجرت، اور شہری کی ہجرت ۔ دیہاتی کی ہجرت تو یہ ہے کہ جب اسے بلایا جائے تو فوراً پہنچ جائے ۔ اور جب اسے کوئی حکم دیا جائے تو اس کی اطاعت کرے ۔ باقی رہی شہری کی ہجرت تو یہ آزمائش

marfat.com
Marfat.com

میں شدید تر ہے اور اس کا بدلہ بھی بہت بڑا ہے ۔

(۵۳۸) حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے اَعراب (دیہاتی اجڈ عربوں) کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا : ,,اے عائشہؓ ۔ یہ اعراب نہیں ہیں ۔ یہ ہمارے دیہاتوں کے باشندے ہیں اور ہم ان کے شہری علاقے کے باشندے ہیں ۔ جب انہیں بُلایا جاتا ہے تو یہ آ جاتے ہیں لہذا یہ اعراب نہیں ہیں ,,۔

ابو عبیدؒ : ۔ میرا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایمان لے آنے کے بعد ان پر ہجرت کے لفظ کا اطلاق کر دیا خواہ وہ اپنے علاقوں ہی میں رہائش پذیر رہے ہوں ۔ یہَ الگ بات ہے کہ شہری باشندوں کو ایک گونہ برتری حاصل رہتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں ۔

اس عبارت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان دیہاتی مسلمانوں کا (شہری مہاجر) مسلمانوں کے ساتھ حق ہے بشرطیکہ وہ اس کی ضرورت محسوس کریں ۔ خواہ یہ حق کم ہو یا زیادہ ۔ اور اس حق کا اندازہ امام کی صوابدید پر موقوف ہو گا ۔

اس مضمون کی تصدیق و توضیح رسوؔل اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ حدیث کر رہی ہے ۔

(۵۳۹) ایاس بن سلمہ کہتے ہیں کہ میرے والد سلمہ بن الاکوں مدینہ آئے تو انہیں بریدۃ بن الحصیب ملے اور اُن سے کہنے لگے ۔ ,,اے سلمہ ۔ تم اپنی ہجرت سے پلٹ گئے ,,۔ اُنھوں نے کہا: ,,معاذ اللہ ۔ بخدا مجھے مدینہ چھوڑنے کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملی ہوئی ہے ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سنا ہے : ,,مضافاتی علاقوں اور گھاٹیوں میں آباد ہو جاؤ ,,۔ اس پر لوگوں نے آپ سے عرض کی : ,,یا رسول اللہ ۔ اس طرح ہمیں

marfat.com

Marfat.com

اندیشه ہے کہ ہماری ہجرت میں نقصان نہ واقع ہو جائے؟، آپ نے فرمایا : ,,تم جہاں کہیں بھی ہو مہاجر مانے جاؤ گے،،

ابو عبیدؒ:۔ اس کی مزید تائید و توضیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیث سے ہو رہی ہے :۔

فتوحات سے قبل اور فتوحات کے بعد کے قرضوں میں فرق

,,جو شخص مال چھوڑ کر مرے گا تو وہ اس کے وارثوں کا ہوگا اور جو شخص قرض چھوڑ جائے گا تو اس کی ادائی اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ذمہ ہو گی ۔،،

(۵۴۰) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی میت لائی جاتی جس پر قرض ہوتا تو آپ دریافت فرماتے : ,,کیا اُس نے قرض کی ادائی کے لئے مال چھوڑا ہے؟،، پھر جب آپ کو بتایا جاتا کہ اس نے اتنی مقدار چھوڑی ہے تو آپؐ اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ورنہ فرماتے : ,,تم لوگ اپنے اس میت کی نماز پڑھ لو،،

اسلامی حکومت قرضداروں کا قرض اپنے ذمہ لے گی

پھر جب اللہ تعالی نے آپ پر فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو آپ نے اعلان فرمایا: ,,میں مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ اختیار رکھتا ہوں۔ لہذا جو شخص قرض چھوڑ کر مرے گا تو اس کی ادائی میرے ذمہ ہو گی اور جو مال چھوڑے گا تو اس کا مال اُس کے وارثوں کو ملے گا۔،،

(۵۴۱) مقدام بن معدیکرب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,جو مال چھوڑ مرے تو وہ اس کے وارثوں کا ہوگا، اور جو اپنے پیچھے کوئی بار چھوڑ جائے تو اس کی ذمہ داری اللہ پر۔

marfat.com
Marfat.com

(کبھی آپ فرماتے) اللہ اور اُس کے رسول پر ــ ہو گی ـ اور جس کا کوئی وارث نہ ہو اُس کا وارث ماموں ہوگا، وہی اُس کے مـال کا وارث ھـو گا اور وہی اُس کے تاوان بھگتے گا ـ اور جس کا کوئی وارث نہ ہو میں اس کا وارث ھوں ـ اس کے مال کا وارث بنوں گا اور اُس کی طرف سے تاوان ادا کروں گا ــ،،

(۵۴۲) انس بن مالکؓ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ،،جو قرض چھوڑ کر مر جائے تو اُس کا قرض اللہ اور اُس کے رسول کے ذمہ ہے اور جو کچھ چھوڑ کر مرے تو اُس کا ترکہ اُس کے وارثوں کا ہوگا ـ

ابو عبیدؒ : ـ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا قـرضوں کے متعلق فتوحات سے پہلے کا حکم فتوحات کے بعد کے حکم سے جداگانہ ہے ـ فتوحات کے بعد آپ نے عامة المومنین کے قرضوں کی ادائی اپنے ذمہ لے لی تھی ـ اور اصول یہ ہے کہ آپ کے اس عمل کو اختیار کیا جائے گا جو آخر میں کیا گیا ہو ـ اس لئے کہ وہ پہلے عمل کو نسخ کرتا ہے اب جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مرنے کے بعد بھی ان کا حق تسلیم فرما رہے ھیں تو زندگی میں ان کا حق بدرجۂ اول ھو گا ـ

اس ضمن میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے :

(۵۴۳) حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ،،مومنوں کے خون باہم دگر ہم پـلہ و مساوی ھیں ـ اُن کی ذمہ داری و ضمانت کو پورا کرنے کے لئے اُن کا معمولی فرد بھی کوشش کرے گا ـ اور وہ اپنے علاوہ تمام مخالفین کے مقابلہ میں متحد رہیں گے،،

marfat.com

Marfat.com

ابو عبیدؒ ـ اس حدیث میں آنحضرت نے تمام مومنوں کو ایک مجموعہ قرار دیا ھے (جن سب پر ایک حکم کا اطلاق ھو گا)

یہ تمام احادیث ھجرت کے حکم کو نسخ کرنے والی ھیں ـ نیز اس پہلی حدیث کو جس میں مذکور ھے : ,,اُن لوگوں کو غنیمت اور فئے میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا،، جس طرح اولو الارحام والی آیت (الانفال ۸ : ۷۵) نے مالکم من ولایتھم من شیٔ (الانفال : ۷۲) تمہارا اُن کی رشتہ داری و سرپرستی سے کوئی تعلق نہیں ھے،، کو نسخ کر دیا ھے ـ اسی طرح سورۃ الحشر میں فئے سے متعلق آیت کریمہ ,,والذین جاءوا من بعدھم (اور جو لوگ ان کے بعد آئے) نے سورۃ الانفال والی آیت فئے کو نسخ کر دیا ھے ـ اس لئے کہ سورۃ (الانفال) بدر میں نازل ھوئی تھی اور سورہ الحشر غزوہ بنی النضیر کے موقع پر نازل ھوئی جیسا کہ ابن عباسؓ کی ایک روایت سے واضح ھے :ـ

(۵۴۴) سعید بن جبیر کہتے ھیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے سورۃ الانفال کے بارے میں دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا یہ سورۃ بدر میں نازل ھوئی تھی ـ،، میں نے کہا: ,,اور سورۃ الحشر؟ـ اُنھوں نے کہا: ,,وہ غزوہ بنی النضیر کے موقع پر نازل ھوئی ـ ،،

ابو عبیدؒ ـ اور تاریخ بتاتی ھے کہ بنی النضیر کا معرکہ غزوۂ بدر کے بعد واقع ھوا تھا ـ

(۵۴۵) ابن شہاب کہتے ھیں کہ بدر کے بعد چھٹے مہینہ کے شروع میں بنوالنضیر کا غزوہ ھوا تھا ـ

ابو عبیدؒ ـ اس طرح یہ (معرکہ بنی النضیر میں نازل ھونے والا حکم) اس (بدر کے معرکہ میں نازل ھونے والے حکم) کا ناسخ ھوا ـ

marfat.com

Marfat.com

اس سلسلہ میں واضح ترین عمل خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا وہ طریق کار ہے جو آپ نے اس جماعت کے ساتھ روا رکھا جس کی تالیف قلب آپ کو مقصود تھی :

(۵۴۶) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے (یمن سے) سونے کا ڈھلا جو ابھی مٹی میں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ۔ آنحضرت نے اس ڈلے کو اقرع بن حابس ، عیینہ بن حصن، زید الخیل اور علقمہ بن علاثہ، میں تقسیم فرما دیا ۔

ابو عبید :۔ ان لوگوں کو ، جو اھل نجد ھیں اور مدینہ کے مہاجر نہیں ۔ آپ کی یہ تقسیم بتا رہی ہے کہ آپ نے انھیں فئے میں شریک فرمایا ۔

اس سے یہ بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ ھجرت کا حکم منسوخ ہو گیا ۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ نے یمن سے یہ سونا فتح مکہ کے بعد بھیجا تھا، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے : ,,فتح (مکہ) کے بعد کوئی ھجرت نہیں،،

ان وجوہ کی بناء پر ہم سمجھتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے فئے میں جو تمام مسلمانوں کو شریک کیا تھا تو اس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اسی سنت پر تھی جسے آپ نے فتح مکہ کے بعد جاری فرمایا تھا ۔ نیز قرآن مجید کی اُس محکم آیت پر جو پچھلے حکم کی ناسخ ہے ۔ اس طرح گویا اُنھوں نے بیک وقت قرآن و سنت پر عمل کیا ۔

دراصل اس کی توجیہ یہی ہے کہ تقسیم فئے کا صحیح اندازہ وھی ہو گا جو امام وقت اپنی صوابدید کے مطابق اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کے لئے مفید تصوّر کرے ۔

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱) دیکھئے حدیث نمبر ۵۲۳ ۔
۲) ممکن ہے کہ یہ سنت کے بجائے نیت ہو۔ (مترجم) ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۲۹

فئے میں سے وظائف مقرر کرنے کا بیان ، نیز یہ کہ

اِس کی تقسیم کی ابتداء کس سے کی جائے گی؟

حضرت عُمرؓ کا قائم کردہ نظام تقسیم فئے

(۵۴۷) عمرؓ بن الخطاب نے مقام جابیہ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا : ,,جسے قرآن مجید سے متعلق دریافت کــرنا ہو وہ ابی بن کعبؓ کے پاس جائے، جسے فرائض پوچھنا ہوں وہ زید بن ثابتؓ کے پاس جائے ۔ جو فقه کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاهتا ہے وہ معاذ بن جبلؓ کے پاس جائے ۔ اور جو مالی امور دریافت کرنا چاهتا ہے وہ میرے پاس آئے کیونکه الله تبارک و تعالیٰ نے مجھے خازن و قاسم بنایا ہے ۔

تقسیم وظائف فئے کی ترتیب اور رجسٹروں میں اندراج

میں وظائف کی تقسیم میں رسول الله صلی الله علیه وسلّم کی ازواج مطہرات سے ابتداء کرتا ہوں ۔ پہلے انہیں دیتا ہوں پھر مہاجرین اولین کو ۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کو دیتا ہوں که ہمیں ہمارے گھروں اور اموال سے چھڑا کر مکه سے نکالا گیا ۔ پھر انصار کو دیتا ہوں جو اُن سے پہلے مدینه میں مقیم اور ایمان پر قائم رہے اور جس نے ہجرت کرنے میں جتنی جلدی کی اسی لحاظ سے وظیفه دینے میں اسے مقدّم رکھا جائے گا ۔ اور جس نے جتنی دیر ہجرت کرنے میں

marfat.com
Marfat.com

لگائی ہو گی اسی اعتبار سے وظیفہ میں اسے مؤخر رکھا جائے گا۔ اب اگر کسی کو شکایت یا سرزنش کرنا ہے تو اپنی سواری کے ٹھہرنے کی جگہ سے شکایت کرے اور اسے سرزنش کرے۔

(۵۴۸) محمد بن عجلان کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے ہمارے لئے وظائف کے رجسٹر مرتب فرمائے تو انہوں نے سوال اٹھایا: ,,ہمیں تقسیم وظائف میں ابتداء کس سے کرنا چاہئیے؟،، لوگوں نے کہا: ,,آپ اپنے آپ سے ابتدا کیجئے،،۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ,,نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہمارے امام ہیں۔ لہذا ہم آپ کے خاندان والوں سے ابتداء کریں گے۔ اور جو جتنا آپ سے زیادہ قریب ہو گا اسی اعتبار سے اس کو مقدّم رکھا جائے گا،،۔

اسبقیت میں قرابت رسولؐ کا اهتمام

(۵۴۹) شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے شام فتح کر لیا اور خراج وصول ہوا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو اکٹھا کر کے کہا: ,,میں چاہتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس آمدنی کے علاقہ کو فتح کیا ہے ان کے لئے وظائف مقرر کر دوں،، لوگوں نے کہا: ,,اے امیر المومنین۔ آپ کی یہ رائے نہایت عمدہ و مناسب ہے،،۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ,,تو ہم یہ وظائف کا سلسلہ شروع کس سے کریں گے؟،، لوگوں نے کہا: ,,آپ سے زیادہ کون اس کا مستحق ہو گا؟ آپ اپنے ہی سے ابتدا کر دیجئے،،۔ انہوں نے کہا: ,,نہیں، بلکہ میں آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے ابتداء کروں گا،،۔ چنانچہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ کا نام بارہ ہزار (درہم) والوں میں لکھا۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کی جملہ ازواج مطہرات کا اندراج بارہ ہزار والوں کے تحت کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج مطہرات کے بعد پانچ ہزار (درہم) والوں میں

marfat.com

Marfat.com

حضرت علیؓ کا نام لکھا اور بعد ازاں بنی ہاشم کے ان لوگوں کے نام لکھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے۔

(۵۵۰) جعفر اپنے والد محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حسنؓ و حسینؓ کو پانچ پانچ ہزار والوں کی فہرست کے تحت درج کیا تھا۔

(۵۵۱) ایک اور روایت سے بھی یہی جعفر اپنے باپ محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے وہی وظیفہ حضرات حسنؓ و حسینؓ کا بھی مقرر کیا تھا۔

(۵۵۲) ابن شہاب کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے وظائف کے رجسٹر مرتب کئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ازواج مطہرات کا جن سے (آزادی کی حالت میں) آپ نے نکاح کیا تھا۔ بارہ بارہ ہزار درہم وظیفہ مقرّر کیا۔ اور حضرت جویریہؓ اور صفیہؓ کا چھ چھ ہزار۔ (۱) اس لئے کہ یہ دونوں رسول اللہؐ کو فئے میں ملی تھیں۔ پھر اُنھوں نے بدر میں شرکت کرنے والے مہاجرین کو پانچ پانچ ہزار کے تحت درج کیا۔ بعد ازاں بدر میں شریک ہونے والے انصار کو چار چار ہزار کے تحت رکھا۔ اور وظیفہ دئے جانے والے مہاجرین میں اُنھوں نے ان سب مہاجرین کو برابر کا شریک قرار دیا جو بدر میں شریک ہوئے خواہ وہ آزاد عرب ہو یا ان کا حلیف و مولی۔ اسی طرح انصار کے حلفاء و موالی کے ساتھ بھی انہی کی طرح کا سلوک کیا اور کسی کو دوسرے پر ترجیح نہ دی۔

(۵۵۲) (۲) مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے جو وظائف مقرر فرمائے وہ اس طرح تھے: بدر میں شریک ہونے والے مہاجرین و انصار کو چھ چھ ہزار، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج مطہرات کو لیا اور ان میں حضرت عائشہؓ کو

marfat.com
Marfat.com

ترجیح دیتے ہوئے ان کے لئے بارہ ہزار مقرر کئے ۔ اور بقیہ تمام ازواج مطہرات کے لئے دس دس ہزار۔ سوائے جویریہؓ و صفیہؓ کے کہ ان میں سے ہر ایک کے چھ چھ ہزار مقرر کئے ۔ اور پہلے پہل ، ھجرت کرنے والی خواتین میں اسماء بنت عمیسؓ، اسماء بنت ابی بکرؓ اور اُم عبد ام عبداللہ بن مسعودؓ کو ایک ایک ہزار۔

(۵۵۳) قیس بن ابی حازم کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے بدر میں شریک ہونے والوں کا پانچ پانچ ہزار وظیفہ مقرر کیا اور کہا: ,,میں بالضرور ان لوگوں کو دوسروں پر ترجیح دوں گا ،،

(۵۵۴) یزید بن ابی حبیب کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو لکھا تھا: ,,جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ درخت کے نیچے بیعت رضوان میں شریک تھے ان کے نام دو سو دینار (سالانہ) والوں میں لکھو ۔ اور خود اپنے لئے بھی گورنری کے ساتھ یہ رقم لے لو ۔ اور خارجہ بن حذافہ کو اس کی بہادری کے صلہ میں معززین کی فہرست وظیفہ میں درج کرو اور عثمان بن قیس سہمی کو اس کی ضیافت کے صلہ میں ۔

(۵۵۵) یزید بن ابی حبیب کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو دو سو دینار والوں میں رکھا تھا ۔ اس لئے کہ وہ حاکم (گورنر) تھے اور عمیر بن وھب جمحی کو بھی مہمانی کے صلہ میں دو سو دینار والوں کی فہرست میں رکھا تھا ۔ اسی طرح بسر بن ابی ارطاۃ کو بھی دو سو والوں میں رکھا تھا ۔ اس لئے کہ وہ تلوار کے دھنی تھے ۔ ان کے متعلق حضرت عمرؓ نے کہا تھا : ,,اللہ نے ان کے ہاتھ سے کتنی ھی فتوحات کرائی ھیں ،،

حضور کی محبت کی وجہ سے افضلیت

(۵۵۶) محمد بن عجلان کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت

marfat.com
Marfat.com

اسامہؓ کو عبداللہ بن عمرؓ پر ترجیح دی تھی۔ اس پر لوگوں نے عبداللہ بن عمرؓ کا خوب پیچھا لیا۔ بالآخر اُنھوں نے اس بارے میں حضرت عمرؓ سے بات کی اور کہا: ,,کیا آپ میرے اُوپر ایسے شخص کو ترجیح دیتے ھیں جو مجھ سے افضل نہیں ھے؟ اُس کو آپ نے دو ھزار والوں میں رکھا اور مجھے ڈیڑھ ھزار والوں میں؟ حالانکہ وہ مجھ سے کسی چیز میں بھی سابق نہیں ھے،، اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: ,,میں نے یہ اس لئے کیا کہ (اس کا باپ) زید بن حارثؓ رسول اللہؐ کو عمرؓ سے زیادہ محبوب تھا۔ اور اسامہؓ رسول اللہؐ کی نظر میں عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ پیارا تھا،،۔

(۵۵۸) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ھے کہ جب اُنھوں نے اپنے والد سے اس معاملہ میں گفتگو کی تو اُنھوں نے جواب دیا: ,,زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب تھا اور اسامہؓ رسول اللہؐ کو تجھ سے زیادہ محبوب تھا،،۔

* * *

حوالہ جات

۱) طبقات ابن سعد ، فتوح البلدان للبلاذری اور ابو یوسف کی کتاب الخراج سے اس کی تائید نہیں ھوتی بلکہ ان سے معلوم ھوتا ھے کہ حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات میں یہ امتیازی سلوک ختم کر دیا تھا اور ان سب کے برابر برابر بارہ ھزار درھم کر دئے تھے (دیکھئے طبقات ۳ ؛ قسم اول : ۲۱۳، فتوح البلدان طبع لیڈن ۱۸۶۶ء ؛ ۴۵۱ اور کتاب الخراج طبع اولی مطبع میریہ بولاق ۱۳۰۲ھ : ۲۴)

۲) یہاں اصل کتاب میں نمبر غلطی سے مکرر ھے۔ ھم نے بھی اس کے اتباع میں اس تکرار کو بحال رکھا ھے۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۳۰

شہریوں کے وظائف مقرر کرنے اور انہیں دیہاتیوں پر ترجیح دینے کا بیان

جمعیت مسلمین میں رہائش کی افضلیت

(۵۵۸) ابو عبیدۃ بن الجراحؓ سے مروی ہے کہ ان سے دیہاتی لوگوں نے درخواست کی کہ وہ ان کے لئے بھی وظیفہ جاری کر دیں ۔ اس پر انہوں نے ان سے کہا: ,,نہیں، واللہ میں اُس وقت تک تمہارا وظیفہ جاری نہیں کروں گا تاوقتیکہ شہریوں کے وظائف پورے نہ کر دوں، جسے جنت میں اقامت کی تمنا ہے تو وہ جماعت میں رہے ۔ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے،،

شہری آبادی کو دیہاتی آبادی پر ترجیح اور اُس کا سبب

(۵۵۹) عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن حصین کو لکھا: ,,لشکر کے لئے معین وظیفہ کا حکم جاری کر دو ۔ اور تم شہری آبادی کا لحاظ کرو اور دیہاتی عرب باشندوں کو نظر انداز کر دو ۔ اس لئے کہ یہ لوگ نہ تو مسلمانوں کے مجمع میں آتے ہیں نہ ان کے معرکوں میں شریک ہوتے ہیں ۔ (۱)

ابو عبیدؒ: ۔ ہماری نظر میں اس کی توجیہ یہ نہیں ہے کہ انہوں نے دیہاتی عربوں کا فئے میں کوئی حق ہی نہیں سمجھا بلکہ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کو فئے کے مال سے اس طرح مقررہ وظائف نہیں ملیں گے جیسے ان شہری باشندوں کو ملیں گے جو مسلمانوں کے معاملات میں شریک رہتے، اور اپنی جانوں اور مالوں سے

marfat.com
Marfat.com

دُشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں مدد کرتے ھیں یا خود اپنی رھائش سے اسلامی آبادی کو بڑھاتے ھیں اور اس کے ساتھ ھی وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا علم رکھتے ھیں، حدود (اللہ) نافذ کرنے میں مددگار ہوتے ھیں۔ عیدین و جمعہ میں شریک ہوتے۔ اور خیر کی تعلیم میں حصہ لیتے ھیں۔ ان سب امور کی انجام دھی کے لئے اللہ تعالی نے شہری آبادی کو دیہاتی آبادی پر خصوصیت بخشی ھے۔ اور ھمارے خیال میں یہی وجوہ ھیں جن کی بناء پر ان لوگوں نے مستقل وظائف جاری کرنے میں ان لوگوں کو دوسروں پر ترجیح دی ھے، مگر بایں ھمہ ان دیہاتی باشندوں کے بھی اس مال میں بعض حالات پیش آنے پر حقوق ھو جاتے ھیں اور یہ حالات تین قسم کے ھیں۔ ایک تو یہ کہ ان پر مشرکین دشمنوں کا غلبہ ھو جائے تو امام اور مسلمانوں کا فرض ھو جاتا ھے کہ وہ ان کی مدد کریں اور اپنی مالی و بدنی قوتیں صرف کرکے انہیں اس دشمن سے نجات دلائیں۔

دوسری حالت یہ ھے کہ وہ آفات کا شکار ھو جائیں مثلاً اُن کے علاقہ میں قحط پھیل جائے۔ اور وہ اس سے پریشان ھو کر شہروں اور سرسبز علاقوں کا رخ کرکے وھاں جمع ھو جائیں تو ایسی صورت میں بھی انہیں اس مال سے مدد دی جائے گی۔

تیسری حالت یہ ھے کہ ان میں باھمی انتشار اور خون خرابہ حد سے بڑھ جائے جس کی صلح صفائی اور تلافی کے لئے تاوان اور دیتوں کے سلسلہ میں مال درکار ھو تو اس صورت میں بھی انہیں حق پہنچتا ھے کہ اس مال سے اُنہیں دیا جائے۔

یہ ھیں وہ تین مواقع جن میں از روئے قرآن و سنت انہیں اس مال سے حق پہنچتا ھے۔ ایک آفات، دوسرا انتشار و خلفشار اور تیسرا ان پر مشرک دُشمنوں کا غلبہ۔ ان تمام حالات میں ان کی مدد

marfat.com
Marfat.com

کرنے کے لئے قرآن و آثار سے شہادتیں موجود ھیں: ۔

(۵٦۰) مشرک دشمنوں کے خلاف مدد کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیت کریمہ ھے: ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ھَاجَرُوْا وَ جٰاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِی سَبِیْلِ اللهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَ وْ اوَّنَصَرُ وْ ا اُوْلٰئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ ۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُھَاجِرُوْا مَالَکُمْ مِّنْ وَّلَایَتِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُھَاجِرُوْا ، وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْ کُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ اِلَّاتَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ کَبِیْرٌ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰاھَدُوْا فِی سَبِیْلِ اللهِ وَالَّذِیْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا ۔ اُوْلٰئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا، لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَھَاجَرُوْا وَجٰاھَدُوْا مَعَکُمْ فَاُوْلٰئِکَ مِنْکُمْ وَ اُوْلُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِی کِتٰابِ اللهِ ۔ اِنَّ اللهَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (الانفال ۸ : ۷۲ تا ۷۵)

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ھجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اوّر جانوں سے جہاد کیا نیز وہ لوگ جنھوں نے انھیں پناہ دی اور اُن کی مدد کی یہ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے اولیاء اور دوست ھیں ۔ اور جو لوگ ایمان لائے لیکن اُنھوں نے ھجرت نہ کی تو ایسے لوگوں کی تم سے کسی قسم کی رشتہ داری و دوستی نہیں تاآنکہ وہ ھجرت نہ کر لیں اور اگر یہ لوگ تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تمھارے اُوپر ان کی مدد فرض ھے ۔ الایہ کہ وہ مدد کسی ایسی قوم کے خلاف ھو جس کے اور تمھارے درمیان معاھدہ ھو اور اللہ

marfat.com
Marfat.com

تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے اولیاء اور دوست ہیں ۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ اور بڑا فساد رونما ہوجائے گا۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا ، اور جن لوگوں نے اُنھیں پناہ دی اور ان کی مدد کی ۔ یہی لوگ درحقیقت مومن ہیں، ان کے لئے بخشش اور باعزت رزق ہے ۔ اور جو لوگ اس کے بعدِ ایمان لائے اور اُنھوں نے ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا تو یہ لوگ بھی تم میں شامل ہوں گے، اور اللہ کے نوشتہ میں رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ ولی و حق دار ہیں، بےشک اللہ ہر چیز کو جانتا ہے ۔

اس کی تفسیر میں ابن جریج حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں : ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت چار قسم کے مومن لوگوں کو چھوڑ گئے تھے ۔ مومن (۱) مہاجر ، (۲) انصار (۳) غیر مہاجر عربی دیہاتی ۔ کہ جب رسول اللہؐ اس سے مدد طلب فرماتے تو وہ مدد کے لئے حاضر ہو جاتا ، اور اگر آپ اسے چھوڑ دیتے تو وہ آپ کی طرف سے رخصت پر ہوتا ۔ اور اگر یہ لوگ حضورؐ سے مدد کے خواستگار ہوتے تو آپ کے لئے ان کی مدد ضروری ہوتی ۔ اسی کو قرآن مجید نے اس طرح کہا ہے :

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ ، اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (الانفال ۸ : ۷۲)

اور اگر وہ تم سے دینی معاملہ میں مدد طلب کریں تو ان کی مدد تم پر فرض ہے الایہ کہ مدد ایسی قوم کے مقابلہ میں ہو

marfat.com

Marfat.com

جس کے اور تمہارے درمیان معاھدہ ھو ۔ اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ھے ۔

(۴) چوتھی قسم ان (تابعین) کی ھے جو احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرتے رھیں ابن جریج کہتے ھیں کہ آیت کریمہ :۔

ان لاتفعلوه تکن فتنة فی الأرض وفساد کبیر۔ (الانفال۸ :۷۳)

اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ اور بڑا فساد رونما ھو جائے گا ۔

سے مراد یہ ھے کہ اگر تم دین میں ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے سے تعاون نہیں کرو گے تو ملک میں فتنہ اور بڑا فساد رونما ھو جائے گا ۔

ابو عبیدؒ :۔ یہ تو وہ حق ھے جو دشمنوں کے مقابلہ میں انہیں حاصل ھے ۔

اب رھا آفات و خلفشار و انتشار میں ان کی مدد کا مسئلہ سو اس کے متعلق ملاحظہ فرمائیے :۔

(۵۶۱) معاویہ بن حیدہ قشیری کہتے ھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے کہا کہ ھم ان لوگوں میں سے ھیں جو آپس میں ایک دوسرے کا مال مانگتے رھتے ھیں ۔ آپ نے فرمایا: ,,آدمی آفت پہنچنے پر یا خلفشار و انتشار میں لوگوں کی صلح صفائی کرانے کے لئے مانگ سکتا ھے ۔ لیکن جب حالت سدھر جائے یا سدھر نے لگے تو پھر سوال سے اجتناب کرے ،،

سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لئے حلال ھے

(۵۶۲) قبیصہ بن مخارق ھلالی کہتے ھیں کہ میں کسی تاوان کے بار سے مجبور ھو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا : ,,تم اس وقت تک ٹھہرو کہ ھمارے پاس صدقہ آ جائے۔

marfat.com

Marfat.com

پھر یا تو ہم اسے ادا کرنے میں تمہاری مدد کریں گے یا تمہارے بار کو ہم اپنے ذمہ لے لیں گے ۔ اور دیکھو سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لئے حلال ہے ۔ ایک تو وہ جو لوگوں کے تاوان وغیرہ ادا کرنے کی ضمانت لے تو ایسا شخص اس وقت تک سوال کرے گا کہ اس کی ضمانتوں کا بار ادا ہو جائے ۔ بعد ازاں وہ سوال سے باز آجائے گا ۔

دوسرا وہ شخص جو آفت زدہ ہو اور اس کا مال تباہ ہو جائے تو وہ اس وقت تک سوال کرے گا کہ اس کو گذر بسر کے لئے سہارا مل جائے ۔ پھر وہ مزید سوال نہیں کرے گا ۔

تیسرا وہ شخص جو فاقہ میں مبتلا ہو اور اس کی قوم کے تین ذی عقل افراد گواہی دیں کہ واقعی یہ شخص فاقہ میں مبتلا ہے اور اسے بھیک مانگنا حلال ہو گیا ہے ۔ تب یہ بھیک مانگے گا تاآنکہ اُس کی گذر بسر کا سہارا ہو جائے ۔ پھر وہ باز رہے گا ۔

اے قبیصہ ۔ ان تین مواقع کے سوا سوال کرنا حرام ہے اور اس کے ذریعہ جو کچھ ملے اسے کھانا سائل کے لئے حرام ہے ۔"

ابو عبیدؒ : ۔ معاویہ بن حیدہ اور قبیصہ بن مخارق کو جو دونوں نجدی تھے اور شہری باشندے یا مدینہ کے مہاجر نہ تھے انہیں آپ کا یہ جواب بتا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مال میں حق دار قرار دیا ۔ ملاحظہ فرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیصہ سے یہ کہنا کہ تم ہمارے پاس صدقہ آنے تک ٹھہرو ۔ پھر یا تو ہم تمہاری مدد کریں گے یا تمہارا تاوان اپنے ذمہ لے لیں گے ۔

اس طرح آپ نے صلح کرانے کے لئے دیتوں کی ضمانت لینے والے اور آفت زدہ کے لئے صدقہ میں حق تسلیم کیا ۔ اگر آپ ان کا حق نہ مانتے تو کسی دوسرے کا حق کبھی انہیں نہ دیتے ۔ اس لئے کہ صدقہ کے مصارف اور مدات تو معین و محدود ہیں جن کے علاوہ دیگر مدوں

marfat.com
Marfat.com

میں صدقه صرف نہیں کیا جا سکتا ۔ پھر جب آپ نے ان لوگوں کو صدقه میں حقدار سمجھا تو فئے کے مصارف تو (صدقه کے مقابله میں) زیادہ وسیع اور عمومی حیثیت رکھتے ھیں ۔ اس لئے که فئے کی آیت میں عموم ھے اور صدقه کی آیت میں خصوصی ۔

الغرض یه تین حالات ھیں جن میں ھمیں اعراب (عربی دیہاتیوں) کے حقوق ملتے ھیں ایک آفت دوسرے خلفشار و انتشار، تیسرے دشمن کا غلبه، اگرچه قبیصه کی حدیث میں لفظ فاقه بھی مذکور ھے تاھم ھمارا خیال ھے که فاقه آفت کے تحت آ جاتا ھے ۔

وظائف اسلام کی حفاظت و مدافعت کرنے والے شہریوں کو دئے جائیں گے اور دوسروں کی ھنگامی حالات میں مدد کی جائے گی

اب رھا یه که جنگجو افراد کو وظیفه دینا اور عورتوں اور بچوں کے لئے روزینه مقرر کرنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلّم یا آپ کے بعد کسی امام سے ھمیں اس بارے میں کوئی سند نہیں ملتی که اُنھوں نے شہری باشندوں کے علاوہ جو اسلام کے دست و بازو ھیں کسی کے ساتھ یه سلوک روا رکھا ھو ۔ اسی مضمون کی تفسیر حضرت عمرؓ کی یه روایت کر رھی ھے :۔

(۵٦۳) ابن عمرؓ کہتے ھیں که حضرت عمرؓ باشندگان مکه کو وظیفه نہیں دیتے تھے اور نه اُن میں سے کوئی لشکر تیار کر کے جنگ کے لئے روانه کرتے تھے ۔ اور ان کے بارے میں ایسے کلمات کہتے تھے جنہیں میں نقل کرنا نہیں چاھتا که وه ایسے اور ویسے ھیں ۔

ابو عبیدؒ :۔ ملاحظه فرمایا آپ نے که وه ان کو مستقل وظیفه اس لئے نہیں دیتے تھے که ان میں سے کوئی لشکر جنگ کے لئے نہیں بھیجتے تھے ۔ بایں همه حضرت عمرؓ کی فئے کے بارے میں یه رائے سب جانتے ھیں که اس میں کوئی (مسلم) بھی ایسا نہیں جس کا حق نه ھو ۔

marfat.com
Marfat.com

یہاں سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ شہری باشندوں کے حقوق جن سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے یہ ہیں کہ انہیں وظائف و روزینے دئے جائیں ، اور دوسرے لوگوں کے حقوق یہ ہیں کہ جب ان پر کوئی ضرورت یا مصیبت آن پڑے تو (ہنگامی حالات میں) ان کی مدد کی جائے ۔

اس مضمون کو حضرت عمرؓ ہی کی ایک اور روایت زیادہ وضاحت سے پیش کر رہی ہے:

(۵٦۴) عاصم بن عمر کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے میری شادی کر دی تو ایک ماہ تک مجھے بیت المال سے خرچ دیا پھر کہا: ,,اے یرفا ۔ اسے خرچ دینا بند کر دو ۔،، پھر مجھے اپنے پاس بلا کر اللہ کی حمد و ثناء کے بعد کہا: ,,امابعد : اے میرے عزیز فرزند ۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مال مجھے صرف حق کے مطابق حلال ہے ۔ اور یہ اب بھی اس وقت سے زیادہ حرام نہیں جب میں اس کا نگران ہوا تھا ۔ اب میری امانت واپس آ گئی ہے ۔ میں نے ایک ماہ تک تمہیں بیت المال سے خرچہ دیا ۔ اب اس سے زیادہ میں تمہیں نہیں دوں گا ۔ میں اپنی عالیہ کی (جائداد کی) پیداوار سے تمہاری مدد کر چکا ہوں ۔ جاؤ اسے کاٹو ، پھر اسے فروخت کر دو ۔ پھر اپنی قوم کے کسی تاجر کے ساتھ مل جاؤ اور جب وہ سودا کرے تو اسے شریک کر لو اور اس سے خرچ طلب کرو پھر اپنے گھر والوں پر خرچ کرو ۔

ابو عبیدؒ : ۔ ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت عمرؓ نے ان کا وظیفہ بند کر دیا ۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کی کسی خدمت پر مامور نہ تھے ۔ لیکن اگر وہ مسلمانوں کی کوئی خدمت بجالارہے ہوتے تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا اور حضرت عمرؓ ان کا خرچہ بند نہ کرتے ۔

marfat.com

Marfat.com

اس کی مزید تشریح علی بن ابی طالبؓ کی ایک روایت کر رہی ہے :

(۵۶۵) کثیر بن نمر کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی خارجی کی شکایت لے کر حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ,,میں نے اسے آپ کو گالی دیتے سنا،، تو انہوں نے اس سے کہا: ,,جیسے اُس نے مجھے گالی دی تو بھی اُسے گالی دے دے،، اس شخص نے کہا : ,,اور وہ آپ کو دھمکی بھی دیتا ہے،، اس پر انہوں نے کہا : ,,جس نے مجھے قتل نہیں کیا اسے میں قتل نہیں کروں گا،، بعد ازاں حضرت علیؓ نے کہا: ,,ہمارے اوپر ان کے تین حقوق ہیں: انہیں مسجدوں میں ذکر اللہ کرنے سے نہ روکیں ۔ اور جب تک یہ ہمارا ساتھ دیتے رہیں فئے سے انہیں محروم نہ کریں ۔ اور تاوقتیکہ یہ ہم سے جنگ پر نہ اُتر آئیں ان سے جنگ نہ کریں،،

ابو عبیدؒ : ۔ دیکھ لیجئے حضرت علیؓ فئے میں اس وقت تک خوارج کا حق تسلیم کر رہے ہیں ۔ جب تک کہ وہ بغاوت اور قانون شکنی نہ کریں ۔ بایں ہمہ وہ جانتے تھے کہ خوارج انہیں گالیاں دیتے تھے ۔ نہ صرف گالیاں بلکہ ان کے لئے اور بھی الجھنیں اور تکلیفیں پیدا کرتے تھے ۔ لیکن بایں ہمہ وہ خوارج مسلمانوں کے معاملات اور اُن کی آبادیوں میں شریک رہتے تھے ۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں وہ بغاوت کرنے لگے ۔

مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وظائف و روزینے ان شہریوں کے لئے ہیں جو اسلام کی حفاظت و مدافعت کرتے رہیں ۔ ان کے علاوہ دوسروں کے حقوق اسی وقت ہوتے ہیں جب ان پر آفات و مصائب آن پڑیں ۔

میری نظر میں یہی فریقین کے درمیان فیصلہ کن رائے ہے ۔ اور

marfat.com
Marfat.com

حضرت عمرؓ کے اس قول کی کہ کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں بچتا جس کا اس (فئے) میں حق نہ ہو۔ یہی تاویل ہے۔

یہ ہے خاص طور پر فئے کا مصرف۔ رہا خمس اور صدقہ کا بیان تو اس کے جداگانہ طریقے اور مصارف ہیں، جن کا ذکر ان کے مقامات پر آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

فئے اور صدقہ (زکوۃ) کا فرق

یہ تو ہیں وہ حقوق جو شہریوں کی فئے اور اموال میں دیہاتیوں کو حاصل ہیں۔ یہ حقوق اُن حقوق سے علیحدہ ہیں جو انہیں آپس میں ایک دوسرے کے اموال میں حاصل ہیں۔ اور اس کی تقسیم کا اصول یہ ہے کہ جو کچھ دیہاتیوں سے وصول کیا جاتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے، فئے نہیں۔ اور وہ انہیں میں پلٹا دیا جاتا ہے۔ یہ صدقہ دیہاتی فقیروں کے لئے ہر سال اُن کے امیروں پر واجب ہوتا ہے۔

اس ضمن میں متعدد احادیث ہیں :۔

(٥٦٦) سالم بن ابی الجعد سے روایت ہے کہ بنی سعد بن بکر کا ایک شخص ضمام بن ثعلبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا۔ اُس نے حضورؐ کو خطاب کرتے ہوئے کہا : ,,اے فرزند بنی ہاشم۔ میں اپنی قوم کا نمائندہ اور سردار ہوں۔ میں آپ سے کچھ پوچھوں گا اور قسم بھی دلاؤں گا۔ میرے سوال کا یہ طریقہ سخت ہو گا لہذا میری اس بات کا برا نہ ماننا۔ آپ کو اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو اور آپ سے پہلوں کو پیدا کیا اور جو آپ کے بعد آنے والوں کو بھی پیدا کرتا رہے گا۔ ہمارے پاس آپ کی تحریریں اور آپ کے پیامبر آئے ان کی دعوت یہ تھی کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں۔ لات و عزی کی عبادت ترک کر دیں۔ کیا اسی ذات نے آپ کو اس

marfat.com

Marfat.com

بات کا حکم دیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں" اس نے پھر کہا "اور آپ کے حکم نامے اور آپ کے پیامبر ہمارے پاس آ کر بتاتے رہے ہیں کہ ہم ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھیں ۔ کیا اسی اللہ نے آپ کو اس کا بھی حکم دیا ہے؟" آپ نے فرمایا "ہاں" ۔ اُس شخص نے پھر کہا: "آپ کے مکاتیب اور آپ کے قاصد ہمارے پاس آئے اور انہوں نے بتایا: "کہ ہم ماہ رمضان کے روزے رکھیں" فرمائیے کہ کیا اُسی نے آپ کو اس کا حکم بھی دیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں" ۔ اس شخص نے پھر کہا: "آپ کے مکاتیب اور آپ کے پیغامبروں نے ہمیں بتایا کہ ہمارے امیروں کے زائد مال میں سے لے کر اسے ہمارے محتاجوں فقیروں میں لوٹا دیا جائے گا ۔ کیا اللہ ہی نے آپ کو اس بات کا بھی حکم دیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں" پھر اس شخص نے کہا: "اب رہیں بدکاریاں اور فواحش ۔ سوہم آپ سے ان کے بارے میں کچھ نہیں پوچھیں گے نہ ہم ان کا ارتکاب کریں گے" پھر وہ چلا گیا۔

آپ نے فرمایا: "اگر یہ سچائی سے (مذکورہ اعمال) انجام دیتا رہا تو جنت میں جائے گا ۔

ابو عبیدؒ: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ سنّت تھی کہ جن آبادیوں کے تونگروں سے مال لیا جاتا تھا انہی کے محتاجوں اور فقیروں میں اسے تقسیم کر دیا جاتا تھا ۔ اور یہی عمل حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے:

(۵٦٧) عمرو بن میمون نے حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ پھر حضرت عمرؓ نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو فلاں فلاں چیزوں کی وصیّت کی اور کہا کہ میں اسے عرب کے دیہاتی باشندوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ یہ لوگ عرب کی پونجی اور اسلام کا بنیادی عنصر ہیں ۔ ان کے اغنیاء

marfat.com
Marfat.com

سے جو کچھ لیا جائے وہ انھی کے فقراء میں لوٹا دیا جائے ۔

(۵٦۸) ابن مرہ کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا: ,,میں (ان دیہاتی عربوں کی آبادیوں سے وصول شدہ) صدقہ انھی میں پلٹاؤں گا تاآنکہ ان میں سے ھر ایک کے پاس سو اونٹ ھو جائیں،،

ابو عبیدؒ: ۔ اس قسم کی اور بھی-احادیث ھیں جن کا تذکرہ یہاں مناسب نہیں ۔

یہ کچھ ھمیں دیہاتی عربوں کے بارے میں ملتا ھے ۔ اور یہی عمل دیگر بستیوں (۲) کے باشندوں سواد (عراق) والوں اور الجبال کے ایرانی علاقوں (۳) کے باشندوں سے کیا جائے گا ، جو مراعات ان عربی دیہاتیوں کو حاصل ھوں گی اُنھیں بھی حاصل ھوں گی اور جو پابندیاں ان عربی دیہاتیوں پر ھوں گی وھی اُن پر بھی ھوں گی ۔

★

حوالہ جات

۱) واضح رھے کہ شہری اور دیہاتی کی یہ صورت مسلمانوں کے اس زمانہ کے طرز رھائش اور حالات کے مطابق تھی ۔

۲) یہاں عربی لفظ ,,القری،، ھے جس سے مراد وادی القری ھو سکتی ھے ۔ اور یہ مدینہ سے شام کے راستہ میں آنے والی متصل بستیوں کے لئے بولا جاتا ھے ۔

۳) ,,الجبال،، آذربائیجان کے مشرق میں ایرانی علاقہ ھے ۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۳۱

غیر عرب (مسلم) اقوام (۱) کے لئے فئے سے وظائف کا اجراء

اسلام لانے کے بعد عرب اور غیرعرب میں امتیاز نہیں ہو گا

(۵٦٩) سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے بدر میں شریک ہونے والے مہاجرین عرب و غیرعرب کو پانچ پانچ ہزار (درہم) وظیفہ دیا اور انصار عرب و غیرعرب کو چار چار ہزار۔

(۵۷۰) حکیم بن عمیر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے لشکروں کے امراء کے نام فرمان جاری کئے کہ غیرعرب اقوام کے جن غلاموں کو تم آزاد کرو اور وہ مسلمان ہو جائیں تو اُن کا شمار ان کے آزاد کرنے والوں کے زمرہ میں کرو۔ جو مراعات اُنھیں حاصل ہوں وہی انھیں دو اور جو ذمہ داریاں اُن پر ہوں وہی ان پر بھی لگاؤ۔ اور اگر یہ لوگ مل کر جداگانہ قبیلہ کی شکل بننا چاہیں تو وظائف اور دیگر دستور وغیرہ میں ان سے اپنی طرح کا سلوک کرو۔ یہ ایک طویل روایت کا اقتباس ہے۔

(۵۷۱) ارطاۃ بن المنذر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے مذکورہ بالا فرمان لکھا۔

(۵۷۲) حسن کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کے ایک عامل کے پاس کچھ لوگ آئے تو اُنھوں نے عربوں کو تو دیا اور

marfat.com
Marfat.com

غیرعربوں کو چھوڑ دیا ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انھیں لکھا: ,,امابعد ، آدمی کے لئے یہی بدی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر کرے،،

(۵۷۳) حسن ہی سے ایک اور سند کے ذریعہ مذکورہ بالا روایت منقول ہے ۔ لیکن اس میں حضرت عمرؓ کا جواب یہ ہے،، تم نے ان سب کے ساتھ مساوی سلوک کیوں نہیں کیا؟،،

(۵۷۴) اسماعیل بن سالم کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ہرات میں عمر بن عبدالعزیز کا خط اس صدقہ کے سلسلہ میں آیا جس کی تقسیم کا انھوں نے حکم دیا تھا ۔ اس میں لکھا تھا ,,عربوں میں اور آزاد غیرعربوں میں اسے مساوی تقسیم کرو،،

(۵۷۵) سالم بن ابی الجعد سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عمار بن یاسرؓ کا چھ ہزار (درہم) وظیفہ مقرر کیا ۔

(۵۷۶) مسلم البطین سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سلمانؓ (فارسی) کا چار ہزار (درہم) وظیفہ مقرر کیا ۔

(۵۷۷) انس کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہرمزان کا وظیفہ مقرر کیا۔ (۲)

ابو عبیدؒ:۔ بعض راویوں کے قول کے بموجب انھوں نے ہر مزان کا وظیفہ دو ہزار مقرر کیا ۔

—— ★ ——

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱) یہ ,,الموالی،، کا ترجمہ ہے جس کا واحد مولی ہے۔ عربی میں یہ لفظ غلام کو آزاد کرنے والے آقا اور آزاد کردہ غلام دونوں کے لئے مشترک ہے۔ خواہ وہ عرب ہوں یا غیرعرب تاریخ میں بالعموم اس سے وہ غیرعرب مراد لئے جاتے ہیں جو کسی عرب قبیلہ کے قبضہ میں آ جائیں اور وہ عرب قبیلہ انہیں آزاد کر دے۔

۲) یہ وظیفہ اس کے اسلام قبول کرنے پر دیا گیا تھا۔ دیکھئے کتاب الخراج یحیی بن آدم : ٦٠ (نمبر ۱۸۵)

marfat.com

Marfat.com

باب : ۳۲

فئے سے عورتوں اور بچوں کے لئے وظائف کا اجراء

اسلامی ریاست میں سماجی تحفّظ

(۵۷۸) ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : ,,جو شخص (قرض و عیالداری وغیرہ کا) بار چھوڑ کر مرے گا تو وہ ہمارے ذمہ ہو گا۔ اور جو شخص مال چھوڑ کر مرے گا تو وہ اس کے وارثوں کا ہوگا،،۔

(۵۷۹) مقدام بن معدیکرب الکندی کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ,,جو شخص مال چھوڑ کر مرے گا تو وہ اس کے وارثوں کا ہوگا، اور جو بار (قرض وغیرہ) چھوڑ جائے گا وہ اللہ کے ذمہ ـــــ اور بعض اوقات آپ فرماتے: ,,اللہ اور اُس کے رسول کے ذمہ،، ھــو گا۔

ابو عبیدؒ: ,,بار،، کے معنے ہمارے نظر میں عیالداری اور وہ ذمہ داریاں ہیں جنھیں مرحوم انجام دے رہا ہو۔ اس میں بال بچے بھی شامل ہیں ـ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس مال (فئے) میں عورتوں اور بچوں کا حق رکھا اور خود آپ نے ان کے حق میں ضمانت دی ـ اور اسے اپنی ذمہ داری میں لیا ـ

بچہ پیدا ہوتے ہی ,,فئے،، سے وظیفہ کا مستحق ہو جاتا ہے

(۵۸۰) بشر بن غالب سے روایت ہے کـہ حضرت حسینؓ ابـن

marfat.com

Marfat.com

علیؓ سے دریافت کیا گیا ,,نومولود کا حصہ کب سے جاری ہو گا؟،،
تو اُنھوں نے جواب دیا: ,,اسی وقت سے جبکہ وہ پہلی آواز نکالے ۔،،
پھر ان سے پوچھا گیا ,,قیدی کا فدیہ کس کے ذمہ ہوگا ۔، انھوں نے جواب دیا: ,,اس زمین (ملک یا اس کے باشندوں) کے ذمہ جس کے دفاع کے لئے وہ جنگ کر رہا تھا۔،،

(۵۸۱) ابن عمرؓ کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ بچہ کا وظیفہ اس وقت تک جاری نہ کرتے تھے جب تک کہ اس کا دودھ نہ چھڑا دیا جاتا ۔ لیکن بعد میں اُنھوں نے منادی کرا دی کہ اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو۔ ھم ھر مسلمان بچہ کی پیدائش کے وقت ھی سے اس کا وظیفہ جاری کریں گے ۔ اور یہی حکم اُنھوں نے تمام اسلامی مملکت میں بھیج دیا تھا کہ مسلمان کے ھر بچہ کا اس کی پیدائش ھی سے وظیفہ مقرر کر دو ۔

عمر کے ساتھ بچہّ کے وظیفہ میں اضافہ

(۵۸۲) محمد بن ھلال المدینی اپنے باپ کی وساطت سے اپنی دادی کے متعلق روایت کرتے ھیں کہ وہ حضرت عثمانؓ بن عفان کی خدمت میں حاضری دیا کرتی تھیں ۔ ایک دن خضرت عثمانؓ نے انھیں نہ دیکھا تو اپنے گھر والوں سے دریافت کیا کہ آج فلاں خاتون مجھے نظر نہیں آئیں ۔ کیا وجہ ھے؟،، اس پر ان کی بیگم نے انھیں بتایا: ,,امیر المومنین ۔ آج رات اس کے بچہ ھوا ھے۔،، چنانچہ محمد بن ھلال کی دادی کہتی ھیں کہ حضرت عثمانؓ نے مجھے پچاس درھم اور ایک چادر بھیجی اور کہلایا کہ یہ تیرے بیٹے کا وظیفہ ھے، اور یہ اس کی پوشاک ھے ۔ جب یہ بچہ ایک سال کا ھو جائے گا تو ھم اس کا وظیفہ بڑھا کر سو درھم کر دیں گے ۔

marfat.com

Marfat.com

(۵۸۳) ابواسحق اپنے دادا خیار سے روایت کرتے ھیں که ان کا گذر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں ھوا تو حضرت عثمانؓ نے اُن سے پوچھا: ,,بڑے میاں۔ آپ کے ساتھ کتنے بال بچے ھیں؟،، اُنھوں نے کہا: ,,میرے ساتھ (کنبه) ھے ۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا: ,,ھم نے تمھارے لئے اتنا اتنا وظیفه مقرر کر دیا ھے ـــــ راوی کو یه مقدار یاد نه رھی ـــــ اور تمھارے بال بچوّں میں سے ھر ایک کے لئے سو سو درھم ۔

(۵۸۴) قبیله خثعم کا ایک فرد روایت کرتا ھے که میرے ھاں ایک لڑکا پیدا ھوا تو میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ھوا ۔ اور انھوں نے اس نومولود کا اندراج سو (درھم) والوں کی فہرست میں کرا دیا ۔

راسته میں پڑا ملنے والے بچهّ کا وظیفه

(۵۸۵) تمیم بن مسیح کہتے ھیں که میں حضرت علیؓ کے پاس راہ میں پڑا ھوا ایک بچهّ اُٹھا کر لے گیا اور اُنھوں نے اس کا اندراج سو (درھم) والوں کی فہرست میں کر دیا ۔

(۵۸۶) مروان بن شجاع الجزری کہتے ھیں که جب میرا دودھ چھٹا تو مجھے عمر بن عبدالعزیز نے دس دینار والوں کی فہرست میں شامل کر لیا تھا ۔

(۵۸۷) ابن عون کہتے ھیں که محمد کی مجلس میں یه روایت بیان کی گئی که عمر بن عبدالعزیز نے دودھ چھڑا ھوئے بچه (کو وظیفه دینے) کے لئے قرعه ڈالا ۔ لیکن پھر خود ھی اس عمل کو ناپسند کرتے ھوئے کہا : ,,میرے خیال میں یه تو وھی ممنوع عمل ھے جسے قرآن ,,استقسام بالازلام،، (یعنی پانسوں کے ذریعه حصے تقسیم کرنے کا طریقه) کہتا ھے ۔

marfat.com

Marfat.com

ابو عبیدؒ :۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے بچوں کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے کے سلسلے میں قرعہ اندازی کی ہو گی اور پھر اسے برا خیال کیا ہوگا اور یہ رائے قائم کی ہو گی کہ ان سب کے ساتھ مساویانہ سلوک کیا جائے ۔

دودھ پلائی کے اخراجات کی ذمہ داری وارث پر ہے

میرا خیال یہ بھی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اس رائے کے قائل تھے کہ دودھ پیتے بچہ کو وظیفہ نہیں دیا جائے گا ۔ بلکہ دودھ چھٹنے کے بعد بچہ کا وظیفہ مقرر ہو گا ۔ اگر ان کی یہی رائے تھی تو میرا خیال ہے ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہوگا :

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ (البقرہ ۲ : ۲۳۳)

مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں (یہ قاعدہ) اس شخص کے لئے ہے جو دودھ پلائی کی مدت پوری کرنا چاہے ، اس صورت میں جس کی اولاد ہو وہ (بچوں کا باپ) دستور کے مطابق ان (ماؤں) کی خوراک اور لباس کا کفیل ہو گا ۔ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی ۔ کسی ماں کو اُس کے بچہ کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچایا جائیگا اور نہ کسی باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے، اور (اگر باپ نہ ہوتو) یہی ذمہ داریاں (بچہ کے) وارث پر ہوں گی ۔

marfat.com

Marfat.com

جس میں قرآن مجید کہہ رہا کہ دودھ پلائی کی ذمہ داری بچہ کے باپ پر ہو گی ، اگــر بچــہ کا باپ نہ ہو تو بچہ کے پاس مــال نہ ہونے کی صورت میں وارث پر یہ ذمہ داری عائد ہو گی لیکن اگر بچہ کے پاس مال ہو تو اس کے مال سے یہ اخراجات ہوں گے۔[1] یہی رائے متعدد فقہاء سے مقول ہے :

(۵۸۸) عبداللہ بن معقل کہتے ہیں: ,,بچہ کی دودھ پلانـی کے اخراجات اس کے مال میں سے لئے جائیں گے۔،،

(۵۸۹) شریح کہتے ہیں : ,,دودھ پینے والے بچہ کے اخراجات اس کی میراث کے حصہ میں سے کٹے جائیں گے خواہ وہ میراث کم ہو یا زیادہ ۔

(۵۹۰) ابن سیرین کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عتبہ کے پاس ایک بچہ کی شیرخواری کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے اس بچہ کے اخراجات خود اسی کے مال میں سے کرنے کے لئے کہا اور اس بچہ کے ولی یا وارث [2] سے کہا : ,,اگر اس بچہ کے پاس مال نہ ہو تا تو میں اس بچہ کی دودھ پلائی کے اخراجات تیرے ذمہ ڈالتا ،،

ملاحظہ فرمائیے قرآن مجید کے الفاظ وہ کہہ رہا ہے :۔

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ (البقرہ : ۲۳۳)

اور یہی ذمہ داریاں وارث پر ہوں گی ۔

(۵۹۱) مجاهد نے ارشاد قرآن :۔

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ (البقرہ : ۲۳۳)

اور یہی ذمہ داریاں وارث پر ہوں گی

کی شرح کرتے ہوئے کہا : ,,بچہ کے وارث پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کے باپ کی طرح اس کی دودھ پلائی کے اخراجات کا کفیل ہو،،

marfat.com

Marfat.com

(۵۹۲) حسن کہتے ہیں کہ ,,علی الوارث مثل ذلک ،، کا حکم عورتوں کے لئے نہیں بلکہ مردوں کے لئے ہے۔

(۵۹۳) سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ عمر (بن عبدالعزیز) نے ان بچوں کا وظیفہ بند کر دیا جن کا خرچ عورتیں نہیں بلکہ عصبہ وارثین میں سے مرد برداشت کر رہے تھے۔

ابو عبیدؒ :۔ ہمارا خیال ہے کہ عمر بن عبدالعزیز دودھ چھڑانے تک بچہ کے وظیفہ کے بارے میں یہی خیال رکھتے تھے۔ اس کا ثبوت اس روایت سے بھی ہو رہا ہے:

(۵۹۴) اُمیہ بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے درخواست کی کہ میرے ایک بیٹے کا وظیفہ مقرر کر دیں تو اُنھوں نے کہا: ,,اگر میں تیرے بیٹے کی طرح کے اپنے بیٹے کو وظیفہ دے رہا ہوتا تو اس تیرے بیٹے کے لئے بھی مقرر کر دیتا،،

ابو عبیدؒ :۔ مجھے اس روایت کی کوئی توجیہ اس کے سوا نظر نہیں آتی کہ اس بچہ کا دودھ نہیں چھڑایا گیا تھا۔ اس لئے کہ اس بارے میں ان کی یہی رائے مشہور ہے۔

دودھ پیتے بچہ کو وظیفہ دینے میں اختلاف

(۵۹۵) حضرت عمرؓ بن الخطاب کی بھی پہلی رائے یہی تھی کہ جب تک دودھ پیتے بچہ کا دودھ نہ چھوٹے اُس کو وظیفہ نہ دیا جائے لیکن بعد میں یہ خیال چھوڑ کر اُنھوں نے ہر بچہ کا وظیفہ جاری کرنے کا حکم دے دیا۔

(۵۹۶) یہی پہلی رائے حضرات عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی بھی تھی۔ اور یہی فتوی حضرت حسین بن علیؓ نے بھی دیا تھا

ابو عبیدؒ :۔ الغرض ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ کے دودھ پینے کے دوران اس کا وظیفہ جاری کرنا مختلف فیہ مسئلہ ہے لیکن دودھ

marfat.com
Marfat.com

چھوٹنے کے بعد بچہ کا وظیفہ جاری کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں لیکن یادرھے کہ یہ وظیفہ ان شہری آبادیوں کے بال بچوں کے لئے ھے۔ جن کے متعلق ھم پہلے باب میں بحث کر چکے ھیں ۔ اس لئے کہ ان پر ان کے آباء کے احکام کا اطلاق ھو گا ۔

(۵۹۷) ابو قبیل کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں بچہ کے پیدا ھوتے ھی دس (درھم) والوں میں اس کا اندراج ھو جاتا ۔ (۳) پھر جب وظیفہ کی عمر کو پہنچتا تو اسے دوسری فہرست میں شامل کر لیا جاتا ۔ امیر معاویہؓ نے اپنے دور خلافت میں نومولود کو نکال دیا اور وہ وظیفہ دودھ چھڑائے ھونے بچہ کے لئے مقرر کر دیا ۔ پھر یہ وظیفہ برابر جاری رھا تاآنکہ عمر بن عبدالعزیز بن مروان نے یہ سب وظائف ختم کر دئے البتہ جنھیں اُنھوں نے چاھا انھیں باقی رکھا ۔

(۵۹۸) سلیمان بن حبیب کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے فوجیوں کے بال بچوں کے لئے دس۔دس درھم مقرر کئے ۔ یہ وظیفہ حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد کے خلفاء نے بھی جاری رکھا اور اسے قابل میراث قرار دیا کہ ان حاملین وظائف کے مرنے پر ان کے وہ وارث جن کا دس دس (درھم) کی فہرست میں نام نہ ھوتا اس کے وارث بن جاتے تاآنکہ عمر ابن عبدالعزیز کا دور آیا اور انھوں نے مجھ (سلیمان بن حبیب) سے اس مسئلہ میں استفسار کیا تو میں نے انھیں اس کی تفاصیل سے باخبر کیا ۔ اس پر انھوں نے اس وظیفہ کے میراث میں پہنچنے کو ناپسند کیا اور عمومیت کے ساتھ ان لوگوں کے بال بچوں کے لئے جن کا نام مسلمانوں کے وظائف کے رجسٹروں میں درج نہ تھا اسے جاری رکھا ۔ اس ضمن میں انھوں نے کہا: ,,میں میراث کا سلسلہ ختم کرتا ھوں اور وظائف کو عمومی طور پر جاری رکھتا

marfat.com
Marfat.com

ہوں۔" اس پر میں نے کہا: "امیر المومنین ۔ جلدی نہ فرمائیے ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کے اس فیصلہ کو بعد میں آنے والے سند بنا کر وراثت کا سلسلہ ہی ختم کر دیں اور جو عموم آپ نے وظائف کے اجراء میں باقی رکھا ہے اسے نظر انداز کر جائیں۔" تب انہوں نے کہا: "تم درست کہہ رہے ہو ۔ میں انہیں (حسب سابق) چھوڑے دیتا ہوں۔"

حوالہ جات

۱) ہمارے خیال میں دودھ پینے یا دودھ چھڑانے کا زمانہ محل نزاع نہیں ہے ۔ اگر اسلامی حکومت نے استحکام کے بعد ہر محتاج و ضرورت مند کی کفالت کا ذمہ لے لیا ہو تو وہ اس کے مطابق ہر بچہ کا وظیفہ مقرر کرے گی ۔ اس لئے کہ فقراء اور حاجت مندوں کی کفالت از روئے قرآن و سنت اسلامی حکومت کا فریضہ ہے لیکن اگر بچہ کے وارث ضرورت مند نہ ہوں تو پھر وہی رضاعت کے اخراجات برداشت کریں گے ۔ (مترجم) ۔

۲) یہ ولی یا وارث کا شک خود ابو عبید کو ہوا ہے

۳) یہ حضرت عمرؓ کی بعد کی رائے تھی (ابو عبیدؒ)

marfat.com

Marfat.com

باب : ۳۳

فئے سے عورتوں اور غلاموں کے وظائف

(۵۹۹) سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا بارہ بارہ ہزار (درھم) وظیفہ مقرر کیا ۔ سوائے جویریہؓ اور صفیہؓ کے کہ ان کا وظیفہ چھ چھ ہزار مقرر کیا ۔ (۱)

(۶۰۰) مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے پہلے پہل ہجرت کرنے والی خواتین اسماء بنت عمیسؓ ، اسماء بنت ابی بکرؓ ، ام معبدؓ جو عبداللہ بن مسعود کی والدہ ہیں ۔ کا ایک ایک ہزار وظیفہ مقرر کیا ۔

شادی شدہ کو کنوارے سے دگنا

(۶۰۱) عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب فئے آتی تو آپ اسے اسی دن تقسیم فرما دیتے تھے ۔ آپ شادی شدہ کو دو حصے اور کنوارے کو ایک حصہ دیتے تھے ۔

(۶۰۲) سفیان بن وھب خولانی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے (ایک دفعہ فئے) لوگوں میں تقسیم کی ، تو ہر تنہا فرد کو آدھا دینار ملا ۔ اور جو اپنی بیوی کے ساتھ تھا اسے ایک دینار دیا ۔

(۶۰۳) ثعلبہ بن ابی مالک روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے مدینہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں تو ایک عمدہ چادر بچ گئی۔

marfat.com
Marfat.com

یہ دیکھ کر آپ کے بعض مصاحبین نے کہا : ,,امیر المومنین ۔ یہ آپ اپنے گھر میں دختر رسول اللہ ۔ یعنی اپنی زوجہ ام کلثوم بنت علیؓ کو دیجئے ۔ حضرت عمرؓ نے کہا : ,,ام سلیط ـــــ جو انصار کی خواتین میں سے تھیں اور جنھوں نے رسول اللہؐ سے بیعت بھی کی تھی۔ اس کی زیادہ حقدار ہیں ۔ اس لئے کہ وہ غزوہ احد میں مشکیں اُٹھا کر ہماری سقائی کر رہی تھیں ۔

(٦۰۴) ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے میرے والد (عروہ) سے کہا: حضرت عمرؓ ہمارے زعفران اور ورس (۲) کے حصے بھیج دیا کرتے تھے ۔

کنیز و غلام کا حصہ

(٦۰۵) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تھیلا آیا جس میں پوتھ تھے چنانچہ آپ نے وہ آزاد عورت کو بھی اور کنیز کو بھی ۔

(٦۰٦) ابومرہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فئے تقسیم کرتے ہوئے مجھے اسی طرح حصہ دیا جیسے میرے آقا کو دیا ۔

(٦۰۷) مخلد غفاری کہتے ہیں کہ بنی غفار کے تین غلام بدر میں شریک ہوئے چنانچہ حضرت عمرؓ ان میں سے ہر ایک کو سالانہ تین ہزار وظیفہ دیتے تھے ۔

marfat.com
Marfat.com

ابو عَبید :۔ ابن عیینہ اس حدیث کی تفسیر میں یہ کہتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے ان کے آزاد ہو جانے کے بعد یہ وظیفہ ان کے لئے مقرر کیا تھا لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر یہی بات تھی تو جہاں تک ہمارا خیال ہے انہیں ان کے آزاد کردہ آقاؤں کے زمرہ میں شامل کیا جاتا اس لئے کہ حضرت عمرؓ کا آزاد غلاموں کے بارے میں یہی طریق کار تھا کہ وہ موالی (آزاد عرب و غیرعرب غلاموں) اور اصلی عربوں کو برابر رکھتے تھے۔

اور ہم نے فئے کے موضوع پر بحث کرتے وقت اس فصل کے شروع میں حضرت عمرؓ کی فئے سے متعلق یہ رائے دی ہے: ,,کوئی بھی (مسلم) ایسا نہیں جس کا اس مال (فئے) میں حصہ نہ ہو۔ بجز ان بعض غلاموں کے جن کے تم مالک ہو۔ (دیکھئے) نمبر ۲۲۴ و ۲۲۵) تو اس سے ان کی مراد یہی بدر میں شرکت کرنے والے غلام تھے۔ چنانچہ وہ فئے میں ان کا حق تسلیم کرتے تھے۔ ان کا مذکورہ بالا جملہ ملاحظہ کیجئے اس میں وہ بعض غلاموں کو مستثنیٰ کر رہے ہیں۔ اس طرح انہوں نے فئے کو عام نہ رکھا بلکہ ان لوگوں کے لئے خاص کر دیا جنہوں نے اسلام کی نمایاں خدمت انجام دی ہو۔

(٦٠٦) اسی موضوع سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ آپ نے آبی اللحم کے آزاد کردہ غلام عمیر کو غنیمت کے سامان میں سے کچھ دیا۔ عمیر غلامی کی حالت میں اپنے آقا کے ساتھ جنگ خیبر میں شریک ہوئے تھے۔

غلام کو مستقل وظیفہ نہیں بلکہ کارکردگی کا صلہ ملتا تھا

یہ ایسی بخشش ہوتی تھی جو غنیمت و فئے میں سے اسلام کی قابل ذکر خدمت کرنے والے غلام کو دی جاتی تھی۔ لیکن جہاں تک مستقل وظیفہ کا تعلق ہے تو غلاموں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

مسلمانوں کا یہی متفقہ فیصلہ ہے کہ بیت المال میں غلاموں کا کوئی حصہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا آقا اس کا حصہ لے لیتا ہے۔ بایں ہمہ اگر غلام کو الگ سے حصہ دیا جائے تو وہ بھی اس کے آقا کی ملکیت میں چلا جائے گا اور اس طرح اس (مالک) کو دگنا حصہ مل جائے گا۔ اس بارے میں صرف غلہ اور اشیاء خوردنی کا استثناء ہے کہ اس کے متعلق حضرت عمرؓ سے روایت ملتی ہے کہ انہوں نے غلاموں کے لئے غلہ مقرر کیا تھا۔ اس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔

اب رہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث (نمبر ٦٠٣) جس میں پوتھ کا ذکر ہے کہ آپ نے آزاد خاتون اور کنیز دونوں کو پوتھ دئے تو اس کی توجیہ یہی ہو سکتی ہے کہ وہ بخشش آپ کی ذات سے خاص تھی جو آپ نے اپنی ملکیت میں سے دی تھی۔ وہ پوتھ کا تھیلا یا تو آپ کو ھدیہ میں ملا تھا یا پھر غنیمت کے خمس (۱/۵) سے آپ کا حصہ تھا۔ جس کے آپ کلی مختار تھے اور اس پوتھ کو فئے یا صدقہ کے مال سے کوئی مشابہت نہ تھی۔ اس لئے کہ دوسری طرف ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ آپ کے پاس ھجر، بحرین اور دیگر علاقوں سے جزیہ پہنچتا ہے اور ہمیں کوئی مثال ایسی نہیں ملتی کہ آپ نے اس میں غلاموں کو شریک کیا ہو۔

مولیٰ اپنے سابقہ آقا کے مساوی ہو گا

اب رہی حضرت ابو بکرؓ کی وہ روایت (نمبر ٦٠۴) جس میں مذکور ہے کہ انہوں نے فئے کے مال سے غلام کو اس کے آقا کے برابر حصہ دیا تو اس کی توجیہ میری نظر میں یہی ہے کہ وہ غلام اپنے آقا کی ملکیت سے آزاد ہو چکا تھا اور اس طرح وہ دیگر آزاد مسلمانوں کے برابر ہو گیا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

یہی چیز حضرت عمرؓ کی روایت میں ملتی ہے کہ اُنھوں نے قریش و انصار کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) کو اتنا ہی حصہ دیا جتنا ان کے (سابقہ) اصل عرب مالکوں کو دیا ۔ اور وظائف کی تقسیم میں ان کے درمیان برابری قائم رکھی ۔

ہمیں حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ کی روایات کی یہی توجیہ نظر آتی ہے اور ہمارا خیال ہے کہ ان دونوں حضرات نے یہ فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر کیا ہے کہ :

مولی القوم منھم :

کسی قوم کا آزاد کردہ غلام انہی میں شمار ہو گا

ان تمام مسائل سے متعلق احادیث موجود ہیں : (۳)

★

حوالہ جات

۱) اس کی تفصیل نمبر ۵۵۲ میں گذر چکی ہے ۔
۲) ایک پودا جس کا پھول خوشبو دار ہوتا ہے اور زعفرانی رنگ کی جگہ استعمال ہوتا ہے ۔
۳) یہاں کتاب الاموال کا دوسرا جزء ختم ہوتا ہے ۔ والحمدللہ رب العلمین و صلوٰتہ علی محمد و علی آلہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب یسر وا عن بفضلک

باب : ۳۴

فئے میں سے لوگوں کا روزینہ مقررّ کرنا

(۶۰۸۸۰) قیس بن حازم کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ شام تشریف لائے تو حضرت بلالؓ ان کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ کے دربار میں لشکروں کے امراء بھی موجود تھے۔ حضرت بلالؓ پکارنے لگے: ,,اے عمر اے عمرؓ۔ اے عمرؓ۔،، حضرت عمرؓ نے کہا : ,,یہ رہا عمر،،۔ تب حضرت بلالؓ نے کہا : ,,تم ان عوام اور اللہ کے درمیان واسطہ ہو۔ اور تمہارے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں ہے ۔۔ تم اپنے سامنے کے لوگوں داہنی جانب والوں اور بائیں جانب والوں پر نگاہ ڈالو۔ خدا کی قسم۔ یہ لوگ جو تمہارے پاس آئے ہوئے ہیں صرف پرندوں کا گوشت کھا کر جی رہے ہیں،،۔ حضرت عمرؓ نے کہا ,,اے بلال تم سچ کہتے ہیں۔ میں اس مجلس سے اُس وقت تک نہیں اُٹھوں گا تاوقتیکہ یہ (امراء) میری طرف سے اس بات کی ضمانت نہ لے لیں کہ ہر مسلم فرد کو دو مدگیہوں (۴۱) اور ان کے مطابق سرکہ اور تیل ملتا رہے گا۔ اس پر ان لوگوں نے کہا: ,,اے امیر المومنین۔ ہم آپ کی طرف سے ضمانت لیتے ہیں کہ انہیں اتنا ملتا رہے گا۔ اور یہ ہمارا فریضہ ہو گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالی نے مال و دولت اور محصولات کی فراوانی و کشائش کر دی ہے۔ پھر حضرت

marfat.com
Marfat.com

عمرؓ نے کہا: ,,اچھا اب ٹھیک ہے،،۔

راتب کی مقدار کا تعیّن

(٦٠٩) حارثہ بن المضرب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک جریب آٹا گوندھنے کا حکم دیا پھر اس کی روٹیاں پکوائیں اور ان روٹیوں کو زیتون کے تیل میں چور کر ثرید بنوایا ۔ بعد ازاں تیس آدمیوں کو بلا کر دوپہر کو انہیں وہ ثرید کھلایا اور انہیں واپس بھیج دیا پھر شام کے کھانے پر بھی ایسا ہی کیا ۔ بعد ازاں کہنے لگے: ,,فی کس ماھانہ خوراک کے لئے دو جریب غلہ کافی ہے،،۔ چنانچہ ہر فرد، مرد ، عورت ، غلام ــــ کا دو دو جریب غلہ ماہوار راتب مقرر کر دیا۔

(٦١٠) سفیان بن وھب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں مدی اور قسط دو پیمانے لے کر کہا: ,,میں نے ہر فرد مسلم کے لئے ماھانہ ایک مدی گندم ، دو قسط سرکہ اور دو قسط زیتون کا تیل مقرر کر دیا ہے،،۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے دریافت کیا ,,غلاموں کا بھی؟،، حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ,,ہاں، غلاموں کا بھی،،۔

(٦١١) عبداللہ بن ابی قیس سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد کے بعد انہوں نے کہا: ,,ہم نے تمہارے وظائف و راتب ماھانہ مقرر کر دئے ہیں،، پھر اُنہوں نے مدی اور قسط دو پیمانے جو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں لے رکھے تھے انہیں (نمایاں کرتے ہوئے) ھلایا اور کہا : ,,جو لوگوں کو اس مقررہ مقدار سے کم دے خدا اسے ایسا اور ایساً کرے،، یعنی کم دینے والے کو بدعا دی۔

(٦١٢) ابو الدرداءؓ سے روایت ہے: ,,متعدد ایسی برمحل صحیح اور پر ھدایت سنتیں ہیں جنھیں حضرت عمرؓ نے اُمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جاری کیا ۔ ان میں سے ایک دو مدی (غلہ) اور دو قسط (سرکہ اور تیل دینے کی) سنت ہے،،۔

marfat.com

Marfat.com

ابو عبیدؒ:۔ ہمارے خیال میں حضرت عمرؓ نے ان غلاموں کو جن کا بیت المال میں کوئی حصہ نہیں ، جو راتب مقرر کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان غلاموں کے آقا بیت المال میں ان (غلاموں کی) جانب سے رضاکارانہ زکوۃ ادا کرتے تھے ۔ چنانچہ اس کے عوض ان کے لئے یہ راتب انہوں نے مقرر کر دئے ۔ حالانکہ وہ (ادائی زکوۃ) ان پر واجب نہ تھی ۔

سعید بن المسیب نے اس کی تفسیر یوں کی ہے :

(۶۱۳) عبدالخالق بن سلمہ شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب سے صدقہ فطر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں صدقۂ فطر کی مقدار فی کس ایک صاع کھجور یا نصف صاع گیہوں مقرر تھی ۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مہاجرین کی ایک جماعت نے ان سے تبادلۂ خیال کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو ہم اپنے غلاموں کی طرف سے دس (صاع) سالانہ بیت المال کو پیش کرتے رہیں ۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ,,یہ تمہارا بڑا اچھا خیال ہے اور میری رائے ہے کہ ان (غلاموں) کے لئے میں ماہانہ دو جریب راتب مقرر کر دوں،، چنانچہ اس طرح امیرالمومنین (عمرؓ) جو کچھ غلاموں کے نام سے لیتے تھے اس سے زیادہ انہیں دے دیا کرتے تھے ۔ (لیکن ان کے بعد اب) جب یہ لوگ (حکام) آئے تو کہتے ہیں ,,ہمیں دس (صاع) دیتے رہو اور ہم (غلاموں کے) دو جریب دینا بند کر دیں گے،، یہ ان کی غلطی ہے اور اس سے کوئی خوشگوار نتیجہ نہیں نکلے گا ۔

*

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱) یہاں اصل میں مد لکھا ہے - یہ چھوٹا پیمانہ ہے - ہمارا خیال ہے کہ یہ ,,مدی،، ہو گا - اس لئے کہ دو مد کسی طرح بھی ایک شخص کے لئے مہینہ بھر کافی نہیں ہو سکتی - ,,مدی،، شام کا بڑا پیمانہ ہے - اور دومدی غلہ ایک فرد کے مہینہ بھر کی خوراک کے لئے کافی ہوتا ہے - اس کی شرح اگلی روایات سے ہو رہی ہے بالخصوص نمبر ٦١١ دیکھئے) -

marfat.com

Marfat.com

باب : ۳۵

فئے کو نکالنے اور مستحقین میں تقسیم کرنے میں جلدی کرنا

رسول اللہؐ کا عمل

(۶۱۴) حسن بن محمد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس آنے والے مال پر نہ دوپہر گذرنے دیتے تھے (۱) نہ رات۔

ابو عبیدؒ :۔ یعنی آپ مال کو تقسیم کرنے اور مستحقین تک پہنچانے میں عجلت سے کام لیتے تھے۔ مگر مال آپ کے پاس صبح پہنچتا تو آپ دوپہر تک اپنے پاس باقی نہ رہنے دیتے اسی طرح اگر مال شام کے وقت آتا تو آپ رات سے پہلے پہلے اسے تقسیم فرما دیتے تھے۔

(۶۱۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے بڑی خوشی ہو گی کہ تین راتیں گذرنے سے پہلے پہلے اس میں سے کچھ بھی میرے پاس باقی نہ رہے۔ الا یہ کہ مجھ پر کچھ قرض ہو اور اسے ادا کرنے کے لئے میں نے کچھ بچا لیا ہو،،۔

(۶۱۶) جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی غزوہ حنین سے واپسی پر میں بھی اور لوگوں کے ساتھ آپ کے ہمراہ جا رہا تھا کہ کچھ دیہاتی عرب رسول اللہؐ کے پیچھے لگ

marfat.com
Marfat.com

گئے اور آپؐ سے مانگنے لگے ۔ مجبوراً آپؐ کو ایک کیکر کے درخت سے لگتے ہوئے گذرنا پڑا ۔ آپ کی چادر اس میں الجھ گئی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور فرمانے لگے: ,,میری چادر مجھے دے دو۔ اگر میرے پاس ان کیکر کے درختوں کے برابر بھی اُونٹ یا مویشی ہوتے تو میں وہ بھی تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا ۔ اور تم دیکھ لیتے کہ میں نہ تو بخیل ہوں نہ دروغ گو، اور نہ پست ہمت و بزدل ۔

(٦١٧) دو مختلف اسناد سے بھی مذکورہ بالا حدیث جبیر بن مطعم اور عمرو بن شعیب سے مروی ہے ۔

حضرت عمرؓ کی پریشانی

(٦١٨) عبدالرحمن بن عوفؓ کہتے ہیں : ,,حضرت عمرؓ نے مجھے بلوایا ۔ میرا خیال ہے کہ تقریباً ظہر کا وقت ہو گا ۔ میں ان کے پاس پہنچا ۔ جب میں مکان میں داخل ہونے لگا تو رونے کی بلند آواز سنائی دی ۔ میں نے کہا: ,,اناللہ و انا الیہ راجعون ۔ واللہ ۔ امیرالمومنین کو کوئی سخت مشکل درپیش ہے،، ۔ الغرض میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا: ,,اے امیرالمومنین ۔ کوئی بات نہیں ۔ پریشان نہ ہوجئے،، ۔ انہوں نے پہلی بات جو مجھ سے کی یہ تھی : ,,تم کس خوش خیالی میں ہو؟ واقعتاً میں سخت آزمائش میں ہوں،، ۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھر کے اندر لے گئے ۔ جہاں میں نے اُوپر تلے بہت سی تھیلیاں رکھی ہوئی دیکھیں ۔ پھر حضرت عمرؓ کہنے لگے: ,,یہ ہے وہ مقام جہاں اللہ کی نظر میں آل خطاب کی کوئی وقعت نہیں رہے گی ۔ اللہ کی قسم اگر ہم سخاوت کرتے ہوئے اسے تقسیم کر دیں تو میرے سامنے میرے دو پیش رو بزرگوں کی مثال ہے جنھوں نے میرے لئے اس طرح کا قابل اقتدا نمونہ چھوڑا ہے،، ۔ یہ کچھ دیکھنے پر میں نے ان سے کہا: ,,امیر المومنین ۔ آئیے ہم بیٹھ

marfat.com

Marfat.com

کر اس مسئلہ میں غور و فکر کریں ۔ چنانچہ ہم بیٹھ گئے اور ہم نے ایک فہرست تیار کی ۔ جس میں مدینہ والوں کے نام لکھے ۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے نام لکھے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے نام لکھے ۔ اور پھر ان کے سوا دوسرے لوگوں کی فہرست مرتب کی ۔ اس طرح (ہم نے حساب لگایا تو اس مال میں سے) راہ خدا میں مجاہدین اور آپ کی ازواج مطہرات کے حصہ میں چار چار دینار آئے اور ان کے بعد دوسرے لوگوں کے حصہ میں دو دو ۔ تاآنکہ ہم نے وہ تمام تقسیم کر دیا ۔

(٦١٩) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے بلایا ۔ جب میں پہنچا تو دیکھا کہ ان کے سامنے بھوسہ کی طرح سونا ہی سونا بکھرا پڑا ہے ۔ اُنھوں نے کہا: ,,آؤ اسے اپنی قوم میں تقسیم کر دو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے یہ دولت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ سے روک کر مجھے کیوں دے دی ؟ معلوم نہیں اُس نے اس میں کونی بھلائی چاہی ہے یا برائی؟،، پھر میں اسے تقسیم کرنے میں منہمک ہو گیا تو مجھے رونے کی آواز سنائی دی ۔ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ رو رہے تھے اور روتے ہوئے کہتے جا رہے تھے: ,,قسم اس ذات کی جس نے محمد کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا یہ ناممکن ہے کہ اُس نے یہ دولت اپنے نبی اور ابو بکرؓ سے تو کسی برائی کے قصد سے روک لی ہو اور عمر کو یہ دولت کسی بھلائی کے قصد سے دے دی ہو،،

معاویہؓ اور بیت المال کی فاضل دولت

(٦٢٠) عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے ہمارے سامنے تقریر میں کہا: تمہارے بیت المال میں ان وظائف کے بعد کچھ بچ رہتا ہے جو تم کو دئے جا رہے ہیں ۔ میں اس بچنے والے مال کو

marfat.com
Marfat.com

تمہارے درمیان تقسیم کر رہا ہوں لیکن یاد رکھو اگر آئندہ سال کچھ بچا تو وہ تقسیم ہو گا، نہ بچا تو اس بارے میں ہم پر خفگی کا اظہار نہ کرنا ۔ اس لئے کہ یہ مال ہمارا تو ہے نہیں ۔ یہ تو وہ فئے ہے جو اللہ تعالی تمہارے لئے بھیجتا ہے،،

بیت المال کی فاضل دولت کے لئے عمر بن عبدالعزیز کے مصارف

(٦٢١) عمر بن عبدالعزیز نے عبدالحمید بن عبدالرحمن کو جو عراق میں تھے ۔ لکھا: ,,لوگوں کو اُن کے وظائف دے دو،، اس کے جواب میں عبدالحمید نے لکھا،، میں لوگوں کے مقررہ وظائف دے چکا ہوں اور اس پر بھی بیت المال میں مال بچا ہوا ہے ،، اس پر عمر بن عبدالعزیز نے جواب میں لکھا: ,,اب ایسے لوگوں کو دیکھو جو مقروض ہوں ۔ لیکن انہوں نے یہ قرضہ کسی فضول خرچی یا بےراہ روی کے سلسلہ میں نہ لیا ہو ۔ اور ان کے قرض (بیت المال میں بچی ہوئی رقم سے) ادا کر دو ۔ ،، اس پر عبدالحمید نے انہیں لکھا : ,,میں نے ایسے مقروض افراد کے قرض بھی ادا کر دئے ہیں ۔ بایں ہمہ بیت المال میں رقم باقی رہتی ہے،، اس پر عمر بن عبدالعزیز نے انہیں لکھا: ,,اب ایسے کنواروں کو تلاش کرو جو نادار ہوں اور وہ یہ پسند کریں کہ تم ان کی شادی کرا دو ۔ تو تم ان کی شادی کر کے اُن کی طرف سے اُن کے ذمہّ واجب الادا مہر بھی ادا کر دو،، اس کے بعد عبدالحمید نے انہیں لکھا: ,,مجھے جتنے بھی کنوارے ملے ہیں ان کی شادی بھی کرا چکا ہوں ۔ بایں ہمہ بیت المال میں رقم باقی رہتی ہے،، اس کے جواب میں عمر بن عبدالعزیز نے انہیں لکھا: ,,اب ایسے لوگوں کو تلاش کرو جن پر جزیہ مقرر ہے اور وہ اپنی زمین کا انتظام نہیں کر پاتے ہیں ۔ ایسے ذمیوں کو اتنی رقم قرض دو کہ وہ اپنی زمین

marfat.com

Marfat.com

کا بندوبست کر سکیں ۔ اس لئے کہ ان سے ھمارا واسطہ ایک دو سال کے لئے نہیں ھے۔"

★

حوالہ جات

۱) یہاں کتاب میں عربی عبارت ..لم یکن یقبل مالا۔ جس کے معنے ھیں مال کو قبول نہیں کرتے تھے لیکن ھمارا خیال ھے کہ آگے ولایۃ کی مناسبت سے پہلے یقبل ھو گا ۔ اور اسی لحاظ سے ھم نے ترجمہ کیا ھے ۔ اسیؒ کی تائید ابو عبیدؒ کی آگے مذکور تفسیر بھی کر رھی ھے ۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

باب : ۳٦

غنیمت و فئے کا فرق ۔ نیز یه که ان دونوں مدّوں میں سے

کون سی مد سے فوجیوں کے وظـائف اور بال بچوں کے

روزینے جاری کئے جائینگے

(٦٢٢) عمرو بن السائب بن الاقرع اپنے والد سے روایت کرتے هیں :۔

مسلمانوں پر اتنے وسیع پیمانه پر یورش کی تیاری هوئی که اس کی نظیر سابقه زمانه میں نهیں ملتي ۔ چنانچه جب اس یورش کی اطلاع حضرت عمرؓ کو ملی تو انهوں نے مسلمانوں کو اکٹھا کیا پھر الله کی حمدوثناء کے بعد انهیں اس تیاری کی خبر دی اور فرمایا: ,,اس بارے میں اپنی اپنی آراء کا مختصراً اظهار کیجئے اور بات کو بڑھـائیے نهیں که اس طرح معاملات کا نظم و ضبط بگڑ جاتا هے اور سرا نهیں مـلتا،،

چنانچه حضرت طلحهؓ کھڑے هوئے اور اُنهوں نے اپنا مشوره پیش کیا ۔ پھر حضرت زبیرؓ کھڑے هوئے اور انهوں نے اپنی رائے بیان کی ۔ پھر حضرت عثمانؓ کھڑے هوئے اُنهوں نے اپنی تجویز پیش کی ۔ یه سب باتیں ایک طویل روایت میں مذکور هیں ۔ (۱)

marfat.com
Marfat.com

بعد ازاں حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے کہا:

,,یاامیرالمومنین ! یہ مخالفین حملہ آور شرک میں گرفتار ہیں ۔ یہ لوگ جسے ناپسند کر رہے ہیں اللہ تعالی اسے بدلنے میں بڑی قدرت رکھتا ہے ۔ اس بارہ میں میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اہل کوفہ کو یہ پیغام بھیج دیں کہ ان (کے فوجیوں) کی دوتہائی تعداد حملہ آوروں سے مقابلہ کرنے کے لئے چلی جائے اور ایک تہائی بال بچوں کی دیکھ بھال اور جزیہ کے انتظام کے لئے رہ جائے اور آپ اہل بصرہ کے پاس بھی پیغام بھیج دیں کہ خاموشی سے لشکر تیار رکھیں ۔

بعد ازاں حضرت عمرؓ نے فرمایا : ,,مجھے مشورہ دو کہ میں جنگ کرنے والے لشکر کی قیادت کس کے سپرد کروں ؟،، لوگوں نے کہا: ,,اے امیر المومنین ! آپ ہم میں سب سے بہتر رائے والے ہیں اور اپنے آدمیوں کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں ،،۔ چنانچہ اُنھوں نے کہا: ,,میں ان پر ایسا قائد مقرر کروں گا جو پہلا نیزہ خود کھائے گا ۔ جاؤ اے سائب ابن الاقرع ۔ اور میرا یہ خط لے جا کر نعمان بن مقرن کو دے دینا ۔ پھر اسے اس تجویز پر عمل پیرا ہونے کا حکم دینا ۔ جو علیؓ نے پیش کی اور دیکھو اگر نعمان بن مقرن شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ حذیفہ بن الیمان لے لیں ۔ اگر حذیفہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر جریر بن عبداللہ ان کی جانشینی کریں ۔ اور دیکھو اگر یہ لشکر قتل ہو جائے تو پھر میں تمہیں زندہ نہ دیکھوں ۔ اور جو مال غنیمت اس لشکر کے ہاتھ لگے اس کی نگرانی تمہارے ذمہ ہے ۔ خبردار ۔ کوئی ناحق چیز مجھ تک نہ پہنچانا ۔ اور حقدار کو اس کے حق سے ہرگز محروم نہ رکھنا ۔ ،،

سائب کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کا خط لے کر نعمان کے پاس پہنچا ۔ چنانچہ وہ اہل کوفہ کے دوتہائی لشکر کو لے کر نکل

marfat.com
Marfat.com

گئے اور اهل بصره کو پیغام پهنچا دیا ـ یه لشکر ان کی قیادت میں بڑھتا رھا تاآنکه نہاوند کے مقام پر اس کا دشمنوں سے مقابله ھوا ـــــ بعد ازاں سائب نے پورے معرکه نہاوند کی تفصیلات بیان کیں ـ جس میں بتایا که ـــــ مسلمانوں نے غنیم پر حمله کر دیا اور سب سے پہلے نعمان نے جام شہادت نوش کیا ـ ان کے بعد جھنڈا حذیفه نے لیا اور الله نے دشمنوں پر انھیں فتح نصیب کی ـ میں نے مال غنیمت اکٹھا کیا اور لشکریوں میں اسے تقسیم کر دیا ـ بعد میں میرے پاس ذوالعیینتین آیا اور اُس نے کہا: ,,نخیر جان کا خزانه قلعه میں ھے ـ(۲) چنانچه میں وھاں گیا ـ کیا دیکھتا ھوں که ھیرے جواھرات سے بھرے ھوئے دو تھیلے وھاں رکھے ھیں ـ میں نے اپنی زندگی میں ان جیسے دو تھیلے کبھی نہیں دیکھے تھے ـ اب میں سوچ میں پڑ گیا ـ یه تھیلے نه تو مال غنیمت تھے که انھیں لشکریوں میں تقسیم کر دوں اور نه میں انھیں جزیه ھی متصوّر کر سکا ـــــ بعد ازاں میں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچنے کے لئے روانه ھوا ـ انھیں اس معرکه کی اطلاع ملنے میں دیر ھو گئی تھی اور وہ اس انتظار میں مدینه کے مضافات میں گشت لگایا کرتے اور آتے جاتے سے دریافت کرتے رھتے ـ جب انھوں نے مجھے دیکھا تو کہا : ,,اے ابن ملیکه ـ تیرا برا ھو جلدی بتا کیا خبر لایا ھے؟،، میں نے عرض کی: ,,یا امیرالمومنین ـ حالات بالکل آپ کی مرضی کے مطابق ھیں ،، بعد ازاں میں نے واقعه کی تمام تفصیلات بیان کیں ـ نعمان کی شہادت سے لے کر لشکر کی ظفر مندی تک ـ پھر ان دو تھیلوں کا مسئله بیان کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: ,,جاؤ ، ان دونوں کو لے جا کر بیچ دو ـ اُن کے عوض جو درھم یا کم و بیش ملے اسے ان لشکریوں کے درمیان تقسیم کر دو،، میں انھیں لے کر کوفه آیا ـ جہاں عمرو بن حریث نامی ایک قریشی جوان میرے پاس آیا اور اُس نے

marfat.com

Marfat.com

وہ تھیلے مجھ سے (مسلمانوں کے) بال بچوں اور فوجیوں کے مقرّرہ وظائف بھر رقم کے عوض خرید لئے۔ پھر وہ ان میں سے ایک تھیلا لے کر حیرہ گیا اور اُس ایک کو اتنے میں فروخت کر دیا جتنے میں مجھ سے دونوں لئے تھے۔ اور یہ پہلا سرمایہ تھا جو اُس کے ھاتھ لگا۔

مال غنیمت اور فئے میں حد فاصل

ابو عبیدؒ:۔ یہ روایت غنیمت اور فئے کے درمیان حد فاصل قائم کر رھی ھے۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ اس مسئلہ میں سائب کو اشکال لاحق ھو گیا تھا اور وہ یہ فیصلہ نہ کر سکے تھے کہ یہ ھیرے اور جواھرات ان دونوں مدّوں میں سے کسی ایک مد میں شامل کر دیں۔ تاآنکہ اُنھوں نے یہ مسئلہ حضرت عمرؓ سے دریافت کیا۔ اس اشکال کی وجہ یہ تھی کہ نہ تو یہ خزانہ براہ راست جنگ میں ھاتھ لگا تھا کہ اسے غنیمت شمار کر لیا جاتا اور نہ جزیہ کے ضمن میں ذمیوں سے حاصل ھوا تھا کہ فئے قرار دیا جاتا۔ بلکہ اس کی حیثیت ان دونوں صورتوں کے درمیان ایک نئی صورت تھی۔ اسی بناء پر انھیں اس کے فیصلہ میں شک گذرا اور انھیں حضرت عمرؓ سے دریافت کرنا پڑا۔ اور حضرت عمرؓ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت بال بچوں کے روزینوں اور فوجیوں کے وظائف میں تقسیم کر دیں اور یہ حکم نہ دیا کہ اس کے (غنیمت کی طرح) پانچ حصے کئے جائیں۔ اس طرح اُنھوں نے ھمیں بتا دیا کہ اُنھوں نے اس مال کو فئے قرار دیا۔ اور یہی غنیمت اور فئے کے درمیان فرق ھے۔

یعنی جو مال مشرکین سے دوران جنگ بجبرو قوت حاصل ھو وہ غنیمت کہلائے گا۔ اس کے پانچ حصے کئے جائیں گے اور وہ سب کا سب اپنے متعین و مخصوص مستحقین کو ملے گا۔ عوام الناس کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ اور وہ مال جو جنگ کے ختم ھونے

marfat.com
Marfat.com

اور علاقه کے (فتح هونے کے بعد) دارالاسلام بن جانے پر ملے ,,فئے،، کہلائے گا اور وہ تمـــام لوگوں کے لئے عام هو گا ۔ اس میں سے پانچواں حصه الگ نہیں کیا جائے گا ۔ اور یہی صورت اس مال کی بھی هو گی جو اهل حرب سے جنگ هونے سے پہلے هاتھ لگے مثلاً ایک اسلامی لشکر دشمن سے مقابله کے لئے نکلا ۔ جب دشمن کو اس کی اطلاع ملی تو انهوں نے اپنے بچاؤ کے لئے اس شرط پر مال دینے کی پیش کش کی که مسلمان اس مال کو قبول کر کے حمله کئے بغیر واپس چلے جائیں ۔ اور مسلمان ان کی شرط کے مطابق وہ مال قبول کر کے ان کے علاقه میں اُترے بغیر هی واپس هو گئے ۔

یہی مضمون ایک تفسیری بیان میں ضحاک سے منقول هے ۔

(٦٢٣) ضحاک بن مزاحم کہتے هیں که جو قلعه بند آبادی اپنی جان بچانے کے لئے جنگ کئے بغیر فدیه ادا کرنے کی پیش کش کر دے ۔ خواہ وہ لشکر کو دیکھ چکی هو ـــــ تو اس سے حاصل شدہ مال تمام مسلمانوں کے لئے (فئے) هو گا ۔

ابو عبیدؒ۔ ضحاک کی رائے یه هے که ایسا مال ,,فئے،، هو گا نه که غنیمت ۔ اس لئے که یه جنگ سے پہلے هی حاصل هوا هے ۔ اور ایسی هی تفسیر رسول الله صلی الله علیه وسلم کی اس حدیث کی بھی کی گئی هے جس میں آپ کے ان دیناروں کی تقسیم کا ذکر هے جو قیصر نے آپ کی خدمت میں ارسال کئے تھے ۔

(٦٢٤) بکر بن عبدالله المزنیؒ سے روایت هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے قیصر کو ایک گرامی نامه تحریر فرمایا جس میں اسے اسلام قبول کر لینے کی دعوت دی ۔ جب رسول الله صلی الله علیه وسلم کا قاصد اس کے پاس پہنچا تو قیصر نے اعلان کرنے والے کو حکم دیا جس نے یه اعلان کیا: ,,لوگو! قیصر نے نصرانیت چھوڑ دی

marfat.com

Marfat.com

ہے اور اب اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اختیار کر لیا ہے،، یہ اعلان سنتے ہی اس کے لشکر نے ہتھیار بند ہو کر اس کے محل کو گھیرے میں لے لیا۔ اس پر قیصر نے اپنے منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے: ,,لوگو! پچھلے اعلان سے قیصر نے تمہارا امتحان لیا تھا کہ دیکھیں تم لوگ اپنے دین پر کس درجہ پختگی سے قائم ہو۔ اب تم واپس چلے جاؤ وہ تم سے رضا مند ہو گیا ہے،، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد سے کہا: ,,مجھے خطرہ ہے کہ میری حکومت جاتی رہے گی،، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتے ہوئے اس نے لکھا : ,,میں مسلمان ہوں،، اور اس نے آپ کی خدمت میں دینار بھی بھیجے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کا خط پڑھا تو فرمایا: ,,اللہ کا دشمن جھوٹا ہے۔ وہ مسلمان نہیں بلکہ نصرانیت پر ہی قائم ہے،، بعد ازاں آپ نے وہ دینار تقسیم کر دئے۔

ابو عبیدؒ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دیناروں کو قبول فرما کر انہیں پانچ حصے کئے بغیر سب کو تقسیم فرما دینا یہ بتا رہا ہے کہ وہ غنیمت نہیں بلکہ ,,فئے،، تھے۔ اس لئے کہ وہ آپ کو اہل حرب کی طرف سے ملے تھے جن سے لڑنے کے لئے غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر کشی فرمائی تھی۔ اور اسی غزوہ میں آپ کو قیصر کا جواب بھی وصول ہوا تھا۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل روایت سے ملتی ہے:۔

(٦٢٥) سعید بن ابی راشد کہتے ہیں ,,میں اس تنوخی سے حمص میں ملا ہوں جو ہرقل کا ایلچی بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تھا۔ یہ شخص میرا پڑوسی تھا، بہت بوڑھا اور تقریباً سٹھیا گیا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں ہرقل کا

marfat.com
Marfat.com

خط لے کر حضور کی خدمت میں پہنچا ۔ آپ تبوک میں تھے ۔ آپ نے وہ خط ایک شخص کو جو آپ کے بائیں جانب تھا دے دیا ۔ چنانچہ اُس نے وہ خط پڑھا ۔ میں نے کہا: ,,یہ خط کسے دیا گیا ھے جو اسے پڑھ رہا ھے؟ مجھے بتایا گیا کہ وہ معاویہؓ ھیں ۔ پھر جب آپ (میرا لایا ہوا) خط سن چکے تو آپ نے فرمایا: ,,بلاشبہ تمھارا حق ھے ۔ تم پیامی ھو ۔ ھم مسافر ھیں ۔ اگر ھمارے پاس کوئی انعام ھوتا تو ھم تمھیں وہ دے دیتے،، ایک شخص کھڑا ھوا اور اس نے کہا: ,,میں اسے انعام دیتا ھوں،، اور اس نے اپنا سامان سفر کھولا اور ایک جوڑا لاکر میری گود میں رکھ دیا ،، میں نے پوچھا: ,,یہ انعام دینے والا کون ھے؟،، لوگوں نے جواب دیا: ,,عثمانؓ ،، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ,,اب اس کی مہمانی کون کرے گا؟،، انصار کے ایک نوجوان نے کہا: ,,میں،، ۔ اور وہ انصاری مجھے اپنے ساتھ لے گیا اور میں اس کے ساتھ رہا ۔

ابو عبیدؒ ۔ میرا خیال ھے کہ ھرقل کی طرف سے آپ کو ملنے والے دینار تبوک ھی میں آپ کو ملے تھے ۔ اس لئے کہ المزنی کی حدیث (نمبر۶۲۴) کے مطابق وہ خط کے ساتھ ھی آئے تھے ۔ اور ھمیں کوئی روایت ایسی نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ھو سکے کہ اس ایک خط اور اس کے جواب کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ھرقل کے درمیان مراسلت ھوئی ھو ۔ لہذا ھماری رائے کے مطابق یہی وہ خط تھا ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دیناروں کو ھدیہ یا غنیمت کیوں قرار نہ دیا اور ,,فئے،، کیوں قرار دیا ۔ ھمارے خیال میں اس کا جواب یہ ھے کہ اس وقت جب آپ کو یہ دینار ملے، آپ روم کا رخ کئے ھوئے تھے ۔ اور اس پیش قدمی میں ابھی تک آپ نے جنگ نہیں

marfat.com

Marfat.com

گئی تھی کہ اس کی وجہ سے ان دیناروں کی حیثیت غنیمت ہو جاتی۔ نہ ہی یہ دینار آپ کو لشکر کشی سے قبل مدینہ میں ملے تھے کہ اُن کی حیثیت ہدیہ کی ہو جاتی۔ اس کے برخلاف یہ دینار ہرقل نے آپ کو اس وقت بھیجے جبکہ آپ اس کی طرف پیش قدمی فرما رہے تھے۔ اندریں حالات میری نظر میں ان کی حیثیت ,,فئے،، کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ اور اگر یہ ہدیہ ہوتے تو آپ انہیں قبول نہ فرماتے۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک آپ کا ثابت شدہ طرز عمل اس بارے میں یہی رہا ہے کہ آپ نے کبھی کسی اہل حرب مشرک کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا۔ اس بارے میں بہت سی احادیث مذکور ہیں۔

اہل حرب مشرک کا ہدیہ رسول اللہ قبول نہ فرماتے تھے

(٦٢٦) حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ اسلام سے قبل عیاض بن حمار مجاشعی کا رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے میل ملاپ تھا۔ جب اسلام کا دور آیا تو اس نے حضورؐ کو ایک ہدیہ پیش کیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے واپس فرما دیا : ,,ہم مشرکوں کا عطیہ قبول نہیں کرتے ہیں،،

(٦٢٩) (٣) عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب نے علماء کی محفل میں یہ روایت بیان کی کہ عامر بن مالک ۔ ملاعب الاسنہ ۔ شرک کی حالت میں حضورؐ کے پاس آیا ۔ آپ نے اسے اسلام پیش کیا ۔ لیکن اس نے آپ کی دعوت قبول نہ کی ۔ پھر اس نے حضورؐ کو ہدیہ پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ,,میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا ہوں،،

(٦٣٠) ابن بریدہ کہتے ہیں کہ عامر بن الطفیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک گھوڑا بطور ہدیہ بھیجا اور

marfat.com
Marfat.com

لکھا کہ میرے پیٹ میں پھوڑا سا نکل آیا ھے آپ اپنے پاس سے میرے لئے کوئی دوا روانہ فرمائیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گھوڑا تو واپس کر دیا ۔ اس لئے کہ وہ (عامر) مسلمان نہ تھا ۔ اور اسے شہد سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ ھدیۃً بھیجا اور فرمایا: ,,اپنی بیماری کا اس سے علاج کر لو،،۔

ابو عبیدؒ:۔ اس عامر کے بارے میں علماء حدیث کا خیال ھے کہ وہ عامر بن الطفیل ھے اور سیرت نگاروں کا کہنا ھے کہ یہ ابو البراء عامر بن مالک ھے ۔ نیز یہ کہ عامر بن الطفیل مرتے دم تک رسول اللہؐ کی دشمنی پر کمربستہ رہا ۔

ایک روایت یہ بھی ملتی ھے کہ آپ نے ابو سفیان کا ھدیہ قبول فرما لیا تھا ۔

(٦٣١) عکرمہ راوی ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان کو جبکہ وہ مکہ میں عمرو بن امیہ کے ساتھ تھے عمدہ کھجوروں کا ھدیہ بھیجا اور اس سے ھدیۃً (دباغت دئے ہوئے) چرم کی اپنے لئے فرمائش لکھ بھیجی ۔ چنانچہ ابو سفیان نے آپ کی مطلوبہ فرمائش آپ کو پیش کر دی ۔

ابو عبیدؒ: ۔ ھمارے خیال میں اس کی توجیہ یہ ھے کہ یہ ھدیہ اس صلح کی مدّت کے دوران ملا تھا جو فتح مکہ سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور باشندگان مکہ کے درمیان ہوئی تھی ۔ جنگ کے دوران نہیں ملا تھا ۔

اسی طرح قبطیوں کے سربراہ اسکندریہ کے حاکم مقوقس کا ھدیہ قبول کر لینے کا معاملہ بھی ھے : ۔

(٦٣٢) روایت ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جب حاطب ابن ابی بلتعہ کے ھاتھ اپنا گرامی نامہ بھیجا تو اس

marfat.com
Marfat.com

ہقہ) (مقوقس) نے حاطب کا احترام اور اُن کے ساتھ نیک سلوک کیا ۔ نیز
ںا ان کے ھاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو جواب بھیجا جس میں
ہا لکھا: ,,مجھے علم تھا کہ ایک نبی باقی رہ گیا ھے ۔ اور میرا گمان تھا
ے کہ وہ ملک شام سے نمودار ھوگا،، اور اُس نے آپ کی خدمت میں
ںلہ ماریہ (نامی کنیز) ھدیةً پیش کی جن کے بطن سے رسول اللہؐ کے
لمصاحبزادے ابراھیم پیدا ھوئے ۔ نیز اُس نے ایک خچر اور دیگر اشیاء
سہ ھدیةً بھیجیں جنھیں حضورؐ نے قبول فرما لیا تھا ۔

ابو عبیدؒ: ۔ ھمارا خیال ھے کہ اُس نے آپ کی نبوت کا اعتراف
ے کر لیا تھا اور بظاھر آپ کو نہیں جھٹلایا ۔ نہ اس نے رسول اللہؐ کو
ہتا اپنے اسلام قبول کرنے سے نااُمید کیا ۔ چنانچہ ان وجوہ کی بناء پر
ہ حضورؐ نے اس کا مرسلہ ھدیہ قبول فرما لیا تھا ۔

٦) (٦٣٣) رہ گیا نجاشی سو وہ مسلمان ھو گیا تھا ۔ اور اسی لئے
ہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس نے ھدیہ بھیجا تو آپ نے اسے
ہ قبول فرما لیا تھا ۔

) (٦٣٤) یہی صورت اُکیدر کی ھے ۔ البتہ اس کا قبول اسلام
و بعض شرائط سے مشروط تھا جس کی رو سے کچھ اُس سے لیا گیا
ہ تھا اور کچھ اُسے دیا گیا تھا ۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
ی وسلّم نے اسے خط لکھ دیا تھا جسے ھم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ے کے مکاتیب گرامی کے ضمن بیان کر آئے ھیں ۔ (دیکھئے نمبر ۵۰۸)

ابو عبیدؒ: ۔ الغرض ھماری رائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
ی وسلم سے جو سنت ثابت ھے وہ یہی ھے کہ آپ نے اپنے ساتھ جنگ
ے کرنے والے مشرک کا ھدیہ کبھی قبول نہیں فرمایا ۔

مندرجہ بالا تفصیلات کے ذریعہ ھم ,,غنیمت،، اور ,,فئے،، کے فرق
ہ کو بیان کر چکے ھیں ۔

marfat.com
Marfat.com

صدقه (زکوۃ) کی تعریف وہ نہ فئے ہے نہ غنیمت

اب رہا ,,صدقہ،، تو اس کے متعلق یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ مذکورہ بالا دونوں مدوں میں سے کسی میں نہیں آتی ۔ وہ جداگانہ ایک مد ہے جو مسلمانوں کے اموال کی زکوۃ ہوتی ہے ۔ اور اس کے مصارف وہی آٹھ ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالی نے قرآن مجید کی سورۃ براءۃ (التوبۃ ۹ : ٦۰) میں متعین فرما دیا ہے ۔ اور اس میں سے لڑنے والوں (فوجیوں) کو وظائف و عطیے نہیں دئے جائیں گے ۔ یہ مسئلہ عروۃ بن الزبیر سے منقولہ روایت میں وضاحت سے مذکور ہے:۔

(٦۳۵) عروۃ کہتے ہیں: ,,میں نے مروان بن الحکم کو منبر پر کھڑے ہو کر یہ کہتے سنا کہ امیرالمومنین معاویہؓ نے حکم دیا کہ تمہارے وظائف و عطیے بغیر کمی کے پورے پورے ادا کئے جائیں ۔ انہوں نے تمہارے لئے پورا زور لگایا تاہم رقم میں ایک لاکھ (درہم) کی کمی باقی رہ گئی ۔ اس لئے کہ انہوں نے تمہارے ذمہ لگائے ہوئے محصول و واجبات میں کمی کر دی ہے ۔ تاہم اُنہوں نے مجھے لکھ دیا ہے کہ جب یمن کے صدقہ کی رقم ہمارے ہاں سے گذرے تو میں اس میں سے یہ رقم لے لوں،، یہ سننا تھا کہ لوگ اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے ۔ میں نے ان پر نظر ڈالی ۔ وہ کہہ رہے تھے: ,,نہیں ۔بخدا ہم اس میں سے ایک درہم بھی نہیں لیں گے ۔ کیا ہم دوسروں کا حق مار لیں؟۔ یمن سے آنے والا مال تو ,,صدقہ،، ہے۔ اور صدقہ یتیموں اور مسکینوں کے لئے ہے ۔ ہمارے وظائف کی رقوم تو جزیہ سے ملتی ہیں ۔ آپ معاویہؓ کو لکھ دیجئے کہ وہ ہمارے وظائف کی باقیماندہ رقم ہمیں بھیج دیں ۔ ،، چنانچہ انہوں نے ان کا مطالبہ معاویہؓ کو لکھ بھیجا اور معاویہؓ نے اُن کے پاس بھیج دی ۔

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱) دیکھئے تاریخ طبری (۳۱ ھ) کے حوادث کے تحت ج۴ ص ۲۳۷ ۔ نیز کتاب الخراج ، ابو یوسف ۳۸ ۔ اور فتوح البلدان للبلاذری : ۳۰۲ (از حاشیہ کتاب الاموال)

۲) طبری کی روایت کے مطابق ایک آتش کدہ کے نگران نے اپنی جان بخشی کے عوض اس خزانہ کا سراغ دیا تھا ۔ دیکھئے تاریخ طبری ۴ : ۲۳۳ (از حاشیہ کتاب الاموال)

۳) یہاں سے نمبر غلط ہو گئے ہیں ۔ بجائے ٦٢٧ کے ٦٢٩ ۔ اصل سے مطابقت کی بناء پر ہم بھی وہی نمبر دے رہے ہیں ۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

باب : ۳۷

وظائف و عطیاّت کا مستحق ہونے کے بعد مر جانے

والے کے ساتھ کیا طرز عمل اختیار کیا جائیگا

(٦٣٦) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں : میں معرکہ جلولاء میں شریک تھا ۔ اس میں حاصل شدہ غنیمت کا ایک حصہ میں نے چالیس ہزار (درہم) میں خرید لیا ۔ جب میں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھ سے کہا: ,,بتاؤ اگر مجھے جہنم کے سامنے پیش کیا جائے اور تم سے کہا جائے کہ اسے بچانے کے لئے فدیہ ادا کرو تو کیا تم مجھے آگ سے بچانے کے لئے فدیہ دے دو گے؟ اس پر میں نے کہا: ,,بخدا کوئی چیز بھی جو آپ کے لئے ایذا رساں ہو میں ضرور اس سے آپ کو بچانے کی کوشش کروں گا ،، پھر انہوں نے کہا: ,,میری آنکھوں کے سامنے لوگوں کا وہ منظر ہے جب وہ یہ سودا کر رہے تھے ۔ اور کہہ رہے تھے: ,,عبداللہ بن عمر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابی، امیرالمومنین کے فرزند ، اور ان کے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں ،، اور واقعۃً تم ہو بھی ایسے ہی ۔ یہی سبب ہے کہ لوگ کسی سودے کو تمہارے ہاتھ سو (درہم) رعایت کر کے فروخت کرنا تو گوارا کر لیں گے لیکن تم سے ایک درہم زیادہ لینا پسند نہ کریں گے ۔ اور تم جانتے ہو کہ میری حیثیت ایک ذمہ دار قاسم کی ہے ۔ ایک قریشی تاجر زیادہ سے زیادہ اپنے سودے پر جو

marfat.com

Marfat.com

نفع کمـــاتا ہے اتنا میں تمہیں دینے کو تیار ہوں۔ تمہیں ایک درہم پر ایک ہی درہم نفع مل جائے گا۔، بعد ازاں انھوں نے سوداگروں کو بلوایا جنہوں نے وہ حصۂ غنیمت ان سے چار لاکھ (درہم) میں خرید کیا ۔ پھر انھوں نے اس قیمت میں سے مجھے اسی ہزار دے دئے اور باقی رقم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دے کر بھیج دی کہ اسے معرکۂ جلولا میں حصہ لینے والوں میں تقسیم کر دو ۔ اور جو ان میں سے مرچکا ہو تو اس کا حصہ اس کے وارثوں کو دے دو ۔

وظیفہ کا مستحق ہو کر مرنے والے کا وظیفہ اُس کے وارث کو ملے گا

(٦٣٧) معقل بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کا طرز عمل اس شخص کے بارے میں جو وظیفہ کا مستحق ہونے کے بعد مر جاتا یہ تھا کہ وہ اس کا وظیفہ اس کے وارثوں کو دے دیتے تھے ۔

(٦٣٨) اوزاعی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے لکھا: ,,وظائف و عطیات کے مستحقین کی فہرست پر نظر ڈالو ۔ اور جسے دیکھو کہ وہ اپنا وظیفہ پالینے کے بعد پورے سال کام کرتا اپنے بار اُٹھاتا اور اپنے فوجی واجبات پورے کرتا رہا ۔ اور پھر اس وقت مر گیا جب لوگوں کو ان کے وظائف جاری کئے جانے کا حکم دے دیا گیا تو ایسے شخص کا وظیفہ اس کے گھر والوں کو دئے جانے کا حکم دے دو جـــو اس کا واجـبی حـــق ہو گا ۔ اسی طرح دیکھو جو کسی فوج میں بھرتی ہو گیا ہو اور اسے اس کا وظیفہ مل چکا ہو جس میں سے اس نے (مہم کی) تیاری پر صرف کر دیا ہو اور پھر وہ مر گیا ہو تو ایسے شخص کے گھر والوں سے کچھ تاوان نہ وصول کرنا ۔ اس مرنے والے نے تو اپنا حق لیا ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

(۶۳۹) قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد حضرت زبیرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا: ,,مجھے عبداللہ کا وظیفہ دے دو۔ اس لئے کہ عبداللہ کے بال بچے بیت المال کے مقابلہ میں اس رقم کے زیادہ مستحق ہیں۔،، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے انھیں پندرہ ہزار (درہم) دے دئے۔،،

واضح رہے کہ حضرت زبیر از روئے وصیت عبداللہ بن مسعودؓ کے وصّی (ان کے مال و جائداد اور بال بچوں کے نگران) تھے۔

ابو عبیدؒ: ۔ اس روایت میں ایک فقہی نکتہ ہے۔ اور وہ یہ کہ جب کوئی آدمی وصیّت کر کے دو آدمیوں کو اپنے گھر بار کا نگران مقرر کر دے تو ان میں سے ایک کو دوسرے کے بغیر بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کے مال کا مطالبہ کرے۔ اس لئے کہ حضرت زبیرؓ اور عبداللہ بن الزبیر دونوں عبداللہ بن مسعودؓ کے وصی تھے۔ ہم ان دونوں کی یہ روایت کسی اور موقع پر بیان کر چکے ہیں۔ یہاں ہمیں معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ان دونوں میں سے ایک کو عبداللہ بن مسعودؓ کا مال سونپ دیا تھا۔

مرنے والا جتنی مدّت زندہ رہا اُس مدّت کے وظیفہ کا حقدار ہے

(۶۴۰) حیّ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص سال کے آٹھ ماہ گذار کر مر گیا تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسے اس کے پورے سال بھر کے وظیفہ کا دوتہائی دے دیا۔

*

marfat.com
Marfat.com

باب : ۳۸

وظائف کے تعیّن میں قرآن مجید کی تعلیم ، دیگر علوم ـ نیز

آباؤ اجداد کے اسلامی کارنامے انجام دینے میں

بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی رعایت

قرآن مجید سیکھنے پر وظیفہ

(٦۴۱) سعد بن ابراهیم کہتے ھیں که حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے کسی گورنر کو لکھا تھا : ,,لوگوں کو قرآن مجید سیکھنے پر وظیفے دو،، اس (گورنر) نے جواب میں انھیں لکھا: آپ نے مجھے لکھا ھے که لوگوں کو قرآن مجید سیکھنے پر وظیفے دو ـ چنانچه یہاں اب ایسے لوگوں نے بھی قرآن مجید سیکھنا شروع کر دیا ھے جنھیں سوائے وظیفه کے اور کوئی کشش اس تعلیم کے حاصل کرنے میں نہیں ھے،، اس کا جواب دیتے ھوئے حضرت عمرؓ نے انھیں لکھا: ,,لوگوں کو شرافت و مروّت اور صحبت کی بناء پر وظائف دو ـ ،،

(٦۴۲) اُسیر بن عمرو کہتے ھیں که حضرت عمرؓ کو جب یه اطلاع ملی که حضرت سعدؓ نے یه کہا ھے که جوقرآن مجید پڑھے گا میں اس کا نام دو ھزار وظیفه پانے والوں میں درج کر دوں گا ـ تو اُنھوں نے کہا : ,,اف ، اف کیا کتاب الله پڑھنے پر وظائف دئے جائیں گے ـ ،،

(٦۴۳) ابو غیلان کہتے ھیں که عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن ابی

marfat.com
Marfat.com

مالک دمشقی اور حارث ابن یمجد اشعری کو عربی دیہاتیوں (بدؤوں) کو دینی تعلیم کے لئے بھیجا اور اُن کے لئے تنخواہ مقرر کر دی ۔ ان میں سے یزید نے تو تنخواہ قبول کر لی مگر حارث نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔ اس بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا گیا تو حضرت عمرؓ نے اپنے جواب میں لکھا: ,,یزید نے جو کچھ کیا ھمیں اس میں کوئی خرابی معلوم نہیں ھوتی ۔ اور ھماری دعا ھے کہ خدا ھمارے اندر حارث بن یمجد جیسے (بےلوث خدمت کرنے والے) لوگوں کی کثرت فرمائے ،،۔

صحابہ سے رشتہ داری کی بناء پر وظیفہ

(٦٣٣) اسلم کہتے ھیں ۔ ,,ایک دن ھم حضرت عمرؓ کے ساتھ تھے کہ ایک بدوی عورت اُن کی خدمت میں حاضر ھوئی اور اُس نے کہا,,یا امیر المومنین! میں خفاف بن ایماءؓ کی بیٹی ھوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حدیبیہ میں شریک رھے تھے،،۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: ,,یہ قریبی رشتہ داری ھے،،۔ اور حکم دیا : ,,اس خاتون کو کھانے اور لباس کا خرچ دیا جائے،،۔

ابو عبید : ۔ (اس وظیفہ کی مقدار مجھے یاد نہیں رھی) ۔ ۔ ,,حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: ,,امیر المومنین! آپ نے اسے زیادہ وظیفہ دے دیا ھے،،۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا: ,,اس کا باپ رسول اللہؐ کے ساتھ غزوۂ حدیبیۂ میں شریک رھا ۔ ھو سکتا ھے کہ فلاں فلاں علاقوں کی فتح میں بھی شریک رھا ھو، اور ان میں بھی وہ حصہ دار ھو ۔ ھم ان مقامات کے محصولات تو جمع کر لیتے ھیں ۔ کیا ھم پر یہ واجب نہیں کہ اُن آمدینوں میں سے اسے بھی دیں،،۔

حوالہ جات

١) یعنی اچھے لوگوں کی ھم نشینی اور اُن کے ساتھ رھنے پر بھی وظائف دو۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۳۹۰

لوگوں کے درمیان فئے کی مساویانہ تقسیم

(٦٣٥) یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کے پاس مال آیا تو انہوں نے اس میں سے سب لوگوں کو برابر برابر حصے دئے ۔ اور کہا: ,,مجھے یہ منظور ہے کہ میں اس تقسیم کی ذمہ داری بجا لانے میں برابر برابر رہوں (نہ مجھے ثواب ملے نہ عذاب) اور وہ جہاد جو میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ کیا ہے وہ میرے لئے (بعد کے اعمال کے اثر سے) پاک صاف رہے ۔

(٦٣٦) یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے تمام لوگوں میں (مساویانہ) ایک باٹ باٹی ۔ اور اس طرح فی کس آدھا دینار حصہ میں آیا ۔

معاشی مساوات (فئے میں)

(٦٣٧) یزید بن ابی حبیب وغیرہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ سے تقسیم مال کے بارے میں لوگوں نے تبادلہ خیال کیا اور چاہا کہ وہ حسب مراتب لوگوں کے عطیوں میں (کمی بیشی کرکے) ترجیحی سلوک کریں ۔ لیکن اُنہوں نے کہا: ,,ان (لوگوں) کے فضائل کا تعلق اللہ سے ہے ۔ رہا یہ روزی کا معاملہ سو اس میں مساوات ہی بہتر ہے ۔

(٦٣٨) سفیان بن وہب خولانی کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کی جابیہ والی تقریر میں موجود تھا ۔ اس خطبہ میں انہوں نے اولاً اللہ تعالی کی حمد اور اس کے شایان شان ثناء کی ۔ پھر فرمایا: ,,امابعد! یہ فئ ایک ایسی دولت ہے جو اللہ تعالی نے تمہاری طرف پلٹائی ہے

marfat.com
Marfat.com

اس میں اعلی اور ادنیٰ ایک حیثیت رکھتے ہیں ۔ کوئی فرد کسی دوسرے سے زیادہ استحقاق نہیں رکھتا ۔ سوائے لخم اور جذام کے دو قبیلوں کے کہ انھیں میں کچھ تقسیم نہیں کروں گا۔ اس پر ایک لخمی ــــ بلجذم کا ایک فرد ــــ کھڑا ہوا اور اس نے کہا: ,,اے ابن خطابؓ ! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر درخواست کرتا ہوں کہ عدل و مساوات ملحوظ رکھیں ــ،، حضرت عمرؓ نے کہا : ,,ابن خطابؓ کی اس عمل سے عدل و مساوات کے سوا کوئی اور غرض نہیں ہے واللہ میں جانتا ہوں کہ اگر ہجرت صنعاء میں ہوتی تو لخم و جذام (قبائل) میں سے تھوڑے آدمیوں کے سوا وہاں کوئی نہ جاتا ۔ تم ہی بتاؤ کیا میں ان لوگوں کو جنھوں نے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور سواریاں خریدیں، ان لوگوں کے برابر کر دوں جنھوں نے اپنے گھروں میں رہ کر جنگیں کیں ؟،، تب ابوحدیر اٹھے اور انھوں نے کہا : ,,یا امیر المومنین ! کیا اس بناء پر کہ اللہ تعالی نے ہمارے علاقہ کو ہجرت گاہ بنایا اور ہم نے ہجرت کو برحق مانتے ہوئے مہاجرین کی مدد کی ہمارا حق ختم کر دیا جائے گا ؟،، تب حضرت عمرؓ نے فرمایا: ,,ایسا نہیں ہو گا ۔ واللہ میں تم لوگوں کو بھی اس (فئے) میں سے حصے دوں گا ۔ پھر سب لوگوں کے درمیان (فئے مساوی) تقسیم کر دی ۔ اس طرح ہر تنہا فرد کو نصف دینار ملا اور جس کے ساتھ اس کی بیوی تھی اُسے ایک دینار دیا ۔

(۶۴۹) اسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ کہتے سنا: ,,اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو بالضرور میں بعد میں آنے والے لوگوں کو پہلے آنے والوں میں شامل کر لوں گا تاکہ وہ سب ایک ہو جائیں ــ،،

marfat.com

Marfat.com

تقسیم فئے کے متعلق ابو بکر و عمرو علی (رضوان اللہ علیہم) کی آراء (حضرت عمرؓ کی دو رائیں)

ابو عبیدؒ :۔ (تقسیم فئے کے متعلق) حضرت عمرؓ کی پہلی رائے یہ تھی کہ جن لوگوں نے اسلام لانے میں سبقت کی اور اسلام کو بلند کرنے میں نمایاں خدمات انجام دیں ۔ ان کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا جائے ۔ اور اُن کی یہی رائے معروف عوام ہے ۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ تمام مسلمانوں کو اس میں سے برابر برابر حصہ دیا جائے ۔ بعد میں حضرت عمرؓ سے بھی ایسی روایات پہنچی ہیں جن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی پہلی رائے سے رجوع کر کے حضرت ابو بکرؓ کی رائے سے اتفاق کر لیا تھا ۔

فئے کے بارے میں حضرت علیؓ کا طرز عمل بھی حضرت ابو بکرؓ کی طرح مساویانہ تقسیم ہی تھا ۔

فئے کی تقسیم میں مساویانہ اور ترجیحی تقسیم کی توجیہ

بہرحال ان ہر دو طریق کے لئے دلائل و مذاہب ہیں ۔

(۶۵۰) ان دو طریق کے بارے میں سفیان بن عیینہ سے یہ توجیہ منقول ہے :۔

حضرت ابو بکرؓ مسلمانوں میں فئے کی مساویانہ تقسیم کے اس لئے قائل تھے کہ وہ تمام مسلمانوں کو اسلام کے فرزند تصور کرتے تھے بالکل اسی طرح جیسے بہت سے بھائی اپنے باپ کے وارث ہوتے ہیں اور ان سب کو میراث سے مساویانہ حصے ملتے ہیں ۔ اگرچہ باعتبار فضائل اور بلحاظ مراتب دین و خیر ان کے مدارج ایک دوسرے سے بلند تر ہی کیوں نہ ہوں ۔

حضرت عمرؓ کے سامنے اس مسئلہ کا یہ پہلو تھا کہ چونکہ خود „السابقین„ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے اور ان کے

marfat.com

Marfat.com

مدارج جدا جدا ہیں لہذا اندریں صورت تمام مسلمان ایک باپ اور مختلف ماؤں کی ایسی اولاد ٹھہریں گے جو اپنے بھائی یا اپنے باپ کے رشتہ داروں میں سے کسی مرد کے وارث بننے میں نسبی طور پر باہم مساوی نہیں ہوتے ۔ ان میں اس (بھائی) کی میراث کا زیادہ مستحق وہ ہو گا جو مادری رشتہ داری میں زیادہ قریب اور پشتوں کے نسبی سلسلہ میں اپنے (جداعلی یا) باپ سے قریب تر ہو ۔

ابو عبیدؒ : ۔ ,,مادری رشتہ داری میں زیادہ قریب،، کے معنے یہ ہیں کہ وہ بھائی جو ایک ماں اور ایک باپ سےہوگا ۔ اس بھائی کوجو صرف اس کے باپ کی طرف سے بھائی ہو گا محروم کر کے تمام میراث لے لے گا ۔ حالانکہ محروم ہونے والا بھی اس کا بھائی ہی ہے ۔

,,پشتوں کے نسبی سلسلہ میں اپنے (جد اعلی یا) باپ سے قریب تر ہونے کے معنے یہ ہیں کہ بیٹا پوتے کے مقابلہ میں قریب تر ہوگا اور بھائی بھتیجے کے مقابلہ میں ۔ ہر ایک جانتا ہے کہ قریب تر بعید کو محروم کر کے خود وارث ہو جاتا ہے ۔ حالانکہ رشتہ داری میں سب ہی منسلک ہوتے ہیں ۔

اس مثال سے سفیان بن عیینہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اسلام سے میراث پانے والوں میں بھی یہی قریبی تعلق کام کرے گا ۔ یعنی جس نے جس قدر زیادہ اسلام کی مدد، اس کے احکام کی پابندی ، اور اس کی مدافعت ، کی ہو گی اسی قدر وہ زیادہ ترجیح کا مستحق ہو گا ۔

سفیان بن عیینہ کی حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مختلف اقوال کی یہ توجیہ و تاویل مجھے بلفظہ نہیں پہنچی ۔ البتہ اس کا مفہوم یہی ہے ۔ اور اس بارے میں مجھے اس سے بہتر تاویل نہیں مل سکی ۔

★

marfat.com

Marfat.com

باب : ۴۰

مسلمانوں کے لئے فئے کو زیادہ سے زیادہ بچانا اور انھیں فئے کی تقسیم میں ترجیح دینا

اسلامی ریاست میں ملازم کو ضروریات سے زیادہ جوڑنے کی ممانعت

(٦٥١/٥) مستورد بن شداد فہریؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : ,,جسے بھی ہماری مملکت کا کوئی عہدہ ملے (یا ہمارے کام کے صلہ میں کوئی بدلہ) ملے تو اگر وہ غیرشادی شدہ ہو تو کسی عورت سے شادی کر لے ۔ اگر اُس کے پاس رہائش کے لئے مکان نہ ہو تو ایک مکان بنا لے ۔ اور اگر اس کے پاس سواری نہ ہو تو وہ ایک سواری لے لے ۔ اور اگر اس کے پاس خدمت گذار نہ ہو تو وہ ایک خدمت گذار رکھ لے ۔ اس کے علاوہ جمع کر کے جو خزانہ یا اونٹوں کا گلہ رکھے گا تو روز قیامت اللہ تعالی اسے خائن یا چور اٹھائے گا ،،۔

(٦٥٢/٥) ایک اور سند سے بھی یہی روایت حضرت مستوردؓ ہی سے مروی ہے ۔

(٦٥٣/٥) ایک اور سند میں عبدالرحمن بن جبیر سے مذکورہ بالا حدیث مروی ہے ۔ البتہ اس کے آخری ٹکڑے میں بجائے ,,خائن یا چور،، کے ,,خائن اور چور اٹھائے گا،، کے الفاظ ہیں ۔

marfat.com
Marfat.com

حکومت کا عہدہ دار تنخواہ کے سوا کسی تحفہ و بخشش کا حقدار نہیں

(٦٥٤) ابو حمید ساعدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی علاقہ کا والی بنایا ۔ جب وہ آیا تو کہنے لگا ۔ ,,یہ تمہارا ہے، اور یہ مجھے ھدیۃً دیا گیا ہے،، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا : ,,ہمارے مقرر کردہ والی نے یہ کونسا ڈھنگ اختیار کیا کہ وہ کہتا ہے ,,یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ھدیۃً دیا گیا ہے،، اگر یہی بات ہے تو ذرا وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ کر دیکھے کہ وہاں اسے ہدیے پیش کئے جاتے ہیں یا نہیں ؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے تم میں سے جو بھی لوگوں سے کوئی چیز لائے گا تو روز قیامت وہ اسے اپنی گردن پر لادے ہوئے آئے گا ۔ اونٹ ہو گا تو وہ بلبلا رہا ہو گا ۔ گائے ہو گی تو وہ ڈکار رہی ہو گی،، بکری ہو گی تو وہ ممیا رہی ہو گی ۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے تاآنکہ ہمیں آپ کے بغلوں کی سپیدی نظر آنے لگی اور آپ نے فرمایا : ,,اے اللہ ! کیا میں نے اپنا فریضۂ تبلیغ ادا کر دیا ۔ اے اللہ ! کیا میں نے لوگوں کو (تعلیم دین) پہنچا دی ؟،،

(٦٥٥) عدی بن عمیرہ کندی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,تم میں جس کو ہم کسی خدمت پر مامور کریں پھر وہ ہم سے چھپا کر ایک سوئی یا اس سے اوپر کوئی چیز لے لے تو یہ خیانت ہو گی جسے قیامت کے دن وہ اپنے ساتھ لائے گا،، یہ سن کر انصار میں سے ایک سیاہ رنگ کا آدمی کھڑا ہوا جس کی تصویر میری آنکھوں میں ہے اور کہنے لگا: ,,یارسول اللہؐ ,,مجھ سے اپنا کام (واپس) قبول فرمائیں،، آپ نے فرمایا: ,,کیا بات ہے؟،، اس

marfat.com

Marfat.com

نے کہا : ,,میں نے آپ کو ایسا ایسا فرماتے سنا ہے۔۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,میں اب بھی اسے دھراتا ہوں۔ یاد رکھو، جسے ہم کسی خدمت پر مامور کریں تو وہ اس کا قلیل و کثیر (جو بھی ملے پورا پورا) لے آئے۔ بعد ازاں اس میں سے جو کچھ اسے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روکا جائے اس سے باز رہے۔۔

بیت المال سے انتظامیہ کی تنخواہ

(٦٥٦) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنے تو انھوں نے کہا: ,,میری قوم جانتی ہے کہ میرا پیشہ ایسا نہ تھا جس سے میں اپنے بال بچوں کی گذر بسر نہ کر سکوں۔ لیکن اب میں مسلمانوں کے انتظامی امور میں مشغول ہو گیا ہوں۔ اب میرے اہل و عیال اس (بیت المال) کے مال سے اپنی معاش حاصل کریں گے۔ اور میں مسلمانوں کی خاطر اسی انتظامی خدمت کو پیشہ بناؤں گا۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب حضرت عمرؓ والی ہوئے تو انھوں نے اور اُن کے اہل و عیال نے بھی اسی مال سے اپنے اخراجات لئے۔

(٦٥٧) عبداللہ بن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا : ,,بٹیا تجارت سے مجھے جو آمد ہوتی تھی وہ میرے گھر بار کے خرچ کے بعد بھی بچ رہتی تھی۔ لیکن جب حکومت کی مصروفیتوں نے مجھے تجارت سے روک دیا تو میں نے یہی مناسب خیال کیا کہ مسلمانوں کے بیت المال سے ایک دودھ دینے والی اونٹنی اپنے استعمال میں لے لوں تاکہ ہم اس کا دودھ پیتے رہیں۔ اس اونٹنی کو بھی تم عمر بن الخطابؓ کو واپس دے دینا۔

(٦٥٨) انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے جب وہ اُن کی تیمار داری کر رہی تھیں فرمایا: ,,میں نے

marfat.com
Marfat.com

انتہائی کوشش یہی کی کہ مسلمانوں کی فئے انہیں زیادہ سے زیادہ مقدار میں دے دوں۔ بایں ہمہ میں نے (اس میں سے) دودھ اور گوشت اپنے استعمال میں لیا ہے۔ دیکھو جو کچھ بھی ہمارے پاس ہو تم اسے عمرؓ کو پہنچا دینا۔،،

راوی کہتا ہے کہ اُن کے پاس نہ دینار تھا نہ درہم۔ صرف ایک خادم۔ ایک دودھ دینے والی اونٹنی اور دودھ کا برتن۔ کل یہ چیزیں اُن کے پاس تھیں۔ چنانچہ جب لوگ اُن کے جنازہ سے واپس آئے تو حضرت عائشہ نے یہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچانے کا حکم دے دیا۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ چیزیں دیکھیں تو فرمایا: ,,خدا ابو بکرؓ پر رحمت نازل فرمائے۔ انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کو بڑی پریشانی اور آزمائش میں ڈال دیا ہے۔،،

(۶۵۹) ابن سیرین کہتے ہیں کہ دم مرگ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: ,,میں نہیں چاہتا تھا کہ اس بیت المال سے کچھ بھی لوں لیکن ابن خطابؓ نے مجھے اس کی اجازت نہ دی۔ حتی کہ میں اس میں سے چھ ہزار (درہم) لے چکا ہوں۔ اس رقم میں وہ باغیچہ بھی داخل ہے جو فلاں فلاں مقام پر واقع ہے۔،، چنانچہ جب حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے یہ واقعہ حضرت عمرؓ کو کہلا بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ,,خدا تمہارے باپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ انہوں نے اس طرز عمل سے یہ چاہا کہ ان کے بعد کسی کو ان پر اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔ اب اُن کے بعد میں معاملات کا منتظم ہوں اور میں ان کی یہ (متروکہ) چیزیں تمہیں واپس دیتا ہوں۔،،

(۶۶۰) ابن سیرین سے دوسری سند کے ذریعہ بھی اسی مضمون کی ایک روایت منقول ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(٦٦١) احنف بن قیس کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے دروازہ پر بیٹھے تھے کہ وہاں سے ایک لونڈی نکلی ۔ ہم نے کہا: ,,یہ حضرت عمرؓ کی باندی ہے،، اس لونڈی نے کہا: ,,یہ حضرت عمرؓ کی باندی نہیں ہے ۔ یہ عمرؓ کے لئے حلال نہیں ہے ۔ یہ اللہ کے مال میں کی ہے،، چنانچہ ہمارے درمیان یہ موضوع بحث بن گیا کہ ,,مال اللہ ،، میں سے حضرت عمرؓ کے لئے کیا حلال ہے ؟ ہمارے اس مباحثہ کا علم حضرت عمرؓ کو ہوا تو انہوں نے ہمیں بلوا لیا پھر فرمایا : ,,تم لوگ کس موضوع پر بحث کر رہے تھے ؟،، ہم نے کہا : ,,ایک لونڈی ہمارے سامنے (آپ کے گھر) سے نکلی تو ہم نے کہا کہ یہ حضرت عمرؓ کی باندی ہے ۔ اس پر وہ بولی کہ یہ عمرؓ کی باندی نہیں ہے یہ عمرؓ کے لئے حلال نہیں ہے ۔ یہ اللہ کے مال میں کی ہے،، چنانچہ ہم اس پر بحث کرنے لگے کہ ,,مال اللہ،، میں سے آپ کے لئے کیا کچھ حلال ہے؟،، حضرت عمرؓ نے فرمایا : ,,لو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مال اللہ میں سے میرے لئے کیا کچھ حلال ہے ۔ دو جوڑے ، ایک سردی کا اور ایک گرمی کا ۔ اور ایک ایسی سواری جس پر میں حج و عمرہ ادا کر سکوں ۔ اور ایک متوسط حیثیت قریشی ـــــ جو نہ ان میں سب سے زیادہ تونگر ہو نہ سب سے زیادہ فقیر ـــــ کے مطابق اپنے بال بچوں کی گذر بسر کا خرچ ۔ بعد ازاں میرا شمار عام مسلمانوں میں ہو گا ۔ بیت المال سے جو ان میں سے ہر ایک کے حصہ میں آئے گا وہ مجھے بھی ملے گا ۔

(٦٦٢) ابراهیم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے چار سو درہم قرض منگوائے تو حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا: ,,بیت المال کے ہوتے آپ مجھ سے کیوں قرض مانگ رہے ہیں ۔ اس میں سے لے لیجئے پھر اسی کو واپس کر دیجئے گا ،، حضرت عمرؓ

marfat.com
Marfat.com

نے جواب دیا: ,,مجھے ڈر ھے کہ ایسی صورت میں میرے مرنے پر تم اور تمھارے ساتھی یہ کہہ دو گے کہ یہ رقم امیرالمومنین کے حق میں معاف کر دو تاآنکہ روز قیامت میرے میزان میں سے یہ رقم وصول کی جائے گی ـ لہذا مناسب یہ سمجھا کہ تم سے یہ رقم قرض لوں کیونکہ مجھے علم ھے کہ تمھیں اپنی دولت سے کس درجہ محبت ھے ـ لہذا جب میں مر جاؤں گا تو تم آکر میرے ترکہ سے اپنا پورا پورا قرض وصول کر لو گے،،۔

اسلامی ریاست یا عامة المسلمین کی ملکیت کی حفاظت کا خیال

(۶۶۳) زید کے باپ اسلم راوی ھیں کہ ھم سے ایک دن حضرت عمرؓ نے فرمایا: ,,میں تمھارے اور تمھاری کمائیوں کے ذرائع کے درمیان حائل ھو گیا ھوں ـ تم میں سے جس کے پاس بھی مال ھے تو وہ ھمارے دست تصرف میں ھے ـ لہذا تم میں سے کوئی بھی جانور کی پشت پر رکھے جانے والے نمدہ یا رسی یا پالان کو بنظر تحقیر نہ دیکھے ـ یہ عامة المسلمین کی دولت ھے ـ کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں جس کا اس میں حصہ نہ ھو ـ یہی اشیا جب کسی کی انفرادی ملکیت ھوتی ھیں تو اسے بڑی چیز سمجھا جاتا ھے لیکن جب مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت میں ھوتی ھیں تو انھیں بےوقعت سمجھا جاتا ھے اور یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ھے کہ اللہ کا مال ھے،،۔

حکام کی آمدنی پر محاسبہ

(۶۶۴) یحیی بن سعید کہتے ھیں کہ عمرو بن الصعق نے جب دیکھا کہ والیوں کی دولت بڑھتی چلی جا رھی ھے تو انھیں یہ حالت قابل اعتراض نظر آئی اور انھوں نے چند اشعار میں یہ صورت حال حضرت عمرؓ بن الخطاب کو لکھ بھیجی ـــــ یہ اشعار لیث کی

marfat.com

Marfat.com

وساطت سے عبداللہ بن صالح نے اپنی روایت میں بیان کئے ھیں ۔ راوی کہتا ھے کہ اس پر حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کے پاس جن میں حضرت سعدؓ اور حضرت ابو ھریرہؓ بھی تھے اپنا آدمی بھیجا ۔ اور ان سے ان کی دولت کا نصف حصہ لے لیا ۔

(٦٦٥) ابن سیرین کہتے ھیں کہ جب ابوھریرہؓ بحرین سے واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: ,,اے اللہ کے دشمن ! اے کتاب اللہ کے دشمن ! تو اللہ کا مال چراتا ھے؟،، انھوں نے جواب دیا : ,,میں نہ اللہ کا دشمن ھوں نہ اس کی کتاب کا دشمن بلکہ جو ان دونوں سے دشمنی کرے میں اُس کا دشمن ھوں ۔ میں نے قطعاً اللہ کا مال نہیں چرایا ۔،، حضرت عمرؓ نے کہا: تو پھر دس ہزار درھم تمھارے پاس کہاں سے جمع ھو گئے؟،، اُنھوں نے جواب دیا : ,,میرے گھوڑوں کی نسل بڑھتی رھی ۔ میرے وظیفے مجھے ملتے رھے اورمیرے حصے مجھے پہنچتے رھے ۔ ،، تاھم حضرت عمرؓ نے وہ رقم ان سے لے لی ۔ حضرت ابو ھریرہؓ کہتے ھیں کہ جب میں نے صبح کی نماز پڑھی تو امیرالمومنین کے لئے دعائے مغفرت کی ۔

(٦٦٦) ایک دوسری سند میں ابن سیرین ھی حضرت عمرؓ و ابوھریرہؓ کی یہ روایت بیان کر رھے ھیں لیکن اس میں مذکورہ بالا روایت کے بعد یہ اضافہ ھے : ۔

ابوھریرہؓ نے کہا کہ بعد ازاں مجھ سے حضرت عمرؓ نے کہا: ,,ملازمت کرو گے؟،، میں نے کہا : ,,نہیں،، انھوں نے کہا: ,,تم سے بھی برتر و بہتر شخص یعنی یوسف علیہ السلام نے ملازمت کی ھے،، میں نے کہا: ,,بلاشک یوسف تو نبی ابن نبی ابن نبی تھے اور میں امیمہ کا بیٹا ھوں ، اور مجھے ۳ اور ۲ چیزوں کا ڈر ھے ،، حضرت عمرؓ نے کہا: ,,اکٹھی پانچ چیزیں کیوں نہ کہیں؟،، انھوں نے کہا : ,,(۱) میں

marfat.com
Marfat.com

ڈرتا ہوں کہ علم کے بغیر کچھ کہوں (۱۱)اور حلم کے بغیر فیصلہ دے دوں ـــــ یا اس طرح کہا کہ حلم کے بغیر کچھ کہوں اور علم کے بغیر فیصلہ کروں ـــــ (یہ شک ابن سیرین کو ہوا) اور میں ڈرتا ہوں کہ (۱) میری پشت پر مار پڑے (۱۱) میری آبرو پر حرف آئے (۱۱۱) اور میرا مال چھین لیا جائے۔

عمال و خلفاء کا عامۃ المسلمین کو فئے سے زیادہ دینا اور خود احتیاط کرنا۔

(٦٦٧) عمرو بن ابی عقرب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عتاب ابن اسیدؓ کو اس حالت میں کہ وہ کعبہ شریف سے پشت کا سہارا لے رہے تھے یہ کہتے سنا: ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جس خدمت پر مامور فرمایا اس کے صلہ میں مجھے صرف دو منقش کپڑے ملے جو میں نے اپنے آزاد کردہ کیسان کو پہنا دئے۔

(٦٦٨) عبدالرحمن بن ابی بکرہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے ہمارے بیت المال سے اپنی وفات تک ایک روئی بھرے جبۃ اور درابجروی سیاہ چو خانوں دار کپڑے کے سوا کچھ بھی نہ لیا۔

(٦٦٩) ہارون بن عنترہ اپنے باپ عنترہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے پاس خورنق میں حاضر ہوا ـ اس وقت وہ پرانی کملی میں (سردی سے) کپکپا رہے تھے میں نے کہا: ,,امیر المومنین ! اللہ تعالی نے اس بیت المال میں آپ کے اور آپ کے بال بچوں کے لئے ایک حصہ مقرر کر دیا ہے، پھر آپ اپنے اوپر یہ جبر کیوں کرتے ہیں؟،، انہوں نے جواب دیا : ,,واللہ میں تمہیں کچھ تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ یہ بھی میری وہ کملی ہے جو میں اپنے گھر ـــ یا مدینہ ـــــ سے لے کر چلا تھا ـ ،،

marfat.com
Marfat.com

(٦٧٠) موسی بن طریف کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ بیت المال میں داخل ہوئے اور انہوں نے اسے بےوقعت سی چیز سمجھتے ہوئے کہا: ,,میں شام ہونے سے پہلے پہلے تیرے اندر ایک درہم بھی باقی نہ چھوڑوں گا،، پھر انہوں نے بنی اسد کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ اس کا مال تقسیم کر دے۔ اور اُس نے وہ مال تقسیم کر دیا۔ حتی کہ شام ہو گئی۔ اُن سے کہا گیا : ,,امیرالمومنین ! اگر آپ اسے کچھ معاوضہ دے دیں تو کیسا رہے گا؟،، اُنہوں نے کہا: ,,یہ اس کی مرضی پر ہے مگر یہ حرام ہے۔،،

(٦٧١) ابو حکیم صاحب الحنا اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں :۔

,,حضرت علیؓ نے ایک سال میں تین بار عطیے دئے۔ پھر (اسی سال) اُن کے پاس اصفہان سے بھی مال آ گیا تو انہوں نے کہا : ,,لوگو! صبح چوتھے عطیہ کے لئے بھی آ جاؤ۔ مجھے یہ حق نہیں کہ تمہارا مال جمع کر کے رکھوں۔،، چنانچہ انہوں نے رسیاں تک بانٹ دیں۔ جنہیں بعض لوگوں نے قبول کیا اور بعض نے واپس کر دیا۔،،

(٦٧٢) عنترہ کہتے ہیں: ,,میں نیروز یا مہرجان کے دن مقام رحبہ میں حضرت علیؓ کے پاس پہنچا۔ اُس وقت اُن کی خدمت میں زمیندار اور اُن کے سامنے تحائف موجود تھے۔ پھر وھاں قنبر آئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کا ھاتھ پکڑ کر کہا: ,,یا امیرالمومنین ! (سخاوت کی وجہ سے) آپ کے پاس دولت رھتی نہیں ھے، حالانکہ اس مال میں سے آپ کے اھل و عیال کا بھی حصہ ھے۔ میں نے آپ کے لئے کچھ مال چھپا کر رکھ لیا ھے۔،، انہوں نے کہا : ,,وہ کیا ھے ؟،، میں نے کہا : ,,چل کر ملاحظہ فرما لیجئے کہ وہ کیا ھے۔،، چنانچہ میں انھیں ایک گھر میں لے گیا جس میں سونے اور سونا چڑھی ہوئی چاندی کے برتنوں سے بھری ہوئی بوری تھی۔ یہ دیکھ کر انہوں نے

marfat.com

Marfat.com

کہا : ,,تمہاری ماں تمہیں روئے ـ تم میرے گھر میں اتنی بڑی آگ لانا چاہتے تھے،، پھر انھوں نے اس کا وزن کرایا اور اسے قبائل میں تقسیم کرنے کے لئے) قبائل کے سرداروں میں ان کے حصۂ رسد کے حساب سے بانٹ دیا ـ پھر کہا :

هذا جناى و خياره فيه وكل جان يده الى فيه

(ترجمہ:ـ یہ میرے چنے ہوئے پھل ہیں جن میں عمدہ عمدہ پھل بھی موجود ہیں ـ حالانکہ دوسرے چننے والوں کے ہاتھ اُن کے منہ کی طرف جا رہے ہیں) (۲)

پھر کہا : اے دولت دنیا ! میں تیرے فریب میں نہیں آ سکتا ـ دوسروں کو فریب دے ـ،،

(٦٨٣) جعفر کے باپ محمد کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس مال پہنچا تو انھوں نے تولنے والوں اور پرکھنے والوں کو اپنے سامنے بٹھا کر سونے اور چاندی کے ڈھیر لگا دئے ـ پھر کہا : ,,اسے سرخ و سپید (سونا چاندی اور دولت) تو سرخ ہو یا سپید مجھے دھوکا نہیں دے سکتی ، دوسروں کو دے ـ پھر یہ شعر پڑھا:

هذا جناى و خياره فيه وكل جان يده الى فيه (۳)

ابو عبید : ـ راویان شعر اس شعر کے دوسرے مصرعہ کو یوں روایت کرتے ہیں:

اذ كل جان يده الى فيه

(جبکہ ہر چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف ہے)

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱) یہ بحرین کی بنی ہوئی چادروں میں سے تھی۔

۲) مطلب یہ ہے کہ لوگ خیانت کرتے ہیں اور دوسروں کی اچھی اچھی چیزیں اپنے لئے بچا لیتے ہیں لیکن میں اپنے دامن کو ایسی خیانت سے پاک صاف رکھنا چاہتا ہوں۔ اور اچھی ہو یا بری جس کی جو امانت ہے اسے پوری پوری ادا کرتا ہوں۔

(۳) اس کا ترجمہ سابقہ روایت (نمبر ۲۷۲) میں دیکھئے۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۴۱

زمینوں کے متعلق احکام

(تقسیم اراضی ، جاگیرداری ، زمین کو قابل کاشت بنانا، رکھت اور ممنوعہ علاقہ ۔ نیز پانی سے متعلق احکام)

اراضی اور جاگیر کی تقسیم

اسلامی ریاست غیرآباد زمینیں مسلمانوں میں تقسیم کرے گی

(٦٨٤) طاؤسؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ,,قدیم اور غیرآباد زمینیں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔ بعد ازاں وہ تمہارے لئے ہیں ۔ (۱)

ابو عبیدؒ : ۔ میرے دریافت کرنے پر راوی نے اس حدیث کا مطلب یہ بتایا کہ ایسی زمین ٹکڑے کر کے لوگوں میں تقسیم کر دی جائے گی (اور اُن کی ملکیت ہو جائے گی)

آباد کاری کے لئے آباد کار کو زمین دینا

(٦٨٥) ابن سیرین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیط نامی ایک انصاری کو ـــــ جس کے فضل و احسان کا وہ ذکر کرتے تھے ـــــ قطعۂ زمین دیا تھا ۔ یہ شخص اپنی اس زمین پر جا کر وھاں کچھ دنوں قیام کر کے واپس آیا کرتا تو لوگ اسے بتاتے کہ

marfat.com

Marfat.com

تمہاری عدم موجودگی میں قرآن مجید کا فلاں فلاں حصہ نازل ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں مسئلوں کے فیصلے فرمائے۔ چنانچہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے عرض کی: ,,یا رسول اللہ! آپ کے عنایت کردہ قطعہ زمین نے مجھے آپؐ کی صحبت سے محروم کر دیا ہے لہذا میری جانب سے آپؐ اسے قبول فرما لیجئے۔ مجھے ایسی کوئی چیز درکار نہیں جو آپؐ کی صحبت سے مجھے محروم کر دے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قطعہ اس سے لے لیا۔ تب حضرت زبیرؓ نے کہا: ,,یا رسول اللہ! یہ قطعہ زمین مجھے عنایت فرما دیجئے،، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قطعۂ زمین انہیں دے دیا۔

(٦٧٦) عروۃؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو خیبر کے علاقہ میں ایک ایسا قطعہ زمین عطا فرمایا جس میں کھجوروں کے درخت اور دیگر اشجار تھے۔ (۲)

(٦٧٧) بلال بن حارث مزنیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے پوری کی پوری وادی عقیق عنایت فرمائی تھی۔ (۳)

(٦٧٨) عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرات بن حیان عجلی کو یمامہ میں ایک قطعہ زمین عطا فرمایا تھا۔ (۴)

(٦٧٩) ابو قلابہؓ کہتے ہیں کہ ابو ثعلبہ خشنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ,,یا رسول اللہ! فلاں فلاں زمین پر مشتمل علاقہ میرے نام لکھ دیجئے،، حالانکہ اس وقت وہ علاقہ رومیوں کے ہاتھ میں تھا۔ حضورؐ کو اُن کی یہ بات کچھ بھلی معلوم ہوئی۔ آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ,,کیا تم لوگ اُس کی بات نہیں سن رہے؟،، ابو ثعلبہؓ کہنے لگے: ,,اس ذات کی قسم

marfat.com
Marfat.com

جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے یہ علاقہ بالضرور آپ کے لئے فتح ہوگا۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے وہ مطلوبہ علاقہ اس کے نام لکھ دیا۔

(٦٨٠) عکرمہؒ کہتے ہیں کہ جب تمیم داری نے اسلام قبول کر لیا تو کہا: ,,یا رسول اللہ! اللہ تعالی آپ کو تمام ملک پر فتح یاب فرمائے گا لہذا آپ بیت لحم کے علاقہ میں میرا گاؤں مجھے بخش دیجئے،، آپؐ نے فرمایا: ,,وہ تمہارا ہے،، اور اس مضمون کا ایک وثیقہ بھی انہیں لکھ کر دے دیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں جب ملک شام فتح ہوا تو تمیم داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ وثیقۂ گرامی لے کر ان کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: میں خود اس پر گواہ ہوں،، اور انہیں وہ گاؤں دے دیا۔

ابو عبیدؒ :۔ بیت لحم وہ بستی ہے جس میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی ولادت ہوئی تھی۔

(٦٨١) سماعة کہتے ہیں کہ تمیم داریؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ وہ شام کے کچھ گاؤں بطور جاگیر اُن کے نام لکھ دیں۔ ان گاؤں میں غینوں کے علاوہ دیگر گاؤں اور وہ مقام بھی شامل تھا جس میں حضرات ابراھیم و اسحق و یعقوب علیہم السلام کا مقبرہ تھا۔ اسی علاقہ میں ان (تمیم داری) کا وطن تھا اور اُن کی زمین و خانقاہ بھی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی یہ درخواست بھلی معلوم ہوئی اور آپ نے اُن سے کہا: ,,جب میں نماز پڑھ چکوں تو یہ درخواست میرے سامنے پیش کرنا،، انہوں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ آپؐ نے ان کے مطلوبہ علاقے، ان اشیاء کے ساتھ جو وہاں ہوں، اُن کی جاگیر میں لکھ دئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب اللہ تعالی نے اُن کے ہاتھوں ملک شام فتح کرایا تو اُنہوں نے رسول اللہؐ کے اس لکھے کو پورا کیا۔

marfat.com
Marfat.com

مشروط طور پر جاگیر دینا

(٦٨٢) لیث بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تمیمؓ کے لئے حضورؐ کے اس لکھے کو پورا کیا اور ساتھ ہی اُن سے کہا: ,,تمہیں یہ حق نہیں کہ اس (جاگیر) کو فروخت کرو،، چنانچہ یہ جاگیر آج تک ان کے گھرانہ میں چلی آرہی ہے۔

عمومی ضروریات کی چیزیں ایک شخص کی ملکیت میں نہیں دی جائیں گی

(٦٨٣) ابیض بن حمال مازنی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مارب کے علاقہ کی کان نمک اپنی جاگیر میں لینا چاہی تو آپؐ نے وہ مجھے دے دی،، جب میں واپس چلا تو لوگوں نے حضورؐ سے دریافت کیا : ,,یارسول اللہؐ ! آپؐ کو معلوم ہے کہ آپؐ نے اسے کیا کچھ دے دیا ہے؟ آپؐ نے تو اسے بڑا قیمتی سدا رہنے والا پانی کا خزانہ (یعنی نمک کی کان) بخش دی ہے۔ ،، چنانچہ رسول اللہؐ نے وہ مجھ سے واپس لے لی۔

(٦٨۴) ابو عبیدؒ :۔ ابیض بن حمال ہی سے ایک اور سند کے ذریعہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے کہا: ,,یا رسول اللہؐ ! پیلو کے جنگلات میں سے کون سے حصہ کو حمی (ممنوع) قرار دیا جا سکتا ہے؟،، آپ نے فرمایا : جس تک اُونٹوں کے پاؤں نہ پہنچ سکیں ،،

جاگیرداری محدود ہو جس سے دوسروں کی حق تلفی نہ ہو سکے۔

(٦٨٥) عمر بن یحیی الزرقی سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے طلحہ بن عبیداللہ کو ایک زمین کا قطعہ بطور جاگیر لکھ دیا اور اس تحریر پر کچھ لوگوں کو گواہ بھی بنا لیا جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ چنانچہ طلحہ وہ تحریر لے کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ اس پر اپنی مہر ثبت کر دیجئے۔ تو حضرت عمرؓ نے

marfat.com
Marfat.com

کہا: ,,میں اس پر اپنی مہر نہیں لگاؤں گا ۔ کیا دوسرے لوگوں کو محروم کر کے یہ ساری زمین تم ھی تنہا لے لو گے؟،، اس پر طلحہ غصہ میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس واپس آئے اور کہنے لگے: ,,واللہ! میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ خلیفہ آپ ھیں یا عمرؓ؟،، اُنھوں نے کہا: ,,(میں نہیں) بلکہ عمرؓ ۔ لیکن اُنھوں نے انکار کر دیا ھے ۔،،

(٦٨٦) عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے روایت ھے کہ حضرت ابو بکرؓ نے عیینہ بن حصن کے نام ایک قطعہ زمین بطور جاگیر لکھ دیا تو ان سے طلحہؓ یا کسی دوسرے آدمی نے کہا: ,,ھمارا خیال ھے کہ یہ شخص (یعنی حضرت عمرؓ) اس بارے میں صحیح رھنمائی کر سکیں گے ۔ بہتر ھوگا کہ تم اپنی یہ تحریر انھیں پڑھنے کے لئے دے دو ۔،، چنانچہ عیینہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور وہ خط پڑھنے کے لئے دیا ۔

اس کے بعد اس روایت میں سابقہ روایت (٦٨٥) کی بقیہ آخری عبارت مذکور ھے ۔ اور اُس کے آخر میں یہ اضافہ ھے:

حضرت عمرؓ نے اس تحریر پر تھوک دیا اور اسے مٹا دیا ۔ بعد ازاں عیینہ نے حضرت ابو بکرؓ سے درخواست کی کہ وہ اس مضمون کی ایک نئی تحریر ان کے لئے لکھ دیں لیکن حضرت ابو بکرؓ نے کہا: ,,میں اس چیز کی تجدید نہیں کروں گا جس کی عمرؓ نے تردید کر دی ھو ۔،،

گھوڑے اور دیگر مفید جانوروں کی پرورش کے لئے جاگیر بخشنا

(٦٨٧) محمد بن عبیداللہ ثقفی کہتے ھیں کہ بصرہ والوں میں سے ایک ثقیف قبیلہ کا گھوڑوں کے بچوں کی پرورش کی پہل کرنے والے ابو عبداللہ نافع نامی شخص نے حضرت عمرؓ سے کہا: ,,ھماری

marfat.com

Marfat.com

طرف بصرہ میں ایسی زمین ہے جو خراج کی نہیں ہے اور نہ کسی مسلمان کو اس (کی کمی) سے کوئی نقصان پہنچے گا ۔ اگر آپ مناسب تصور فرمائیں تو وہ مجھے بطور جاگیر عطا کر دیجئے ۔ میں اس میں اپنے گھوڑوں کے لئے چارہ پیدا کروں گا ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ اگر وہ زمین ایسی ھی ہے جیسی یہ بیان کر رہے ھیں تو وہ انھیں بطور جاگیر دے دو ۔

(٦٨٨) عوف بن ابی جمیلہ کہتے ھیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کا وہ خط جو انھوں نے ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام لکھا تھا پڑھا ۔ اس میں لکھا تھا: ,,ابو عبداللہ نے مجھ سے ساحل دجلہ پر زمین مانگی ہے ۔ اگر یہ جزیہ کی زمین ، یا ایسی زمین جس پر جزیہ کا پانی پہنچتا ہے نہ ہو تو یہ انھیں دے دو،،

جاگیر بخشی

(٦٨٩) موسیٰ بن طلحہ کہتے ھیں کہ حضرت عثمانؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابہ کو بطور جاگیر زمینیں دی تھیں ۔ (ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ھیں) حضرت زبیرؓ ، حضرت سعدؓ ، ابن مسعودؓ ، اسامہ بن زیدؓ اور خباب ابن الارتؓ ۔ راوی کہتے ھیں کہ ان حضرات میں سے دو، ابن مسعودؓ اور خبابؓ میرے پڑوسی تھے ۔

غیرمملوکہ اور غیرآباد زمین ھی جاگیر میں دی جائے گی ابو عبید کا محاکمہ

(٦٩٠) موسی بن طلحہ کی یہی مذکورہ بالا روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہے ۔

ابو عبیدؒ: ۔ جاگیر دینے سے متعلق جو روایات آئی ھیں ان کی مختلف وجوہ و تاویلات ھیں ۔ تاھم میرے نزدیک (اس باب کی پہلی) حدیث رسول اللہؐ جو عادی الارض (قدیم اور غیرآباد زمینوں) سے

marfat.com
Marfat.com

متعلق ہے تفسیر کر رہی ہے کہ کس قسم کی زمینیں جاگیر میں دی جانے کے قابل ہیں اور کس قسم کی زمینیں قابل نہیں ہیں ۔ عربی زبان میں عادی کے لفظ کا اطلاق ہر اس زمین پر ہوتا ہے جو زمانۂ ماضی میں کبھی بھی آباد رہی ہوں ۔ پھر وہاں کی آبادی ختم ہو چکی ہو اور وہاں کوئی آدم زاد باقی نہ رہا ہو، اور اس زمین کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار امام کو حاصل ہو جائے ۔ نیز یہ لفظ ہر ایسی زمین پر بھی مشتمل ہے جسے کسی نے آباد نہ کیا ہو اور نہ وہ کسی مسلمان کی ملکیت میں ہو نہ معاہد کی ۔ اور یہی نکتہ تھا جسے حضرت عمرؓ نے اس خط میں جو حضرت ابو موسیٰؓ کے نام لکھا، اس طرح بیان کیا تھا ,,اگر یہ جزیہ کی زمین یا ایسی زمین نہ ہو جس تک جزیہ کا پانی پہنچتا ہے تو یہ زمین اس کی جاگیر میں دے دو،، اس طرح انھوں نے توضیح کر دی کہ صرف ایسی زمینیں جاگیر میں دی جا سکتی ہیں جن کا کوئی مالک نہ ہو ۔ اور جب زمین ایسی حالت میں ہو تو اس کا فیصلہ امام کے ہاتھ میں ہوتا ہے ۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا :

(٦٩١) ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ,,زمین اصلاً ہماری ملکیت ہے،، (۵)

ابو عبیدؒ : ۔ یہ ہے جاگیر میں زمین دینے کا ایک پہلو ۔ دیگر روایات کی توجیہات اس کے علاوہ ہیں ۔ ان میں سے اس وقت جو ہمارے ذہن میں آئی ہیں انہیں ہم پیش کرتے ہیں ۔ ان شاء اللہ ۔

جہاں تک حضرت زبیرؓ کی اس زمین کا تعلق ہے جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور جاگیر دی اور جس میں کھجور اور دیگر چیزوں کے درخت تھے ۔ سو ہمارے خیال میں اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زمین حضورؐ نے (غیرآباد شکل میں سلیط) انصاری

marfat.com
Marfat.com

کو دی تھی ۔ اس نے اسے کاشت کر کے آباد کیا تھا اور پھر وہ اپنی خوشی سے اس سے دستبردار ہو گیا تھا ۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے وہ زمین حضرت زبیرؓ کو دے دی ۔ یہ تفصیل ابن سیرین سے مروی حدیث (نمبر ۶۷۵) میں مذکور ہے لیکن اگر یہ وہی زمین نہ ہو تو ممکن ہے کہ یہ خیبر کی اس زمین میں سے ہو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے منتخب فرمایا تھا ۔ اس لئے کہ ہر غنیمت میں سے آپ کا کچھ منتخب حصہ ہوتا تھا اور خمس کا پانچواں حصہ ۔ ہم اس کتاب کے شروع میں آپ کو غنیمت سے جو خصوصی حصہ ملتا تھا اس کا ذکر کر آئے ہیں (دیکھئے دوسرا باب احادیث نمبر ۱۷ تا ۴۲) ۔ اگر حضرت زبیرؓ کو عطا کردہ زمین اس قسم کی زمینوں میں سے تھی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھی اور آپ مختار تھے ۔ جسے چاہتے اس میں کی آباد یا غیرآباد زمین عطا کر دیتے ۔ آپ کے اس عمل کی یہی ایک توجیہ ہے ۔ ورنہ جاگیر میں کھجوروں اور دیگر درختوں والی زمین دینے کی اس کے علاوہ کوئی توجیہ میری سمجھ میں نہیں آتی ۔

جاگیر بطور نفل

رہے وہ گاؤں جو آپ نے تمیم داری کو بخشے اور اُن کی زمینیں آباد تھیں ۔ اور وہاں اُن کے مالک بھی تھے ۔ تو یہ حضوؐر کی طرف سے انہیں بطور نفل عطا ہوئے تھے ۔ اس لئے کہ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جبکہ ملک شام فتح بھی نہیں ہوا تھا ۔ اور مسلمان اس علاقہ کے مالک نہیں بنے تھے ۔ گویا آپ نے یہ علاقے (پیشگی ہی) اس شرط پر کہ یہ فتح ہو جائیں ۔ اہل حرب کے مال میں سے انہیں بطور نفل بخش دئے ۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ نے حیرہ کے حاکم بقیلہ کی بیٹی کو شیبانی کی درخواست پر اسے بخش دیا تھا اور حیرہ فتح

marfat.com
Marfat.com

ہونے سے قبل ہی وہ اس کے لئے مخصوص کر دی تھی ۔ چنانچہ حضرت خالد ابن الولیدؓ نے اس علاقہ کو فتح کرنے کے بعد آپ کے اس وعــدہ کو پورا کــر دیا ۔ اس کا پورا واقعہ ہم صلح سے متعلق ابواب میں (حدیث نمبر ۳۸۷) بیان کر آئے ہیں ۔ اسی طرح تمیم داری کو آپ کی طرف سے بطور نفل دئے گئے گاؤں کا وعدہ حضرت عمرؓ نے پورا کیا ۔

خود حضرت عمرؓ نے بھی جب جریر بن عبداللہ کو سواد عراق بھیجا تھا تو انھیں تہائی یا چوتھائی دینے کا وعدہ کر کے بالکل ایسا ہی عمل کیا تھا ۔ یہ پوری روایت (نمبر ۱۵۴) فتح سواد کے ذیل میں ہم بیان کر آئے ہیں ۔

یہی حکم اس زمین کا ہو گا جو رومیوں کے قبضہ میں تھی اور حضورؐ نے وہ ابوثعلبہ خشنی کے نام لکھ دی ۔ میری نظر میں یہ واقعہ تمیم داری کے گاؤں کی جاگیر سے پوری طرح مشابہ ہے ۔

باقی رہا یمامہ کی اس زمین کا معاملہ جو رسول اللہؐ نے فرات بن حیان کو بطور جاگیر بخشی تھی سو اس کا معاملہ اس سے جداگانہ نوعیت کا ہے ۔ اس لئے کہ آپ کے زمـــانہ میں یمامہ اسلامی علاقہ تھا اور اس وقت بنی حنیفہ کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اس وفد میں مجاعہ بن مرارہ ۔ رجال بن عنفوہ اور محکم بن الطفیل بھی تھے ۔ یہ وفد اسلام لے آیا ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاعہ کو ایک زمین بطور جاگیر عطا فرمائی :۔

(۶۹۲) سراج کہتے ہیں کہ مجاعہ یمامہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انھیں جاگیر عطا

marfat.com

Marfat.com

فرمائی اور انھیں یہ تحریر لکھ دی :

,,بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ مکتوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاعہ بن مرارہ بن سلمی کے لئے تحریر کیا ہے:۔

میں نے تمھیں غورہ، غرابہ اور حبل کے علاقے بطور جاگیر دے دئے ہیں ۔ اب جو تم سے جھگڑے تو اسے میری طرف بھیج دو،،

راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مجاعہ وفد لے کر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے مجاعہ کو خضرامہ (یا خضرمہ) کا علاقہ جاگیر میں دے دیا ۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ریاء کا علاقہ جاگیر میں دیا ۔ بعد ازاں حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہنچے تو انھوں نے بھی انھیں ایک قطعہ زمین (سند کا ایک راوی اس قطعۂ زمین کا نام یاد نہ رکھ سکا) جاگیر میں دی ۔

ابو عبیدؒ :۔ یہی صورت اس جاگیر کی ہے جو آپ نے فرات بن حیان کو بخشی ۔ یہ لوگ یمامہ کے اشراف تھے اس لئے رسول اللہؐ نے ان کے اسلام قبول کر لینے کے بعد تالیف قلوب کے ضمن انھیں ان کی غیرآباد زمینوں میں سے یہ علاقے بطور جاگیر دے دئے تھے ۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد یمامہ کے رجال اور محکم (جسے بعض محکم بفتح کاف کہتے ہیں) مرتد ہو گئے تھے ۔ محکم یمامہ میں مسیلمہ سے زیادہ معزز تھا ۔ یہ دونوں (رجال اور محکمؔ) مسیلمہ کے ساتھ قتل ہو گئے (شامی نسخہ میں یہاں یہ زائد عبارت ہے کہ یہ دونوں مرتد نہیں ہوئے تھے ۔)

اب رہا عقیق نامی جاگیر کا مسئلہ جو آپ نے بلال بن حارث کو دی اور وہ مدینہ میں ہے ۔ ہمیں معلوم ہے کہ باشندگان مدینہ نے

marfat.com
Marfat.com

برضا و رغبت اسلام قبول کیا تھا اور اس سلسلہ میں ان پر کسی قسم کا جبر نہیں ہوا تھا ۔ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو یہی ہے کہ جب کوئی مسلمان ہو تو اس کی سابقہ ملکیت بحال رہتی ہے ۔ اس اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے علاقہ کی زمین میں سے جاگیر عطا فرما رہے ہیں ۔ جاگیر دینے کے موضوع پر اس سے زیادہ تعجب خیز کوئی شکل ہمارے سامنے نہیں آئی ۔ یہ مسئلہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کردہ مندرجہ ذیل حدیث سے ہماری سمجھ میں آیا :۔

(۶۹۳) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے باشندوں نے تمام وہ اراضی جن تک پانی نہیں پہنچتا تھا آپ کے حوالے کر دیں کہ آپ اپنی مرضی سے انھیں کام میں لائیں ۔

ابو عبیدؒ :۔ ہمارا خیال ہے کہ مذکورہ عقیق کا علاقہ اسی قبیل سے ہو گا اور حضورؐ نے وہ حضرت بلالؓ کو جاگیر میں دے دیا تھا ۔ رسول اللہؐ یہ نہیں کر سکتے تھے کہ ایک ایسا حصۂ زمین جو اسلام قبول کرتے وقت اہل مدینہ کی ملکیت ہو اسے اُن کی مرضی اور خوشنودی کے بغیر کسی اور کو بطور جاگیر بخش دیتے ۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے عقیق کا علاقہ بلال ابن حارث کو اس لئے بطور جاگیر دے دیا تھا کہ عقیق مزینہ قبیلہ کی زمین کا حصہ تھا اور کبھی بھی مدینہ والوں کی ملکیت میں نہیں رہا تھا ۔

باقی رہا مارب کا وہ نمکزار یا کان نمک جو آپ نے ابیض بن حمال کو جاگیر میں دے کر پھر واپس لے لیا ۔ سو وہ آپ نے یہ

marfat.com

Marfat.com

سمجھ کر اسے دیا تھا کہ وہ غیرآباد علاقہ ہو گا جسے ابیض آباد کریں گے ۔ مگر جب آپ کو منکشف ہوا کہ وہ چشموں اور کنوؤں کی طرح بڑا قیمتی سدا رہنے والا پانی کا خزانہ (کان نمک) ہے تو آپ نے اس سے وہ علاقہ واپس لے لیا ۔ اس لئے کہ گھاس ، آگ اور پانی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ تھی کہ ان میں سب لوگ شریک ہیں (اور یہ کسی ایک شخص کی ملکیت میں نہیں چھوڑی جائے گی) چنانچہ آپ نے یہ ناپسند فرمایا کہ دوسرے آدمیوں کو محروم کر کے وہ تنہا اس نمکزار کا مالک بنا رہے ۔ یہ پوری بحث آگے اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ ۔

رہا یہ مسئلہ کہ حضرت ابو بکرؓ نے جب طلحہؓ اور عیینہؓ کو جاگیر دی تو حضرت عمرؓ نے اسے درست نہ سمجھا اور کاغذ پر مہر لگانے سے انکار کر دیا ۔ تو مجھے ان کے اس عمل پر بجز اس کے کوئی وجہ جواز نہیں ملتی کہ اُس وقت حضرت عمرؓ جاگیر دینے کو ناپسند و ناروا خیال کرتے ہوں گے ۔ جس کی شہادت اس جملہ سے ملتی ہے جو انھوں نے طلحہؓ سے کہا تھا ,,کیا دوسرے لوگوں کو محروم کر کے یہ ساری زمین تم ہی تنہا لے لو گے ؟،، لیکن بعد میں جب انہیں خلافت ملی تو اُن کی رائے بدل گئی ۔ اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی خلافت میں ایک سے زائد اشخاص کو جاگیریں دیں ۔ ان کا یہ عمل ایسا ہی تھا جیسے ایک آدمی کسی مسئلہ میں ابتداءً کوئی خیال رکھتا ہو پھر جب حقیقت امر اس پر واضح ہو جائے تو وہ اپنی پہلی رائے سے رجوع کر کے حقیقت کو اپنا لے ۔ اور یہی قدیم و جدید زمانہ میں علماء کا طرز عمل رہا ہے ۔

باقی رہا حضرت عثمانؓ کا بعض صحابہ کو جاگیریں دینا اور ان صحابہؓ کا وہ جاگیریں قبول کر لینا ۔ تو اس بارے میں علماء کی

marfat.com

Marfat.com

ایک جماعت نے یہ تاویل کی ھے کہ وہ جاگیریں سواد عراق کے علاقہ میں دی گئی تھیں ۔ جب میں نے اس بارے میں (اپنے اُستاد) قبیصہ سے دریافت کیا ,,کیا ان جاگیروں کے سلسلہ میں سواد عراق کی تصریح مذکور ھے ؟ ،، تو اُنھوں نے جواب دیا : ,,نہیں،، ۔ اگر صورت حال ایسی ھی تھی جیسی یہ لوگ تاویل کر رھے ھیں تو پھر یہ جاگیریں ان زمینوں میں سے دی گئی ھوں گی جنھیں حضرت عمرؓ نے سواد (عراق) کی زمین میں سے اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا :

(۶۹۴) ابو حرہ سے روایت ھے کہ حضرت عمرؓ نے سواد کے علاقہ سے دس قسموں کی زمینیں اپنے لئے خاص کر لی تھیں : وہ زمینیں جن کے مالکان جنگ میں قتل ھو گئے ۔ فرار ھو جانے والے مسلمانوں کی زمینیں ۔ کسریٰ کی مقبوضہ اراضی ۔ کسریٰ کے خاندان والوں کی اراضی ۔ وہ اراضی جن میں پانی بیٹھنے کی وجہ سے جھاڑیاں پیدا ھو جائیں ۔ ڈاک کی منزلوں پر خانقاھوں کی زمینیں ۔ ان اراضی کی مجموعی آمدنی ستر لاکھ (درھم) ھوتی تھی ۔ دیر جماجم کے معرکہ میں لوگوں نے ان اراضی کے حساب کتاب کے دفاتر اور رجسٹروں کو آگ لگا دی اور ھر قوم نے اپنے قرب و جوار کی اراضی پر قبضہ کر لیا

ابو عبیدؒ : ۔ مذکورہ بالا تمام اراضی وہ ھیں جنھیں ان کے مالک چھوڑ گئے تھے اور وھاں نہ کوئی باشندہ تھا نہ انھیں آباد کرنے والا ۔ اس طرح ان اراضی کا فیصلہ ھمارے بیان کردہ قدیم وغیرآباد زمینوں کے قانون کے مطابق امام کے ھاتھ میں آگیا ۔ جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو انھوں نے بجائے بےکار چھوڑنے کے ان زمینوں کی آبادکاری میں مسلمانوں کے خراج کی آمدنی زیادہ ھوتی دیکھی ۔ چنانچہ انھوں نے اپنی صوابدید کے مطابق جس طرح کچھ لوگ ان زمینوں کو آباد کر رھے تھے اوروں کو بھی یہ زمینیں آباد کاری اور اسلامی حکومت

marfat.com
Marfat.com

کے واجبات کی ادائی ، کی شرط پر دے دیں ۔

رهی وہ دوسری تاویل جو بعض لوگ اس بارے میں کرتے هیں میری نظر میں درست نہیں هے ۔ اس لئے کہ خود حضرت عمرؓ سے ایک روایت میں ایسا کرنے پر سخت گیری مذکور هے :

متعین مقصد کے لئے جاگیر بخشی

(۶۹۵) عطیہ بن قیس کہتے هیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے دمشق میں انذر کیسان کے علاقہ میں اپنے گھوڑے باندھنے کے لئے کچھ زمین مانگی ۔ چنانچہ انہوں نے وهاں کا ایک قطعہ انہیں (اس غرض کے لئے) دے دیا ۔ لیکن جب ان لوگوں نے وهاں کھیت لگا ڈالے تو انہوں نے نہ صرف وہ زمینیں ان سے واپس لے لیں بلکہ وهاں زراعت کرنے کی وجہ سے ان پر جرمّانہ بھی لگایا ۔

ابوعبید: ۔ یہ واقعہ سواد (عراق) کے قصہ سے ملتا جلتا هے ۔ اس لئے کہ ملک شام کا تمام علاقہ ۔ صرف شہروں کو چھوڑ کر جو تمام کے تمام صلحی هیں ۔ فوجی قوت کے زور سے فتح هوا تھا ۔ هم فتوحات اراضی کے ذیل میں یہ بیان کر آئے هیں ۔ (دیکھئے نمبر ۲۷۷ تا ۲۷۹)

جس زمین کا کوئی مالک نہ هوتا وهی زمین جاگیر میں دی جاتی تھی

اس بات کا ثبوت کہ حضرت عثمانؓ نے جو جاگیریں دی تھیں (دیکھئے موسی بن طلحہ سے مروی روایت نمبر۶۸۹) وہ انہی اراضی میں سے تھیں جنھیں حضرت عمرؓ نے اپنے لئے مخصوص کیا تھا ۔ ایک اور روایت سے ملتا هے جس میں ان زمینوں کے نام بھی هیں جو حضرت عثمانؓ نے دی تھیں اور وہ فہرست اسماء یہ هے :

(۶۹۶) «صعنب ۔ نہرین ۔ قریۂ هرمز»

marfat.com
Marfat.com

واضح رہے کہ ہرمز ایران کے اکاسرہ میں سے ایک تھا ۔ اس طرح یہ روایت ہمارے اس سابقہ قول کی تفسیر کر رہی ہے کہ انہوں نے صرف انہی زمینوں میں سے جاگیریں عطا کی تھیں جن کا کوئی مالک نہیں رہا تھا ۔

(٦٩٧) اب رہا مسئلہ بصرہ کی اس زمین کا جو شط عثمان کے نام سے معروف ہے اور جسے حضرت عثمانؓ نے عثمان بن ابی العاص کو جاگیر میں دیا تھا ۔ سو اس زمانہ میں بصرہ کا تمام علاقہ سیم و تھور کا مارا غیرآباد اور جھاڑیوں سے بھرا ہوا تھا ۔ اسی حالت میں حضرت عثمان بن عفانؓ نے عثمان بن ابی العاص ثقفی کو وہ زمین دی جسے اُنہوں نے جھاڑ جھنکار سے صاف کر کے قابل کاشت بنایا ۔

وہ زمین جس کا بیشتر حصہ جھاڑیوں سے ڈھکا ہو اس پر غیرآباد زمین کا اطلاق ہو گا اور جو اسے آباد کرے گا وہ اسی کی ہو جائے گی ۔

رقہ سے ورے نہر سعید کا بھی اسی موضوع سے تعلق ہے :

(٦٩٨) رجاء بن ابی سلمہ کہتے ہیں کہ بنی امیہ کے فلاں خلیفہ نے سعید بن عبدالملک کو فرات کے کنارے جھاڑیوں سے بھرے ہوئے قطعۂ زمین میں نہر بطور جاگیر بخشی (یہ نہر بند ہو چکی تھی اور اس (پر جھاڑیوں) میں درندے رہتے تھے ۔ چنانچہ انہوں نے اس علاقہ کو آباد کیا اور بعد میں وہی جگہ نہر سعید کہلائی ۔

ابو عبیدؒ :۔ یہی حکم اس زمین کا بھی ہو گا جس پر پانی آ جائے اور اس طرح ٹھہر جائے کہ نہ اس میں کاشت ہو سکے اور نہ کسی اور پہلو سے وہ لوگوں کے لئے منفعت بخش رہے مثلاً سیلاب کی ریتیلی اور کنکریلی گذرگاہیں، ریگ زار اور سیم و تھور زدہ زمینیں وغیرہ ۔ پھر لوگ اپنی کوششوں سے اس کا پانی وغیرہ دور کر کے اسے

marfat.com

Marfat.com

قابل کاشت بنالیں تو یہ بھی اس غیرآباد زمین کی طرح ان کی ملکیت بن جائے گی جو اسے قابل کاشت اور آباد بنالیں ۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب یہ کہا تھا :

(٦٩٩) ,,جو کسی علاقہ میں (وھاں مرے ھوئے) پانی پر قابو پالے تو وہ علاقہ اسی کا ھو جائے گا ،،

تو اس سے اُن کی مراد یہی تھی ۔

عمر بن عبدالعزیز کی یہ روایت قتادہ سے مروی ھے ۔

*

حوالہ جات

۱) دوسری روایت میں یہ ھے کہ غیرآباد زمین اللہ و رسولؐ کی ھے ۔ پھر میری طرف سے اے مسلمانو! وہ تمہارے لئے ھے ۔ (از حاشیہ کتاب الاموال)

۲) یہ بہت بڑا قطعہ تھا ۔ ابو داؤد کی ایک روایت سے معلوم ھوتا ھے کہ ان کا گھوڑا جہاں دوڑ کر تھکا وھاں انھوں نے کوڑا پھینکا اور کوڑے کے پہنچنے کی جگہ تک کی زمین انھیں دی گئی (از حاشیہ کتاب الاموال)

۳) وہ حکومت کی زمین تھی اور کسی کا حق کاٹ کر انھیں نہیں دی گئی تھی ۔

۴) اس زمین کی پیداوار چار ھزار درھم تک پہنچتی تھی ۔

۵) یعنی زمین کی اصل ملکیت کا حق صرف حکومت کو حاصل ھے ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۴۲

اراضی کی آباد کاری ۔ انھیں حدبندی کر کے اپنی ملکیّت بنا لینا ۔ نیز دوسرے کی آباد کردہ زمین میں دخل اندازی کرنا

آبادکاری کی تین صورتیں

ابو عبیدؒ :۔ زمین کی آبادکاری سے متعلق احکام کی تین صورتیں بیان ہوئی ہیں :

(i) پہلی صورت تو یہ ہے کہ کوئی شخص کسی غیرآباد علاقہ میں پہنچ کر اسے قابل کاشت بنا کر آباد کر دے ۔ اور پھر کوئی دوسرا شخص اس میں دخل انداز ہو کر وہاں پودے لگا دے یا عمارت بنا لے تاکہ اس طرح وہ اپنے سے پہلے آبادکار کی زمین کا حقدار بن جائے ۔

(ii) دوسری صورت یہ ہے کہ امام (حاکمِ وقت) کسی شخص کو غیرآباد زمین بطور جاگیر بخش دے اور اس بناء پر وہ اس کی ملکیت بن جائے لیکن یہ شخص اس کی کاشت اور آبادکاری میں کوتاھی کرے تاآنکہ کوئی دوسرا شخص وھاں پہنچے اور وہ اس زمین کو لاوارث سمجھتے ہوئے اسے قابل کاشت بنا کر آباد کرلے ۔

(iii) تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی زمین پر

marfat.com
Marfat.com

مالکانہ حقوق کے اظہار کے لئے حد بندی کے نشانات بنالے مثلاً اس پر مینار کھڑے کر لے یا اس کے اردگرد نالے یا خندقیں کھود لے ۔ مینڈیں یا بند بنالے ۔ یا اسی قسم کی دیگر شکلیں پیدا کر لے جس سے ملکیت کا اظہار ہو سکے ، اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد اسے بےآباد چھوڑ دے اور دوسرے لوگ بھی آثار سے یہ سمجھ کر کہ یہ کسی کی ملکیت ھے اسے آباد کرنے سے باز رھیں ۔

ان تمام صورتوں سے متعلق احادیث و سنن و آثار میں احکام ملتے ھیں ۔

غیرآباد علاقہ کے آبادکار اور اس میں ناجائز دخل اندازی کرنے والے کے متعلق احکام

پہلی صورت سے متعلق احکام :۔

(۷۰۰) جابر بن عبداللہؓ سے روایت ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مردہ وغیرآباد زمین اسے آباد کرنے والے کی ملکیت ہو جائے گی

,,جو شخص کسی غیرآباد زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ملکیت ہو جائے گی اور جو بھی رزق تلاش کرتے ہوئے اس (زمین کی پیداوار) میں سے کچھ کھا لے تو یہ (خوراک) اس (مالک) کے لئے (بمنزلہ) صدقہ ہو گی ۔

ابو عبیدؒ :۔ متلاشی رزق میں درندے ، پرندے ، انسان اور ہر وہ چیز شامل ھے جو وھاں جا کر طالب رزق ہو ۔

(۷۰۱) عروۃ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,جو شخص ایسی زمین کو آباد کرے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو تو وہ (آبادکار) اس علاقہ کا زیادہ حقدار ھے،،

marfat.com
Marfat.com

عروۃ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے دوران اسی حدیث کے مطابق فیصلے فرمائے:۔

کسی کی آباد کردہ زمین میں ناجائز دخل اندازی کی ممانعت

(۷۰۲) عروۃ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,جس نے کوئی مردہ و غیرآباد زمین آباد کی تو وہ اسی کی ہے ۔ اور کسی ظالم کی ریشہ دوانیوں کو اس میں کوئی حق حاصل نہ ہوگا ۔

(۷۰۳) ھشام کہتے ہیں کہ ظالم کی ,,ریشہ دوانیوں،، کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے کے حق میں سے کچھ ناجائز حصہ ھتھیانے کے لئے دخل اندازی کرنا ۔

(۷۰۴) ربیعہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ وادیوں کے حقوق میں یہ بھی شامل ہے کہ اسلام قبول کرتے وقت جس قوم کی جو ملکیت ہو وہ اسی کے قبضہ میں رہنے دی جائے ۔ پھر اگر کوئی شخص کسی مردہ زمین کو آباد کرے اور کوئی دوسرا شخص اس کی آباد کی ہوئی زمین میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس میں درخت لگا دے یا عمارت بنا دے یا کاشت کر لے ، جبکہ یہ حق اسے نہ تو وراثت کی وجہ سے پہنچتا ہو نہ مال کے ذریعہ خریدنے کی وجہ سے ، نہ سلطان کی طرف سے جاگیر ملنے کی بناء پر ، اور نہ اسلام قبول کرتے وقت اس کی ملکیت میں ہونے کے باعث ، تو یہ دخل اندازی ظالمانہ ریشہ دوانی ہو گی ۔

(۷۰۵) عروۃ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,جس نے کوئی مردہ زمین آباد کر لی تو وہ اسی کی ہو گئی اور کسی ظالم کی ریشہ دوانیوں کو اس میں کوئی حق حاصل نہ ہوگا،،

marfat.com

Marfat.com

دوسرے کی زمین ھتھیانے کے لئے اُس میں باغات لگانے والے کے متعلق فیصلہ

عروۃ کہتے ھیں کہ جس شخص نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی انھوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ ایک شخص نے بنی بیاضہ کے ایک انصاری کی زمین میں کھجوروں کے باغ لگالئے ۔ یہ دونوں اپنا جھگڑا حضورؐ کی خدمت میں لائے تو آپ نے فیصلہ دیا کہ زمین زمین والے کی ھے ۔ اور دوسرے کے لئے یہ فیصلہ دیا کہ وہ اپنے کھجور کے درختوں کو نکال لے ۔ راوی کہتے ھیں کہ میں نے (اس فیصلہ کے بعد) ان کھجور کے درخت کی جڑوں پر کلہاڑیاں لگتے دیکھیں ۔ واقعۃً وہ بڑے بڑے کھجور کے درخت تھے ۔

ابو عبیدؒ :۔ یہ حدیث بھی ,,ظالم کی ریشہ دوانی ،، کی تفسیر کر رھی ھے ۔ کھجور کے درخت لگانے والا اس لئے ظالم ھوا کہ اس نے یہ جانتے ھوئے کہ زمین کسی دوسرے کی ملکیت ھے اس میں درخت لگا دئے ۔ چنانچہ وہ ظالم و غاصب قرار پایا ۔ اور اس کے لئے یہ فیصلہ صادر ھوا کہ وہ اپنے بوئے ھوئے درخت اکھیڑلے ۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے کی زمین میں کھیتی باڑی کرنے پر اس طرح کا فیصلہ نہیں ملا :۔

دوسرے کی زمین پر بلا اجازت کاشت کر لینے والے کے متعلق فیصلہ

(۷۰٦) رافع بن خدیج سے روایت ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,جو دوسروں کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر کاشت کرلے تو اس (ناجائز کاشتکار) کو اس کا خرچہ دے دیا جائے گا اور کھیتی میں سے اسے کچھ نہیں ملے گا ۔

marfat.com
Marfat.com

ابو عبیدؒ :۔ اس حدیث کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں ۔ ایک تو از روئے فتوی یہ ہے کہ اس فرمان سے رسول اللہؐ کا مقصود یہ ہو کہ کاشتکار کو اس (ناجائز کاشت) کی پیداوار میں سے صرف اپنے خرچ کے مطابق وصول کر لینا درست ہو گا اور بقیہ پیداوار وہ مساکین میں تقسیم کر دے گا ۔ دوسرا مفہوم یہ ہوگا کہ حضورؐ نے اس فیصلہ سے زمین کے مالک کو یہ حکم دیا کہ وہ کاشتکار کی لگائی ہوئی رقم اسے دے کر بقیہ پیداوار اپنے لئے حلال سمجھے ۔

کھجور کے درختوں اور کھیتی کے فیصلہ میں یہ اختلاف ، کہ کھجور کے درخت اکھیڑنے کا حکم دیا اور کھیتی کو نہ اکھیڑنے کا ، اس وجہ سے ہے کہ کھیتی کے بعد زمین مالک کو بغیر کسی خرابی کے مل جائے گی ۔ کھیتی سے اسے کوئی گزند نہیں پہنچے گا ۔ کیونکہ وہ ایک سال ہی زمین میں رہے گی ۔ کھیتی کٹنے کے بعد زمین میں اس کی جڑیں باقی نہ رہیں گی ۔ چنانچہ سال ختم ہونے پر زمین مالک کی ہو جائے گی اور دوسرے کو اس کا خرچہ مل جائے گا ۔ سرسبز کھیتی کاٹنے کے مقابلہ میں یہ صورت زیادہ مناسب ہے ۔ اور اللہ تعالی فساد ناپسند فرماتا ہے ۔

اس کے برخلاف کھجور کے درختوں کی جڑیں سدا زمین میں رہیں گی ۔ انہیں خواہ کتنے طویل عرصہ تک مزید کیوں نہ چھوڑ دیا جائے ۔ بغیر انہیں اکھیڑے کسی صورت سے بھی زمین مالک کو واپس نہیں کی جا سکے گی ۔ اور چونکہ کوئی متعین آخری مدت ایسی نہیں جس کا انتظار کرتے ہوئے انہیں نہ اکھیڑا جائے ۔ مناسب یہی ٹھہرا کہ فیصلہ کے بعد فوراً انہیں اکھیڑ ڈالا جائے ۔ یہ ہے کھجور کے درختوں اور کھیتی کے درمیان فرق ۔ اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیصلہ میں کونسی حکمت مدنظر رکھی تھی ۔

غیر کی زمین پر ناجائز تعمیر کرنے کا حکم

ابو عبیدؒ:۔ ہماری نظر میں (کسی کی زمین میں ناجائز) عمارت بنا لینے کا حکم بھی کھجور کے درختوں پر قیاس کیا جائے گا ۔

(۷۰۸) شعبی کہتے ہیں کہ جو شخص دوسروں کی زمین پر عمارت بنائے اور وہ لوگ اسے دیکھتے رہیں اور اس (بنانے والے) کو منع نہ کریں تو وہ لوگ اس عمارت کی قیمت کے ذمہ دار ہوں گے ۔ لیکن اگر وہ لوگ اجازت نہ دیں تو اس شخص کو اپنی عمارت گرانا ہو گی اور اُن کی زمین کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کا تاوان بھی اسے ادا کرنا ہو گا ۔

ابو عبیدؒ :۔ یہاں تک تو ہوا پہلی صورت سے متعلق مسائل کا بیان ۔

جاگیردار کی بےکار پڑی ہوئی زمین کو آباد کر لینے والے کے بارے میں فیصلہ

اب ہم دوسری صورت (سے پیدا ہونے والے مسائل) پیش کرتے ہیں ۔ جو یہ ہے کہ امام کسی شخص کو کچھ زمین بطور جاگیر عطا کر دے ۔ اور یہ شخص اسے غیرآباد چھوڑ دے ۔ بعد ازاں کوئی دوسرا شخص اس زمین کو اس (غیرآباد) حالت میں دیکھ کر لاوارث سمجھتے ہوئے اس پر روپیہ لگا کر کاشت اور عمارت کے ذریعے اسے آباد کر لے ۔ اور اس طرح پرانے جاگیردار اور نئے آبادکار میں جھگڑا ہو جائے ۔ اس بارے میں متعدد روایات آئی ہیں :۔

(۷۰۹) عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com

Marfat.com

وسلم نے بعض لوگوں کو بطور جاگیر زمینیں عطا فرمائیں ۔ پھر حضرت عمرؓ کے زمانے میں دوسرے لوگوں نے وہاں جا کر اسے آباد کر لیا ۔ پرانے جاگیرداروں نے یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: ,,پہلے تو تم نے اُن لوگوں کو زمین پر کام کرنے اور (اس کی پیداوار) کھانے کے لئے چھوڑ دیا ۔ اور اب تم ان کی حالت تبدیل کرنے کے لئے آئے ہو؟ اگر یہ جاگیر حضورؐ کی بخشی ہوئی نہ ہوتی تو میں تمہیں کچھ بھی نہ دیتا ،، پھر انہوں نے اس زمین کی آباد حالت اور غیرآباد حالت کی جداگانہ قیمتیں معلوم کیں اور پرانے مالکوں سے کہا: ,,تم چاہو تو ان دونوں قیمتوں کا فرق آباد کاروں کو ادا کر کے اپنی زمین واپس لے لو ۔ ورنہ یہ آباد کار تمہیں خالی زمین کی قیمت ادا کر دیں تاکہ پھر یہ زمین ان کی ہوجائے ،،

اس روایت کے ایک راوی معمر کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ آیا ان آباد کاروں کو زمین آباد کرتے وقت یہ علم ہو چکا تھا کہ یہ زمین دوسرے لوگوں کی ملکیت ہے ۔

(۱۰۷) مجاھد کہتے ھیں کہ ایک شخص نے کسی غیرآباد زمین کو آباد کرکے اس پر درخت لگائے اور عمارت بنالی ۔ بعد ازاں ایک دوسرے آدمی نے ثبوت فراہم کئے کہ یہ زمین اس کی ملکیت ھے ۔ یہ مقدمہ فیصلہ کے لئے حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچا ۔ انہوں نے زمین والے سے کہا: ,,تم چاہو تو ھم تمہیں اس شخص کے اخراجات کا تخمینہ لگا کر بتادیں تاکہ تم اسے وہ اخراجات ادا کر دو یا پھر تم چاہو تو یہ شخص تمہاری زمین کی قیمت تمہیں ادا کر دے ،،

(۱۱۷) سلیمان بن داؤد خولانی سے روایت ھے کہ عمر بن عبدالعزیز کا فیصلہ ایسے موقع پر جبکہ کوئی آدمی کسی دوسرے کی

marfat.com

Marfat.com

غیرآباد زمین کو سدھار کر آباد کر لیتا اور اس کا مالک اس سے وہ زمین لینا چاھتا ، یہ ھوا کرتا تھا کہ وہ مالک زمین سے کہتے : ,,جو کچھ اس آباد کار کو تمھاری زمین سدھار نے اور آباد کرنے میں خرچ کرنا پڑا ھے وہ اسے ادا کر دو ۔ اس لئے کہ اس نے یہ کام تمھارے فائدہ کے لئے کیا ھے،، اگر وہ مالک کہتا کہ مجھ میں اتنی قوت نہیں ھے تو وہ آبادکار سے کہتے : ,,تم اُس کی زمین کی قیمت اسے ادا کر دو،،

ابو عبیدؒ (زمین میں غیرمالکانہ تصرف کا) یہ فیصلہ پہلے فیصلہ سے مختلف ھے ۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے ۔ یہاں کاشتکار کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اپنی کاشت اکھیڑ کر لے جائے بلکہ وہ مالک زمین کو اختیار دیتے ھیں کہ یا تو وہ موجودہ آبادکاری کو نقصان پہنچائے بغیر اس کی قیمت (آباد کار کو) اد کر دے یا پھر وہ اپنی غیرآباد زمین کی قیمت لے لے ۔

دوسروں کی دخل اندازی روکنے کے لئے بطور اظہار ملکیت حدبندی قائم کر کے زمین بیکار چھوڑنے والے کے لئے احکام

اب رھی تیسری صورت کہ کوئی شخص مالکانہ حقوق کے اظہار کے لئے کسی زمین کے اردگرد حدود قائم کر دے ۔ خواہ یہ مالکانہ حقوق امام کی طرف سے یہ زمین جاگیر ملنے پر ھوں یا کسی دوسری وجہ سے ۔ اور پھر طویل زمانہ تک وہ اس زمین کو غیرآباد چھوڑے رکھے ۔

طویل مدّت (تین سال) تک زمین بےکار چھوڑنے والے کی زمین حکومت کے تصرف میں آجائے گی

حضرت عمرؓ کی بعض روایات میں یہ زمانہ تین سال تک کا آیا ھے ۔ اور اس مدت میں اس (مالک) کے سوا کوئی دوسرا اس زمین

marfat.com
Marfat.com

کی آبادکاری سے باز رہے گا ۔ بعد ازاں وہ زمین امام کے فیصلہ پر موقوف ہو جائے گی ۔

(۷۱۲) بلال بن حارث مزنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا (وادی) عقیق کا علاقہ انہیں جاگیر میں دے دیا تھا ۔ مگر حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں بلالؓ سے کہا: ,,یقین جانو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں یہ علاقہ اس لئے نہیں بخشا تھا کہ تم اسے لوگوں سے روک کر بیٹھ جاؤ ۔ آپ نے یہ علاقہ اس لئے عطا فرمایا تھا کہ تم اسے آباد کرو ۔ لہذا اس علاقہ میں جس حصہ کی تم آبادکاری کر سکتے ہو وہ تم لے لو اور بقیہ واپس کر دو ۔ (۱)

(۷۱۳) سالم بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ,,حضرت عمر بن الخطابؓ اس منبر پر خطبہ میں کہا کرتے تھے: ,,اے لوگو! ,, جو کسی غیرآباد زمین کو آباد کرلے تو وہ زمین اسی کی ملکیت ہو جائے گی ,, ۔ وہ اس لئے یہ دھراتے تھے کہ بہت سے لوگ زمین کو آباد کئے بغیر قبضہ میں رکھنے لگے تھے ۔

(۷۱۴) ایک دوسری سند سے بھی حضرت عمرؓ سے یہی روایت منقول ہے ۔

(۷۱۵) ایک تیسری سند سے بھی یہی روایت حضرت عمرؓ سے مروی ہے ۔ البتہ اس میں زمین آباد کئے بغیر اپنے قبضہ میں رکھنے کا تذکرہ نہیں ہے ۔

(۷۱۶) رزیق بن حکیم سے روایت ہے کہ میں نے وہ خط جو عمر بن عبدالعزیز نے میرے باپ کے نام لکھا تھا پڑھا ۔ اس میں لکھا تھا : ,,جو کسی غیر آباد زمین کو عمارت یا کھیت بنا کر آباد کر لے ۔ بشرطیکہ وہ زمین کسی نے اپنے روپے سے نہ خریدی ہو یا اس کا بعض

marfat.com

Marfat.com

حصه آباد کر کے بعض غیرآباد نہ رہنے دیا ہو ــــ تو ایسی زمین کو عمارت یا کھیت کے ذریعہ آباد کرنے والوں کے مالکانہ حقوق تسلیم کر لو ــ،،

آبادکاری کی تفسیر

ابو عبید : ـ عمر (بن عبدالعزیز) کی مذکورہ بالا روایت سے آباد کاری کی تفسیر ہو رہی ہے جس کے لئے انہوں نے عمارت اور کھیت کے الفاظ استعمال کئے ہیں ـ دراصل حقیقی آبادکاری کا انحصار پانی پر ہے ـ مثلاً نہرپھاڑنا یا چشمہ نکالنا یا کنواں کھودنا ـ اگر اس قسم کے پانی کا انتظام کرنے کے بعد اس نے عمارت یا زراعت یا درخت وغیرہ لگائے ہیں تو یہ پوری آبادکاری متصور ہوگی ـ لیکن اگر اس نے زمین میں صرف پانی ہی کا انتظام کیا اور اس سے زیادہ کچھ آبادکاری نہ کی تو اسے صرف اس کی کارگذاری کے مطابق محدود علاقہ کا مالک بنا کر بقیہ زمین دیگر آباد کاروں کو دے دی جائے گی ـ اس محدود علاقہ کے سلسلہ میں کچھ آثار منقول ہیں :

آباد کار اُس کی کارکردگی کے مطابق محدود حصه ملےگا

(۷۱۷) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: ،،کنویں کے لئے (اس کے اردگرد ہر طرف سے) چالیس ہاتھ تک ممنوعہ علاقہ ہے (۲) تاکہ اس میں اونٹ اور بھیڑ بکریاں پرورش پاسکیں ـ

(۷۱۸) سعید بن مسیب سے روایت ہے: ،،نئے کنویں کا ممنوعہ علاقہ اس کے اردگرد کی ہر سمت سے پچیس ہاتھ ہے ـ اور کھیت کے کنویں کا ممنوعہ علاقہ اس کے اردگرد کی ہر سمت سے تین سو ہاتھ ہے ـ اور قدیم کنویں کا ممنوعہ علاقہ اس کے اردگرد کی ہر سمت سے پچاس ہاتھ ہے،، اس روایت کی سند کے ایک راوی ابن

marfat.com
Marfat.com

شہاب کہتے ہیں : ,,اور میں نے لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ چشمہ کے اردگرد کا ممنوعہ علاقہ پانچ سو ہاتھ ہے۔

(۷۱۹) ابن شہاب کہتے ہیں : ,,لوگ جب زمین دوز نالے کھودتے تھے تو ان کے دھانوں کے درمیان پانچ سو ہاتھ زمین چھوڑ دیتے تھے۔

(۷۲۰) شعبی کہتے ہیں : ,,کنویں کے اردگرد کا ممنوعہ علاقہ چالیس ہاتھ ہے۔ اس حد میں کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کنویں والے کے پانی یا اس کے جانوروں کے باڑوں میں مداخلت کرے۔

(۷۲۱) یحیی بن سعید کہتے ہیں : ,,قدیم کنویں کے اردگرد ممنوعہ علاقہ کے سلسلہ میں سنت طریقہ پچاس ہاتھ زمین چھوڑنے کا ہے اور نئے کنویں کے لئے پچیس ہاتھ۔

یحیی بن سعید کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ پرانے کنویں کے اردگرد ہر طرف پچاس ہاتھ زمین اور نئے کنویں کے ہر طرف سے پچیس ہاتھ زمین میں نئے کنویں کھودنے کی ممانعت کر دی جائے گی تاکہ کنویں والوں کے حقوق محفوظ رہیں اور انہیں نقصان نہ پہنچے)

تین ممنوعہ علاقے

(۷۲۲) ابو عبیدؒ :۔ اسی موضوع سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ تین علاقوں کے سوا کوئی علاقہ ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا۔ کنواں۔ گھوڑے کی رسی۔ (۳) لوگوں (کی نشست گاہ) کا حلقہ۔

ممنوع علاقہ کی لم

ابو عبیدؒ :۔ اس حدیث کی تفسیر ہم نے دوسری جگہ کی ہے۔ کنواں کھودنے والے کے لئے یہ معینہ ممنوعہ حدود اس لئے مقرر کی گئیں کہ اس نے ایک غیرآباد زمین کو آباد کرنے میں پہل کی اور بقول ابو ہریرہؓ و شعبی اس بناء پر وہ اپنے جانوروں کی پرورش کے لئے ممنوعہ

marfat.com
Marfat.com

حدود کا مستحق ہو گیا ۔ یا بالفاظ یحیی بن سعید ,,تاکہ اس کنویں کے پاس کوئی دوسرا کنواں کھودے جانے سے اس کو گزند نہ پہنچے،،۔

(۲۳) ممنوعہ محدود علاقہ کے بارے میں سفیان (ثوری) سے بھی ایسا ہی قول منقول ہے ۔

(۲۴) البتہ مالک بن انس ممنوعہ علاقہ کے بارے میں کسی مقررہ حد کے قائل نہ تھے ۔ وہ کہتے تھے کہ ان حدود کا تعین اس اندازہ کے مطابق ہو گا جس سے کنویں کو کسی نقصان کا اندیشہ نہ رہے ۔ شہروں میں بھی کنوؤں کے لئے ممنوعہ حدود کے بارے میں ان کی یہی رائے تھی ۔ وہ کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں کنواں کھود لے اور اس کا پڑوسی بھی اس کے بعد اپنے لئے علیحدہ کنواں کھود لے تو اگر اس عمل سے پہلے کنویں کا پانی گھرا ہو جائے اور نئے کھودے ہوئے کنویں میں منتقل ہو جائے تو بعد میں کنواں کھودنے والے کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنے کنویں کو دور لے جائے ۔

(۲۵) سفیان کہتے تھے : ,,اپنی حدود (ملکیت) میں ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق ردوبدل کا مجاز ہے ۔ خواہ اس سے اس کے پڑوسی کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچے اس لئے کہ شہروں میں کنوؤں کے لئے کسی قسم کی حد بندی کی قطعاً کوئی قید نہیں ہے ۔ یہ قید صرف دیہاتوں (کاشت کی زمینوں) اور جنگلوں کے لئے ہے ۔

ابو عبیدؒ :۔ یہ (مالک اور سفیان) دونوں کے دونوں وہاں (دیہات اور جنگلات) کے کنوؤں کو فروخت کرنا پسند نہیں کرتے ۔ اس لئے کہ ان سے مسافروں کو فائدہ ہوتا ہے ۔ اور یہی وہ کنویں ہیں جن کے کھودنے والوں کو شریح کوئی ضمانت نہیں دیتے تھے ۔

(۲۶) شریح سے مروی ہے کہ وہ گھریلو کنوؤں کے مالکوں اور بقالوں کی بوریوں (۳) کی ضمانت دیا کرتے تھے لیکن جنگلات اور

marfat.com

Marfat.com

صحراؤں کے ان کنوؤں کی جو مسلمانوں کی بہبود کے لئے کھودے گئے ہوں ضمانت نہیں دیتے تھے۔

ابو عبیدؒ:۔کنوؤں اور چشموں سے متصل اراضی کو ممنوعہ قرار دینے کے سلسلہ میں یہ کچھ روایات ہمیں ملی ہیں۔ اب رہا نہروں سے ملی ہوئی زمین کے ممنوعہ علاقہ کا مسئلہ سو اس بارے میں ہم نے کوئی معین چیز نہیں سنی۔

حوالہ جات

۱) ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بلال اپنی زمین کا غیرآباد حصہ دینے پر راضی نہ ہوئے لیکن حضرت عمرؓ نے ان سے باوجود ان کے انکار کے وہ غیرآباد زمینیں واپس لے کر دوسرے مستحق مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔

(کتاب الخراج یحیی بن آدم نمبر ۲۹۳)

۲) ممنوعہ علاقہ سے مراد ہے کہ اس حد میں کوئی دوسرا شخص کنواں کھودنے کا مجاز نہ ہوگا۔ اور اس قطعہ سے کنواں کھودنے والا فائدہ اٹھاتا رہے گا۔

۳) یعنی وہ لمبی رسی جس میں گھوڑے کو باندھ دیا جائے تو جہاں تک وہ رسی پہنچے اس حد میں گھوڑے کو چرنے اور گھومنے پھرنے سے نہ روکا جائے۔

۴) یعنی بقالوں کو منڈی میں اپنی جگہوں پر بوریاں، بچھا کر اپنے لئے خاص کر لینے کی ضمانت دیتے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۳۴

گھاس اور پانی (چراگاہ) والی زمین کی رکھت کا بیان

حمی (رکھت) قرار دینے کا حق

(۷۲۷) صعب بن جثامۃؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ,,کسی علاقہ کو حمی (رکھت) قرار دینے کا حق اللہ اور اُس کے رسولؐ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے ۔،،

پانی ، آگ اور گھاس مشترکہ ملکیت ہیں

ابو عبیدؒ: ہمارے خیال میں اس حدیث میں جس حمی (رکھت) سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد ان اشیاء سے منع کر دینا ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کے لئے مشترکہ قرار دیا ہے اور یہ چیزیں پانی ، گھاس اور آگ ہیں ۔ چنانچہ متعدد احادیث میں ان چیزوں کو نام بہ نام متعین کیا گیا ہے : ۔

(۷۲۸) حبان بن زید شرعبی اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں ۔ یہ شخص جلد باز تھا اور ایک جنگ میں حصہ لے رہا تھا ۔ وہ اپنے پڑاؤ کے مقام سے دوسرے جانوروں کو ہٹا رہا تھا ۔ اُس کے اس عمل پر اسے ایک مہاجر نے ڈانٹا لیکن اس نے اس مہاجر (اور اس کی تنبیہ) کو درخور اعتناء نہ سمجھا جس پر اس مہاجر نے کہا: ,,میں تین سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں ۔ جب اُس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنا تو سٹپٹایا اور شرمندہ ہو کر معانی مانگنے لگا ۔ تب انہوں نے کہا:

marfat.com
Marfat.com

,,میں تین سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں اور میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا ہے : تمام لوگ پانی ، آگ اور گھاس میں باھمدگر شریک ھیں،،۔

(۲۹) قیلہؓ کہتی ھیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: مسلمان مسلمان کا بھائی ھے اور وہ پانی اور درختوں میں باھمدگر شریک رھیں گے اور شیاطین کی سرکوبی میں باھمدگر تعاون کریں گے،،۔

(۳۰) ابو ھریرہؓ سے مروی ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,پانی کا ضرورت سے زائد حصہ لوگوں سے روکا نہیں جائے گا ۔ تاکہ اس کے ذریعے گھاس کے زائد حصہ سے روکاجائے (۱) ،،

(۳۱) (۳۲) ابو قلابہ اور حسن (دو مختلف سندوں سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ھیں کہ آپ نے فرمایا : ,,جس نے زائد پانی کو روکا تاکہ اس طرح زائد گھاس سے لوگوں کو روک دے تو ایسے شخص کو اللہ تعالی روز قیامت اپنے فضل سے محروم کر دے گا ،،۔

(۳۳) ایاس بن عبد کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت سے زائد پانی سے لوگوں کو محروم کرنے سے منع فرمایا ۔

(۳۴) ایک دوسری روایت میں ھے کہ آپ نے پانی فروخت کرنے سے منع فرمایا ۔

(۳۵) قاسم بن محمد راوی ھیں : ,,ضرورت سے زائد پانی سے لوگوں کو محروم کرنے سے منع کیا گیا ھے،،۔

(۳۶) بہیسہ روایت کرتی ھیں: ,,میرے والد (۲) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ وہ آپ کی پشت کی جانب سے آپ کی قیمض میں داخل ہو جائیں ۔ اندر پہنچ کر انھوں نے اپنا سینہ

marfat.com

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے چمٹا لیا اور سوال کیا : ,,یا رسول اللہ ! وہ کیا چیز ہے جسے لوگوں سے روکنا حلال نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا : ,,پانی ،، ۔ انھوں نے پھر دریافت کیا : ,,یارسول اللہ ! وہ کیا چیز ہے جسے لوگوں سے روکنا حلال نہیں ہے ؟,,آپ نے جواب دیا : ,,نمک،، ۔ انھوں نے پھر کہا: یا رسول اللہ ! وہ کونسی شے ہے جسے لوگوں سے روکنا حلال نہیں ہے؟ ،، آپ نے فرمایا ,,بھلائی کرتے رہنا تمہارے لئے بہتر ہے،، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی اور نمک پر بات ختم فرمادی ۔ اور بعد ازاں وہ سائل کسی کو پانی سے نہ روکتا تھا خواہ وہ کتنا قلیل ہی کیوں نہ ہوتا ۔،،

(۳۷) حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا : ,,کاشتکار سے زیادہ مسافر، پانی کا مستحق ہے،،

(۳۸) ابو ہریرۃؓ سے ایک روایت ہے جس کے آخر میں ہے: ,,مسافر سب سے پہلے پانی پئے گا ،،

ابو عبیدؒ : ۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ ابوہریرۃؓ کا قول ہے یا نہیں ۳)

بہرحال یہ مذکورہ بالا روایات و احادیث رسول اللہؐ مجمل ہیں ۔ ان میں سے ہر ایک کے انطباق کے لئے جداگانہ مقامات اور مختلف احکام ہیں ۔

اس ضمن میں سب سے پہلی چیز وہ مباح چیزیں ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو شامل فرما کر انہیں مساوی حقوق عطا فرما دیئے ۔ اور وہ ہیں ,,پانی ، گھاس اور آگ ،،

ان اشیاء کے مباح ہونے کے معنے یہ ہیں کہ اگر کچھ لوگ سفر یا بادیہ پیمائی کرتے ہوئے کسی ایسی زمین پر پڑاؤ کریں جس میں ایسے پودے اور نباتات ہوں جو اللہ تعالی نے چوپایوں کے لئے اگائے ہوں اور اس

marfat.com
Marfat.com

میں کسی انسان کی کاشت کاری یا شجرکاری یا سیرابی کی مساعی شامل نہ ہوں تو جو وہاں پہلے پہنچ جائے اس کا مالک ہو جائے گا۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے کو اس کے کچھ حصہ کے استعمال سے منع کرے بلکہ ہوگا یہ کہ ان کے چوپائے ، مویشی اور جانور سب ایک ساتھ وہاں چرتے رہیں گے اور وہاں جو پانی ہوگا اس سے بھی وہ سب ایک ساتھ پانی پئیں گے۔ یہ معنی ہیں آپ کے اس فرمان کے: ,,سب لوگ پانی، اور گھاس میں باہم شریک ہیں،، اور نیز آپ کے اس فرمان کے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور وہ پانی اور درختوں میں باہم دگر شریک رہیں گے،،

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی چیز کو لوگوں پر بندکر دینے سے منع فرما دیا۔ الا یہ کہ یہ ممانعت اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہو۔ اور یہ شرط اس حدیث میں موجود ہے جسے ہم اس باب کے آغاز میں درج کر آئے ہیں۔

رکھت (یا ممنوعہ علاقہ کی دو صورتیں

اللہ اور اس کے رسولؐ کی رکھت (اور ان کی طرف سے کسی شے کو ممنوع) قرار دینے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک صورت یہ کہ کسی علاقے کو اس کے لئے ممنوعہ قرار دیا جائے کہ وہاں سے راہ خدا میں لڑنے والے مجاہدین کے گھوڑے خوراک پائیں۔ اور اس بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل موجود ہے :

(۷۳۹) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ کے مشہور علاقہ) نقیع کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے لئے ممنوعہ علاقہ قرار دیا تھا۔

دوسری صورت یہ ہوگی کہ کسی زمین کو صدقہ (زکوۃ) کے جانوروں کے چرنے کے لئے اُس وقت تک ممنوعہ قرار دے دیا جائے

marfat.com
Marfat.com

تاآنکه وہ جانور اپنے مستحقین میں منقسم ہو جائیں اور اس صورت پر حضرت عمرؓ نے عمل کیا تھا۔

(۴۰<) اسلم راوی ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو اس موقع پر جب کہ وہ ھنی کو ربذہ مقام کی رکھت پر مامور کررہے تھے، یہ کہتے سنا: لوگوں سے مہربانی اور نرمی کا برتاؤ کرنا۔ مظلوم کی آہ و فریاد سے ڈرنا کہ وہ مقبول ہوتی ہے اور دیکھو اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے چھوٹے چھوٹے گلوں کے مالکوں کو (رکھت میں) داخل کر لو۔ ابن عفانؓ اور ابن عوفؓ کے مویشیوں کو مجھ سے دور رکھو۔ اس لئے کہ اگر ان دونوں کے مویشی ہلاک ہو جائیں گے تو (اپنی گذربسر کے لئے) یہ نخلستانوں اور کھیتوں میں واپس آ جائیں گے لیکن ان بےچاروں کے مویشی ہلاک ہوگئے تو یہ اے ,,امیر المومنین،، ! پکارتے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے آئیں گے۔ تم ہی بتاؤ کہ گھاس (فراہم کر دینا) میرے لئے زیادہ آسان ہے یا سونے اور چاندی کا تاوان ؟ (۴) اور پھر وہ زمین بھی تو انہی کی ہے جاہلیت میں وہ اس پر جنگ کرتے رہے۔ اور جب وہ اسلام لائے تو وہ زمین انؔ کی ملکیت تھی۔ بلاشک یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن پر ظلم کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر ان اونٹوں (سواری کے جانوروں) کی پرورش اور دیکھ بھال ہمارے ذمہ نہ ہوتی جو راہ خدا میں مجاہدین کی سواری کے کام آتے ہیں، تو میں لوگوں کی زمین کا کوئی حصہ کبھی بھی ممنوعہ قرار نہ دیتا۔،،

اسلم کہتے ہیں: اس وقت میں نے بنی ثعلبہ کے ایک آدمی کو حضرت عمرؓ سے یہ کہتے سنا: ,,یاامیرالمومنین ! آپ نے ہماری زمینوں کو رکھت (ممنوعہ علاقہ) بنا لیا ہے حالانکہ جاہلیت میں ہم اس پر جنگ کرتے تھے اور جب ہم اسلام لائے تو وہ ہماری ملکیت میں تھیں،، وہ شخص بار بار اپنا یہ سوال دھرا رہا تھا اور حضرت عمرؓ

marfat.com

Marfat.com

برابر اپنا سرجھکائے رہے - پھر حضرت عمرؓ نے اس کی طرف اپنا سر اٹھاتے ہوئے کہا: ,,(ملک اور) زمینیں اللہ کی ہیں اور انھیں اللہ کے مال کے ان جانوروں کے لئے ممنوعہ قرار دیا جا سکتا ہے جن پر راہ خدا میں مجاہدین کو سوار کیا جاتا ہے،،

(۷۴۱) عبداللہ بن الزبیرؓ (ابو عبیدؒ کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ وہ اپنے باپ سے) روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی حضرت عمرؓ کے پاس آکر کہنے لگا : یا امیر المومنین ! ہمارا علاقہ اور ہماری زمینیں جن پر جاہلیت میں ہم جنگ کرتے رہے اور جب ہم اسلام لائے تو وہ ہماری ملکیت تھیں - آپ کس بناء پر ان زمینوں کو ہمارے لئے ممنوع قرار دیتے ہیں - ؟،،

حضرت عمرؓ پھونک مارنے اور اپنی مونچھوں کو بل دینے لگے اور یہ ان کی عادت تھی کہ جب کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ (فکرمندی میں) پھونکیں مارنے اور مونچھوں کو بل دینے لگتے - اعرابی نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو بار بار اپنا سوال دھرانے لگا- آخر حضرت عمرؓ نے کہا: ,,تمام مال اللہ کا مال ہے اور سب بندے اللہ کے بندے ہیں - خدا کی قسم اگر راہ خدا میں مجاہدوں کی سواریوں کے انتظام کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہوتی تو میں ایک مربع زمین بھی ممنوعہ نہ قرار دیتا،،

(۷۴۲) مالک کہتے ہیں کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ حضرت عمرؓ ہر سال چالیس ہزار سواریاں مجاہدوں کے لئے مہیا کرتے تھے -

ابو عبیدؒ: ان روایات سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو زمینیں رکھت (ممنوعہ علاقہ) قرار دی تھیں وہ صدقہ کے اونٹوں اور مسافروں کے لئے مشترکہ تھیں -

(۷۴۳) مالک بن انس ,,نقیع،، سے متعلق مروی حدیث کو سند

marfat.com

Marfat.com

بناتے ہوئے کہتے تھے : ,,سنت یہ ہے کہ جب ضرورت پڑے ، نقیع کے علاقہ کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے لئے رکھت بنا لیا جائے اور (مسلمانوں کے گھوڑوں کے علاوہ) کسی اور غرض سے اس علاقہ کو ممنوعہ نہ قرار دیا جائے،، اس پر ان سے سوال کیا گیا : ,,کیا صدقہ (زکوۃ) کے اُونٹوں کے لئے بھی نہیں؟،، تو انہوں نے جواب دیا: ,,اُن کے لئے بھی نہیں ،، اگر یہ جائز ہو جائے تب تو بہت سے علاقے رکھت بنا لئے جائیں گے،،

(۴۴۳) سفیان بن سعید سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ,,رکھت بنالینا جائز ہے،،

اللہ کے لئے رکھت

ابو عبید: ۔ صعب بن جثامہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (اس باب میں پہلی) حدیث یہ بتا رہی ہے کہ امام کو حق حاصل ہے کہ وہ اللہ کی زمینوں میں رکھت بنالے ۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ نے رکھتیں بنائی تھیں ، اور یہ سب کچھ اللہ کے لئے رکھت میں داخل ہے ۔

اس حد پر ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تاویل ختم ہو جاتی ہے کہ لوگ پانی اور گھاس میں برابر کے شریک ہیں ۔ اس میں لوگوں کے اشتراک کی عمومی حیثیت اور خصوصی صورتوں میں جو استثناء آپ نے فرمایا، اس کی تاویل شامل ہے ۔

مالک زمین اپنی ضروریات سے زائد پانی، گھاس اور خود رو بوٹیوں اور درختوں کو دوسروں سے نہیں روک سکتا۔

اب رہا حضورؐ کا فرمان ,,پانی کا ضرورت سے زائد حصہ (لوگوں سے)نہیں روکا جائے گا تاکہ اس کے ذریعے گھاس کے زائد

marfat.com
Marfat.com

حصه سے روکا جائے » سو اس کا مذکورہ بالا مسئله سے تعلق نہیں ہے۔ میرے نزدیک اس فرمان کا تعلق اس زمین سے ہے جس کا کوئی مالک ہو اور اس میں مذکورہ وصف کے مطابق بڑی مقدار میں پانی ہو۔ اور ایسی خود رو گھاس (اور ہریالی) ہو جس کے لئے نہ پودے لگائے گئے ہوں نہ بیج ڈالے گئے ہوں تو اس حدیث کے منشاء کے مطابق اس زمین کے مالک کو اس میں سے صرف اپنی ضرورت بھر مقدار لے لینا ہی زیب دیتا ہے - یعنی اپنے پینے کے لئے ، اپنے مویشیوں کو پلانے کے لئے اور اپنی زمین کو سیراب کرنے کے لئے جو مقدار کافی ہو۔ بعد ازاں مقدار باقی رہتی ہے اس سے دوسروں کو روکنا اس کے لئے حلال نہیں ہے -

اس بات کا ثبوت که آپ نے اس ارشاد سے مالک زمین مراد لیا تھا آپ کی یه تصریح ہے : ,,ضرورت سے زائد پانی اور ضرورت سے زائد گھاس » اس طرح آپ نے صرف اتنی مقدار جس سے مفر نہ ہو اور جس کے بغیر اس (مالک زمین) کا کام نہ چلے ، اس کے لئے جائز قرار دے کر اس کے سوا باقی مانده حصه سے دوسروں کو باز رکھنے سے اسے منع فرما دیا - ظاہر ہے که اگر وہ اس زمین کا مالک نہ ہوتا تو ,,ضرورت سے زائد » کے الفاظ کا ذکر ہی برمحل ہوتا ، اور ایسی صورت میں تو تمام لوگ شرعاً اس ,,پانی یا گھاس » میں برابر کے شریک ہوتے ، خواہ ان کی مقدار تھوڑی ہوتی یا بہت -

یہی مفہوم ابیض بن حمال کی اس حدیث کا ہے جسے ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں (دیکھئے نمبر ٦٨۴) اور جس میں انہوں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا : ,,پیلو کے درختوں میں سے کیا کچھ ممنوع قرار دیا جا سکتا ہے؟» تو آپ نے فرمایا» : وہ کچھ جس تک اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچ سکیں -»

marfat.com

Marfat.com

اگر یہ حکم اس کی مملوکہ زمین سے متعلق نہ مانا جائے تو پھر اس کے کوئی معنی نہ ہوں گے ۔ اگر ملکیت کو نہ مانا جائے تو اسے یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ کسی چیز کو بھی دوسروں سے بچائے اور اپنے لئے روک رکھے ۔ اس میں اونٹوں کی رسائی یا نا رسائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ علماء نے گھاس اور پانی کی قیمت لینا مکروہ قرار دیا ہے ۔

پانی اور گھاس کی قیمت لینے کی کراہت

(۴۳۵) ابن طاؤس کہتے ہیں کہ میرے باپ اپنی زمین کے گھاس اور پانی کو فروخت کرنا مکروہ سمجھتے تھے ۔

(۴۳۶) عمرو راوی ہیں کہ عکرمہ کہتے تھے : ,,درختوں کی قیمت کھانا کیونکہ وہ حرام ہے،، درختوں سے ان کی مراد گھاس اور اسی قسم کا دیگر سبزہ تھا ۔

(۴۳۷) پانی کی قیمت کے بارے میں عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ اُن کی وھط کی زمین کے ناظم نے انہیں لکھا کہ تمہاری زمین کی سیرابی کے بعد پانی کا وافر حصہ بچ گیا ہے ۔ جس کے لئے تیس ہزار درہم کی پیش کش کی گئی ہے ۔ تو اس کے جواب میں عبداللہ بن عمرو نے لکھا : ,,وہ پانی نہ بیچنا بلکہ اپنی زمین سیراب کرنے کے بعد دوسروں کی زمین سیراب کرو ۔ اور اس ضمن میں سب سے قریب کو پہلے باری دو ۔ پھر اس سے بعد والے کو ۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت سے زائد پانی فروخت کرنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے،،

ابو عبید: ۔ یہاں واضح طور پر ہمیں یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ یہ ممانعت پانی اور زمین کے مالک کے لئے ہے ۔ اگر یہ شکل نہ ہوتی تو انہیں مذکورہ قیمت کی پیش کش بھی نہ کی جاتی ۔

marfat.com
Marfat.com

(۴۸) یہ بھی روایت ہے کہ یہ پانی جس کے ضرورت سے زائد حصہ کو لوگوں سے روکنے اور اسے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے وہ سدا نکلتے رہنے والا جاری پانی ہے جس کا ذکر ہم پچھلے صفحات میں کر آئے ہیں ۔ مثلاً ایسے چشموں اور کنوؤں کا پانی ، جن کے سوتے ہوتے ہیں ۔ اسکی توضیح عبداللہ بن عمرو کی روایت سے ہو رہی ہے جس میں ان کی زمین کی سیرابی کا تذکرہ ہے ۔ نیز حضرت عائشہ کی یہ حدیث اس کی وضاحت کر رہی ہے:۔

(۴۹) حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ,,میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کنوئیں میں جمع ہو جانے والے پانی سے لوگوں کو روکنے کی ممانعت کرتے ہوئے سنا ،،۔

(۵۰) ابو عبید : اسی تاویل کی بناء پر سفیان بن عینیہ کا خیال تھا کہ پانی سے روکنے کی ممانعت سے مراد وہ پانی ہے جو اپنی جگہ پر (اکٹھا ہو یا بہتا) ہو اور اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ اُٹھا کر نہ لایا گیا ہو ۔

پانی کی مختلف حیثیتیں اور ان کے اعتبار سے اس کے احکام میں اختلاف

(۵۱) سفیان بن سعید اور مالک بن انس دونوں سے یہ قول منقول ہے : ,,پانی کے مالک کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مسافر اور اس کے مویشی کو پانی پینے سے روکے ،،۔ اور زمین کو سیراب کرنے کے بارے میں ان دونوں میں اختلاف ہے :

(۵۲) مالک کہتے ہیں : ,,پانی والے کو یہ حق نہیں کہ اپنی ضرورت سے زائد پانی سے اپنے پڑوسی کو باز رکھے ،،۔

(۵۳) سفیان کہتے ہیں: ,,زمین کی سیرابی کے لئے (پانی دینا) اس مالک پر واجب نہیں،،۔

marfat.com

Marfat.com

ابو عبیدؒ : ۔ عبداللہ بن عمرو کی مذکورہ بالا حدیث سے مالک کے قول کو تقویت پہنچ رہی ہے ۔

لیکن جب پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے اور وہ برتنوں اور مشکوں وغیرہ میں ڈال لیا جائے تو میرے نزدیک ایسے پانی کا حکم بدل جائے گا ، اور پانی کی یہی وہ شکل ہے جسے فروخت کرنے کی علماء اجازت دیتے ہیں ۔ اس لئے کہ ایسے پانی میں پانی لانے یا اٹھانے والے کی محنت شامل ہو جاتی ہے ۔ اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی ہے اگرچہ اس کی سند اس درجہ کی نہیں :

(۷۵۴) مشیخہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے اس پانی کے جس کو اٹھا کر لایا جائے (ہر) پانی کی فروخت سے منع فرمایا ۔

ابو عبید : یہاں کتاب الفئی ختم ہوتی ہے ۔

---

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱) یعنی زائد پانی سے دوسری زمینوں کو سیراب نہ کر کے لوگوں کو زائد گھاس اور سبزی سے محروم نہ کیا جائے۔

۲) ان کا نام عمیر انفراری ہے۔ (اصابہ)

۳) مسند امام احمد بن حنبلؒ میں ابوھریرہؓ سے یہ روایت ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنوئیں کے اردگرد کا چالیس ہاتھ کا حلقہ اونٹ اور بھیڑ بکریوں کے اٹھنے بیٹھنے کے لئے مخصوص رکھا جائیگا اور مسافر سب سے پہلے پانی (کا حصہ لے گا یا) پئے گا۔ اور ضرورت سے بچ رہنے والے پانی کو روکا نہیں جائے گا تاکہ اس کے ذریعہ گھاس کو روک دیا جائے۔ (مسند امام احمد بن حنبلؒ، جلد ۲ : ۴۹۴)

۴) حضرت عمرؓ کی اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ زمین کی پیداوار سے زیادہ سے زیادہ عوام اور غریبوں کو فائدہ پہنچایا جائے۔ اس لئے کہ یہ لوگ اگر کسی قسم کی کمی پائیں گے تو براہ راست حکومت سے فریاد کریں گے کیوں کہ عوام کی ضروریات مہیا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ امراء تو اپنا کام چلانے کے لئے بدل پیدا کر سکتے ہیں لیکن غرباء کی شکایات رفع کرنے کے لئے حکومت کو مال صرف کرنا ہوگا۔ اگر غریبوں کا انتظام درست کر دیا جائے تو پھر حکومت کو مال خرچ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(رب یسروا عن فلک الحمد)

باب : ۴۴

فصل

خمس اور اُس کے احکام وقواعد

انفال سے متعلق روایات اور ان کی تاویل نیز انفال کی وہ قسم جسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائیگا

الانفال کا مفہوم قرآن و حدیث اور لغت عرب کی روشنی میں

(۵۵<) سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ معرکہ بدر میں ، میں نے سعید بن العاص کو قتل کیا ،(اُن کے سوا دوسروں کی روایت کے بموجب یہ مقتول عاص بن سعید تھے اور ہمارے نزدیک بھی یہی محفوظ و ارجح ہے) اور اُس کی تلوار لے لی ۔ یہ تلوار ذوالکتیفہ، کہلاتی ہے ۔ اسے لے کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا ۔ قبل ازیں میرے بھائی عمیر بھی قتل ہو چکے تھے ۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ

marfat.com
Marfat.com

تلوار لے جاکر مال غنیمت میں محصل غنیمت کے پاس داخل کرا دو۔ میں واپس ہوگیا ۔ اُس وقت ایک تو میرے بھائی کے قتل ہو جانے ، دوسرے مجھ سے مقتول کی چھینی ہوئی چیز (تلوار) لئے جانے ، سے میرے دل کی جو کیفیت تھی وہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ ابھی مجھے تھوڑی دیر نہ ہوئی تھی کہ ,,سورۃ الانفال،، نازل ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا : ,,جاؤ اور اپنی تلوار لے لو ۔ ،،

ابو عبیدؒ : علماء سیرت کا قول ہے کہ عاص کے قاتل حضرت علیؓ بن ابی طالب تھے ۔

(۷۵٦) حضرت ابن عباسؓ سے آیت کریمہ

یسألونک عن الانفال

آپ سے لوگ انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں ۔ (الانفال ۸ :۱)

کی تفسیر کے سلسلہ میں منقول ہے کہ انفال سے مراد غنائم (غنیمتیں) ہیں ۔

(۷۵۷) زہری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا ۔ ,,انفال کیا چیز ہے،، انہوں نے کہا : ,,گھوڑا ، زرہ ، نیزہ،، اس شخص نے پھر اپنا سوال دھرایا تو انہوں نے کہا: مقتول کا چھینا ہوا سامان نفل میں سے ہے اور گھوڑا نفل میں سے ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا : یہی وہ انفال ہیں جن کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے؟ ،، حضرت ابن عباسؓ نے کہا: ,,آپ لوگ سمجھے یہ کس قسم کا آدمی ہے ؟ بالکل صبیغ(۱) جیسا جسے حضرت عمرؓ نے مارا تھا ،،۔

(۷۵۸) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مقتول کا چھینا ہوا مال نفل ہے اور نفل میں پانچواں حصہ ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

(۵۹>) ایک اور سند سے بھی یہی مضمون ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے ۔

(٦٠>) ابن عباسؓ سے روایت ہے : ,,مقتول کا چھینا ہوا مال نفل میں سے ہے اور گھوڑا بھی نفل میں سے ہے اور نفل میں پانچواں حصہ ہے ۔

(٦١>) عطاء سے مروی ہے جو اکا دکا چیز مشرکوں سے مسلمانوں کو پہنچے وہ غلام ہو یا جانور یا کوئی اور سامان ، وہ انفال ہے ۔

(٦٢>) ابو عبیدؒ : ان تمام تشریحات کی بناء پر انفال کے معنی نیمت کے ہونے اوراس کا اطلاق ان تمام اشیاء پر ہوگا جو اہل حرب کے اموال سے مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائیں ۔ سب سے پہلی انفال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں ۔ اللہ تبارک و تعالی ارشاد فرماتا ہے :

يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

وہ آپ سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ انفال اللہ و رسول کے لئے ہیں ۔ (الانفال ۸ : ۱)

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں انفال کو اللہ کی رہنمائی کے مطابق بغیر پانچ حصے کئے تقسیم فرمایا ۔ جیسا کہ حضرت سعدؓ کی مذکورہ بالا حدیث (نمبر ۵۵>) سے معلوم ہو رہا ہے ۔ بعد ازاں خمس (⅕) والی آیت نازل ہوئی اور اس نے پہلی کو نسخ کر دیا ۔ اس بارے میں مختلف آثار موجود ہیں :

(٦٣>) مجاهد اللہ تبارک وتعالی کے ارشاد :

يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ :

marfat.com

Marfat.com

وہ آپ سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (انفال ۸ : ۱)
میں انفال سے مراد غنیمت بتانے کے بعد کہتے ہیں کہ اس آیت
کو :

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ـ

اور جان لوکہ مال غنیمت میں سے جو کچھ بھی تمہارے ہاتھ لگے، اس کا خمس (⅕) اللہ کے لئے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں نیز یتامیٰ و مساکین و مسافر کے لئے ہے ـ بشرطیکہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندہ پر روز فرقان ، فریقین کے ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہونے کے دن، نازل کیا (الانفال : ۴۱)

نے منسوخ کر دیا ـ

(۷۶۳) عبداللہ بن شفیق روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت پہنچا جب آپ وادی القری کا محاصرہ کئے ہوئے تھے ـ اس شخص نے دریافت کیا ـ یا رسول اللہ ! یہ لوگ جن کا آپ محاصرہ کئے ہوئے ہیں کون ہیں ؟ " آپ نے جواب دیا ـ یہ لوگ ,,مغضوب علیهم " ہیں,,ـیعنی یہود ـ اس نے دریافت کیا تو پھر یہ دوسری جماعت کونسی ہے؟" آپ نے فرمایا : یہ ضالین کی ہے ـ " یعنی نصاری ـ اس شخص نے پھر سوال کیا ـ ,,غنیمتوں میں کیا کچھ ہو گا ـ" آپ نے فرمایا : ,,ایک حصہ اللہ تعالی کے لئے اور چار حصے ان سب لوگوں کے لئے ـ" اگر تمہارے پہلو میں کوئی تیر آ کر لگے اور تم اسے نکال لو تب بھی تم اپنے مسلمان بھائی سے زیادہ اس تیر کے مستحق نہ بنوگے "

marfat.com

Marfat.com

(۶۵۷) عمرو بن شعیب کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبۃ الاریک میں نزول فرمایا تو مسلمان مال غنیمت میں سے اپنے اپنے حصے مانگتے ہوئے آپ کے پاس اس طرح سمٹ کر جمع ہو گئے کہ انہوں نے آپ کی سواری کو راستہ سے ہٹا دیا حتی کہ آپ کی چادر کیکر میں الجھ گئی، اور آپ کی پشت میں خراش آگئی۔ آپ نے فرمایا: میری چادر مجھے دے دو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگ مجھے نہ تو حق کا مخالف پاؤ گے نہ بخیل اور نہ بزدل۔ اگر تمہاری غنیمتوں میں اس کثرت سے اونٹ ہوں جیسے تہامہ میں کیکر کے درخت ہیں تب بھی میں وہ سب تمہارے درمیان تقسیم کر دوں گا۔ اور میرے لئے اس میں سے صرف خمس ($\frac{1}{5}$) ہی ہو گا اور وہ خمس بھی تمہیں ہی واپس مل جائے گا۔ (۲)

(۶۶۷) حضرت جبیرؓ سے بھی ایسی ہی یا اس سے ملتی جلتی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

ابو عبیدؒ:۔ بنیادی طور پر انفال کا اطلاق تمام غنیمتوں پر ہوتا ہے۔ تاہم اس میں سے خمس ($\frac{1}{5}$) ان مستحقین خمس کے لئے مخصوص ہے جن کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا ہے اور جس کے مطابق سنت جاری رہی۔

عربی زبان میں انفال کا لفظ ہر اس بھلائی اور (احسان کے لئے بولا جاتا ہے جو کرنے والے پر واجب نہ ہو بلکہ وہ تفضلاً (از رہ کرم و فضل و احسان) اسے انجام دے یہی صورت اس نفل کی ہے جسے اللہ نے مومنوں کے لئے ان کے دشمنوں کے اموال سے حلال قرار دے دیا ہے، یہ اللہ تعالی کی طرف سے مومنوں پر خصوصی کرم و عنایت ہے اس لئے کہ ان سے پہلے کی امتوں پر غنیمتیں حرام تھیں۔ گویا غنیمت اللہ عزوجل کی طرف سے اس امت پر ایک فضل و احسان ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۶۷) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے قبل کسی سیاہ سر (والی مخلوق) کے لئے غنائم حلال نہیں ہوئیں ، ہوتا یہ تھا کہ آگ آکر ان (غنائم) کو کھا جاتی تھی ، معرکہ بدر میں اس سے پیشتر کہ غنائم حلال کی جائیں لوگ غنیمتوں کو (اپنے استعمال میں) لینے لگے ، جس پر اللہ تعالی نے وحی نازل کی ۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

اگر اللہ کا لکھا پہلے نہ گذر چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا اس پر تمہیں بڑا عذاب ملتا ۔ (الانفال : ۶۸)

(۶۸) ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک طویل حدیث میں اس واقعہ کا ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں قیدیوں سے فدیہ قبول فرما لیا ۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ دوسرے دن میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ دونوں رورہے ہیں ۔ میں نے پوچھا ۔ "آپ دونوں کیوں رورہے ہیں ؟" رسول اللہؐ نے ایک نزدیک کے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا : مجھے اس درخت سے بھی قریب تر تمہارا عذاب دکھایا گیا ۔ پھر یہ آیات مجھ پر نازل ہوئیں :

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ، تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۔

marfat.com

Marfat.com

نبی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ زمین میں خوب قتل و کشت کر لینے سے پہلے لوگوں کو قیدی بنالے ، تم دنیوی مال و متاعِ چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ عزیز و حکیم ہے ۔ اگر پہلے سے اللہ کا لکھا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا اس پر تمہیں بڑا عذاب ملتا ۔ تو اب جو کچھ تم نے غنیمت حاصل کی ہے اسے حلال و پاکیزہ طور سے کھاؤ ۔

(الانفال ۸ : ٦٧ ـ ٦٩)

(٦٩>) سعید بن جبیر سے آیت کریمہ :

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ

اگر پہلے سے اللہ کا لکھا نہ گذرا ہوتا (الانفال : ٦٨)

کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ ,,اہل بدر،، کے لئے نازل ہوئی اور یہ کہ :

لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

تو جو کچھ تم نے لیا اس پر تمہیں بڑا عذاب ملتا ۔ (الانفال : ٦٨)

سے مراد ہے وہ ,,فدیہ،، جو تم نے (قیدیوں کے عوض) لیا ۔

(٧٠>) ابن جریج اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب غنائم حلال نہیں ہوتی تھیں ۔

(٧١>) ابن عباس کہتے ہیں پھر یہ آیت نازل ہوئی :

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا

تو اب جو کچھ تم نے غنیمت حاصل کی ہے (الانفال : ٦٩) اسے حلال و پاکیزہ طور سے کھاؤ ۔

ابو عبیدؒ : اس بارے میں بکثرت احادیث موجود ہیں ۔ الغرض اللہ

marfat.com

Marfat.com

تبارک و تعالی نے صرف اس امت پر خصوصی لطف و کرم فرما کر اس کے لئے غنیمت حلال کر دی ۔ یہ ہے نفل کا بنیادی مفہوم ۔

نفل کا ایک اور ذیلی مفہوم

اور اسی بناء پر وہ عطیہ جو امام فوجی (مجاہد و غازی) کو بخشا ہے نفل کہلایا کیونکہ اس عمل سے وہ بعض لشکریوں کو ان کے مقررہ حصوں کے علاوہ ، بعض لشکریوں پر ترجیح دیتا ہے اور کسی لشکری کے ساتھ۔ امام کا یہ ترجیحی سلوک اُس اعتبار سے ہوتا ہے جس اعتبار سے وہ اسلام کے لئے نمایاں اور مفید خدمت انجام دیتا اور دشمن کے لئے تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے ۔

اور یہ نفل جو امام از رہ لطف و احسان دیتا ہے ۔

ذیلی مفہوم کے اعتبار سے نفل کی چار قسمیں اور ان کا بیان

اس کے لئے چار مسنون طریقے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا اپنا جداگانہ مقام ہے ۔

ان میں سے پہلی قسم کی نفل وہ ہے جس میں خمس (۱/۵) نہیں ہوتا ، دوسری صورت ایسی نفل کی ہے جو غنیمت میں سے خمس نکالنے کے بعد دی جاتی ہے ۔ تیسری صورت ایسی نفل کی ہے جو خود خمس میں سے دی جائے ۔ نفل کی چوتھی قسم وہ ہے جو مجموعہ غنیمت میں سے کسی کا خمس نکالے بغیر دی جائے ۔

پہلی قسم (سلب)

نفل کی پہلی قسم جس میں خمس نہیں ہوتا ۔ وہ ,,سلب،، ہے (یعنی مقتول کا چھینا ہوا سامان) اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص تن تنہا کسی مشرک کو قتل کر دے تو اس مشرک کا تمام سامان (مثلاً اسلحہ ، گھوڑا وغیرہ) بلاشرکت لشکریان اور بلاخمس نکالے اسی قاتل کا ہو جائے گا ۔

marfat.com

Marfat.com

دوسری قسم

وہ نفل جو غنیمت سے خمس نکالنے کے بعد دی جاتی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ امام کسی حربی علاقہ میں فوجی دستے بھیجے ۔اور وہ غنیمت لے کر واپس آئیں تو ان فوجی دستوں کو اسی لائی ہوئی غنیمت میں سے خمس نکالنے کے بعد ربع (۱/۴) یاثلث (۱/۳) دیا جائے ۔

تیسری قسم

تیسری صورت یہ ہے کہ ساری غنیمت جمع کر کے اس میں سے خمس علیحدہ کر لیا جائے اور اس طرح جب خمس امام کو مل جائے تو وہ اس خمس میں سے بطور احسان (نفل) جسے جتنا مناسب سمجھے دے دے ۔

چوتھی قسم

مجموعہ غنیمت میں سے دی جانے والی نفل وہ ہے جو دشمن کے راز بتانے والوں اور مال غنیمت بردار جانوروں کے چرواھوں اور ان کے ھانکنے والوں کو دی جاتی ہے اور یہ اس لئے کہ اس میں تمام لشکریوں کا متفقہ مفاد ہوتا ہے ۔ ان میں سے ہر ایک قسم کے بارے میں احادیث آئی ہیں ۔اور اختلافات رونما ہوئے ہیں جو ہم اگلے صفحات میں اپنی جگہ پر درج کر رہے ہیں انشاء اللہ

—★—

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱) یہ صبیغ عراقی تھا جسے حضرت عمرؓ نے اتنا مارا تھا کہ اس کی ایڑیوں پر خون بہ گیا تھا۔ پورا قصہ ابن الجوزی سیرۃ عمر صفحہ ۱۲٦ طبع خانجی میں دیکھئے۔ (از حاشیہ کتاب الاموال)

۲) یہ طائف سے واپسی پر ہوازن کی غنیمتوں کی تقسیم کا واقعہ ہے تفصیل تاریخ ابن کثیرؒ جلد ۴؛ ۳۵۲ میں دیکھئے نیز اسی کتاب کے نمبر ۳۱۴ اور ۸۱۰ دیکھئے۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۴۵

سلب (مقتول سے چھینے ہوئے مال) کی نفل جس میں سے خمس نہیں نکلتا

(۲«) عوف بن مالک اور خالد بن الولید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ مقتول کا چھینا ہوا مال قاتل کا ہوگا اور آپ نے اس چھینے ہوئے مال کو پانچ حصوں میں تقسیم نہیں فرمایا (یعنی اس میں سے خمس نہیں لیا)

(۳«) سمرۃ بن جندب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,جس نے (کسی مشرک کو جنگ میں) قتل کیا تو (اس مقتول کا) چھینا ہوا مال اسی (قاتل) کا ہو جائے گا ''۔

(۴«) (۵«) ابو قتادہ سے (دو مختلف اسناد سے) مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین میں فرمایا : ,,جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس کے پاس اس بارے میں ثبوت بھی ہو تو اس مقتول کا چھینا ہوا سامان اسی (قاتل) کا ہوگا ۔

(۶«) انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اس روز (غزوہ حنین میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا : جس نے کسی شخص کو قتل کیا تو اس کا چھینا ہوا مال بھی اسی کا ہوگا ۔ ,,چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے بیس آدمیوں کو قتل کیا اور ان سے چھینا ہوا مال بھی انہوں نے لے لیا ۔

marfat.com
Marfat.com

(۷۷۷) سلمة بن الاکوعؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (قبائل) ہوازن پر حملہ کیا اور ایک شخص کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول سے چھینا ہوا سارا مال انہی کو دے دیا ۔،

(۷۷۸) عکرمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت زبیرؓ نے ایک شخص سے مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (مقتول) سے چھینا ہوا سامان انہیں بطور نفل عطا فرما دیا ۔

(۷۷۹) شبر بن علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے جنگ قادسیہ میں ایک شخص کا مقابلہ کیا (اور اسے قتل کر دیا) تو حضرت سعدؓ نے اس کا سامان بطور نفل مجھے دے دیا ۔

(۷۸۰) ابن سیرین کہتے ہیں کہ براء بن مالک نے (بحرین کی بڑی بستی) زارہ کے بڑے سردار سے مقابلہ کرتے ہوئے اس کے نیزہ مارا جس سے اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ گرگیا ، پھر انہوں نے اتر کر اس کے ہاتھ کاٹے اور ان میں سے دونوں کنگن لے لئے، اس کی دیبا کی عباء اتارلی ، اور اس کا پٹکا بھی لے لیا جس میں سونا اور جواہرات جڑے ہوئے تھے ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا : مقتول سے چھینے ہوئے مال سے خمس نکالنا ہمارے ہاں رائج نہیں ۔ لیکن براء کا چھینا ہوا مال بہت زیادہ قیمت کا ہو گیا ہے (۱) لہذا میں اس میں سے خمس لے رہا ہوں ۔ ،،چنانچہ اسلام میں یہ پہلا چھینا ہوا مال تھا جس میں سے خمس لیا گیا ۔

(۷۸۱) ایک اور سند سے ابن سیرین نے ایسی ہی روایت حضرت عمرؓ اور براء کی وساطت سے بھی کی ہے ۔

(۷۸۲) ابن سیرین ہی سے مروی ہے کہ براء کا مسلوبہ مال تیس ہزار (درہم) تک پہنچا تھا ۔

marfat.com

Marfat.com

سلب بطور نفل کب دیا جاتا ھے ؟

(۸۳>)سروق کہتے ھیں ۔ جب دونوں لشکر ٹکرا جائیں (اور عمومی جنگ ہونے لگے) تو پھر کوئی نفل نہیں ۔ نفل یا تو دونوں لشکروں کے ٹکراؤ سے پہلے ہوتی ہے یہ بعد میں ۔"

(۸۴>) ابن جریج کہتے ھیں کہ میں نے نافع کو یہ کہتے سنا : ,,ہم ہمیشہ سے یہ سنتے چلے آرہے ہیں کہ جب مسلمانوں اور کافروں میں ٹکراؤ ہو جائے اور کوئی مسلمان کسی کافر کو قتل کر دے تو اس قاتل کو اس (مقتول) کا چھینا ہوا سامان مل جائے گا ۔ الا یہ کہ قتل کا واقعہ گھمسان کے رن میں یا فوجوں کے تصادم میں ہو ۔ کیونکہ ایسی صورتوں میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس نے کس کو قتل کیا ہے۔

ابو عبیدؒ : مسروق و نافع کے اقوال سے ہماری مذکورہ بالا احادیث رسول اللہؐ و روایات صحابہؓ کی تفسیر ہو رہی ہے اور ان سب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کو مقتول کا سامان اسی وقت ملے گا جب کہ دونوں آمنے سامنے مقابلے پر نکلیں یا متعین طور پر یہ معلوم ہو سکے کہ قاتل نے صفوں کے اختلاط (ایک دوسری میں گتھ جانے) سے قبل ہی اسے قتل کیا تھا ۔ اندریں صورت مقتول کا چھینا ہوا سامان بغیر خمس نکالے اور بغیر مال غنیمت میں داخل کئے قاتل کو سونپ دیا جائے گا ۔

سلب کے متعلق اوزاعیؒ کا قول اور اھل شام کا عمل

(۸۵>) اور یہی اوزاعی کی بھی رائے تھی وہ مقتول کے مسلوبہ مال کو قاتل کا حق قرار دیتے تھے خواہ امام نے پہلے سے اس بارے میں اعلان نہ کیا ہو ۔

سلب کی تعریف

ان کے نزدیک سلب (مقتول سے چھینے ہوئے مال) کی تعریف یہ

marfat.com
Marfat.com

تھی ۔ ,,وہ کپڑے یا ھتھیار جو مقتول پہنے ہوئے ہو ۔ نیز گھوڑا مع اپنے سازوسامان کے ,, ۔ انھوں نے سـلب کی یہ تعریف ابن عباس کی اس روایت کی بناء پر کی جس میں انھوں نے گھوڑا ، زرہ اور نیزہ سب کچھ سلب میں شامل کر لیا تھا اور یہ روایت ھم اس باب کے آغاز میں بیان کر آئے ھیں ۔

(۸٦۸) خالد بن الولیدؓ سے بھی یہی مروی ھے کہ انھوں نے واثلہ بن الاسقع کو اس مقتول کا گھوڑا جسے انھوں نے قتل کیا تھا ۔ مع زین کے دے دیا تھا ۔

ابو عبیدؒ :۔ یہ اوزاعی کا قول ھے اور یہی شام والوں کا دستور ھے ۔

سَلبَ کے متعلق عراقیوں کا نقطۂ نظر

(۸٦۸) لیکن عراقیوں کا کہنا ھے ۔ تمام لشکریوں کو محروم کر کے صـرف قاتل کو اس کے مقتول کا چھینا ھوا سامان (سلب) نہیں دیا جائے گا جبکہ اس سامان میں سارے لشکری برابر کے شریک ھیں ۔ ان کا مطلب یہ ھے کہ قاتل نے تن تنہا اپنی قوت نہیں بلکہ پورے لشکر کی قوت کے بل بوتے پر اسے قتل کیا ھے ۔ ان کے قول کے مطابق اس میں ایک استثناء ممکن ھے اور وہ یہ کہ امام جنگ سے پہلے لشکریوں میں سلب بطور نفل دینے کا اعلان ان الفاظ میں کر دے ,, جو (دشمن کے) کسی آدمی کو قتل کرے گا تو اس کا مسلوبہ سامان اسی کا ھو جائے گا ,, ۔ ان کا کہنا ھے کہ اس اعلان کے بعد لوگوں کو یہ حق پہنچے گا کـہ جو کچھ امام نے انھیں دیا ھے وہ ان کا ھو جائے ۔

(۸۸۸) اپنی تائید میں وہ (عراقی) حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ھیں جس میں انھوں نے کہا ھے ۔ ,,مقتول سے چھینا

marfat.com
Marfat.com

هه هوا مال نفل میں سے هے ،، یه روایت بهی هم اس باب کے آغاز میں
پهلے بیان کر چکے هیں ۔

وہ یه بهی کہتے هیں : ،،ابن عباسؓ نے اسے اسی لئے نفل کہا هے
که یه بهی تمام بقیه غنیمت میں شامل هے ،،

ابو عبیدؒ :۔ اس باب میں ابن عباسؓ کی یہی رائے معروف هے ۔

(۸۹<) حضرت ابن عباسؓ سے مروی هے ۔ ،،مقتول کا مسلوبه
سامان نفل میں سے هے اور نفل میں سے خمس (⅕) نکالا جائے گا ،،

(۹۰<) ابو الجویریه سے روایت هے که انهوں نے ابن عباسؓ سے اس
بارے میں دریافت کیا تو انهوں نے کہا ۔ کوئی غنیمت (غنیمت شمار)
نه هو گی تاآنکه اس میں سے خمس (⅕) نه نکال لیا جائے اور نه کوئی
نفل نفل هو گی تاآنکه اسے تمام کا تمام تقسیم نه کر دیا جائے ۔

(۹۱<) ابو عبیدؒ : اهل عراق کے مذهب اور ابن عباسؓ کے قول کے
مطابق هی مالک بن انس کی بهی رائے تهی ۔

(۹۲<) ابو عبیدؒ : هم نے جب رسول الله صلی الله علیه وسلم کی
اس تفصیلی حدیث میں غور کیا تو هم نے اسے اوزاعی اور اهل شام
کے قول کی تائید میں حجت و دلیل پایا ۔ وہ حدیث یه هے که رسول
الله صلی الله علیه وسلم نے بغیر پیشگی اعلان کے قاتل کے حق میں
فیصله کیا که وہ مقتول کے مسلوبه سامان کا مالک هو گا ۔

(۹۳< ۔ ۹۴<) دو مختلف اسناد سے ابو قتادہ راوی هیں که هم
غزوۂ حسنین کے لئے رسول الله صلی الله علیه وسلم کے ساتھ نکلے
جب هم دشمنوں سے ٹکرائے تو مسلمان ایک مرتبه پیچهے هٹنے اور
بهاگنے کے بعد پلٹ کر حمله آور هوئے ۔ میں نے دوران جنگ دیکھا که
ایک مشرک ایک مسلمان پر چڑها هوا هے ۔ میں اس کے پیچهے سے
آیا اور اس کے کاندهے پر تلوار کا ایک وار کیا ۔ تب وہ مشرک اسے

marfat.com
Marfat.com

چھوڑ کر میری طرف لپکا اور مجھے اس طرح دبایا کہ مجھے اپنی موت نظر آنے لگی ۔ پھر وہ (مشرک) مر گیا ۔ اور اس نے اپنی گرفت سے مجھے آزاد کر دیا پھر میں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا اور میں نے کہا ۔ ,,لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ؟،، تو انھوں نے کہا ۔ ,,اللہ کی مرضی ہے ،، پھر ایسا ہوا کہ لوگ (مسلمان) بھاگنے کے بعد واپس آ گئے ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا ۔ ,,جو کسی مقتول کو قتل کرے اور اس کے پاس اس قتل کا ثبوت ہو تو اس قتیل کا مسلوبہ سامان اسی قاتل کا ہوگا ،، اس پر میں نے کھڑے ہو کر کہا،، کون میرے لئے گواہی دے گا ؟،، پھر میں بیٹھ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اعلان فرمایا ۔ ,, جس نے کسی مقتول کو قتل کیا تو وہی اس کا مسلوبہ سامان کا مالک‌ہوگا ۔

تب میں پھر کھڑا ہوا، آپ نے مجھ سے کہا ,,اے ابو قتادہ ۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے ؟ ،، اس پر میں نے آپ کو اپنا پورا قصہ کہہ سنایا ۔ تو لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا،، یا رسول اللہ! اس کا بیان سچا ہے اور اس (مقتول) شخص کا مسلوبہ سامان میرے پاس ہے ۔ آپ اسے راضی کیجئے کہ وہ سامان میرے پاس ہی رہنے دیں ۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ۔ ,,اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوگا ۔ ایسی صورت میں وہ اللہ کے شیروں میں سے ایک ایسے شیر کو، جو اللہ اور اس کے رسول کی مدافعت و حمایت میں جنگ کرتا ہے ، محروم کر کے اس کا مسلوبہ سامان تجھے دے دیں گے ۔ ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،، یہ سچ کہتے ہیں ۔ جاؤ تم وہ سامان اسے (ابو قتادہ کو) دے دو ۔ چنانچہ اس شخص نے وہ سامان مجھے دے دیا اور میں نے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے اپنے لئے بنی سلمہ کے محلہ میں کھجور کا باغیچہ خرید لیا اور یہ میری پہلی ملکیت تھی

marfat.com

Marfat.com

جو میں نے اسلام لانے کے بعد بنائی ۔

ابو عبیدؒ : ۔ اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی سابقہ اعلان کے ابو قتادہ کو ان کے مقتول کا سامان دینے کا فیصلہ فرما دیا ۔ ملاحظہ فرمائیے کہ اس ضمن میں حضورؐ نے جو کچھ فرمایا وہ ابوقتادہؓ کے قتل کر دینے کے بعد فرمایا ۔ ہمارے نزدیک یہ بالکل واضح اور روشن امر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جاریہ کے بموجب مسلوبہ سامان قاتل کو دینے کا فیصلہ طے شدہ ہے خواہ امام پہلے سے اس بات کا اعلان کرے یا نہ کرے۔

(۷۹۵) بایں همه کچھ لوگوں نے حضرت عمرؓ کی اس روایت کو دلیل بنا لیا ہے کہ انہوں نے براء کے مسلوبہ سامان میں سے خمس لیا ، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلہ میں کسی کا قول سند نہیں ہو سکتا ۔ بایں همه حضرت عمرؓ کی مذکورہ روایت تو خود ان لوگوں کے لئے حجت ہے جو مسلوبہ سامان سے خمس (۱/۵) لینا صحیح نہیں خیال کرتے نہ ان کے مخالفین کے لئے ، کیونکہ حضرت عمرؓ تو کہہ رہے ہیں کہ ,,ہم مقتول کے مسلوبہ سامان میں سے خمس (۱/۵) نہیں نکالتے تھے،، اور خود اس کے راوی کا یہ قول بھی ہماری تائید کر رہا ہے ۔ ,,اسلام کی تاریخ میں پہلا مسلوبہ سامان جس میں سے خمس (۱/۵) لیا گیا براء کا مسلوبہ سامان تھا،، ۔ حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ اس لئے کیا تھا کہ ان کی نظر میں وہ مسلوبہ سامان بہت زیادہ اور قیمتی ہو گیا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے عمل کے جواز میں ثبوت پیش کرتے ہوئے کہا تھا ,, براء کا مسلوبہ سامان بہت زیادہ قیمتی ہو گیا ہے ۔ لہذا میں اس کا پانچواں حصہ لے رہا ہوں،،

ابو عبیدؒ : ہمیں اس روایت میں حضرت عمرؓ کی طرف سے جنگ

marfat.com
Marfat.com

سے پیشتر اس باب میں کسی قسم کا کوئی اعلان نہیں ملتا ، نہ ہی حضرت سعد کی اس روایت میں جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں (دیکھئے نمبر ۹>>) ۔ اسی طرح دیگر تمام احادیث میں بھی اس بارے میں کسی پیشگی اعلان کا سراغ نہیں ملتا ۔ ہاں غزوہ جنین کے موقع پر حضرت ابو طلحہؓ سے مروی وہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن فرمایا ۔ جس نے کسی قتیل کو قتل کیا تو وہ اس کے مسلوبہ سامان کا مالک ہو جائے گا ۔ ,,لیکن اس میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ اگر آپ نے پیشگی مسلوبہ سامان قاتل کو دینے کا اعلان نہ کیا ہوتا تو وہ مسلوبہ سامان قاتل کو نہ ملتا ۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اس غزوہ میں آپ نے اپنی اس سنت کو جاری فرمایا تھا اور لوگوں کو باخبر کرنے کے لئے اس بات کی تعلیم دی تھی کہ جو کسی قتیل کو قتل کرتا ہے تو قانون یہ ہے کہ اس قاتل کو اس کے مقتول کا مسلوبہ سامان مل جاتا ہے ۔ اور اگر آپ اس موقع پر وہاں یہ بیان نہ فرماتے تو آپ کی یہ سنت لوگوں کو معلوم نہ ہوتی ۔ میری رائے میں یہ ہے اس حدیث کی توجیہہ ۔ (۲)

حوالہ جات

۱) فتوح البلدان (المطبع ۔ المصریہ بالازہر) کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی قیمت چالیس ہزار (درہم) تک پہنچی تھی ۔ دیکھئے تذکرہ البحرین : ۹٦

۲) سلب قاتل کو دینے کا اختیار امام کو ہے وہ اس بارے میں حالات اور سلب کی مالیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف فیصلے کر سکتا ہے ، حضرت عمرؓ کا سلب سے خمس لینا بتا رہا ہے کہ اس بارے میں بنیادی پہلو عوام کا مفاد اور حکومت اسلامی کی خیرخواہی ہے ۔ یہی الأنفال للہ والرسول کا مفہوم ہے (مترجم)

marfat.com

Marfat.com

باب : ۳٦

غنیمت میں سے خمس ($\frac{1}{5}$) نکالنے کے بعد (ثلث یا) ربع بطور

نفل دینے کا بیان

(۷۹٦) معن بن یزیدؓ کا بیان ھے که انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کو یه فرماتے سنا ۔ ,,خمس ($\frac{1}{5}$) نکالنے سے قبل کوئی نفل نہیں دی جائے گی ,,۔

(۷۹۷) حبیب بن مسلمهؓ سے روایت ھے که میں نے خمس ($\frac{1}{5}$) نکالنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کو ایک ثلث ($\frac{1}{3}$) بطور نفل عطا فرماتے ھوئے دیکھا ھے۔

(۷۹۸) حبیب بن مسلمهؓ سے روایت ھے که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے ثلث ($\frac{1}{3}$) اور ربع ($\frac{1}{4}$) بطور نفل دیا ۔

اس حدیث کے ایک راوی عبیداللہ کہتے ھیں که جب سلیمان بن موسیٰ نے مجھے یه حدیث بیان کرتے سنا تو کہا ۔ ,,ربع ($\frac{1}{4}$) حمله کے لئے جاتے وقت اور ثلث ($\frac{1}{3}$) حمله سے واپسی پر ,,۔

(۷۹۹) حبیب بن مسلمه سے روایت ھے که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے حمله کی ابتداء کرتے وقت ربع ($\frac{1}{4}$) اور حمله سے واپسی میں ثلث ($\frac{1}{3}$) بطور نفل دیا ۔

(۸۰۰) عبادہ بن صامتؓ سے مروی ھے که ھم نے رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کے ساتھ غزوہ میں شرکت کی تو آپ نے شروع میں ھمیں ربع ($\frac{1}{4}$) اور واپسی پر ثلث ($\frac{1}{3}$) بطور نفل دیا ۔

marfat.com
Marfat.com

(۸۰۱) ایک اور سند سے عبادہؓ ہی روایت کرتے ہیں ۔ ,,جب بدر میں لوگوں میں مقابلہ ہوا تو اللہ نے دشمن کو شکست دی ۔ اس وقت ایک جماعت تو شکست خوردہ مشرکین کے تعاقب میں نکل گئی اور انہیں کچلنے اور مارنے لگی ۔ دوسری جماعت لشکر پر حملہ کرنے اور غنیمت سمیٹنے میں لگ گئی ۔ ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھیرے میں لے لیا تاکہ دشمن اچانک آپ پر حملہ نہ کر دے ۔ حتیٰ کہ رات کو جب تمام لشکر آن ملا تو غنیمت جمع کرنے والے لوگ کہنے لگے کہ ہم نے یہ مال اسباب سمیٹا اور اکٹھا کیا ہے لہذا ہمارے سوا کسی اور کا اس میں کچھ حصہ نہیں ہے وہ لوگ جو دشمن کے تعاقب میں نکلے تھے بولے ۔ ,,تم اس مال غنیمت کے ہم سے زیادہ مستحق نہیں ہو ۔ ہم ہی نے تو دشمن کو کچلا اور اسے یہ مال چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور کیا ہے ۔ ،، اور جن لوگوں نے حضوؐر کو اپنے گھیرے میں لے کر آپ کی حفاظت کی تھی وہ بولے ۔,, تم لوگ ہم سے زیادہ اس مال غنیمت کے مستحق نہیں ہو ۔ ہم نے حضور کو اپنے گھیرے میں لیا ۔ کیونکہ ہمیں اندیشہ تھا کہ دشمن اچانک حضوؐر پر حملہ نہ کر دے ۔ چنانچہ ہم آپؐ پر پہرہ دینے میں لگے رہے ۔،، اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوااللہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ ۔ (الانفال ۸ : ۱)

وہ آپؐ سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں ۔ آپؐ کہہ دیجئے کہ انفال اللہ اور رسول کے لئے ہیں ۔ تم اللہ سے ڈرو ۔ اور اپنے باہمی تعلقات ٹھیک کرو ۔

marfat.com
Marfat.com

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مال غنیمت مختلف تناسب سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ آپؐ کا یہ دستور تھا کہ جب دشمن کے علاقہ میں ہوتے تو چوتھائی حصہ بطور نفل دیتے اور جب واپس ہونے لگتے اور سب لوگ آپؐ کے ساتھ ہوتے تو تہائی بطور نفل دیتے تھے۔ آپؐ انفال کو کچھ پسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھتے اور اس کے بارے میں آپؐ فرماتے تھے۔ طاقتور مومنین اسے اپنے کمزور ساتھیوں کو دے دیا کریں۔"

(۸۰۲) عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مسلمان باہم بھائی ہیں، ان کی جانیں ایک دوسرے کی ہم پلہ ہیں۔ ان کے عہد و پیمان کی ذمہ داری ان کا ادنیٰ فرد بھی اٹھا سکتا ہے۔ ان میں سے دور چلے جانے والے بھی اپنا جمع کردہ مال ان کے پاس واپس لائیں گے۔ اسی طرح ان میں سے وہ لوگ جن کے جانور مضبوط ہیں اپنا جمع کردہ سامان ان لوگوں کے پاس واپس لائیں گے جن کے جانور کمزور ہیں۔ اسی طرح ان میں سے وہ فرد جو لشکر میں شریک ہو رہا ہے اپنے بیٹھے رہنے والے ساتھی کے لئے اپنا جمع کردہ مال واپس لائے گا۔

ابو عبیدؒ: فوجی دستوں کی نفل کو یوں سمجھئے جب لشکر دشمن کے علاقہ میں داخل ہوتا ہے تو اس وقت حملہ کے آغاز میں امیر لشکر مختلف فوجی دستوں کو روانہ کرتا ہے جو دائیں اور بائیں جانب کوچ کرتے ہیں اور خود میر لشکر/باقی ماندہ لشکر کو لے کر اپنے سامنے کی طرف (سیدھے) بڑھتا ہے وہ مختلف فوجی دستوں کے سربراہوں کو ایک معینہ مقام پر ایک معینہ مدت تک ملنے کے لئے ہدایت کر دیتا ہے۔ جہاں پہنچ کر وہ ان کی آمد کا منتظر رہتا ہے۔ پھر جب وہ مختلف دستے وہاں غنیمتوں کے ساتھ پہنچتے ہیں تو

marfat.com
Marfat.com

سب سے پہلے وہ ان غنائم میں سے خمس الگ کر لیتا ہے پھر وہ ان میں سے ہر دستہ کو (اپنی لائی ہوئی) غنیمت کے باقی ماندہ میں سے چوتھائی بطور نفل خصوصی دے کر بقیہ حصہ تمام لشکر میں عمومی طور پر تقسیم کر دیتا ہے اور خود یہ دستے بھی اس باقی ماندہ حصہ میں جملہ لشکر کے ساتھ برابر کے شریک ہوتے ہیں ۔ واپسی پر پھر میر لشکر ان کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہے ۔ فرق یہ ہوتا ہے کہ واپسی پر وہ انھیں خمس (⅕) نکالنے کے بعد ثلث (⅓) دیتا ہے اور واپسی پر اضافہ اس لئے کرتا ہے کہ حملہ کے شروع میں تو لشکری تازہ دم اور چاق و چوبند اور دشمن پر حملہ کرنے میں تند و تیز ہوتے ہیں لیکن واپسی میں وہ تھکے ماندے ، سفر سے بددل اور واپسی کے خواہاں ہوتے ہیں ۔

دستوں کی لائی ہوئی غنیمتوں میں سے انھیں نفل دینے کے بعد بقیہ تمام لشکریوں کو شریک کر لینے کی وجہ یہ ہے کہ دراصل یہی لشکر تو ان دستوں کا پشت پناہ اور سہارا تھا یہ الگ بات ہے کہ غنیمت دستوں نے جمع کی اور یہ لشکر اس موقع پر موجود نہ تھا اور یہی مفہوم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا ۔۔ ان میں سے دور چلے جانے والے بھی اپنا جمع کردہ مال ان کے پاس واپس لائیں گے ، اسی طرح ان میں سے وہ لوگ جن کے جانور مضبوط ہیں اپنا جمع کردہ سامان ان لوگوں کے پاس واپس لائیں گے جن کے جانور کمزور ہیں ، اسی طرح ان میں سے وہ فرد جو لشکر میں شریک ہے اپنے بیٹھے رہنے والے ساتھی کے لئے اپنا جمع کردہ مال واپس لائے گا۔۔

ہیں وہ احادیث جو نفل کے بارے میں آئی ہیں ۔ اس باب میں اہل شام کا مسلک یہ ہے کہ پہلے دستہ کو کسی قسم کی نفل نہیں دی جائے گی ۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ دستے اور تمام لشکر پہلی

marfat.com

Marfat.com

غنیمت میں برابر کے شریک ہوں گے اور یہی مضمون سلیمان بن موسیٰ سے مروی ہے :۔

(۸۰۳) سلیمان بن موسیٰ کہتے ہیں : ,,جب تک پہلی غنیمت تقسیم نہ ہو جائے کوئی نفل نہیں دی جائے گی ،،۔

(۸۰۴) ابو عبیدؒ : بعض راوی اس مذکورہ بالا روایت کو حضرت عمرؓ سے منسوب کرتے ہیں ۔ خود اوزاعی کا بھی یہی فتویٰ تھا ۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی بنیاد کیا ہے ؟ وہاں میں نے جس سے بھی اس بارے میں دریافت کیا تو اس کے سوا کوئی جواب نہ ملا کہ وہ اپنے شیوخ واساتذہ کے اتباع میں یہ مسلک اختیار کئے ہوئے ہیں ۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے ان کے اس عمل کی وجہ یہ ہے کہ انہیں کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ پہلی غنیمت کے بعد کچھ اور غنیمت بھی ہاتھ لگے گی یا نہیں لہذا وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ اسے تمام لشکریوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے تاکہ لشکر کا کوئی فرد بھی خالی ہاتھ واپس نہ جائے ۔

لیکن ہماری مذکورہ بالا احادیث رسولؐ اور آثار صحابہؓ سے اس بارے میں کوئی خاص بات نہیں ملتی ، اور اسی طرح ان کے بعد تابعین سے بھی مجمل روایات منقول ہیں :۔

(۸۰۵) اشعث کہتے ہیں کہ میں نے حسن کو یہ کہتے سنا : میر لشکر کی اجازت کے بغیر کوئی دستہ نہیں روانہ کیا جائے گا ۔ اور دستوں کو وہی ملے گا جو میر لشکر ان کے لئے بطور نفل متعین کر دے اور یہ نفل خمس ($\frac{1}{5}$) نکالنے کے بعد ثلث ($\frac{1}{3}$) ہو گی یا خمس ($\frac{1}{5}$) نکالنے کے بعد ربع ($\frac{1}{4}$) ہو گی ۔

(۸۰۶) ابراہیم کہتے ہیں کہ امام دستوں کو جنگ پر ابھارنے اور

marfat.com

Marfat.com

جوش دلانے کے لئے تہائی یا چوتھائی غنیمت بطور نفل ان کے لئے مقرر کر دیتا تھا ۔

(۸۰۷) حسن سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے قول :

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ (الانفال ۸:۱)

وہ آپ سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں ۔

کی شرح میں مذکور ہے کہ انفال کا مسئلہ امام کی صوابدید اور اس کی مرضی پر منحصر ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۴۷

اس نفل کا جو خاص طور پر امام کے تصرّف میں پہنچنے والے خمس (۱/۵) میں سے دی جائے

(۸۰۸) مکحولؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین میں (۱) خمس (۱/۵) میں سے نفل دیئے۔

(۸۰۹) ابن المسیب سے مروی ہے کہ لوگوں کو صرف خمس ہی سے نفل عطا کئے جاتے تھے۔

(۸۱۰) عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس ہوئے تو آپ نے زمین سے اونٹ کا ایک بال اٹھا کر (لوگوں کو بتاتے ہوئے) فرمایا: جو مال و دولت بھی اللہ تمہارے اوپر (بطور فئے) پلٹا رہا ہے اس میں سے خمس (۱/۵) کے سوا بال برابر بھی میرے تصرّف میں نہیں رہے گا۔ اور یہ خمس (۱/۵) بھی تمہیں واپس کر دیا جائے گا۔

(۸۱۱) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک دستہ میں نجد کی جانب روانہ کیا تو بارہ اونٹ ہمارے ہاتھ لگے اور آپ نے ہمیں ایک ایک اونٹ بطور نفل دیا۔

(۸۱۲) یحیی بن یحیی غسانی کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عبدالرحمن بن ابی بکر لیلیٰ نامی ایک لڑکی سے عشق ہو گیا جس کا ذکر وہ اپنی شاعری میں کرتے تھے۔ پھر جب وہ یمن میں یعلی بن امیہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ لڑکی قیدیوں میں موجود

marfat.com
Marfat.com

ھے - چنانچه انھوں نے کہا : ,,یه لڑکی مجھے دے دو،، - یعلی نے کہا : ,,میں اسے تمھارے حواله نہیں کر سکتا - میں اس کے بارے میں ابو بکرؓ کو لکھتا ھوں،، - چنانچه انھوں نے اس لڑکی کے بارے میں اُنھیں تحریر کیا - ان کا جواب آیا : ,,وہ لڑکی انھیں دے دو،، - اس روایت کے ایک راوی ابن عون کہتے ھیں : ,,میرا خیال ھے که انھوں نے یه لڑکی خمس ( ) میں سے انھیں دی تھی - ،،

(۸۱۳) ابو عبیدؒ : میں نے دمشق میں یه روایت ابو مسھرغسانی کو سنائی تو انھوں نے اس کا اعتراف کرتے ھوئے کہا : ,,یه لڑکی لیلی بنت جودی ھے اور خود غسان میں میری قوم کی عورت تھی - ،، لیکن انھوں نے یه بھی کہا : ,,یه لڑکی انھیں حضرت عمرؓ نے شام میں بطور نفل دی تھی - ،،

(۸۱۴) محمد بن سیرین کہتے ھیں که ,,انس بن مالکؓ نے ابن زیاد کے ساتھ حمله میں شرکت کی تو ابن زیاد نے انھیں عوام کے حصه کے قیدیوں میں سے ۳۰ نفر دیئے،، - انس نے کہا : ,,مجھے یه تعداد خمس (⅕) میں سے دیجئے،، - لیکن ابن زیاد اسی پر مصر رھے که وہ عوام کے حصه کے قیدیوں میں سے ھی انھیں دے سکتے ھیں،، - اور انسؓ نے یه کہکر انھیں قبول کرنے سے انکار کر دیا که میں صرف خمس (⅕) ھی میں سے لوں گا - ،،

(۸۱۵) ابن سیرین کہتے ھیں که امراء میں سے کسی امیر نے انس بن مالکؓ کو فئے میں سے کچھ چیز یا کچھ قیدی - دیئے تو انسؓ نے کہا : کیا اس کا پانچواں حصه نکال لیا گیا ھے ؟ ،، ,,انھوں نے کہا : ,,نہیں،، تو حضرت انسؓ نے اسے قبول نه کیا -

(۸۱٦) مکحول کہتے ھیں : ,,خمس بمنزله فئے ھوتا ھے اور امام اس میں سے امیر و غریب کو نفل دینے کا مختار ھے - ،،

marfat.com

Marfat.com

(۸۱۷) عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے لکھا :
,,خمس کا حکم وہی ہے جو فئے کا حکم ہے ،،۔

(۸۱۸) عبدالرحمن بن مہدی ، سفیان بن سعید اور مالک بن انس کے متعلق کہتے ہیں کہ ان دونوں کی رائے یہ تھی کہ نفل خمس ($\frac{1}{5}$) ہی میں سے دی جائیگی۔

(۸۱۹) ابو عبیدؒ :۔ لیکن اوزاعی کی مشہور رائے یہ ہے کہ وہ نفل کے خمس میں سے دیئے جانے کے قائل نہ تھے بلکہ وہ کہتے تھے کہ خمس ($\frac{1}{5}$) تو صرف ان مدّوں میں خرچ ہو گی جن کو اللہ تعالی نے اس فرمان کے بموجب اپنی کتاب میں متعین فرما دیا ہے :۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (الانفال ۸ : ۴۱)

اور جان لو کہ جو مال غنیمت تمہارے ہاتھ لگے تو اس کا خمس اللہ و رسول کے لئے اور ذی القربٰی و یتامیٰ و مساکین و ابن سبیل کے لئے ہے اگر تم اللہ پر اور اُس وحی پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر روز فرقان نازل کیا ۔ جس دن میں فریقین ایک دوسرے سے نبردآزما ہوئے ۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

ابو عبیدؒ :۔ خود حضرت عمرؓ کی وہ روایت جو فئے کی فصل کے شروع میں اصناف اموال کے ضمن میں ہم بیان کر آئے ہیں ، اوزاعی کی اس رائے کو تقویت دے رہی ہے جس میں مذکور ہے کہ انھوں نے خمس سے متعلق آیت پڑھ کر کہا : ,,یہ اموال ان تمام مذکورہ لوگوں

marfat.com
Marfat.com

کے لئے ہے ۔،،

لیکن آثاروسنن کا بیشتر حصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خمس کی تقسیم کا کام امام کو تفویض کر دیا گیا ہے اور اسے حق حاصل ہے کہ وہ جسے چاہے اس میں سے بطور نفل دے ۔

(۸۲۰) اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں جس میں آپ کا ارشاد ہے : ،،اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فئے کی شکل میں تمہاری طرف پلٹایا ہے اُس میں سے خمس کے سوا میرے لئے کچھ نہیں ہے ، اور وہ خمس بھی تمہیں پلٹا دیا جائے گا ۔،،

ظاہر ہے کہ آپ نے یہ بات جنگ میں لڑنے والوں سے اُس وقت کہی تھی جب آپ جنگ حنین سے واپس ہو رہے تھے ۔

(۸۲۱) ابو الزبیر کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ سے دریافت کیا گیا : ،،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس (۱/۵) کا کیا کرتے تھے ؟،، تو انھوں نے جواب دیا : ،،وہ اس میں سے ایک آدمی کو جنگی سامان اور سواری فراہم کرتے تھے ۔ پھر ایک آدمی کو اور پھر ایک اور آدمی کو۔،،

ابو عبیدؒ : اسی کی تائید ہماری بیان کردہ معن بن یزید کی حدیث سے ہوتی ہے ۔ جس میں ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا : خمس (۱/۵) نکالنے سے پہلے کوئی نفل نہیں دی جائے گی ۔،، (دیکھئے نمبر ۷۹٦)

یہی بات ابن عمرؓ کی اس حدیث میں ہے : ،،ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ میں روانہ کیا ، جس میں ہمیں بارہ اونٹ ہاتھ لگے اور آپ نے ہمیں ایک ایک اونٹ بطور نفل دیا ۔،،

marfat.com
Marfat.com

یہ نفل جس کے دیئے جانے کا انھوں نے حصۃ ملنے کے بعد تذکرہ کیا ھے اس کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں ھو سکتی کہ یہ خمس میں سے دی گئی ھو۔

پھر ھماری مذکورہ مکحول کی حدیث (نمبر ۸۰۸) میں یہ بات بالکل وضاحت اور شرح سے بیان ھوتی ھے جس کے الفاظ یہ ھیں :
,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں (۲) خمس میں سے نفل دیئے،،

یہی سعید بن المسیب کا قول ھے : ,,وہ خمس کے سوا کسی اور مال میں سے نفل نہیں دیا کرتے تھے،،

اسی بناء پر عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو جو لڑکی بطور نفل دی گئی تھی اُس کی توجیہ بھی یہی کی جاتی ھے کہ وہ خمس (۱/۵) میں سے دی گئی تھی۔ اور اسی کی تائید حضرت انسؓ کی وہ روایت کر رھی ھے جس سے ظاھر ھو رھا ھے کہ انھوں نے خمس کے علاوہ کسی مال میں سے نفل لینے سے انکار کر دیا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز اور مکحول کے قول : ,,خمس کا حکم وھی ھے جو فئے کا حکم ھے،، سے بھی اس کی تائید ھو رھی ھے۔

اور سفیان و مالک بھی انھی کے ھم رائے ھیں ، بلکہ بعض تو یہاں تک رائے رکھتے ھیں کہ امام اگر چاھے تو تمام خمس بطور نفل دے سکتا ھے۔

(۸۲۲) منصور کہتے ھیں کہ میں نے ابراھیم سے دریافت کیا کہ کسی دستہ کو روانہ کرتے وقت امام کیا کچھ حقوق رکھتا ھے ؟ ,,انھوں نے کہا : ,, وہ اگر چاھے تو ان کے ھاتھ لگنے والے اموال میں سے پانچواں حصہ لے لے اور اگر چاھے تو وہ سب کا سب انھیں بطور نفل دیدے،،

marfat.com
Marfat.com

(۸۲۳) مہلب بن ابی صفرۃ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک دستہ کی قیادت کر رہا تھا تو میں نے خمس بھی بطور نفل دے دیا تھا ۔ یہی مضمون حسن سے آیت کریمہ یسئلونک عن الانفال (الانفال ۸ : ۱) ,,وہ آپ سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں ، ،، کی شرح میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ انفال کی تقسیم امام کی صوابدید پر موقوف ہے ۔

ابو عبیدؒ : علماء نے خمس (⅕) کے سلسلہ میں خاصا کلام کیا ہے اور انہوں نے اسے قرآن مجید کے معیّن کردہ مدات کے علاوہ دیگر مدات میں خرچ کرنا بھی جائز بتایا ہے بشرطیکہ اس خرچ سے اسلام اور مسلمانوں کا بھلا ہو رہا ہو اور انہیں اس خرچ سے زیادہ نفع پہنچ رہا ہو اور عوام کو اس کی زیادہ ضرورت ہو ۔ نیز یہ کہ اندریں صورت معین کردہ پانچ مدوں میں اس کی تقسیم سے زیادہ فائدہ اور سدھار ہو رہا (۳) ہو تو ایسی شکل میں خمس میں سے نفلِ دینے کی اجازت ہو گی اور اس کا فیصلہ امام کی صوابدید پر ہو گا ۔ اس لئے کہ وہی ان مسلمانوں کا ناظم امور اور ان کے مفاد کا نگران ہوتا ہے ۔ لیکن اگر اس تقسیم میں اس کی نفسانی خواهش یا جانب داری کا میلان کارفرما ہو تو پھر یہ ممنوع ہوگا ۔

حوالہ جات

۱) ایک قدیم اصل نسخہ میں بجائے حنین کے ,,خیبر،، ہے ۔ (ماخوذ از حاشیہ کتاب الاموال)

۲) لیکن نمبر ۸۰۸ میں بجائے خیبر کے حنین ہے ۔

۳) مطلب یہ ہے کہ اگر ہنگامی حالات متقاضی ہوں اور قرآن میں مذکورہ مدات سے زیادہ فوری طور پر ان کی اہمیت سمجھی جائے تو امام کو عارضی طور پر عامۃ المسلمین کے مفاد کے مدنظر اجازت ہو گی کہ وہ خمس کو دوسری مدوں میں خرچ کر دے ۔ (مترجم)

marfat.com

Marfat.com

باب : ۴۸

خمس نکالنے سے قبل مال غنیمت کے مجموعہ میں سے نفل دینا

(۸۲۴) سلیمان بن موسیٰ سے مروی ہے : ,,کسی میر لشکر کو اپنے رفقــاء کی اجازت کے بغیر اموال غنیمت سے کچھ بخشنے کی اجازت نہیں ہے ۔ فوج کی رہنمائی کرنے والے اور چروا ہے اس سے مستثنیٰ ہیں ، یا پھر وہ مقتول کا چھینا ہوا مال یا نفل ہو ۔ اور نفل کے لئے ضروری ہے کہ اس سے قبل پہلی غنیمت تقسیم ہو چکی ہو ۔

(۸۲۵) ابو عبیدؒ : ۔ مذکورہ بالا روایت سلیمان بن موسیٰ تک پہنچتی ہے لیکن ایک اور سند سے یہ روایت حضرت عمرؓ سے مروی ہے ۔

آج کل لوگ غنیمت کے بارے میں یہی رائے رکھتے ہیں کہ مجموعی غنیمت میں سے خمس نکالے بغیر کوئی نفل نہیں دی جائے گی ۔ اور یہ جو راستہ بتانے والوں اور چرواہوں کو خمس نکالے بغیر مجموعی غنیمت میں سے دینے کی اجازت ملی ہے ۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کارندوں کی پورے لشکر کو احتیاج ہوتی ہے ۔ لہذا انہیں نفل بھی لشکروں کے مجموعی مال سے دیا گیا ۔ کیونکہ ان کے بغیر لشکریوں کا کام نہیں چل سکتا ۔ لیکن ان کے علاوہ کسی اور کو خمس نکالے بغیر مجموعی غنیمت میں سے نفل دئے جانے کا ہمیں علم نہیں ۔ اس باب میں اگر کوئی امتیاز ہے تو صرف اللہ تعالیٰ

marfat.com
Marfat.com

کی بخشی ہوئی خصوصیت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کے بارے میں کچھ ایسی خصوصیات مروی ہیں جو آپ کے بعد کسی اور کے لئے جائز نہیں ہیں :۔

نفل کی تقسیم میں رسول اللہؐ کی خصوصی حیثیت

(۸۲٦) سلمہ بن الاکوع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوار کا حصہ بھی دیا اور پیادہ کا بھی ۔ حالانکہ وہ پیادہ تھے ۔ اور انہوں نے رسول اللہؐ کی دودھ دینے والی اونٹنیوں کو دشمن کے ہاتھوں سے نکال لیا تھا ۔ اور آپؐ نے فرمایا تھا : ,,ہمارے سواروں میں سب سے بہتر ابو قتادہ اور ہمارے پیادوں میں سب سے بہتر سلمہ ہیں ۔ (۱) ۔

(۸۲۷) عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ حدیث سفیان کو بتائی تو انہوں نے کہا : ,,یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مخصوص ہے ،،۔

ابو عبیدؒ :۔ اس سے سفیان کا مقصد یہ ہے کہ حصوں میں ترجیح دینے اور مجموعی غنیمت میں نفل دینے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو حق حاصل نہیں ہے ۔ اور ان کی رائے یہ تھی کہ نفل ، خمس نکالنے کے بعد خود خمس میں سے دیا جائے گا ۔ اور وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلمہ نے جو روایت بیان کی ہے وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی جو آپ کے بعد کسی کو حاصل نہ ہوگی ۔

خود سعید بن المسیب سے بھی سفیان کے مسلک سے ملتی جلتی رائے منقول ہے :۔

marfat.com
Marfat.com

(۸۲۸) محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ ہم ابو سلمہ بن عبدالرحمن کے پاس تھے تو انہوں نے اپنا آدمی بھیج کر سعید بن المسیب سے نفل کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے بردنامی اپنے ایک لڑکے یا غلام کو یہ جواب دے کر بھیجا: ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نفل نہیں ہے۔"

ابو عبیدؒ: ۔ یہاں سعید بن المسیب نے یہ بھی بتانا چاہا ہے کہ حصوں میں ترجیحی سلوک اور مجموعی غنیمت میں سے نفل دینا، رسول اللہ کے بعد اب کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین میں اقرع بن حابس اور عیینہ کے ساتھ جو ترجیحی سلوک کیا تھا وہ بھی آپ کی اسی خصوصیت پر محمول کیا جائے گا۔

(۸۲۹) انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی غنمیتوں کو تقسیم کرتے وقت اقرع بن حابس کو سو اونٹ دئے اور عیینہ بن حصن کو سو اونٹ دئے۔ یہ خبر انصار کو پہنچی۔ تو اس کے بارے میں ان کے درمیان چہ میگوئیاں ہوئیں، جو ایک لمبی حدیث میں ہیں۔ (۲)

ابو عبیدؒ: ۔ میری نظر میں اس حدیث کی دو توجیہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے یہ تمام عطیے مجموعی غنیمت میں سے دئے ہوں تو یہ عمل صرف آپ کی ذات تک محدود اور آپ کی خصوصیت ہوگا جیسا کہ سعید بن المسیبؒ اور سفیانؒ کا مسلک ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہو گی کہ آپ نے یہ عطیے خمس میں سے دئے۔ جیسا کہ (پچھلے باب میں) ہماری مذکورہ ان احادیث سے مترشح ہوتا ہے جن میں امام کو خمس میں سے نفل دینے کا مجاز قرار دیا ہے۔

اور دونوں توجیہوں میں سے موخرالذکر توجیہ میرے خیال میں زیادہ

marfat.com
Marfat.com

مناسب اور قرین قیاس ہے ۔ اس لئے کہ حضورؐ کے اس فعل کو روایت کرنے والے انس بن مالکؓ ہیں ۔ اور یہی وہ شخص ہیں جو امیر سے عوام کے قیدیوں میں سے تیس قیدی لینا منظور نہیں کرتے اور اصرار کرتے ہیں کہ وہ اُسی وقت انہیں قبول کریں گے جبکہ خمس میں سے دئے جائیں گے ۔

ابو عبیدؒ :۔ ہم ان کی روایت پہلے بیان کر آئے ہیں (دیکھئے نمبر ۸۱۴) تو گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عملاً اسی حدیث کا اتباع کیا جس کے وہ راوی ہیں ، اور ان سے زیادہ کون ان کی روایت کردہ حدیث کے معانی و مطالب سے واقف ہو سکتا ہے ؟۔

(۸۳۰) بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تقسیم کی تاویل کرتے ہوئے کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کو جو حصے عطا فرمائے تھے وہ آپ نے اپنے اس حصہ میں سے دئے تھے جو مال غنیمت میں سے آپ کے لئے مخصوص تھا ۔ اور وہ حصہ تھا خمس کا خمس (یعنی کل غنیمت کا ($\frac{1}{25}$) واں حصہ) ۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو اس میں انصار کو اعتراض کا موقع نہ ملتا ۔ نہ ہی وہ اس سے ناواقف رہتے ۔ اس لئے کہ اندریں صورت تو وہ مال حضورؐ کی ملکیت ہوتا اور آپ اپنی مرضی سے اس پر تصرف کرنے میں آزاد ہوتے ۔ پھر ایسی صورت میں اس عطیہ کو نفل بھی نہ کہا جاتا ۔ وہ تو ہبہ یا عطیہ یا بخشش و تحفہ یا اسی قسم کی کوئی چیز کہلاتا ۔

★

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱) طبرانی ,,المعجم الصغیر،، میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :
,,جب مشرکین مدینہ کے اونٹوں کو لوٹ کر لے گئے تو ابو قتادہؓ نے تعاقب کر کے ان کے سردار مسعدہ کو قتل کر دیا اور اس کا سلب خود لے لیا۔ دوسری طرف سلمہ بن الاکوع نے تیزی سے پہاڑ کے ایک کنارہ پر پہنچ کر پتھراؤ کرنا شروع کر دیا جس سے مشرکین آگے نہ بڑھ سکے۔ اور پیچھے سے رسول اللہؐ کے سوار دستہ نے انہیں آن لیا۔ (المعجم الصغیر للطبرانی ص : ۲۴۷ ، ۲۴۸)

ہمارا خیال ہے کہ فوجی قسم کے اہم کارنامے انجام دینے پر سپہ سالار یا سربراہ مملکت اسلامی کو بھی اس قسم کے غیر معمولی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ (مترجم)

۲) حنین کی فتح پر رسول اللہؐ نے قریش کے بعض سرداروں کو سو سو اونٹ دئے تو انصار آپس میں کہنے لگے کہ ہمیں چھوڑ کر قریش کو دیا جا رہا ہے حالانکہ ہماری تلواریں ابھی تک قریشیوں کے خون سے آلودہ ہیں۔ رسول اللہؐ کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے انصار کو بلا کر تسلی دی۔ ان کی تعریف کی ، اور انہیں بتایا کہ یہ دنیوی عطیات ان کے ساتھ جائیں گے اور میں تمہارے ساتھ۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں۔ اس پر انصار نے رسول اللہؐ کے فیصلہ کو بدل و جان منظور کر لیا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے صحیح مسلم مع شرح نووی ۱ : ۳۳۸ مطبع اصح المطابع کراچی)

marfat.com
Marfat.com

باب : ۳۹

خمس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا حصہّ

(۸۳۱) موسی بن ابی عائشہ کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن الجزاؒر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کی بابت دریافت کیا تو انھوں نے کہا: ,,آپ کا حصہ خمس (⅕) کا خمس (⅕) تھا (یعنی کل غنیمت کا (۱/۲۵) واں حصہ)

(۸۳۲) یہی مضمون ایک دوسری سند سے بھی موسی بن ابی عائشہ ھی کے ذریعہ یحیی بن الجزار سے مروی ھے۔

(۸۳۳) ابن عمرؓ سے مروی ھے : ,,میں نے دیکھا کہ غنیمتوں کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر ان کے حصے لگائے جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حصہ ہوتا وہ آپ ھی کا ھوتا۔ اسے جمع نہیں کیا جاتا تھا،،

(۸۳۴) ابن عباسؓ سے روایت ھے : ,,غنیمت کے پانچ برابر حصے کئے جاتے تھے۔ ان میں سے چار حصے تو ان لشکریوں کے ھوتے جن کے لڑنے کی وجہ سے وہ ملتی۔ اور بقیہ ایک خمس چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا۔ ان میں سے ایک چوتھائی حصہ (¼) اللہ و رسول اور قرابت داروں کے لئے ھوتا

قرابت اداروں سے مراد

قرابت داروں سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے اقرباء —— تو اس میں سے جو ربع (¼) اللہ و رسول کا ھوتا وہ رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

علیه وسلم کے قرابت داروں کا ہوتا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود خمس میں سے کچھ نہ لیتے دوسرا ربع (۱/۴) حصہ یتیموں کا ہوتا تیسرا ربع حصہ مساکین کا اور چوتھا ربع حصہ ابن سبیل (مسافروں) کا ہوتا ۔ اور اس سے مراد ہے وہ فقیر مہمان جو مسلمانوں میں اترتا۔

(اس کی تائید کے لئے دیکھئے نمبر ۳۷

مال غنیمت میں سے بیت اللہ کا حصہ اور وہی اللہ کا حصہ ہوتا

(۸۳۵) ابو العالیہ کہتے ہیں : ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب غنیمت لائی جاتی تو آپ اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر بھر لیتے ۔ اور جو کچھ آپ کے ہاتھ میں آتا وہ کعبہ کے نام کا کر دیتے ۔ یہ بیت اللہ کا حصہ ہوتا ۔ پھر باقیماندہ اموال پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے ۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک حصہ ہوتا ۔ قرابت داروں کے لئے ایک حصہ ہوتا ۔ یتیموں کے لئے ایک حصہ ہوتا ۔ مساکین کے لئے ایک حصہ ہوتا ۔ اور ابن سبیل (مسافر) کے لئے ایک حصہ ہوتا ۔ وہ حصہ جو آپ کعبہ کے لئے نکالتے وہی اللہ کا حصہ ہے ۔،،

ابو عبیدؒ : ۔ یہ اللہ کے حصہ سے متعلق آیت کریمہ :

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ (الانفال ۸ : ۴۱)

اور جان لو کہ جو کچھ بھی مال غنیمت حاصل ہو تو اس کا خمس (۱/۵) اللہ کے لئے ہے ۔

کی شرح ہے ۔ گویا یہاں اللہ کے لئے سے کعبہ کا حصہ مراد ہے لیکن اس لفظ کی شرح دوسری طرح بھی آئی ہے ۔

,,للہ،، کی ایک اور شرح

(۸۳۶) قیس بن مسلم کہتے ہیں : ,,میں نے حسن بن محمد بن الحنفیہ سے آیت کریمہ : ۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ : (الانفال ۸ : ۴۱)

marfat.com

Marfat.com

اور جان لو کہ جو کچھ بھی تمہیں غنیمت میں ملے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے۔

کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا : ,,یہ کلام کا آغاز (بات کے شروع کرنے کا طریقہ) ہے : ورنہ یوں تو دنیا و آخرت سب اللہ ہی کے لئے ہیں۔ لیکن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں

ان دو حصوں (کے تعین) کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔

خمس اور زکواۃ کے مصارف کا تقابلی تجزیہ

(۸۴۷) عطاء سے مروی ہے کہ اللہ کا خمس اور اس کے رسوؐل کا خمس ایک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حصہ میں سے جہاد کرنے والے کو سواری وغیرہ مہیا کرتے اور عطیے دیا کرتے۔ نیز اسے اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہتے صرف فرماتے اور جو چاہتے اس سے کرتے تھے۔

ابو عبیدؒ :۔ یہ ہے ان احادیث کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور خمس کے پانچ حصے۔ نیز ان کی وہ مدیں جن میں وہ بانٹے اور صرف کئے جائیں گے۔ اسی طرح یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تقسیم کئے جاتے تھے۔

بعد ازاں کچھ ایسی روایات ہیں جن سے خمس میں سے بھی نفل دئے جانے کی اجازت ملتی ہے۔ اور میری نظر میں ان ہر دو وجہ میں سے کسی ایک میں باہم دگر تناقض و تضاد نہیں ہے۔ تاہم میرے نزدیک خمس کے بارے میں بنیادی اصول یہی ہے کہ وہ انہی مدوں میں صرف کی جائے جن کا تعین قرآن مجید نے فرما دیا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مدوں میں نہ خرچ کی جائے۔ الایہ کہ اس کی لشکریوں میں تقسیم مسلمانوں کے مفاد عامہ کے لئے زیادہ مفید و بہتر ہو تو ایسی صورت میں ان روایات کی رو سے وہ ان (لشکریوں) میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر صورت یہ ہو کہ معینہ مدوں کے

marfat.com

Marfat.com

لوگوں کو اس کی زیادہ ضرورت ہو تو پھر اس کا لشکریوں میں تقسیم کرنا ممنوع ہو گا ۔

اس موضوع کی مزید شرح وہ روایت کر رہی ہے جو ابن المبارک بیان کرتے ہیں کہ :

(۸۳۸) ابو حفص عمر حمصی (۱) کہتے ہیں : ,,معاویہؓ نے مقدادؓ کو ایک گدھا دیا تو انھوں نے اسے قبول کر لیا ۔ اس پر عرباض نے ان سے کہا تھا : ,,تمہارے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ تم اسے لے لیتے ۔ نہ انہیں یہ روا تھا کہ وہ تمہیں دیتے ۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ تم روز قیامت اس (گدھے) کو اپنے اوپر لادے ہوئے آ رہے ہو۔،، چنانچہ مقداد نے وہ گدھا واپس کر دیا ۔،،

اس روایت کی سند کے ایک راوی شعبہ کہتے ہین کہ میں نے یہ روایت یزید بن خمیر کو سنائی تو انھوں نے اس سے واقفیت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا : ,,وہ (گدھا) اُنھوں نے خمس میں سے انہیں (مقداد کو) دیا تھا ۔،،

ابو عبیدؒ : ۔ اس ناپسندیدگی کے اظہار کی توجیہ میرے نزدیک صرف یہی ہے کہ اس وقت خمس کے متعینہ مستحقین ، لشکریوں کے مقابلہ میں اس خمس کے زیادہ ضرورت مند ہوں گے ۔

الغرض خمس کے بارے میں حکم یہی ہے کہ اس کی تقسیم کا دار و مدار امام کی صوابدید پر ہے اور یہ مد اس کے حوالہ کر دی گئی ہے اس میں سے جتنی مقدار وہ جس کے لئے مناسب سمجھے اسے دے دے گا ۔

اب رہا زکواۃ) صدقہ کا مسئلہ تو اس کے بارے میں کسی امام یا عالم وفقیہ کا یہ مسلک ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے صدقہ (زکواۃ) کو اس کے ان آٹھ معینہ مستحقین کے علاوہ کسی اور مد میں خرچ کرنے کی اجازت دی ہو۔ چنانچہ اس بارے میں خمس کا حکم صدقہ

marfat.com
Marfat.com

کے حکم سے جدا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ان ہر دو کے مستحقین کا تعین کتاب و سنت سے ہو چکا ہے۔ ہمارے خیال میں خمس اور صدقہ کے حکم میں اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ خمس فئے میں سے ہوتا ہے۔ اور فئے اور خمس سب دراصل مشرکوں کے اموال سے ہوتے ہیں لہذا ان کی رائے یہ ہوئی کہ جب مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہو تو خمس کو اس کے اصل (یعنی فئے) کی طرف پلٹا دینا چاہئیے۔

اور ان ہر دو (یعنی خمس اور فئ) کو ایک دوسرے سے جو چیز نزدیک لاتی ہے وہ یہ ہے کہ جہاں قرآن مجید میں ان ہر دو کے مستحقین کا تذکرہ ہے وہاں دونوں مقامات پر پہلی مد کے لئے ایک ہی لفظ استعمال کیا گیا ہے، خمس کے بارے میں فرمایا ہے:

واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للہ خمسہ : (الانفال ۸ : ۴۱)
اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں غنیمت سے ملے تو اس میں سے خمس اللہ کے لئے ہے۔

یہاں بات کو شروع ہی اس طرح کیا کہ اسے (اللہ تعالی نے) اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا اور بعد ازاں دیگر مستحقین کو بیان کیا۔ اور یہی طرز کلام فئے کے بارے میں بھی اختیار فرمایا چنانچہ ارشاد ہے :۔

مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ (الحشر ۵۹ : ۶)
جو کچھ اللہ (تعالی) بستیوں والوں کی طرف سے اپنے رسول کی طرف (بطور فئے) پلٹائے تو وہ اللہ کے لئے ہے۔

چنانچہ یہاں بھی پہلے اسے اللہ جل ثناؤہ نے اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا اور پھر اس کے (دیگر) مستحقین کا بیان فرمایا۔ لہذا

marfat.com
Marfat.com

ان دونوں مدوں میں امام کو اختیار حاصل ہو گا کہ اللہ سے جو کچھ مراد لیا جائے وہ اس کا فیصلہ کرے ، کیونکہ وہ اس سے قریب تر ہوگا۔
پھر اللہ تعالی نے صدقہ (زکوۃ) کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰکِیۡنِ : (التوبہ ۹ : ٦١)

صدقات (زکواۃ) تو صرف فقراء اور مساکین . .... الخ کے لئے ہیں ۔

یہاں پہلے ,,اللہ کے لئے ,, کہنے کے بعد فلاں فلاں مستحقین کا ذکر نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے صدقات صرف انہیں مستحقین کو دینا ضروری قرار دیا اور اس کی تقسیم میں کسی کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ اس کے متعینہ مستحقین کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو صدقہ (زکوۃ) دے دے ۔ بایں ہمہ یہ معلوم ہے کہ صدقہ (زکوٰۃ) خصوصی طور پر صرف مسلمانوں کے مال سے لیا جاتا ہے۔

اور اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اسے مسلمانوں کے امیروں سے لے کر انہی کے فقیروں میں پلٹا دیا جائے ۔ لہذا اس میں سے نہ تو کسی کو نفل دینا جائز ہے نہ کسی اور قسم کا کوئی عطیہ ۔ کیونکہ یہ مسلمانوں کا مال ہے اور وہ (فئے و خمس و غنیمت) کافروں کا۔

لہذا ہمارے مذکورہ بالا سبب کی بناء پر خمس اور صدقہ کا حکم الگ الگ ہو گیا ۔

(۸۴۰) بایں ہمہ سفیان بن عیینہ اپنی روایت کے ضمن میں کہا کرتے تھے : ,,کہ فئے و خمس کے بارے میں کلام کرتے ہوئے اللہ تعالی نے سب سے پہلے اپنی ذات سے اس لئے ابتداء کی کہ یہ دونوں آمدنیاں (فئے و خمس) معزز ترین کمائی ہیں ۔ اور ظاہر ہے کہ ہر بزرگ و برتر و باشرف چیز اللہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور صدقہ

marfat.com
Marfat.com

(زکوۃ) کو اللہ تعالی نے اس لئے اپنی طرف منسوب نہ فرمایا کہ وہ لوگوں کا میل کچیل ہوتا ہے۔

ابو عبیدؒ :۔ ان کی اس توجیہ سے ہمارے مسلک کی تردید نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمارے مسلک کی مزید تائید کرتا ہے اس لئے کہ جہاں تک ہمارا خیال ہے اللہ تعالی نے فئے اور خمس کو بلاتمییز و تفریق ایک سمجھتے ہوئے ملا دیا ہے۔ اور صدقہ کو اس کے سوا کسی اور مفہوم و مراد کی وجہ سے علیحدہ کر دیا ہے۔ واللہ اعلم

حوالہ جات

۱) یہ نام حاشیہ میں ,,ابن ابی حفص اور عمر بن حفص ،، بھی لکھا ہوا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب یسرواعن فلک الحمد

باب : ۵۰

خمس میں سے قرابتداروں کا حصہ

(۸۴۱۰/ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن حارث بن نوفل
الہاشمی نے بتایا کہ انہیں عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن
عبدالمطلب نے بتایا کہ ان کے والد ربیعہ بن حارث ، نیز عباس بن
عبدالمطلب ، دونوں نے عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث اور فضل بن
عباس سے کہا : ,,تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں پہنچ کر آپ سے درخواست کرو کہ یا رسول اللہؐ آپ سے پوشیدہ
نہیں کہ ہماری عمریں خاصی بڑی ہو گئی ہیں اور ہم شادی کرنے
کے خواہشمند ہیں ۔ یارسول اللہ آپؐ بڑے مخیر و کرم فرما اور سب
سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں ۔ ہمارے والدین کے پاس اتنا
سرمایہ نہیں کہ وہ ہماری طرف سے مہر ادا کر دیں ۔ لہذا یا رسول
اللہ آپ ہمیں صدقات کی وصولی کی خدمات سونپ دیجئے ۔ اور
جس طرح دیگر عاملین آپ کو محصولات ادا کرتے ہیں ہم بھی ادا
کرتے رہیں گے اور اس خدمت کے معاوضہ میں جو سہولت و آسائش
ہے وہ بھی ہمیں پہنچتی رہے گی ،، ابھی ہم اسی حال میں تھے کہ
حضرت علیؓ بن ابی طالب تشریف لے آئے اور انہوں نے ہم سے کہا :
,,واللہ : تم میں سے کسی کو رسول اللہؐ صدقہ (زکوۃ) وصول کرنے کی

marfat.com

Marfat.com

خدمت پر مامور نہ فرمائیں گے ۔،، اس پر ربیعہ بن حارث نے ان سے کہا : ,,تم اپنے حسد اور سرکشی کی بناء پر یہ کہہ رہے ہو۔ حالانکہ ہم نے باوجود اس کے کہ تمہیں رسول اللہؐ کی دامادی حاصل ہو چکی ہے تم سے حسد نہیں کیا ۔،، اس پر حضرت علیؓ نے اپنی چادر ڈال دی اور اس پر بیٹھتے ہوئے کہا : ,,میں ابو حسن ، اور قوم کا بھی خـواہ ہوں۔ واللہ جب تک تمہارے بھیجے ہوئے دونوں بیٹے رسول اللہؐ کے پاس سے اس استفار کا جواب لے کر تمہارے پاس نہ آ جائیں میں اپنی جگہ سے نہ اٹھوں گا ۔،،

عبدالمطلب کہتے ہیں کہ میں اور فضل روانہ ہوئے ۔ ہمیں ظہر کی جماعت کھڑی مـلی ۔ چنانچہ ہم نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی ۔ پھر میں اور فضل جلدی سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمرے کے دروازہ پر پہنچ گئے ۔ اس دن آپ کی بـاری حضرت زینب بنت جحشؓ کے ہاں تھی ۔ چنانچہ ہم اس دروازہ پر کھڑے ہو گئے تاآنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسـلم تشریف لے آئے آپ نے میرا اور فضل کا کان پکڑتے ہوئے فرمایا : ,,اپنے دل کی بات کہہ ڈالو ۔،، پھر آپ اندر تشریف لے گئے اور مجھے اور فضل کو اندر طلب فرمایا چنانچہ ہم دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ۔ تھوڑی دیر ہم نے آپس میں ایک دوسرے پر مدعا پیش کرنے کی ذمہ داری ڈالی ۔ پھر میں نے آپ سے بات کی ۔ (۱) اور ہم نے آپ سے اس موضوع پر گفتگو کی جس کے لئے ہمیں ہمارے والدین نے بھیجا تھا ۔ ہماری بات سن کر سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھڑی بھر کے لئے خاموش ہو گئے اور آپ نے اپنی نگاہ گھر کی چھت کی طرف اٹھالی ۔ ہمیں اس عالم میں خاصی دیر ہو گئی اور ہم خیال کرنے لگے کہ آپ ہمیں کوئی جواب نہ دیں گے ۔ اسی عالم میں ہم نے دیکھا کہ حضرت زینبؓ پردہ کی آڑ سے اپنا ہاتھ ہلا رہی ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ

marfat.com
Marfat.com

ہم لوگ جلدی نہ کرو ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ہی معاملہ میں غور فرما رہے ہیں ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر نیچے کرتے ہوئے ہم سے فرمایا : ,,یہ صدقہ تو لوگوں کا میل کچیل ہے ۔ اور یہ نہ محمدؐ کے لئے حلال ہے نہ آل محمدؐ کے لئے ۔ تم نوفل بن حارث کو میرے پاس بلا لاؤ ۔ چنانچہ نوفل کو بلا کر آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا ۔ آپ نے فرمایا : ,,اے نوفل ۔ عبدالمطلب کی شادی کرا دو ۔،، چنانچہ انہوں نے میری شادی کرا دی ۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا : ,,محمیہ بن جزء کو میرے پاس بلا لاؤ پھر آپ نے محمیہ سے کہا : ,,فضل کی شادی کرا دو ۔،، چنانچہ انہوں نے ان کی شادی کرا دی ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,جاؤ اور ان دونوں کی طرف سے اتنا اتنا مہر خمس میں سے ادا کر دو ۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ عبداللہ بن حارث نے یہ رقم معین مقدار میں مجھے نہیں بتائی ۔

ابو عبیدؒ : ۔ محمیہ بن جزء ہمارے ہاں جز (,,ز،، پر تشدید کے ساتھ) مشہور ہے ۔ لیکن راوی نے اسی طرح یہ نام لیا تھا ۔ یہ بنی زبید کا ایک شخص تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس کے اموال پر عامل مقرر فرما رکھا تھا ۔

ذی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم و بنی المطلب میں :

(۸۴۲) جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں : ,,جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی القربی (رشتہ داروں) کا حصہ بنی ہاشم و بنی المطلب میں تقسیم فرمایا تو میں اور عثمانؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اور میں نے کہا : ,,یا رسول اللہ ۔ جہاں تک بنو ہاشم کا تعلق ہے ان کے فضل و برتری کا انکار نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے ایک خاص مقام عطا فرما دیا ہے ۔ لیکن یہ فرمائیے کہ بنی المطلب میں کونسی خصوصیت ہے کہ آپ نے ان کو تو

marfat.com

Marfat.com

دیا اور ہمیں محروم فرما دیا ؟ حالانکہ آپ کی رشتہ داری کے اعتبار سے ہم اور وہ ایک حیثیت رکھتے ہیں ،، تو آپ نے فرمایا : ,,انھوں نے مجھے ۔۔ یا ہمیں ۔۔ نہ زمانہ جاہلیت میں چھوڑا نہ اسلام میں ، پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہمدگر داخل کرتے ہوئے فرمایا : ,,بلاشبہ وہ سب ۔۔ بنو ہاشم اور بنوالمطلب ۔۔ ایک چیز ہیں ۔

(۸۴۳) ایک دوسری سند سے سعید بن المسیب ہی جبیر بن مطعمؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔۔ پھر مذکورہ بالا حدیث بیان کرتے ہوئے اس میں یہ اضافہ کیا :

,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنوالمطلب کی طرح بنی عبدشمس اور بنی نوفل کو اس خمس میں سے کچھ تقسیم نہیں کیا ،،

(۸۴۴) ابن شہاب کہتے ہیں : ,,حضرت ابو بکرؓ خمس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر تقسیم کرتے اور حضرت عمرؓ بھی انھیں خمس میں سے دیتے رہے اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ بھی ،،

(۸۴۵) مذکورہ بالا حدیث (نمبر ۸۴۲) ایک اور سند سے جبیر بن مطعمؓ ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے ۔

(۸۴۶) قیس بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن محمد سے آیۃ کریمہ :۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى لِلّٰهِ

(الانفال : ۴۱)

اور جان لو کہ جو چیز بھی تم کو غنیمت میں ملے تو اس میں سے خمس اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں کے لئے ۔

marfat.com

Marfat.com

ذی القربی کے بارے میں اختلاف

کے بارے میں دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا : ,,یہ تو کلام شروع کرنے کا طریقہ ھے ۔ ورنہ دنیا اور آخرت (سب ھی) اللہ کے لئے ھیں ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں میں ان دو حصوں کے بارے میں اختلاف ھو گیا ۔ کچھ لوگوں نے کہا: ,,قرابت داروں کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے قرابت داروں کے لئے رھے گا ،، اور کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ حصّہ خلیفہ کے رشتہ داروں کو ملے گا ،، اسی طرح کچھ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہؐ کا حصہ آپ کے بعد خلیفہ کو ملے گا ،، پھر ان میں اس بات پر اتفاق ھو گیا کہ وہ یہ دونوں حصے گھوڑوں اور راہ خدا میں جہاد کی تیاری میں صرف کر دیں ۔ چنانچہ حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں یہ دونوں حصے اسی مد میں صرف کئے جاتے تھے ۔

(۸۴۷) محمد بن اسحٰق کہتے ھیں کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے دریافت کیا : ,,جب حضرت علیؓ نے خلیفہ ھو کر لوگوں کے معاملات اپنے ھاتھ میں لئے تو اُنھوں نے رشتہ داروں کے حصہ کو کس طرح تقسیم کیا تھا ؟،، تو انھوں نے جواب دیا : ,,حضرت علیؓ نے اس بارے میں حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کی تھی ،، میں نے کہا : ,,یہ کیسے ھو سکتا ھے جبکہ تم اس بارے میں بہت کچھ کہتے رھتے ھو ؟،، اس پر انھوں نے کہا : ,,ان کے اھل جو کچھ کرتے تھے وہ انھی کی رائے کے مطابق ھوتا تھا ،، میں نے کہا : ,,تو انھیں اپنی رائے پر عمل کرنے سے کس چیز نے منع کیا تھا ؟،، انھوں نے جواب دیا : ,,واللہ ! انھیں یہ پسند نہ تھا کہ ان پر حضرات ابو بکرو عمر رضی اللہ عنہما کے عمل کی مخالفت کا الزام لگ جائے ،،

marfat.com
Marfat.com

(۸۴۸) شعبی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا : ,,میں یہاں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ کوئی ایسی گرہ کھول دوں جسے حضرت عمرؓ نے پختگی سے باندھا ہو،،۔

(۸۴۹) عبیدہؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا : ,,تم لوگ پہلے جس طرح فیصلے کرتے تھے ویسے ہی کرتے رہو۔ اس لئے کہ مجھے اختلاف ناپسند ہے۔ یہ اس لئے کہ لوگوں کو ایک جماعت ہو جائے یا پھر میں بھی اس طرز عمل پر مر جاؤں جس پر میرے ساتھیوں نے جان دے دی،،۔

(۸۵۰) سعید بن ابی سعید کہتے ہیں کہ نجدہ نے حضرت ابن عباسؓ کو سوالنامہ بھیجا : ,,ذوالقربیٰ (رشتہ داروں) سے کون لوگ مراد ہیں ؟ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں حصہ لینے والے غلام یا عورت کو حصہ دیا کرتے تھے ؟ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو قتل بھی کر دیا کرتے تھے ؟،، اس پر حضرت ابن عباسؓ نے یزید بن ہرمز کو بلا کر یہ جواب لکھوایا : ,,عبداللہ بن عباس کی جانب سے نجدہ بن عویمر کے نام۔ امابعد۔ تم نے مجھ سے رشتہ داروں کے متعلق دریافت کیا ہے کہ وہ کون ہیں؟ تو ہم لوگ کہتے تھے کہ ہم بنو ہاشم وہ رشتہ دار ہیں۔ لیکن ہماری قوم نے ہماری نہ مانی اور کہا کہ سارا قبیلۂ قریش رشتہ دار ہے۔ اور تم نے سوال کیا ہے کہ جنگ میں حصہ لینے والے غلام یا عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حصہ دیا کرتے تھے ؟ تو میں بتاتا ہوں کہ آپ ان دونوں میں سے کسی کو حصہ نہیں دیتے تھے۔ البتہ کچھ معمولی سی بخشش دے دیا کرتے تھے۔ اور تم نے پوچھا ہے کہ کیا آپ بچوں کو قتل کر دیتے تھے ؟ سو تم بچوں کو قتل نہ کرنا الایہ کہ تمہیں خضر کی طرح کا علم غیب حاصل ہو جس کی بناء پر انہوں نے لڑکے کو قتل کر ڈالا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

(۸۵۱) یزید بن ہرمز کہتے ہیں کہ نجدہ نے ابن عباسؓ کو ایک سوالنامہ بھیجا کہ یتیم سے کس عمر میں یتیم کا لفظ ختم ہو جاتا ہے ؟ اور یہ کہ کیا بچوں کو قتل کیا جا سکتا ہے ؟ اور یہ کہ کیا عورتیں جنگ میں حصہ لیتی تھیں ؟ اور یہ کہ خمس کن کے لئے ہے ؟
تو ابن عباس نے کہا : ,,اگر مجھے اس کی طرف سے کسی احمقانہ حرکت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اسے جواب نہ دیتا پھر اسے یہ جواب لکھ بھیجا : ,,کہ یتیم سے اس وقت یتیم کا لفظ ہٹا لیا جائے گا جبکہ وہ بالغ ہو جائے اور اس میں سوجھ بوجھ اور ہوشیاری نظر آنے لگے۔
اور بچوں کی صرف اسی صورت میں قتل کیا جا سکتا ہے کہ ان کے بارے میں وہ علم رکھو جو خضر کو معلوم تھا ۔ اب رہا غلام سو اس کو کچھ بخشش دے دی جاتی تھی ۔ اور عورتیں (جنگ میں) مریضوں کی دیکھ بھال اور دوا دارو کرتی تھیں اور پانی پلانے کی خدمت انجام دیتی تھیں ۔ اور خمس کے بارے میں ہمارا کہنا ہے کہ وہ ہمارا حصہ ہے اور ہماری قوم کہتی ہے کہ وہ ہمارا حصہ نہیں ہے ۔،،

(۸۵۲) ابن شہاب کہتے ہیں کہ ان سے یزید بن ہرمز نے روایت کی کہ نجدہ نے حضرت ابن عباس کو رشتہ داروں کے حصہ کے متعلق تحریری سوال بھیجا تو انھوں نے اسے جواب میں لکھا : وہ حصہ ہمارا ہے ۔ خود حضرت عمرؓ نے ہمارے سامنے یہ تجویز رکھی تھی کہ اس حصہ میں سے وہ ہمارے غیرشادی شدہ افراد کی شادی کرا دیں گے ۔ اور ہمارے عیالدار کے لئے خادم فراہم کر دیں گے ۔ لیکن ہم نے ان کی یہ تجویز منظور نہ کی اور اصرار کیا کہ وہ پورا کا پورا حصہ ہمارے حوالہ کر دیا کریں ۔ لیکن انھوں نے ہماری یہ بات تسلیم نہ کی ۔،،

marfat.com
Marfat.com

ابن ہرمز کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کی طرف سے ان کا یہ جواب نجدہ کو لکھا تھا ۔

(۸۵۳) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں : ,,حضرت عمرؓ ہمیں خمس میں سے وہ مقدار دیا کرتے تھے جس کے متعلق وہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارا حصہ ہے ۔ لیکن ہم نے یہ کہہ کر اسے قبول کرنا سے انکار کر دیا کہ رشتہ داروں کا حصہ خمس کا خمس (۱/۲۵) ہے ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا : ,,اللہ تعالی نے یہ خمس معینہ مدوں میں تقسیم فرمائی ہے لہذا ان معینہ مدوں میں سے انہی کو اس خمس کا زیادہ حصہ ملے گا جو تعداد میں زیادہ اور ضرور تمندی کی بناء پر زیادہ مستحق ہوں گے ۔ ،، چنانچہ ہم میں سے کچھ لوگوں نے تو اس میں سے لیا اور کچھ لوگوں نے چھوڑ دیا ۔،،

(۸۵۴) زہری کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا : ,,اگر میرے پاس عراق کا خمس آ گیا تو میں کسی ہاشمی کو شادی کے بغیر نہ چھوڑوں گا اور (ان میں سے) جس کے پاس خدمت گار کنیز نہ ہو گی اسے خدمت گار مہیا کر دوں گا ۔،، زہری کہتے ہیں کہ وہ (اس میں سے) حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو دیا کرتے تھے ۔

(۸۵۵) ابن شہاب ہی ایک اور سند سے اس باب کی پہلی حدیث (نمبر ۸۴۱) کے مضمون کی روایت کرتے ہیں ۔ لیکن اس روایت میں انہوں نے نوفل بن حارث کی جگہ ابو سفیان بن حارث کا نام لیا ہے ۔ نیز اس میں مندرجہ ذیل عبارت کا اضافہ ہے : ۔
,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے محمیہ سے کہا : ,,تم اپنی بیٹی سے اس لڑکے ۔ یعنی فضل ـــــ کا عقد کر دو ۔ اور ابوسفیان بن الحارث

marfat.com
Marfat.com

سے فرمایا : ,,تم اپنی بیٹی کو اس لڑکے ـــــ یعنی عبدالمطلب ـــــ سے بیاہ دو ۔

ابو عبیدؒ : ۔ لیکن پہلی حدیث میں مذکورہ نام ,,نوفل بن حارث،، ھی ھمارے نزدیک محفوظ و ارجح ھے ۔

ـــــ ★ ـــــ

حوالہ جات

۱) یہاں عبداللہ کو شک ھے کہ ,,فضل ،، نے بات کی ۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۵۱

معدنیات اور مدفون اشیاء میں خمس (⅕)

(۸۵۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : ,,(بےزبان) جانوروں سے زخمی ہونے پر کوئی تاوان نہیں ـ کنوئیں میں (ڈوب یا دب مرنے پر) کوئی تاوان نہیں ـ کان میں (دب مرنے پر) کوئی تاوان نہیں ـ اور (زمین کے اندر سے نکلے ہوئے خزانوں) مدفون مال میں سے خمس (⅕) لیا جائے گا ـ،،

(۸۵۷) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :,,زمین کے مدفون مال میں سے خمس (⅕) لیا جائے گا ـ،،

(۸۵۸) عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ مزنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس گری پڑی چیز کے متعلق دریافت کیا جو آباد راستہ میں ملے ـ یعنی ایسا راستہ جس پر بکثرت آمد و رفت رہتی ہو ـ تو آپؐ نے فرمایا : ,,اس (گمشدہ) پڑی ملی ہوئی چیز کو ایک سال تک لوگوں کو اعلان کے ذریعہ پہنچوانے رہو :ـ اس اثناء میں اگر اس کا مالک آ جائے تو فبہا ، ورنہ وہ تمہاری ہو گئی ،، پھر اس شخص نے دریافت کیا : ,,یارسول اللہؐ ! قدیم ویرانوں سے جو کچھ ملے اس کا کیا حکم ہے؟،، آپؐ نے فرمایا : ,,اس میں نیز زمین کے مدفون مال میں سے خمس (⅕) دیا جائے گا ـ،،

(۸۵۹) ابو عبیدؒ :ـ مذکورہ بالا حدیث میں راوی نے عمرو بن شعیب کے بعد رسول اللہؐ تک رواۃ کا سلسلہ نہیں دیا ـ لیکن ایک اور

marfat.com
Marfat.com

لمبی حدیث میں یہ سند عمرو بن شعیب اپنے باپ اور اپنے دادا کی وساطت سے رسول اللہؐ تک پہنچاتے ہیں ۔ اسی طرح ابن عجلان سے بھی یہ سند مروی ہے :۔

(۸٦۰) یعنی عمرو بن شعیب اپنے باپ اور اپنے دادا کی وساطت سے مذکورہ بالا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں ۔

معدن (کان) اور رکاز (دفینہ) کے معنی

ابو عبیدؒ :۔ زمین میں دبے ہوئے مال (رکاز) کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے :

(۸٦۱) اہل عراق کہتے ہیں کہ ,,رکاز،، جامع لفظ ہے اور اس سے مراد کان بھی ہے نیز وہ مال بھی جو زمینؑ میں مدفون ملے ۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک قسم میں سے حاصل شدہ مال پر خمس (⅕) ہے ۔

(۸٦۲) اہل حجاز کہتے ہیں کہ ,,رکاز،، کا لفظ صرف دفینہ (کے مال) کے لئے مخصوص ہے اور صرف ایسے ہی زمین میں دبے ہوئے مال سے خمس (⅕) لیا جائے گا ۔ لیکن جہاں تک کان (معدن) کا تعلق ہے وہ جداگانہ چیز ہے اسے ,,رکاز ،، نہیں کہا جا سکتا ۔ لہذا اس میں سے حاصل ہونے والے مال سے خمس (⅕) نہیں لیا جائے گا ۔ اس میں سے صرف زکوٰۃ لی جائے گی ۔

اور ان میں سے ہر فریق اپنے مسلک پر حدیث و تاویل سے استدلال کرتا ہے ۔

(۸٦۳) ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن متعدد علماء (صحابہؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارثؓ کو (حجاز کے مشہور علاقہ) قبلیہ کی کانیں (بطور جاگیر) عطا فرما

marfat.com
Marfat.com

دی تھیں ۔ اور یہ علاقہ مقام فرع کی جانب ہے ۔ چنانچہ آج تک ان کانوں سے صرف زکوٰۃ ہی لی جا رہی ہے ۔ (نیز دیکھئے نمبر ۸۶۷)

(۸۶۴) ابو عبیدؒ: ۔ یہی حدیث ایک دوسری سند سے یوں مروی ہے : ۔

,,آپؐ نے انہیں قبلیہ کے غوری اور جلسی (۱) علاقہ کی کانیں (بطور جاگیر) بخش دی تھیں ۔،،

(۸۶۵) اور یہ مذکورہ بالا روایت کثیر بن عبداللہ مزنی اپنے باپ اور اپنے دادا کی وساطت سے بیان کرتے ہیں ۔

ابو عبیدؒ: ۔ غوری عـلاقہ سے مراد ہے وہ (نشیبی) علاقہ جو تہامہ میں واقع ہے اور جلسی علاقہ سے وہ (بالائی) علاقہ مراد ہے جو نجد میں واقع ہے ۔

(۸۶۶) بلالؓ بن حارث مزنی کے مولیٰ ابو عکرمہ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فلاں زمین فلاں علاقہ سے فلاں علاقہ تک مع اس کے پہاڑوں اور کانوں کے بلالؓ بن حـارث کو (بطور جاگیر) بخش دی تھیں ۔ بعد میں بلالؓ کی اولاد نے اس میں سے ایک قطعہ عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ فروخت کر دیا ۔ اور اس قطعہ میں دو عدد کانیں نکل آئیں ۔ اس پر بلالؓ کی اولاد نے کہا : ,,ہم نے کاشت کی زمین آپ کے ہاتھ فروخت کی تھی اور کان آپ کو فروخت نہیں کی ہے ۔ ساتھ ہی وہ لوگ عمر بن عبدالعزیز کے پاس وہ جاگیر نامہ بھی لے آئے جو رسول اللہؐ نے ان کے باپ کو کھجور کی شاخ پر تحریر فرمایا تھا ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اس لکھی ہوئی شاخ کو اپنی آنکھوں پر پھیرنے لگے ۔ اور اُنھوں نے اپنی زمین کے کارندہ سے کہا : ,,معلوم کرو کہ تم نے کتنـا کچھ اس زمین سے نکالا ہے اور کتنی رقم اس پر لگائی ہے ؟ اور ان لوگوں سے اپنا خرچہ نکالنے کی شرط پر صلح کر لو۔

marfat.com

Marfat.com

کانوں کی پیداوار سے زکوٰۃ ، دفینہ میں سے خمس اور اس بارے میں اختلاف ،

ابو عبیدؒ :۔ کانوں کے متعلق عمر (بن عبدالعزیز) کی یہی رائے ہے کہ ان سے حاصل ہونے والے مال پر زکوٰۃ لی جائے جیسا کہ ,,قبلیہ،، کی روایت میں مذکور ہے ۔

(۸٦۷) عبداللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے کانوں (کی پیداوار) سے زکوٰۃ لی ۔

(۸٦۸) عبداللہ بن ابی بکر کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے لکھا تھا : ,,کانوں (کی پیداوار) سے زکوٰۃ لو اور اس میں سے خمس نہ لو ۔،،

ابو عبیدؒ :۔ اور یہی مالک بن انس کی بھی رائے تھی :

(۸٦۹) یحیی بن عبداللہ بن بکیر راوی ہیں کہ مالک نے کہا : ,,کان بمنزلہ کھیت ہے اور اس (کی پیداوار) میں سے اسی طرح زکوٰۃ لی جائے گی جس طرح کھیت کاٹنے پر اس (کی پیداوار) سے زکوٰۃ لی جاتی ہے ۔ اور کان ,,رکاز،، (زمین میں مدفون خزانہ) نہیں ہے ۔ ,,رکاز،، تو زمانہ جاہلیت کا وہ دفینہ ہے جو بغیر سرمایہ لگائے ہاتھ لگ جائے اور جس کے حاصل کرنے میں بڑی محنت نہ کرنا پڑے ۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے ۔ اور جب تک کان سے نکلنے والی شے کی مالیت بیس دینار یا دو سو درہم نہ ہو جائے اس میں سے کچھ نہیں لیا جائے گا ۔ جب مذکورہ مالیت کو پہنچ جائے تو اس میں سے زکوٰۃ لی جائے گی ۔ اور جوں جوں پیداوار میں اضافہ ہو گا اسی حساب سے اس سے لیا جائے گا ۔ یہ ایسی صورت میں کہ کان سے مسلسل پیداوار جاری رہے لیکن اگر

marfat.com
Marfat.com

پیداوار ہونے لگے تو اس کے ساتھ پھر پہلا عمل کیا جائے گا یعنی جس طرح پہلی مرتبہ زکوٰۃ شروع کی گئی تھی اس طرح از سرنو زکوٰۃ شروع کی جائے گی۔ "

ابو عبیدؒ: یہ ہے مالک اور اہل مدینہ کی رائے۔

(۸۷۰) لیکن دیگر علماء کی رائے میں "کان" بھی "رکاز" (دفینہ میں شامل) ہے اور جس طرح وہ غنیمت میں خمس لینے کے قائل ہیں اسی طرح وہ کان کی پیداوار میں سے بھی خمس لینے کے قائل ہیں۔

ابو عبیدؒ:۔ اور یہی مؤخر الذکر مسلک میرے نزدیک اس مرفوع حدیث کی تاویل سے زیادہ مشابہ ہے جسے ہم عبداللہ بن عمرو کی سند سے بیان کر چکے ہیں اور وہ ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اس مال کا کیا حکم ہے جو قدیم زمانہ کے ویرانہ میں ملے؟" تو آپ نے فرمایا: "اس میں اور رکاز (زمین سے نکلنے والے مال) میں سے خمس (⅕) لیا جائے گا۔"

ابو عبیدؒ:۔ اس سے یہ بات صاف ہو گئی کہ رکاز زمین میں دبے ہوئے مال کے علاوہ کسی اور چیز کا نام ہے۔ اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا: "اس میں اور رکاز میں سے خمس لیا جائے گا۔" اس طرح آپؐ نے رکاز کو اس مال کے علاوہ (جو قدیم زمانہ کے ویرانہ سے ملے) بتایا۔ معلوم ہوا کہ "رکاز" سے مراد "کان" ہے۔

خود حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ سے ایک روایت ہے جس میں انہوں نے "کان" کو "رکاز" کہا ہے۔ یہ حدیث اس طرح ان سے بالتشریح مروی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(۸۱۱/۷) حارث بن ابی الحارث ازدی کہتے ہیں کہ میرے باپ کو معدنیات سے متعلق سب سے زیادہ معلومات تھی ۔ وہ ایک شخص کے پاس گئے جس نے ایک دھات کھود کر نکالی تھی اور انھوں نے وہ ,,دھات ،، اس سے یکصد بچوں والی بکریوں کے عوض خرید لی ۔ پھر وہ اپنی والدہ کے پاس گئے اور انہیں اپنے اس سودے کا بتایا تو انھوں نے کہا : ,,بیٹے ۔ یہ یکصد تو تین صد ہیں ۔ یکصد تو مائیں ۔ یکصد ان کے بچے ، یکصد ان کے خدمتگار (۲) ۔ جس سے تم نے یہ سودا کیا ہے ان کے پاس واپس جا کر اس سے یہ سودا ختم کر ڈالو ۔ چنانچہ وہ اس شخص کے پاس گئے اور اس سے درخواست کی کہ اس تعداد میں سے پندرہ کم کر دو ، لیکن وہ شخص اس پر رضا مند نہ ہوا ۔ چنانچہ اس (خریدار) نے دھات لے لی اور اسے پگھلا کر اس سے ہزار بکریوں کی قیمت نکال لی ۔ تب اس کان کو فروخت کرنے والے شخص نے خریدار سے کہا : ,,مجھے سودا واپس کر دو ،، اُس نے کہا : ,,میں ایسا نہیں کروں گا ،، اس شخص نے کہا : ,,میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کے پاس جا کر تیری شکایت کر دیتا ہوں ،، چنانچہ وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچ گیا اور ان سے کہا : ,,ابو الحارث کو قیمتی دھات مل گئی ہے ،، چنانچہ حضرت علیؓ اُن کے پاس گئے اور ان سے پوچھا : ,,وہ (رکاز) دفینہ جو تمہیں ملا ہے کہاں ہے ؟ ،، انھوں نے کہا : ,,مجھے (رکاز) دفینہ نہیں ملا بلکہ اس شخص کو یہ ملا تھا اور میں نے اس سے یہ یکصد بچوں والی بکریوں کے عوض خرید لیا ۔ تب حضرت علیؓ نے اس شخص سے کہا : ,,اب تو خمس تجھ سے لیا جائے گا ،، اور پھر ان سو بکریوں میں سے خمس لے لیا۔

ابو عبیدؒ : ۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے اس روایت میں حضرت علیؓ نے زمین سے نکالی جانے والی دھات کو (رکاز) دفینہ کہا اور پھر اس

marfat.com
Marfat.com

پر اپنا حکم صادر فرمایا اور اس میں سے خمس لے لیا ۔

اور یہی رائے (ابن شہاب) زہری کی تھی ۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حدیث بیان کرتے تھے جس میں یہ حکم تھا کہ ,,رکاز،، میں سے خمس لیا جائے گا ۔

(۸۸۲) یونس کہتے ہیں کہ ابن شہاب (زہری) سے دفینہ (رکاز) اور ,,معاون ،، (کانوں) کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا : ,,ان سب چیزوں سے حاصل ہونے والے مال پر خمس (⅕) نکالا جائے گا ۔

غلہ اور سونا چاندی پر زکوٰۃ واجب ہونے اور اُن کے نصابوں میں اختلاف

ابو عبیدؒ :۔ اور میرے نقطہ نظر سے بھی یہی درست معلوم ہوا کہ کھیت (کی پیداوار)کے مقابلہ میں دفینے اور کانوں کی پیداوار ، مال غنیمت سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے ۔ اس لئے کہ جس طرح کانوں سے مال نکالنے میں اخراجات کرنے پڑتے ہیں اور جان جوکھوں میں ڈالی جاتی ہے اسی طرح دشمن سے مقابلہ و جہاد میں بھی انہیں حالات سے واسطہ پڑتا ہے بلکہ جہاد زیادہ سخت اور خطرناک ترین ہے ۔ بایں ہمہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجاہدین پر ان کے حاصل کردہ مال غنیمت میں خمس (⅕) مقرر کیا ہے ۔ اس لحاظ سے کانوں پر کم سے کم جو ٹیکس لگایا جا سکتا ہے وہ اتنا تو ہونا چاہئیے جو دشمن سے حاصل کردہ مال پر ہوتا ہے ۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ کھیتوں (کی پیداوار) اور سونے چاندی کے احکام جدا جدا ہیں ۔ کھیتوں (کی پیداوار) پر تو صرف ایک بار کٹائی کے وقت ہی زکوٰۃ لی جاتی ہے اور بعد ازاں اس غلہ وغیرہ پر کچھ نہیں لیا جاتا خواہ وہ غلہ وغیرہ برسوں مالک کے پاس پڑا رہے لیکن اس کے

marfat.com
Marfat.com

برخلاف سونے چاندی پر جو نفع حاصل ہوتا ہے اس پر (فوری طور سے) کوئی زکوٰۃ نہیں لی جاتی تاآنکہ ان پر ایک سال نہ گذر جائے۔ اور اس مدت کے بعد ہی سونے اور چاندی پر مسلسل ہر سال زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ ان ہر دو اشیاء (یعنی کھیت اور سونا چاندی) کے حکم میں نہ صرف اصلاً اختلاف ہے بلکہ فرعاً بھی اختلاف ہے۔

اس سے بھی زیادہ نمایاں فرق ان ہر دو اشیاء میں یہ ہے کہ کھیت (کی پیداوار) سے عشر (۱/۱۰) یا نصف عشر (۱/۲۰) زکوٰۃ لی جاتی ہے جبکہ سونے اور چاندی سے ربع عشر (۱/۴۰) زکوٰۃ لی جاتی ہے۔ اور یہ بڑا نمایاں اور واضح فرق ہے جس کی موجودگی میں ہم کیونکر معدن (سے نکالے ہوئے مال) کو کھیت (کی پیداوار) سے مشابہ سمجھ سکتے ہیں؟ پھر اس کے ساتھ ہماری مذکورہ وہ حدیث بھی سامنے رکھئیے جسے عبداللہ بن عمروؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں۔ نیز اس باب میں حضرت علیؓ کی مذکورہ روایت اور اس مسئلہ میں ابن شہاب (زہری) کا اپنا فتویٰ جس کے ساتھ ان کی مروی حدیث بھی ہے، ملحوظ رکھئیے۔

اب اس قبلیہ والی حدیث (نمبر ۸۶۳) کو لیجئے جسے ربیعہ (بن ابی عبدالرحمٰن) روایت کر رہے ہیں۔ اولاً تو اس کی اسناد نہیں ہے ثانیاً اس میں یہ مذکور نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس بات (زکوٰۃ لینے) کا حکم دیا تھا۔ اس میں تو صرف اس قدر ہے: چنانچہ آج تک ان کانوں سے صرف زکوٰۃ ہی لی جا رہی ہے۔" اگر اس جملہ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو یہ ایک ناقابل تردید ثبوت بن جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

(۸۷۳) اب جو حضرات کان (معدن) اور رکاز (دفینے) کے بارے میں اس مسلک کے قائل ھیں وہ کانوں سے برآمد ھونے والی جملہ دھاتوں : تانبہ ، سیسہ اور لوھے (وغیرہ) کے بارے میں وھی رائے رکھتے ھیں جو وہ سونے اور چاندی کے متعلق رکھتے ھیں۔ لیکن جو (معدن و رکاز) میں زکوٰۃ کا قائل ھے تو اسے اپنے بیان میں یہ بھی اضافہ کر لینا چاھئیے کہ ,,سوائے چاندی سونے کے معدن و رکاز سے حاصل ھونے والے کسی مال پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔

*

حوالہ جات

۱) ان کی شرح نمبر ۸٦۵ کے تحت ملاحظہ کیجئے۔

۲) ھمارے خیال میں اس سے مطلب یہ ھے کہ ان بکریوں کے ساتھ جو خدام دئے جائیں گے وہ بھی تقریباً سو بکریوں کی قیمت کے مساوی ھوں گے۔ واللہ اعلم

marfat.com
Marfat.com

باب : ۵۲

دفینه (گاڑے ہوئے مال) میں سے خمس ($\frac{1}{5}$) لینے کا بیان

(۸۷۴) شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مدینہ کی حدود سے خارج علاقہ کے کسی دفینہ میں ایک ہزار دینار پائے۔ وہ انہیں لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا چنانچہ انہوں نے اس میں سے خمس یعنی دو سو دینار لے کر بقیہ اسی شخص کو دے دئے۔ پھر حضرت عمرؓ وہ دو سو دینار اپنے پاس موجود مسلمانوں میں تقسیم کرنے لگے حتیٰ کہ ان میں سے کچھ بچ گئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا : ,,وہ دیناروں والا کہاں ہے،، اس پر وہ شخص کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا : ,,لو یہ (بقیہ) دینار بھی تمہارے ہیں،،

(۸۷۵) شعبی سے مروی ہے کہ ایک آدمی جسے سواد (عراق) کے ویران علاقہ میں ایک ہزار پانچ صد درھم ملے تھے حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچایا گیا۔ حضرت علیؓ نے کہا : ,,اس جھگڑے کا میں بالکل صاف و واضح فیصلہ سناؤں گا۔ اگر تم نے یہ رقم ایسے ویرانہ میں پائی ہے جس کا خراج آباد بستی ادا کرتی ہے تو یہ رقم اس بستی کے باشندوں کی ہے۔ اور اگر وہ ویرانہ ایسا ہے جس کا خراج وہ بستی ادا نہیں کرتی تو اس رقم میں سے پانچواں حصہ (خمس) ہمارا ہے اور باقی چار حصّے تمہارے ہیں۔ اور میں یہ سب کا سب بھی تمہارے لئے پاکیزہ و خوشگوار بنادوں گا۔ ،،

marfat.com
Marfat.com

حضرت دانیالؑ کے مزار میں رکھی ہوئی دولت

(۸۷٦) قتادہ کہتے ہیں کہ جب (ایرانی علاقہ) سوس فتح ہوا تو اس فاتح لشکر کے قائد ابو موسیٰ اشعریؓ تھے ۔ اُنھوں نے حضرت دانیالؑ کو ابرن میں پایا ۔ (۱) جہاں ان کے بازو میں مال رکھا ہوا تھا اور ایک تحریر تھی جس میں درج تھا : ,,جو چاہے اس میں سے معینہ مدت تک کے لئے قرض لے لے ۔ اگر وہ معینہ مدت میں قرض واپس کر دے تو فبہا ورنہ اسے برص ہو جائے گا ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس تحریر کو (احتراماً) بدن سے لگایا اور اسے بوسہ دیا اور کہا : ,,رب کعبہ کی قسم یہی دانیالؑ ہیں ۔ پھر اس کے بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا جس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے لکھا : ,,انھیں کفناؤ ، ان کی لاش کو ممی لگاؤ ۔ پھر ان پر نماز (جنازہ) پڑھو ۔ پھر انبیاء صلوات اللہ علیہم کے اعزاز کے مطابق انھیں دفنا دو ۔ اور ان کے پاس سے جو مال ملا ہے اسے مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دو ۔،، چنانچہ انھوں نے اس لاش کو سفید قباطی کپڑے سے کفنا کر ، اس پر نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اسے دفن کر دیا ۔

قبر میں سے نکلنے والا مال

(۸۷۷) ریاح کہتے ہیں کہ ہمیں مدائن میں ایک قبر ملی جس میں ایک مرد کی لاش تھی جس پر سونے (کے تاروں) سے بنا ہوا کپڑا تھا ۔ نیز اس قبر میں اور بھی مال تھا ۔ ہم لوگ یہ سب کچھ لے کر عمار بن یاسرؓ کے پاس پہنچے ۔ چنانچہ اس بارے میں انھوں نے حضرت عمرؓ بن الخطاب کو لکھا تو انھوں نے جواب بھیجا : ,,یہ سب مال ان لوگوں کو دے دو (جو اسے لائے ہیں) اور ان سے چھین نہ لو ۔،،

دفینوں کے متعلق حضرت عمرؓ کے مختلف فیصلے اور اُن کی توجیہ

ابو عبید : ۔ حضرت عمرؓ سے زمین میں مدفون خزانے کے بارے

marfat.com

Marfat.com

میں یہ تین مختلف فیصلے مروی ہیں :-

(۱) انہوں نے اس میں سے خمس (⅕) لے کر بقیہ اس کے پانے والے کے حوالے کر دیا ۔

(۱۱) انہوں نے پانے والے کو اس خزانہ میں سے کچھ نہ دیا اور وہ سارے کا سارا خزانہ بیت المال میں داخل کرا دیا ۔

(۱۱۱) اُنہوں نے وہ تمام کا تمام دفینہ پانے والے کو دے دیا ۔ اور اس میں سے کوئی حصہ بھی بیت المال کے لئے الگ نہ رکھا ۔

میرے نزدیک مندرجہ بالا ہر سہ فیصلوں کی ایک دوسرے سے مختلف توجیہ ہے :

(۱) جس میں سے انہوں نے خمس لیا ۔ تو وہ اصل قاعدہ پر عمل تھا جو دفینہ سے متعلق سنت طریقہ ہے کہ دفینہ میں سے خمس لے کر بقیہ پانے والے کو دے دیا جائے اور لوگوں میں اسی پر عمل ہوتا ہے ۔

(۱۱) حضرت دانیالؑ کے پاس جو مال ملا تھا اسے تمام کا تمام بیت المال میں داخل کرنے اور اسے پانے والوں کو اس میں سے کچھ حصہ نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ یہ مال لوگوں سے چھپا ڈھکا نہ تھا ۔ سب ہی اسے جانتے تھے اور اس میں سے قرض لیتے رہتے تھے جس کی طرف روایت میں اشارہ ملتا ہے ۔ ایسی صورت میں (جبکہ اس کا پانے والا کوئی نہ تھا) وہ یہ مال کسے دیتے ؟ سب ہی اسے جانتے تھے اور اس بارے میں برابر کی حیثیت رکھتے تھے ۔ بناء بریں بیت المال اس کا زیادہ مستحق ٹھہرا تاکہ اس سے سب کو عمومی نفع پہنچے ۔

دفینہ کی تعریف

دفینے کا اطلاق تو ان خزانوں پر ہوتا ہے جو ان کے پانے والوں سے قبل پوشیدہ اور نامعلوم ہوں ۔ اندریں صورت ان میں سے خمس نکال کر بقیہ ان کے پانے والوں کا ہو گا ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۱۱) اب رہا وہ دفینہ جس میں سے خمس نکالے بغیر ہی اُنھوں نے تمام کا تمام پانے والوں کو دے دیا۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ خمس کا فیصلہ غنیمت کے خمس کی طرح امام کے اختیار میں ہے۔ جسے چاہے وہ دے دے۔ حضرت عمرؓ نے اس واقعہ میں یہی مناسب خیال فرمایا کہ وہ (⅕) پانے والوں کو واپس دے دیا جائے اور یہ صورت ایسے مواقع پر ہوتی ہے جبکہ لوگ بعض وجوہ کی بناء پر خمس میں سے نفل (عطیے) کے مستحق ہو جاتے ہیں: مثلاً یہ کہ انھوں نے مسلمانوں کی مصلحت و منفعت میں ان کی جانشینی کرتے ہوئے گراں قدر خدمات انجام دی ہوں یا دشمن کا بہادرانہ مقابلہ کر کے ان کی سرکوبی کی ہو۔اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے انہیں مستحق گردانا ہو گا۔ اسی طرح وہ مختار تھے کہ اگر چاہتے تو اُن کے بجائے دوسروں کو وہ مال دے دیتے۔ گویا اندریں صورت حضرت عمرؓ کے نزدیک وہی لوگ اس مال کے زیادہ اہل تھے۔ اور یہی توجیہ مذکورہ بالا حضرت علیؓ والی روایت (نمبر ۸۷۵) کی ہو گی جس میں اُنھوں نے دفینہ پانے والے سے کہا تھا: ,,اور میں یہ سب کا سب بھی تمہارے لئے خوشگوار و پاکیزہ بنا دوں گا،،۔

اور یہی تاویل خمس کے اس بقیہ مال کی تقسیم کے متعلق بھی کی جائے گی جو حضرت عمرؓ کی تھی جو از روئے روایت اول۔ (نمبر۸۷۴) اُنھوں نے پانے والے ہی کو دے دیا تھا۔

اور اسی اساس پر درج ذیل روایت کی بھی توجیہ کی جائے گی جس میں مذکور ہے کہ اُنھوں نے غلام کو دفینہ پانے پر اس میں سے اسے بھی دیا تھا۔

خزینہ پانے والے غلام کا حصہ

(۸۷۸) عمرو بن شعیب راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کسی غلام کو ایک دفینہ ملا تو حضرت عمرؓ نے اسے آزاد کر دیا اور

marfat.com
Marfat.com

اس دفینہ میں سے اسے کچھ دے کر بقیہ تمام مال بیت المال میں داخل کر دیا ۔

(۸۷۹) ابو عبیدؒ: ۔ کسی غلام کے دفینہ پالینے پر سفیان اور اوزاعی دونوں بھی اسی فیصلہ کے قائل ہیں ۔

(۸۸۰) اس کی تائید میں مالک کے سوا اور کسی کا قول میرے علم میں نہیں ۔ وہ بھی کہتے ہیں : کہ خزینہ پانے والے غلام کو اس میں سے کچھ دیا جائے گا ۔ اور یہ اس لئے کہ غلام کا مال اس کے مالک کا ہو جاتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہاں مالک خود خزینہ پانے والا نہیں ، بلکہ دفینہ اس کا ہو گا جس کے لئے غلام نے اسے پایا ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ تمام کا تمام دفینہ غلام کو نہیں دیا جائے گا ۔

اس کی مثال اس غنیمت کی سی ہے جو غلام کو ملے ۔ اس غنیمت میں سے اسے حصہ نہیں ملے گا بلکہ کچھ بطور بخشش و عطیہ دے دیا جائے گا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں یہی فیصلہ مروی ہے : ۔

(۸۸۱) آبی اللحم غفاری کے آزاد کردہ غلام عمیرؓ کہتے ہیں : ,,میں معرکہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا ۔ اُس وقت میں غلام تھا ۔ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے بھی (غنیمت سے) حصہ تقسیم کیا جائے ۔ لیکن آپؐ نے ایسا کرنے سے انکار فرمایا اور مجھے کچھ معمولی سا چھوٹا موٹا سامان عطا فرما دیا ۔ ،،

(۸۸۲) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں : ,,مال غنیمت میں غلام کا کوئی حصہ نہیں ہے ۔،،

حوالہ جات

۱) فتوح البلدان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کسی قلعہ کے ایک پردہ پڑے ہوئے مکان میں حضرت دانیالؑ کا جثہ تھا ۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۵۳

سمندر سے نکلنے والی اشیاء مثــلاً عنبر ، قیمتی جواھر اور مچھلی وغیرہ پر خمس (⅕)

(۸۸۳) جابر بن عبداللہؓ سے روایت ھے کہ عنبر کا شمار غنیمت میں نہیں ھو گا ، بلکہ جو شخص اسے اُٹھالے گا وہ اسی کا ھو جائے گا ۔

ابو عبیدؒ :۔ وہ کہنا یہ چاھتے ھیں کہ عنبر میں سے خمس نہیں لیا جائے گا ۔ اسی کی تائید میں حضرت ابن عباس سے بھی ایک روایت ھے ۔

(۸۸۴) ابن عباسؓ سے مروی ھے : ,,عنبر میں سے خمس نہیں لیا جائے گا ۔ اس لئے کہ اسے سمندر (ساحل پر) ڈال دیتا ھے ۔ "

(۸۸۵) اسی مضمون کی روایت ایک دوسرے راوی ابن عباسؓ ھی سے اسناد کے اختلاف سے بیان کرتے ھیں ۔

ابو عبیدؒ :۔ گویا یہ دونوں صحابی (حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت ابن عباسؓ) اس(عنبر) پر کوئی ٹیکس لگانے کی رائے نہیں رکھتے ھیں ۔

اگرچہ بعض تابعین سے اس رائے کے خلاف آثار بھی ملتے ھیں :۔

(۸۸۶) حسن سے روایت ھے کہ عنبر میں سے خمس لیا جائے گا اور اسی طرح موتیوں میں سے بھی ۔

(۸۸۷) یونس روایت کرتے ھیں کہ ابن شہاب سے سمندر میں سے

marfat.com
Marfat.com

نکالے جانے والے موتیوں اور عنبر کے متعلق دریافت کیا گیا تو اُنھوں نے کہا : ,,اس میں سے خمس لیا جائے گا ۔،،

(۸۸۸) ابن عون کہتے ھیں کہ ابو الملیح ابلہ کے عامل تھے ، تو اُن کے پاس موتیوں سے بھرا ھوا ایک چرمی تھیلا لایا گیا جسے چنگی سے بچانے کے لئے غیرراستہ سے لایا گیا تھا چنانچہ اُنھوں نے اس کے بارے میں حجاج کو لکھا تو انھوں نے جواب بھیجا کہ اس میں سے خمس لیا جائے گا ۔،،

مچلی پر زکوٰۃ ؟

(۸۸۹) یونس بن عبید کہتے ھیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عمان کے گورنر کو لکھا : ,,مچھلی پر اُس وقت تک کچھ (ٹیکس) نہ لو تاآنکہ اس کی قیمت دو سو درِھم تک پہنچ جائے ۔، اس سند کے ایک راوی عبدالرحمن کہتے ھیں جہاں تک مجھے معلوم ھے اُنھوں نے اس میں یہ بھی کہا تھا : ,,جب اُس کی قیمت دو سو درھم تک پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ لو ۔ ،،

ابو عبیؒد : ۔ ھمارا خیال ھے کہ عمر (بن عبدالعزیز) سمندر سے نکلنے والے مال کو خشکی اور کانوں سے نکلنے والے مال پر قیاس کر رھے ھیں ۔ وہ کانوں سے نکلنے والے مال پر زکوۃ لینے کے قائل تھے ۔ ان کا یہ خیال ھم پہلے بیان کر آئے ھیں ۔ یہی وجہ ھے کہ اُنھوں نے سمندر سے نکلے ھوئے مال کو خشکی اور کانوں سے نکلنے والے مال سے تشبیہ دی ۔ لیکن مچھلی کے بارے میں لوگ اس فیصلہ پر قائم نہیں ھیں اور ھمیں ایک بھی ایسا نہیں ملتا جو اس پر عمل پیرا ھو ۔

بلاشبہ لوگوں نے عنبر اور موتیوں کے بارے میں اختلاف کیا ھے اور علماء کی اکثریت کا خیال ھے کہ ان دونوں پر کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا ۔ جیسا کہ حضرات ابن عباسؓ و جابرؓ سے مروی ھے نیز

marfat.com
Marfat.com

سفیان و مالک سب کی بھی یہی رائے ہے۔

(۸۹۰) بایں ہمہ یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کچھ اشیاء سمندر سے نکلتی تھیں۔ لیکن چونکہ اس بارے میں ہمارے پاس نہ تو رسول اللہؐ کی کوئی واضح سنت آئی ہے اور نہ آپ کے خلفاءؓ کا کوئی طرز عمل صحیح روایت سے ملا ہے لہذا ہمارا خیال ہے کہ یہ ان اشیاء میں ہیں جن کا ٹیکس اسی طرح معاف کر دیا گیا ہے جیسے گھوڑوں اور غلاموں پر زکوٰۃ معاف ہے۔

(۸۹۱) اب جن علماء نے سمندر کی پیداوار پر خمس واجب بتایا ہے انہوں نے اس سمندری پیداوار کو خشکی اور کانوں کی پیداوار سے مشابہ سمجھتے ہوئے یہ حکم لگایا ہے اور انہوں نے ان ہر دو پیداوار کو ایک حیثیت کا خیال کیا ہے۔

لیکن جو اس خیال سے اتفاق نہیں کرتے وہ ان دونوں پیداواروں کو الگ الگ خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں :۔

(۸۹۲) ان دونوں پیداواروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے ایک دوسرے سے جدا قرار دیا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ آپؐ نے زمین سے پائے جانے والے دفینوں پر خمس مقرر فرما دیا لیکن سمندر کی پیداوار کے بارے میں کچھ نہ فرمایا اور سکوت اختیار کیا۔

سمندر اور خشکی کے احکام میں اختلاف

ابو عبیدؒ :۔ اور ان ہر دو پیداوار کے متعلق یہی ہماری بھی رائے ہے۔ ہماری نظر میں یہ دونوں برابر کی حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔ اور ہماری یہ رائے اس وجہ سے ہے کہ ہمیں ایک دو امور میں نہیں بلکہ متعدد امور میں سمندر اور خشکی کے احکام میں اختلاف نظر آتا ہے۔ مثلاً :

(۸۹۳) اللہ تعالیٰ نے احرام باندھے ہوئے حاجیوں پر خشکی کے

marfat.com

Marfat.com

جانوروں کا شکار نہ صرف حرام قرار دیا ھے بلکہ اس شکار کو مارنے والے پر جرمانہ و عوضانہ مقرر کیا ھے لیکن سمنـدر کے شکار کی رخصت دے دی ھے اور اس پر ان کے لئے نہ کوئی مضائقہ و حرج بتایا اور نہ کوئی کفارہ مقرر کیا ۔

اسی طرح مردار کو لیجئے ۔ اللہ تعالیٰ نے خشکی کا جانور جو بغیر ذبح کئے مر جائے حرام قرار دیا ھے ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دریائی مردہ کے متعلق بتاتی ھے : ,,سمندر کا پانی پاکی و طہارت حاصل کرنے کا ذریعہ ھے اور سمندر کا مردہ حلال ھے۔،،

الغرض کتاب و سنت خشکی اور دریا کے احکام کو ایک دوسرے سے جدا کر رھے ھیں ۔ ان کی رو سے سمندر کی چیزیں بھرحال لینے والے کے لئے مباح ھیں ۔ اسی طرح بقیہ تمام سمندر سے نکلنے والی چیزوں کو ھم اسی پر قیاس کریں گے ۔

اگرچہ حضرت عمرؓ سے اس بارے میں مروی ھے کہ انھوں نے سمندری اشیاء پر کچھ ٹیکس متعین کیا تھا لیکن یہ کچھ ان سے صحیح طور پر ثابت نہیں ھے : ۔

(۸۹۳) یعلی بن امیہ کہتے ھیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے لکھا تھا ,,سمندر سے نکلنے والے زیورات اور عنبر پر عشر ($\frac{1}{10}$) لو ۔ ،،

ابو عبیدؒ : ۔ اس روایت کی اسناد وضعیف و غیر معروف ھے ۔ اور اس کمزوری کے باوصف اس میں وہ ,,عشر،، متعین کر رھے ۔ حالانکہ یہاں عشر ($\frac{1}{10}$) کی کوئی توجیہ ھماری سمجھ میں نہیں آتی ۔ اس لئے کہ انھوں نے نہ تو اس سمندری پیداوار کو دفینہ کی حیثیت دے کر اس پر خمس ($\frac{1}{5}$) لگایا اور نہ انھوں نے اس کان (سے برآمد ہونے والی دھات) پر قیاس کر کے اھل مدینہ کے قول کے مطابق اس پر زکوٰۃ لینے کو کہا ـــ کہ اھل مدینہ کانوں (کی پیداوار) پر زکوٰۃ کے قائل ھیں۔

marfat.com
Marfat.com

بلـــکه ان دونوں سے ہٹ کر انھوں نے اس میں سے عشر لینے کا حکم دیا ۔ حالانکہ اس میں عشر کی کوئی وجہ اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اسے زمین کی پیداوار غلہ اور پھل سے مشابہ نہ قرار دیتے اور مجھے کوئی عالم ایسا نہیں معلوم جس نے سمندری پیداوار کو غلوں اور پھلوں سے تشبیہ دی ہو ۔

— ★ —

marfat.com
Marfat.com

باب : ۵۴

صدقہ (زکوٰۃ) کے احکام و قوانین

صدقہ کے فضائل

(۸۹۵) ابوھریرۃؓ سے مروی ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,اللہ تعالیٰ صدقات قبول فرماتا ھے اور اُن میں سے صرف پاکیزہ ھی کو شرف قبولیت بخشتا ھے ۔ وہ انھیں اپنے داھنے ھاتھ میں لے لیتا ھے ۔ پھر معطی کے لئے اس صدقہ کی اس طرح پرورش اور نشوونما فرماتا ھے جس طرح تم میں سے ایک اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ھے ۔ تاآنکہ (صدقہ کا) ایک لقمہ بڑھ کر اُحد پھاڑ کے برابر ھو جائے گا ،،۔

(۸۹٦)- اِس روایت کے ایک دوسرے راوی کو میں نے اس میں یہ اضافہ کرتے سنا ھے : ,,پھر آپ نے یہ آیت پڑھی : ،،

یَمْحَقُ اللہُ الرِّبَا وَ یُرْبِی الصَّدَقَاتِ (البقرہ ۲ : ۲۷٦)

اللہ ربا کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ھے ۔

(۸۹۷ ـ ۸۹۸) ـ ابوھریرۃؓ سے دو اور مختلف اسناد سے بھی یہی مذکورہ بالا حدیث مروی ھے ۔

ابو ھریرۃؓ سے مروی ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ,,صدقہ بری طرح مرنے سے بچاتا ھے ، اور یہ کہ صدقہ سائل کے ھاتھ میں جانے سے قبل اللہ کے ھاتھ میں پھنچتا ھے ،،۔

(۹۰۰) عبداللہ بن مسعودؓ کھتے ھیں :"جب بھی کوئی شخص صدقہ دیتا ھے تو وہ سائل کے ھاتھ میں جانے سے پھلے اللہ کے ھاتھ

marfat.com
Marfat.com

میں پہنچتا ہے اور وہ اسے سائل کے ہاتھ پر رکھتا ہے"۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ آیت کریمہ پڑھی :

أَلَمْ يَعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَ يَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ ۔
(التوبة ۹:۱۰۵)

کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقات لیتا ہے۔

(۹۰۱) ابو الدرداؓ کہتے ہیں : ,,اے درداء کی ماں! اللہ تعالیٰ کے پاس ایسی زنجیریں ہیں جو جہنم کی آفرینش کے دن سے لے کر اس دن تک کہ جس دن وہ لوگوں کی گردنوں میں ڈالی جائیں گی، مسلسل جہنّم کی دیگوں میں اُبل رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اللہ عزّوجل پر ایمان لے آنے کی وجہ سے اس کے آدھے حصّے سے نجات بخش دی ہے، تو اے درداء کی ماں! (بقیہ نصف حصّہ سے بچنے کے لئے) مسکین کے کھلانے پر رغبت دلاتی رہو"۔

ابو عبیدؒ: ابو الدرداءؓ کا مذکورہ بالا قول مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی شرح کر رہا ہے :

إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ
(الحاقة ٦٩ : ٣٣-٣٤)

بلاشبہ وہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان نہ رکھتا تھا اور مسکین کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا۔

صدقہ، دینے والے کے مال کی حفاظت کرتا ہے

(۹۰۲) زہریؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"جب کوئی بندہ بحسن و خوبی صدقہ ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے چھوڑے ہوئے مال کی باحسن طریق قائم مقامی کرتا ہے"۔

marfat.com
Marfat.com

(۹۰۳) بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,کوئی شخص اس وقت تک کوئی چیز نہیں نکالنے پاتا تاآنکہ وہ اسے دینے کے لئے ستّر شیطانوں کے جبڑوں سے نہ چھڑائے ،،(۲)

صدقہ کا ہر ذرّہ اجر رکھتا ہے

(۹۰۴) عدیؓ بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا : ,,(جہنّم کی) آگ سے بچنے کی کوشش کرو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے (ایسا ممکن) ہو، لیکن اگر یہ بھی میّسر نہ ہو تو صرف اچھی بات ہی کہہ دو،،

(۹۰۵) عدیؓ بن حاتم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,(جہنم کی) آگ سے بچو ، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ (ایسا ممکن) ہو، پھر حضورؐ نے (جہنم کے ہولناک منظر سے) کراہت فرماتے ہوئے رخ پھیر لیا ۔

(۹۰۶) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے ایک بکری ذبح کی ..... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں ، پھر میں نے کہا ,,یارسول اللہ ۔ بکری کے دست کے سوا اس میں سے کچھ نہیں بچا ہے : اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,اس کا سارا حصّہ بچ گیا صرف دست نہیں بچا ،،

ابو عبیدؒ : اس سے آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ جو کچھ انہوں نے صدقہ کر دیا ہے وہ تو ان کا ہوگیا (اور وہ انہیں ملے گا ، لیکن جو ان کے اپنے استعمال میں آگیا وہ ختم ہو گیا) ۔

(۹۰۷) عطاء بن فروخؒ سے روایت ہے کہ ایک سائل نے عبدالرحمن بن عوفؓ سے بھیک مانگی ۔ اس وقت ان کے پاس کھجور تھے ۔ چنانچہ انہوں نے اُسے ایک کھجور دے دیا ۔ اس سائل نے اس پر

marfat.com
Marfat.com

بُرا مانا ۔ اس پر ان (عبدالرحمن بن عوفؓ) سے دریافت کیا گیا : وہ (سائل) اس کا کیا کرے گا ؟" تو عبدالرحمن (بن عوفؓ) نے جواب دیا، "اللہ تو اس میں سے ایک ذرہّ برابر وزن قبول فرماتا ھے اور تم اس پورے کھجور پر بھی راضی نہیں ھو ؟"

ابو عبیدؒ : عبدالرحمنؓ یہ کہنا چاھتے ھیں کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ھے :

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (الزلزال ۹۹ : ۷)

تو جو ذرہ کے وزن برابر بھی بھلائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا ۔

(۹۰۸) ابو مدینہ کہتے ھیں کہ ایک سائل نے عبدالرحمن بن عوفؓ سے بھیک مانگی اور اُس وقت اُن کے سامنے انگوروں کا تھال تھا تو انھوں نے اُسے ایک انگور دے دیا ۔ پھر کہا : "اس میں بہت سے ذرّوں کے برابر وزن ھیں"۔

(۹۰۹) ھمیں ایک دوسرے راوی سے اسی سند سے یہ مؤخرالذّکر واقعہ بجائے عبدالرحمن بن عوفؓ کے سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ ھونے کی روایت ملی ھے ۔

(۹۱۰) زینب بنت نصر کہتی ھیں کہ میں اھل کوفہ کی عورتوں کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پہنچی ۔ اُن کے پاس انگور تھے ۔ ابھی ھم ان کے پاس ھی تھے کہ ایک سائل آ گیا انھوں نے کچھ دانے لے کر اس سائل کو دے دئیے ۔ اس پر ھم (عورتیں) آپس میں ایک دوسری کو دیکھ کر ھنسنے لگیں ۔ انھوں نے دریافت کیا : "کیا تم کوفہ والیاں ھو؟" ھم نے کہا "ھاں" تو اُنھوں نے کہا "ان دانوں میں جن کو تم دیکھ رھی ھو ، بہت سے ذرّوں کے برابر وزن ھیں"۔

marfat.com

Marfat.com

افضل صدقه (۹۱۱) جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا : ,,کونسا صدقہ افضل ہے ؟،، تو آپ نے فرمایا : ,, کم مال والے کی گاڑھی کمائی کا ـ،،

(۹۱۲) حسن کہتے ہیں کہ کسی شخص نے عثمان بن ابی العاص سے کہا : ,,اے ابو عبداللہ ! تم ہم سے بڑی دوری اختیار کر گئے ہو ـ،، انھوں نے کہا : ,,یہ کیسے ؟،، اُس شخص نے کہا : (اس طرح کہ) تم صدقہ بھی دیتے ہو ، کام بھی کرتے ہو، عطیّے بھی دیتے ہو ـ،، انھوں نے کہا : ,,کیا تم ہماری اس فراوانی پر بھی رشک کرنے لگے ہو؟،، اُس شخص نے کہا اللہ کی قسم ، یہی بات ہے ـ،، اس پر عثمان نے کہا : ,,اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ ایک درہم جسے تم میں سے ایک (راہ خدا میں) خرچ کرتا ہے، اپنی گاڑھی محنت کی کمائی میں سے اسے نکالتا ہے ۔ پھر اُسے اُس کی صحیح جگہ پر رکھتا ہے ۔ اُس کا وہ (ایک درہم) میری نظر میں ان دس ہزار درھموں سے افضل ہے جو ہم میں سے ایک خرچ کرتا ہے اور جس کی حیثیت سمندر سے شبنم کی سی ہے ـ،،

(۹۱۳) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گی : ,,کونسا صدقہ افضل ہے ؟،، آپ نے فرمایا : ,,وہ جو کنبہ ور رشتہ دار کو دیا جائے ـ،،

(۹۱۴) ایک اور سند سے بھی یہی روایت مروی ہے لیکن اس سند میں تابعی (ابن شہاب) بغیر صحابی کے واسطہ کے براہ راست حضورؐ تک پہنچ رہا ہے ۔

دوہرا صدقہ

(۹۱۵) سلمان بن عامر ضبیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,کسی مسکین کو صدقہ دینا تو ایک حیثیت سے

marfat.com
Marfat.com

صدقه هے لیکن رشته دار کو صدقه دینا دوهری حیثیت رکھتا هے ۔ ایک تو صدقه دوسرے صلۂ رحمی ۔۔

(۹۱٦) ایک اور روایت میں (سلمان) میں سے اختلاف سند کے ساتھ یہی مضمون مروی هے ۔

(۹۱۷) عبداللہ بن مسعودؓ کہتے هیں : ,,صدقه غنیمت (کا باعث) اور اُس کا ترک کرنا تاوان و خساره (کا موجب) هے۔

کعبؓ کہتے هیں : ,,جمعه کے دن صدقه (کا اجر) دُگنا کر دیا جاتا هے۔

—— ★ ——

حواله جات

۱) اِس باب میں ,,صدقه تطوّع ،، اور ,,صدقه فریضه،، ملے جلے هیں اور بیشتر کا تعلق ,,صدقه تطوّع ،، سے هے ۔

۲) مطلب یه هے که ستّر شیطان صدقه کی راه میں قائل رهتے هیں اور انسان کو راه خدا میں مال نکالنے کے لئے بہت سی سرکش خواهشات سے لڑنا پڑتا هے ۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۵۵

صدقه (زکوٰۃ) روکنے یا اسے

نہ دینے پر تنبیہ

(۹۱۹) عبداللہ کہتے ہیں : ,,جس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ نہ دی تو اُس کی کوئی نماز (قبول) نہ ہوگی ۔ "

(۹۲۰) ابو الاحوص سے بھی یہی روایت مروی ہے ۔

(۹۲۱) ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ میں رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا ۔ آپؐ اُس وقت کعبہ کے زیر سایہ تشریف فرما تھے ۔ جب آپؐ نے مجھے سامنے سے آتے دیکھا تو فرمایا: ,,کعبہ کے رب کی قسم ، وہی لوگ بڑے گھاٹے میں ھیں "۔ میں نے کہا : مجھے کیا ہو گیا ، کہیں میرے بارے میں کوئی وحی تو نازل نہیں ہو گئی ؟ کون ھیں وہ (گھاٹے والے) لوگ؟ میرے ماں باپ آپ پر فدا ھوں "۔ تو آپ نے فرمایا: ,,(یہ بڑے گھاٹے والے سرمایہ دار) بہت مال والے ھیں۔ اور ان میں سے صرف وہی لوگ اس گھاٹے سے بچے رھیں گے جو اپنا مال دھوبے بھر بھر کر اپنے سامنے دائیں اور بائیں اس طرح تقسیم کرتے رھے ۔ (پھر آپ نے دھوبے بھر کر اشارے سے اس قول کی تشریح فرمائی) ۔ پھر فرمایا : ,,اُس ذات کی قسم جس کے ھاتھ میں میری جان ھے ۔ تم میں سے جو بھی ایسے اونٹ یا بکریاں یا گائیں چھوڑ کر مرا جن کی زکات اُس نے ادا نہ کی ھو تو روز قیامت وہ جانور

marfat.com
Marfat.com

اپنی بڑی سے بڑی اور موٹی سے موٹی شکل میں آئیں گے، اُس شخص کو اپنے پیروں سے روندیں گے اور اپنے سینگ سے ماریں گے۔ جب تمام جانور (ایک مرتبہ) یہ عمل ختم کر لیں گے تو پھر از سرنو یہ عمل جاری ہو جائے گا ۔ (اور یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا) حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ نہ ہو جائے،،

(۹۲۲) جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ,,کوئی اونٹوں کا مالک جو ان کا حق ادا نہیں کرتا ہے ۔ روز قیامت اس کے اونٹ ہمیشہ سے زیادہ تعداد میں آئیں گے ۔ وہ شخص ایک ہموار میدان میں بٹھا دیا جائے گا ۔ جہاں وہ (اونٹ) اُس کو اپنی ٹانگوں اور سموں سے روندتے ہوئے تیزی سے گذریں گے ۔ اسی طرح کوئی بیل گایوں والا جو اُن کا حق ادا نہیں کرتا، روز قیامت وہ ہمیشہ سے زیادہ تعداد میں آئیں گے ۔ اُس شخص کو ایک ہموار میدان میں بٹھا دیا جائے گا جہاں وہ اسے اپنے سینگوں سے ماریں گے اور اپنے پیوں سے روندیں گے ۔ اسی طرح کوئی بھیڑ بکریوں والا جو اُن کا حق ادا نہ کرتا ہو ۔ روز قیامت ان کے مویشی ہمیشہ سے زیادہ تعداد میں آئیں گے ۔ اُس شخص کو ہموار میدان میں بٹھا دیا جائیگا جہاں وہ بھیڑ بکریاں اُسے اپنے سینگوں سے ماریں گی اور اُسے اپنے کھروں سے روندیں گی ۔ اُن میں سے ایک بھی بےسینگ یا سینگ ٹوٹی نہ ہو گی ۔ اسی طرح کوئی خزانہ والا جس نے اس خزانہ کا حق ادا نہ کیا ہو، روز قیامت اُس کا خزانہ ایسا سانپ بن کر آئے گا جس کے زہر کی شدت کی وجہ سے اس (سانپ) کے سر کے بال اُڑ جاتے ہیں اور وہ منہ کھول کر اس (مالک) کا پیچھا کرے گا ۔ جب وہ (سانپ) اُس کے پاس پہنچے گا وہ (مالک) اُس سے بھاگے گا ۔ تب اُس کا رب اُسے آواز دے گا : ,,لو اپنا وہ خزانہ جسے

marfat.com
Marfat.com

تم چھپا چھپا کر رکھتے تھے۔ (جتنی بے رغبتی تم اس وقت برت رہے ہو) میں اس سے بھی زیادہ اس سے بے نیاز ہوں۔ جب وہ شخص دیکھے گا کہ اس کے لئے اس سے مفر ہی نہیں تو وہ اپنا ہاتھ اس (سانپ) کے منہ میں ڈال دے گا اور وہ اسے (خشمناک) اونٹ کی طرح چبا ڈالے گا۔

(۹۲۳) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,کوئی ایسے خزانے کا مالک جو اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرتا ہو، روز قیامت اسے لایا جائے گا ۔ اور اس کا خزانہ اپنی بھر پور شکل میں اس کے پاس آئے گا ۔ پھر اسے ڈھا کر اس کی چادریں بنائی جائیں گی ۔ پھر انہیں جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا ۔ پھر ان سے اس کی پیشانی ، پہلو اور پشت کو داغا جائے گا ۔ جب کوئی چادر ٹھنڈی ہو جائے گی ۔ اُسے پھر گرم کیا جائے گا ۔ اور یہ عمل جاری رہے گا تاآنکہ اللہ پچاس ہزار سال کے لمبے دن میں اپنی مخلوق کے درمیان فیصلے کر دے بعد ازاں اس شخص کو اس کی راہ جنت یا جہنم دکھائی جائے گی ۔ اسی طرح اونٹوں کا وہ مالک جو ان کی زکوٰۃ نہ ادا کرتا ہو ، اُسے حاضر کیا جائے گا ۔ پھر اس کے اونٹ بھرپور تعداد میں لائے جائیں گے ۔ پھر اس (مالک) کو ہموار زمین میں اوندھا لٹایا جائے گا ۔ جہاں اس پر وہ اونٹ زور سے چلیں گے ۔ اپنے سموں سے اسے ٹھکرائیں اور کچلیں گے اور اپنے مونہوں سے اُسے چبائیں گے جب ایک بار وہ یہ عمل کر چکیں گے تو پھر از سر نو پلٹیں گے تاآنکہ اللہ تبارک وتعالی پچاس ہزار برس کے لمبے دن میں فیصلہ نہ فرما دے ۔ بعد ازاں اسے اس کی راہ جنت یا جہنم کی دکھائی جائے گی ۔ پھر آپؐ نے بھیڑ بکریوں اور گائے بیلوں کے بارے میں بھی ایسا ہی فرمایا ۔

marfat.com
Marfat.com

مال میں زکوٰۃ کے علاوہ دیگر واجب حقوق

(۹۲۴) طاؤس نے بھی یہ یا اسی قسم کی روایت کی ہے۔ مگر اس میں یہ اضافہ ہے : ,,آپؐ سے دریافت کیا گیا : ,,ان کے حق کیا ہیں تو آپؐ نے چار حق بتائے طاؤس کہتے ہیں کہ مجھے اُن کی ترتیب معلوم نہ رہی کہ حضورؐ نے ان چاروں میں سے کس کو پہلے کہا۔ بہرحال آپؐ نے فرمایا : ,,اُن کے رہائشی باڑوں پر ہی انہیں دوہا جائے ان میں سے سواری کے جانور پر (لوگوں کو سوار کیا اور سامان) لادا جائے اُن میں سے جو موٹا ہو اسے نحر (ذبح) کیا جائے اور ان میں سے دودھ دینے والی اونٹنی ضرورت مند کو عاریت دی جائے،،۔

(۹۲۵) خالد بن یزید کہتے ہیں کہ عطاء بن رباح سے ایسا ہی سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے : ,,تیس (اونٹ) بہت ہی عمدہ دولت ہے۔ اس میں سے دودھ والی اونٹنی ضرورت مند کو عاریت دی جائے گی۔ ان میں کی موٹی اونٹنی نحر (ذبح) کی جائے گی اور ان میں اچھی نسل اور تیز رفتار اونٹنی پر (آدمی یا سامان) لادا جائے گا،،۔

ابو عبیدؒ : ابو ہریرۃؓ اور طاوسؒ اس روایت سے یہ معنی لیتے ہیں کہ مویشی کے مالک پر یہ چار حقوق زکوٰۃ کے علاوہ بھی واجب ہیں۔ اور یہ حضرت ابن عمرؓ کے اس قول سے مشابہ ہے :۔

(۹۲۶) قزعہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عمرؓ نے کہا : ,,تیرے مال میں زکوٰۃ کے سوا اور بھی حقوق ہیں (۱)

(۹۲۷) ابن عمرؓ کہتے ہیں : ,,جس نے زکوٰۃ ادا کی، مہمان نوازی کی مصیبت زدوں کو دیا تو وہ حرص کی وجہ سے نفس کی بےصبری اور بخل سے پاک ہو گیا،،۔

marfat.com
Marfat.com

(۹۲۸) ابو حمزہؒ کہتے ھیں کہ میں نے شعبی سے کہا : ,,اگر میں اپنے مـــال کی زکوٰۃ ادا کر دوں تو کیا میرا وہ مال میرے لئے پاکیزہ اور طیب ہو جائے گا ؟ انھوں نے جواباً یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی :۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ (۲) وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرہ ۲ : ۱۷٦)

سرچشمہ خیر یہ نہیں کہ تم اپنے چھرے مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو، بلکہ حقیقی خیر اور بھلائی تو اس کی ھے جو اللہ پر اور روز آخرت پر نیز فرشتوں پر ، کتاب اور نبیوں پر ایمان لاتا ھے اور مال کو باوجود اس کی محبت کے رشتہ داروں یتیموں ، مسکینوں، اور مسافروں اور سائلوں نیز گردنوں کو آزاد کرانے میں خرچ کرتا نیز نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ دیتا ھے اور جب عھد و پیمان کئے جائیں تو اپنے عھدوپیمان کو وفا کرنے والے (نیکوکار ھیں) بالخصوص تنگ حالی ،

(۹۲۹) ایک دوسری سند سے یہی روایت شعبی ھی سے مروی ھے۔

ابو عبیدؒ : شعبی یہ بتانا چاھتے ھیں کہ انسان پر اس کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ یہ حقوق بھی ھیں ۔

جبکہ بعض علماء کا خیال تھا کہ یہ آیت منسوخ ھے ۔ ملاحظہ ہو:۔

(۹۳۰) ضحاک بن مزاحم کہتے ھیں کہ زکات فرض ھونے کے بعد قرآن مجید میں جس قدر صدقات کا ذکر ھے وہ سب منسوخ ہو گئے۔

marfat.com
Marfat.com

ابو عبیدؒ : لیکن یہ مسلک ابن عمرؓ و ابوھریرہؓ نیز دیگر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ھے جو قرآن مجید کے مفہوم و تاویل کو زیادہ جاننے والے اور اتباع کے زیادہ مستحق ھیں ۔ اور یہی مسلک طاؤس اور شعبی کا بھی ھے ۔ یعنی یہ کہ مال میں زکوۃ کے علاوہ دیگر حقوق بھی ھیں ۔ مثلاً والدین کے ساتھ سلوک اور ان کی خدمت ، صلہ رحمی ، مہمان نوازی نیز وہ حقوق جو مویشیوں کے مالکوں کے لئے بیان ہوئے ھیں ۔

(۹۳۱) ابن عباسؓ سے مروی ھے کہ وہ آیت کریمہ :

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۔ الآیۃ ۔ (البقرہ ۲ : ۱۷٦)

اور باوجود مال کی محبت کے اسے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سائلوں اور گردنوں کے چھڑانے میں دیا ۔

کے متعلق کہتے ھیں کہ یہ مدینہ منورہ میں اس وقت اُتری جب فرائض و واجبات کے احکام نازل ہوئے اور دیگر پابندیاں متعین کی گئیں ۔ اور لوگوں کو عمل کا حکم دیا گیا ۔

(۸۳۲) ابن جریج کہتے ھیں کہ مومنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا : ,,کیا کچھ خرچ کریں ؟،، تو یہ آیت نازل ہوئی : ۔

يَسْأَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (البقرہ ۲ : ۲۱۵)

یہ لوگ آپ سے دریافت کرتے ھیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم خیر (خدا کی دی ہوئی دولت) سے

marfat.com

Marfat.com

خرچ کرو تو وہ والدین کے لئے ہو۔ نیز اقرباء و یتامی و مساکین اور مسافروں کے لئے ۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ یہ رضا کارانہ عطیات سے متعلق ہے۔ زکات (کا اس سے تعلق نہیں وہ) اس سے جداگانہ ہے : ۔

★

حوالہ جات

۱) دراصل فرض اور لازمی حق صرف ,,زکوٰۃ،، ہے اور جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں بتایا ہے ,,زکوٰۃ،، کی اس تعریف کے بعد مسلمان پر کوئی مالی فریضہ باقی نہیں رہتا ۔ تاہم اپنی طور پر خیرات و صدقات دیتے رہنا اور نیک کاموں میں حصہ لینا اچھا عمل ہے جس کی تاکید کی گئی ہے اور اس کا شوق دلایا گیا ہے ۔ یہاں اگر ,,زکوٰۃ،، سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ صدقہ ہے تو پھر اس کے علاوہ سب مزید مطالبات جو اسلامی حکومت کرے فرض ہوں گے اور وہ بھی ,,زکوٰۃ ہی ہوں گے،،

واضح رہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے بلکہ صحابی کا قول ہے اور اس ماحول میں کہا گیا ہے جبکہ ,,زکوٰۃ،، سے مراد ,,صدقہ مفروضہ رسول اللہ،، ہوتا تھا ۔ (مترجم)

۲) یہاں قرآن مجید میں ایک ہی آیت میں زکوٰۃ کے علاوہ دیگر ضرور تمندوں کو مال دینے کی تاکید کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے زکوٰۃ کے علاوہ نجی طور پر تطوعاً دیگر حقوق بھی مالداروں پر عائد ہوتے ہیں ۔ (مترجم)

۳) ,,زکوٰۃ،، کی وسعتوں میں ,,صدقات سما جاتے ہیں جو مختلف ادوار اور مختلف مقادیر میں مسلمانوں کے اولوالامر کی طرف سے فرض کئے جاتے ہیں ۔ لہذا زکوٰۃ سے صدقات کا نسخ نہیں ہوتا ۔ پھر زکوٰۃ کا حکم قدیم ہے اور صدقات کا بعد میں یوں بھی صدقات سے زکوٰۃ منسوخ ہوتا درست ہوتا نہ کہ زکوٰۃ سے صدقات کا حقیقت میں اس قسم کے تمام اقوال زکوٰۃ و صدقات کے بارے میں ابہام کے پیدا کردہ ہیں ۔ (مترجم)

marfat.com

Marfat.com

باب : ٥٦

اونٹوں پر صدقہ (زکوٰۃ) کا فریضہ اور اُس کے قوانین

صدقات سے متعلق عمرو بن حزمؓ کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی

(۹۳۳) عمرو بن حزم محمد بن عبدالرحمن انصاری کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ خلافت ملنے کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ منورّہ میں ایک آدمی بھیجا جو وہاں صدقات (زکوٰۃ) سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ اور حضرت عمر بن الخطابؓ کا گرامی نامہ تلاش کر لائے ۔ چنانچہ اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقات سے متعلق وہ مکتوب گرامی جو آپ نے عمرو بن حزمؓ کے نام بھیجا تھا ، عمرو بن حزمؓ کے خاندان میں مل گیا اور صدقات سے متعلق حضرت عمرؓ کا مکتوب گرامی حضرت عمرؓ کے خاندان میں مل گیا ، اُس مکتوب کی عبارت رسول اللہؐ کے گرامی نامہ کی عبارت سے مشابہ تھی ۔ الغرض وہ دونوں گرامی نامے اُن کے لئے نقل کرائے گئے ۔ عمرو بن حزم کہتے ہیں کہ انھوں نے محمد بن عبدالرحمن سے درخواست کی کہ وہ ان دونوں گرامی ناموں کی نقلیں انھیں دے دیں ۔ چنانچہ اُن کے لئے اس خط کا وہ حصہ جو اونٹوں ، گائے ، بیلوں، بھیڑ، بکریوں، چاندی ، کھجور یا پھلوں ۔ نیز غلّوں اور منقے کشمش کے صدقہ (زکوٰۃ) سے متعلق تھا نقل کر دیا گیا اس میں تھا :

marfat.com
Marfat.com

جب تک پانچ اونٹ نہ ہو جـــائیں ان پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔
جب ان کی تعداد پانچ ہو جائے تو ان پر نو ہونے تک ایک بکری (زکوٰۃ) دی جائے گی ۔ جب نو میں ایک کا اضافہ ہو کر دس (اونٹ) ہو جائیں تو ان پر چودہ ہونے تک دو بکریاں (زکوٰۃ) دی جائے گی ۔ پھر جب ان میں ایک اونٹ بڑھ جائے اور وہ پندرہ ہو جائیں تو ان پر انیس ہونے تک تین بکریاں (زکوٰۃ) دی جائیں گی ۔ پھر جب ان میں ایک بڑھنے سے وہ بیس ہو جائیں تو چوبیس تک ان پر چار بکریاں (زکوٰۃ) دی جائیں گی ۔ اور جب وہ پچیس اونٹ بن جائیں تو ان پر پنتیس ہونے تک ایک بنت مخاض (۱) دی جائے گی ۔ لیکن اگر اونٹوں میں ,,بنت مخاض،، نہ ہوتو پھر اس کے بجائے،، ابن لبون،، دیا جائے گا۔
پھر جب ان (پنتیس) میں ایک کا بھی اضافہ ہو جائے تو پینتالیس تک ان پر ,,بنت لبون،، دی جائے گی ۔ پھر جب پنتیالیس میں ایک کا بھی اضافہ ہو جائے تو ان پر ساٹھ ہونے تک ایک ,,حقة ،، دی جائے گی ۔ یہ اونٹنی نر کی جفتی کے لئے تیار (اور بار برداری کے لئے بھی مناسب ہوگی ۔ پھر جب ان کی تعداد ساٹھ سے ایک بھی بڑھ جائے تو ان پر پچھتر ہونے تک ایک جذعة دی جائے گی ۔ پھر جب (پچھتر سے) ایک بھی بڑھ جائے تو ان پر نوّے ہونے تک دو ,,بنت لبون،، دی جائیں گی ۔ پھر جب وہ اس تعداد سے ایک بھی اوپر ہو جائیں تو ان پر ایک سو بیس ہونے تک دو حقّة، نر کی جفتی کے لائق (اور بار برداری کے لئے مناسب) دی جائیں گی ۔ اور جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس ہو جائے تو اس کے بعد پورے دس اونٹوں کے اضافہ سے پہلے زکوٰۃ میں کوئی نیا اضـــافہ نہـــیں کیا جائے گا ۔ جب وہ ایک سو تیس ہو جائیں تو ان پر ایک سو چالیس ہونے تک دو ,,بنت لبون،، اور ایک حقّة بطـــور زکوٰۃ لی جائیں گی جب وہ پورے ایک سو

marfat.com
Marfat.com

چالیس ہو جائیں تو ان پر ایک سو پچاس ہونے تک دو حقّہ اور ایک بنت لبون وصول کی جائیں گی ۔ جب وہ پورے ایک سو پچـــاس ہو جائیں تو ان پر ایک سو ساٹھ ہونے تک تین حقّہ وصول کی جائیں گی ۔ جب وہ ایک سو ساٹھ ہو جائیں تو ان پر ایک سوسترّ ہونے تک چار ,,بنت لبون،،لی جائیں گی ۔ جب وہ ایک سو ستّر ہو جائیں تو ان پر ایک سو اسی ہونے تک تین بنت لبون اور ایک حقۃ وصول کی جائیں گی ۔ جب وہ ایک ســو اســی ھــو جائیں تو ان پر ایک سو نوے ہونے تک دو ,,حقہ،، اور دو ,,بنت لبُون،، لی جائیں گی ۔ جب وہ ایک سو نوّے ہو جائیں تو دو سو ہونے تک ان پر تین حقّہ اور ایک بنت لبُون وصول کی جائیں گی ۔ جب وہ دو سو ہو جائیں تو ان پر دو سو دس ہونے تک یا تو پانچ ,,بنت لبُون،، یا چار ,,حقّہ،، وصول کی جائیں گی ۔ جب وہ دو سو دس ہو جائیں تو ان پر دو سو بیس ہونے تک چار بنت لبون اور ایک حقّہ لی جائیں گی ۔ جب وہ دو سو بیس ہو جائیں تو ان پر دو سو تیس ہونے تک تین ,,بنت لبون،، اور دو حقّہ لی جائیں گی ۔ جب وہ دو سو تیس ہو جائیں تو ان پر دو سو چالیس ہونے تک تین حقّہ،، اور دو ,,بنت لبُون،، لی جائیں گی ۔ جب وہ دو سو چالیس ہو جائیں تو ان پر دو سو پچاس ہونے تک یا تو چھ ,,بنت لبُون ،، یا چار ,,حقہ،، اور ایک ,,بنت لبُون،، لی جائیں گی ۔ جب دو سو پچاس ہو جائیں تو دو سو ساٹھ ہونے تک ان پر پانچ حقّہ یا پانچ ,,بنت لبُون،،اور ایک حقّہ لی جائیں گی ۔ جب دوسو ساٹھ ہو جائیں تو دو سو ستّر ہونے تک ان پرچار ,,بنت لبون،، اور دو,,حقّہ،،لیجائیں گی جب وہ دو سو ستر ہوجائیں تو دو سو اسّی ہونے تک ان پر تین ,,حقُہ،، اور تین ,,بنت لبُون ،، لی جائیں گی ۔ جب وہ دو سو اسی ہو جائیں تو دو سو نوے ہونے تک ان پر سات ,,بنت لبون،، یا چار ,,حقّہ،،

marfat.com

Marfat.com

اور دو ,,بنت لبون،، لی جائیں گی ۔ جب وہ دو سو نوے ہوجائیں تو تین سو ہونے تک ان پر یا تو چھ ,,بنت لبون،، اور ایک ,,حقہ،، یا پھر پانچ ,,حقہ،، اور ایک ,,بنت لبون،، لی جائیں گی ۔ جب وہ تین سو ہو جائیں تو ان پر یا تو چھ ,,حقہ ،، یا پانچ ,,بنت لبون،، اور دوحقّہ لی جائیں گی ۔ اور صدقہ وصول کرنے والے کو اختیار ہو گا کہ وہ ان دونوں عمروں کی اونٹنیوں میں جونسی چاہے وصـول کرے ، اور جب اونٹوں کی تعداد تین سو سے اوپر ہو جائے تو ہر پچاس پر ایک ,,حقّہ،، اور ہر چالیس پر ایک ,,بنت لبون،، لی جائے گی ۔

ابوعبیدؒ :۔ اونٹوں کے (صدقہ کے) بعد اس روایت میں بقیہ انواع صدقہ کا ذکر کیا گیا ہے ۔ جسے ہم ان کی جگہوں پر بیان کریں گے ۔ ان شاء اللہ ۔

(۹۳۴) ابن شہاب کہتے ہیں ۔ یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ,,صدقات،، کے متعلق گرامی نامہ کی نقل، اور یہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے خاندان میں تھی ، مجھے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ نے اس کا مطالعہ کرایا ، اور اس مکتوب کی تفصیل یہ ہے ۔ ,,پانچ سے کم اونٹوں پر کچھ صدقہ نہیں لیا جائے گا ۔ جب پانچ ہو جائیں گے تو ان پر ایک بکری (یا بھیڑ) لی جائے گی ۔،، بعد ازاں انہوں نے وہی تفصیلات بیان کیں جو عمرو بن حزم کی مذکورہ بالا حدیث میں ہیں، دونوں روایتوں میں ایک سوبیس کی تعداد سے اوپر ہونے کے سوا کوئی اختلاف نہیں ہے ۔ جسکی تفصیل ذیل میں ہے :

۱۔ ابن شہاب کی روایت میں ہے کہ جب ایک سو اکیس ہو جائیں تو ایک سو تیس ہونے تک ان پر تین ,,بنت لبون،، لی جائیں گی ۔

marfat.com
Marfat.com

لیکن عمرو بن حزم کی مذکورہ بالا روایت کے الفاظ یہ ھیں :۔
ایک سو بیس ھو جانے کے بعد پورے دس اونٹوں کے اضافہ سے پہلے (یعنی ایک سو تیس ھو چکنے تک) زکوٰۃ میں کوئی نیا اضافہ نہیں کیا جائے گا ۔

بعد ازاں ھر دو روایت کا حساب یکساں ھے اور آگے چل کر صرف دو سو پر پھر دونوں میں اختلاف ھوتا ھے ۔

ابن شہاب کی روایت میں دو سو کے بعد کوئی حساب مذکور نہیں ۔ بلکہ دو سو کے بعد وہ کہتے ھیں ۔ ,,دو سو سے اوپر جو اضافہ ھوا اس پر ھماری مذکورہ تفصیل کے مطابق صدقہ لیا جائے گا ،،۔

(٩٣٥،٩٣٦،٩٣٧) اسی مضمون کی روایات ابن شہاب ھی سے بواسطہ سالم مختلف سندات سے ھم تک پہنچی ھیں ۔

ابو عبیدؒ : میرا خیال ھے کہ سالم اپنے والد سے روایت کرتے ھیں کہ عبادؒ بن العوّام اس روایت کی سند میں ,,سالم اپنے باپ سے،، کے الفاظ بیان کرتے ھیں ۔

(٩٣٨) ابن جریج کہتے ھیں کہ مجھے حضرت عثمان بن عفانؓ نے ایک خط دیا جسے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن حزم نے مکہؓ کے گورنر محمد بن ھشام کو لکھا تھا ۔ اس کے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ یہ وھی مکتوب گرامی ھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو لکھا تھا اس کی عبادت یہ ھے :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

,,یہ ھے بھیڑ بکریوں اور اونٹوں سے متعلق وہ فریضہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ھے ۔ پھر انھوں نے اونٹوں کے بارے میں بھی مذکورہ بالا جیسی تفصیل بیان کی ۔ البتہ انھوں نے اپنے

marfat.com
Marfat.com

حساب میں ایک سو بیس سے اوپر حساب نہیں بتایا ، بلکہ اس کے بعد کہا ۔ جب وہ (اونٹ) ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر پچاس پر ایک ,,حقہ،، لے لی جائے ۔،،

(۹۳۹) عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ ابو بکر بن عبداللہ ابن عمر نے انھیں ایک مکتوب بھیجا ۔ جسے ابو بکر بن عبداللہ نے اس صحیفہ سے نقل کیا تھا ۔ جو انھوں نے حضرت عمرؓ بن الخطاب کی نیام سے بندھا ہوا پایا تھا، پھر انھوں نے اونٹوں کے صدقہ کے بارے میں مذکورہ بالا جیسی تفصیل بیان کی ، جس میں انھوں نے ایک سو بیس کے اوپر کوئی حساب نہیں بتایا بلکہ یہ کہا ۔ ,,ایک سو بیس کے اوپر جو اونٹ بڑھیں تو ان پر ہر چالیس میں ایک ,,بنت لبون،، اور ہر پچاس میں ایک ,,حقّہ،، لی جائے گی ۔،،

(۹۴۰) لیث بن سعد کہتے ہیں ۔ صدقہ سے متعلق مکتوب میں ہے چوبیس یا اس سے کم اونٹوں پر صدقہ میں بھیڑ بکریاں لی جائیں گی،اور حساب یہ ہوگا ۔ کہ ہر پانچ اونٹوں پر ایک بھیڑ یا بکری لی جائے گی - پھر انھوں نے بھی مذکورہ بالا جیسی روایت بیان کی لیث کہتے ہیں کہ مجھے نافع نے بتایا کہ یہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے اس مکتوب کی نقل ہے جو ان کی وصیت سے منسلک تھا، لیث یہ بھی کہتے ہیں کہ نافع نے مجھے بتایا کہ انھوں نے متعدد بار یہ مکتوب عبداللہ بن عمرؓ کے روبرو پیش کیا تھا ۔

(۹۴۱/۲) مالک بن اُنس کہتے ہیں کہ میں نے صدقہ کے موضوع پر حضرت عمرؓ ابن الخطاب کا مکتوب پڑھا ۔ اس میں درج تھا ۔

یہ صدقہ پر مشتمل مکتوب ہے - چوبیس اونٹوں تک ہر پانچ پر ایک بھیڑ یا بکری لی جائے گی - پھر انھوں نے بھی مذکورہ بالا جیسی روایت بیان کی ۔

marfat.com
Marfat.com

(۹۳۲) اور همیں حسن، ابراهیم اور شعبی سے یه روایت پہنچی هے که یه تینوں حضرات بھی اونٹوں کے صدقه کے بارے میں مذکورہ بالا جیسی تفصیل هی بیان کرتے هیں۔

ابو عبیدؒ: صدقه کے سلسله میں آنحضرت صلی الله علیه وسلم کا ارشاد؛ حضرت عمرؓ کا مکتوب، اور بعد ازاں تابعین کے فتاوی، اونٹوں کے صدقه کے بارے میں پانچ سے لے کر ایک سو بیس تک بالتواتر ایک بات کی تائید کر رهے هیں۔ اس حد تک سوائے ایک روایت کے جو حضرت علیؓ سے مروی هے اور جو همارے خیال میں ان سے محفوظ طریقه سے منقول نہیں، اس باب کی دیگر جمله روایات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ (حضرت علیؓ والی روایت یه هے)

حضرت علیؓ کی شاذ روایت اور اس پر کلام

(۹۳۳) عاصم بن حمزه حضرت علیؓ سے روایت کرتے هیں که انہوں نے کہا: ان کی یه روایت ایک مقام کے سوا تمام مذکورہ بالا روایات کے مطابق هے اور وہ اختلافی مقام یه هے که انہوں نے کہا: ,,پچیس اونٹوں پر پانچ بھیڑیں یا بکریاں لی جائیں گی،،۔

ابوعبیدؒ: اور یه ایسا قول هے جس پر نه اهل حجاز کا عمل هے نه اهل عراق کا، نه هی همیں ان کے سوا ایسے لوگوں کا علم هے۔ جو اس کے قائل هوں۔

بلکه سفیان بن سعید سے منقول هے که وہ اس روایت کو حضرت علیؓ کا کلام ماننے سے انکار کرتے اور کہتے تھے که حضرت علیؓ کی دینی فقاهت سے مستبعد هے که وہ ایسی بات کہیں۔

اور کچھ لوگوں نے انہی (سفیان) سے یه بھی روایت کی هے که لوگوں نے اس بات کو حضرت علیؓ سے منسوب کرنے کو تسلیم نہیں کیا۔

marfat.com
Marfat.com

ابو عبیدؒ: یہ ہیں اونٹوں کے فرائض سے متعلق پہنچنے والی روایات ، ان میں ایک سو بیس کی حد تک تو سوائے ایک (مذکورہ بالا) اختلاف کے کوئی اختلاف نہیں ہاں جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائے تو اس میں اختلاف ہیں ۔

اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے زائد ہونے پر اختلافات

(۹۳۴) عاصم بن حمزہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس ہو جائے تو پھر پہلے حساب کے مطابق ان پر از سرنو فریضہ جاری کیا جائے گا ۔

(۹۳۵) سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ اس مکتوب صدقہ میں جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں (دیکھئے نمبر ۹۳۴) مذکور ہے کہ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے ایک بھی زائد ہو جائے تو ان پر تین ,,بنت لبوُن ،، لی جائیں گی ۔

(۹۳۶) محمد بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب صدقہ اور حضرت عمرؓ کے مکتوب صدقہ میں یہ درج ہے کہ اونٹوں کی تعداد جب ایک سو بیس تک پہنچ جائے تو پھر اگلی دھائی کے پورا ہونے (ایک سو تیس) ہونے تک ان پر کوئی زکوٰۃ نہیں لی جائے گی ۔ تاآنکہ وہ ایک سو تیس ہو جائیں۔

ابوعبیدؒ :۔ یہ ہیں تین مختلف اقوال ، پہلا قول جو حضرت علیؓ سے ہم نے درج کیا ہے ۔ اس کی رو سے فریضہ از سرنو جاری کیا جائے گا۔ یہ اہل عراق کا قول ہے ۔ اور اسی کو سفیان بھی اختیار کئے ہوئے تھے ۔ اس کے مطابق شرح صدقہ یہ ہو گی کہ ایک سو پچیس اونٹوں پر دو حقّہ اور ایک بھیڑ یا بکری ، اور ایک سو تیس پر دوحقّہ اور دو بکریاں یا بھیڑیں اور ایک سو پنتیس پر دوحقہّ اور تین بکریاں یا

marfat.com
Marfat.com

بھیڑیں اور ایک سو چالیس پر دو حقّہ اور چار بکریاں یا بھیڑیں، اور ایک سو پنتالیس پر ـــ حضرت علیؓ کی تاویل کے لحاظ سے ـــ دو حقّہ اور پانچ بھیڑیں یا بکریاں ، اور سفیان نیز اہل عراق کے قول کے بموجب دو حقّہ اور ایک بنت مخاض ۔ پھر جب اونٹ پورے ایک سو پچاس ہو جائیں تو ان پر تین حقہ لی جائیں گی ۔ اس کے بعد اونٹوں کے بڑھنے پر دو سو تک از سرنو پہلا حساب دھرایا جائے گا ۔ جب وہ دو سو ہو جائیں تو ان پر چار حقہ لی جائیں گی اور جب اس تعداد سے زیادہ ہو جائیں تو ان پر بھی از سر نو ہمارا بیان کردہ پہلا حساب دھرایا جائے گا ۔

یہ ہے حضرت علیؓ کے قول سے پیدا شدہ مسلک اور اہل عراق کا معمول ۔

دوسری روایت ابن شہاب کی ہے ۔ اس کی رو سے جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے بڑھ جائے تو ان پر تین بنت لبون لی جائیں گی ۔ ہمیں یہ تصریح سوائے اس روایت کے اور کہیں نہ ملی اور اس کی کوئی توجیہ بھی میری سمجھ میں نہیں آتی ۔ بلکہ مجھے تو خطرہ ہے کہ یہ غیرمحفوظ روایت ہے ۔ اس لئے کہ اس میں نہ تو فرائض کا ابتدائی حساب ملحوظ رکھا گیا ہے اور نہ آخری ۔ چنانچہ آپ جانتے ہیں کہ ابتدا میں جب اونٹوں کی تعداد پچیس ہو جاتی ہے تو پنتیس ہونے تک ان پر ایک ,,بنت مخاض ،، لی جاتی ہے اور جب پنتیس سے ایک بھی بڑھ جائے تو اونٹنی تو ایک ہی رہتی ہے لیکن عمر بڑھا دی جاتی ہے اور اب ان پر ایک ,,بنت لبون،، لی جاتی ہے ۔ پھر تمام فرائض کی عمریں اسی معیار پر رکھی جاتی ہیں ۔

یہ ہے فرائض میں ابتدائی حساب کو ملحوظ رکھنے کا نتیجہ ۔ اگر اسے ملحوظ رکھا جائے تو لازم آتا ہے کہ ایک سو اکیس ہونے پر ایک

marfat.com
Marfat.com

سو تیس تک دو بنت لبون اور ایک ,,حقه،، لی جائے ۔ اس طرح
ابتدائی حساب کی رعایت هوتی ۔ اور اگر آخری حساب کی رعایت
رکھی جائے تو اس میں هر چالیس پر ایک بنت لبون اور هر پچاس پر
ایک حقه لیا جائے گا ۔ اگر اسے معیار بنایا جاتا تو اس حساب سے
ایک سو بیس پر تین بنت لبون لی جاتیں ۔ اس لئے که هر چالیس پر
ایک ,,بنت لبون،، لی جائے گی ۔ اور اس صورت میں اونٹوں کی تعداد
ایک سو بیس سے زائد هے ۔ اور هم دیکھ رهے هیں که اس اضافه کے
باوجود انهوں نے زکوٰۃ میں لئے جانے والے جانوروں کی عمروں میں
کسی اضافه سے تبدیلی نهیں کی هے ۔ اس بنا پر یه قول نه تو ابتدائی
حساب کی رعایت سے درست رهتا هے نه آخری حساب کی رعایت
سے ۔

اب رها تیسرا قول ، جو محمد بن عبدالرحمان کی روایت
نمبر ۹۳۶) میں هے اس کی رو سے ایک سو بیس پر اضافه سے صدقه
میں کسی مزید اضافه کی ضرورت نهیں هو گی ۔ تاوقتیکه وه ایک
سو تیس نه هو جائیں ۔ پھر ان پر دو بنت لبون اور ایک حقّه لی جائے
گی ۔ یه وهی قول هے جس پر عمل کیا جاتا هے ۔ اس کے معنی یه هیں
که ایک سو بیس سے ایک سو تیس هونے تک کا اضافه وه درمیانی
تعداد (شنق) هے۔ جسے شمار نهیں کیا جائے گا ۔ ایسے دو فریضوں کے
درمیان کی تعداد جو محسوب نه هوگا یوں کے لئے وه ,,وقص،، کهلاتی
ہے ۔ پھر جب وه اونٹ ایک سو تیس هو جائیں تو ان پر اونٹ هی
لئے جائیں گے اور بالتدریج ان کی عمروں کا اضافه هوتا رهے گا ۔ اور
کبھی تک کوئی بھی ایسی شکل نه پیدا هو گی ۔ جس میں بھیڑ یا
بکری پھر سے لی جائے ۔

marfat.com
Marfat.com

یہ امام مالک اور اہل حجاز کا قول ہے کہ جب (اونٹوں پر) ایک بار اونٹ لے لیا جائے تو بعد ازاں ان کے صدقہ میں پھر بکری نہیں لی جائے گی۔

اور ابتدا میں اونٹوں پر اونٹ اسی وقت فرض ہو گا۔ جب ان کی تعداد پچیس ہو جائے۔ اس تعداد پر بکری بھیڑ کی بجائے ان پر ایک ,,بنت مخاض،، لی جائے گی۔

یہی مفہوم ہماری مذکورہ بالا تمام روایات میں پایا جاتا ہے۔ صرف حضرت علیؓ کی روایت اس سے مستثنیٰ ہے۔ بشرطیکہ ان کی وہ روایت محفوظ طور پر ان سے مروی ہو۔

اسی ذیل میں یہ حدیث رسول اللہؐ بھی ہے۔ جو حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے۔

(۹۴۷) حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹوں میں ہر چالیس پر ایک ,,بنت لبون،، اور ہر پچاس پر ایک حقّہ لی جائے گی۔

اور ایسا ہی حضرت عمرؓ کا قول ہے :۔

(۹۴۸) جسے بالکل اسی طرح ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے۔

ابو عبیدؒ : ان روایات میں دونوں مفہوم یکجا ہیں، ایک تو یہ کہ ایک سو بیس کے بعد اونٹوں کے صدقہ میں بھیڑ بکریاں پلٹ کر نہیں لی جائے گی۔ چنانچہ آپ دیکھ لیجئے کہ اس تعداد کے بعد پلٹ کر ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ دو فرائض کے درمیان کی تعداد پر کچھ نہیں لیا جائے گا۔ اس لئے کہ آپ کا فرمان صاف ہے ,,ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقّہ،، چنانچہ آپؐ نے ان دونوں دھائیوں کے اضافہ پر سکوت فرمایا،، لی

marfat.com

Marfat.com

حالانکہ محمد بن عبدالرحمن سے ہماری مذکورہ مروی روایت (نمبر ٩٣٣) میں تین سو تک کی تفصیلات ہیں۔ جس میں یہ درمیانی تعداد بھی شمار کی گئی ہے۔

معینہ عمر والے اُونٹ نہ ملنے کی صورت میں متبادل صورتیں

یہ ہیں اونٹوں کے فرائض سے متعلق روایات ، ظاہر ہے مذکورہ عمروں کے جانور اسی وقت لئے جائیں گے۔ جبکہ زکوٰۃ دینے والے اونٹوں کے مالکان کے پاس ان عمروں کے جانور موجود ہوں، ایسی صورت میں جبکہ ان کے پاس مذکورہ عمروں کے جانور موجود نہ ہوں اور زکوٰۃ وصول کرنے والا، ان متعین عمروں کے جانوروں کے بجائے دیگر جانور لینے کی ضرورت محسوس کرے تو اس ضمن میں کچھ اور قواعد ہوں گے جو احادیث و آثار میں بیان ہوئے ہیں۔

(٩٤٩) محمد بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ نامہ اور مکتوب حضرت عمرؓ میں درج ہے : ,,ہر پچیس اونٹوں پر ایک بنت مخاض لی جائے گی اگر مذکورہ عمر والی اونٹنی نہ ہو تو اس کی جگہ ایک ابن لبون لیا جائے..گا.،،

(٩٥٠) عاصم بن ضمرہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں: ,,جب اونٹوں کی تعداد پچیس سے اوپر ہو جائے تو ان پر ایک ,,بنت مخاض،، لی جائے گی۔ اگر یہ نہ ملے تو تو پھر اس کی جگہ ابن لبون لیا جائے گا۔،،

(٩٥١) ابراہیم کہتے ہیں : ,,صدقہ میں بنت مخاض کے بجائے ابن لبون لے لینے کے علاوہ اور کوئی ایسی شکل نہیں۔ جس میں مادہ کی بجائے نر لے لیا جاتا ہے۔،،

(٩٥٢) عاصم حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں : ,,جب بھی

marfat.com
Marfat.com

صدقه وصول کرنے والا معینه عمر سے بڑی عمر کا جانور (اونٹ) لے۔ تو اسے دو بکریاں یا دس درهم واپس کرنا هوں گے ۔۔

(۹۵۳) ابراهیم کہتے هیں ۔ ,,جب صدقه وصول کرنے والے کو بنت مخاض نه ملے تو اسے ابن مخاض اور اوپر سے دس درهم یا دو بکریاں دے دی جائیں گی ۔۔

ابو عبیدؒ : ۔ اس مسئله میں سفیان ، اوزاعی اور مالک ایک دوسرے سے اختلاف کرتے هیں ۔

سفیان نے تو حضرت علیؓ کی روایت کو اختیار کیا هے اور اس کے سوا کسی روایت کو نہیں لیا ۔ چنانچه وه کہتے هیں :,,جب صدقه وصول کرنے والے کو معینه عمر کا جانور نه ملے تو وه اس سے اوپر کی عمر کا جانور لے لے اور دو بکریاں یا دس درهم واپس کر دے ۔ یا پھر انهوں نے یه کہا که وه ایک دینار یا دس درهم واپس کر دے ۔ ،، اس کے برخلاف اوزاعی کہتے هیں ۔

(۹۵۴) محمد بن شعیب بن شابور راوی هیں که میں نے اوزاعی کو یه کہتے سنا : ,,جب وه (محصل صدقه) معینه عمر کا جانور نه پائے تو اس کی قیمت وصول کرے گا ۔

اور مالک نے ان دونوں سے الگ هو کر ایک تیسری بات کہی هے۔

(۹۵۵) عبدالله بن بکیر راوی هیں که مالک نے کہا : کوئی جانور معینه عمر کے جانور کے سوا نہیں لیا جائے گا ۔ صرف اس اصول سے بنت مخاض کے بجائے ,,ابن لبوٗن،، لے لینا مستثنیٰ هے ۔

ابو عبیدؒ : همارے خیال میں مالک کی یه رائے اس لئے هے که انهوں نے اس رخصت کو خصوصی طور پر صرف اسی شکل میں منحصر کر دیا ۔

marfat.com

Marfat.com

مالک کہتے ہیں : ان شکلوں میں جبکہ صدقہ میں بنت لبون یا حقّہ یا جذعة واجب ہوتی ہوں تو اونٹوں کے مالک کو اس عمر کے جانور ہی فراہم کرنا ہوں گے۔ وہ کہتے ہیں : : ،،میں یہ پسند نہیں کرتا کہ زکوٰة وصول کرنے والا ان کے بجائے ان کی قیمت وصول کرے،،۔

وہ کہتے ہیں ،،یہی صورت گائے اور بکریوں میں بھی ہو گی۔،،

ابوعبیدؒ : اور ان میں سے ہر ایک نے ایک بنیاد کی وجہ سے یہ مسلک اختیار کیا ہے۔

۱۔ سفیان نے تو ایک صحابی کے اثر کو لیا اور اسی پر اکتفا کی.

۲۔ اور جہاں تک ہمارا خیال ہے اوزاعی کا استدلال اس پر ہے کہ عمریں مختلف ہوتی ہیں اور اسی بنا پر دو فریقوں کے درمیان ایک دینار اور دس درہم سے زیادہ اور بعض حالات میں ان سے کم، کا فرق پڑ جاتا ہے۔ لہذا وہ کہتے ہیں کہ اسی قاعدہ کو میں تمام بقیہ احکام پر بھی منطبق کرتے ہوئے کہوں گا۔ کہ جس کے ذمہ بھی کسی جانور یا کسی ساز و سامان کی ادائی لازم ہو جائے اور وہ چیز ختم ہو چکی ہو یا نہ مل سکے تو اسے اس کی قیمت ادا کرنا ہو گی۔

۳۔ مالک کی دلیل یہ ہے کہ صدقہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حقوق میں سے ایک حق ہے اور اس کی حیثیت لوگوں کے ان حقوق کی طرح نہیں جو ایک معینہ شکل میں ہونے کے بعد قرض کی صورت اختیار کر لیتے ہوں۔ بلکہ ان کی حیثیت نماز کی سی ہے کہ اگر اس کی ادائی کی سبیل ہو تو ایک کی جگہ دوسری نہیں لے سکتی۔ امام مالک کا یہ قول (ہی صحیح) مسلک ہوتا بشرطیکہ لوگوں کو اس کے بجا لانے میں دشواری نہ ہوتی اور انہیں بڑی تلاش کی زحمت اور اپنے پاس غیرموجود شے کو مہیا کرنے کی تکلیف برداشت نہ کرنی پڑتی۔

marfat.com
Marfat.com

مقررہ اشیاء کے عوض دیگر اشیاء یا قیمت لینے کا بیان

(۹۵۶) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ثابت ہے کہ آپ نے حضرت معاذؓ کو یمن جاتے وقت یہ حکم دیا تھا کہ لوگوں کے ساتھ آسانی اور نرمی برتنا ۔ نیز یہ کہ ان (واجبات ادا کرنے والوں) کے پسندیدہ جانور (یا اموال) نہ لینا ۔

(۹۵۷) پھر اس حدیث کی تفسیر حضرت معاذؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے وہاں پہنچ کر کہا : ,,میرے پاس یمنی چادر یا کپڑا لے آؤ ، میں انہیں بھی تم سے صدقہ میں لے لوں گا ۔ ان کی ادائی تمہارے لئے زیادہ آسان ہے ۔ اور مدینہ کے مہاجرین کے لئے یہ زیادہ منفعت بخش ہوں گے ،، ۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو جانوروں کی عمروں کے باہمی تفاوت کو سامان سے زیادہ مشابہت و مناسبت ہے ۔ جبکہ خود حضرت معاذؓ نے بھی سامان قبول کر لیا تھا ۔ حضرات عمرؓ و علیؓ سے بھی جزیہ کے ضمن میں یہ مروی ہے کہ دونوں ایک چیز کے بجائے دوسری چیز لے لیا کرتے تھے :-

(۹۵۸) اسلم اپنے باپ کے واسطہ سے حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس شام سے جزیہ میں بہت سے مویشی آیا کرتے تھے ۔

(۹۵۹) عنترہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ جزیہ میں، سوئیاں بنانے والوں سے سوئیاں اور سوئے بنانے والوں سے سوئے اور رسیاں بنانے والوں سے رسیاں لے لیا کرتے تھے ۔

ابو عبیدؒ :- میرا خیال ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے جزیہ میں سامان اور جانور لینے کی رخصت دے دی تھی ۔ حالانکہ جزیہ ادا کرنے کی اصل شکل درہم و دینار اور غلّہ (خوردنی اشیاء) تھی ۔

(۹۶۰) ان دونوں بزرگوں کی یہی رائے دیتوں میں دیئے جانے والے سونے چاندی ، اونٹوں ، گایوں بھیڑ، بکریوں اور گھوڑوں میں بھی

marfat.com
Marfat.com

تھی ۔ یہ دونوں بزرگ اس طریقہ سے لوگوں کے لئے سہولت پیدا کرنا چاہتے تھے ۔ چنانچہ انھوں نے ہر علاقہ والوں پر (مقررہ اشیاء کے عوض) ان اشیاء کی ادائی کا حکم دیا ۔ جس کی فراھمی ان کے لئے ممکن ہو سکے ۔

ابو عبیدؒ: ھمارے نزدیک صدقہ بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا ۔ اس بناء پر اگر ایک مقررہ عمر کا جانور جس کی ادائی صدقہ میں واجب ہو نہ ملے تو ان میں کا دوسرا اس کی جگہ لے لیا جائے گا ۔ اس بارے میں ھمارا مدار حضرت علیؓ سے مروی روایت اور سفیانؒ کی اختیار کردہ رائے پر ھوگا ۔ اس لئے اس طریقہ میں ایک طرف تو ان لوگوں کے ساتھ سہولت ھوتی ھے ۔ جن سے زکوٰۃ لی جاتی ھے اور دوسری طرف ان لوگوں کا پورا پورا حق ادا ھو جاتا ھے ۔ جن کے لئے صدقہ لیا جا رہا ھے ۔

چھوٹی عمر کے اونٹوں پر صدقہ

یہ ھیں ان اونٹوں کے فرائض سے متعلق احادیث و روایات جن کی عمریں بڑی ھوں یا جن میں چھوٹے بڑے سب ملے جلے ھوں ۔ لیکن جب صورت یہ ھو کہ تمام اونٹ چھوٹے ھوں اور ان میں بڑی عمر کا نہ ھو ۔ تو اس بارے میں چار اقوال ھیں :۔

(۹۶۱) سفیان کا قول ھے کہ ان (چھوٹی عمر کے اونٹوں) پر بھی انھی عمروں کے جانور لئے جائیں گے ۔ جو بڑی عمروں کے جانوروں پر لئے جاتے ھیں ۔ البتہ محصل صدقہ جانوروں کے مالک کو اس زائد رقم کا فرق واپس کرے گا ۔ جو ان چھوٹی عمر والے اونٹوں کے تناسب سے لئے جانے والے اونٹ میں زیادہ ھو ۔

marfat.com
Marfat.com

(۹٦۲) مالک کا قول ہے کہ ان (چھوٹی عمر والوں) پر بھی وھی کچھ لیا جائے گا جو بڑی عمر کے جانوروں پر لیا جاتا ہے اور صدقہ وصول کرنے والا مالک کو وہ اضافہ (فرق) واپس نہیں کرے گا ۔

(۹٦۳) ان دونوں کے علاوہ دیگر علماء نے یہ تیسری بات کہی ہے ،،چھوٹے جانوروں پر ان کے مالکوں سے کوئی صدقہ نہیں لیا جائے گا ۔،،

(۹٦۴) چوتھا قول یہ ہے کہ ان پر انہی میں کا ایک (جانور) لیا جائے گا ۔ اور یہ ابو حنیفہؒ کا قول ہے ۔

ابو عبیدؒ: ان چاروں اقوال کے قائلین میں سے ہر ایک کے پاس ایک اصل ہے جس پر اس نے اعتماد کیا ہے ۔

جہاں تک ہمارا خیال ہے سفیان یہ چاہتے ہیں کہ صدقہ لینا تو ضروری ہے خواہ جانور چھوٹے ہوں یا بڑے ، بایں ہمہ وہ کہتے ہیں کہ سنت سے یہی ثابت ہوتا ہے ۔ کہ بنت مخاض سے کم عمر کا اونٹ نہ لیا جائے ۔ بنا بریں جانور کے مالک سے بنت مخاض یا حسب موقع اس سے بڑی عمروں والی اونٹنیاں ہی لی جائیں گی ۔ جو مقرر کی گئی ہیں ۔ پھر زکوٰۃ وصول کرنے والا بڑی اور چھوٹی عمروں کے تفاوت سے قیمت میں جو اضافہ ہو وہ واپس کر دے گا ۔ تاکہ اس طرح فرائض و سنت کے مطابق صدقہ بھی وصول ہو جائے اور جانوروں کے مالک کو بھی وہ زائد فرق واپس مل جائے جو اس سے لیا گیا ہے ۔

مالک کا استدلال یہ ہے کہ اونٹوں میں کبھی بڑی عمر کے بھی ہوتے ہیں مثلاً ثنیۃ (چھٹے برس میں لگنے والی اونٹنی) رباعیہ (ساتویں برس میں لگنے والی) سدیس آٹھویں برس میں لگنے والا) اور بازل (نویں برس میں لگنے والا) اور اس سے اوپر عمر کے بھی ،

marfat.com
Marfat.com

لیکن صدقہ میں ان اونچی عمروں کا جانور نہیں لیا جاتا بلکہ اس سے کم عمر والے مثلاً دوسرے ، تیسرے ، چوتھے اور پانچویں سالوں میں لگنے والی اونٹنیاں ھی لی جاتی ھیں ۔

چنانچہ وہ کہتے ھیں کہ جس طرح ایک طرف ان بڑی عمروں (کے جانور) کو چھوڑ دیا گیا ھے (یعنی ان پر عمروں کی مناسبت سے زکوٰۃ میں کوئی اضافہ نہیں کیا جاتا) اسی طرح دوسری طرف چھوٹی عمر کے جانوروں کو شمار کیا جائے گا ۔ خواہ ان میں ایک بھی بڑی عمر کا جانور نہ ھو ۔

جو لوگ چھوٹے جانوروں پر کسی صدقہ کے قائل نہیں ھیں وہ اس بناء پر یہ کہتے ھیں کہ ان کم عمر اونٹ کے بچوّں کا اونٹوں میں شمار نہیں ھوگا ۔ اس لئے کہ یہ پورے اونٹ نہیں ۔ زکوٰۃ تو اونٹوں پر لئے جانے کا حکم ھے اور ان بچوّں کو عربی میں اونٹ (ابل) نہیں کہا جاتا بلکہ اونٹوں کے بچوّں کے لئے رکھے ھوئے ناموں مثلاً رباع و فضلان وغیرہ سے پکارا جاتا ھے لہذا ان پر کچھ نہیں لیا جائے گا ۔

اب رھے اس آخری رائے کے قائل کہ ان پر انہی میں سے ایک لیا جائے گا ۔ سو ان کا استدلال یہ ھے کہ صدقہ میں چونکہ عمدہ اور پسندیدہ جانوروں کو چھوڑ کر چھوٹے معمولی اور عمومی حیثیت کے جانور لئے جاتے ھیں ۔ لہذا یہ کیونکر روا ھوگا کہ جانوروں کے مالک سے ایسی بڑی عمر کے جانور لئے جائیں ۔ جو اس کی ملکیت میں نہ ھوں ؟ چنانچہ وہ کہتے ھیں کہ جب صدقہ وصول کرنے والا ان جانوروں میں سے ایک ایسا جانور لے لے جو ان میں سب سے عمدہ نہ ھو ۔ تو اس نے جانوروں کے مالک سے اپنا فریضہ پورا پورا یا اس سے بھی کچھ زیادہ وصول کر لیا ۔

marfat.com
Marfat.com

ابو عبیدؒ: ان میں سے ہر ایک کے پاس دلائل ہیں ۔ تاہم میری نظر میں صدقہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب اور آپؐ کی سنّت کی رُوح سے زیادہ ملتا جلتا قول امام مالک کا ہے ۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صدقہ میں لئے جانے والے جانوروں کا تعین اور ان کی عمروں کا تعین فرمایا تو آپؐ کو معلوم تھا کہ جانوروں میں بڑی اور چھوٹی سب ہی عمروں کے ہوتے ہیں ۔ بایں ہمیں آپؐ سے یا آپ کے بعد کسی امام سے ایسی روایت نہیں ملتی جس میں انہوں نے چھوٹی عمر کے جانوروں کو چھوڑ کر صرف بڑی عمر کے جانور (صدقہ کے سلسلہ میں) مخصوص کر دیئے ہوں بلکہ سنت میں سب کو مجموعی طور پر عمومی حیثیت دی گئی ہے ۔ چنانچہ فرمان رسولؐ ہے ۔ ,,ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری لی جائے گی اور ہر دس پر دو بکریاں ،، پھر آخر تک اسی طرح یہ سلسلہ مذکور ہے ۔لہذا جب سنت میں عمومی حیثیت ہے تو کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ایک حصہ میں سے دوسری کو مستثنیٰ قرار دے ، بس صرف وہی مستثنیٰ ہوگا ، جسے سنّت نے مستثنیٰ قرار دیا ہے ۔ مثلاً

(۹٦۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے عاریت دیئے ہوئے کھجور کے درختوں کو مزابنہ (معین شے کے عوض غیرمعین اور بے اندازہ شے کے تبادلہ) سے مستثنیٰ قرار دیا ۔ اور ان میں مزابنت کی رخصت دے دی ۔

(۹٦٦) اور جس طرح حج کے ضمن میں حائض کو دیگر اشخاص سے مستثنیٰ کرتے ہوئے حضورؐ نے خصوصی طور پر اجازت دے دی کہ وہ دواعی طواف کئے بغیر چلی جائے ۔

marfat.com
Marfat.com

(۹٦۷) یا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ جوڑوں (۲) میں سے خصوصی طور پر سات آٹھ ماہ کی بھیڑ کی قربانی کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

سنت میں اس قسم کی بہت سی نظیریں ملیں گی۔ ہم صرف اُسی کو مخصوص قرار دیں گے جسے سنّت خاص کرے گی اور اسی کو عمومی حیثیت دیں گے جسے سنّت عام قرار دے گی۔

بلاشبہ ,,ابل،، (اونٹ) کا لفظ عربی میں عمومیت رکھتا ہے اور اس میں چھوٹے بڑے ہر عمر کے اونٹ آ جاتے ہیں۔ جس طرح سے لفظ ,,ناس،، (لوگ) آدم کے تمام بیٹوں کو اپنے احاطہ میں لے لیتا ہے۔ خواہ وہ بچے ہوں یا بڑی عمر کے مرد اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لفظ الانعام (چوپائے، مویشی جس میں اونٹ گائے بھیڑ بکری سب ہی شامل ہیں۔) استعمال کیا ہے، پھر ان مویشیوں کے چھوٹے اور بڑے سب کو اس لفظ میں شامل کر لیا اور ان سب کو ,,نعم،، (مویشی) کہا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشاً (الانعام ٦ : ۱۴۲)

اور مویشیوں میں بار برداری والے اور بچھے ہونے چھوٹے ہیں (جو بار برداری کے قابل نہیں)

(۹٦۸) ابوالاحوص عبداللہ آیت کریمہ ومن الانعام حمولةً و فرشاً کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ حمولة سے مراد ہے وہ مویشی جو بار برداری اور سواری کے کام آ سکیں اور فرشاً سے مراد ہے چھوٹے مویشی۔

(۹٦۹) ابو عبیدؒ: بایں همه هم دیکھتے ہیں کہ علماء حجاز و عراق میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ چھوٹے اونٹ بڑے اونٹوں میں ملے ہونے پر زکوٰۃ کے لئے ان سب کو گنا جائے گا۔ یہی

marfat.com
Marfat.com

صورت گائے کے بچوں اور ان کی ماؤں میں اور بکری کے چھوٹے بچوں اور بڑی عمر والی بکریوں میں بھی ھے ۔

(۹۷۰) اور اس کی تائید حضرت عمرؓ کی اس روایت سے ہوتی ھے جس میں انھوں نے سفیان بن عبداللہ سے کہا تھا : ,,ان کا ھر جانور شمار کرو ۔ حتیٰ کہ وہ نومولود بھی جسے چرواھا اپنے ھاتھوں میں اٹھا کر چلتا ھے ۔،،

ابو عبیدؒ : مقام تعجب ھے کہ بڑوں کے ساتھ ملے جلے ھونے پر تو ان سب کو گنا جائے اور جب وہ اکیلے ھوں تو ان سب کو بے گنے چھوڑ دیا جائے ؟ حالانکہ دونوں صورتوں میں ان کی ایک ھی حیثیت باقی رھنا چاھئیے ۔ اگرچہ حضرت عمرؓ کی روایت میں یہ احتمال ھے کہ انھوں نے چھوٹی عمروں کے جانوروں کو شمار کرنے کے لئے کہا خواہ ان کے ساتھ بڑی عمر کا ایک بھی جانور نہ ھو ۔ چنانچہ دیکھ لیجئے ان کی روایت میں بڑی عمر کے جانوروں کی موجودگی مشروط نہیں ھے ۔ لہذا ھمارا فیصلہ اسی بناء پر یہ ھے کہ جس طرح صدقہ بڑی عمر کے جانوروں پر واجب ھے چھوٹی عمر کے بچوں پر بھی واجب ھے اور ھماری شرح کے مطابق ان کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہیں ھو گی ۔ یہ مالک کا قول ھے اور یہی صورت گایوں اور بکریوں میں بھی ھو گی ۔

(۹۷۱) اگر اس عمر کا جانور جو جانوروں کے مالک کو ادا کرنا ضروری ھو نہ مل سکے (۳) تو بقول مالک : اسے بھرحال اس عمر کا جانور لانا پڑے گا ۔،، لیکن مجھے ان کا یہ قول پسند نہیں ، اور اس کی وجہ جیسا کہ ھم پہلے بیان کر چکے ھیں یہ ھے کہ ایسا کرنے میں لوگوں کو پریشانی اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ ثانیاً یہ قول حضرت علیؓ کی اس روایت کے بھی خلاف جسے ھم بیان کر آئے ھیں ۔

marfat.com

Marfat.com

اور ان تمام اقوال سے بلند تر وہ مرفوع حدیث ہے جسے حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں :۔

(۹۷۲) انس بن مالک حضرت ابو بکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے فرائض میں فرمایا :۔ جس کے اونٹ اتنی تعداد میں ہو جائیں کہ ان پر اسے ایک جذعة (پانچویں برس کی اونٹنی) صدقہ میں دینا ہو اور اس کے پاس جذعة نہ ہو بلکہ حقّۃ (چوتھے برس کی اونٹنی) ہو تو یہی اس سے قبول کر لی جائے ۔ لیکن اس کے ساتھ وہ دو بکریاں دے گا ۔ بشرطیکہ وہ آسانی سے اسے مل سکیں ۔ ورنہ پھر بیس درھم دے گا ۔ اور جس کے اونٹوں پر بطور صدقہ ایک حقّہ واجب ہو لیکن اس کے پاس جذعة (پانچویں برس کی اونٹنی) ہو تو وھی اس سے قبول کر لی جائے گی اور محصل صدقہ اسے بیس درھم یا دو بکریاں پلٹا دے گا ۔ اور جسے صدقہ میں ایک حقہ (چوتھے برس کی اونٹنی) دینا ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ بنت لبون (تیسرے برس کی اونٹنی) ہو تو اس سے یہی قبول کر لی جائے گی ۔ لیکن اس کے ساتھ وہ مزید دو بکریاں دے گا ۔ بشرطیکہ وہ آسانی سے اسے مل سکیں یا پھر بیس درھم اور جسے صدقہ میں بنت لبون (تیسرے برس کی اونٹنی) دینا ہو۔ اور اس کے پاس حقہ (چوتھے برس کی اونٹنی) ھی ہو تو وھی اس سے قبول کر لی جائے گی اور محصل صدقہ اسے بیس درھم یا دو بکریاں واپس دے گا ۔ اور جسے صدقہ میں بنت لبون (تیسرے برس کی اونٹنی) دینا ہو ۔ لیکن اس کے پاس وہ نہ ہو بلکہ بنت مخاض (دوسرے برس کی اونٹنی) ہو تو اس سے وھی قبول کرلی جائے گی ۔ لیکن اس کے ساتھ ھی وہ دو بکریاں مزید دے گا ۔ بشرطیکہ وہ بکریاں آسانی سے اسے مل جائیں ۔ ورنہ بیس درھم ۔ اور جسے صدقہ میں

marfat.com

Marfat.com

بنت مخاض (دوسرے برس کی اونٹنی) دینا ہو۔ اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ اس کے پاس ابن لبون (تیسرے برس کا نراونٹ) ہو تو اس سے وہی قبول کر لیا جائے گا اور اس کے ساتھ اس پر کچھ واجب نہ ہو گا ،، (۴)

ابو عبیدؒ : ہمارے نزدیک اس حدیث پر عمل پیرا ہونا زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ تو ہوئے اونٹوں کے صدقہ کے احکام ایسی صورت میں جبکہ محصل صدقہ کی آمد کے وقت اونٹوں کی تعداد پوری پانچ یا اس سے اوپر ہو۔

سال بھر تک بقدر انصاب اونٹ رہیں لیکن محصل کی آمد پر کم ہو جانے کا حکم

(۹۷۳) اب رہی ایسی صورت کہ اونٹ والے کے پاس سال بھر تو پانچ اونٹ رہے ہوں۔ لیکن ان میں سے ایک مر جائے اور جب محصل پہنچے تو اس کو چار ہی ملیں ، ایسی حالت میں سفیان اور اہل عراق کا قول ہے : ایسے اونٹوں کے مالک سے بکری کا ($\frac{4}{5}$) لیا جائے گا ان کے مذہب کے مطابق پورا سال گذر چکنے کی وجہ سے ان اونٹوں پر ایک بکری واجب ہو چکی تھی۔ اور اب جبکہ اونٹوں کا کچھ حصہ تلف ہو گیا تو اس ضائع شدہ کے حساب سے اس کا صدقہ بھی کم کر دیا جائے گا۔ اور بقیہ کا حساب رکھا جائے گا۔

(۹۷۴) لیکن اس بارے میں مالک کہتے ہیں : ,,ایسی حالت میں اونٹوں کے مالک سے کچھ نہیں لیا جائے گا ،،

(۹۷۵) ابو عبیدؒ : ان کے اس قول کی روایت ہم سے یحییٰ بن عبداللہ ابن بکیر نے کی۔ وہ کہتے ہیں کہ مالک نے کہا : جانوروں کے مالک پر صدقہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ اپنے مال کا صدقہ نکالتا ہے۔ چنانچہ اگر اس وقت سے پہلے مویشی مر جائیں تو اس

marfat.com
Marfat.com

سے ہلاک ہونے والوں پر کچھ نہیں لیا جائے گا اس مالک سے صرف انہی پر صدقہ لیا جائے گا جو محصل صدقہ اس کی ملکیت میں پائے گا ۔ اسی طرح اگر مویشی بڑھ جائیں گے تو وہ اس تمام مجموعہ پر اس سے صدقہ لے گا جو سال گذرنے کے بعد اس کے پاس ہو گا ۔

ابو عبیدؒ: مالک کا یہ قول میری نظر میں صدقہ کے مسنون طریقہ سے زیادہ مشابہ ہے اس لئے کہ سنت کی تفصیلات میں اطلاق ہے کہ اتنے اور اتنے اونٹوں پر اتنی اور اتنی زکوۃ ہو گی ۔ اور اس اطلاق کے معنے یہی ہیں کہ اتنی تعداد مالکوں کے پاس موجود ہو اور کہیں بھی ترتیب صدقہ میں یہ نہیں ملتا کہ مویشیوں کے مالکوں سے اس تعداد پر صدقہ لیا جائے جو پہلے ان کی ملکیت میں رہے ہوں ۔ خواہ وہ بعد میں مر جائیں ، ان سے تلف شدہ جانوروں کے بارے میں کچھ پوچھ گچھ نہیں ہوگی ۔

اہل عــراق نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جب مال پر سال گذر جائے تو صدقہ بمنزلہ قرض ہو جاتا ہے ۔ اگر یہی بات ہوتی کہ صدقہ بمنزلہ قرض ہوتا تو انہیں چاہئیے تھا کہ مویشیوں کے مالک سے پانچوں کی زکوٰۃ لیتے جن میں سے ایک مر گیا ہے ۔ اور اس طرح انہیں پوری بکری لینا چاہئیے تھی ۔ اور یہی صورت اس وقت بھی برقرار رہتی جبکہ تمام کے تمام اونٹ مر جائیں ۔ اس لئے کہ ان سب کے مر جانے سے وہ ایک مرتبہ لازم ہو چکا ہے ختم نہیں ہو سکتا ۔

ہمارے خیال میں اس مسئلہ کا حل مالک کے قول کے مطابق ہی ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ روایات و سنّت کے مفہوم سے ہم آہنگ ہے ۔

سال کے بعد محصل صدقہ کے آنے پر ادائی صدقہ کی کیفیت

اب اگر صورت یہ ہو کہ ان پانچ (اونٹوں) میں سے کوئی واقع تو نہ ہوا ہو لیکن ان پر دو سال گذر چکے ہوں اور وہ پورے پانچ

marfat.com
Marfat.com

ہی ہوں ۔ بعد ازاں صدقہ وصول کرنے والا آئے ۔ ایسی صورت میں سفیان سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ اس مالک کو ان اونٹوں پر پہلے سال کی زکوٰۃ ایک بکری دینا ہوگی اور دوسرے سال پر اسے کچھ دینا نہیں ہوگا ۔

(۹۷۸) مالک کا قول ہے کہ اسے دو بکریاں دینا ہوں گی ، ہر سال کی ایک بکری ۔

ابو عبیدؒ : ان میں سے ہر ایک کو اپنے اختیار کردہ مسلک کی وجہ سے یہ بات کہنا پڑی ۔ اس لئے کہ سفیان کے نقطۂ نظر سے پانچ اونٹوں کے اس مالک پر سال گذشتہ ایک بکری واجب ہوئی تھی اور اس حالت میں اس پر دوسرا سال گذرا جس میں ایک بکری کے مقروض ہونے کی وجہ سے وہ پورے پانچ اونٹوں کا مالک نہ رہا ۔ گویا دوسرے سال اس کے پاس پانچ اونٹ اس طرح رہے کہ ان میں سے ایک بکری کی قیمت کم رہی اسی کمی نے اس سے دوسرے سال کا صدقہ ختم کرا دیا ۔

(۹۷۹) لیکن مالک اس قرضہ سے کوئی تعرض نہیں کرتے جو اس پر رہا ۔ وہ کہتے ہیں : ,,میں تو وہ کچھ دیکھوں گا جو مویشیوں پر سالوں کے گذرنے کے بعد محصل صدقہ ان مالکوں کے پاس موجود پاتا ہے۔،،

ابو عبیدؒ : اور اسی کی میں بھی تائید کرتا ہوں اس لئے کہ یہی مضمون اس حدیث سے نکلتا ہے جس میں ہے: ,,سال یا اس سے زائد عرصہ گذرنے پر صدقہ مویشیوں کی موجودہ تعداد پر لیا جائے گا ۔ اور ان کے علاوہ جو کمی بیشی ہو گی ۔ اس پر مالکان سے حساب نہیں لیا جائے گا ، نیز یہ کہ صدقہ کوئی ایسا (لازمی) قرض نہیں بنے گا جس کی بناء پر مالک مویشی کا پیچھا لیا جائے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

لسسا کچھ اسی صورت میں ہوگا ـ جبکہ جانوروں کی تباہی کسی دوسرے حادثے کی وجہ سے ہو جس میں مالک مویشی کا تصرف بیع ، یا ہبہ یا ذبح وغیرہ کے ذریعے نہ ہو ـ لیکن ایسی صورت میں جبکہ وہ بخود ان جانوروں کی ہلاکت کا مرتکب ہو تو تمام اقوال کے مطابق اس (اتلاف) کی ذمہ داری اُسی پر لازم ہوجائیگی ـ

ہمارے اس قول کی تائید، کہ محصّل صدقہ صرف انہی جانوروں کو مدنظر رکھے گا جنہیں وہ اپنی آمد کے وقت زندہ و موجود پائے گا، حضرت عمرؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے ـ۔

(۹۸۰۸) ابن ابی ذباب حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عام رمادہ (۵) میں صدقہ کی وصولی موخر کر دی ـ پھر جب بارش ہوئی (اور فصل پیدا ہوئی) تو انہوں نے مجھے صدقہ کی وصول کے لیے) بھیجا اور فرمایا : لوگوں سے دو سال کا صدقہ لو پھر ایک سال کا صدقہ انہی میں تقسیم کر دو اور دوسرے سال کا صدقہ میرے پاس لے آؤ ـ۔

ابو عبیدؒ : ملاحظہ فرمائیے حضرت عمرؓ نے ان سے دو سال کی زکوٰۃ لی حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ اس اثناء میں یا اس سے کم مدت میں بھی ایسے واقعات رونما ہو سکتے ہیں جن میں مویشیوں کی کمی بیشی واقع ہو سکتی ہے ـ بایں ہمہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے ان کے لیے کسی ضائع شدہ چیز کا حساب کرنے کی شرط نہیں رکھی ـ

اور میرا خیال ہے کہ مندرجہ ذیل مرفوع حدیث کا اسی طرف اشارہ ہے: ـ

(۹۸۷۸) حسن بن حسن اپنی والدہ فاطمہ بنت حسین سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : زکات میں (کمی بیشی) نہیں ہوگی ـ۔

marfat.com
Marfat.com

ابوعبیدؒ : عربی زبان میں ,, ثنی (تکرار کے لئے جو لفظ ...
استعمال ہوا ہے اس) کے معنے ہیں - کسی چیز کو پلٹانا ، دھرانا، اس ...
کی تکرار کرنا اور اسے بےجگہ رکھنا، مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ لوگوں ...
سے کسی آفت کی بناء پر جس میں ان کے مویشی اور اموال تلف ہو ...
جائیں صدقہ کی وصولی موخر کر دی جائے تو آئندہ سال ان سے ...
گذشتہ سال کا صدقہ نہیں لیا جائے گا - لیکن ان سے اس تعداد پر ...
صدقہ لیا جائے گا - جو زکوٰۃ کے سال میں ان کے پاس رہی اور ان میں ...
سے جو (مویشی) نقصان سے بچے رہیں گے ان پر زکوٰۃ لی جائے گی ...
خواہ ان پر کئی سال گذر چکے ہوں - اور اندریں صورت یہ عمل ...

,,دوبار،، یا بتکرار (ثنی) نہیں کہلائے گا اس لئے کہ یہ تو ملکیت ...
میں موجودہ مویشیوں پر لیا جانا حق ہے اسی طرح گذشتہ زمانہ کی ...
زکوٰۃ بھی ان سے لی جائے گی - ,,تکرار یا دوبار،، (ثنی) کا ایک اور ...
مفہوم بھی ہے اور وہ یہ کہ ایک سال میں دوبار زکوٰۃ نہیں لی جائے ...
گی - اور یہ (عمل) بھی کسی چیز کو بےجگہ رکھنے کے مترادف ہے -- ...

ابو عبیدؒ : پہلا مفہوم مجھے زیادہ پسند ہے، اس لئے کہ ابن ...
شہاب سے اس کی تفسیر میں ایسی ہی روایت ہے :

(۹۸۲) یونس کہتے ہیں کہ ابن شہاب نے ,,ثنی،، کی شرح کرتے ...
ہوئے کہا : ,,صدقہ دوبار نہیں لیا جائے گا - تاہم وہ سرسبز و شادابی ...
اور قحط ، موٹاپے اور لاغری ہر دو حالت میں لیا جائے گا -- انہوں ...
نے مزید کہا : سب سے پہلے جس نے عملاً ایسا کیا وہ معاویہؓ ہیں ...
لہذا جب ایسی شکل ہو تو ان کے باقی ماندہ مویشیوں پر ہی صدقہ ...
لیا جائیگا --،،

ابو عبیدؒ : ایسی شکل میں جبکہ اونٹ (بار برداری سواری اور ...
زراعت میں) کام میں لائے جاتے ہوں اور افزائش نسل کے لئے چرنے ...

marfat.com
Marfat.com

والے گلوں میں نہ رہیں تو اس بارے میں دو اقوال ہیں :۔

سواری ، بار برداری اور کھیتی وغیرہ کے کام میں لائے جانے والے اونٹوں پر زکوٰۃ

(۹۸۳) طلحه بن ابی سعید راوی ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفه تھے تو انھوں نے لکھا تھا : ,,ان اونٹوں پر بھی جو شہری علاقوں میں کام پر لگے ہوتے ہیں زکوٰۃ لی جائے گی ،، میں نے خود پہنچ کر عمر بن عبدالعزیز کے اس مکتوب کا معائنہ کیا ۔۔

(۹۸۴) لیث بن سعد کہتے ہیں : ,,میں نے وہ اونٹ دیکھے ہیں جو حج کے لئے کرایه پر لئے جاتے ہیں ، مدینه منورہ میں..ان پر زکوٰۃ...لی جاتی ہے وہاں اس موقع پر ربیعه بن ابی عبدالرحمن اور یحیی بن سعید وغیرہ جیسے علماء و فضلا موجود ہوتے ہیں ۔

ان میں سے کوئی اس عمل کو قابل اعتراض نہیں سمجھتا ۔ بلکه وہ سب اسے سنت تصور کرتے ہیں بشرطیکه اونٹ جدا جدا نه ہوں اور سب یکجا ہوں ۔

(۹۸۵) مذکورہ بالا روایت کے ایک راوی عبداللہ بن صالح کہتے ہیں که یہی لیث اور مالک بن انس کی بھی رائے ہے ۔

ابو عبیدؒ : یعنی ان دونوں حضرات کا مسلک یه ہے که اونٹوں کی زکوۃ کے بارے میں جس قدر احادیث آئی ہیں وہ سب مجمل ہیں اور ان میں کچھ اونٹوں کو دیگر اونٹوں سے مستثنیٰ نہیں قرار دیا گیا لہذا تمام اونٹ زکوٰۃ میں شامل ہوں گے اور ہمارا خیال ہے که یہی عمر ، ربیعه، اور یحیی کا مسلک بھی ہے ۔

افزائش نسل کے لئے پالے جانے والے اور سخت محنت کرنیوالے اونٹوں میں تفریق

اور اگر ہمیں سنت کے ذریعه افزائش نسل کے لئے ریوڑوں میں

marfat.com
Marfat.com

چرنے والے مویشیوں کی خصوصیت نہ ملتی تو یہی مسلک صحیح ہوتا۔

اس لئے کہ ہم اسی خصوصیت کو روا رکھتے ہیں جسے سنت نے خاص کیا اور جسے سنت نے عمومیت بخشی ، اس کے سوا ہم کسی کو عمومیت کا مقام نہیں دیتے۔

(٩٨٦) معاویہ بن حیدہ قشیری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ,,تمام (افزائش نسل کے لئے ریوڑوں میں) چرنے والے اونٹوں میں، ہر چالیس اونٹ پر (زکوٰۃ میں) ایک بنت لبون (تیسرے برس میں لگنے والی اونٹنی واجب) ہے۔

اس حساب سے بچنے کے لئے اونٹوں کو جدا جدا نہیں کیا جائے گا۔ جو اللہ سے اجر حاصل کرنے کے لئے اسے ادا کر دے گا۔ تو اسے اس کا بدلہ ملے گا۔ اور جو اسے نہ دے گا تو ہم اس سے وہ لے لیں گے اور اس کے آدھے اونٹ بھی لے لیں گے۔ یہ ہمارے ربؑ کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔ محمدؐ کے لئے اس میں سے کچھ بھی حلال نہیں ہوگا ،، (٦)

(٩٨٧) اسی کی تائید حضرت انسؓ سے بواسطہ حضرت ابو بکرؓ اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,, افزائش نسل کے لئے چرنے والی بھیڑ بکریوں کے ریوڑ پر چالیس عدد ہونے سے پہلے کوئی زکوٰۃ نہیں لی جائے گی ،،

ابو عبیدؒ: اب اس صورت میں جب کہ ہمارے پاس یہ دو احادیث اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے بارے میں بصراحت یہ تفصیل تیار ہی ہیں کہ زکوٰۃ (افزائش نسل کے لئے ریوڑوں میں) چرنے والے جانوروں پر عائد ہوگی۔ تو ہم ان دونوں کا اتباع کریں گے اور ان کے سوا دیگر

marfat.com

Marfat.com

روایات (و اقوال) کو چھوڑ دیں گے۔ اور پھر یہی حسن کا فتویٰ بھی ہے۔

(۹۸۸) هشام کہتے ہیں کہ حسن نے کہا : ,,کھیتی باڑی یا سواری میں کام کرنے والے اونٹوں یا بیلوں پر صدقہ نہیں ہے،،۔

(۹۸۹) ابو عبیدؒ: یہی سفیان اور تمام اہل عراق کا قول ہے اور مجھے مسئلہ میں ان کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے۔

نقد رقم اور مویشیوں کی زکوٰۃ میں فرق

(۹۹۰) ابو عبیدؒ: لیکن جب کسی شخص کے پاس ایک سال تک دو سو درہم رہیں پھر ان میں سے کچھ ضائع ہو جائیں تو اسے چاہئیے کہ وہ بقیہ رقم سے اس کے حساب کے مطابق زکوٰۃ ادا کرے۔ اس مسئلہ کو ان پانچ اونٹوں کے مسئلہ سے کوئی مشابہت نہیں جن میں سے ایک سال گذر چکنے کے بعد مر جائے ، اور یہ ہر دو مسئلہ باہمدگر اس لئے مختلف ہیں کہ بےجان مال کی زکوۃ تو اس کا مالک اپنے مقررہ جانے پہچانے مہینے میں ادا کرتا ہے۔ لیکن مویشیوں کے مالک کی یہ کیفیت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس کا فیصلہ حاکم کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہی ہر سال اپنا ایک آدمی ان کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجتا ہے اور اس وجہ سے ان کے اوقات مختلف ہو جاتے ہیں۔ ایسے شخص کے پاس جب بھی سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ وصول کرنے والا پہنچے۔ اسی وقت اس کے اوپر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ، اسی بناء پر کسی کہنے والے نے کہا ہے : ,,مویشیوں کی زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے ، جب محصلین صدقہ پہنچ جائیں،، اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے مویشیوں کی زکوٰۃ اور درہم و دینار (نقد رقوم) کی زکوٰۃ میں تفریق کی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(۹۹۱) شریک بن عبداللہ اور ان کے ساتھ ایک جماعت ان دونوں اقوال سے اختلاف کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیتے ہیں : ,,اگر محصل صدقہ کی آمد پر پانچ اونٹوں کے مالک کا ایک اونٹ تلف ہو چکا ہو تو بھی اسے پوری ایک بکری زکوٰۃ دینا پڑے گی ۔ ان لوگوں نے ایک بکری کو لازمی قرضہ کی حیثیت دی ہے ۔

ابو عبیدؒ : اس رائے کے رکھنے والے پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ کہے : اگر سب مویشی ختم ہو جائیں تو بھی اس مالک پر اسی طرح پوری بکری کی ادائی لازم رہے گی اور اگر اس پر زکوٰۃ کے علاوہ اور قرضے بھی ہوں اور اس کے پاس اس بکری کے علاوہ کوئی اور مال نہ ہو ۔ تب بھی یہ زکوٰۃ قرض خواہوں کے ساتھ ان کے قرضوں میں حصہ دار ہو جائے گی (یعنی جتنے قرض خواہ ہوں گے ان میں ایک زکوٰۃ بھی مزید قرض خواہ بن کر حصہ دار بن جائے گی) حالانکہ یہ انتہائی بے قاعدہ بات اور انسانوں کے قول سے مستبعد ہے ۔

— ★ —

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱) متن میں ہم نے ہر جگہ اونٹوں کی عمروں کے مطابق بدلنے والے نام عربی میں لکھے ہیں ۔ ان کی شرح کتاب کے آخر میں ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں (مترجم)

۲) آٹھ جوڑوں سے مراد بکریوں میں سے دو نرومادہ بھیڑوں میں سے دو نر و مادہ ، اونٹوں میں سے دو نر و مادہ اور گایوں میں سے دو نر و مادہ ہے ۔ (مترجم)

۳) یہاں اصل کتاب میں ,,تعددت،، ہے جس کے معنی ہیں متعدد ہونا ۔ لیکن ہم نے اسے ,,تعذرت،، پڑھا ہے اور اسی لحاظ سے معنی کئے ہیں ۔ تعددت کے لحاظ سے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اگر جانوروں کے مالک کو مختلف عمروں کے متعدد جانور دینے ہوں اور وہ نہ مل سکیں ۔ (مترجم)

۴) ابن حزم نے اس روایت کو نہایت درجہ صحیح بتایا ہے ۔ حضرت ابو بکرؓ نے علماء کی موجودگی میں اس پر عمل کیا اور ان میں سے کسی نے ان کی مخالفت نہ کی ۔ ابن حجر نے (تلخیص : ۱۷۴) میں لکھا ہے کہ بخاری نے اپنی، صحیح ،، میں اسے مختلف مقامات پر ایک ہی سند سے بیان کیا ہے ۔ ان کی روایت کے بموجب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت انسؓ کو بحرین روانہ فرماتے وقت ایک مکتوب میں انہیں صدقہ کی یہ شرح لکھ دی تھی ۔ ابو داؤد حاکم ، نسائی نے یہ حدیث بیان کی ہے ، ابن حبان نے اسے صحیح بتایا ہے ۔ (از حاشیہ کتاب الاموال)

۵) قحط کا سال جو ۱۸ ھ میں ہوا تھا اور جس میں انسان اور مویشی بکثرت مر گئے تھے ۔

۶) یہ روایت احمد ، ابو داؤد ، نسائی اور حاکم نے بیان کی ہے ۔ ابن معین نے اسے صحیح بتایا ہے لیکن امام شافعی کہتے ہیں کہ علماء حدیث اسے صحیح نہیں سمجھتے ۔ (از حاشیہ)

marfat.com

Marfat.com

گائے بیلوں کی زکوٰۃ اور اُس کے قواعد

(۹۹۲) مسروق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ وہ ہر تیس گایوں پر ایک تبیع یا تبیعہ لیں ۔ اور ہر چالیس گایوں پر ایک مسنۃ لیں (۱)

(۹۹۳) یہی مضمون اعمش نے ابراهیم سے سنا ہے ۔

(۹۹۴) طاؤس یمانی نے بھی یہی مضمون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور معاذؓ سے روایت کیا ہے ۔

(۹۹۵) حسن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چالیس گایوں پر ایک مسنۃ مقرر فرمایا اور ہر تیس گایوں پر تبیع مقرر فرمایا ۔

(۹۹۶) یونس نے حسن سے ، مغیرہ نے ابراهیم سے ، اجلح نے شعبی سے روایتیں بیان کی ہیں کہ ہر تیس گایوں پر ایک تبیع اور ہر چالیس گایوں پر ایک مسنۃ لی جائے ۔

(۹۹۷) ابن شہاب کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے بھی ٹھیک یہی مضمون لکھا تھا ۔

ابو عبیدؒ : یہی قاعدہ ہے جس پر اہل حجاز و اہل عراق عمل پیرا ہیں اور مجھے آج کل بھی اس بارے میں لوگوں کے اختلاف کا کوئی علم نہیں ہے ۔ تاہم بعض آثار سے کچھ ایسی اطلاع ملی ہے جسے ہم غیر محفوظ خیال کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ لوگوں میں یہ بات غیرمعروف ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

(۹۹۸) محمد بن عبدالرحن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے متعلق مکتوب گرامی میں نیز حضرت عمرؓ کے مکتوب میں یہ عبارت ہے : ,,گایوں پر اس طرح زکوٰۃ لی جائے گی جس طرح اُونٹوں پر لی جاتی ہے ــ،،

(۹۹۹) راوی کہتا ہے کہ اس بارے میں ان کے علاوہ دوسروں سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی کہا: ,,ان گایوں میں بھی وہی کچھ (واجب) ہے جو اونٹوں میں ہے ـ

(۱۰۰۰) عمر بن عبدالرحمن بن خَلْدۃ انصاری روایت کرتے ہیں : ,,گایوں کی زکوٰۃ اونٹوں کی زکوٰۃ کی طرح ہوتی ہے البتہ ان گایوں میں عمروں کا حساب نہیں ہوتا ـ ،،

ابو عبیدؒ: یہ قول ہمیں صرف ان مذکورہ بالا دو حدیثوں میں ملتا ہے لیکن تمام لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں اور عمل پہلے قول ہی پر ہوتا ہے ـ یہ تو ہوا (افزائش نسل کے لئے ریوڑوں میں) چرنے والی گایوں ، بیلوں کی زکوٰۃ کا بیان ـ

اب اگر گائے بیل (کھیتی باڑی وغیرہ کے) کام پر لگے ہوں تو ان کا حساب جداگانہ ہو گا : ـ

محنت کرنے والی گائے بیل کی زکوٰۃ

(۱۰۰۱) حضرت علیؓ سے مروی ہے : ,,کام کرنے والے (زراعت یا حمل و نقل وغیرہ کے) بیلوں، گایوں پر صدقہ نہیں لیا جائے گا ــ،،

(۱۰۰۲) ,,ابراہیم و مجاہد سے مروی ہے،،کہ جوتے جانے والے بیلوں گایوں پر صدقہ نہیں لیا جائے گا ــ،،

(۱۰۰۳) موسی بن طلحہ کہتے ہیں : ,,کام کرنے والے بیلوں گایوں پر صدقہ نہیں لیا جائے گا ــ،،

marfat.com
Marfat.com

(١٠٠٤) دو سندوں کے اختلاف کے ساتھ عمر بن عبدالعزیز سے مروی

(١٠٠٥) ہے :- ,,کام کرنے والے بیل گایوں پر صدقہ نہیں لیا جائے گا۔،،

(١٠٠٦) عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ اُنہیں یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,ہل جوتنے والے بیلوں پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔،،

(١٠٠٧) جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں : ,,ہل جوتنے والے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔

(١٠٠٨) جابرؓ کہتے ہیں : ,,کھیتی پر کام کرنے والے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔،،

(١٠٠٩) ابن شہاب کہتے ہیں : ,,پانی کے لئے کام میں لائے جانے والے اونٹوں اور گایوں بیلوں پر نیز کھیتی باڑی کے بیلوں پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ اس لئے کہ یہ جانور تو کھیتوں کو سیراب کرتے اور زمین جوتنے کے کام آتے ہیں۔

(١٠١٠) سعید بن عبدالعزیز تنوخی کہتے ہیں :،،جو گائے بیل زمین جوتنے کے کام کرتے ہیں ، ان پر زکوۃ نہیں لی جائے گی۔ اس لئے کہ گیہوں (غلہ وغیرہ) پر زکوٰۃ لی جاتی ہے اور گیہوں گائے بیلوں (کی محنت) سے حاصل ہوتا ہے۔،،

(١٠١١) ہمیں ابن بکیر نے لیث بن سعد کے بارے میں بتایا کہ ان تمام احادیث کے مطابق ان کی رائے یہی تھی کہ ان (عمل کرنے والے محنت کش گائے بیلوں) پر زکوۃ نہیں لی جائے گی۔

(١٠١٢) وہ کہتے ہیں کہ مالک بن انسؒ یہ رائے رکھتے تھے کہ ان جانوروں پر زکوٰۃ لی جائے گی۔

marfat.com

Marfat.com

ابوعبیدؒ: مالک سے پہلے ہمیں کوئی ایسا عالم نہیں معلوم جس نے بالخصوصیت گائے بیلوں کے بارے میں یہ بات کہی ہو، ہمارا خیال ہے کہ انہوں نے اونٹوں کے بارے میں اپنی اس رائے کی بناء پر کہ بیلوں اور اونٹوں کے لئے مجمل الفاظ آتے ہیں ، یہ مسلک اختیار کیا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے مجموعی طور پر سب جانوروں کے لئے یہ معنے عام کر دیئے ۔ حتی کہ کام کرنے والے اور کھیتی باڑی میں کام آنے والے جانوروں کو بھی انہوں نے اس مجموعہ میں شامل کر لیا اور اگر ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہؓ و تابعینؒ اور آج تک اُن کے بعد آنے والوں کے آثار سے بالتواترُ اس بارے میں خصوصی استثناء نہ پہنچتا تو بات وہی صحیح ہوتی (جو مالک نے کہی ہے) ۔ پھر یہ کہ اہل عراق کا عمل بھی اس خصوصی استثناء کی تاکید میں ہے اور یہی خود سفیان کی رائے ہے ۔

(۱۰۱۳) سفیان سے منقول ہے کہ اُن کے سامنے مالک کا یہ قول بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا : مجھے یہ خیال نہ تھا کہ کوئی یہ بھی کہے گا ۔

ابو عبیدؒ : بایں ہمہ اگر آپ نظری طور پر اس مسئلہ کا تجزیہ کریں تب بھی بات وہی صحیح ہوگی جو اکثریت نے کہی ہے ۔ اس لئے کہ کام کرنے والے بیلوں پر دو سبب سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی ۔ ایک تو یہ کہ جب انہیں کام میں لایا گیا اور ان سے استفادہ کیا گیا تو اُن کی حیثیت سواری کے جانوروں اور بار برداری کے خچروں اور گدھوں کی سی ہوگئی ۔ اس طرح وہ غلاموں اور استعمال میں آنے والے ساز و سامان کے مشابہ ہو گئے ۔ چنانچہ اس بناء پر ان کی حیثیت اور (افزائش نسل کے لئے) چرنے والے مویشیوں کی حیثیت جدا جدا ہو گئی ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۰۱۳) دوسری وجه وهی هے جسے ابن شهاب اور سعید بن عبدالعزیز نے بیان کر دیا هے، یعنی یه که چونکه یه جانور سیرابی اور کهیتی باڑی کے کام آتے هیں اور وه غله جس پر زکوٰۃ لگتی هے ، وه انهی جانوروں کی جُتائی، سیرابی اور گاهنے کا نتیجه هوتا هے، لهذا اگر غله کے ساتهـ ساتهـ ان جانوروں کی زکوٰۃ بهی لی گئی تو لوگوں پر دوهری زکوٰۃ لگ جائے گی۔

یه هیں گائے بیلوں کی زکوٰۃ کے احکام۔ خلاصه یه که اس ضمن میں گائے بیلوں کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جائے گا :۔

زکوۃ کے ضمن میں اُونٹوں ، گائے بیلوں کی تین قسمیں

(۱) نسل کشی کیلئے پالی جانے والی

قسم اول :

گله کی گائیں۔ یه وه گائیں هیں جو نسل کشی اور گائیں بڑهانے کے لئے مجموعی شکل میں (ریوڑ ریوڑ) چرائی جاتی هیں۔ ان کی زکوٰۃ همارے بیان کرده طریقه کے مطابق تبیع اور مُسِنّه کی صورت میں ادا هو گی (دیکهئے نمبر ۹۹۲ تا ۹۹٦)

(۱۱) تجارتی

قسم دوم

وه گائیں جو تجارت کے سلسلے میں رکهی جائیں۔ ان کے لئے زکوٰۃ کا پهلا طریقه نهیں هوگا بلکه ایسی گایوں کو بقیه تجارتی اموال میں شامل کیا جائے گا۔ ان کا مالک سال ختم هونے پر ان کی قیمت لگائے گا اور وه قیمت اپنے دوسرے مال میں شامل کرے گا۔ اور جب یه مجموعی قیمت دو سو درهم یا بیس مثقال یا اس کے اوپر پهنچ جائے گی تو وه سونے چاندی کی زکواۃ کی طرح اس کی بهی زکواۃ ادا کرے گا۔ هر دو سو درهم پر پانچ درهم اور هر بیس مثقال

marfat.com
Marfat.com

پر نصف مثقال کے حساب سے اور جو زکواة ہو اُس پر اس کے حساب ہے۔

iii) محنت کشی کرنے والی

قسم سوم :

وہ کام کرنے والے جانور ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ایسے جانوروں پر کوئی زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔

یہی صورت اونٹوں کی ہو گی ان میں سے جو ریوڑ نسل کشی اور اونٹ بڑھانے کے لئے رکھے جائیں گے ان کی زکوٰۃ ان مکاتیب کے مطابق لی جائے گی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے ہم نے روایت کئے ہیں یعنی ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری۔ الخ . اب اگر اونٹ تجارت کے لئے ہوں تو وہ ہمارے مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق اموال تجارت میں شامل کئے جائیں گے اور اگر وہ کام کرنے والے ہوں تو ان پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہوگی۔

بھیڑ بکریاں نسل کشی اور تجارتی اغراض میں اونٹوں اور گائے بیلوں سے مشابہ ہونگی انکی تیسری قسم گھریلو پالتو بھیڑ بکریوں کی ہوگی

(۱۰۱۵) جہاں تک بھیڑ بکریوں کا تعلق ہے وہ صرف نسل کشی کے ریوڑ اور تجارتی اغراض میں اونٹوں اور گایوں سے مشابہ ہوں گی اس لئے کہ بھیڑ بکریوں میں کام کرنے والے جانور نہیں ہوتے۔ البتہ بھیڑ بکریوں کی تیسری قسم جس پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی وہ ہے جو شہروں اور گاؤں میں گھروں میں پالی جاتی ہے اور ان کا دودھ لوگوں کے کھانے پینے کے کام آتا ہے ظاہر ہے کہ بکریوں کی یہ قسم نہ تو نسل کشی کے لئے ریوڑوں میں چرنے والی ہے اور نہ تجارت

marfat.com

Marfat.com

کے لئے ، یہی وہ قسم ہے جس کے بارے میں ابراہیم (نخعی) اور مجاہد نے کہا ہے :

(۱۰۱۶) مغیرہ کہتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا : ,,گھریلو ضروریات کے لئے پالی ہوئی بھیڑ بکریوں پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی ۔،،

(۱۰۱۷) عبدالکریم کہتے ہیں کہ مجاہد نے ایسے شخص کے بارے میں جس کے پاس شہر میں چالیس دودھ دینے والے جانور (اونٹنیاں، بکریاں وغیرہ) ہوں، کہا کہ اُن پر زکوٰۃ نہیں ہوگی ۔

زکوٰۃ میں تجارتی مویشیوں کی تعداد نہیں بلکہ قیمت ملحوظ رکھی جائیگی جبکہ نسل کشی کے مویشیوں کی تعداد ملحوظ رهے گی

(۱۰۱۸) ابو عبیدؒ: ہماری مذکورہ بالا اقسام کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جو سفیان سے منقول ہیں ۔ اور یہی اونٹوں ، گایوں اور بھیڑ بکریوں وغیرہ سب میں اہل عراق کا قول ہے ۔ اب اگر گائیں تجارت کی ہوں ، اور ان کی تعداد ایسی درمیانی تعداد ہو جس میں زکوٰۃ نہیں لی جاتی تو اس درمیانی تعداد کا لحاظ کئے بغیر جملہ تعداد کو شمار کیا جائے گا اور جب ان کی قیمت دو سو درہم یا بیس مثقال تک پہنچ جائے گی تو سب پر زکوٰۃ دی جائے گی ۔ اس لئے کہ اندریں صورت ان جانوروں کا شمار درہم و دینار کے زمرہ میں ہوگا ۔ اور اگر یہ جانور نسل کشی کے لئے چرنے والے ہوں تو ایسی صورت میں اس درمیانی تعداد پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی ۔

(۱۰۱۹) یہی سفیان اور اہل عراق کا قول ہے ۔ ساتھ ہی اس مضمون کی روایات بھی ہیں :

(۱۰۲۰) سلمہ بن اسامہ روایت کرتے ہیں کہ معاذ بن جبلؓ نے کہا : ,,مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن سے زکوٰۃ وصول

marfat.com
Marfat.com

کرنے کے لئے بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں ہر تیس گایوں پر ایک تبیع (دوسرے سال میں لگنے والا بچھڑا) لوں ـــــ راوی کہتا ہے: تبیع سے مراد نر یا مادہ جذع ہے (پورے دو سال کا) اور ہر چالیس گایوں پر مُسنّہ (تیسرے سال میں لگنے والی گائے) لوں۔ ساٹھ پر دو تبیع ، ستر پر ایک منہ اور ایک تبیع، اسی پر دو مُسنۃ، نوے پر تین تبیع، سو پر ایک مُسنّہ اور دو تبیع، ایک سو بیس پر تین مُسنّہ یا چار تبیع لوں ۔ اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں ان عددوں کی درمیانی تعداد پر کچھ نہ لوں،، پھر انہوں نے کہا ۔ دو مقررہ تعدادوں (۱) کے درمیان میں جو تعداد ہو اس پر زکوۃ نہیں لی جاتی ،،

(۱۰۲۱) طاوس کہتے ہیں کہ معاذ بن جبلؓ نے یمن میں کہا : ,,میں گایوں کی زکوۃ وصول کرتے وقت اس درمیانی تعداد پر کچھ نہیں لونگا جو دو فرائض کے درمیان ہو، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس بارے میں کچھ حکم نہیں دیا ہے،،

(۱۰۲۲) یحیی بن الحکم کہتے ہیں کہ رســول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,(گایوں کے) دو فرائض کے درمیان کی تعداد پر کوئی زکوٰۃ نہیں لی جائے گی ،،

(۱۰۲۳) شعبی کہتے ہیں : ,,(گایوں کے) دو فرائض کے درمیانی تعداد پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہوتی ،،

(۱۰۲۴) ابن شہاب کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے لکھا : ,,دو فرائض کے درمیان کی تعداد پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہوتی ،،

ابو عبیدؒ : (گایوں کے) دو فریضوں کے درمیان کی تعداد کو عربی میں وقص (جمع اوقاص) کہتے ہیں اور یہ اسی شرح کے مطابق ہے جو ہم ابن لہیعہ کی پہلی حدیث (نمبر ۱۰۲۰) میں لکھ آئے ہیں ۔

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح اونٹوں کے دو فریضوں کے درمیان کی تعداد کیلئے شَنَق بولا جاتا ہے جمع اشناق ۔

گایوں میں دو عمروں کے جانوروں کے سوا اور کسی عمر کا جانور زکات میں نہیں لیا جاتا اور وہ ہیں تبیع (دوسرے سال میں لگنے والا بیل) اور مُسنّۃ (تیسرے سال میں لگنے والی گائے)

(۱۰۲۵) شعبی کہتے ہیں کہ ,,تبیع،، اس بچھڑے کو کہتے ہیں جس کے کانوں اور سینگوں کی لمبائی برابر ہو چکی ہو۔ اور مسن (یا مسنہ وہ بیل یا گائے) جس کے دوا گلے دانت نکل آئے ہوں اور یہ تیسرے برس میں ہوتا ہے)

(۱۰۲۶) حضرت معاذؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث روایت کی ہے ۔ اس میں ہے : تبیع (دوسرے سال میں لگنے والا بیل) نر ہو یا مادہ پورے دو سال کا (جذع یا جذعـــہ) ہو ۔ (دیکھئے نمبر ۱۰۲۰)

ابو عبید : روایت میں تبیع اور مُسنّۃ کی اسی طرح تفسیر ہے لیکن علماء لغت عرب کاکہـــنا ہے کـــہ ,,تبیع،، کسی خاص عمر پر منحصر نہیں بلکہ جب بھی بچھڑا اتنا بڑا ہو جائے کہ وہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چل سکے تو وہ بچھڑا ,,تبیع،، کہلائے گا اور یہ تعریف روایت کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں یہ استعداد بالعموم دوسرے سال کی تکمیل پر ہوتی ہے ۔ اسی طرح اونٹوں کے بچوں میں ,,فصیل،، کے لئے کسی عمر کی قید نہیں بلکہ جب بھی اسے اس کی ماں سے دودھ چھڑا کر الگ کر لیا جائے وہ ,,فصیل،، کہلاتا ہے

گایوں اور بھینسوں کے لئے ایک قاعدہ ہے اور دونوں کو ملا کر شمار کیا جائیگا

ابو عبیدؒ : اگر گایوں میں بھینسیں ملی ہوں تو ان سب کو ایک

marfat.com
Marfat.com

لة قاعدہ میں شمار کیا جائے گا ، اس ضمن میں روایات آئی ھیں :۔

(۱۰۲۷) ابن شہاب کہتے ھیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے لکھا : ،،جس طرح گایوں پر زکوٰۃ لی جاتی ھے ۔ بھینسوں پر بھی اسی حساب سے زکوۃ لی جائے ۔،،

(۱۰۲۸) یہی مضمون اشعث نے حسن سے روایت کیا ھے ۔

(۱۰۲۹) مالک بن انس کہتے ھیں : بھینس اور گائے ایک حکم رکھتی ھیں، اور بخاتی (لمبی گردنوں والے) اور عربی اونٹوں کا ایک حکم ھے اور بھیڑ بکری دونوں ،،غنم،، میں یکساں شامل ھیں ۔

ابوعبیدؒ :۔ مطلب یہ ھے کہ اگر ان دونوں اقسام کے کچھ جانور ھوں تو ان دونوں اقسام کو ملا کر گنا جائے گا اور پھر ان دونوں کی مجموعی تعداد پر زکوٰۃ لی جائے گی ۔

(۱۰۳۰) ابن بکیر کہتے ھیں کہ مالک نے کہا : اگر گلہ کی تعداد میں بھیڑ بکریاں مساوی ھوں تو زکوۃ وصول کرنے والے کی مرضی پر ھوگا کہ وہ ان دونوں قسموں میں سے جس کو چاھے زکوٰۃ میں لے ۔ لیکن ان میں سے ایک قسم کی تعداد دوسری سے زیادہ ھو تو زکوٰۃ وصول کرنے والا اکثریت والی قسم میں سے زکوۃ لے گا ۔

(۱۰۳۱) لیکن اھل عراق کا قول ھے کہ ھر قسم میں سے علیحدہ علیحدہ ان کے حساب کے مطابق انہیں میں سے زکوٰۃ لی جائے گی ۔

(۱۰۳۲) ابوعبید: بعض اھل رائے کا کہنا ھے کہ گایوں میں دو فرضوں کے درمیان کوئی ایسی تعداد نہیں جس پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی ، بلکہ اگر وہ تیس سے ایک بھی زیادہ ھو تو اس پر بھی اس کے حساب کے مطابق زکوٰۃ لی جائے گی اور جوں جوں ان کی تعداد میں اضافہ ھو گا یہی عمل جاری رھے گا ۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۰۳۳) اسی طرح ان کا قول یہ بھی ہے کہ دو سو درہم سے اوپر کی تعداد پر کوئی زکوٰۃ نہیں لی جائے گی تاآنکہ وہ چالیس نہ ہوجائیں ، اس طرح بیس دینار سے زائد پر بھی زکوٰۃ نہیں لی جائے گی تاآنکہ وہ چوبیس نہ ہو جائیں ۔

ابوعبیدؒ: اس طرح انھوں نے سونے اور چاندی میں تو دو فریضوں کی درمیانی تعداد کو زکوٰۃ سے مستثنی قرار دے دیا لیکن گایوں کے دو فریضوں کی درمیانی تعداد کو ساقط قرار دے دیا ۔ حالانکہ سنت گایوں کے دو فریضوں کی درمیانی درمیانی تعداد پر زکوٰۃ ساقط قرار دیتی ہے ۔ گویا انھوں (اهل رائے) نے دونوں جگہ سنت کی مخالفت کی ۔

حوالہ جات

۱) اس حدیث محدثین نے کلام کیا ہے ۔ ترمذی اور دارقطنی نے ازروئے اسناد اسے مرسل بتایا ہے ۔ لیکن ابن حزم اس کی صحت پر زور دیتے ہیں عبدالحق کہتے ہیں گایوں کی زکواۃ کے متعلق کوئی متفق علیہ صحیح روایت نہیں ہے ۔ ابن عبدالبراستذکار میں کہتے ہیں : علماء میں گایوں کی شرح زکواۃ کے سلسلے میں معاذ کی حدیث پر کوئی اختلاف نہیں ہے اور گایوں کی زکواۃ کے سلسلے میں سب کا اس روایت پر اتفاق ہے ۔ (از حاشیہ) (نوٹ) عمروں کے عربی ناموں کی شرح آخری ضمیمہ میں ملے گی ۔

۲) مثلاً چالیس سے اوپر ساٹھ ہونے تک کی تعداد یا سو کے بعد ایک سو بیس ہونے تک کی درمیانی تعداد اسے عربی میں وقص اور شنق کہتے ہیں ۔ ابو عبید نے ان کی شرح نمبر ۱۰۲۴ کے تحت کر دی ہے ۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

باب : ۵۸

بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ اور اُن کے قواعد

(۱۰۳۴) محمد بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب صدقہ (۱) اور حضرت عمرؓ کے مکتوب میں درج ہے۔

چالیس سے کم تعداد بھیڑ بکریوں پر کچھ زکوٰۃ نہیں لگے گی۔ جب وہ چالیس ہو جائیں تو پھر ان پر ایک سو بیس ہونے تک ایک بکری (یا بھیڑ) لی جائے گی۔ پھر جب ایک سو بیس میں ایک کا بھی اضافہ ہو جائے تو ان پر دو سو تک دو بکریاں لی جائیں گی اور جب دو سو سے ایک بکری بھی بڑھ جائے تو تین سو تک تین بکریاں لی جائیں گی۔ ،،راوی کہتا ہے،، ۔ پھر اگر بکریاں تین سو سے بڑھ جائیں تو سو ہونے سے پہلے پہلے ان پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہوگی خواہ ننانوے ہی کیوں نہ ہوجائیں تاآنکہ وہ پوری سو ہو جائیں۔ پھر ہر پوری سو تعداد پر ایک بکری لی جائے گی۔ زکوٰۃ میں نہ تو بہت بوڑھی بکری لی جائے گی اور نہ (نسل کشی کرنے والا) نر، الا یہ کہ صدقہ وصول کرنے والا اسے (۲) منظور کر لے۔

(۱۰۳۵) سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مکتوب صدقہ میں جو آل عمر بن الخطابؓ کے پاس تھا بکریوں (بھیڑوں) کے صدقہ کے بارے میں یہی مضمون تھا۔

(۱۰۳۶) سالم بن عبداللہ اور عبداللہ بن عبداللہ سے بھی بھیڑ بکریوں کے صدقہ کے سلسلے میں ایسی ہی روایت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۰۳۷) ابن جریج کہتے ھیں کہ عثمان بن عثمان نے انھیں ایک خط دیا - جو عبداللہ بن ابی بکر نے محمد بن ھشام کے نام لکھا تھا - وہ کہتے ھیں کہ اس کے بارے میں لوگوں کا خیال ھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ گرامی نامہ ھے جو آپؐ نے بھیڑ بکریوں کے صدقہ کے بارے میں عمرو بن حزم کو لکھا تھا اس کی عبارت بھی اس کے مطابق ھے -

(۱۰۳۸) عکرمہ بن خالد سے روایت ھے کہ ابو بکر بن عبداللہ نے انھیں ایک مکتوب دیا جسے انھوں نے اس صحیفہ سے نقل کیا تھا جو حضرت عمر بن الخطابؓ کی تلوار کے غلاف سے بندھا ھوا تھا - اس مکتوب میں بھی بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ کا وھی مذکورہ بالا حساب درج ھے -

(۱۰۳۹) لیث بن سعد کہتے ھیں کہ بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ سے متعلق یہی کچھ حضرات عمر بن الخطابؓ کے صدقہ نامہ میں درج ھے -

لیث کہتے ھیں کہ مجھے نافع نے بتایا کہ انھوں نے یہ مکتوب صدقہ کئی بار عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے پیش کیا تھا -

(۱۰۴۰) مالک بن انس کہتے ھیں - ,,میں نے صدقہ سے متعلق نامہ عمر بن الخطابؓ پڑھا ھے،، پھر انھوں نے بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ کا وھی نصاب بیان کیا جواوپر گذرا

(۱۰۴۱) ابو عبیدؒ: اسی مضمون کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو بکرؓ کے واسطہ سے انس بن مالک نے کی ھے -

اور اسی تفصیل کے مطابق ، سفیان ، مالک ، اھل عراق اور اھل حجاز کے قول کے بموجب اس پر عمل کیا جاتا ھے اور مجھے اس

marfat.com
Marfat.com

بارے میں ان میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے ۔

بڑی چھوٹی مخلوط بھیڑ بکریوں اور صرف چھوٹی بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ

(۱۰۳۲) بھیڑ بکریاں اگر چھوٹی اور بڑی عمر کی ملی جلی ہوں تو اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ زکوٰۃ کے لئے ان سب کو مجموعی طور پر شمار کیا جائے گا ۔ لیکن اگر سب چھوٹی ہی ہوں تو پھر اس بارے میں اختلاف ہے جس کا تذکرہ ہم اونٹوں کی زکوٰۃ کے ضمن میں کر آئے ہیں (دیکھئے ، نمبر ۹۶۱ سے ۹<۰ تک)

ان کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ ان سب کا مجموعی طور پر ایک ہی قاعدہ ہوگا ۔ اور اس باب میں حضرت عمرؓ کی روایت بھی موجود ہے ۔

(۱۰۳۳) مالک بن اوس بن حدثان راوی ہیں کہ سفیان بن عبداللہ ثقفی جو طائف میں گورنر تھے حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا ۔ یا امیر المومنین ۔ بھیڑ بکری والے ہم سے شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم زکوٰۃ کے لئے ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے شمار تو کرتے ہو لیکن ان میں سے کوئی چھوٹا بچہ زکوٰۃ میں قبول نہیں کرتے ؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ۔ ,,ان کے ریوڑ کے تمام چھوٹے بچے شمار کرو اور انہیں زکوٰۃ میں نہ لو، حتی کہ اس بچہ کو بھی شمار کرو جسے چرواہا اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر لے جا رہا ہو ۔ اور ان (شکایت کرنے والوں) سے کہدو ۔ ,,ہم تمہارے لئے گھر کے استعمال کے لئے دودھ دینے والی اور بچہ دینے والی بھیڑ بکری نیز گوشت کی بکری اور (نسل کشی کا) نر بھی تو چھوڑ دیتے ہیں اور تم سے ایک سال سے کم عمر کی بکری بھی لیتے ہیں تاکہ ہمارے اور تمہارے درمیان اعتدال باقی رہے ۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۰۴۴) یہی مضمون ایک اور سند سے سفیان بن عبداللہ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔

(۱۰۴۵) مکحول نے بھی عمر بن الخطابؓ اور سفیان بن عبداللہ سے اسی مضمون کو روایت کیا ہے لیکن اس میں عبارت اس طرح ہے۔ ,,ان سے بہت بچے دینے والی دودھ کے لئے پالی جانے والی، گوشت کھانے کے لئے پالی جانے والی، بکریاں نہ لو اور نہ ہی نر (جو نسل کشی کے لئے ہو) بلکہ (ان سے) دوسرے سال میں لگنے والی بکری (جذع) یا تیسرے سال میں لگنے والی بکری (ثَنِیّ) لے لو، اور یہ ہمارے اور ان کے درمیان منصفانہ عمل ہوگا۔

(۱۰۴۶) یونس حسن سے اور مغیرہ ابراہیم سے، بھیڑ بکریوں کے متعلق روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: (زکوٰۃ وصول کرنے والا) چھوٹے بچوں کو گنے گا۔ لیکن انہیں (زکوٰۃ میں) نہیں لے گا۔

(۱۰۴۷) مکحول کہتے ہیں۔ (تعداد گنتے وقت) لوگوں کی چھوٹی بھیڑ بکریوں کو گنا جائے گا۔ لیکن ان سے زکوٰۃ میں چھوٹی عمر کی بھیڑ بکری نہیں لی جائے گی۔

ابو عبیدؒ: ان تمام روایات میں دونوں احتمال ہیں ایک تو یہ کہ ریوڑ میں کوئی مُسنّہ (تیسرے سال کی بکری) ہی نہ ہو بلکہ سب چھوٹے بچے ہوں دوسرے یہ کہ چھوٹے اور بڑے مخلوط ہوں۔

زکوٰۃ میں لی جانے والی بھیڑ بکریوں کی عمر کا تعین

بھیڑ بکریوں میں بھی زکوٰۃ کے لئے گائے بیلوں کی طرح دو عمروں کے جانور ہی لئے جاتے ہیں۔ گائے بیلوں میں وہ عمریں، تبیع (دوسرے سال میں لگنے والا) اور مُسنّہ (تیسرے سال میں لگنے والی) کہلاتی ہیں۔ لیکن بھیڑ بکریوں میں یہ عمریں جَذعَہ (دوسرے سال میں لگنے

marfat.com

Marfat.com

والی) بکری اور ثَنِیَّۃ (تیسرے سال میں لگنے والی) کہلاتی ہیں ۔

اس ضمن میں روایات ہیں :۔

(۱۰۴۸) مکحول کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے سفیان بن عبداللہ سے بھیڑ بکریوں کے صدقہ کے بارے میں فرمایا : ,,دوسرے سال میں لگنے والی اور تیسرے سال میں لگنے والی بکری لو"۔

(۱۰۴۹) سالم بن عبداللہ المحاربی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے محصل صدقہ کو روانہ کرتے ہوئے اسے حکم دیا کہ وہ دوسرے سال میں لگنے والی جَذَعَہ اور تیسرے سال میں لگنے والی (ثَنِیَّہ) بھیڑ بکری لے ۔

(۱۰۵۰) مکحول کہتے ہیں : ,,بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ میں دوسرے سال میں لگنے والی اور تیسرے سال میں لگنے والی بکری (یا بھیڑ) لی جائے گی ۔

(۱۰۵۱) ابو عبیدؒ : اور یہی آج کل لوگوں کا معمول ہے ، اتنا ضرور ہے کہ مالک بن انس کو یہ پسند تھا کہ بھیڑوں میں سے دوسرے سال میں لگنے والی اور بکریوں میں سے تیسرے سال میں لگنے والی ، لی جائے ۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ اسے قربانی کے جانوروں سے مشابہ سمجھتے تھے، اور یہ اچھا مسلک ہے ۔

گائے بکری میں نر و مادہ یا عمر کا تفاوت ملحوظ نہیں ہوگا

گایوں بیلوں اور بھیڑ بکریوں میں نر و مادہ میں تفریق نہیں ہوگی اور نہ اونٹوں کی طرح عمر کے تفاوت کے باعث ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے گی ۔

*

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱) ابو داؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے مکتوب گرامی لکھ کر رکھا تھا اور اپنے عاملوں کو بھیجنے نہ پائے تھے کہ وفات ہوگئی ، اور آپ کے بعد ابو بکر ، عمر رضی اللہ عنہما نے اسے نافذ کیا ۔

۲) یہاں عربی میں مصدق ہے جس کے معنی ہیں ۔ محصل صدقہ اگر دال کو مفتوح یا ,,ص" کو تشدید کے ساتھ مصدق پڑھا جائے تو اس کے معنے ,,صدقہ دینے والا " ہوں گے ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۵۹

جُدا جُدا جانو روں کو یکجا کرنا ، یکجا جانو روں کو جُدا جُدا کرنا

اور مویشیوں کے صدقہ میں شریکوں کی باھمی معاملہ فھمی

کا بیان

(۱۰۵۲) سوید بن غَفلہ کہتے ھیں : ھمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محصل صدقہ آیا تو میں نے اسے یہ کہتے ھوئے سنا : ,,میرے عہدنامہ (فرائض منصبی) میں ھے کہ کوئی دودھ پیتا بچہ نہ لوں ، نہ جدا جدا جانوروں کو یکجا کروں ، نہ یکجا جانوروں کو جدا جدا کروں۔ ,,راوی کہتے ھیں ،، : ایک شخص ان کے پاس صدقہ میں ایک بڑی کوھان والی اونٹنی لایا تو انھوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا ۔

(۱۰۵۳) محمد بن عبدالرحمن کہتے ھیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ نامہ میں یہ درج تھا کہ صدقہ میں نہ تو بوڑھی لی جائے اور نہ (نسل کشی کا) نر ۔ الا یہ کہ مصدق (۱) چاھے اور صدقہ (لگنے یا بڑھنے) کے ڈر سے نہ تو اکٹھے جانوروں کو جدا جدا کیا جائے گا اور نہ جدا جدا جانوروں کو یکجا کیا جائے گا ۔

marfat.com

Marfat.com

ابو عبیدؒ: اوپر کی حدیث میں ہے الا یہ کہ مصدق چاہے۔" اس کے دو معنے ہوتے ہیں ایک تو دال کو زیر سے ، جس کے معنے ہوتے ہیں محصل صدقہ اور محدثین اس لفظ کے یہی معنے لیتے ہیں ۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ والی کے زبر سے مصدق " (۲) ہے جس کے معنی ہیں مویشیوں کا مالک جو صدقہ ادا کر رہا ہے ۔

(۱۰۵۴) ایک اور روایت میں یہی مضمون حضرت علیؓ سے مروی ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے : "بوڑھی نہیں لی جائے گی اور نہ عیب دار"۔

(۱۰۵۵) حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت حضرت علیؓ کی روایت کے مطابق بیان کی ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے اور دونوں شریک اپنا اپنا حساب انصاف اور برابری کے ذریعہ سمجھ لیں گے ۔

(۱۰۵٦) عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ ابو بکر بن عبیداللہ نے انہیں ایک خط لکھا اور وہ اس صحیفہ صدقہ سے منقول تھا جو حضرت عمر کی تلوار کے غلاف سے بندھا ہوا تھا ۔ اس کی عبارت پوری طرح حضرت صدیقؓ کی روایت کے مطابق ہے چنانچہ اس میں صدقہ کے ممنوعہ امور کے ضمن بوڑھی اور عیب دار اور (نسل کشی کا) نر لینا ، اور جدا جدا جانوروں کو جمع کرنا اور اکٹھے جانوروں کو الگ الگ کر دینا ، مذکور ہیں ۔ نیز دونوں شریکوں کو انصاف و برابری کے اصول پر اپنے اپنے حساب سمجھنے کا ذکر ہے ۔

(۱۰۵۷) نافع کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے صحیفہ زکوٰۃ میں بالکل وہی مضمون ہے جو حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور جسے ابو بکر بن عبداللہ نے حضرت عمرؓ کے مکتوب سے روایت کیا ہے اور ان میں باہم کوئی فرق نہیں ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

لیث کہتے ہیں کہ نافع نے انہیں بتایا کہ انہوں نے اس مکتوب کو کئی بار عبداللہ بن عمرؓ کو دکھایا تھا۔

(۱۰۵۸) مالک بن انس کہتے ہیں کہ انہوں نے مذکورہ بالا تمام تفاصیل حضرت عمر بن الخطابؓ کے مکتوب صدقہ میں پڑھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق ہیں جو حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہیں اور ان روایتوں سے بھی جو حضرت عمرؓ کے مکتوب صدقہ سے ابو بکر بن عبیداللہ نے اور ابن عمر سے نافع نے بیان کی ہیں۔

(۱۰۵۹) ابن شہاب کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے مذکورہ بالا جملہ امور اپنے مکتوب میں تحریر کئے تھے۔

مویشیوں کے اشتراک یا انفصال کے لئے شرائط

(۱۰۶۰) ابن لہیعہ کہتے ہیں کہ مجھے یحیی بن سعید نے اپنے خط میں لکھا کہ انہوں نے سائب بن یزید کو یہ کہتے سنا : میں ایک زمانہ تک سعد بن ابی وقاص کی صحبت میں رہا اور میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کے سوا کوئی حدیث روایت کرتے ہوئے نہ سنا ، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,,زکوۃ میں یکجا (جانوروں) کو جدا جدا نہیں کیا جائے گا اور جدا جدا کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور شریکوں کو اس وقت شریک مانا جائے گا جب ان کے جانوروں میں (نسل کشی کا) نر، چراگاہ اور گھاٹ مشترک ہوں۔

ابو عبیدؒ : فقہاء نے جدا جدا جانوروں کو یکجا کرنے اور یکجا جانوروں کو جدا جدا کرنے کی تفسیر کرتے ہوئے قدیم زمانہ میں بہت کچھ کہا ہے ان میں سے قابل ذکر اوزاعی ، سفیان ، مالک بن انس اور لیث ابن سعد ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۰۶۱) شعیب کہتے ہیں کہ اوزاعی نے ,,یکجا جانوروں کو جدا جدا نہیں کیا جائے گا۔ ,,کی تفسیر کرتے ہوئے کہا : صدقہ وصول کرنے والے کو تین ایسے شریکوں سے جن میں سے ہر ایک کی چالیس چالیس بکریاں ہوں۔ مجموعی طور پر (اس گلہ سے) ایک بکری سے زیادہ وصول نہیں کرنا چاھئیے ۔ وہ اس مجموعہ کو تین جدا جدا حصوں کو تقسیم کر کے ہر چالیس پر ایک بکری (کل تین بکریاں نہیں لے گا ۔ پھر وہ ,,جدا جدا جانوروں کو یکجا نہیں کیا جائے گا۔"

کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں : " ایسی صورت میں کہ(ان تینوں میں سے) ہر شخص کو جداگانہ چالیس چالیس بکریاں ہوں ان مالکوں کے لئے یہ درست نہیں ہو گا کہ وہ انہیں یکجا کر لیں تا کہ محصل صدقہ انہیں یکجا پاکر ان سے ایک ھی بکری وصول کرے۔ جبکہ صدقہ میں ان پر تین بکریاں فرض ہوتی ہیں ۔ یہ اوزاعی کا قول ہے ۔

(۱۰۶۲) مالک بن انس ,,جدا جدا جانوروں کو یکجا نہیں کیا جائے گا ۔" کی تفسیر میں اوزاعی سے پورا اتفاق کرتے ہیں ۔ لیکن پہلے جملہ کی توجیہہ میں اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

(۱۰۶۳) اکٹھے جانوروں کو جدا جدا نہیں کیا جائے گا ۔ " کی صورت یہ ہو گی کہ جیسے دو شریکوں کی دو سو ایک بکریاں ہوں۔ اندریں صورت انہیں تین بکریاں دینا پڑیں وہ انہیں اس طرح دو حصوں میں بانٹ دیں کہ ان میں سے ہر شریک کو ایک ایک بکری ھی دینا پڑے " ۔ یہ مالک کا قول ہے ۔

(۱۰۶۴) سفیان بن سعید سے ھمارے اصحاب نے جو روایت کی ہے اور وھی ان کی معروف رائے ہے اس میں وہ ,,جدا جدا جانوروں

marfat.com

Marfat.com

ے کو یکجا نہیں کیا جائے گا ،، کے بارے میں بغیر اختلاف اوزاعی سے
تنه متفق هیں ۔

۵) (۱۰٦۵) لیکن ,,اکٹھے جانوروں کو جدا جـدا نہیں کیا جائے گا؛
کی صورت میں وہ یہ بتاتے ہیں کہ کسی آدمی کی ایک سو بیس
بھیڑ بکریاں ہوں تو صدقہ وصول کرنے والے کو یہ روانہ ہوگا کہ وہ ان
ے کو تین ٹکڑوں میں بانٹ کر ہر چالیس پر ایک بکری کے حساب سے
(تین بکریاں) لے ، بلکہ وہ تمام مجموعی ریوڑ پر ایک بکری لے گا
اس لئے کہ وہ ایک انسان کی ملکیت ہیں ، یہ سفیان کا قول ہے اور
اس پر اهل عراق کا عمل ہے ۔

) (۱۰٦٦) لیث بن سعد ,,یکجا جانوروں کو جدا جدا نہیں کیا
جائے گا ،، کی صورت یہ بتاتے ہیں کہ دو شریکوں کی چالیس بکریاں
ہوں تو زکوۃ کے لئے انہیں جدا جدا نہیں کیا جائے گا بلکہ ان پر
مجموعی طور سے ایک بکری لے لی جائے گی ۔ کیونکہ دو دونـوں
شریک ہیں ۔

ابو عبیدؒ: جہاں تک میرا خیال ہے انہوں نے ,,جدا جدا جانوروں
کو جمع نہیں کیا جائے گا ،، کی تفسیر میں دوسروں سے اتفاق کیا ہے
اس طرح گویا اوزاعی سفیان ، مالک اور لیث چاروں ,,جدا جدا
جانوروں کو یکجا کرنے کی ،، تفسیر میں متفق هـیں اور ,,یکجـا
جـانوروں کو جدا جدا کرنے میں باهمدگر اختلاف کرتے هیں :

تنہا مالک اس طرف گئے ہیں کہ ان ہر دو ممانعتوں سے مویشیوں
کے مالکوں کو منع کیا گیا ہے ۔

لیکن دوسروں کی تفسیر کے مطابق ان دونوں ممانعتوں میں سے
ایک ممانعت تو مویشیوں کے مالک کے لئے ہے اور دوسری صدقـه
وصول کرنے والے سے متعلق ۔

marfat.com
Marfat.com

میری نظر میں صحیح توجیہہ وہی ہے جس پر اکثریت نے اتفاق کیا ہے اس لئے کہ جس طرح صدقہ وصول کرنے والے کی زیادتی سے بےخوف نہیں رہا جا سکتا اسی طرح مویشیوں کے مالکوں سے بھی مستبعد نہیں کہ وہ صدقہ بچانے کی کوشش کریں ۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لئے ہدایات جاری فرمائیں ۔

سوید بن غفلہ کی حدیث (نمبر ۱۰۵۲) میں یہ نکتہ اُبھر کر سامنے آگیا ہے جس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھیجے جانے والے محصل صدقہ کی زبانی کہتے ہیں : میرے عہدنامہ (فرائض منصبی) میں ہے کہ میں یکجا جانوروں کو جدا جدا نہ کروں اور نہ جدا جدا جانوروں کو یکجا کروں ۔

اسی طرح اگلی روایت کے الفاظ ,,صدقہ (لگنے یا بڑھنے) کے ڈر سے ,,واضح کر رہے ہیں کہ یہ ,,نہی ،، مویشیوں کے مالکوں کے لئے ہے

ایسی صورت میں جبکہ مویشی دو شریکوں کے درمیان منقسم ہوں اس کی توجیہہ اور اس مسئلہ سے متعلق فتویٰ اہل حجاز اور اہل عراق و شام میں اختلاف ہے اور اس کی شرح و تفسیر میں کئی روایات آئی ہیں :

اشتراک کی شرائط

(۱۰۶۷) ابن لہیعہ کہتے ہیں کہ یحیی بن سعید نے مجھے لکھا کہ انہوں نے سائب بن یزید سے حضرت سعدؓ کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت سنی : شریک وہ ہیں جن کے مویشی ، (نسل کشی کے) نر چراگاہ اور گھاٹ میں ملے جلے رہیں ۔

ابو عبیدؒ : ہر وہ روایت جو ابن لہیعہ یحیی سے کریں وہ اس مکتوب پر مبنی ہے جو یحیی نے انہیں لکھا تھا ۔

(۱۰۶۸) عبداللہ بن صالح لیث سے اور وہ یحیی بن سعید سے

marfat.com

Marfat.com

راوی هیں که دو شریک وه هوں گے جو چراگاه ، گهاٹ اور (نسل کشی کے) نر میں اکٹھے رهیں ۔

(۱۰۶۹) محمد بن شعیب کہتے هیں که میں نے اوزاعی کو یه کهتے هوئے سنا :۔ جب مویشی ایک چروا هے ایک (نسل کشی کے) نر اور ایک باڑے میں اکٹھے رهیں تو ان کے مالک شریک کہلائیں گے

(۱۰۷۰) مالک بن انس کہتے هیں : مویشیوں میں شریک وه کہلائیں گے جن کے مویشیوں کا ایک چرواها هو ۔ ایک (نسل کشی کا) نر هو ۔ اور ایک باڑا هو اونٹوں میں بھی انهی شرائط پر شریک مانے جائیں گے ۔

ابو عبیدؒ : یه اهل حجاز و اهل شام کا قول هے که صدقه وصول کرتے وقت شریکوں کے (مال) مویشیوں کو اکٹھا رکھا جائے گا ۔

ادا شده زکوٰة میں شرکاء اپنے مال کے مطابق حصه دار هوں گے بشرطیکه هر شریک بقدر نصاب رکھتا هو

(۱۰۷۱) اس کی تفصیل یه هے که اگر دو شریکوں کے پاس اسی بکریاں هوں یا تین کے پاس ایک سو بیس بکریاں هوں اور ان کے جانور چراگاه ، نر اور گهاٹ میں اکٹھے رهتے هوں تو ان سب جانوروں [پر] ان سب کے نزدیک ایک هی بکری لی جائے گی اور ان میں سے هر ایک شریک اپنی بکریوں کی تعداد کے مطابق اس ایک بکری کی قیمت میں حصه دار هوگا ۔

یه هے ان حضرات کے نزدیک رسول الله کے ان ارشادات کا مفهوم که ,,اکٹھے جانوروں کو الگ الگ نهیں کیا جائے گا ،، نیز ,,دونوں شریک اپنے اپنے حصے باهمدگر انصاف و برابری کے اصول پر سمجھ [لیں] گے ،،

marfat.com
Marfat.com

سفیان اور اہل عراق کا اختلاف

لیکن ان کی مذکورہ بالا شرح و تفصیل سے سفیان اور اہل عراق نے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے ۔

(۱۰۷۲) اکٹھے جانوروں کو جدا جدا کرنا ۔ اور جدا جدا کو یکجا کرنا ، بر بنائے ملکیت ہوگا نہ بر بنائے اختلاط و اشتراک ، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ دو شریکوں کی اسی بکریوں پر دو بکریاں اور تین شریکوں کی ایک سو بیس بکریوں پر تین بکریاں (زکوٰۃ) میں لی جائیں گی ۔

ابو عبید : ہماری رائے کے مطابق اس باب میں پہلی جماعت کی تاویل صحیح ہے اور اس بارے میں ہمارا دار و مدار مذکورہ بالا ابن لہیعہ والی مرفوع روایت پر ہے جس میں شرکت کی تفصیل بتاتے ہوئے چراگاہ، گھاٹ اور نر میں اشتراک کی شرط رکھی گئی ہے اور اسی رائے کے یحیی بن سعید ، اوزاعی ، مالک اور لیث کی تفاسیر کی بھی تائید حاصل ہے ۔

اور اس جملہ تفصیل کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو معاویہ بن حیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں :

(۱۰۷۳) بہز بن حکیم بن معاویہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا : (افزائش نسل کے لئے) چرنے والے ہر چالیس اونٹوں پر ایک تیسرے سال میں لگنے والی اونٹنی بنت(لبون) لی جائے گی ۔ اس حساب سے گریز کرنے کے لئے انہیں جُدا جُدا نہیں کیا جائے گا ۔ (۳)

ابو عبیدؒ : اس بنا پر اگر چالیس اونٹ آٹھ شریکوں کے ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے پانچ پانچ اونٹ ہوں تو جو شخص ملکیت کا حساب ملحوظ رکھے گا اس کے نزدیک فی کس ایک بکری کے

marfat.com
Marfat.com

حساب سے ان اونٹوں پر آٹھ بکریاں واجب ہوں گی ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے ۔۔ ہر چالیس پر ایک تیسرے سال میں لگنے والی اونٹنی لی جائے گی ۔ اس حساب سے بچنے کے لئے انہیں جدا جدا نہیں کیا جائے گا ۔، اب آپ ہی بتائیے کہ جدا جدا کر کے مذکورہ عمر کی اونٹنی لینے کے بجائے بکریاں لینے سے بھی زیادہ کوئی بدتر شکل ہو گی ؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حدیث میں ایک فرد یا زیادہ افراد کی مشترکہ ملکیت کی کوئی شرط نہیں لگا رہے بلکہ آپؐ نے تو اونٹوں کی مجموعی تعداد بیان فرما دی ہے ۔ دراصل جو حضرات ملکیت کے تناسب کو مدنظر رکھتے ہیں انہوں نے ان مویشیوں کو سونے ، چاندی ، غلہ اور پھلوں سے مشابہت کی بنا پر ایسا کہا ہے ۔ حالانکہ سنت میں دیگر اشیاء کے برخلاف مویشیوں کے لئے خصوصی احکام آئے ہیں ، چنانچہ آپؐ نے دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشیوں کے علاوہ اور کسی مال میں خصوصی طور پر یہ شرط نہیں رکھی کہ انہیں جدا جدا کو یکجا نہ کیا جائے اور یکجا کو جدا جدا نہ کیا جائے اور یہ کہ شرکاء باھمدگر برابری سے اپنی حساب فہمی کر لیں ۔ اب اگر ان مویشیوں کے قواعد دیگر اشیاء کے مطابق کر دیئے جائیں تو آپؐ کی یہ شرط لغو اور آپؐ کا مسنون طریقہ بےمعنی ہو جائے گا ۔

اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ آپ کی سنت کے اس فرمان کو بےکار کر دے ۔ نہ سنتوں کا آپس میں ایک دوسری پر قیاس کیا جاتا ہے ۔ بلکہ ہر سنت اپنی مخصوص شکل میں زیر عمل لائی جاتی ہے ۔

اب تک ہم نے شریکوں کے متعلق جو کچھ نقل کیا ہے اس تمام بحث کا تعلق ایسی صورت سے ہے جس میں ہر شریک کم از کم چالیس یا اس سے اوپر بکریوں کا مالک ہو ۔

marfat.com

Marfat.com

ادائی زکوٰۃ کے سلسلہ میں اس شریک کا مسئلہ جس کے پاس چالیس سے کم بکریاں ہوں

(۱۰۷۴) لیکن اگر صورت یہ ہو کہ دونوں میں سے ایک شریک چالیس بکریوں سے کم کا مالک ہوتو اوزاعی سفیان اور مالک بن انس کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس پر کوئی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی ۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ زکوٰۃ اس دوسرے شریک پر واجب ہو گی جو چالیس یا اس سے زائد بکریوں کا مالک ہے اور اسے اپنے دوسرے ساتھی سے کسی معاملہ فہمی یا لین دین کی ضرورت باقی نہیں رہیگی ۔

(۱۰۷۵) ان حضرات کی مخالفت کرتے ہوئے لیث بن سعد کہتے ہیں : ,,اگر دو شریکوں کی بکریوں کی مجموعی تعداد چالیس ہو جائے تو ان دونوں کے ذمے ایک بکری واجب ہو جائے گی ۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ,,یکجا جانوروں کو جدا جدا نہیں کیا جائیگا،، کا یہی مفہوم ہے، اور اس (زکوۃ میں دی ہوئی) بکری کی قیمت کو وہ اپنی اپنی بکریوں کی تعداد کے تناسب سے باہم تقسیم کر لیں گے ۔

شرکاء کے درمیان حساب فہمی کی مختلف توجیہات

ابو عبیدؒ : ۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اگر ان میں سے ایک کی تیس بکریاں ہوں اور دوسرے کی دس، تو ان بکریوں پر دونوں کے ذمے ایک بکری واجب ہوگی اور وہ آپس میں اپنا اپنا حساب سمجھ لیں گے ۔ صورت یہ ہوگی کہ دس بکریوں والا تیس بکریوں والے کو بکری کی چوتھائی قیمت دے گا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اپنے مویشیوں کے تناسب سے اُس پر چوتھائی قیمت واجب تھی ۔ اور دوسرے پر تین چوتھائی ($\frac{3}{4}$) قیمت ۔ اب اگر زکوٰۃ میں دی ہوئی بکری دس بکریوں

marfat.com

Marfat.com

والے کی بکری ہو تو وہ تیس بکریوں والے سے ($\frac{1}{4}$) قیمت لے گا اور اگر تیس بکریوں والے کی ہو تو وہ دس بکریوں والے سے ($\frac{3}{4}$) قیمت لے گا ۔ یہ ہے لیث کا مسلک ۔ ان کی نظر میں فرمان رسول اللہ ,,دو شریک اپنا باھمی حساب برابری کے اصول پر طے کریں گے » کا یہی مفہوم ہے ۔

(١٠٧٦) اوزاعی اور مالک نے اس فرمان رسول کے معنی یہ سمجھے ہیں کہ حساب فہمی کی ضرورت اس وقت ہوگی جب کہ ان میں سے ہر شریک کی ملکیت میں چالیس یا اس سے زائد بکریاں ہوں ۔ اور اس کی مثال یہ ہوگی کہ جیسے دو شریکوں کی سو بکریاں ہوں ، ایک کی ساٹھ اور دوسرے کی چالیس ، تو ان بکریوں پر ان دونوں حضرات کے قول کے مطابق ایک بکری واجب الاداء ہوگی اور چالیس بکریوں والے کے ذمے بکری کی قیمت کا ($\frac{2}{5}$) حصہ اور ساٹھ بکریوں والے کے ذمے ($\frac{3}{5}$) حصہ ہوگا ۔

(١٠٧٧) سفیان اور اہل عراق کا ان ہر دو مسائل میں بالکل جُدا قول ہے ۔ وہ کہتے ہیں، دو شریکوں کے درمیان جن کی مجموعی بکریاں چالیس ہوں، اُن میں سے کسی کو ان پر زکوٰۃ نہیں دینا ہوگی ۔

اس طرح اس مسئلہ میں انھوں نے لیث کی مخالفت کی ۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ دو شریکوں کو سو بکریوں پر دو بکریاں (زکوٰۃ میں) واجب ہونگی ایک بکری چالیس کا مالک دے گا اور دوسری بکری ساٹھ کا مالک ۔ اور انھوں نے شریکوں کی باھمی حساب فہمی کا ذکر چھوڑ دیا ۔ اس طرح اس باب میں انھوں نے اوزاعی اور مالک سے اختلاف کیا ۔

ابوعبیدؒ : اب میں ان دونوں مسلکوں میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کروں گا ۔ ان شاء اللہ

marfat.com

Marfat.com

اوزاعی اور مالک نے (دو شریکوں کی) چالیس یا اس سے کم بکریوں کے مسئلہ کو بلحاظ ملکیت دیکھا ہے اور مویشیوں کے اختلاط و اشتراک کو مدنظر نہیں رکھا لیکن چالیس سے زیادہ تعداد کو اُنہوں نے اختلاط و اشتراک کے لحاظ سے دیکھا ہے اور اس میں ملکیت ملحوظ نہیں رکھی اور اس قول میں بعض امور قابل غور ہیں۔

لیکن اہل عراق نے یہ مسئلہ از اول تا آخر بلحاظ ملکیت دیکھا ہے اور وہ (مویشیوں کے) اختلاط و اشتراک کو ملحوظ نہیں رکھتے لیکن اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور قول عمر بن الخطابؓ کی رعایت نہیں ہوتی جس میں وہ شریکوں کو باہمی حساب فہمی کے لئے کہہ رہے ہیں۔ اور کسی کو ترک سنت کا حق حاصل نہیں ہے۔

جہاں تک لیث کا قول ہے میرے نزدیک وہ دو شریکوں والی باہمدگر حساب فہمی والی حدیث کا اتباع کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ان کے قول کے اجزاء باہمدگر ہم آہنگ ہیں اور تھوڑی یا زیادہ ملکیت کو مدنظر رکھنے، اور چالیس یا اس سے زائد (مویشیوں) کے اختلاط و اشتراک پر اعتماد کرنے کے باوجود ان کا قول تضاد سے پاک ہے۔

(۱۰۷۸) ان کے قول کو حضرت عمرؓ کی بکریوں کی زکوۃ والی وہ روایت اور حسن بخشتی ہے جس میں انہوں نے حکم دیا ہے کہ چھوٹے بچے بھی اس بناء پر گنے جائیں کہ (مالکوں کے پاس) جننے والی، دودھ کے لئے پالی جانے والی (نسل کشی) کا نر، اور گوشت (کھانے کے لئے پالی جانے) والی بکری چھوڑ دی جاتی ہیں۔ بناء بریں ان کا خیال تھا کہ جس طرح مالکان کو رعایات دی ہیں اسی طرح ان پر سختی بھی ہونا چاہئیے۔

marfat.com
Marfat.com

لیث ـــــ یا ان کے موئدین ـــــ کا کہنا ہے کہ اسی طرح ان دو شریکوں پر جن کے پاس چالیس بکریاں ہو جائیں سختی لازم ہے اور ان پر زکوٰۃ عائد کی جائے جیسے کہ دوسری طرف انہیں سہولت ہے کہ وہ مزید اسی بکریوں تک ایک ہی بکری دیتے رہیں ۔ اسی طرح ان تین شریکوں کا حال ہے جن کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہوں کہ وہ ان پر ایک ہی بکری دیں گے اور ان میں سے ہر شریک بکری کی قیمت کا تہائی ($\frac{1}{3}$) حصہ اپنے ذمہ لے گا چنانچہ ایک طرف یہ آسانی ہے جس کے مقابلے میں دوسری طرف وہ سختی ہے ۔

اس باب میں طاوس و عطاء سے ان جملہ اقوال سے جداگانہ قول مروی ہے :

شریک کی تعریف

(۱۰۷۹) عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں کہ طاوس نے کہا : ,,اگر دو شریک اپنے اپنے مویشیوں کو جانتے پہچانتے ہوں تو زکوٰۃ میں انہیں اکٹھا نہیں رکھا جائے گا ،،

وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے عطاء سے یہ بات کہی تو اُنھوں نے کہا : ,,جہاں تک میرا خیال ہے یہ ٹھیک ہے،،

خلیط و شریک کا فرق

ابو عبید :ـ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی چالیس بکریاں جو دو مالکوں کی ہوں ـ ان دونوں حضرات کے قول کے بموجب اگر وہ بکریاں غیر منقسم اور باہمدگر اس طرح ملی جلی ہوں کہ انہیں جدا کرنا ممکن نہ ہو تو (مجموعی طور پر) دونوں مالکوں سے زکوٰۃ لی جائے گی ـ اس لئے کہ ایک شریک کے مال کا دوسرے کے مال سے امتیاز

marfat.com
Marfat.com

نہیں کیا جا سکتا ۔ لیکن اگر دونوں کے مویشی باوجود مشترک و مخلوط ہونے کے ایک دوسرے سے پہچان کر الگ کئے جا سکیں تو ان دونوں میں سے کسی پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی ۔ اس طرح ہر دو حضرات نے خلیطوں (۴) اور شریکوں کی تعریف میں فرق کر دیا ۔ اور میرے علم میں آج کل اس قول کا کوئی قائل موجود نہیں ۔

(۱۰۸۰) ابو عبید :۔ مذکورہ بالا جملہ اقوال کے علاوہ بھی بعض اہل عراق سے یہ ایک قول اور منقول ہے : ,,دو خلیطوں سے مراد وہ دو شریک ہیں جو اپنے مجموعی مال میں اس طرح شریک ہوں کہ ان میں سے ایک دوسرے کے مال کو پہچان کر الگ نہ کر سکے مثلاً دو شخص مجموعی طور پر ایک سو بیس بکریوں کے مالک ہوں ایک کی دو تہائی اور دوسرے کی ایک تہائی بکریاں ہوں اور وہ اس طرح ملی ہوئی ہوں کہ ان کو پہچان کر علیحدہ نہ کیا جا سکے تو زکوٰۃ وصول کرنے والا ان میں سے دو بکریاں لے لے گا ۔ اب دو تہائی، بکریوں کا مالک اس بنـاء پر کہ وہ اسی بکریوں کا مالک ہے تہائی بکریوں کے مالک کی طرف رجوع کرے گا اس لئے کہ اس کی ملکیت چالیس بکریاں ہیں، اور وہ اس سے تین بکریاں (۵) لے گا ۔ اس طرح کہ وہ اس سے کہے گا کہ میرے مویشیوں میں سے ایک بکری اور ایک تہائی بکری لی گئی ہے اور تجھ سے دو تہائی بکری لی گئی ہے ۔ حالانکہ جتنی زکوٰۃ تجھ پر واجب ہے ٹھیک اتنی ہی مجھ پر بھی واجب ہے ۔ یعنی ایک بکری تجھ پر واجب ہے اور ایک مجھ پر ۔ چنانچہ وہ ساتھی اس پر (بکری کی) تہائی (قیمت) پلٹا دے گا ۔

*

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱) مصدق کی بحث کے لئے ذیل میں ابو عبید کی شرح دیکھئے نیز ۱۰۴۳ کا حاشیہ ملاحظہ کریں۔

۲) یہ لفظ مصدق بھی اسی معنی میں ہوتا ہے۔

۳) ابو داؤد اور نسائی میں اس کے آگے یہ الفاظ ہیں۔ ,,جو خدا سے اجر چاہتے ہوئے یہ اونٹنی دیدے گا تو وہ اپنا بدلہ پائے گا اور جو انکار کرے گا تو ہم اس سے یہ وصول کر لیں گے، اور اس کا نصف مال بطور جرمانہ ضبط کر لیا جائے گا اللہ عزوجل کے جرمانوں میں، آل محمد کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ (از حاشیہ)

۴) خلیط سے مراد ہے ایسے شریک جن کا مال اس طرح یکجا ہو کہ اسے الگ الگ نہ کیا جا سکے اور شریک وہ ہوں گے جن کے مال باہم اس طرح ملے ہوں کہ انہیں جدا جدا کیا جا سکے۔

۵) یہاں اصل میں ,,ثلاث شیاہ ,, ہے۔ اغلباً یہ عبارت ,,ثلثی شیاہ,, ہے یعنی بکریوں کی تہائی قیمت ۔ــــ واللہ اعلم

marfat.com
Marfat.com

باب : ٦٠

محصّل زکوٰۃ کو اپنے کام کی انجام دھی میں عدل سے متعلق کن امور کا خیال رکھنا چاھئیے ۔ نیز عدل سے کام لینے پر فضیلت اور زیادتی و ظلم پر گناہ کا بیان

محصل زکوٰۃ کو حق کے ساتھ فرض انجام دینے کی ھدایت

(۱۰۸۱) رافع بن خدیجؓ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,حق کے ساتھ زکات وصول کرنے والا جب تک اپنے فرائض ادا کر کے واپس نہ ھو جائے ، راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ھے ۔ "

سختی اور ظلم کی ممانعت

(۱۰۸۲) انس بن مالکؓ راوی ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : ,,زکوٰۃ (وصول کرنے) میں زیادتی و ظلم کرنے والا ایسا ھی ھے جیسے زکوۃ روکنے والا ۔"

(۱۰۸۳) حسنؓ کہتے ھیں کہ رسول اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : ,,زکوٰۃ (وصول کرنے) میں زیادتی و ظلم کرنے والا ایسا ھی ھے جیسے زکوۃ روکنے والا ۔"

(۱۰۸۴) ابن عباسؓ سے مروی ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے معاذؓ کو یمن بھیجتے وقت اُن سے فرمایا : ,,میں تمھیں اھل

marfat.com
Marfat.com

کتاب کی طرف بھیج رہا ہوں ، تم انہیں دعوت دینا کہ وہ لا الہ الا اللہ (ایک اللہ کے سوا کسی الہ کو نہ ماننے) کی شہادت دیں ۔ اگر وہ تمہاری دعوت کو قبول کر لیں تو ان کو بتانا کہ ان پر ہر روز و شب میں پانچ نمازیں فرض ہیں ۔ پھر اگر وہ انہیں بھی قبول کر لیں تو انہیں بتانا کہ انہیں ان کے اموال پر زکوٰۃ دینا ہوگی ۔ پھر اگر وہ اس کا بھی اقرار کر لیں تو ان سے (زکوٰۃ) وصول کرنا ۔ اور دیکھو لوگوں کے عمدہ و پسندیدہ اموال کو ہاتھ نہ لگانا اور خبردار مظلوم کی پکار سے بچتے رہنا ۔ اس لئے کہ اس کی پکار کے اللہ تک پہنچنے میں کوئی حجاب نہیں ہوتا ۔

(۱۰۸۵) عروزؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک محصل زکوٰۃ بھیجا تو اس سے فرمایا : ,,لوگوں کے محبوب و دل پسند مال میں سے کچھ نہ لینا ۔ ان سے زکوٰۃ میں معمر اونٹ یا نو عمر اونٹ یا عیب دار اُونٹ لے لینا ،،۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ محصل روانہ ہو کر کسی عرب کے پاس پہنچا تو اس (عرب) نے کہا : ,,میرے پاس تیرے سوا اللہ کے لئے مانگنے والا کوئی سائل نہیں آیا ۔ تجھے ان جانوروں میں سے بہترین ہی ملے گا،،۔ اس محصل نے اس واقعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے بیان کیا تو آپ نے اس (عرب) کے حق میں دعا فرمائی ۔

ابو عبیدؒ: ۔ اس روایت میں معمر اونٹ اور عیب دار جانور لے لینے کی اجازت ہے، حالانکہ تمام روایت میں ان دونوں اقسام کو مکروہ قرار دیا گیا ہے ۔ میری نظر میں اس حدیث کی اس کے سوا کوئی توجیہ نہیں کہ ممکن ہے آغاز اسلام میں جب لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرنے میں بوجھ محسوس ہوتا تھا یہ رعایت کی گئی ہو ۔ اور جب مسلمان قلبی میلان اور حسن نیت کے ساتھ اسلام پر عمل پیرا

marfat.com

Marfat.com

ہو گئے تو پھر زکات اپنے معینہ دستور کے مطابق نافذ ہو گئی ۔ اور مذکورہ دستور کے مطابق زکوٰۃ میں وہی چار عمروں کے اونٹ لئے جانے لگے اور انہیں معمّر اور عیب دار جانور زکوٰۃ میں دینے سے منع کر دیا گیا ۔ اس کی تائید میں متواتر احادیث موجود ہیں ۔

(۱۰۸٦) قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے سے زکوٰۃ میں ادا کی ہوئی بھیڑ بکریاں گذریں تو انہوں نے اس ریوڑ میں ایک موٹے تھنوں والی بکری دیکھی اور کہا : ,,میرا خیال ہے کہ اس کے مالک نے بخوشی اسے نہیں دیا ہوگا ۔ خبردار ۔ مسلمانوں کی پسند کی چیزیں نہ لیا کرو،،

(۱۰۸۷) یحیی نے اپنی روایت میں مذکورہ بالا الفاظ میں اتنا اضافہ کیا ہے : ,,لوگوں کو آزمائش میں نہ ڈالو ۔ کھانے (۲) سے بچتے رہو ۔،،

(۱۰۸۸) یہی روایت حضرت عائشہؓ نے بھی حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے ۔

مویشیوں کی زکوٰۃ لینے کا طریقہ

(۱۰۸۹) محمد بن یحیی کہتے ہیں کہ (شجع و قبیلہ) کے دو بزرگوں نے اسے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے محمد ابن مسلمہ کو زکوٰۃ کا محصل بنا کر بھیجا ۔ چنانچہ (وہ) محمد ہمارے پاس آتے اور بیٹھتے ۔ ان کے پاس جب بھی ہماری طرف سے کوئی ایسی بکری پہنچتی جس سے ان کا حق پورا ادا ہو جاتا ، تو وہ اسے (زکوٰۃ میں) قبول کر لیتے تھے ۔

(۱۰۹۰) قبیلہ کنانہ کے سعر الدِّیلی کہتے ہیں کہ میں اپنی بھیڑ بکریوں میں تھا کہ ایک اُونٹ پر دو سوار مرد میرے پاس آئے ۔ میرا خیال ہے کہ ان میں سے ایک انصاری تھا ۔ ان دونوں نے کہا :

marfat.com

Marfat.com

,,همیں وصولی صدقه کے لئے رسول اللہ نے بھیجا ہے ۔ اس پر میں نے کہا : ,,اور ,,صدقه،، کیا ہوتا ہے ؟،، ان دونوں نے کہا : ,,تمہاری بھیڑ بکریوں میں سے ایک بکری (یا بھیڑ) ،، ۔ چنانچه میں نے اُٹھ کر ان دونوں کے لئے ایک عمدہ نسل کی بہت دودھ دینے والی بکری نکالی۔

وہ دونوں بولے: ,,همیں ایسے جانور لینے کا حکم نہیں ملا ہے،، تب میں ایک قریب الولادت بکری لایا ۔ انہوں نے : ,,ہمیں اس کا حکم نہیں ملا ہے ۔ همیں حامله لینے کا بھی حکم نہیں ہے اور نه دودھ دینے والی کا ۔ پھر میں نے ایک بکری لی جو دوسرے یا تیسرے برس میں ہوگی جسے انہوں نے قبول کر لیا اور اسے اپنے سامنے رکھ کر انہوں نے میرے لئے برکت کی دعا کی اور پھر چلے گئے ۔

(۱۰۹۱) ابوعبیدؒ : ۔ میں نے ھُشیم کو ابو وائل سے ایک حدیث بیان کرتے سنا ہے ۔ وہ کہتے ہیں : ,,ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کا محصل زکوٰۃ پہنچا ۔ وہ ہر پچاس اونٹوں پر ایک اونٹنی لیتا تھا ،، میں اس کے پاس ایک مینڈھا لایا اور میں نے کہا : ,,اس کی بھی زکوۃ لے لو،، تو اُس نے کہا : ,,اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے،،

ابوعبید : ۔ ھشیم نے ابو وائل سے پہلے ایک شخص کا نام لیا تھا جو میں اُن کی زبانی نه سمجھ سکا ۔ پھر میں نے دوسروں سے اس نام کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ نام ,,مغیرہ،، تھا ۔

(۱۰۹۲) عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں که فتح مکه کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلّم نے فرمایا : ,,اسلام میں نه جلب (۳) ہے نه جنب (۴) اور نه شغار (۵) ۔ اور مسلمانوں (کے مویشیوں) کی زکات ان کے گھاٹوں اور ان کے مکانوں سے ملے ہوئے باڑوں میں لی جائے گی،،

ابو عبید : ۔ جلب کے دو معنے کئے گئے ہیں ۔ ایک تو گھڑ دوڑ سے متعلق ہے جس کا مطلب یه ہوگا که گھوڑے کو تیز دوڑانے کے لئے شور

marfat.com
Marfat.com

مچانا ۔ دوسرے کا تعلق مویشیوں کی زکوٰۃ سے ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ محصل زکوٰۃ کو یہ نہیں چاہئیے کہ وہ کسی ایک جگہ پر پڑاؤ ڈال لے اور مویشیوں کے مالکان کو حکم دے کر اپنے اپنے جانوروں کو لے کر وہاں پہنچیں اور پھر وہ ان سے زکوۃ وصول کرے ۔ بلکہ اس کا فرض ہے کہ وہ مویشیوں کے گھاٹوں پر پہنچ کر وہاں ان کی زکواۃ وصول کرے ۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ,,ان کے گھاٹوں اور ان کے مکانوں سے ملے ہوئے باڑوں میں،، سے مترشح ہوتا ہے ۔

اور ان کی رہائش گاھوں سے ملے ہوئے باڑوں میں زکوٰۃ وصول کرو،،

(۱۰۹۴) ابراھیم کہتے ھیں : ,,جب محصّل زکوٰۃ گھاٹ پر پہنچے تو وہ بھیڑوں بکریوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دے ، پھر مالک کو اختیار دے (کہ ان میں سے ایک حصہ کو چن کر الگ کر لے) پھر دوسرے حصہ میں سے زکوٰۃ (کے جانور) لے ۔

(۱۰۹۵) یحیی بن سعید کہتے ھیں کہ عمر بن عبدالعزیز کے عاملوں کا صدقہ وصول کرنے میں یہ دستور تھا کہ وہ مویشیوں کو تین ٹکڑیوں میں بانٹ دیتے ۔ پھر ان میں سے دو حصے مالک چن کر علیحدہ کر لیتا ۔ اور بقیہ تہائی حصہ میں سے محصل صدقہ اپنا حق لیتا تھا ۔

(۱۰۹٦) لیث کہتے ھیں کہ اسی دستور پر عمل ہوتا ہے :

ابو عبید : ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ سے بھی ایسی ھی روایت ہے :

(۱۰۹۷) جسے عبداللہ بن شھاب یا شھاب بن عبداللہ نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے ۔

میمون بن مہران کہتے ھیں : زکوٰۃ میں نہ لاغر جانور لیا جائے گا نہ

marfat.com

Marfat.com

خارشتی، نہ عیب دار اور نہ ایسی لنگڑی جو ریوڑ کے ساتھ نہ چل سکے ۔ راوی کہتا ہے کہ وہ ایسے جانور کو قربانی کے لئے بھی ناپسند کرتے تھے ۔

—★—

حوالہ جات

۱) یہاں عربی لفظ طعام ہے جس کے معنے ,,غلہ ، کھانا،، ہیں ۔ یہاں اس سے مراد واجبات سے زائد وصول کرنا اور رشوت لینا بھی ہو سکتے ہیں ۔ اگر یہ لفظ ,,غ،، سے طغام ہو تو اس کے معنے فضول بات اور بیہودہ آدمی ہوں گے ۔

۲) جلب سے مراد ہے محصل زکوۃ کا کسی جگہ پڑاؤ ڈال کر وہاں زکوۃ دینے والوں کے جانوروں کو طلب کرنا ۔

۳) جنب سے مراد ہے نصاب سے کم جانوروں کو زکوۃ وصول کرنے کیلئے دوسرے جانوروں میں ملانا یا پھر محصل زکوۃ کو ستانے کے لئے جانوروں کے مالک کا جانوروں کو لے کر دور چلا جانا ۔

۴) شغار آٹے ساٹے کو کہتے ہیں یعنی دو شخصوں کا بغیر مہر کے ایک دوسرے کو اپنی اپنی زیر نگرانی عورت سے نکاح کرا دینا ۔

marfat.com

Marfat.com

باب: ٦١

وہ پسندیدہ طرز عمل جس کا مظاہرہ محصل زکوٰۃ کی آمد پر مالکان مویشی کو کرنا چاہیئے

(۱۰۹۹) جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ,, محصل زکوٰۃ جب تمہارے پاس سے واپس جائے تو وہ تم سے خوش ہو کر جائے " ۔

(۱۱۰۰) جریر بن عبداللہ اپنے بیٹوں سے کہتے تھے: ,, میرے بیٹو؛ جب محصل زکوٰۃ تمہارے پاس آئے تو اپنے چوپایوں میں سے کچھ بھی اس سے نہ چھپانا ۔ اب اگر وہ تمہارے ساتھ انصاف کرتا ہے تو تمہارے لئے اور خود اپنے لئے بہتر کرے گا ۔ اور اگر وہ تم پر زیادتی کرتا ہے تو یہ اس کے حق میں بری اور تمہارے لئے بہتر ہے ۔ اور دیکھو جب وہ زکوٰۃ وصول کر چکے اور مویشی چلے جائیں ، تو اس سے یاد کرکے یہ درخواست ضرور کرنا کہ وہ تمہارے لئے برکت کی دعا مانگے ۔

(۱۱۰۱) مرثد (یا ابومرثد) اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابوذر کے ساتھ جمرۂ وسطی کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا : ,, ہمارے پاس فلاں(۱) کے محصلین زکوٰۃ آئے ہیں اور انہوں نے ہم پر زیادہ زکوٰۃ لگائی ہے کیا جتنا انہوں نے زیادہ لیا ہے اسی اندازے سے میں ان سے مال چھپا لوں ؟ " اس پر

marfat.com
Marfat.com

ہوا ابوذرؓ نے کہا :,, ایسا نہ کرو ، بلکہ ان کے سامنے اپنا تمام مال اکٹھا کر
ے، دو پھر ان سے کہہ دو ، تمہارا اس میں سے جو حق ہو وہ لے لو اور
ہے جو ناحق ہو وہ چھوڑ دو۔ اس پر بھی اگر وہ تم پر زیادتی کریں گے
ہ تو تمہاری زکوٰۃ اور جو کچھ انہوں نے زیادتی سے لیا ہے وہ سب روز
بۃ قیامت تمہارے میزان میں ڈالی جائے گی ۔

) (۱۱۰۲) زاھر بن یربوع کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت
وا ابوھریرۃ کے پاس آیا اور اس نے دریافت کیا :,, کیا میں ان (محصلین
ن زکوۃ) سے اپنے عمدہ و پسندیدہ مال کو پوشیدہ رکھ سکتا ہوں ؟ ,, تو
ذا انہوں نے کہا :,, نہیں ، جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کی
ن نافرمانی نہ کرو۔ اور جب وہ چلے جائیں تو انہیں گالیاں نہ دو۔ اس
ہ طرح تم نافرمانی کے مرتکب ہو کر ظالم پر ہونے والے عذاب کو ھلکا
ے کر دو گے ۔ تمہیں ان سے کہنا چاہیئے :,, یہ میرا مال ہے اور اس پر یہ
ہ حق ہوتا ہے۔ تم حق لے لو اور ناحق چھوڑ دو ۔ اب اگر وہ حق لے
یا لیتے ہیں تو ٹھیک ہے اور اگر وہ اس سے ہٹ کر زیادتی کرتے ہیں تو
ں وہ (حق و ناحق) دونوں ، روز قیامت تیرے میزان میں یکجا کر دیئے
و جائیں گے ۔

).(۱۱۰۳) عمرو بن جشی کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن
د عمرو نے کہا :,, اے عمرو بن جُبشی ؛ اس وقت تم پر کیا گذرے گی
ہ جب محصلین صدقہ تم سے حق سے زائد مطالبہ کریں گے ؟,, پھر وہ
ہ بولے :,, جو کچھ وہ تجھ سے مانگیں انہیں دے دینا ورنہ وہ تیرا سر
ا اڑا دیں گے پھر تیرا سر ادھر پڑا ہوگا اور دھڑ ادھر۔ اور تمہارے
ا بارے میں کوئی زبان بھی نہ ھلا سکے گا ,, ۔

marfat.com
Marfat.com

(١١٠٤) ابوالزبیر کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ کو یہ کہتے سنا :,, جب تمہارے پاس محصل زکوٰۃ آئے تو اسے اپنی زکوۃ دے دو ۔ اور اس کے ساتھ کوئی احسان نہ جماؤ ۔ اور زکوٰۃ کی وصولی کے سلسلہ میں جو کچھ وہ کرے اس کی ذمہ داری اسی کو سونپ دو ،، ۔

(١١٠٥) ابوہریرۃ کے مولی ابویونس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابیوں ابوہریرۃ اور ابواسید گو یہ کہتے سنا ہے :,, لوگوں کا یہ فریضہ ہے کہ جب ان کے پاس محصل صدقہ آئے تو اسے خوش آمدید کہیں اور اسے اپنے تمام اموال سے باخبر کر دیں اور کوئی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہ رکھیں ۔ اب اگر وہ عدل سے کام لیتا ہے تو اس کی یہی راہ ہے اور اگر وہ اس سے ہٹ کر ظلم و زیادتی کرتا ہے تو وہ اپنا ہی برا کرے گا ۔ اور اللہ (ان زکوٰۃ ادا کرنے والے) لوگوں کو بہتر بدلہ دے گا ۔

حوالہ جات

١ ۔ مسند امام احمد کی ایک روایت (ج ١٣١:١) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد حضرت عثمانؓ ہیں ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ٦٢

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ اور اس کے قواعد

سونے چاندی کا نصاب :

(١١٠٦) محمد بن عبدالرحمن انصاری کہتے ہیں کہ زکات سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ کے مکاتیب میں یہ درج ہے : سونے پر اس وقت تک کوئی زکوٰۃ نہیں لی جائے گی تا آنکہ وہ بیس دینار نہ ہو جائے ۔ جب وہ بیس دینار ہو جائے تو اس پر نصف دینار لیا جائے گا ۔ اور چاندی پر دوسو درہم ہونے سے پہلے کوئی زکوٰۃ نہیں لی جائے گی ۔ جب دوسو درہم ہو جائے تو اس پر پانچ درہم لئے جائیں گے ۔ (١)

(١١٠٧) حضرت علی سے مروی ہے :,, ہر بیس دینار پر نصف دینار اور ہر چالیس دینار پر ایک دینار ۔ اور ہر دو سو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ لی جائے گی ۔

(١١٠٨) عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ انہیں ابوبکر بن عبیداللہ نے اس صحیفہ کی ایک نقل لکھ کر بھیجی جو حضرت عمر کی تلوار کے تھیلے سے بندھا تھا ۔ اس میں درج تھا : چاندی میں سے چالیسواں حصہ لیا جائے گا جبکہ کسی شخص کی چاندی کی مقدار پانچ اوقیہ (یعنی دو سو درہم) ہو جائے ۔

(١١٠٩) نافع کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا عبارت حضرت عمرؓ کے زکوٰۃ نامہ میں ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۱۱۰) لیث کہتے ہیں کہ مجھ سے نافع نے کہا کہ انہوں نے اس صحیفہ (کی نقل شدہ تحریر) کو کئی بار عبداللہ بن عمرؓ کو دکھایا تھا ۔

(۱۱۱۱) مالک بن انس کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے زکوٰۃ نامہ میں مذکورہ بالا عبارت پڑھی ۔

(۱۱۱۲) حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا :,, چاندی میں چالیسواں حصہ لیا جائے گا ،، ۔

ابوعبیدؒ : بعض مرفوع احادیث میں سونے کا ذکر بھی آیا ہے :

(۱۱۱۳) عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :,, بیس مثقال سے کم سونے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور نہ دو سو درہم سے کم چاندی پر ۔

بقدر نصاب مال کا سال بھر تک مالک رہنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی :

ابوعبید ؒ مسلمانوں میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب کسی کے پاس شروع سال میں اتنی مقدار مالیت ہو جائے جس پر زکوۃ واجب ہو جاتی ہے مثلاً دو سو درہم (چاندی) بیس دینار (سونا) ، پانچ اونٹ ، تیس گائیں ، چالیس بکریاں بھیڑیں ۔ تو ان اصناف میں سے کسی ایک کا شروع سال سے آخر تک مالک رہنے کی صورت میں تمام لوگوں کے قول کے مطابق اس مالک پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور یہ مقدار جس پر زکوٰۃ عائد ہو جاتی اسے مالک

marfat.com
Marfat.com

بن انس اور اهل مدینه ,, نصاب المال ،، (مال کا نصاب) کہتے هیں ۔ ابن بکیر نے مالک سے ایسی هی روایت مجھ سے بیان کی ہے ۔

(۱۱۱۴) لیث کے هاں بھی اسی طرح یه مقدار ,, نصاب ،، کہلاتی ہے ۔ مجھ سے یه روایت ان کی طرف سے عبدالله بن صالح نے بیان کی ہے ۔

(۱۱۱۵) اهل عراق اس مقدار کو ,, اصل المال ،، (مال کا اصل) کہتے هیں ۔

درهم و دینار اور مویشیوں میں فرق :

اب اگر پورا سال گذر جائے اور مال اس نصاب یا اصل سے زائد هو تو بقول مالک بن انس ؒ اسے اپنے قبضه کے تمام مویشیوں کی زکوٰۃ دینا هوگی ۔

(۱۱۱٦) ان کا یه قول مجھ سے ابن بکیر نے بیان کیا اور مویشیوں کے بارے میں یہی لیث کا بھی قول ہے ۔ همیں ان کے قول کی بابت عبدالله بن صالح نے بتایا ۔

ابوعبیدؒ : مجھے یه نہیں معلوم که یه دونوں بزرگ مویشیوں کے علاوہ دیگر (بے جان) املاک کے بارے میں کیا رائے رکھتے هیں ؟

(۱۱۱۷) جہاں تک عراقیوں کا تعلق ہے تو وہ ایسے مالک کی جمله ملکیت پر خواہ وہ مویشی هوں یا بے جان مال ، زکوٰۃ واجب سمجھتے هیں ، اور یه اس لئے که ان کے نزدیک اصل المال وہ مقدار ہے که اس پر زکوٰۃ واجب هو جاتی ہے ۔ چنانچه وہ کہتے هیں که (اصل مال کے بعد) اس پر جو اضافه هوگا وہ اسی کی طرح هوگا ۔

(۱۱۱۸) یه حضرات اپنے اس قول پر حضرت عمرؓ کی وہ روایت بطور حجت پیش کرتے هیں که انہوں نے بھیڑ بکریوں میں ان کے

marfat.com

Marfat.com

چھوٹے چھوٹے بچوں بھی شمار کئے تھے ۔ وہ کہتے ھیں کہ انہیں معلوم تھا کہ ان چھوٹے چھوٹے بچوں پر پورا سال نہیں گذرا تھا تاھم جب وہ ایک ایسی مقدار میں شامل ھو گئے جس پر زکوٰۃ واجب ھوتی ہے تو انہیں بھی اسی میں شامل کر لیا گیا ۔ اس طرح اھل عـراق نے حضرت عمرؓ کے بھیڑ بکریوں کے چھوٹے بچوں کو زکوٰۃ میں شامل کرنے پر بے جان مال کو قیاس کیا ۔

(۱۱۱۹) ابوعبیدؒ : لیکن میری رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی یہ رائے صرف مویشیوں تک محدود رہے گی اور درھم و دینار دو وجہ کی بناء پر دگرگوں ھونے کی وجہ سے ان سے مشابہ نہیں قرار دئے جائیں گے ۔ یہ دو وجوہ وہ دو مراعات ھیں جو سنت نے صرف مالکان مویشی کو دی ھیں اور ان میں سے ایک بھی رعایت سونے چاندی والوں کو نہیں دی گئی ۔

(۱۱۲۰) پہلی رعایت تو یہ ھے کہ مویشیوں میں دو فرائض کے درمیان فاضل تعداد پر مالکان مویشی سے زکوۃ معاف کر دی جاتی ھے ۔

(۱۱۲۱) اور دوسری رعایت وہ ھے جس کی شرح خود حضرت عمرؓ نے یہ کہکر دی ھے : ,,کہ ھم مویشیوں کے مالکوں کے لئے گھر میں دودھ کے لئے پالی جانے والی بکری ، قریب الولادت (حاملہ) بکری ، نسل کشی کا نر اور گوشت (کھانے کے لئے پالی جانے) والی بکری چھوڑ دیں گے ۔ اور اس طرح انہوں نے یہ سہولت بتا کر بھیڑ بکریوں کے چھوٹے بچوں کو گنے جانے کا جواز پیدا کر دیا ۔ گویا ایک آسانی کے بدلہ میں ایک سختی رکھی گئی ۔ لیکن سونے اور چاندی کے مالکان کو ان میں سے کوئی مراعات حاصل نہیں ھوتیں ان کا تو تمام مال شامل کیا جاتا ھے ۔ ان کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کھرے

marfat.com
Marfat.com

دینار کے بجائے ناقص یا عیب دار دے دیں ۔ اور ان کے لئے کوئی ایسی درمیانی فاضل مقدار بھی نہیں جس پر زکوۃ نہ لگائی جائے ۔ دو سو دراھم یا بیس مثقال (دینار) سے جو کچھ زائد ہوگا اس پر بھی انہیں اسی حساب سے زکوۃ ادا کرنا ہوگی ۔ اس بارے میں صرف ایک اختلافی قول منقول ھے جس پر عمل نہیں ہوتا ۔ اب آپ ھی بتائیں کہ ان ھر دو اموال میں کیا مشابہت ھے جبکہ سنت اور عقل و رائے کے اعتبار سے بھی وہ ایک دوسرے سے جداگانہ ھیں ۔ ؟ !

مویشیوں کے علاوہ دیگر اموال پر سال گذرنے سے قبل زکوۃ واجب نہیں ھوگی

تاھم حضرت عمرؓ نے اپنی روایت میں خصوصیت صرف مویشیوں تک محدود رکھی حالانکہ وہ بےجان اموال کی بھی زکوۃ لیا کرتے تھے مگر اس بارے میں ھم تک ان کی کوئی روایت نہیں پہنچی ۔ لہذا جس کو انہوں نے خصوصیت بخشی ھم بھی اسے خصوصی حیثیت دیں گے اور جسے انہوں نے عام رکھا اسے ھم بھی عمـومی حیثیت دیں گے۔ چنانچہ مویشیوں کے علاوہ ھم کسی چیز میں اس پر حصول کے وقت سے پورا سال گذرنے سے پہلے زکوۃ واجب نہیں سمجھیں گے ، اور اسی کی تائید میں آثار متواترہ ملتے ھیں :

(۱۱۲۲) حضرت علیؓ سے روایت ھے : ,,فائدہ اٹھائے جانے والے مال پر اسی وقت زکوۃ عائد ھوگی جبکہ اس پر پورا سال گذر جائے ۔

(۱۱۲۳) نافع نے ابن عمرؓ سے بھی اسی مضمون کی روایت کی ھے۔

(۱۱۲۴) جابر بن زید نے بھی ابن عمرؓ سے اسی مضمـون کی روایت کی ھے ۔

(۱۱۲۵) محمد بن عقبہ کہتے ھیں میں نے اپنے ایک غلام سے

marfat.com

Marfat.com

معین رقم لے کر اسے آزاد کرنے کا معاملہ طے کیا ۔ تو میں نے قاسم بن محمد سے (اس رقم پر) زکوۃ کے بارے میں دریافت کیا ۔ اُنھوں نے کہا:

,,حضرت ابو بکرؓ کا طرز عمل یہ تھا کہ جب وہ کسی شخص کا وظیفہ دینا چاھتے تو اس سے دریافت کر لیتے کہ آیا اس کے پاس اتنا مال ھے جس پر زکات واجب ھو ؟ اگر وہ بتاتا کہ اس کے پاس زکوۃ کے قابل مال ھے تو وہ اس کے وظیفہ میں سے اتنی رقم کاٹ لیتے جو وہ بطور زکواۃ دینا چاھتا تھا ، لیکن اگر وہ بتاتا کہ اس کے پاس زکواۃ کے قابل مال نہیں ھے تو وہ اسے اس کا وظیفہ (پورا) ادا کر دیتے ۔

(١١٢٦) ایک اور سند سے بھی محمد بن عقبہ ابو بکرؓ سے یہی مضمون روایت کرتے ھیں (البتہ اس میں اس غلام کا ذکر نہیں جس سے معینہ رقم کے عوض آزادی کا معاملہ طے کیاگیا تھا ۔

(١١٢٧) عائشہ بنت قدامہ بن مظعون کہتی ھیں : ,,حضرت عثمان بن عضانؓ جب وظیفہ اجراء کرتے تو میرے باپ کو کہلا بھیجتے کہ اگر تمھارے پاس اتنا مال ھو جس پر زکواۃ واجب ھے تو ھم تمھارے وظیفہ میں سے اس کا حساب کر لیں گے ،،

(١١٢٨) ھیرۃ بن یَریم کہتے ھیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ ھمیں وظیفہ (کی رقم) تھیلیوں (یا ٹوکریوں) میں دیا کرتے تھے پھر اس میں سے زکواۃ منہا کر لیتے تھے ۔

ابو عبید : ۔ میرے نزدیک عبداللہ بن مسعودؓ کی اس روایت کی وھی توجیہ ھے جو حضرات ابو بکر و عثمان رضی اللہ عنہما کی روایات کی ھے ۔ یعنی یہ کہ وہ دونوں بزرگ اس مال کی زکواۃ لیتے تھے جو ماضی میں ان پر واجب الادا تھی نہ کہ وہ زکواۃ جو مستقبل میں ان پر واجب ھونے والی تھی ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۱۲۹) اس امر کی وضاحت ان کی ایک اور روایت کر رہی ہے:
عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں : ,,جو شخص کوئی مال حاصل کرے تو اس پر پورا سال گذرنے سے پہلے اسے کوئی زکواۃ ادا کرنا نہیں ہوگی -

ابوعبیدؒ : - اسی مضمون کی ایک حدیث طارق بن شہاب سے مروی ہے -

(۱۱۳۰) طارق کہتے ہیں : ہمارے وظائف حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس طرح جاری ہوتے تھے کہ ان کی زکواۃ نہیں لی جاتی تھی - تاآنکہ ہم خود ہی اس کی زکواۃ نکالتے تھے -

ابوعبید : - اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وظائف میں سے جو زکواۃ لی جاتی تھی وہ اس مال کی ہوتی تھی جو ان کے پاس پہلے سے موجود ہوتا تھا - اگر وظائف کی زکواۃ ہوتی تو اس میں سے زکواۃ لی جاتی - (۲)

اور ان (طارق) کے اس قول میں : ,,کہ ہم خود ہی اس کی زکواۃ نکالتے تھے،، احتمال ہے کہ وہ یہ کہنا چاہتے ہوں کہ ہم ہی انہیں بتاتے تھے کہ ہم پر کتنی زکات واجب ہے -

اس کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہؓ کی متواتر روایات ملتی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں بیان کرتا کہ جو مال مزید شامل کیا جائے اسے پرانے مال میں ملا کر (ان دونوں کی مجموعی طور پر) زکواۃ دی جائے - اور اگر وہ یہ صورت چاہتے تو لوگوں کو ان کے وظائف دے دیتے تاآنکہ وہ ان کے مال میں شامل ہو جائے پھر ان دونوں مالوں کے مجموعے میں سے زکواۃ لیتے -

marfat.com
Marfat.com

ابو عبیدؒ :۔ اسی قسم کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے لیکن اس کی سند میں کچھ کلام ہے :۔

(١١٣١) حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا : ,,جب تک کسی مال پر پورا سال نہ گذرے اس پر زکواۃ واجب نہیں ہوتی ۔،،

ابو عبیدؒ :۔ اگر اس کی کوئی اصل ہے تو یہی سنت ہے ورنہ پھر ہم نے جن صحابہؓ نام لیا ہے ہمارے لئے ان میں بھی قابل اتباع نمونہ اور قدوہ ہے ۔

لیکن اس باب میں حضرت ابن عباسؓ سے ایک قول مروی ہے جو مذکورہ بالا تمام اقوال سے مختلف ہے :

(١١٣٢) عکرمہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے متعلق جسے کچھ مال حاصل ہو جائے ابن عباسؓ کہتے ہیں : ,,وہ اس وقت اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا جس وقت اسے وہ مال حاصل ہو۔،،

(١١٣٣) ایک دوسری سند میں ابن عباسؓ سے یہی مضمون جابر بن زید سے مروی ہے :

ابوعبید :۔ کچھ لوگ حضرت ابن عباسؓ کے اس قول کی شرح میں کہتے ہیں کہ اس سے حضرت ابن عباسؓ کی مراد ,,سونا چاندی،، تھی ۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اُن کا مقصود یہ ہو ۔ میری نظر میں وہ اس سے زیادہ فقیہ ہیں کہ ایسی بات کہیں ۔ اس لئے کہ ان کا یہ قول امت میں کسی عالم کے قول سے نہیں ملتا بلکہ سب سے الگ ہٹا ہوا ہے ۔ بناء بریں میرا خیال ہے کہ اُنھوں نے اس قول سے ,,زمین کی پیداوار،، مراد لی ہوگی ۔ اس لئے بھی کہ اہل مدینہ زمینوں کو بھی ,,اموال،، کہہ دیتے ہیں ۔ نیز اس لئے کہ ہمیں سنت میں زرعی پیداوار کے علاوہ کوئی ایسا مال نہیں ملتا جس پر مالک کو

marfat.com
Marfat.com

ملکیت میں آتے ہی زکواۃ دینا پڑے ۔ اب اگر حضرت ابن عباسؓ نے اس قول سے یہی مراد نہ لی ہو تو پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان کی اس روایت کی کیا توجیہ کی جا سکتی ہے ؟ ۔

ابو عبیدؒ : یہ ہیں وہ روایات جو اس مال سے متعلق ہیں جو شروع ہی سے اتنا ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو اور اسی مقدار کو ,,نصاب ،، اور ,,اصل ،، کہا جاتا ہے ۔

ایسے مال کی زکواۃ جو شروع سال میں نصاب سے کم ہو لیکن آخر میں بڑھ جائے

(۱۱۳۴) اب اگر مال ,,نصاب ،، اور ,,اصل ،، کی مقدار سے کم ہو جس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوتی ہو مثلاً ایک آدمی شروع سال میں پانچ دینار یا چار اونٹوں کا مالک بنتا ہے تو اس سلسلہ میں مالک بن انس کہتے ہیں کہ اگر وہ ان پانچ دیناروں کو تجارت میں لگا دیتا ہے ۔ اور وہ بڑھ کر سال پورا ہونے تک بیس یا اس سے زائد دینار ہو جاتے ہیں یا اونٹوں میں ایک بچہ پیدا ہو کر وہ پانچ یا اس سے زائد ہو جاتے ہیں تو ان سب پر زکات واجب ہو جائے گی ۔

ابو عبیدؒ : ۔ اس طرح مالک کا مسلک یہ ہے کہ مال سے ہونے والا نفع بھی اس کے اصل مال میں شامل ہوگا اور ماؤں کے بچے بھی انہیں میں شامل کئے جائیں گے ۔

موجودہ مال میں سے ہونے والے اضافے اور دیگر ذرائع کے اضافہ میں فرق رکھا جائے گا یا نہیں

(۱۱۳۵) ان (مالک) کا کہنا ہے کہ اگر یہ اضافہ منافع یا اولاد کی جہت سے نہ ہو بلکہ کسی اور ذریعہ سے آمد ہو مثلاً ہبہ اور میراث وغیرہ سے حاصل ہوا ہو تو اندریں صورت نہ سابقہ مال پر زکواۃ لگے گی نہ جدید حاصل ہونے والے مال پر ۔ بلکہ جس دن وہ نیا

marfat.com
Marfat.com

مال حاصل ہوا ہو اس دن سے از سر نو سال شمار کیا جائے گا۔
اسی طرح مالک دیگر آمدنیوں اور مویشیوں کے پیدائشی اضافہ یا مال کے منافع سے حاصل ہونے والی آمدنی کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتے ہیں۔

ابو عبیدؒ :۔ یہی بات یا اس کے ہم معنی بات مجھے ابن بکیر نے بھی امام مالک سے منسوب کر کے بتائی۔ ان سے قبل ہمیں کوئی ایسا عالم نہیں ملتا جو ان دونوں (آمدنیوں) میں فرق کرتا ہو۔

(١١٣٦) جہاں تک سفیان و اہل عراق نیز اہل حجاز کی اکثریت کا تعلق ہے مالک اور ان کے ہم خیال حضرات کو چھوڑ کر، یہ سب ان تمام اموال میں کوئی فرق نہیں کرتے اور ان میں سے کسی مال پر اس وقت تک وہ زکواۃ واجب نہیں سمجھتے جب تک کہ زائد حاصل ہونے والی ملکیت پر از سر نو سال پورا نہ گذرے خواہ وہ ملکیت جانوروں کی پیدائش سے ہو یا منافع کے ذریعہ حاصل ہوئی ہو یا ہبہ اور میراث وغیرہ کے ذریعہ اور یہ بھی اس صورت میں کہ وہ زائد آمدنی اس مقدار میں ہو جس پر زکواۃ واجب ہوتی ہو۔
ایسی ہی ایک روایت ابراہیم سے مروی ہے :

اضافہ کے بعد بقدر نصاب ہو، اس کے بعد پورا سال گذرنا چاہئیے

(١١٣٧) مغیرہ کہتے ہیں کہ ابراہیم نے ایسے شخص کے بارے میں جسے پچاس درہم ملیں پھر سو درہم ملیں، پھر بقیہ درہم ملیں جن سے وہ پورے دو سو درہم یا اس سے زائد ہوجائیں، کہا کہ اس پر زکواۃ اس وقت واجب ہوگی جب دو سو ہونے کے بعد سے ان پر پورا سال گذر جائے۔

marfat.com
Marfat.com

(١١٣٨) ابو عبیدؒ : ۔ اور یہی ہماری بھی رائے ہے ۔ دولت میں خواہ منافع سے اضافہ ہو یا مویشیوں کی پیدائش سے ان اضافوں میں اور دیگر آمدنیوں سے حاصل ہونے والے اضافوں میں کوئی فرق ملحوظ نہیں ہوگا ۔ یہ سب اضافے اللہ تعالٰی کی دین اور اس بخشش کا فیضان ہیں جن سے وہ اپنے بندوں کو نوازتا ہے ۔

(١١٣٩) اور یہ تمام اضافی آمدنیاں اس مال سے متعلق ہیں جس کے ملنے پر صاحب مال اپنی ملکیت پر از سر نو پورا سال گذارے گا ۔ پھر دیگر آمدنیوں کا اس میں اضافہ ہوگا ۔

اب اگر اضافی مال سے پہلے کا بقیہ مال اتنی مقدار تھا جس پر پہلے ہی سے زکواۃ واجب ہوتی ہو پھر اس باقیماندہ مال میں دوسرا مال اضافہ کیا گیا تو یہ مال ۔ وہ ہوگا جس کے بارے میں ابراھیم کہتے ہیں : ,,اس مال کے پہلے اور بعد (ہر دو کے مجموعہ پر زکواۃ دی جائے گی ۔

بقدر نصاب مال کی موجودگی میں ادائی زکواۃ کے وقت سے ایک دو ماہ قبل حاصل ہونے والے مال کی زکواۃ

(١١٤٠) حجاج بن ارطاۃ کہتے ہیں کہ حکم ابن عتیبہ کے گھر میں ہم اس مسئلہ پر بحث کرنے لگے کہ ایسے شخص کو کیا کرنا ہوگا جسے زکوٰۃ کا وقت پورا ہونے سے ایک ماہ یا دو ماہ یا تین ماہ قبل کچھ رقم ہاتھ لگ جائے ؟ تو ہمیں فضیل ابن عمرو نے ابراھیم کا یہ قول بتایا : ,,ایسا شخص اپنے مال کے ساتھ اس نئے اضافہ کی بھی زکواۃ دے گا ،، راوی کہتا ہے : ,,میں نے دیکھا کہ وہ سب لوگ اس جواب پر متفق ہو گئے ،،

(١١٤١) حسن کہتے ہیں : ,,اگر اس کے پاس اس کے علاوہ اور مال ہو تو وہ اس کی زکواۃ کا وقت آنے پر اس (نئے) اضافہ) کی

marfat.com
Marfat.com

زکواۃ بھی دے گا۔,,

(۱۱۴۲) حسن کہتے ھیں: ,,جب وہ ماہ آ جائے جسے کسی شخص نے اپنی زکواۃ ادا کرنے کے لئے مقرر کیا ہو تو وہ اپنے تمام مال کی زکواۃ ادا کرے گا۔,,

اضافی آمدنی میں تعیّن وقت اور عدم تعیّن وقت کا فرق

(۱۱۴۳) ابو عبیدؒ:۔ اھل عراق کے نزدیک اس قول کی صورت یہ ہوگی کہ دوسرا مزید ملنے والا مال جو ایسے مال میں اضافہ کیا جائے جس پر زکواۃ واجب ھو چکی ھو تو اندریں صورت وہ ایک مال کو دوسرے میں شامل کر لیں گے۔ میری نظر میں ابراھیم اور حسن کے اس قول کے یہ معنی تمام حالات میں نہیں لئے جائیں گے بلکہ ان کا یہ مسلک صرف ایسی صورت میں ہوگا جبکہ مال باھمدگر گڈ مڈ ھو اور یہ معلوم نہ ھو سکے کہ وہ کب حاصل ھوا تھا جیسا کہ تاجروں وغیرہ کے ساتھ ھوتا ھے کہ مختلف زمانوں میں مختلف منافع وغیرہ انھیں حاصل ھوتے رھتے ھیں۔ اور جب سال کا آخری دن آتا ھے تو انھیں یہ متعین کرنا ممکن نہیں ھوتا کہ کتنا فائدہ کن کن اوقات میں حاصل ھوا۔ تو وہ ایسا تمام مال جمع کر کے اس کے مجموعہ کی زکواۃ دے گا۔ اس لئے کہ اس کے سوا کوئی اور صورت نہیں کہ وہ پہلے مال کی زکواۃ دے سکے۔ بنـاء بریں اسے حکم دیا گیا کہ وہ احتیاطاً تمام مال کی زکواۃ ادا کرے۔ رھا وہ شخص جسے وضاحت سے معلوم ھو کہ اس نے کتنا کتنا مال، کب کب سال پورا ھونے سے قبل حاصل کیا ھے تو ایسے شخص کو کونسی مجبوری ھے کہ وہ بعد کی آمدنی میں ملائے؟ جبکہ سنت یہی ھے کہ سال پورا گذرنے سے قبل کسی مال پر زکواۃ نہیں لی جاتی۔ یہ کونسا قاعدہ ھے کہ ایک مال پر جو حق واجب ھوتا ھو وہ دوسرے مال پر چسپاں

marfat.com
Marfat.com

ےکر دیا جائے ؟ قاعدہ اور صحیح فیصلہ تو یہی ہے کہ ہر مال پر جو
ےاس کا حق ہو وہی اس پر لازم قرار دیا جائے ۔

منافع پر زکوٰۃ میں اختلاف

دا اسی مضمون کی تفسیر عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے

۳)(۱۱۴۴) قطن کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں میرا
ل واسط سے گذرنا ہوا ، تو وہاں لوگوں نے کہا : ہمیں امیر المومنین کا
ہ خط پڑھ کر سنایا گیا اس میں تھا : ,,تاجروں کے منافع سے اس وقت
ن تک کچھ نہ لو تاآنکہ اس پر پورا سال نہ گذرے ،،

) (۱۱۴۵) عون کہتے ہیں کہ میں مسجد پہنچا تو وہ خط پڑھا جا
و چکا تھا ۔ اس پر میرے ایک قریبی ساتھی نے کہا : ,,کیا اچھا ہوتا
ےکہ تم عمر بن عبدالعزیز کا تاجروں کے منافع سے متعلق خط سن لیتے۔
جس میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ سال پورا ہونے سے قبل منافع پر
ا کچھ نہ لیا جائے ،،

ابو عبیدؒ : ۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے ، عمرؒ (بن عبدالعزیز) منافع پر
ا از سر نو پورا سال گذرنے کی قید لگا رہے ہیں اور اسے (اصل مال
ں میں شامل کر کے اس مجموعہ پر زکوٰۃ لینے کے لئے نہیں کہتے ؟ ۔
ا اب جبکہ وہ مال کی بڑھو تری اور منافع کو بھی اس میں ضم نہیں
ا کر رہے حالانکہ وہ اس میں شامل ہوتی ہے تو الگ سے حاصل ہونے
والا مال شامل کرلینا تو اور بھی مستبعد ہے ۔

(۱۱۴۶) اور یہ بات مالک کے قول کے خلاف ہے ۔ اس لئے کہ وہ
منافع کو اصل مال میں شامل کر لینے کے قائل ہیں اور وہ نفع اور
دیگر آمدنیوں میں فرق کرتے ہیں ۔ لیکن ہماری تائید عمر بن

marfat.com
Marfat.com

عبدالعزیز کے قول کو حاصل ھے اور وہ یہ کہ سال گذرنے سے قبل نفع پر قطعاً زکواۃ نہیں لی جائے گی ۔

اور لیث سے بھی ایسا ھی قول منقول ھے :۔

(۱۱۴۷) لیث کہتے ھیں : ,,نصاب مال میں مویشیوں کے اضافہ پر تو زکواۃ دی جائے گی لیکن جہاں تک درہم و دینار کا تعلق ھے ان کی زکواۃ ان کے حصول کے دن سے سال پورا ھونے پر ھی دی جائے گی۔

ابوعبیدؒ :۔ اس باب میں مذکورہ بالا تمام اقوال کے علاوہ زھری سے ایک بالکل مختلف قول منقول ھے :

(۱۱۴۸) اوزاعی روایت کرتے ھیں کہ زھری نے کہا : ,,اگر اس کے پاس پہلے کا باقیماندہ مال زیادہ ھو اور نفع (نئی آمد) کمتر ھو تو وہ اس کی زکواۃ دے گا اور اگر نفع (نئی آمد) زیادہ ھو تو وہ اس کی زکواۃ نہیں دے گا ۔

ابوعبیدؒ :۔ یہ ھیں وہ اقوال جو دو صد دراھم اور بیس دینار کے پورا سال گذرنے پر ان کی زکواۃ سے متعلق ھمیں ملے ھیں ۔

سونے یا چاندی کے جداگانہ مقدار نصاب سے کم ھونے پر زکواۃ ادا کرنے کی صورت

اگر دراھم و دینار اس تعداد سے کم ھوں تو اُن کی زکواۃ سے متعلق پانچ اقوال ھیں :

(۱۱۴۹) پہلا قول : عبیدہ کہتے ھیں کہ میں نے ابراھیم سے دریافت کیا : ,,اس شخص کی زکواۃ کے متعلق کیا حکم ھے جس کے پاس سو درہم ھوں اور دس دینار ؟،، تو اُنھوں نے جواب دیا : ,,وہ ھر صنف میں سے بقدر حصہ اس کی زکواۃ ادا کرے گا ،،۔

(۱۱۵۰) دوسرا قول : اور یہی سوال شعبی سے کیا تو انھوں نے کہا : ,,جو صنف کمتر ھو اسے زیادہ والی کے مطابق (قیمت کا اندازہ

marfat.com

Marfat.com

لگا کر) حساب کرے گا اگر وہ بقدر نصاب بن جائے تو اس کی زکواۃ ادا کرے گا ۔

ابو عبیدؒ :۔ مطلب یہ ہے کہ (چاندی یا سونے میں سے) جو صنف کمتر ہوگی بازار کے موجودہ بھاؤ سے اس کی قیمت متعین کر کے (زیادہ مقدار والی صنف کی قیمت میں ملا کر) حساب کیا جائے گا ۔

(١١٥١/ تیسرا قول : یہ کہ جب دینار کی قیمت درہم میں شامل کی جائے تو ہر دینار کو دس درہم کے مساوی قرار دے خواہ (موجودہ) بھاؤ اس سے کمتر یا بیشتر ہو ۔

(١١٥٢/ چوتھا قول :۔ ہر حال میں دیناروں کی قیمت لگا کر دراہم میں جوڑی جائے خواہ دینار دراہم سے کم ہوں یا زیادہ ۔

(١١٥٣/ پانچواں قول : دونوں قسم کے مالوں پر سے زکواۃ ختم کر دی جائے گی اور ان پر اُس وقت تک کوئی زکواۃ نہیں لگے گی تاوقتیکہ وہ جداگانہ (اپنے نصاب کی مقدار میں یعنی) دراہم دو صد، اور دینار بیس نہ ہو جائیں ۔

ابو عبیدؒ :۔ ان میں سے ہر قول کا قائل اپنے لئے ایک وجہ استدلال رکھتا ہے :۔

(۱) وہ شخص جو ہر صنف میں سے بقدر حصہ ادائی زکواۃ کا قائل ہے کہتا ہے :

کسی مال پر اس کی انفرادی اور ذاتی حیثیت سے زکواۃ واجب ہوتی ہے اور یہ نہیں ہوگا کہ اس پر جو حق واجب ہوتا ہو وہ اس سے منتقل ہو کر دوسرے پر واجب ہو جائے ۔ بناء بریں دونوں قسموں میں سے کسی ایک کو دوسری میں ضم نہیں کیا جائے گا ۔ یہ ہے (ابن) براہیم کی دلیل اور یہی مالک بن انس کا قول ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۱) وہ شخص جو تھوڑی مقدار والی صنف کو زیادہ مقدار والی صنف میں ملانے کا قائل ہے وہ ان دونوں کو ایک مال قرار دیتے ہوئے کہتا ہے : ,,میری رائے میں درہم و دینار اشیاء کی قیمت ہیں ۔ اشیاء کو ان دونوں کی قیمت نہیں کہا جاتا لیکن بایں ہمہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ دونوں اصناف ایک دوسرے کے عوض ادھار (نسئی) فروخت کرنا جائز نہیں ہے ۔ اس سے مجھے یہ ثبوت ملتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک ہی نوع ہیں ۔ بنابریں میں کمتر صنف کی قیمت اس کے بھاؤ کے مطابق لگا کر زیادہ مقدار والی صنف میں شامل کروں گا ۔ جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں ۔ یہ شعبی کا استدلال ہے اور ابن بکیر کی روایت کے مطابق یہی اوزاعی کا بھی قول تھا ۔

(۱۱۵۴) اور یہی سفیان اور اہل عراق کا مسلک بھی ہے ۔

(۱۱۱) وہ شخص جو ملے جلے دینار و دراہم کو بہرحال درھموں میں شامل کرنے کا قائل ہے ۔ خواہ دینار دراہم سے زائد ہی کیوں نہ ہوں۔وہ اپنے مسلک پر یہ استدلال کرتا ہے کہ سنت میں تو صرف درھموں کی زکواۃ ہی مذکور ہے اور یہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ مسلمانوں نے دراہم سے مشابہت کی بناء پر ہی سونے پر زکواۃ واجب کر دی ہے ۔ بنا بریں میں دیناروں کو مال تجارت قرار دیتے ہوئے ان کی قیمت لگا کر اسے دراہم میں شامل کروں گا ۔ یہ حدیث و اثر کے قائلین میں سے بعض کا مسلک ہے ۔

(۱۱۵۵) اس سے کچھ ملتا جلتا قول عطاء اور زہری سے مروی ہے کہ وہ دونوں دیناروں کو بمنزلہ مال تجارت قرار دیتے تھے ۔

(۱۷) رہا وہ شخص جو ہر دینار کو دس درہم کے مساوی قرار دیتا ہے اور اس کے موجودہ نرخ کے مطابق قیمت کو درخور اعتنا

marfat.com

Marfat.com

ﮭﻨﺎ نہیں سمجھتا وہ اپنے مسلک پر یہ ثبوت پیش کرتا ہے کہ اصل نصاب
یہ میں ہر دینار دس درہم ہی کے مساوی رکھا گیا ہے ۔ آپ نہیں
ب دیکھتے کہ جب تک دینار کی تعداد بیس نہ ہو جائے اس پر زکواۃ
اء واجب نہیں ہوتی ۔ بالکل اسی طرح جیسے دراہم کی تعداد دو سو
یہ ہونے سے قبل ان پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی ۔ چنانچہ ان (دونوں کی
نه مذکورہ تعداد کے بعد) یہ دونوں باہمدگر مساوی ہو جاتے ہیں لہذا ان
یہ میں سے ہر ایک پر چالیسواں حصّہ واجب کیا گیا ۔

ا) (١١٥٦) محمد بن حسن کے سوا یہ قول میں نے کسی اور سے
ں نہیں سنا ۔ انہوں نے بتایا کہ اس مسئلہ میں میری رائے یہی ہے ،
یا لیکن ان کے ساتھ ہی اس رائے میں ان سے اختلاف کرتے ہیں ۔

ا) (٧) اب رہ جاتا ہے وہ شخص جو اس طرح کے دونوں مالوں پر سے
ن زکواۃ اُڑانے کا قائل ہے اور کہتا ہے کہ زکواۃ اسی وقت دی جائے گی
و جبکہ درہم دوصد ، اور دینار بیس ہو جائیں ۔ وہ بھی خود سنت سے
ا استنباط کر رہا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ خود سنت
ﻧ نے ان دونوں اصناف میں فرق قائم رکھا ہے اور ان دونوں کو دو مختلف
ﻧ نوع قرار دیا ہے ۔

ﺍ) (١١٥٧) اس لئے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی
ﻧ کو چاندی کے عوض ربا قرار دیا ہے الا یہ کہ وہ مساوی ہو ۔ چنانچہ
ﺍ آپ نے دونوں چاندیوں کو برابر قرار دیا کیونکہ وہ دونوں ایک نوع ہیں ۔
اسی طرح آپ نے سونے کو سونے کے عوض ربا قرار دیا (الایہ کہ وہ
ہ مساوی ہو ۔) پھر آپ نے سونے کو اس سے کئی گنا زیادہ چاندی کے
ﮦ عوض جائز قرار دیا اس لئے کہ وہ دونوں دو مختلف انواع ہیں ۔
اس کا کہنا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے
ﺍ اور چاندی کو دو جنس قرار دیا تو میں ان دونوں کو کیونکر اکٹھا کر

marfat.com
Marfat.com

کرکے ایک جنس بنا ڈالوں؟۔

(۱۱۵۸) یہ ہے ابن ابی لیلی، شریک اور حسن بن صالح کا قول۔ اور یہی قول میرے نزدیک احادیث و آثار سے زیادہ قریب اور نظری طور پر زیادہ صحیح ہے۔ اس میں ایک دلیل تو یہی ہے کہ صرافی میں یہ دونوں مختلف جنسیں ہیں اور دوسری دلیل خود زکواۃ میں بھی ہے :۔

اور وہ اس طرح کہ اگر ایک آدمی کے پاس بغیر درھم کے صرف بیس دینار ہوں اور اس وقت ایک دینار کا بھاؤ نو درھم یا اس سے کم کے برابر ہو تو بھی اس شخص پر زکواۃ واجب ہوگی۔ اگرچہ یہ شخص دو سو دراھم کا مالک نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر اس شخص کے پاس دس دینار ہوں اور ایک دینار کی قیمت بیس یا بیس سے زائد درھم کے مساوی ہو تو بھی اس شخص پر زکواۃ واجب نہ ہوگی حالانکہ وہ دو سو درھم یا اس سے زائد کا مالک ہوگا۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ ان صورتوں میں درھم کی حیثیت کس طرح اُبھر کر سامنے آگئی اور وہ دینار سے بالکل الگ ہو گیا؟ پھر کون سی وجہ ہے کہ دیناروں کو دراھم میں شامل کر لیا جائے؟۔ اس بارے میں میری پوری تائید ابن ابی لیلی شریک، اور حسن کے قول کو حاصل ہے جس کی رو سے یہ دونوں دو جداگانہ مال ہیں جیسے اونٹوں کے ساتھ بھیڑ بکریاں یا گیہوں کے ساتھ کھجور۔ ان میں سے ایک کو بھی دوسری میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

یہ ہیں وہ اقوال جو درھموں کے دو سو سے کم اور دینار کے بیس سے کم ہونے پر کہے گئے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

نصاب سے زائد سونے چاندی پر زکواۃ لینے کا طریقہ

(۱۱۵۹) اب اگر صورت یہ ہو کہ دراہم دو صد ہوں اور دینار بیس۔

تو اس باب میں سب کی ایک رائے ہے اور کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

لیکن ایسی صورت میں کہ یہ ہر دو جنس اپنے اپنے نصاب سے بڑھ جائیں تو اس بارے میں تین اقوال ملے ہیں :۔

(۱۱۶۰) قول اول : حضرت علیؓ کہتے ہیں : ,,ہر بیس دینار پر نصف دینار اور ہر چالیس پر ایک دینار، اور ہر دو سو درہم پر پانچ درہم (کے حساب سے زکواۃ دی جائے گی) اور اس سے زائد مقدار پر اسی حساب سے زکواۃ ادا کی جائے گی۔

(۱۱۶۱) ایک دوسری سند سے بھی یہی مضمون حضرت علیؓ ہی سے مروی ہے۔

(۱۱۶۲) ابن عمرؓ کہتے ہیں : ,,ہر دو سو درہم پر پانچ درہم (زکواۃ) ہیں۔ اور جو زائد مقدار ہو اس پر اس حساب سے (مزید رقم ادا کی جائے گی)

(۱۱۶۳) ابراہیم کہتے ہیں : ,,ہر دو سو درہم پر پانچ درہم زکواۃ لی جائے گی اور جو اس سے بڑھے گا اس پر اسی حساب سے لی جائے گی۔

(۱۱۶۴) رزیق بن حیان دمشقی (یابقول اہل عراق، اہل مصر جو اس نام کو زیادہ جاننے والے ہیں اسے زریق کہتے ہیں) جو ولید، سلیمان نیز عمر بن عبدالعزیز کے عہد ہائے خلافت میں مصر میں مسافروں کے کاغذات وغیرہ کی دیکھ بھال پر مامور تھے، کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے انہیں لکھا تھا : ,,مسلمانوں میں سے جو تمہاری حدود سے گذریں ان کا معائنہ کرو اور ان کے اس ظاہر مال

marfat.com

Marfat.com

میں سے جو انہوں نے تجارت میں لگا رکھا ہے ۔ ہر چالیس دینار میں سے ایک دینار لے لو اور جو کم ہو اس میں سے بھی بیس دینار تک اسی حساب سے لو لو ، لیکن اگر وہ اس (بیس دینار) سے تہائی (⅓) دینار بھی کم ہو جائے تو پھر اس کو بغیر زکواۃ لئے چھوڑ دینا ۔

(١١٦٥) ایک اور سند سے بھی یہی رزیق بن حیان ، عمر بن عبدالعزیز سے ایسا ہی مضمون روایت کرتے ہیں ۔

(١١٦٦) قول ثانی :۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ مجھے اور ابو موسی اشعری کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق بھیجا : ابو موسی کو نماز (کی امامت) پر اور مجھے زکواۃ (وغیرہ) کی تحصیل پر۔ اور فرمایا : ,,جب مسلمان کا مال دو سو درہم ہو جائے تو اس میں سے پانچ درہم لے لو ۔ اور جو دو سو سے زائد ہو اس میں سے ہر چالیس درہم پر ایک درہم کے حساب سے لے لو ۔

(١١٦٧) انسؓ کہتے ہیں : ,,مجھے عمر بن الخطابؓ نے زکواۃ کی وصولی پر مامور کیا اور حکم دیا کہ میں ہر بیس دینار پر نصف دینار لوں اور اگر ان کے بعد وہ بڑھ کر چار ہو جائیں تو ان (میں سے ہر چار) پر ایک درہم ۔ نیز یہ کہ دو سو درھموں پر پانچ درہم لوں ۔ اگر اس مقدار سے بڑھ کر وہ مزید چالیس تک پہنچ جائیں تو ان پر ایک درہم لوں ۔

(١١٦٨) ھشام ، حسن سے روایت کرتے ہیں : ,,اگر دو سو سے اُوپر اُنتالیس دراھم بڑھ جائیں تو اس زائد حصہ پر کچھ زکواۃ نہیں لی جائے گی تاآنکہ وہ پورے چالیس نہ ہو جائیں ۔ پھر اسی ہونے تک ان پر کوئی زکواۃ نہیں لی جائے گی ۔ وقس علی ذلک

(١١٦٩) ابن شہاب کہتے ہیں : ,,دو سو (درھموں) سے اُوپر جو اضافہ ہو جب تک وہ چالیس درہم پورے نہ ہو جائیں ان پر کوئی زکواۃ نہیں لی جائے گی ۔

marfat.com

Marfat.com

(١١٧٠) قول ثالث : طاؤس کہتے ہیں : ,,دو سو سے اُوپر درہموں پر کوئی زکواۃ نہیں لی جائے گی تاآنکہ وہ چار سو نہ ہو جائیں اس وقت ان پر دس درہم لئے جائیں گے ۔ پھر اس سے بڑھنے پر اس وقت تک کچھ نہیں لیا جائے گا تاآنکہ وہ چھ سو درہم نہ ہو جائیں اور یہی سلسلہ جاری رہے گا ۔

(١١٧١) ابو عبیدؒ : ۔ میرا خیال ہے کہ اُن کی یہ رائے ان احادیث کے مطالب پر مبنی ہے ۔

(i) جب چاندی دو سو درہم ہو جائے تو اس پر چالیسواں حصہ لیا جائے گا ۔

(ii) ہر دو سو پر پانچ درہم (زکواۃ کے) ہوں گے ۔

ان میں دو سو ایک معین مقدار ہے اور اس سے کمتر کو شمار میں نہیں رکھا گیا ہے جیسے مویشیوں میں ہے : ,,ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری اور ہر دس اونٹوں پر دو بکریاں ،،

لیکن ہمارے علم میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جس نے اس قول میں طاؤس کی موافقت کی ہو ۔

(١١٧٢) اب اُس قول (ثانی) کو لیجئے جو حضرت عمرؓ ، حسن اور ابن شہاب سے مروی ہے ۔ میرا خیال ہے کہ ان حضرات نے اوقیہّ،، کی رعایت سے ایسا کہا ہے، کیونکہ حدیث میں آیا ہے: ,,پانچ اوقیہ سے کم پر کوئی زکواۃ نہیں پھر (پانچ اوقیہ پورے ہونے پر) ان پر پانچ درہم لئے جائیں گے ۔ بناء بریں ان حضرات نے یہ خیال کیا کہ ہر اوقیہ پر ایک درہم لیا جائے گا ۔ اور اس سے کم (کسور) پر کچھ نہیں لیا جائے گا ۔ اس لئے کہ حدیث میں اس بارے میں کچھ مذکور نہیں ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

(١١٧٣) همیں ابن کثیر نے بتایا ہے کہ یہی اوزاعی کا قول بھی تھا ۔ :

ابو عبیدؒ :۔ اس امر کا احتمال ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ کہنا : ,,ہر چالیس درہم پر ایک درہم ،، محض لوگوں کو حساب سمجھانے کی غرض سے ہو اور اس سے یہ بتانا مقصود ہو کہ ہر اوقیہ پر ایک درہم لیا جائے گا ۔ لیکن بایں ہمہ وہ اس بات کے قائل ہوں کہ دو سو درہم اور بیس دینار سے اوپر جو بھی اضافہ ہو اس پر اسی حساب سے زکواۃ لی جائے گی ۔

(١١٧٤) اب رہ جاتا ہے قول اول جو حضرت علیؓ ، ابن عمرؓ ، ابرہیم اور عمر ابن عبدالعزیز سے منسوب ہے تو اسی پر ہمارے ہاں عمل ہو رہا ہے اور مسلمانوں کی بڑی اکثریت اسی کی قائل ہے ۔ یہی ابن ابی لیلی ، سفیان اور مالک کا قول ہے اور یہ سب اس پر متفق ہیں کہ یہ مفہوم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) اس مرفوع حدیث کے مفہوم کے مطابق ہے :

(١١٧٥) ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,,پانچ اوقیہ سے کم میں کوئی زکواۃ نہیں اور پانچ اونٹوں سے کم پر کوئی زکواۃ نہیں اور پانچ دسق سے کم پر کوئی زکواۃ نہیں ۔

(١١٧٦) ایک اور سند سے بھی یہی مضمون ابو سعید خدری ہی کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے مروی ہے ۔

ابو عبیدؒ :۔ آپ غور نہیں فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتا کر کہ پانچ سے کم اوقیہ پر کوئی زکواۃ نہیں ۔ پانچ کے عدد کو زکواۃ کے واجب ہونے یا نہ واجب ہونے کے سلسلہ میں حد فاصل قرار دے دیا ہے ؟ ۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۱۷۷) چنانچه آپ کے اس فرمان سے ہمارے لئے یہ بات کھل کر واضح ہو گئی کہ پانچ کے عدد سے جو کچھ بھی زائد ہو خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس پر زکواۃ واجب ہوگی۔ اس لئے کہ آپ نے پانچ کے بعد کسی اور عدد کو متعین نہیں فرمایا جیسے کہ آپ نے مویشیوں کی زکواۃ کے سلسلہ میں مختلف عدد متعین فرماتے ہوئے فرمایا : ,,ہر پانچ (اونٹوں) پر ایک بکری اور ہر دس پر دو بکریاں،،۔ چنانچہ آپ نے مویشیوں کی زکواۃ کو مختلف خصوصی تدریجی مراتب میں تقسیم فرمایا اور ہر دو عدد کی درمیانی زائد تعداد (۲) کو بے زکواۃ چھوڑ دیا۔

دوسری طرف آپ نے بےجان اموال نیز زمین کی جملہ پیداوار کو ایک حیثیت دے کر ان پر قید لگائی کہ وہ پانچ تک یا اس سے زائد ہو جائیں ۔ پھر اس کی تشریح حضرات علیؓ و ابن عمرؓ و ابراھیم و عمر ابن عبدالعزیز نے اپنے اس قول سے کر دی ,, اور جو اس سے زائد ہو تو اس پر اسی حساب سے زکواۃ لی جائے گی،،۔ پھر ان کی اسی شرح کا اتباع ابن ابی لیلی ، سفیان اور مالک نے بھی کیا۔

ابو عبیدؒ :۔ اور یہی ہمارا قول بھی ہے۔

★

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱) یہ حدیث ابو داؤد نے موقوف اور ترمذی نے مرفوع روایت کی ہے ۔ امام شافعی نے الرسالہ میں ..باب فی الزکاۃ ۔ کے تحت لکھا ہے کہ رسول اللہ نے چاندی پر زکواۃ مقرر فرمائی اور آپ کے بعد مسلمانوں نے سونے پر زکواۃ لی ۔ مسلمانوں نے ایسا یا تو کسی حدیث رسول کی وجہ سے کیا تھا جو ہم تک نہیں پہنچی یا پھر چاندی پر قیاس کرتے ہوئے ایسا کیا تھا ۔ ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ ثقہ آحاد راویوں سے سونے کی زکواۃ کے سلسلہ میں حضور سے کچھ ثابت نہیں ۔ (از حاشیہ)

۲) یہ عربی عبارت کا ترجمہ ہے جو بات صاف نہیں کرتا ۔ شاید مطلب یہ ہے کہ لی جانے والی زکواۃ پہلے سے موجود مال پر لگتی تھی ۔ اگر وظائف پر ہوتی تو نہ لی جاتی کیونکہ اس پر تو ابھی سال گذرا ہی نہیں ، لیکن ایسی صورت میں عربی جملہ میں حرف نفی ہونا ضروری تھا ۔ اس عبارت سے دوسرا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ وظائف دیتے وقت ہی ان پر واجب زکواۃ وصول کر لی جاتی تھی ۔ شاید یہ اس لئے ہوتا ہو کہ وظائف سال گذرنے کے بعد ملتے ہوں اور خود ان پر بھی زکواۃ واجب ہو جاتی ہو ، یا پھر یہ صورت ہو کہ وظائف پر وصولی کے وقت ہی وظیفہ لے لیا جاتا ہو۔ واللہ اعلم ۔ (مترجم)

۳) یعنی پانچ اونٹوں کے بعد دس ہونے تک چھٹے ، ساتویں ، آٹھویں اور نویں اونٹ پر کوئی اضافہ نہیں فرمایا ۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ٦٣

تجارتی سامانوں اور قرضوں پر زکوۃ ، نیز ان پر واجبات کا بیان

تاجروں کے تمام سامان تجارت کا حساب لگا کر اس قیمت پر زکوۃ لی جائے گی :

(١١٧٨) عبدالرحمن بن قاری کہتے ہیں ۔ میں حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں بیت المال پر مامور تھا ۔ ان کا یہ دستور تھا کہ جب وظائف دیئے جاتے تو تاجروں کا تمام مال جمع کرکے موجود وغیر موجود سب کا حساب کرتے ۔ پھر موجودہ مال میں سے موجود و غیر موجود مال کی زکوۃ لے لیتے ۔

(١١٧٩) حماس کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گذرے تو انہوں نے کہا :,, اے حماس ؛ اپنے مال کی زکواۃ ادا کرو " ۔ اس پر میں نے کہا :,, میرے پاس ترکشوں اور دباغت دی ہوئی کھالوں کے علاوہ کوئی مال نہیں ہے " ۔ اس پر انہوں نے کہا :,, ان اشیاء کی قیمتوں کا تعین کرکے اس قیمت کے لحاظ سے زکواۃ ادا کرو " ۔

(١١٨٠) ایک اور سند سے بھی حماس حضرت عمر سے یہی مضمون روایت کرتے ہیں ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۱۸۱) موسی بن عقبہ (نافع یا کسی اور درمیانی راوی کے واسطہ سے جو مجھے معلوم نہیں) ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں :,, تجارتی اغراض کے تحت رکھے جانے والے غلاموں اور کپڑوں پر زکواۃ دی جائے گی " ۔

(۱۱۸۲) جابر بن زید سے مروی ہے کہ انہوں نے اسی قسم کے مسئلہ میں کہا : ,,جب تمہارا زکوۃ نکالنے کا وقت آئے تو ایسے (تجارتی) سامان کی قیمت لگا کر اس کی زکوۃ ادا کر دو " ۔

(۱۱۸۳) اگرچہ حضرت ابن عباسؓ کہا کرتے تھے : ,,اتنا انتظار کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ اس سامان کو بیچ دے (اور پھر زکواۃ دے دے اور اس عرصہ میں) زکواۃ بہرحال واجب رہے گی " ۔

قرض دی ہوئی رقم پر زکواۃ ادا کی جائے گی اور قرض لی ہوئی رقم منہا کی جائے گی :

(۱۱۸۴) میمون بن مہران کہتے ہیں :,, جب تمہارا زکواۃ نکالنے کا وقت آ جائے تو اپنی نقدی اور تجارتی سامان کا جائزہ لو ، اور جملہ سامان تجارت کی نقدی میں قیمت متعین کر لو ۔ پھر اس رقم میں اس قرض کو بھی شامل کر لو جو تم نے کھاتے پیتے آسودہ حال کو دے رکھا ہو ۔ پھر اس مجموعی رقم میں سے وہ قرضہ جات جو تم پر واجب الادا ہوں منہا کرکے بقیہ رقم کی زکواۃ ادا کر دو " ۔

ڈوبا ہوا قرض شمار نہیں ہوگا

(۱۱۸۵) حسن کہتے ہیں :,, جب وہ مہینہ آ جائے جسے کسی شخص نے اپنی زکواۃ نکالنے کے لئے متعین کیا ہو تو وہ اپنے تمام مال کی زکواۃ ادا کرے ۔ اس میں تمام تجارت کے لئے خریدا ہوا مال اور تمام قرض دی ہوئی رقوم شامل ہیں بجز ان قرض رقوم کے جو ڈوبی

marfat.com
Marfat.com

ہوئی ہوں اور ان کے واپس ملنے کی امید نہ ہو۔

تجارتی سامان کی قیمت متعین کرکے اسے نقد رقم میں جوڑ کر جملہ رقم پر زکواۃ ادا کی جائے گی :

(١١٨٦) ابراہیم کہتے ہیں :,, زکواۃ کا وقت آنے پر آدمی اپنے جملہ تجارتی سامان کی قیمت متعین کرے گا اسے (اپنے (نقد) مال کے ساتھ جوڑ کر اس کی زکواۃ ادا کرے گا۔

تجارت کے لئے موتی جواہرات پر زکواۃ :

(١١٨٧) مجاہد کہتے ہیں :,, جواہرات اور موتی نیز اس قسم کی چیزوں پر زکواۃ نہیں ہوتی ۔ الا یہ کہ یہ اشیاء تجارتی اغراض کے لئے خریدی ہوں " ۔

(١١٨٨) حماد ابراہیم سے ، اور سالم سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے بھی مذکورہ بالا روایت کے مطابق بات کہی ۔

(١١٨٩) عطاء سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

(١١٩٠) ابوعبیدؒ :۔ مذکورہ بالا جملہ روایات کے بموجب سفیان بن سعید اور اہل عراق اس بات کے قائل ہیں کہ تجارتی سامان کی قیمت متعین کرکے اسے بقیہ مال میں ملایا جائے گا (پھر سب کی زکواۃ ادا کی جائے گی) ۔

برسوں رُکے ہوئے سامانِ تجارت کی زکوۃ

(١١٩١) مالکؒ بن انس بھی ایسے مال تجارت کے لئے جس کو گھمایا جائے اور اس سے اس کے مالک کو قابل ادائی زکوۃ نقد رقم(١) کی یافت نہ ہوتی ہو ایسی ہی رائے رکھتے ہیں ، تاہم ان کا کہنا ہے :,, رہا وہ سامان تجارت جو برسوں سے اس کے مالک کے پاس پڑا

marfat.com

Marfat.com

هو تو اس پر اس کے بیچنے سے پہلے اسے کچھ زکواۃ نہیں ادا کرنا ہوگی ۔ اور جب وہ فروخت ہو جائے تو اس کی قیمت پر صرف ایک (سال ھی کی) زکواۃ دے گا ۔ یہ اس لئے کہ اس مالک پر یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی مال کی زکواۃ اس مال کے علاوہ کسی اور مال میں سے دے ۔

ابوعبیدؒ : مجھے یحیی بن بکیر نے ان کی یہ تمام تفصیلی رائے بتائی ۔

(١١٩٢) ابوعبیدؒ : اس بارے میں ھمارا عندیہ وھی ہے جو سفیان اور اھل عراق کا ہے یعنی یہ کہ تجارتی سودے کے رقم میں تبدیل ہونے یا (تبدیل) نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ اسی کی تائید صحابہ رضی اللہ عنہما تابعینؒ کی بالتواتر روایات سے ہوتی ہے ۔ ان سب کا اجماع ہے کہ موجودہ مال کو تمام بقیہ نقدی میں شامل کیا جائے گا پھر اگر یہ مجموعہ اتنا ہو جائے کہ اس پر زکواۃ واجب ہوتی ہو تو وہ اس کی زکواۃ ادا کرے گا اور ھمارے علم میں ایسا کوئی عالم نہیں ہے جس نے مالک سے قبل تجارتی سامان کے نقدی میں تبدیل ہونے یا نہ تبدیل ہونے میں فرق کیا ہو ۔

(١١٩٣) ایک فقہ میں کلام کرنے والے نے کہا ہے کہ تجارتی اموال پر زکواۃ نہیں لگے گی ۔ اس پر اس کا استدلال یہ ھے کہ جو حضرات مال تجارت پر زکواۃ کے قائل ھیں وہ اسی وقت زکواۃ واجب قرار دیتے ھیں ۔ جب اس مال کی قیمت (کا تعین) ہو جائے ۔ پھر وہ کہتا ہے :،، ھر مال پر خود اسی میں سے زکواۃ واجب ہوتی ہے اور قیمت سامان کے علاوہ اور کچھ چیز ہے " اور اس تاویل کی بناء پر وہ اس (مال تجارت) سے زکواۃ کالعدم قرار دیتا ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

زکواۃ اصل مال کے علاوہ متبادل اشیاء یا نقدی کی صورت میں لی جا سکتی ہے:

(۱۱۹۴) ہمارے خیال میں اس نے تاویل (نتیجہ نکالنے) میں غلطی کی ہے۔ اس لئے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی سنت میں یہ ملتا ہے کہ زکواۃ کا حق تو یہی ہے کہ وہ جس مال پر عائد ہو اسی میں سے لی جائے۔ لیکن پھر وہ ایسی صورت میں منتقل ہو جاتی ہے جس کی ادائی زکواۃ دینے والے کو اصل مال کی نسبت زیادہ آسان ہو جائے۔

(۱۱۹۵) اسی مضمون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب گرامی واضح کر رہا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ کے سلسلہ میں حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تھا: ,, ہر بالغ مرد سے ایک دینار یا اس کے مساوی یمنی کپڑا " (جزیہ میں لیا جائے)۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقد رقم کے بجائے (جزیہ میں) مال تجارت بھی لے لیا۔

(۱۱۹۶) پھر آپ ﷺ نے اہل نجران کے لئے یہ لکھ بھیجا: ,, ان لوگوں کو سالانہ دو ہزار جوڑے دینے ہوں گے یا اس کے مساوی اوقیہ "۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال تجارت کے بجائے نقد رقم بھی لے لی۔

(۱۱۹۷) حضرت عمرؓ جزیہ میں اونٹ لے لیا کرتے تھے۔ حالانکہ بنیادی طور پر سونے یا چاندی کی صورت میں وصول کیا جانا چاہیئے۔

(۱۱۹۸) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی جزیہ میں سوئیاں، رسیاں اور سونے لئے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۱۹۹) اور حضرت معاذؓ سے خود زکواۃ کے بارے میں یہ مروی ہے کہ انہوں نے زکواۃ (کو بجائے نقد لینے کے اس) کے عوض مال تجارت لے لیا ۔ اس کا اظہار ان کے اس قول سے ہو رہا ہے ۔ تم میرے پاس یمنی کپڑے ، چادریں یا دُھسے لے آؤ تو میں بجائے نقد زکواۃ کے تم سے یہ چیزیں لے لوں گا ۔ اس لئے کہ تمہیں ان کے دینے میں آسانی ہوتی ہے اور یہ اشیاء مدینہ میں مہاجرین کے لئے زیادہ نفع بخش ہیں " ۔

سونے کی زکواۃ چاندی کی صورت میں :

(۱۲۰۰) حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ان کی بیوی نے ان سے کہا :,, میرے پاس ایک گلو بند ہے جس میں بیس مثقال (سونا) ہے " تو انہوں نے کہا :,, اس کی زکواۃ پانچ درہم ادا کر دو " ۔

(۱۲۰۱) ابو عبیدؒ : ۔ یہ تمام مثالیں ایسی چیزوں کی ہیں جن پر زکواۃ واجب ہوتی ہے اور پھر ان کی زکواۃ بجائے ان اموال کے دوسرے اموال میں سے لی گئی ہے۔ اور اس بناء پر کہ خود ان چیزوں میں سے زکواۃ نہیں دی جا سکتی ان سے زکواۃ ساقط نہیں کی گئی ۔ اس لئے کہ زکواۃ تو ایک نہ ٹلنے والا حق ہے جسے کوئی چیز بھی زائل نہیں کر سکتی ۔ یہ الگ بات ہے کہ زکواۃ دینے والا ان اشیاء کو محفوظ و سالم رکھنے کی غرض سے ان میں سے نہیں بلکہ دیگر اموال سے ان پر واجبی حق ادا کر دیتا ھے اس لئے کہ یہ صورت اس شخص کے لئے جس سے زکواۃ لی جاتی ہے زیادہ آسان ہوتی ہے۔ بس یہی صورت اموال تجارت کی ہے کہ بنیادی طور پر تو ان کی زکواۃ خود انہی میں سے لینا چاہیئے لیکن اندریں صورت اس مال کے کٹنے ٹوٹنے اور کچھ اجزاء کم ہونے کی وجہ سے مالکان کو نقصان پہنچنے

marfat.com
Marfat.com

لکا امکان ہے ۔ لہذا انہیں اجازت دے دی گئی کہ وہ قیمت کا تعین کرکے اس کے لحاظ سے زکواۃ نکال دیں ۔

(١٢٠٢) اب اگر ایسی صورت ہو کہ کسی شخص کے مال تجارت پر زکواۃ واجب ہوتی ہو اور اس کی قیمت کا تعین پورے ایک بیل یا ایک جانور یا ایک غلام کی قیمت کے برابر ہو جائے اور وہ بعینہ اس پوری چیز کو اپنے مال کی زکواۃ میں ادا کر دے تو ہماری نظر میں وہ زکواۃ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ محسن بھی ہوگا ۔ اور اگر اس پر یہ آسان ہوتا ہو کہ وہ اس متعینہ رقم کے عوض سونا یا چاندی دے دے ۔ تو اسے اس کی بھی اجازت ہوگی ۔

یہ ہے تاجروں کے اموال پر زکواۃ نکالنے کے بارے میں ہماری رائے۔ اور اسی پر تمام مسلمانوں کا اتفاق و اجماع ہے کہ اموال تجارت پر زکواۃ اٹل فریضہ ہے ۔

(١٢٠٣) اب رہا دوسرا (اس کے برخلاف) قول ، سو ہمارا خیال یہ ہے کہ علماء میں سے کسی نے بھی وہ مسلک احتیار نہیں کیا ۔

زکواۃ صرف تجارتی مال پر لگے گی :

(١٢٠٤) یہ واضح رہے کہ زکواۃ سامان اور غلام وغیرہ پر صرف اسی وقت لگے گی جبکہ یہ برائے تجارت ہوں اور دیگر صورتوں میں ان پر زکواۃ نہیں لگے گی ۔ اس لئے کہ سنت سے ثابت ہے کہ جب غلام یا سامان اپنے فائدے کے دیگر کاموں میں استعمال ہوں تو ان پر زکوۃ معاف ہو جاتی ہے ۔ اسی بناء پر مسلمانوں نے حمل و نقل اور کھیتی وغیرہ کا کام کرنے والے اونٹوں اور بیلوں کو زکوۃ سے مستثنی قرار دیا ہے ۔

تجارتی مال کی تعریف

یاد رکھئے تجارتی مال وہ کہلائے گا جسے بڑھایا اور پھیلایا جائے اور جس سے اضافہ و منافع مقصود ہو ۔ اندریں

marfat.com

Marfat.com

صورت یہ مال تجارت ان مویشیوں کے ریوڑوں سے مشابہ ہوتا ہے جو مویشی بڑھانے (افزائش نسل) اور ان سے دیگر اضافی فوائد و منافع چاہنے کے لئے پالے جاتے ہیں ، اور اس لئے ان پر زکواۃ واجب ہو جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مویشیوں میں سے ہر قسم کی جداگانہ ان کے قاعدوں کے مطابق زکواۃ دی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ تجارتی اموال خواہ کتنی ہی مختلف قسموں کا ہو ان سب کی مجموعی قیمت متعین کرکے اس پر زکواۃ دی جائے گی۔ لیکن مویشیوں کی زکواۃ ان کے مذکورہ فرائض کے مطابق ادا کی جائے گی۔ اس طرح یہ دونوں (مویشی) (اور اموال تجارت) ایک اصل پر مل جاتے ہیں اور وہ ہے ,, ہر دو پر زکواۃ کا واجب ہونا ،، پھر فروع میں ہر اصل اپنے اصول و قواعد کی طرف پلٹے گی۔

یہ ہے ان تجارتی اموال کی زکواۃ کا بیان جو ان کے مالکوں کے پاس موجود ہوں :

قرض دینے والے پر زکواۃ ادا کرنے کے سلسلہ میں مختلف اقوال

(ا) وہ قرضے جو قابل اعتماد لوگوں پر ہوں اور ان کی وصولی کی امید ہو :

(١٢٠٥) لیکن اگر اس کے ساتھ ساتھ قرضے بھی ہوں تو قرضوں کی زکواۃ کے بارے میں ۔ خواہ وہ تجارتی ہوں یا غیر تجارتی ۔ اب تک نئے اور پرانے زمانہ میں اسلاف سے پانچ مختلف اقوال منقول ہیں

(١٢٠٦) پہلا قول :۔ اگر قرض آسودہ حال اشخاص پر ہو تو موجودہ مال کے ساتھ اس قرض کی بھی زکواۃ فوراً ہی ادا کر دے۔

(١٢٠٧) دوسرا قول :۔ اگر اس قرض کے ملنے کی امید نہ ہو تو

marfat.com

Marfat.com

وصولی تک اس کی زکواۃ ملتوی کر دے ۔ پھر وصلی کے بعد تمام گذشتہ سالوں کی زکواۃ ادا کر دے ۔

(۱۲۰۸/۸) تیسرا قول :۔ اس قرض کی وصولی کے بعد صرف ایک سال کی زکواۃ ادا کرے خواہ اس قرض پر کئی سال گذر چکے ہوں۔

(۱۲۰۹/۹) چوتھا قول :۔ قرض کی زکواۃ قرض لینے والے پر واجب ہوگی اور مالک رقم (قرض دینے والے) سے اس کی زکواۃ نہیں نہیں لی جائے گی ۔

(۱۲۱۰/۱۰) پانچواں قول :۔ قرض کی رقم پر کلی طور سے زکواۃ ساقط کر دی جائے گی اور قرض دار یا قرض خواہ دونوں میں سے کسی پر اس کو زکواۃ واجب نہ ہوگی۔ خواہ یہ قرض آسودہ حال اور قابل اعتماد ھی کو کیوں نہ دیا گیا ہو ۔

ان میں سے ہر قول کی تائید میں روایات ملتی ھیں :۔

(۱) پہلے قول سے متعلق :۔

(۱۲۱۱/۱۱) عبدالرحمن بن عبدقاری حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ھیں کہ جب وظائف کا اجراء ھوتا تو حضرت عمرؓ اس کے حاصل کرنے والے کے موجودہ مال میں سے اس موجودہ مال (وظیفه) اور اس کے سوا اس کے غیر حاضر مال کی زکواۃ لے لیا کرتے تھے ۔

(۱۲۱۲/۱۲) عبدالملک بن ابی بکر راوی ھیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے کہا :۔ جب زکواۃ ادا کرنے کا وقت آئے تو اپنا (لوگوں کو دیا ہوا) قرض اور اپنے پاس موجودہ مال کا حساب کرکے سب کو مجمع کرکے اس مجموعه کی زکواۃ ادا کر دو ،، ۔

(۱۲۱۳/۱۳) سائب بن یزید راوی ھیں که حضرت عثمانؓ کہا کرتے تھے :۔ ایسے قرض پر زکواۃ واجب ھوتی ہے جسے تم قرض دار سے

marfat.com
Marfat.com

جب چاہو مطالبہ کرکے لے سکو اور ایسے قرض پر بھی جو آسودہ شخص پر ہو اور تم شرم یا رواداری کی وجہ سے اسے چھوڑے رکھو۔

(۱۲۱۴) حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں :,, ہر وہ قرض جس کی وصولی کی تمہیں امید ہو اس پر پورا سال گذرنے پر تمہیں زکواۃ ادا کرنا واجب ہے "۔

(۱۲۱۵) ابوالزبیر کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے اس سوال کے جواب میں کہ آیا وہ شخص جس کا دوسرے پر قرض ہو اپنی قرض دی ہوئی رقم پر زکواۃ ادا کرے گا ؟ یہ جواب سنا ہے : ,,ہاں" ۔

(۱۲۱۶) جابر بن زید کہتے ہیں :,, ہر اس قرض کی زکواۃ ادا کی جائے گی جس کی وصولی کی تمہیں امید ہے "۔

(۱۲۱۷) عثمان بن اسود کہتے ہیں کہ انہوں نے مجاھد سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا :,, ہر اس چیز کی زکواۃ ادا کرو جو تمہارے خیال میں ملنے والی ہو "۔

(۱۲۱۸) یونس ، حسن سے اور مغیرہ ابراھیم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات کہا کرتے تھے :,, اس قرض کی زکواۃ ادا کی جائے گی جو آسودہ حال پر ہو "۔

(۱۲۱۹) میمون بن مہران کہتے ہیں :,, جب تمہارا زکواۃ ادا کرنے کا وقت آ جائے تو اپنے تمام مال اور جملہ ایسے قرضہ جات کا جائزہ لو جو آسودہ حالوں پر ہو۔ پھر حساب کے بعد اس رقم کو جمع کرکے اس میں سے وہ قرض جو تمہارے اوپر ہو منہا کر دو پھر جو رقم باقی بچے اس کی زکواۃ ادا کر دو۔

ابو عبیدؒ :۔ یہ ہیں وہ روایات جو اس قرض کے متعلق آئی ہیں

marfat.com

Marfat.com

جس کی وصولی کی امید ہو اور جسے اپنے مال کے ساتھ ملا کر اس رقم کا مالک اس مجموعہ پر زکواۃ دے گا ۔ اور یہ جملہ روایات پہلے قول سے متعلق ہیں ۔

(ii) دوسرے قول یعنی اس قرض سے متعلق روایات جس کے ملنے کی امید نہ ہو ۔

(۱۲۲۰) ابن سیرین عبیدہ کی وساطت سے راوی ہیں کہ حضرت علیؓ نے اس قرض کے بارے میں جس کی وصولی غیر یقینی (مشکوک و مشتبہ) ہو ، کہا :,, اگر وہ (شخص جو قرض کی رقم کی وصولی سے ناامید ہو چکا ہو) سچا ہے تو جب وہ اسے وصول کرلے تو اس تمام مدت کی زکواۃ ادا کرے جو اس پر گذری ہو " ۔

(۱۲۲۱) ایک اور سند سے بھی یہی مضمون ابن سیرین ، عبیدہ کی وساطت کا ذکر کئے بغیر حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں ۔

(۱۲۲۲) ابوالنضر راوی ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے قرض کے متعلق کہا :,, اگر تمھیں اس کی وصولی کی امید نہ ہو تو وصولی تک اس کی زکواۃ نہ ادا کرو لیکن جب اسے وصول کر لو تو اس پر جتنی زکواۃ واجب ہوا اسے ادا کر دو " ۔

(iii) تیسرے قول سے متعلق روایات :۔

(۱۲۲۳) حسن کہتے ہیں :,, اگر کسی شخص کا ایسا قرض ہو جس کی وصولی کی امید وہ منقطع کر چکا ہو ۔ اور بعد میں وہ رقم اسے مل جائے تو وہ اس کی ایک سال کی زکواۃ ادا کر دے " ۔

(۱۲۲۴) میمون بن مہران کہتے ہیں :,, مجھے عمر بن عبدالعزیزؒ نے میرے اس مال کے بارے میں ایک خط لکھا جو ایک شخص نے مجھے واپس پلٹا دیا تھا ۔ (اپنے خط میں) انہوں نے مجھے حکم دیا

marfat.com

Marfat.com

که میں اس مال پر گذشتہ سالوں کی زکواۃ ادا کر دوں۔ لیکن اس کے پیچھے ھی ایک دوسرے خط میں انہوں نے لکھا :,, وہ ڈوبا ھوا مال تھا لہذا اس میں سے صرف ایک سال کی زکواۃ نکالو "۔

(۱۲۲۵) میمون بن مہران کہتے ھیں ، مجھے عمر بن عبدالعزیز نے (دجلہ و فرات کے درمیان) جزیرہ کے بیت المال کی ان رقوم کی بابت لکھا جو وھاں لوگوں کے تلف شدہ حقوق کے ضمن رکھی ھوئی تھیں - پھر روایت کی بقیہ عبارت ویسی ھی ہے جو اوپر کی روایت میں گذر چکی ۔

(۱۲۲٦) جعفر کہتے ھیں میں نے میمون اور یزید بن یزید کو زکواۃ کے بارے میں مذاکرہ کرتے سنا ۔ یزید نے کہا :,, عمر بن عبدالعزیز جب کسی آدمی کو اس کی مزدوری دیتے تھے تو اس میں سے زکواۃ لے لیا کرتے تھے ۔ اور جب تلف شدہ حقوق واپس دیتے تھے تو ان میں سے زکواۃ لے لیا کرتے تھے ۔ اور جب اهل وظائف میں وظائف تقسیم ھوتے تو ان پر بھی زکواۃ لے لیا کرتے تھے۔

(۴) چوتھے قول سے متعلقه روایات :۔

(۱۲۲۷) ابراهیم ایسے قرض کے متعلق جس کی ادائی کے بارے میں مالک کے ساتھ ٹال مٹول کیا جائے اور وہ اسے حساب میں شمار کرتا رھے ۔ کہتے ھیں :,, اس کی زکواۃ وہ شخص ادا کرے گا جو اس سے مزے اڑا رھا ہے " ۔

(۱۲۲۸) عطاء سے بھی ایسی ھی روایت منقول ہے۔

(۷) پانچویں قول سے متعلق روایات :

(۱۲۲۹) عکرمه کہتے ھیں :,, قرض پر کوئی زکواۃ نہیں ہے " ۔

(۱۲۳۰) عطاء کہتے ھیں : ,,نہ وہ شخص قرض کی زکواۃ

marfat.com

Marfat.com

دے گا جو مقروض ہے اور نہ اس رقم کا مالک اسے وصول کرنے سے قبل اس کی زکواۃ دے گا "۔

(١٢٣١) عثمان بن اسود کہتے ہیں :,, میں نے عطاء سے اس (قرض) کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا :,, جب تک وہ مالک) اسے وصول نہ کر لے اس کی زکواۃ نہیں دے گا۔

(١٢٣٢) اوزاعی عطاء سے روایت کرتے ہیں :,, جہاں تک ہم مکہ والوں کا تعلق ہے ہم لوگ تو قرض کو ڈوبی ہوئی رقم تصور کرتے ہیں "۔

اس روایت کے ایک راوی ابن کثیر (اس جملہ کی شرح کرتے ہوئے) کہتے ہیں :,, اس سے مراد ہے کہ قرض پر کوئی زکواۃ نہیں ہوتی "۔

ابو عبیدؒ :۔ یہ پانچ اقوال ہیں۔ (قرض پر) زکواۃ لینے کے بارے میں اہل حجاز و اہل عراق میں اختلاف ہے۔

(١٢٣٣) مجھے ابن بکیر نے مالکؒ کے متعلق بتایا کہ وہ کہتے تھے، ,, قرض رقم دینے والے پر۔ خواہ اس کی رقم سالوں تک اس کے پاس نہ رہی ہو۔ رقم کی وصولی کے بعد ایک ہی سال کی زکواۃ واجب الادا ہوگی اور یہ اس لئے کہ مالک رقم پر یہ واجب نہیں کہ وہ ایک مال کی زکواۃ اس کے علاوہ کسی اور مال میں سے دے "۔ وہ کہتے ہیں ,, یہی حال اس تاجر کا ہے جس کے پاس سامان تجارت برسوں پڑا رہے پھر وہ اسے بیچ دے تو ایسے سامان پر بھی اس کی فروخت کے بعد اسے ایک ہی سال کی زکواۃ دینا ہوگی۔

(١٢٣٤) مالک کہتے ہیں :,, اگر اسے قرض کی رقم میں سے اتنی رقم ملے جس پر زکواۃ واجب نہ ہوتی ہو اور اس کے پاس اس

marfat.com
Marfat.com

کے علاوہ کچھ اور مال بھی ہو تو اگر اس مال کو ملانے کے بعد بھی اس کے پاس نصاب پورا ہو جاتا ہے تو وہ سب کی زکواۃ ادا کرے گا۔ اگر قرض کے ملے ہوئے اور موجودہ مال کے مجموعہ سے بھی بقدر نصاب نہیں بنتا لیکن بعد ازاں قرض کی کچھ اور رقم وصول ہونے پر تکمیل نصاب ہو جائے تو اس وقت وہ اس کی زکواۃ دے گا۔

(۱۲۳۵) ابوعبیدؒ :- لیکن سفیان اور اہل عراق کے قول کے مطابق جب بھی قرض دی ہوئی رقم وصول ہو اس پر تمام گذشتہ سالوں کی زکواۃ واجب ہو جاتی ہے، بشرطیکہ قرض آسودہ و قابل اعتماد جگہ پر ہو، لیکن اگر قرض کی وصولی کی امید نہ ہو مثلاً قرض دار اپنے قرض کا انکار کر دے، یا مال اس طرح ضائع ہو جائے کہ مالک کی اس تک رسائی نہ ہو یا وہ اس کی جگہ نہ پہچان سکے اور پھر بعد ازاں وہ مال اسے واپس مل جائے تو ایسی صورت میں مجھے ٹھیک ٹھیک سفیان کا قول تو یاد نہیں (البتہ اہل عراق کے قول کا خلاصہ یہ ہے :,, ایسے مال پر نہ تو گذشتہ سالوں میں سے کسی زمانہ کی زکواۃ واجب ہوگی اور نہ موجودہ سال کی۔ ان کی نظر میں یہ ایسا حاصل شدہ مال ہوگا جس پر اس کا مالک اب سے ازسر نو سال شمار کرے گا "۔

(۱۲۳۶) ابو عبیدؒ :- ان اقوال میں سے ان بلند روایات کو انتخاب کروں گا جو اولاً ہم نے حضرات عمر و عثمان و جابر و ابن عمر جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہیں اور بعد ازاں حضرات حسن، ابراہیم، جابر بنِ زید، مجاہد اور میمون بن مہران پر مشتمل تابعین کا قول ہے اور وہ یہ کہ ایسے مال کو اپنے موجودہ مال میں ملا کر (اس کی قیمت کے لحاظ سے) زکواۃ ادا کرے بشرطیکہ

marfat.com
Marfat.com

قرض آسودہ حالوں اور بھروسہ والوں پر ہو ، کیونکہ اندریں صورت اس مال کی حیثیت ہاتھ میں ، یا گھر میں موجود مال کی سی ہو جاتی ہے۔

اور ان حضرات نے یا ان میں سے جس نے بھی ایسے قرض کو نقد مال میں ملا کر زکواۃ دینے کو پسند کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو وصولی تک اس کی زکواۃ موقوف رکھتا ہے وہ اپنے قرض کی زکواۃ روکے رکھنے کا کوئی متعین وقت مقرر نہیں کر سکے گا اور نہ ھی وہ اسے ادا کرے گا۔ اس لئے کہ بسا اوقات قرض دینے والا اپنی رقم کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے مانگ لیتا ہے یعنی پانچ درہم یا دس درہم یا اس سے کم و بیش ،اندریں صورت اسے ضرورت لاحق ہوگی کہ وہ ہر مانگے ہوئے درہم وغیرہ کا سال ، مہینہ اور دن وار حساب رکھے۔ پھر اس کے مطابق اس کی زکواۃ نکالے حالانکہ اس سے بھی آسان پابندی و ذمہ داری کے ادا کرنے میں جو دل برداشتگی اور کوتاھی کا سامان ہے وہ ظاہر ہے۔ بناء بریں ان حضرات نے از راہ احتیاط قدم اٹھاتے ہوئے کہہ دیا :,, ایسے قرض کی زکواۃ اپنے جملہ مال میں ملا کر سال کے خاتمہ پر ادا کر دے ،، میرے نزدیک یہی اس مسئلہ کا عمدہ حل ہے۔ لیکن اگر کوئی مشکل پسند دوسری مشکل صورت پر اس حد تک قابو پا سکے کہ کوئی رقم حساب سے رہ نہ جائے تو اس پر یہ دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ان شاء اللہ ۔ اور یہ تمام بحث اس قرض سے متعلق ہے جس کی وصولی کی امید ہو اور جو قابل اعتماد لوگوں پر ہو۔

(ii) ایسے قرض جن کی واپسی کی امید کسی حد تک منقطع ہو گئی ہو :

marfat.com

Marfat.com

(۱۲۲۴) لیکن اگر صورت اس کے برخلاف ہو اور قرض دینے والا اپنے قرض کی بازیابی سے (یکسر) ناامید یا تقریباً ناامید ہو تو اندریں حالت میری رائے میں حضرت علیؓ کے اس قول پر عمل ہوگا جو انہوں نے غیریقینی اور مشکوک و مشتبہ قرض کے بارے میں کہا ہے نیز حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق جو انہوں نے اس قرض کے بارے میں کہا ہے جس سے مالک ناامید ہو چکا ہو یعنی فوری طور پر تو اس پر کچھ زکواۃ نہیں دی جائے گی ، لیکن جب وہ اسے وصول کر لے تو تمام گذشتہ سالوں کی زکواۃ دے ۔

ابو عبید : ۔ ان فقہاء کے مقابلہ میں جو ایسے قرض پر کوئی زکواۃ واجب نہیں سمجھتے یا جو اس پر صرف ایک سال کی زکواۃ واجب سمجھتے ہیں مجھے یہ قول زیادہ پسند ہے ۔ اس لئے کہ یہ قرض دی ہوئی رقم ، خواہ اس کا مالک اس سے ناامید ہو چکا ہو اور اسے اس کی وصولی کا کوئی امکان نہ نظر آتا ہو ، بہرحال ہے تو اسی کا مال ، اور جب بھی دلائل و ثبوت سے وہ اپنے مال کو ثابت کر دے ، یا قرضدار ناداری کے بعد تونگر ہو جائے تو قرض خواہ ازسر نو اس کا مالک ہو جائے گا ۔ اور اگر دنیا میں وہ اسے نہ مل سکا تو آخرت میں تو بہرحال وہ اسی کا ہوگا ۔ اسی طرح اگر ضائع ہو چکنے کے بعد وہ مال مل جاتا ہے تو دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں وہی مالک اس کا زیادہ حقدار ہوگا ۔ بناء بریں میں نہیں سمجھتا کہ کسی حالت میں بھی اس مال سے اس (مالک) کی ملکیت زائل ہوتی ہو ۔ اور اگر زائل ہو جاتی ہو تو پھر ملنے پر اس کا زیادہ استحقاق بھی ختم ہو جاتا ہے پھر کس بناء پر اس مال سے اللہ کا حق ساقط قرار دے دیا جائے جبکہ مالک کی ملکیت برقرار رہتی ہے ۔ اور اگر وہ اس مال کا

marfat.com
Marfat.com

مالک نہیں رہا تو پھر کس بناء پر وہ اس کا زیادہ مستحق ہوگا ؟
میرے خیال میں یہ قول اس شخص کے خلاف بھی اثرانداز ہوگا جو ایسے مال کو (ملنے پر نیا) حاصل ہونے والا مال تصور کرتا ہے۔

ایسے شخص سے جو اس پر ایک سال کی زکواۃ واجب قرار دیتا ہے کہا جائے گا کہ اس مال کی مندرجہ ذیل دو صورتوں میں سے ایک ممکن ہے یا تو بقول اھل عراق یہ ایسا مال ہوگا جو ابھی ملا ہو اس بناء پر تمہیں بھی وھی قول کہنا پڑے گا جو وہ کہہ رہے ھیں یا پھر اس مال کی وھی حیثیت ہوگی جو اس مالک کے دیگر اموال کی ہو اندریں صورت حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کے قول کے مطابق اس پر جملہ گذشتہ سالوں کی زکواۃ واجب ہوگی۔

(۱۲۳۸) جہاں تک ایک سال کی زکواۃ ادا کرنے کا قول ہے ھمیں اس کی کوئی صحیح توجیہ نہیں ملتی لہذا ھمارا فیصلہ ان دو صحابہؓ کے قول کے مطابق ہے کہ اس مال کا مالک اس مال کی تمام گذشتہ سالوں کی زکواۃ ادا کرے گا۔ اسے صرف اتنی رعایت ہوگی کہ وہ اپنے مال میں سے فوری طور پر اس مال کی سالانہ زکواۃ نہ ادا کرے اس لئے کہ وہ اس سے مایوس ہو چکا ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ (اس دوران میں) زکواۃ اس پر واجب رھی سو یہ اپنی جگہ قائم ہے اور جب تک وہ اس مال کا مالک رہے گا کوئی چیز اس پر سے اس کی زکواۃ کو معاف نہ کرے گی۔

یہ ھیں وہ اقوال جو قرض کی وصولی سے قبل یا وصولی کے بعد زکواۃ دینے سے متعلق ھیں۔

قرض دی ہوئی رقم کو زکواۃ میں منہا کرنا :

(۱۲۳۹) اب اگر صورت یہ ہو کہ مالک اپنی رقم میں سے کچھ بھی لینے کا خواھش مند نہ ہو بلکہ وہ قرض دار کو ادائی رقم معاف

marfat.com

Marfat.com

کر دینا چاهتا هو اور پهر اس رقم کو اپنے موجوده مال کی زکواة میں منہا کرنا چاهتا هو تو بعض تابعینؒ نے اس کی اجازت دی هے ۔

(۱۲۴۰) عبدالواحد بن ایمن کہتے هیں که میں نے عطاء بن ابی رباح سے دریافت کیا : ,, میرا ایک شخص پر قرض ہے اور وہ شخص تنگ حال ہے کیا یہ هو سکتا ہے که میں اس سے وہ قرض معاف کر دوں اور اس رقم کو اپنے مال کی زکواة میں شمار کر لوں ؟ تو انہوں نے جواب دیا " :,, هاں " ۔

(۱۲۴۱) حسن سے مروی ہے که وہ ایسا کر لینے میں کوئی مضائقه نہیں سمجھتے تھے بشرطیکه یه قرض کی رقم هو ۔ اگر تجارتی معاملات سے متعلق هو تو پھر نہیں ۔

(۱۲۴۲) ابو عبید :۔همارا خیال ہے که حسن اور عطاء نے اس بارے میں جو رخصت دی ہے اس کا تعلق ان کے زکواة کے مسلک سے ہے۔ بات یه ہے که عطاء قرض پر زکواة واجب قرار نہیں دیتے خواہ وہ آسودہ و قابل اعتماد شخص پر هی کیوں نه هو اور حسن کی یہی رائے اس قرض کے بارے میں تھی جس کی وصولی کی امید نه رهی هو، اور ان کی نظر میں یه قرض جو تنگ حال پر ہے۔ یہی حیثیت رکھتا ہے که اس کی وصولی کی امید نہیں ، اس طرح ان دونوں کے اقوال میں هم آهنگی پیدا هو جاتی ہے۔ چنانچه جب ان دونوں حضرات نے یه سمجھ لیا که اس غیر موجود مال پر زکواة نکالنا مالک کے لئے واجب نہیں تو انہوں نے اس مال کو ایسی زکواة قرار دے دیا جسے مالک مال نے نکال کر اس تنگ حال کو دے دی هو اور اس طرح یه رقم مالک کی رقم سے نکل کر الگ هو گئی ۔ اب اس کے سوا کوئی صورت هی نه رهی که وہ اپنے دل میں اسے زکواة سمجھ لے اور یہی نیت کرلے

marfat.com

Marfat.com

اور مقروض کو اس (قرض) سے بری الذمہ کر دے چنانچہ ان دونوں حضرات نے اس قرض کی رقم کو اس سے زکواۃ ادا کرنے کے لئے کافی سمجھا ۔ اس لئے کہ بیک وقت اس عمل میں نیّت اور ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی صورت موجود ھے ، لیکن جہاں تک میرا علم ھے مجھے نہ تو اس مسلک پر کوئی عمل کرنے والا ملا اور نہ اہل اثر و اہل رائے میں سے کوئی اس مسلک کو اختیار کرنے والا ملا ۔

کو دے دی ہو اور اس طرح یہ رقم مالک کی رقم سے نکل کر الگ ہو گئی ۔ اب اس کے سوا کوئی صورت ھی نہ رہی کہ وہ اپنے دل میں اسے زکواۃ سمجھ لے اور یہی نیت کر لے اور مقروض کو اس قرض سے بری الذمہ کر دے چنانچہ ان دونوں حضرات نے اس قرض کی رقم کو اس سے زکواۃ ادا کرنے کے لئے کافی سمجھا ۔ اس لئے کہ بیک وقت اس عمل میں نیت اور ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی صورت موجود ہے ، لیکن جہاں تک میرا علم ہے مجھے نہ تو اس مسلک پر کوئی عمل کرنے والا ملا اور نہ اہل اثر و اہل رائے میں سے کوئی اس مسلک کو اختیار کرنے والا ملا ۔

(۱۲۴۳) اور سفیان بن سعیدؒ سے جو روایات ملتی ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ عمل ناپسند کرتے تھے اور اسے کافی نہ سمجھتے تھے۔ پھر میں نے یہ مسئلہ عبدالرحمنؒ سے دریافت کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ بھی سفیان کی رائے پر قائم تھے اور مجھے یاد نہیں شاید انہوں نے اس مسلک کی تائید میں مالک کا نام بھی لیا تھا ۔

خود میری بھی یہی رائے ہے کہ ایسا قرض مندرجہ ذیل چند وجوہ کی بناء پر اس کے مالک کو بطور زکواۃ کفایت نہیں کرے گا۔

(۱۲۴۴) پہلی وجہ تو یہ ھے کہ زکوۃ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس عمل کے خلاف چلی آ رہی ھے ۔ آپ کا

marfat.com

Marfat.com

طریقه یه تھا که آپ مالداروں کے موجودہ مال پر زکوۃ لے کر اسے فقراء میں منتقل کر دیتے تھے ۔ اور یہی دستور آپ کے بعد خلفاء کا رہا ۔ اور ان میں سے کسی ایک سے بھی ہمیں یہ روایت نہیں ملتی کہ اس نے قرض کو زکواۃ میں شمار کر لینے کی اجازت دی ہو ۔ حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ لوگ اس زمانہ میں باہمی قرض کے معاملات کرتے رہتے تھے ۔

(۱۲۴۵) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ رقم ڈوبی ہوئی اور غیر موجود ہے جو بہرحال قرض کی شکل میں مالک کے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ بعد ازاں وہ چاہ رہا ہے کہ ڈوبنے اور تباہ ہونے کے بعد بذریعہ نیت اس رقم کو دوسری طرف منتقل کر دے اور یہ شکل لوگوں کے باہمی لین دین کے معاملات میں بھی جائز نہیں —— تا آنکہ وہ قرض وصول کرکے پھر از سر نو دوسرے کو دے —— چہ جائیکہ اسے اللہ عزوجل اور بندوں کے درمیان جائز کر دیا جائے ؟!

(۱۲۴۶) تیسری وجہ یہ ہے کہ اندریں صورت مجھے خطرہ ہے کہ یہ شخص اس ڈوبے ہوئے قرض سے اپنے مال کا بچاؤ کرنا چاہتا ہے اور اس ڈوبے سرمایہ کو اس بناء پر کہ یہ اس کی وصولی سے ناامید ہو چکا ہے اپنے مال کے بچاؤ کے لئے سہارا بنا رہا ہے ۔ حالانکہ اللہ تبارک و تعالی تو صرف وہی مال قبول فرماتا ہے جو بغیر کسی آمیزش کے خالصةً دیا جاتا ہے ۔

ابو عبیدؒ : یہاں تک ہم نے ان قرضوں کی زکواۃ کے متعلق بیان کیا ہے جو رقم کا مالک (قرض خواہ) دوسروں کو دیتا ہے ۔ اب اگر کوئی شخص خود مقروض ہے تو اس کے قرض کے احکام اس سے جداگانہ ہیں اور اس ضمن میں بھی روایات ہیں :

marfat.com

Marfat.com

مقروض سے زکواۃ لینا :

(۱۲۴۷) سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان ابن عفانؓ کو یہ کہتے سنا :,, یہ تمہاری زکواۃ نکالنے کا مہینہ ہے ، سو جس شخص پر قرض ہو وہ اپنا قرض ادا کر دے تاکہ تم لوگ اپنے اموال کی زکواۃ نکال سکو ، اور جس کے پاس اموال نہیں ان سے زکواۃ نہیں مانگی جائے گی تاآنکہ وہ رضاکارانہ لے آئے ۔ اور جس شخص سے (زکواۃ) لے لی جائے اس سے آئندہ سال اسی ماہ سے قبل کچھ نہیں لیا جائے گا ۔

(اس روایت کی سند کے ایک راوی) ابرھیم کہتے ھیں کہ روایت میں مذکورہ مہینہ سے مراد ماہ رمضان ہے ۔

ابوعبیدؒ ایک روایت کی رو سے جس کے راوی کو میں نہیں جانتا حضرت عثمانؓ کی مراد اس مہینہ سے ماہ محرم ہے ۔

(۱۲۴۸) میمون بن مہران کہتے ھیں :,, جب (زکواۃ) کی ادائی کا وقت آ جائے تو اپنے جملہ مال کا جائزہ لو ۔ پھر اس میں سے جو قرض تمہارے اوپر ہو وہ منہا کر دو اور پھر جو باقی بچے اس کی زکواۃ ادا کرو ،، ۔

(۱۲۴۹) ابراھیم کہتے ھیں :,, زکواۃ تو اس شخص پر واجب ہوگی جو کسی مال سے فائدہ اٹھا رہا ہے ،، ۔

(۱۲۵۰) عطاء سے بھی اسی مضمون کی روایت منقول ہے ۔

(۱۲۵۱) یزید بن خصیفہ نے سلیمان بن یسار سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جس کے پاس مال ہو اور ساتھ ھی مقروض بھی ہو آیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی ؟ تو انہوں نے کہا :,, نہیں ،، ۔

(۱۲۵۲) ایسے شخص (کی زکوٰۃ) کے متعلق ، جس کے پاس ہزار درہم نقد ہوں ، اور ہزار درہم کا وہ مقروض ہو اور ہزار درہم کا

marfat.com
Marfat.com

(اس کے پاس) سامان تجارت ہو ، لیث کہتے ہیں : اندریں صورت اس ایک ہزار پر جو اس کے پاس نقد ہیں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

(۱۲۵۳) لیکن مالک کہتے ہیں :،، ان پر اسے زکوٰۃ دینا ہوگی "۔

(۱۲۵۴) ابو عبید : سفیان کی رائے لیثؒ کے مطابق ہے اور یہی اہل رائے حضرات کا قول ہے۔

(۱۲۵۵) ابوعبیدؒ : وہ شخص جو ایسی رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں سمجھتا وہ نقد رقم کو قرض کے مقابلہ میں رکھ لیتا ہے اور مال تجارت کو یہ کہتے ہوئے شمار نہیں کرتا کہ بنیادی طور پر یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو۔

(۱۲۵٦) دوسرا کہتا ہے کہ اگرچہ بات ایسی ہی ہے تاہم یہ سامان تجارت اس کے مملوکہ اموال میں سے کچھ مال ہے۔ بناء بریں وہ اسے قرض کے مقابلہ میں رکھ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ وہ جو نقد رقم ہے اس پر اسے زکوٰۃ دینا ہوگی ۔ میرے نزدیک بھی یہی صحیح قول ہے۔ اس لئے کہ بہر صورت یہ شخص فی الحال اپنے قرض کی رقم ایک ہزار سے زائد رقم کا مالک ہے۔ فرض کیجیئے کہ اس کے پاس یہ نقد ہزار نہ ہوتے تو کیا قرض خواہ کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اپنے قرض کی رقم کے عوض اس کو گرفت میں لے کر اس کا سامان فروخت کرا دے ؟

(۱۲۵۷) بعض حضرات جو قرض پر زکوٰۃ کے قائل نہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت زکوٰۃ کے بارے میں یہ تھی کہ آپؐ قرض مویشیوں کو چھوڑ کر موجود مویشیوں پر زکوٰۃ لیتے تھے ۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ اونٹوں میں کچھ قرض بھی ہوتے تھے مثلاً دیتوں اور دیگر قرضہ جات کی صورت میں ۔ لیکن ان پر زکوٰۃ

marfat.com

Marfat.com

نہیں لی جاتی تھی - پھر وہ کہتے ہیں کہ یہی صورت نقد مال کی زکوٰۃ پر بھی باقی رہنا چاہیئے اور بناء بریں قرض پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی -

بے جان نقد مال اور جانوروں کی زکوٰۃ میں فرق :

(۱۲۵۸۸) ابوعبیدؒ :-جہاں تک یہ حضرات مویشیوں کا ذکر کرتے ہیں کہ ان کے قرضوں پر زکوٰۃ نہیں لی جاتی تھی تو ان کا یہ قول صحیح ہے ، اور اس بارے میں مسلمانوں میں کبھی کوئی اختلاف واقع نہیں ہوا - لیکن یہ حضرات اپنے اس اضافہ کو فراموش کر دیتے ہیں جو اس بارے میں یہ جانوروں پر بے جان مال کے قیاس سے پیدا کر دیتے ہیں - انہیں یہ یاد نہیں رہتا کہ سنت نے بے جان مال اور جاندار (مویشیوں) میں فرق کیا ہے - چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محصلین زکوٰۃ کو مویشیوں کے پاس بھیج دیا کرتے تھے اور وہ ان کے مالکوں سے طوعاً و کرہاً زکوٰۃ وصول کرتے تھے اور یہی دستور آپ کے بعد (جملہ خلفاء و) ائمہ کا رہا - اور مویشیوں کی زکوٰۃ روکنے پر ہی حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی تھی - لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپؐ کے بعد کسی امام سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے بےجان مال و دولت کی زکوٰۃ وصول کرنے پر کسی سے جبر روا رکھا ہو - ہم دیکھتے ہیں کہ بے جان اموال کے مالک اپنے مال کی زکوٰۃ از خود بغیر کسی اکراہ و جبر کے لے آتے تھے - گویا وہ ان کی ایسی امانتیں ہوتی تھیں جنہیں وہ ادا کرتے تھے - چنانچہ ان پر نقد و قرض (تمام ملکیت) کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوتی ، اس لئے کہ وہ سب ان کی ملکیت ہے گویا اپنی اس مملوکہ دولت کے امین قرار پاتے تھے لیکن جہاں تک

marfat.com

Marfat.com

مویشیوں کا معاملہ ہے تو وہ ایک فیصلہ ہے جو ان پر صادر کیا جائے گا۔

قاعدہ یہ ہے کہ لوگوں پر احکام کا اطلاق ظاہری اموال کے مطابق ہوتا ہے ۔ لیکن یہ (بے جاں دولت) لوگوں کے اور اللہ کے درمیان ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں سے باقی رہے گی ۔ اب آپ ہی بتائیے کہ ان دونوں باتوں سے زیادہ کون سے دو فیصلے آپس میں ایک دوسرے سے جداگانہ حکم رکھتے ہیں !

(١٢٥٩) پھر ان دونوں حکموں میں ایک اور فرق یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی (بے جان) دولت لے کر زکوٰۃ وصول کرنے والے کے پاس سے گذرے اور وہ کہے کہ یہ مال میرا نہیں ہے۔ یا میں اس مال کی زکوۃ ادا کر چکا ہوں ، تو اس کی یہ بات سچ مان لی جائے گی لیکن اس کے برخلاف اگر مویشیوں کا مالک زکوٰۃ وصول کرنے والے سے کہے کہ میں اپنے مویشیوں کی زکوٰۃ ادا کر چکا ہوں تو اس محصل کی مرضی ہے کہ وہ اس بات کی تصدیق نہ کرتے ہوئے اس سے زکوٰۃ وصول کر لے ۔ الا یہ کہ وہ جانتا ہو کہ اس سے قبل کوئی محصل زکوٰۃ یہاں پہنچا ہے۔ نیز اس سے ملتے جلتے اور بھی بہت سے فرق ہیں ۔

حوالہ جات

١ ۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ سامان کے عوض سامان ہی آتا رہتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۶۴

سونے ، چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ اور اس ضمن میں اختلافات کا بیان

زیورات پر زکوٰۃ واجب بتانے والوں کے اقوال

(۱۲۶۰) عمرو بن شعیب اپنے باپ کی وساطت سے اپنے دادا سے روایت کرتے ھیں : ,,اھل یمن کی ایک عورت اپنی بچی کے ساتھ جس کے ھاتھوں میں سونے کے دو کنگن تھے ، رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کے پاس حاضر ھوئی تو آپؐ نے فرمایا : ,,کیا تو اس (زیور) کی زکوٰۃ دیتی ھے؟،، اُس نے جواب دیا : ,,نہیں ،، تو آپؐ نے فرمایا : ,,کیا تمہیں یه اچھا لگے گا که اللہ ان دو کنگنوں کے عوض تمہیں آگ کے کنگن پہنا دے ؟،، (۱)

(۱۲۶۱) علقمه سے روایت ھے که عبداللہ کی بیوی (۲) نے کہا : ,,میرے پاس زیور ھے ،، تو عبداللہ نے دریافت کیا : ,,کیا اس کی قیمت دو سو درھم ھو جائے گی ؟ اگر وہ دو سو درھم تک پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ھوگی ،،اس (عورت) نے کہا: ,,میرے کچھ یتیم بھتیجے ھیں کیا میں اپنی زکوٰۃ انھیں دے سکتی ھوں ؟،، اس پر اُنھوں (عبداللہ) نے کہا: ,,ھاں،، ۔

(۱۲۶۲) ابراھیم سے روایت ھے که عبداللہ کی بیوی کے کنٹھے میں بیس مثقال سونا تھا ۔ تو اس (بیوی) نے اپنے شوھر سے دریافت کیا :

marfat.com
Marfat.com

,,کیا مجھے اس کی زکوٰۃ ادا کرنا ھوگی ؟ تو انھوں نے جواب دیا: ,,ھاں، اس کی زکوٰۃ پانچ درھم ادا کر دو،، اس نے پوچھا۔ کیا میں یہ زکوٰۃ اپنے یتیم بھتیجوں کو دے دوں جو میری زیر نگرانی ھیں؟،، انھوں نے کہا: ,,ھاں،،

(۱۲٦۳) عمرو بن شعیب سے روایت ھے کہ عبداللہ بن عمرو نے اپنی تین بیٹیوں کو سات ھزار دینار کا زیور دیا چنانچہ وہ ھر سال اپنے تنومند آزاد کردہ غلام کو بھیجتے جو اس زیور کی زکوٰۃ نکالتا تھا۔

(۱۲٦۴) عمرو بن شعیب ,,سالم،، کے واسطہ سے راوی ھیں کہ عبداللہ بن عمرو مجھے حکم دیا کرتے تھے کہ میں ھر سال ان کی بیٹیوں کے زیورات جمع کر کے اُن کی زکوٰۃ نکالا کروں۔

ابوعبیدؒ: ۔ میرا خیال ھے کہ ,,سالم،، وھی ھیں جو عبداللہ بن عمرو کے آزاد کردہ غلام ھیں۔

(۱۲٦۵) حضرت عائشہؓ سے مروی ھے : ,,زیورات پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔،، (۳)

(۱۲٦٦) ابراھیم کہتے ھیں : ,,زیورات پر زکوٰۃ واجب ھے۔،،

(۱۲٦۷) ایک اور سند سے ابراھیم ھی سے مروی ھے : ,,زیورات پر زکوٰۃ واجب ھے۔،،

(۱۲٦۸) طاؤس سے مروی ھے : ,,زیورات پر زکوٰۃ واجب ھے۔،،

(۱۲٦۹) زیورات کی زکوٰۃ کے بارے میں مجاھد اور عطاء کہتے ھیں : ,, جب ان کی قیمت دو سو درھم یا بیس مثقال کے برابر ھو جائے تو ان پر زکوٰۃ دی جائے گی۔

(۱۲۷۰) ایک اور سند سے بھی عطاء سے یہی مضمون مروی ھے۔

(۱۲۷۱) جابر بن زید کہتے ھیں : ,,زیورات پر ھر سال زکوٰۃ ادا

marfat.com
Marfat.com

کی جائے گی بشرطیکہ ان کی مالیت بیس مثقال (سونے) یا دو سو درہم (چاندی) کے مساوی ہو۔،،

(۱۲۷۲) زیورات کی زکوۃ کے بارے میں ابن سیرین کہتے ہیں: ،،بیس مثقال پر نصف مثقال اور چالیس مثقال پر ایک مثقال (زکوٰۃ دی جائے گی)۔،،

(۱۲۷۳) حسن سے زیورات کی زکوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا: ،،اس بارے میں ہمیں کوئی روایت نہیں پہنچی۔ اور میرے نزدیک ان کی زکوٰۃ ادا کرنا زیادہ پسندیدہ ہے۔،،

(۱۲۷۴) جعفر بن برقان کہتے ہیں کہ میں نے میمون بن مہران سے زیورات کی زکوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ،،ہمارے ہاں ایک (طلائی) کنٹھا ہے جس کی میں اتنی زکوٰۃ دے چکا ہوں جو اُس کی قیمت کے برابر پہنچ چکی ہے۔

ابو عبیدؒ: ۔ یہاں تک ان لوگوں کے اقوال درج کئے گئے جو زیورات پر زکوٰۃ دینے کے قائل ہیں۔ اب اس کے برخلاف ان حضرات کے اقوال درج کرتے ہین جو زیورات پر زکوۃ کے قائل نہیں: ۔

زیورات پر زکوٰۃ واجب نہ بتانے والوں کے اقوال

(۱۲۷۵) عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ سے زیورات کی زکوٰۃ نکالنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو اُنھوں نے کہا: ،،ان پر زکوٰۃ نہیں۔،، پھر ان سے سوال کیا گیا: ،،اگر ان کی قیمت دس ہزار تک پہنچ جائے جب بھی ان پر زکوٰۃ نہیں دی جائے گی؟،، تو انھوں نے کہا: ،،(یہ تو) بہت زیادہ ہے۔،، (۳)

(۱۲۷۶) نافع، ابن عمرؓ کی بابت کہتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹیوں میں سے ہر ایک کی شادی دس ہزار پر کرتے تھے اور اس رقم میں سے چار ہزار کے زیور بناتے تھے۔ راوی کہتا ہے: ،،اور وہ لوگ اس زیور کی زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے۔،،

marfat.com

Marfat.com

(۱۲۷۷) علی بن سلیم کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے دریافت کیا کہ کیا ایسی تلوار پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی جس میں بہت سی چاندی لگی ہو؟ تو انھوں نے کہا : ,,نہیں،، (۵)

(۱۲۷۸) ابراهیم بن ابی مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے زیورات کی زکوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا: ,,میں نے نہیں دیکھا کہ حضرت عائشہؓ نے کبھی اس کی زکوٰۃ نکالنے کا اپنی سہیلیوں یا اپنی بھتیجیوں کو حکم دیا ہو،،۔

(۱۲۷۹) یحیی بن سعید کہتے ہیں کہ ان کے ایک ساتھی نے قاسم بن محمد سے زیورات کی زکوٰۃ کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا: ,,میں نے کسی کو یہ کام کرتے (زیورات کی زکوٰۃ ادا کرتے) نہیں دیکھا،،۔

(۱۲۸۰) وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرہ سے بھی مسئلہ دریافت کیا تو وہ بولیں : ,,میں نے کسی کو بھی یہ کام کرتے نہیں دیکھا۔ خود میرے پاس ایک ہار تھا جس میں بارہ سو (درہم لگے) تھے لیکن میں اس کی زکوٰۃ نہیں دیتی تھی،،۔

زیورات کی زکوٰۃ انھیں پہننا اور عاریت دینا ہے

(۱۲۸۱) سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ زیوروں کی زکوٰۃ یہ ہے کہ انھیں پہنا جائے اور عاریت دیا جائے۔

(۱۲۸۲) حسن سے روایت ہے: ,,زیورات کی زکوٰۃ یہ ہے کہ انھیں عاریت دیا جائے،،۔

(۱۲۸۳) سعید بن المسیب کہتے ہیں : ,,جب زیورات پہنے جائیں اور انھیں استعمال میں لایا جائے اور ان سے نفع حاصل کیا جائے تو ان پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہوتی اور جب وہ نہ پہنے جائیں اور اُن سے نفع نہ حاصل کیا جائے تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے،،۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۲۸۴) قتادہ کہتے ہیں کہ یہ مقولہ مشہور تھا : ,,زیورات کی زکوٰۃ یہ ہے کہ انہیں عاریت دیا جائے اور پہنا جائے ۔،،

(۱۲۸۵) شعبی کہتے ہیں : ,,زیورات کی زکوٰۃ یہ ہے کہ انہیں عاریت دیا جائے ۔،،

(۱۲۸۶) شعبی کہتے ہیں : ,,زیورات پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے اس لئے کہ وہ عاریت دئے جاتے ہیں اور انہیں پہنا جاتا ہے ۔،،

(۱۲۸۷) مالک بن انس کہتے ہیں : ,,جب زیورات سے نفع حاصل کیا جائے اور انہیں پہنا جائے تو ان پر زکوٰۃ نہیں عائد ہوگی اس لئے کہ اندریں صورت وہ بمنزلہ سامان استعمال ہو جاتا ہے ۔ لیکن اگر وہ پہننانہ جاتا ہو یا وہ شکستہ ہو یا وہ ڈلوں کی شکل میں ہو تو اس پر زکوٰۃ دی جائے گی ۔

(۱۲۸۸) ابو عبیدؒ : ۔ جہاں تک سفیان اور اہل عراق یا ان کی اکثریت کا تعلق ہے ۔ سو وہ سونے چاندی کی وجہ سے زیورات پر زکوٰۃ واجب سمجھتے ہیں خواہ وہ زیورات شکستہ ہوں یا غیر شکستہ ۔

بہرحال یہ ایسا موضوع کہ اس پر اُمت میں صحابہ کرامؓ سے لے کر تابعین اور ان کے بعد آنے والوں ، سب ہی میں اختلاف رہا ہے ۔ لہذا اس اختلاف کی بناء پر ہمیں موقع ملتا ہے کہ ہم غور و فکر کر کے اس مسئلہ میں سنت کی صحیح رہنمائی معلوم کریں ۔

سونے اور چاندی سے متعلق آپؐ کی دو سنتیں

ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے سونے اور چاندی کے بارے میں دو سنتیں مقرر فرمائی ہیں : ایک تو بیع کے ضمن میں اور دوسری زکوٰۃ سے متعلق ۔

(۱۲۸۹) بیع کے ضمن میں سونے چاندی سے متعلق آپؐ کی سنت

marfat.com

Marfat.com

کی وضاحت اس فرمان سے ہوتی ہے : ,,چاندی (فضۃ) بعوض چاندی (فضۃ) برابر برابر لی جائےگی ـ،،اس فرمان میں آپ نے چاندی کے لئے عربی لفظ فضۃ استعمال فرمایا جو ہر اس چیز کو جو چاندی کی جنس سے ہے اپنے اندر لے لیتی ہے خواہ وہ ڈھلی ہوئی ہو یا بےڈھلی ہو ـ چنانچہ خریدو فروخت میں ہر قسم کی چاندی ، خواہ وہ سکہ کی صورت میں ہو یا زیورات کی یا ڈلیوں کی، ایک حیثیت رکھتی ہے۔

اسی طرح آپ کا فرمان ہے : ,,سونا (ذھب) سونے کے عوض برابر لیا جائیگا،، چنانچہ اُس کی رو سے سونا خواہ دینار کی شکل میں ہو یا زیورات کی یا ڈلیوں کی ایک حیثیت رکھے گا ـ

(۱۲۹۰) لیکن زکوٰۃ کے بارے میں سونے چاندی سے متعلق آپؐ کی سنت کی ترجمانی اس حدیث سے ہوتی ہے : ,,جب چاندی کے سکے (الرقۃ) پانچ اوقیہ ہو جائیں تو ان پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کی جائے گی ـ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے زکوٰۃ کے بیان میں چاندی کی جملہ اقسام (فضـــۃ) سے صرف نظر کرتے ہوئے چاندی کے سکوں (الرقۃ) کو خصوصیت بخشی ، اور آپؐ نے یہ نہ فرمایا کہ جب چاندی (فضۃ) اتنی مقدار ہو جائے تو اس پر اتنی زکوٰۃ ہوگی ، بلکہ آپؐ نے زکوٰۃ کے لئے (الرقۃ) عربوں کے مستند کلام میں چاندی کے ڈھلے ہوئے عوام الناس میں مستعملہ سکوں کے علاوہ اور کسی قسم کی چاندی کے لئے نہیں بولا جاتا ـ یہی حال اوقیہ کا ہے کہ اس سے درہم کے سوا کوئی اور چیز مراد ہی نہیں لی جا سکتی ، اور ہر اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے ـ

بعد ازاں مسلمانوں نے اجماع کے ساتھ یہ طے کر لیا کہ ڈھلے ہوئے دیناروں سونے کےسکوں پر بھی دراھم کی طرح زکوٰۃ واجب ہے ـ اور

marfat.com

Marfat.com

خود بعض (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) مرفوع احادیث میں بھی دیناروں کا ذکر موجود ہے۔

(۱۲۹۱) عمرو بن شعیب اپنے باپ اور اپنے دادا کی وساطت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : ,,سونے کی بیس مثقال مقدار سے کم پر نیز دو سو درہم سے کم پر ، کچھ زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ــ"

زیورات اور سکّوں میں فرق

ان تصریحات کی موجودگی میں سونے اور چاندی (کے سکوں پر زکوٰۃ کے بارے میں) مسلمانوں میں کوئی اختلاف رونما نہ ہوا ـ لیکن زیورات کے بارے میں اختلاف ہوئے اس لئے کہ وہ خود کام میں آنے والے، اور زینت و آرائش کا سامان ہوتے ہیں، لیکن سکوں کی شکل میں سونا چاندی سوائے اس کے کہ وہ اشیاء کی قیمت کا کام دے سکیں اور کسی کام نہیں آ سکتے ـ اور ان کا خرچ کے علاوہ کوئی مفید مصرف نہیں ہو سکتا ـ بناء بریں ان (سکوں) کا حکم زیورات کے حکم سے جداگانہ ہوگیا کیونکہ یہ زیورات سامان آرائش اور سامان استعمال (بھی) ہیں اور یہاں اُن کی سامان استعمال و انتفاع کی حیثیت باقی رکھی گئی ہے اور جس نے ان پر زکوٰۃ ساقط ہے اسی وجہ سے ساقط کی ہے ـ

اور اسی مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے اہل عراق کا قول ہے : کھیتی وغیرہ میں کام کرنے والے اونٹوں اور بیلوں پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ـ اس لئے کہ اندریں صورت یہ جانور غلاموں اور سامان انتفاع سے مشابہ ہو جاتے ہیں ـ پھر یہ حضرات زیورات پر زکوٰۃ واجب قرار دیتے ہیں اور اہل حجاز جوتے جانے والے اونٹوں اور بیلوں پر زکوٰۃ واجب قرار دیتے ہیں اور زیورات پر زکوٰۃ واجب نہیں

marfat.com
Marfat.com

سمجھتے ۔ حالانکہ ہر دو فریق پر لازم تھا کہ یا تو وہ اپنے مسلک کے لحاظ سے ان دونوں کو ایک قرار دیتے یا دونوں سے زکوٰۃ ختم کر دیتے یا پھر دونوں پر زکوٰۃ واجب قرار دیتے ۔ جس طرح ہمارے ہاں ان دونوں کی حیثیت برابر ہے اور دونوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور دونوں کی تفصیلات اوپر بیان کی جا چکی ہیں ۔

زیور پر زکوٰۃ والی حدیث کی تاویل

رہی وہ مرفوع حدیث جو ہم اس باب کے شروع میں بیان کر آئے ہیں اور جس میں حضورؐ نے اس یمنی خاتون سے جو سونے کے دو کنگن پہنے ہوئے تھی ، فرمایا تھا: ,,کیا تو اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہے؟،، سو جہاں تک ہماری معلومات ہے یہ حدیث صرف ایک ہی سند سے روایت کی گئی اور قدیم و جدید علماء حدیث میں اس کی اسناد مستقل محل بحث رہی ہے ۔ بہرحال اگر یہ روایت درست ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محفوظ شکل میں بھی مروی ہو تو بھی اس کے مفہوم میں یہ گنجائش پیدا ہو سکتی ہے کہ اس میں زکوٰۃ سے مراد ,,عاریت دینا،، ہو (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے یہ دریافت فرمایا ہو کہ آیا تو اپنا زیور عاریت دیتی رہتی ہے یا نہیں؟) جیسا کہ اس کی تفسیر مذکورہ بالا علماء کے بیانات سے ملتی ہے جن میں سعید بن المسیب ، شعبی، حسن اور قتادہ شامل ہیں اور جو کہہ رہے ہیں: ,,زیورات کی زکوٰۃ اسے عاریت دینا ہے ،، اس لئے کہ اگر زیورات پر اسی طرح زکوٰۃ فرض ہوتی جیسی کہ چاندی کے سکوں پر فرض ہے تو اس بارے میں آپ عام ہدایت دینے کے بجائے صرف اسی پر اکتفاء نہ فرماتے کہ ایک عورت کو زیور پہنے دیکھ کر اس سے اس کی دائی زکوٰۃ کے بارے

marfat.com
Marfat.com

میں سوال کر لیتے، بلکه زیورات پر زکواة کی تعلیم بھی زکوٰة سے متعلق دیگر هدایات کی طرح دنیا میں مشہور ہوتی ۔ آپؐ کے مکاتیب میں اس کا تذکرہ ہوتا ۔ آپؐ کی سنت میں اس کا وجود ہوتا اور آپؐ کے بعد ائمه اس پر عمل پیرا ہوتے ۔ اس لئے که زیورات کا استعمال همیشه سے لوگوں میں چلا آرہا ہے ۔ آخر کیا وجه ہے که ہم ان حضرات کے مکاتیب زکوٰة وغیرہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں پاتے ۔

یہی معنی ہم حضرت عائشهؓ کی اس روایت کے بھی لیں گے جس میں وہ کہتی ہیں : ,,زیورات پہننے میں کوئی مضائقه نہیں بشرطیکه اس کی زکوٰة ادا کی جائے ،، یہاں بھی میری نظر میں زکوٰة سے صرف عـاریت دینا ہی مراد ہے ۔ اس لئے که قاسم ابن محمد اس بات کا انکار کرتے تھے که انہوں (حضرت عائشهؓ) نے ایسا کوئـی (زیورات پر زکوٰة ادا کرنے کا) حکم اپنی (ملاقاتی) عورتوں یا اپنی بھتیجیوں کو دیا ہو ۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ کے علاوہ زیورات کی زکوة دینے کا قول کسی صحابی سے صحت کے ساتھ ہمیں نہیں ملتا۔

(۱۲۹۳) جہاں تک عبداللہ بن عمرو کی اس روایت کا تعلق ہے جس میں مذکور ہے که وہ اپنی بیٹیوں کے زیورات کی زکوٰة ادا کرتے تھے ۔ تو اس روایت کی اسناد میں بھی ویسا ہی کلام ہے جیسـا مـرفـوع حدیث کی اسناد میں ہے ۔

(۱۲۹۴) دوسرا قول (زیور پر زکوٰة نه دینے کا) حضرت عائشهؓ ، ابن عمرؓ ، جابر ابن عبداللہؓ اور انس بن مالکؓ سے نیز ان کے بعد ان کے ہم خیال تابعین سے مروی ہے ۔ بایں همه ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی سنت کی جو تاویل ان حضرات کے مسلک کے مطابق کی ہے وہ غور و فکر کے بعد کی ہے ۔

(۱۲۹۵) بعض عـلماء جو زیورات پر زکوٰة کے قائل ہیں اپنی تائید میں اللہ تبارک و تعالی کا یه قول پیش کرتے ہیں ۔

marfat.com

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ: (التوبہ ۹ :۳۴)

اور جو لوگ سونے اور چاندی کا ذخیرہ (کنز) جمع کرتے ھیں اور انھیں راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے - آپ انھیں درد ناک عذاب کی بشارت دے دیجئے -

ان حضرات کا کہنا ھے کہ زیورات کنز میں شامل ھیں اور بناء بریں ان پر زکوٰۃ لی جائے گی - ایسے لوگوں کے لئے یہ جواب ھے :

,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اونٹوں کی زکوٰۃ کا تعیّن کرتے ہوئے فرمایا تھا : ,,ھر پانچ اُونٹوں پر ایک بکری زکوٰۃ میں دی جائے گی -،،اور پھر تمام مویشیوں کی زکوٰۃ کی فہرست گنائی تو اس میں کہیں بھی (افزائش نسل کے) ریوڑ میں چرنے والے یا نہ چرنے والے (بار برداری وغیرہ کے لئے استعمال ہونے والے) جانوروں کی شرط نہیں کی تھی - لہٰذا اگر عمومی اطلاق کے باعث اس آیت سے یہ استنباط کیا جا سکتا ھے کہ زیورات پر زکوٰۃ واجب ھوگی تو کیوں نہ حضورؐ کی حدیث کے عمومی اطلاق کو مدنظر رکھتے ہوئے جوتے جانے والے جانوروں پر زکوٰۃ واجب کر دی جائے گی -

سونے چاندی کے ڈلوں پر زکوٰۃ

(۱۲۹۶) ابو عبیدؒ : - اب رہا چاندی یا سونے کے ڈلوں پر زکوٰۃ کا مسئلہ سو ان پر زکوٰۃ واجب ھوگی اور یہ اس لئے کہ ان کی حیثیت سکوں کی سی ھوگی جو صرف خرچ کے کام آ سکتے ھیں، پہنتے اور انتفاع کی جہت سے یہ دونوں چیزیں زیورات کے مفہوم سے خارج ھو جاتی ھیں اور اسی وجہ سے ان پر زکوٰۃ واجب ھوگی اور اس بارے میں متعدد علماء کے فتوے موجود ھیں : -

(۱۲۹۷ - ۱۲۹۸) سعید بن المسیب ، سلیمان بن یسار اور مکحول سے روایت ھے : سونے کے ڈلوں پر زکوٰۃ واجب ھوگی -

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱) احمد ، ترمذی ، دارقطنی اور نسائی نے مرسلاً اس میں اضافہ کیا ہے کہ اس پر اس عورت نے وہ کنگن اُتار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دئے اور کہا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں ۔

۲) یہ معاویہ یا ابو معاویہ کی بیٹی زینب ثقفیہ تھیں ، بخاری و مسلم وغیرہما نے صدقہ سے متعلق ان کی حدیث روایت کی ہے ۔

۳) اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے ۔ ابو داؤد ، دارقطنی، حاکم اور بیہقی کی ایک اور روایت سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے یہ بھی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں : ,,میں رسول اللہ کے پاس گئی تو آپ نے میرے ہاتھ میں چاندی کے کڑے دیکھے اور فرمایا: ,,عائشہؓ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا : ,,آپ کی خدمت میں زینت کے ساتھ آنے کے لئے یہ بنوائے ہیں ۔ آپؐ نے فرمایا : ,,کیا تم اُس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟" میں نے کہا: ,,نہیں " ۔ آپؐ نے فرمایا : تمھیں آگ میں لے جانے کے لئے کافی ہیں "۔

۴) اسے شافعی اور بیہقی نے روایت کیا ہے، اور یہ اضافہ بھی کیا ہے: ,,اس کی زکوٰۃ اسے عاریت دینا ہے ۔

۵) دارقطنی میں علی بن سلیمان سے روایت ہے کہ انھوں نے انس بن مالک سے زیورات کی زکوۃ کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا : ,,اس پر زکوۃ نہیں ہے ۔ "

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب : ٦٥

یتیم کے مال کی زکوٰۃ سے متعلق سنّت ، نیز اس مسئلہ کے اختلافات کا ذکر

یتیم کے مال پر زکوۃ عائد ہوگی

(١٢٩٩) عمرو بن شعیب اپنے والد اور اپنے دادا کے توسط سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ,,خبردار! جو بھی کسی ایسے یتیم کا سرپرست و نگران بنے جو مالدار ہو تو اسے چاہئیے کہ اس یتیم کی طرف سے اس مال کو تجارت میں لگائے اور اسے (کاروبار میں لگائے بغیر اس طرح) نہ چھوڑ دے کہ (زکوٰۃ نکلتے رہنے سے) وہ ختم ہوجائے،،

(١٣٠٠) یوسف بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,یتیموں کے اموال کو کاروبار میں لگاؤ تاکہ زکوٰۃ نکلنے سے وہ ختم نہ ہوجائے،،

(١٣٠١) سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا : ,,یتیموں کے اموال کو کاروبار میں لگاؤ تاکہ زکوٰۃ نکلنے سے وہ ختم نہ ہو جائے،،

(١٣٠٢) شعبی راوی ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کسی یتیم کے مال کے نگران بنے تو انھوں نے کہا : ,,اگر ہم نے اس مال کو

marfat.com
Marfat.com

(یونہی بغیر کاروبار میں لگائے) چھوڑ دیا تو زکوٰۃ اسے کھا جائے گی۔"

(۱۳۰۳) محجن (یا ابن محجن یا ابو محجن) راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عثمان ابن ابی العاص سے دریافت کیا: ,,تمہارے علاقہ کے کاروبار کا کیا حال ہے ؟۔ ہمارے پاس ایک یتیم کا مال ہے جسے زکوٰۃ ہی ختم کر دینا چاہتی ہے۔" پھر اُنہوں نے وہ مال انہیں سونپ دیا۔ بعد میں وہ حضرت عمرؓ کے پاس نفع لے کر آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا: ,,تم ہماری طرف سے تجارت کے کام میں لگے رہے ہمیں ہمارا راس المال واپس کر دو۔" راوی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنا سرمایہ لے لیا اور نفع انہیں واپس کر دیا۔

(۱۳۰۴) ایک اور سند سے بھی حضرت عمر بن الخطابؓ ہی سے یہی مضمون مروی ہے۔

(۱۳۰۵) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ ابو رافع کی اولاد کے اموال کی زکوٰۃ ادا کیا کرتے تھے۔ اور یہ یتیم بچے ان کی زیر نگرانی تھے۔

(۱۳۰۶) حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ابو رافع کے یتیم بچوں کی زمین دس ہزار میں فروخت کر دی۔ اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔

(۱۳۰۷) قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ ہم یتیم تھے اور حضرت عائشہؓ ہمارے اموال کو تجارت میں لگاتی تھیں اور اس کی زکوٰۃ ادا کرتی تھیں۔

(۱۳۰۸) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ یتیم کے مال کی زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔

(۱۳۰۹) ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ان کی زیر سرپرستی جو

marfat.com
Marfat.com

یتامی ہونے وہ ان کے اموال بطور قرض لیا کرتے تھے تاکہ اس کو تباہی سے محفوظ رکھیں ۔ پھر وہ ان کے امـوال کی زکوٰۃ ادا کرتے ۔ اس حال میں کہ وہ اموال ان پر قرض ہوتے ۔

(۱۳۱۰) ابو الزبیر کہتے ہیں کہ اُنہوں نے جابر بن عبداللہ کو اس شخص کے بارے میں جو یتیم کے مال کا نگران بنے یہ کہتے سنا : ,,وہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا ،،۔

(۱۳۱۱) جابر بن زید سے یتیم کے مال کے نگران کے متعلق دریافت کیا گیا کہ کیـا وہ اس کی زکوٰۃ دے گا ؟ تو انہوں نے کہا: ,,ہاں،،۔

(۱۳۱۲) عثمان بن اسود کہتے ہیں کہ میں نے مجاھد اور عطاء دونوں کو یہ کہتے سنا ہے : ,,یتیم کے مال کی زکوٰۃ ادا کرو،،۔

(۱۳۱۳) مالک بن مغول کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے دریافت کیا : ,,کیا یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی ؟،، تو انہوں نے کہا : ,,ہاں،،۔

(۱۳۱۴) حسن بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے طاوس سے یتیم کے مال کی زکوٰۃ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ,,اس کی زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو گناہ تمہاری گردن پر ہوگا،،۔

ابوعبیدؒ :۔ یہ ان حضرات کے اقوال ہیں جو یتیموں کے اموال پر زکوٰۃ سمجھتے ہیں اس باب میں ایک اور قول بھی ہے ۔ اور وہ یہ کہ یتیم کے مـال پر زکوٰۃ نہیں دی جائے گی :۔

یتیم کے مال پر زکوٰۃ عائد نہ ہونے کی تائید میں اقوال

(۱۳۱۵) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے: ,,یتیم کے مال کی زکوٰۃ کا پورا پورا حساب رکھو ۔ پھر جب وہ بالغ ہو جائے اور تم سمجھ لو کہ اب وہ ہوشیار اور معاملہ فہم ہوگیا ہے تو اسے وہ حساب بتا دو ۔ اب اس کی مرضی کہ وہ اس حساب کے مطابق اپنی زکوٰۃ ادا کرتا ہے یا نہیں کرتا ،،۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۳۱٦) شریح سے مروی ہے کہ وہ یتیم کے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔

(۱۳۱۷) حفص نے اپنی روایت میں شریح سے اس عبارت کا اضافہ کیا ہے کہ وہ کہتے تھے: ,,امکان ہے کہ اگر اس میں سے اونٹوں کی ایک یا دو جماعتیں نکال لی جائیں تو اس میں کچھ بھی باقی نہ رہے،،۔

(۱۳۱۸) ابو وائل سے روایت ہے: میری زیر نگرانی ایک یتیم تھا جو آٹھ ہزار درہم کا مالک تھا۔ میں نے اس کے بالغ ہونے تک اس رقم کی زکوٰۃ ادا نہ کی، اور بلوغ کے بعد وہ رقم اس کے حوالہ کر دی،،۔

(۱۳۱۹) ابراھیم سے روایت ہے: ,,یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی،،۔

(۱۳۲۰) جعفر اپنے والد محمد سے، اور مجالد بن سعید شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات کہتے تھے: ,,یتیم کے مال پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی،،۔

یتیم کی زرعی پیداوار اور مویشیوں کے علاوہ کسی مال پر زکوٰۃ نہیں

(۱۳۲۱) حسن کہتے ہیں کہ کھیتی کے مویشیوں کے علاوہ یتیم کے کسی مال میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

یتیم کے کاروبار میں لگے ہوئے مال اور منجمد مال میں فرق

(۱۳۲۲) مجاھد کہتے ہیں کہ یتیم کے ہر ایسے مال میں سے جو بڑھتا رہے، یا انہوں نے یہ کہا کہ اس کے مال میں جو گائے بیل، بھیڑ بکریاں یا کھیتی کی پیداوار یا مضاربت میں لگایا ہوا مال ہو تو اس

marfat.com
Marfat.com

کی زکوٰۃ ادا کر دو اور جو منجمد مال (جس میں اضافہ نہ ہو رہا) ہو تو اس کی زکوٰۃ نہ دو تا آنکہ وہ بالغ ہو جائے اور تم اس کا وہ منجمد مال اسے دے دو۔

(۱۳۲۳) ہشام کہتے ہیں کہ میرے باپ عروہ کے پاس یتیم کا مال تھا تو وہ اس کی کچھ زکوٰۃ تو نکالتے تھے لیکن باقاعدہ حساب سے پوری زکوٰۃ ادا نہ کرتے تھے۔

ابو عبید :۔ یتیم کے مال کی زکوٰۃ سے متعلق سلف سے یہی موافق و مخالف اقوال ہم تک پہنچے ہیں۔

مجنون کے مال کی زکوٰۃ

(۱۳۲۴) اس مسئلہ میں مالک بن انس کی رائے پہلے درج کی ہوئی روایات کے مطابق ہے۔ یعنی وہ یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب سمجھتے تھے اور اسی طرح دماغی مریض (پاگل) کے مال پر بھی (زکوٰۃ واجب سمجھتے تھے)

اور زہری سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے :۔

(۱۳۲۵) یونس کہتے ہیں کہ ابن شہاب (زہری) سے مجنون کے مال (کی زکوٰۃ) کے متعلق دریافت کیا گیا کہ کیا اس پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے تو انہوں نے کہا : ,,ہاں،، ۔

بلوغ پر یتیم کا مال دے کر اب تک اس پر عائد ہونے والی زکوٰۃ سے باخبر کر دینا کافی ہوگا

(۱۳۲۶) ابو عبیدؒ :۔ جہاں تک سفیان کا تعلق ہے وہ عبداللہ کے قول کی ہمنوائی کرتے ہوئے کہتے ہیں : ,,یتیم کے مال پر جو زکوٰۃ واجب الادا ہوتی ہو اس کا حساب رکھو اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اسے اس کا مال سونپ دو اور اس پر واجب الادا زکوٰۃ کی جو رقم بنتی ہو وہ بھی اسے بتا دو،،۔

marfat.com

Marfat.com

...یتیم کے مال پر نہ زکوٰۃ دی جائے گی نہ اس کا حساب رکھا ...یہ جائے گا

...(۱۳۲۷) لیکن سفیان اور اُن کے ہم نواؤں کے عــلاوہ تمام اهل ...عراق چھوٹے بچہ کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں سمجھتے اور نہ اس ...اله مال کے نگران پر یہ لازم قرار دیتے ہیں کــہ وہ اس کی زکوٰۃ کا ...حساب رکھے اور بعد میں اسے بتا دے ۔ یہی مجنون کے مال کے متعلق ...ان کی رائے ہے ۔ ان حضرات نے اس مسئلہ کو نماز پر قیاس کرتے ...ہوئے یہ کہا ہے : ,,زکوٰۃ اس پر واجب ہوتی ہے جس پر نماز فرض ...ہوتی ہے،،

...(۱۳۲۸) ابو عبیدؒ : ۔ لیکن اس باب میں میری رائے یہ ہے کہ ...اسلام کے قوانین و شرائع کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کرنا چاهئیے

اس لئے کہ وہ بجائے خود اصول ہوتے ہیں اور ان میــں سے ہر ...قــاعـدہ و قانون کو اس کی فرضیت و سنت کے لحاظ سے روبہ عمل ...لایا جائے گا ۔ اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ قوانین و شرائع بہت ...سی چیزوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، مثلاً : ۔

...نماز اور زکوٰۃ کے حکم میں اختلاف

...(۱) اهل عراق کے قول کے مطابق زکوٰۃ قبل از وقت اور قبل از ...وجوب نکالی جا سکتی ہے اور وہ اپنے ادا کنندہ کے لئے کفایت کرے ...گی لیکن نماز وقت ہوجانے کے بعد ہی کارآمد ہوتی اور کفایت کرتی ...ہے ۔

...(۱۱) اسی طرح اگر بچہ کی زمین عشری ہو تو تمام عــلماء کا ...متفقہ فیصلہ ہے کہ اس زمین پر زکوٰۃ (عشر) واجب ہوگی حالانکہ ...سب متفق ہیں کہ اس بچہ پر نماز واجب نہیں ہوگی ۔

...(۱۱۱) اسی طرح مــکاتب (وہ غلام جو اپنی آزادی کا معاہدہ کر

marfat.com

Marfat.com

چکا ہو) پر نماز تو فرض ہے لیکن زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی ۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ نماز تو بچہ سے ساقط ہو رہی ہے لیکن اس کی زمین پر زکوٰۃ واجب رہتی ہے ۔ دوسری طرف مکاتب سے زکوٰۃ ساقط رہی ہے جبکہ نماز اس پر فرض ہے ۔ یہ کس نمایاں اختلافات ہیں ۔

روزہ اور نماز کے حکم میں اختلاف

پھر روزہ کو لیجئے ۔ آپ جانتے ہیں کہ حائض روزوں کو قضا کرتی ہے لیکن نماز کو قضا نہیں کرتی ہے ۔

اور اکثریت کے قول کے مطابق رمضان میں بھول چوک سے کھا لینے والے کو روزہ قضا نہیں کرنا ہوگا جبکہ نماز بھول جانے والے کو جب بھی وہ یاد آ جائے قضا کرنی ہوگی ۔ اسی طرح مریض کو اتنا موقع دیا گیا ہے کہ وہ صحت مند ہونے تک روزہ چھوڑ دے، لیکن نماز اپنے وقت پر پڑھنا ہوگی اور اس میں تاخیر فائدہ نہ دے گی ۔ اگر بیمار ہے تو اپنی طاقت کے مطابق بیٹھ کر یا اشارہ سے پڑھ لے ۔

علاوہ ازیں اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں جن کے ذکر سے بات لمبی ہو جائے گی ہماری اس بحث کے بعد فرائض کو ایک دوسرے پر قیاس کرنے والے کیا جواب دیں گے ؟

نماز اور زکوٰۃ کے حکموں میں ایک بڑا فرق

پھر اس بناء پر نماز اور زکوٰۃ کے احکام میں اور بھی زیادہ دوری ہو جاتی ہے کہ نماز تو اللہ اور بندوں کے درمیان ایک ایسا حق ہے جس کا تعلق صرف اللہ عزوجل سے ہے لیکن زکوٰۃ تو ایک ایسا فریضہ ہے جو اللہ کی طرف سے مالداروں کے مال میں فقیروں کے حق سے متعلق ہے ۔

الغرض ہمارے خیال میں یہ مسئلہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک

marfat.com

Marfat.com

بچه کسی غــلام کا مالک هو ـ کون هے جو اس بارے میں یه نهیں کهے گا که اگر اس بچه کے پاس مال هو تو اس غلام کا خرچ اس بچه کے مال میں سے اسی طرح واجب هوگا جس طرح بڑے پر واجب هوتا هے ـ

اسی طرح اگرچه اس بچه کی بڑی بیوی هو اور بچه کے باپ نے اس عورت سے اس کی شادی کرا دی هو اور وہ بچه سے مہر یه خرچ لے تو کون هے جو بچه کے مال میں سے ان اخراجــات کو واجب نه قرار دے گا ؟ـ اسی طرح اگر یه بچه کسی آدمی کا مال ضائع کر دے یا اس کا کپڑا پھاڑ دے تو کیا اس (بچه) ککے مال میں سے اس کا تاوان نه ادا کیا جائے گا ؟ اور اسی قسم کی دیگر مثالیں بھی پیش کی جا سکتی هیں ـ اور یه تمام امور به نسبت نماز کے زکوۃ سے زیادہ مشابه هوں گے کیونکه یه تمام امور به نسبت نماز کے زکوۃ سے زیادہ مشابه هوں گے کیونکه یه تمام اعمال حقوق العباد سے متعلق هیں جبکه نماز کی یه حیثیت نهیں هے ـ آخر یه حضرات اس بچه پر سے یه تمام واجبات اس بناء پر کیوں ساقط نهیں کر دیتے که اس پر نماز واجب نهیں هے ؟ ـ

اور اس سے بھی بڑھ کر یه که اگر کوئی شخص اپنی چھوٹی بچی کی شادی کسی مرد سے کرا دے اور اس کا وہ شوهر مر جائے یا وہ اسے طلاق دے دے تو طلاق یا وفات دونوں صورتوں میں اس بچی پر عدّت لازم هوگی ـ جہاں تک میرا علم هے اس بارے میں تمام مسلمان بلااختلاف متفق هیں (۱) ـ اور اگر اس بچی کا باپ عدّت ختم هونے سے قبل اس کا نکاح کر دیتا هے تو وہ نکاح اسی طرح باطل هوگا جیسے عدت کے دوران بڑی عورت کا نکاح ـ آخر اس بچی یا اس

marfat.com

Marfat.com

کی شادی کر دینے والے سے یہ قید اس بناء پر ختم کیوں نہیں کر دی جاتی کہ اس بچی پر نماز فرض نہیں ہے ؟،،

الغرض اس مسئلہ میں ہمارا دارومدار ان احادیث نبویہ (علی صاجبہا الصلواۃ والسلام) اور بدری وغیر غیربدری صحابہؓ نیز ان کے بعد آنے والے تابعین کی روایات پر ہے جو ہم اُوپر مع تاویل بیان کر چکے ہیں اور جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بچہ کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے۔

اسی طرح مذکورہ بالا تمام صورتوں میں پاگل کی حیثیت وہی ہوگی جو بچہ کی ہے۔

ابو عبیدؒ : ۔ جہاں تک عبداللہ (ابن مسعودؓ) کے اس قول کا تعلق ہے کہ یتیم کے مال پر جس قدر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو اس کا حساب رکھو پھر اسے بتا دو۔ (دیکھئے نمبر ۳۱۵) تو ہماری رائے میں اولاً تو یہ روایت ان سے ثابت ہی نہیں ہے اس لئے کہ اس کی سند میں مجاہد ہیں جنہوں نے عبداللہ سے روایت نہیں سنی۔ ثانیاً خود مجاہد کا فتویٰ اس قول کے خلاف ہے۔ چنانچہ :

(۱۳۲۹) عثمان بن الاسود ان (مجاہد) کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے: ،،یتیم کے مال کی زکوٰۃ ادا کرو،،

(۱۳۳۰) اور اسی طرح خصیف ان (مجاہد) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے : ،،یتیم کا تمام ایسا مال جو بڑھتا رہے یا جو مضاربت میں لگا ہو اس پر زکوٰۃ ادا کرو،،

ابوعبیدؒ: ۔ ان کی یہ روایت ہم پچھلے صفحات میں نقل کر آئے ہیں (دیکھئے نمبر ۱۳۲۲)

(۱۳۳۱) ظاہر ہے کہ اگر مجاہد کے نزدیک عبداللہ (ابن مسعودؓ) کا قول صحیح ہوتا تو وہ اس کے خلاف فتویٰ نہ دیتے۔ بایں ہمہ اگر یہ قول عبداللہ (بن مسعودؓ) سے ثابت بھی ہوجائے تو ان کے اس قول

marfat.com
Marfat.com

سے زیادہ تائید ان لوگوں کی ہوتی ہے جو یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب سمجھتے ہیں اس لئے کہ اپنے اس قول میں وہ حکم دے رہے ہیں کہ اس (یتیم بچہ) کے مال (کی زکوٰۃ) کا حساب رکھا جائے اور اس کے بالغ ہونے کے بعد وہ حساب اسے بتا دیا جائے ۔ صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اگر ان کی نظر میں (بچہ کے مال پر) زکوٰۃ واجب نہ ہوتی تو پھر حساب رکھنے اور اسے بتانے کے کوئی معنی نہ ہوتے ۔

(۱۳۳۲) ابو عبیدؒ :۔ الغرض ہمارے نزدیک بچہ کے مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی ۔ اور جس طرح اس کے بلوغ یا ہوشمند ہونے تک اس کا سرپرست (ولی) خرید و فروخت کے معاملات اس کی طرف سے انجام دے گا اسی طرح وہ اس کی طرف سے زکوٰۃ بھی ادا کرتا رہے گا ۔ لیکن اس کے بالغ یا ہوشمند ہونے تک اس کا ولی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو جب اس کا مال اس کے حوالہ کرے تو وہ اس بات سے ـــــ بقول عبداللہ (ابن مسعود) بشرطیکہ یہ روایت بصحت ان سے ثابت ہو ـــــ اسے آگاہ ضرور کر دے تاکہ وہ یتیم خود گذشتہ سالوں میں اس پر واجب ہونے والی زکوٰۃ ادا کر دے ورنہ مجھے بھی اندیشہ ہے کہ ایسا ولی گناہ سے نہ بچ سکے گا جیسے کہ طاؤس نے (یتیم بچہ کے ولی کے متعلق) کہا تھا : ,,اگر تم زکوٰۃ نہیں دو گے تو گناہ تمہاری گردن پر ہوگا ،، (دیکھئے نمبر : ۱۳۱۴)

ابو عبیدؒ :۔ زکوٰۃ کو نماز سے مشابہت دینے والے بعض فقہاء نے عثمان کی منقولہ روایت (نمبر ۱۳۲۹) سے استدلال کیا ہے ۔ یہ روایت ہم معلوم کر چکے ہیں ۔ لیکن علماء کے سامنے ایسی روایت سے استدلال یا اس کی اسناد پر اعتماد درست نہیں ہوگا ۔

*

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱) یہاں ابو عبید جس بچی کا ذکر کر رہے ہیں وہ چھوٹی اور نابالغہ ہے اور نابالغہ سے مساس (جماع) غیرفطری عمل ہے اندریں صورت دین فطرت میں یہ عمل جائز نہ ہوگا۔ اس طرح جب مساس واقع نہ ہوگا تو قرآن مجید کی آیت ذیل کے مطابق اس پر عدت نہیں ہوگی

یا ایها الذین آمنوا اذا نکحتم المومنت ثم طلقتموهم من قبل ان تمسوهن فمالکم علیهن من عدة تعتدونها فمتعو هن و سرحو هن سراحا جمیلا (الاحزاب ۳۳ : ۴۹)

اے ایمان والو! اگر تم مومن عورتوں سے نکاح کرنے کے بعد انہیں چھونے (جماع) سے قبل طلاق دے دو تو ان عورتوں پر تمہارے لئے کوئی عدت نہیں جسے وہ گن کر پورا کریں۔ ایسی صورت میں انہیں فائدہ پہنچاؤ اور خوبی سے چھوڑ دو۔

ہماری مذکورہ بالا توجیہ اور اس آیت کریمہ کی موجودگی میں ہم فقہاء کے اس متفق علیہ فیصلہ کی کوئی توجیہ کرنے سے معذور ہیں۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب یسروا عن فلک الحمد

باب : ٦٦

غلام اور مکاتب (۱) کے مال کی زکواۃ کا بیان ، نیز اس ضمن میں ان پر کیا واجبات عائد ہوتے ہیں اور کیا نہیں

غلام و مکاتب سے زکواۃ نہ لی جانے کی تائید میں روایات

(۱۳۳۳) عبداللہ بن نافع کہتے ہیں کہ میرے باپ کا بیان ہے کہ وہ بنو ہاشم کے غلام تھے اور انھوں نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا ,,میرے پاس مال ہے کیا میں اس کی زکوٰۃ ادا کروں؟ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا : ,,نہیں،، انھوں نے پھر سوال کیا : ,,کیا میں خیرات کر سکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ,,درہم یا روٹی کی ،، (یعنی تھوڑی چیز خیرات دے سکتے ہو)

(۱۳۳۴) نافع کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ کہا کرتے تھے ۔ ,,غلام کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں سے کچھ بھی دے یا غلام آزاد کرائے ۔ یا اس میں سے کچھ بھی خیرات کرے ۔ البتہ غلام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ مروجہ دستور کے مطابق اس میں سے کھائے اور اپنی نیز اپنے بیوی بچوں کی پوشاک کا انتظام کرے،،

marfat.com

Marfat.com

(۱۳۳۵) ابن عمرؓ سے ھی نافع یہ روایت ایک اور سند سے بیان کرتے ھیں البتہ اس میں انھوں نے بیوی بچوں کا ذکر نہیں کیا ۔

(۱۳۳۶) جابر بن عبداللہ کہتے ھیں ۔ ,,غلام اور مکاتب کے مال سے اس وقت تک زکوٰۃ نہیں لی جائے گی جب تک کہ وہ آزاد نہ ہو جائیں ۔

(۱۳۳۷) ابن شہاب کہتے ھیں کہ غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں اور نہ فطرہ کے علاوہ اس کی طرف سے اس کا مالک کوئی زکوٰۃ ادا کرے گا ۔

غلام کا مال اس غلام کے مالک کی ملکیت ہوگا لہذا اس کی زکوٰۃ وہ مالک ادا کرے گا

ابو عبیدؒ ۔ اور یہی اهل حجاز کا قول ھے ۔

(۱۳۳۸) لیکن سفیان اور اهل عراق غلام کے مال پر زکوٰۃ واجب قرار دیتے ھیں ۔ اس بارے میں ان کا مسلک یہ ھے کہ غلام کی کوئی ملکیت ھی نہیں ہوتی خواہ اسکا مالک اسے کسی مال کا مالک ھی کیوں نہ بنا دے ان کا کہنا ھے کہ وہ مال حسب سابق اس کے مالک ھی کا رھے گا ۔ اور اس کی زکوٰۃ بھی اسی مالک پر لازم رھے گی ۔

غلام کا مال غلام ھی کی ملکیت ہوتا ھے

(۱۳۳۹) ابو عبیدؒ ۔ تاھم میرے نزدیک معمول یہ قول اھل حجاز کا ھے اور یہی حضرت عمرؓ اور جابر جیسے صحابہؓ کرام کی روایات کا مفہوم ھے اس کی وجہ یہ ھے کہ غلام کا مال غلام ھی کی ملکیت ہوتا ھے اور اس پر اس سبب سے زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ھے کہ وہ مال مالک کی ملکیت سے نکل کر غلام کی ملکیت میں چلا جاتا ھے ۔

marfat.com
Marfat.com

(١٣٤٠) اس بات کا ثبوت که غلام کا مال اسی کی ملکیت هوگا رسول الله صلی الله علیه وسلم کی سنت میں آپؐ کے اس فرمان سے ملتا هے؛ ,,جو شخص کوئی ایسا غلام خریدے جس کے پاس مال هو تو اس کا مال فروخت کرنے والے کا هوگا ـ اور یه که خریدار شرط کر لے (که اس کا مال وه خود لے گا)

اس حدیث میں آپؐ نے یه فرما کر ,,جس کے پاس مال هو،، اور یه فرما کر ـ ,,اس کا مال فروخت کرنے والے کا هوگا ،، اس مال کو غلام کی طرف منسوب کیا هے ـ

پھر غلام کو آزاد کرنے سے متعلق رسول الله صلی الله علیه وسلم کی حدیث مسئله کو اور وضاحت سے سامنے لے آتی هے ـ

(١٣٤١) ابن عمرؓ سے روایت هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا ـ ,,جو کسی غلام کو آزاد کرے اور اس کے پاس مال هو تو اس کا مال اسی کا هوگا الا یه که مالک یه شرط لگائے که اس (غلام) کا مال اس (مالک) کا هوجائے گا تو اندریں صورت وه مال اس (مالک) کا هوجائیگا ـ

غلام و آزاد ملکیت کے قانون میں فرق هے

(١٣٤٢) ابو عبیدؒ ـ یه امر قابل غور هے که غلام کی ملکیت کا قانون آزاد کی ملکیت کے قانون سے جداگانه هے اس لئے که آزاد کو اپنا مال غلام کے آزاد کرانے ، هبه اور خیرات میں خرچ کرنے اور اُڑانے کھانے کا پورا اختیار هوتا هے بشرطیکه اس پر اس سلسله میں کوئی سابقه قانونی بندش نه هو، لیکن غلام کو ان امور میں سے کسی کا بھی اختیار نهیں ـ بعض حضرات همارے اس مسلک سے اختلاف کرتے هوئے کهتے هیں ـ ایسی ملکیت جو آزاد کی طرح نه هو اور جس

marfat.com

Marfat.com

میں مالک کو خرچ کرنے کا اختیار نہ ہو ملکیت نہیں کہلا سکتی ہمارا جواب یہ ہے ۔ ,,اگر غلاموں کے جملہ احکام آزاد کے احکام کے ساتھ ساتھ چل رہے ہوتے تو آپ کا یہ قول قوی حجت ہو جاتا اور آپ کے لئے یہ جائز ہوتا کہ آپ غلام کی ملکیت مال کے مسئلہ کو بھی دیگر احکام سے مشابہ قرار دے دیتے،،

غلام و آزاد کے دیگر احکام میں اختلاف

لیکن ہمیں تو نظر آرہا ہے کہ ان ہر دو فریق کے احکام مختلف اور جداگانہ ہیں آپ جانتے ہیں کہ غلام (ایک وقت میں) دو عورتوں ہی سے شادی کر سکتا ہے اور لونڈی دو طلاقوں پر ہی اپنے شوہر سے جدا ہو جاتی ہے اور طلاق کے بعد دو حیض یا ڈیڑھ ماہ عدت گذراتی ہے اسی طرح اپنے شوہر کی وفات پر دو ماہ پانچ دن کی عدت اور اگر شوہر اس سے نہ ملنے کی قسم کھا لے تو اسے دو ماہ انتظار کرنا ہوگا ۔ نیز یہ کہ غلام و کنیز کو زنا کے ارتکاب پر صرف پچاس کوڑے لگائے جائیں گے اور تہمت لگانے پر چالیس کوڑے اور اسی قسم کی دیگر چیزیں ہیں جن میں غلاموں کی حیثیت آزاد سے کمتر ہو جاتی ہے مثلاً میراث ، فئ، غنیمت وغیرہ میں ان کا حصہ، گواہیوں، قرض کا اقرار اور وجوب حج اور اسی قسم کی دیگر پابندیوں میں انکی ذمہ داری ہمارا سوال ہے کہ آخر ان امور میں غلاموں کی ذمہ داریاں آزاد کی ذمہ داریوں سے کیوں کمتر رکھی گئی ہیں ؟ وہ جواب دیتے ہیں ,,کہ یہ غلاموں کا قانون ہے اور اس کی یہی شکل ہے کہ وہ آزاد کے مقابلہ میں کمتر حقوق پر مشتمل ہو، تو ہم ان سے کہیں گے ,,بس یہی صورت ان کی ملکیت مال کی بھی ہوگی، یہاں بھی ان کی ملکیت کا قانون آزاد کی ملکیت کے قانون کے مقابلہ میں کمتر حقوق رکھتا ہے ۔ لیکن یہ سب کچھ ہوتے ہونے بھی

marfat.com

Marfat.com

ایسا نہیں ہوگا کہ وہ مال انکی ملکیت نہ رہے (ملکیت تو یہ انہی کی رہے گی) لیکن یہ ملکیت اڑانے کھانے کی نہیں بلکہ مصلحت اور بچت کے لئے ہوگی ۔ لہذا جب کوئی مالک اپنے غلام کو مال ہبہ کر دے وہ سنت کی متعین کردہ حدود و شرائط کے مطابق اس کی ملکیت ہو جاتا ہے اور یہ ملکیت اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک کہ مالک اس سے وہ مال چھین نہ لے یا اسے (غلام کو) فروخت نہ کر دے اس وقت وہ مال اس کی ملکیت میں نہیں رہے گا ۔ اور اس کے آقا کے پاس واپس چلا جائے گا ۔ گویا مذکورہ بالا تفاصیل کے مطابق غلاموں اور آزادوں کے دیگر حقوق کی طرح ان دونوں کے ملکیت مال کا قانون بھی جداگانہ ہوگیا ۔ ہم یہ کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی اتباع کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں ۔

تاہم غلام کو اموال کا مالک بنانے سے متعلق جملہ اقوال میں سے کوئی قول بھی ہمارے لئے زیادہ اتباع کا مستحق نہیں اور یہ اس لئے کہ ہم نے غلاموں سے متعلق جو کچھ بھی بیان کیا اس میں ہمیں اس مال سے متعلق سنت کے سوا کوئی قانون (و سنت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متعین فرمودہ نہیں ملتا ۔ اس (مال کی ملکیت) کے علاوہ جتنے قوانین (غلاموں کے متعلق) ہیں وہ صحابہؓ و تابعین سے مروی ہیں اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ ان ہر دو قسم کے قوانین میں سے کونسا سب سے زیادہ اتباع و عمل کا مستحق ہے ۔ وہ قانون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و محفوظ ہے یا وہ جو آپؐ کے سوا دوسروں سے مروی ہے؟ اگرچہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دوسرے (صحابہؓ و تابعین) سب ہی قابل اقتداء ائمہ ہیں ۔

(۱۳۴۳) اس بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ ان اقوال میں سب سے مقدم وہ قول ہے جو مسلمانوں کے سردار اور متقین کے امام (صلی

marfat.com

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم) نے مال کو غلام کی طرف منسوب کرتے وقت فرمایا اور پھر آزاد ہونے پر وہ مال اس کا کر دیا ۔ پھر رسول اللہؐ کا غلام کی دعوت نیز حضرت سلیمانؓ کی غلامی میں ان کا پیش کردہ ہدیہ قبول فرمانا ہمارے قول کی تائید میں مزید ثبوت فراہم کر رہا ہے لہذا ہم سب سے پہلے غلام کی ملکیت مال کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ دیں گے اور بعد ازاں غلام سے متعلق دیگر احکام میں بیشر و صلحـــاء کے فتاویٰ کی اقتداء کریں گے۔

اس لئے کہ ہم رسول اللہؐ کی اور ان سب حضرات کی اتباع کرنے والے اور ان سب سے مروی جو اقوال ہمیں پہنچے ان کے پیر وہیں ۔

(١٣٤٤) پھر غلام کی ملکیت کی مزید تائید اس رخصت سے بھی ہوتی ہے جو بعض عــلماء نے اسے دی ہے اور وہ یہ کہ غلام لونڈی رکھ سکتا ہے ان عــلماء میں حضرات ابن عباسؓ ابن عمرؓ،عمر بن عبدالعزیز اور حسن وغیرہ شامل ہیں ۔

اور حضرت ابن عمرؓ سے تو یہ بھی مروی ہے کہ وہ غلام کے مال پر زکوٰۃ واجب سمجھتے تھے ۔

(١٣٤٥) خالد الحذاء سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا ,,کیا غلام کو زکوٰۃ دینا ہوگی؟ ,,انہوں نے پوچھا " کیا وہ مسلمان ہے ؟ ,,میں نے کہا ۔ ,,ہاں" تو انہوں نے کہا ,,ہر دو سو پر پانچ درہم ، اور جو اس سے زائد ہو تو اس پر بھی اسی حساب سے "

(١٣٤٦) ابو عبیدؒ : اس سے بھی غلام کی ملکیت کا مزید ثبوت مــلتا ہے واضح رہے کہ (ابن عمرؓ) نے غلام پر جو زکوٰۃ واجب بتائی تو اس کی وہ حیثیت نہیں جسے دوسرے ان الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں ,,غلام کی کوئی ملکیت نہیں ہوتی اور اس کا مال اس کے آقا کا

marfat.com

Marfat.com

ہوتا ہے ۔ اس لئے کہ اگر ان کے ذہن میں بھی یہی حیثیت ہوتی تو سائل سے یہ پوچھتے کہ وہ غلام مسلمان ہے یا کافر؟ ۔ اس لئے کہ دوسروں کا کہنا یہ ہے کہ غلام خواہ کافر ہو یا مسلمان اس کے مال کا ایک ہی حکم ہے یعنی یہ کہ اس مال کی زکوٰۃ آقا پر واجب ہوگی تاہم مجھے اس بارے میں جو قول پسند ہے وہ ابن عمرؓ کا وہی پہلا قول ہے جو انکے والد محترمؓ اور حضرت جابرؓ کے ان اقوال سے مطابقت رکھتا ہے جنہیں ہم اس باب کے شروع میں بیان کر آئے ہیں۔

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ غلام پر کوئی زکوۃ واجب نہیں ، نہ ہی وہ معمولی اشیاء مثلاً درہم ، روٹی کے علاوہ کوئی چیز خیرات کر سکتا ہے جیسے کہ حضرت عمرؓ اور دیگر علماء سے مروی ہے ۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے تو اس سے بھی زیادہ سخت روایت آتی ہے ۔

(١٣٣٣) عبداللہ بن ابی الہذیل حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک غلام دیہاتی آیا اور اس نے دریافت کیا ,,میں اپنے مالک کے مویشیوں میں ہوتا ہوں تو راہ گیر میرے پاس سے گذرتے ہیں اور مجھ سے پینے کے لئے دودھ مانگتے ہیں، کیا میں انہیں دودھ پلا دیا کروں؟'' انہوں نے جواب دیا ,,نہیں'' اس غلام نے کہا اگر مجھے خطرہ ہو کہ (دودھ نہ ملنے پر) وہ مر جائے گا؟'' ,,تو انہوں نے کہا'' اسے صرف اس قدر دودھ پلا دو کہ وہ تمہارے پاس سے نکل کر دوسرے (چروا ہے) تک پہنچ جائے اور پھر اپنے مالکوں کو اس بات کی اطلاع دیدینا'' اس نے پھر (اپنے شکار سے متعلق) دریافت کیا ,,میں نشانہ باز ہوں کبھی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شکار اسی جگہ ڈھیر ہو جاتا ہے اور کبھی چوٹ کھا کر نکل جاتا ہے'' انہوں نے کہا ,,ایسا شکار جو تمہارے سامنے ڈھیر ہو جائے اسے تو کھا لو اور جو

marfat.com
Marfat.com

مار کھا کر اوجھل ہو جائے اور مر جائے تو اسے نہ کھانا "
ابو عبیدؒ : یہ ہے غلام کا قانون (زکوٰۃ)

مکاتب پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں

رہا مکاتب کے مال پر زکوٰۃ کا مسئلہ سو جہاں تک ہمارا علم ہے سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں اس بارے میں روایات درج ذیل ہیں۔

(١٣٤٨) ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہؓ کو یہ کہتے سنا ـ" غلام اور مکاتب کے مال پر قطعاً زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تاآنکہ وہ آزاد کر دیئے جائیں ـ"

(١٣٤٩) میمون بن مہران کہتے ہیں سلسلہ میں مسروق کے پاس سے ایک عورت گذری اور اسکے ساتھ بیل تھے جن پر سامان لدا ہوا تھا ـ تو انہوں نے پوچھا ,,یہ کیا ہے؟" اس عورت نے جواب دیا " میں مکاتبہ ہوں" تو انہوں نے کہا ,,مکاتب پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی "

(١٣٥٠) عطاء کہتے ہیں ,,مکاتب پر زکوٰۃ واجب نہیں ـ"

(١٣٥١) حمید کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے لکھا ـ ,,مکاتب کے مال پر زکوٰۃ نہیں ہوگی "

(١٣٥٢) ابو الجہم کہتے ہیں ـ کہ میں نے سعید بن جبیرؓ سے دریافت کیا ,,کیا مکاتب پر زکوٰۃ واجب ہے ؟ ,,تو انہوں نے جواب دیا ,,نہیں "

(١٣٥٣) ابو عبید اهل حجاز و اهل عراق اور عوام کا اسی قول پر عمل رہا ہے ـ کہ اس (مکاتب) پر زکوٰۃ واجب نہیں ـ

(١٣٥٤) لوگوں میں جو شک و شبہ ہے وہ غلام کے مال میں ہے مکاتب کے مال میں کوئی شبہ نہیں ہے ـ اس لئے کہ غلام کو تو اس کا مالک فروخت کر سکتا ہے اور اس سے جب چاہے اس کا مال

marfat.com
Marfat.com

چھین سکتا ہے ۔ اسی بناء پر یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس (غلام) کا مال آقا کا ہے ۔ لیکن یہ شکل متفقہ طور پر مکاتب کے مال میں روا نہیں اور مکاتب کے مالک کو جائز نہیں کہ وہ اسے (مکاتب کو) بیچدے یا اس سے مال چھین لے کیونکہ اگر یہ صورت مکاتب کے مالک کے لئے جائز ہو جائے تو پھر عام غلام اور مکاتب میں کوئی فرق نہ رہے اور مکاتبت بےمعنی ہو کر رہ جائے اسی وجہ سے (مکاتب پر اس کے) مالک سے بھی زکوٰۃ ساقط ہو گئی پھر مکاتب سے بھی زکوٰۃ ساقط کر دی کیونکہ وہ ابھی آزاد نہیں ہوا کہ اس پر آزاد کے مالی احکام نافذ کئے جا سکیں اور کیا خبر کہ وہ معاہدہ کے مطابق رقم دینے میں ناکام ہونے کی وجہ سے پھر غلام ہو جائے لہذا لوگوں کے نزدیک زکوٰۃ ساقط ہونے میں غلام کے حالات کی نسبت مکاتب کے حالات زیادہ واضح ہوگئے ۔

—★—

حوالہ جات ۱) مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس نے اپنے آقا سے معین رقم ادا کر کے آزاد ہونے کا معاہدہ کر رکھا ہو۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ٦٧

گھوڑوں اور غُلاموں کی زکوٰة نیز اُن کے متعلق سُنت کی ھدایات

مسلمانوں کی انفرادی یا جنگی ضرورت میں کام آنے والے گھوڑوں اور غلاموں پر زکوٰة کی معافی

(١٣٥٥) حضرت علیؓ سے روایت ھے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا ـ ,,ھم نے تم سے گھوڑوں اور غلاموں پر زکوٰة معاف کر دی ـ،،

(١٣٥٦) دوسری سند سے بھی حضرت علیؓ سے روایت ھے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا ,,ھم نے تم سے گھوڑوں اور غلاموں پر زکوٰة معاف کر دی لیکن دیگر اموال کی زکوٰة بحساب چالیسواں حصه ادا کرو،،

(١٣٥٧) عمرو بن شعیب اپنے باپ اور دادا کے توسط سے روایت کرتے ھیں که میں نے رسول الله صلی الله علیه وسلم کو یه فرماتے سنا ,,آدمی کے گھوڑے اور اس کے غلام پر زکوٰة نہیں لی جائیگی ،،

(١٣٥٨) حضرت ابو ھریرةؓ سے روایت ھے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا ـ ,,مسلمان سے اس کے غلام اور گھوڑے پر زکوٰة نہیں لی جائے گی ـ

(١٣٥٩) دوسری سند سے بھی حضرت ابو ھریرةؓ سے روایت ھے که

marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,,مسلمان سے اس کے غلام اور اس کے گھوڑے پر کوئی زکوٰۃ نہیں لی جائیگی "

(١٣٦٠) ایک تیسری سند میں خود حضرت ابو ھریرہؓ سے یہ روایت مروی ھے اور انھوں نے یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نہیں کی ــ"

(١٣٦١) حضرت ابن عباسؓ کہتے ھیں ,,فی سبیل اللہ غزوہ کرنے والے (مجاھد) کے گھوڑے پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی "

(١٣٦٢) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ھے ,,گھوڑوں پر اور شھد پر زکوٰۃ نہیں ھے ــ"

(١٣٦٣) عبداللہ بن دینار کہتے ھیں کہ میں نے سعید بن المسیب سے دریافت کیا ,,کیا ترکی گھوڑوں پر زکوٰۃ لگتی ھے؟" تو انھوں نے کہا ,,کہیں گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ لگتی ھےــ"

گھوڑوں اور غلاموں کے مالکوں کی رضاکارانہ پیش کش قبول کی جا سکتی ھے

(١٣٦٤) حارثہ بن مضرب کہتے ھیں کہ شام سے کچھ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا ,,ھمیں گھوڑوں اور غلاموں پر مشتمل کچھ مال ھاتھ لگا ھے اور ھماری دلی خواھش ھے کہ اس میں سے کچھ زکوٰۃ لے کر اسے ھمارے لئے پاکیزہ بنا دیا جائے ,,تو حضرت عمرؓ نے کہا" جو کچھ مجھ سے قبل میرے دو بزرگوں نے کیا ھے وھی میں بھی کروں گا" چنانچہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے جن میں حضرت علیؓ بھی تھے مشورہ کیا حضرت علیؓ نے کہا ,,ان کی یہ پیش کش اور اس خواھش کو پورا کر دینا) خوب ھے بشرطیکہ یہ معینہ جزیہ کی صورت نہ اختیار کر لے اور آپ کے بعد لوگ اسے (آپ کے اس عمل کو) قانون بنا کر اس کے نہ دینے پر ان کی گرفت نہ کرنے لگیں "

marfat.com

Marfat.com

(١٣٦٥) سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ اهل شام نے ابو عبیدہؓ کو پیش کش کرتے ہوئے کہا ,,ہمارے گھوڑوں اور غلاموں پر زکواۃ لے لیجئے،، تو انھوں نے اسے قبول نہ کیا، پھر حضرت عمرؓ کو لکھ کر اس بارے میں استصواب کیا تو انھوں نے بھی انکار کیا پھر ان لوگوں نے حضرت عمرؓ سے زبانی بات کی لیکن انھوں نے پھر بھی نہ مانا پھر ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا تو حضرت عمرؓ نے جواباً انھیں لکھا، اگر وہ اپنی مرضی اور خوشی سے یہ پیش کش کر رہے ہیں تو ان سے لے لو اور جو کچھ لو انھی میں واپس دے دو اور ان کے غلاموں کو (اس میں سے) روزینہ دے دو،،

مالک کہتے ہیں ,,انھی میں واپس دے دو،، کے معنی یہ ہیں کہ ان کے ضرورتمندوں میں وہ تقسیم کرو۔

(١٣٦٦) عبدالخالق بن سلمہ شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے سعید ابن المسیب سے صدقہ فطر کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ صدقہ فی کس ایک صاع کھجور یا نصف صاع گیہوں تھا ۔ پھر جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو بعض مہاجرین نے ان سے گفتگو کی اور کہا ,,اگر آپ منظوری دے دیں تو ہمارا خیال ہے کہ ہم اپنے غلاموں کی طرف سے ہر سال دس دس (درہم) ادا کیا کریں ،، انھوں نے کہا ,,آپ لوگوں کا خیال خوب ہے اور میرا خیال ہے کہ میں ان غلاموں کے لئے دو جریب ماھانہ روزینہ مقرر کر دوں ،، اس طرح امیر المومنین نے جو کچھ انھیں دیا وہ اس سے زیادہ تھا جو ان سے لیتے تھے۔

ابو عبیدؒ : یہاں صدقہ سے مراد غلام کی طرف سے صدقۂ فطر ہے

افزائش نسل اور تجارت کے گھوڑوں پر زکواۃ

marfat.com
Marfat.com

(١٣٦٧) ابو عبید :ـ بعض کو فی عـلماء ایسے گھوڑوں کی زکوٰۃ کے قائل ھیں جو ریوڑ کی شکل میں افزائش نسل کے لئے رکھے جاتے ھیں چنانچہ ان کا قول ھے ,,اگر (مالک) چاھے تو ھر گھوڑے پر ایک دینار ادا کر دے یا پھر گھوڑوں کی قیمت لگوا کر اس پر زکواۃ ادا کرے،، ان کا یہ بھی قـول ھے ,,اگـر گھـوڑے بغـرض تجارت ھوں تو ان کی حیثیت تاجروں کے دیگر اموال (تجارت) کی سی ھو گی جس پر زکواۃ ادا کی جائے گی ـ

افزائش نسل کیلئے پالے جانے والے گھوڑے زکواۃ سے مستثـنی ھوں گے

(١٣٦٨) ابو عبید جہاں تک اس قول میں تجارت کا تعلق ھے وہ بجا ھے لیکن افزائش نسل کے لئے گھوڑوں پر جو زکواۃ عائد کی ھے اس کا نہ تو اتباع سنت سے تعلق ھے اور نہ عقل و نظر سے :ـ

اتباع سنت سے تو اس لئے نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ھے کہ آپ نے گھوڑوں کی زکواۃ معاف فرمادی اور اس بارے میں افزائش نسل یا کسی اور ضرورت کی بناء پر پرورش کی کوئی تخصیص و تفریق نہیں فرمائی اور اسی عمومیت پر آپ کے بعد تمام ائمہ و عـلماء کا عمل رھا لہذا سنت تو یہی ھے ـ

رھا عقل و نظر کا تعلق سو ایسے شخص کے لئے جو گھوڑوں پر زکواۃ واجب سمجھتا ھے لازم تھا کہ وہ گھوڑوں کو مویشیوں سے مشابہت کی بنا پر مویشی جیسا قرار دیتا اس لئے کہ وہ مویشیوں کی طرح ھی ریوڑ کی شکل میں (افزائش نسل کے لئے) پالے جاتے ھیں لیکن اس نے ان دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کو بھی اختیار نہ کیا ـ حالانکہ متعدد تابعین حضرات کی روایات میں، گھوڑوں کے لئے لفظ ,,سائمہ،، یعنی ریوڑ کی شکل میں افزائش نسل کے لئے پالے جانے

marfat.com
Marfat.com

والے مویشی استعمال ہوا ہے اور بایں ہمہ وہ گھوڑوں پر سے زکواۃ ساقط کرنے کے قائل ہیں :۔

(١٣٦٩) ابراھیم کہتے ہیں ,,ان گھوڑوں پر جو افزائش نسل کے لئے ریوڑ بنا کر پالے جائیں زکواۃ واجب نہیں ہوتی "

(١٣٧٠) حسن کہتے ہیں ,,ریوڑ بنا کر (افزائش نسل کے لئے) پالے جانے والے گھوڑوں پر زکواۃ واجب نہیں ہوتی "

(١٣٧١) عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں ,,ریوڑ بنا کر افزائش نسل کے لئے پالے جانے والے گھوڑوں پر زکواۃ واجب نہیں ہوتی "

افزائش نسل اور تجارت کیلئے پالے جانے والے گھوڑے زکواۃ سے مستثــنی ہوں گے

(١٣٧٢) ان تمام روایات کے ساتھ بعض اہل حدیث عــلماء کا قول ہے کہ گھوڑے خواہ افزائش نسل کے لئے ریوڑ بنا کر پالے جائیں یا تجارت کے لئے ان پر کوئی زکواۃ نہیں ہے اور ان کا استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر ہے کہ "

,,ہم نے تم سے گھوڑوں اور غلاموں پر زکواۃ معاف کر دی ہے"

وہ کہتے ہیں چونکہ حضور نے اس میں کسی استثناء کے بغیر عمومیت رکھی ہے لہذا کسی قسم کے گھوڑوں پر بھی زکواۃ واجب نہیں ہوگی "

گھوڑوں کی زکواۃ کے سلسلہ میں راہ اعتدال

ابوعبیدؒ :۔ اس طرح گروہ اول نے ہر دو صورت میں زکواۃ واجب کر دی اور گروہ ثانی نے ہر دو صورت میں زکواۃ ساقط قرار دے دی لیکن میرے نزدیک دونوں اقوال میں سے ایک تو غلو پر مبنی ہے دوسرا کوتاہی پر۔ ان دونوں میں اعتدال کا مسلک یہ ہے کہ ان گھوڑوں پر تو

marfat.com
Marfat.com

زکواۃ واجب کی جائے جو بغرض تجارت ہوں اور جو بغرض افزائش نسل ہوں ان سے زکواۃ ساقط کر دی جائے ۔

اسی مسلک پر ہم نے علماء کو پایا ہے اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مفہوم کو زیادہ جاننے والے ہیں ۔

(۱۳۷۳) اور یہی سفیان بن سعید ، مالک بن انس اور اہل عراق و اہل حجاز و اہل شام کا مشترکہ قول ہے اور مجھے اس بارے میں ان کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے

—★—

marfat.com
Marfat.com

زمین سے پیدا ہونے والے غلّہ جات اور پھلوں کی زکواۃ نیز اُن پر عشــر (١/١٠) یا نصف عشر (١/٢٠)

واجب ہونے کا بیان

زمین کی پیداوار میں سے جن چیزوں پر از روئے سنت زکواۃ واجب ہوتی ہے،

زمین کی وہ پیداوار جس پر سنت نے زکواۃ متعین کی

(١٣٧٤) عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن موہب کہتے ہیں کہ میں نے موسی بن طلحہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے یمن بھیجتے وقت معاذ بن جبلؓ کو حکم دیا کہ وہ گیہوں، جو، کھجوروں (١) اور انگور پر زکواۃ لیں ۔

(١٣٧٥) دوسری سند سے عمرو بن عثمان موسی بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں ۔ معاذؓ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ گیہوں، جو، کھجوروں، انگور ۔ (ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ مجھے شک ہے کہ راوی نے یہ کہا تھا) یا کھجور اور کشمش کہا تھا (٢) ۔ نیز سلت (ایک قسم کے سفید بےچھلکے والے جو) اور زیتون پر زکواۃ وصول کریں ۔

marfat.com
Marfat.com

(١٣٧٦) ابراهیم کہتے ہیں کہ گیہوں ، جو، کھجور ، کشمش اور سلت (ایک قسم کا سفید بےچھلکوں والا جو) پر زکواۃ لی جائے گی۔

(١٣٧٧) طاؤس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ کو یمن بھیجا تھا تو وہ گیہوں اور جو کی زکواۃ کے عوض کپڑے لے لیا کرتے تھے۔

(١٣٧٨) حضرت ابن عمرؓ سے پھلوں اور زرعی پیداوار کی زکوٰۃ سے متعلق روایت ہے کہ یہ زکواۃ کھجوروں کے درختوں) انگور، یا گیہوں اور جو کی پیداوار پر لی جائے گی۔

(١٣٧٩) حسن سے روایت ہے کہ وہ صرف گیہوں، جو، کھجور اور کشمش پر زکواۃ واجب سمجھتے تھے۔

(١٣٨٠) ایک اور سند سے حسن اور ابن سیرین دونوں سے یہی مضمون مروی ہے لیکن اس کی عبارت اس طرح ہے: ,,زکواۃ نو۹ چیزوں پر واجب ہے۔ سونا ۔ چاندی ۔ اونٹ ۔ گائے ۔ بیل ، بھیڑ بکری ۔ گیہوں ۔ جو ۔ کھجور اور کشمش۔

(١٣٨١) ابوعبیدؒ : یہی ابن ابی لیلی اور سفیان بن سعید کا قول ہے کہ زمین کی پیداوار میں سے سوائے ان چار اصناف کے اور کسی چیز پر زکواۃ واجب نہیں، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سنت چھوڑی اور اس کا حضرت معاذؓ کو حکم دیا ، پھر یہی حضرت ابن عمرؓ کا قول بھی ہے

(١٣٨٢) پھر اسی جیسی ایک روایت حضرت ابو موسی اشعریؓ سے بھی مروی ہے۔

(١٣٨٣) حضرات حسن اور ابن سیرین کا بھی یہی فتوی رہا۔

(١٣٨٤) ابو عبیدؒ : اس کے علاوہ ائمہ فقہاء سے دوسرا قول بھی منقول ہے جس میں انہوں نے ان اصناف میں کچھ کمی بیشی کی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۳۸۵) اضافه کرنے والوں میں حضرات ابن عباسؓ ، ابراهیم ، عمر بن عبدالعزیز ، مکحول، زهری اوزاعی، مالک بن انس اور تمام اهل عراق هیں، البته عراقیوں میں سے ابن ابی لیلی سفیان اور ان کے هم خیال اس سے مستثنی هیں ۔

(۱۳۸۶) کمی کرنے والوں میں شریح اور شعبی هیں ۔

سنت کی بیان کرده اشیاء پر فقهاء کا اضافه

اضافه کرنے والوں کے اقوال یه هیں :

(۱۳۸۷) حضرت ابن عباسؓ کهتے هیں ,,زکواة گیهوں، جو کهجور، کشمش، سلت (سفید بے چهلکے والا جو) اور زیتون پر هے،،

(۱۳۸۸) ابراهیم کهتے هیں ,,زکواة گیهوں، جو، کهجور، کشمش سلت (سفید بے چهلکے والے جو) اور جوار (یا مکئی) پر هے،،

(۱۳۸۹) ایک اور سند سے ابراهیم هی سے اسی مضمون کی روایت هے، لیکن اس کی سند کے ایک راوی شعبه کو سلت (سفید بے چهلکے والے جو) یا جوار (یا مکئی) میں شک هے ۔ (یعنی یه دونوں نهیں بلکه ان دونوں میں سے کوئی ایک هے)

(۱۳۹۰) مکحول سے روایت هے که انهوں نے دالوں (۳) پر بهی گیهوں، جو، کهجور اور کشمش کی طرح زکواة واجب بتائی هے۔،،

(۱۳۹۱) عمر بن عبدالعزیز کے رجسٹر میں لکها تها: ,,دالوں پر اسی طرح زکواة لی جائے گی ۔ جیسے گیهوں، جو اور سلت پر لی جاتی هے ۔

(۱۳۹۲) عمر بن عبدالعزیز نے لکها تها ۔ ,,چنوں اور مسور پر زکواة لی جائے گی۔،،

(۱۳۹۳) زهری کهتے هیں که مساله جات (کے بیج) بمنزله غله هیں ان پر زکواة دی جائے گی ۔

marfat.com

Marfat.com

(١٣٩٤) مالک بن انس کہا کرتے تھے کہ تمام دالوں پر زکــواة واجب ہوگی ۔ دالوں سے ان کی مراد غلہ کی قسمیں ھیں جن میں، مسور، چنا، چاول، مٹر اور دھینا (پاتل) اور اسی قسم کی تمام اقسام شامل ھیں (جو پھلیوں میں پیدا ھوتی ھیں)

(١٣٩٥) ابو عبیدؒ :۔ یہی اوزاعی کا قول ھے اور ابن ابی لیلی اور سفیان کے علاوہ تمام اھل عراق کا بھی ۔

امام مالک مختلف اصناف کے غلـوں کو ملا کر پانـچ و سق هوجانے پر زکواة کے قائل ھیں،

(١٣٩٦) البتہ مالک اس قسم کے غلہ کی زکواة کے بارے میـں اوزاعی اور اھل عراق سے بھی زیادہ سخت بات کے قــائل ھیں یعنی وہ کہتے ھیں کہ غلّہ کی تمام مختلف اصناف کو ملا کر دیکھا جائے گا۔ کــہ ان کا وزن پانچ و سق (ھوگیا ھے یا نہیں اگر) ھوگیا ھے تو اس پر زکواة دی جائے گی ۔ اسی طرح گیہوں اور جو (دونوں کو بھی ملا کر دیکھا جائے گا۔) اور میرا خیال ھے کہ انہوں نے اس ضمن میں سلت (سفید بےچھلکے والے جو) کا تذکرہ بھی کیا تھا کہ یہ اصناف (زکواة کے لئے) باھمدگر ملا دی جائیں گی ۔ اس طرح مالک ان تین اصناف کو ایک نوع قرار دیتے ھیں اس لئے کہ یہ لوگوں کی روزی (خوراک) ھے اور انہوں نے تمام دانوں کو (جو دالیں کہلاتی ھیں) ایک نوع قرار دیا ھے ۔

مالک گیہوں، جو اور سلت کو ایک صنف اور دالوں کو ایک صنف قرار دیتے ھیں

(١٣٩٧) ان کا استدلال حضرت عمرؓ کے اس عمـل سے ھے کہ انہوں نے ان گیہوں پر جو شام کے نبطی مدینہ لاتے تھے بیسواں حصہ لیا اور دالوں پر دسواں حصہ، ان کا کہنا ھے کہ اس طرح انہوں نے دالوں

marfat.com
Marfat.com

کی قسم کے غلہ کو ایک چیز قرار دیا اور گیہوں کو اس سے الگ شے قرار دیا۔

(۱۳۹۸) مجھ سے یہ سب کچھ یا اس کا بیشتر حصہ یحیی بن بکیر نے بیان کیا۔ اور وہ (کہتے تھے کہ مالک) جو کو گیہوں میں ملانے کے لئے یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ زکواۃ میں سونے کو چاندی میں ملا کر (حساب کیا) جاتا ھے۔

اھل عراق ھر صنف کے جداگانہ پانچ وسق ھونے پر زکواۃ کے قائل ھیں۔

ابو عبید:۔ جہاں تک اھل عراق کا تعلق ھے۔ وہ ان اشیاء میں سے کسی چیز پر اس وقت تک زکوۃ واجب نہیں سمجھتے جب تک کہ اُن میں سے ھر صنف جداگانہ پانچ وسق یا اس سے زائد نہ ھو جائے اور وہ اس کے قائل نہیں کہ ایک صنف کو دوسری میں ملا کر (مجموعی وزن پر زکواۃ کا) حساب کیا جائے اور یہی اوزاعی کا قول ھے۔

(۱۴۰۰) محمد بن شعیب کہتے ھیں کہ میں نے اوزاعی سے دریافت کیا۔ کیا گیہوں کو جَو اور دیگر غلوں میں زکواۃ کے لئے باھمدگر ملا کر حساب کیا جائے گا؟ ,,تو انہوں نے کہا: ,,نہیں،،

(۱۴۰۱) عطاء کہتے ھیں ,,زکواۃ کے لئے غلوں کو باھمدگر ملایا نہیں جائے گا۔

ابو عبید: ھمیں نہیں معلوم کہ پیشتر و علماء میں سے کسی نے زکواۃ کے لئے مختلف اصناف کو باھمدگر ملانے کا مسلک اختیار کیا ھو، بس ایک روایت ھے جو ابن المبارک، عکرمہ سے روایت کرتے ھیں:

(۱۴۰۲) عکرمہ کہتے ھیں کہ اگر جَو کے کچھ ذھب (یمن کا مشہور پیمانہ) اور کنگنی (یا باجرہ) کے کچھ جو علیحدہ علیحدہ

marfat.com

Marfat.com

زکواۃ کے لئے ناکافی ہوں اور ملانے سے ان کا مجموعہ زکواۃ واجب ہونے کے مقدار کو پہنچ جائے ، تو انھیں ملا لیا جائے گا ۔ اس روایت کے ایک راوی ، معمر کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات ایوب سے کہی تو انھوں نے اسے پسند نہ کیا ۔

ابو عبید : غلوں کو باھمدگر ملانے کے سلسلہ میں اس روایت اور مالک کے قول کے سوا کوئی چیز نہ مل سکی ۔

ہم نے اس باب کے شروع میں غلہ کی جن چار اصناف کو مرفوع اور غیرمرفوع اسناد سے بیان کیا تھا یہاں تک ان لوگوں کے اقوال ہیں جو ان چار اصناف میں اضافہ کے قائل ہیں ۔ اب ان لوگوں کو لیجئے جو ان میں کمی کر دینا ۔

سنت کی بیان کردہ اشیاء میں سے فقہا کا بعض کو کم کر دینا

(١٤٠٣) شریح کہتے ہیں کہ زکواۃ گیہوں ، جو اور کھجور پر لی جائیگی اور وہ انگوروں پر زکواۃ واجب نہیں سمجھتے تھے ۔

(١٤٠٤) شعبی کہتے ہیں کہ زکواۃ گیہوں، جو اور کھجوروں پر لی جائیگی ۔

اسی طرح مجموعی طور پر اس باب میں چار مختلف اقوال ہو گئے ہیں ۔

اصناف میں اضافہ یا کمی کرنے والوں کے چار مختلف اقوال اور ان میں سے ہر ایک کا استدلال

ایک قول تو ان لوگوں کا ہے جو صرف گیہوں ، جو، کھجور (کے درختوں) اور انگور پر زکواۃ واجب سمجھتے ہیں، ان حضرات کا تمام تر اعتماد احادیث و آثار پر ہے وہ بلا کسی کمی بیشی کے صرف انھی کی اتباع کرتے ہیں ۔ اور سرمو اس سے تجاویز نہیں کرتے ۔

marfat.com
Marfat.com

دوسرا قول ان لوگوں کا ھے جو اس میں صرف سفید بےچھلکے والے جو (سلت) اور جوار (یا مکئی) کا اضافہ کرتے ھیں ۔ ان کی تاویل یہ ھے ۔ یہ دونوں غلے گیہوں کی جنس سے ھیں ۔ اگرچہ گیہوں کھانے میں ان سے افضل ھے ۔

(۱۴۰۵) ان کی تائید سعد بن ابی وقاصؓ کی اس روایت سے ھوتی ھے کہ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ سلت (سفید بےچھلکے والے جو) کو گیہوں (یا گیلے سلت) کے عوض دیا جا سکتا ھے تو انھوں نے اسے ناپسند کیا ۔

ابو عبید :۔ اسی بناء پر مدینہ والے کہتے ھیں ,,سلت (سفید بےچھلکے والے) گیــہوں یا جو کے عــوض صرف اسی شکل میں دیئے جا سکتے ھیں جبکہ وہ مقدار میں برابر برابر ھوں، اس لئے کہ یہ تینوں غلے ان کی نظر میں ایک نوع ھیں ۔ اسی طرح جوار (یا مکئی) بھی بعض لوگوں کے نزدیک گیہوں کی طرح ھے کیونکہ بہت سی خلق خدا ــــ جن میں سیاہ فام وغیرہ شامل ھیں ــــ خوراک کے سلسلہ میں صرف اسی پر گذر کرتی ھے اور اسی پر ان کی زندگی کا انحصار ھے ۔

(۱۴۰۶) تیسرا قول ان لوگوں کا ھے جو تمام اقسام غلہ پر زکواۃ واجب سمجھتے ھیں ۔ ان کا کہنا ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سود سے متعلق چیزوں کا ذکر فرمایا تو ان میں سے صرف چھ چیزوں کا معین طور پر نام لیا ، سونا ، چاندی ، گیہوں، جو، کھجور اور نمک ۔

لیکن بعد ازاں علماء نے تمام ناپی اور تولی جانے والی اشیاء کو اسی سنت پر قیاس کر لیا، اسی اصول کو مدنظر رکھتے ھوئے جب ھم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت زکواۃ میں آپ نے

marfat.com
Marfat.com

گیہوں، جو، کھجور اور کشمش (منقے) کی چار اصناف ھی کا ذکر فرمایا کہ یہی وہ چیزیں تھیں جنھیں وہ لوگ روزی اور کھانے کے جمع کیا کرتے تھے تو ہم نے اسی فہرست میں ان بقیہ کھانے جانے والے غلوں اور پھلوں کو شامل کر لیا جو ان سے ملتے جلتے ھیں اور جو انہی چاروں کی طرح ناپے تولے جانے میں ایک حکم رکھتے ھیں۔

لفظ و سق سے استدلال

(۷)(۱۴۰۷) پھر یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ھیں۔ ”پانچ و سق سے کم مقدار پر زکواۃ واجب نہیں ہوگی“۔

اور کہتے ھیں کہ وسق کا لفظ ان تمام ناپی جانے والی چیزوں کو اپنے احاطہ میں لے لیتا ھے جنھیں خوراک بنایا جاتا ھے

(۸)(۱۴۰۸) باقی رھے چوتھے قول والے جو کشمش (منقے) کو نکال کر صرف گیہوں، جو اور کھجور ھی پر زکواۃ واجب سمجھتے ھیں سو وہ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو صرف انہی چیزوں کے بارے میں حکم دیا تھا جو ان کے شہریوں اور دیہاتیوں کی خوراک اور روزی کے سلسلہ میں جانی پہچانی تھیں۔ اور یہ صرف تین اصناف تھیں۔ گیہوں اور جو شہریوں کے لئے اور کھجور دیہاتیوں کے لئے۔ اور اس لحاظ سے کشمش (منقے) خارج ہو جاتے ھیں۔

ان حضرات کا کہنا ھے کہ امیروں پر فقیروں کے لئے جو زکواۃ واجب کی گئی ھے تو وہ صرف ان اشیاء پر ھے جو اللہ کے بعد انہیں زندہ رکھنے کے لئے ناگزیر ہوں، مثلاً اونٹ، گائے، بیل، بھیڑ بکری، پر زکواۃ جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے، خچر اور گدھوں کو چھوڑ کر خصوصی طور پر نامزد فرمایا۔ اس لئے کہ اللہ

marfat.com
Marfat.com

تعالی نے اول الذکر مویشیوں کا دودھ اور گوشت لوگوں کے لئے معاش بنایا ۔ نہ کہ موخر الذکر کا، اسی بناء پر اول الذکر قسم پر زکواۃ مقرر کی گئی اور موخر الذکر پر نہیں ۔

اس سے استنباط کرتے ہوئے یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہی حال خوراک میں ان تینوں اشیاء گیہوں جو اور کھجور کا ہے کہ عربوں میں انہی کا شمار روزی اور معاش میں ہے ۔

ابو عبید :۔ الغرض ان اقوال میں سے ہر قول کا قائل اپنے لئے کچھ دلائل اور وجوہ جواز رکھتا ہے جن کا ہم نے ان کی طرف سے اظہار کیا، واللہ اعلم ان کا منشا کیا تھا ۔

(۱۴۰۹) تاہم ان میں سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت پر مبنی قول پسند ہے یعنی یہ کہ صرف انہی چار اصناف پر زکواۃ واجب ہوگی جن کو آپ نے نام لیکر بطور سنت متعین فرما دیا ہے ۔ اور اس کی تائید صحابہؓ و تابعین کے اقوال سے ہو رہی ہے، پھر یہی مسلک ابن ابی لیلی اور سفیان نے بھی اختیار کیا ہے ۔

اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جانتے ہوئے کہ زمین کی پیداوار میں لوگوں کو اور بھی اموال (غلے وغیرہ) ملتے ہیں ۔ دیگر اصناف سے اعراض فرماتے ہوئے خصوصی طور پر انہی چار اصناف کا نام لیا ۔ تو آپ کا ان چیزوں کو چھوڑ دینا ہی ہمارے نزدیک اس امر کی دلیل ہے کہ آپ نے ان پر سے اسی طرح زکواۃ معاف فرما دی جس طرح گھوڑوں اور غلاموں کو زکواۃ معاف فرمائی عقل و نظر، قیاس و تشبیہ و تمثیل کی تو اس وقت ضرورت پڑتی ہے جب کسی بارے میں کوئی جاری سنت موجود نہ ہو، لیکن جب سنت مل جائے تو لوگوں پر اس کی اتباع لازم ہو جاتی ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

ان حالات میں ابو موسیؓ کی حدیث ۔ خواہ وہ مسند نہ ہو ۔ ہمارے لئے مقتدا و رہنما ہوگی اس لئے کہ صحابہؓ و تابعین میں سے بھی بعض نے اس کی اتباع کی ہے، اور اس لئے بھی کہ رسول اللہ سے اس سے زیادہ قوی سند اور ثابت تر متن کے ساتھ ہمیں کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جو اس حدیث کی تردید کرتی ہو ۔

*

حوالہ جات

۱) یہاں کھجوروں کے لئے کھجور کے درختوں کا لفظ ,,النخل " ہے (مترجم)

۲) زبیب کا ترجمہ کشمش کیا گیا ہے اس سے مراد خشک انگور ہیں خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے منقے (مترجم)

۳) یہاں عربی لفظ ,,القطنیہ " ہے جو ان تمام دالوں والے دنوں کے لئے بولا جاتا ہے جو بالعموم پھلیوں میں لگتے ہیں مثلاً سیم ۔ باقلار، لوبیا، مٹر، ماش، مونگ وغیرہ ۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ٦٩

زرعی پیداوار کی وہ کم سے کم مقدار جس پر زکواۃ

واجب ہوتی ہے نیز اس پیداوار میں سے کس پر

دسواں اور کس پر بیسواں حصّہ زکواۃ ہوگی

دسواں اور بیسواں حصہ زکواۃ کی زمینیں

(۱۴۱۰) بسر بن سعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارانی زمین کی پیداوار نیز (بعل (۱)) اپنی جڑوں سے پانی پی لینے والے (کھجور کی قسم کے) درختوں کی پیداوار اور چشموں (ندی، نہروں) سے سیراب کی جانے والی زمینوں کو پیداوار پر دسواں حصہ زکواۃ اور رہٹوں (اور دیگر آلات کے ذریعہ سے سیراب کی جانے والی زمینوں کی پیداوار پر بیسواں حصہ زکواۃ ، فرض فرمایا۔

(۱۴۱۱) حکم بنا عتیبہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبلؓ کو جب وہ یمن میں تھے یہ لکھا ,,بارانی زمینوں یا (غیل (۱)) چشمہ (ندی نالوں نہروں) سے سیراب کی جانے والی زمینوں کی پیداوار پر دسواں حصہ زکواۃ اور (غرب (۱)) ڈول (یا رہٹ) سے سیراب کی جانیوالی زمینوں کی پیدا وار پر بیسواں حصہ زکواۃ لو،،۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۴۱۲) محمد بن عبدالرحمن انصاری کہتے ہیں کہ زکواۃ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی اور حضرت عمرؓ کے مکتوب گرامی میں لکھا تھا عِـثَرِی (۱)) بارانی زمین جو بارش یا نہروں سے سیراب ہو اور اپنی جڑوں سے پانی کھینچ لینے والے درختوں کی پیداوار پر دسواں حصہ اور اس کھیتی پر جس کو (نواضح (۱)) جانوروں کے ذریعہ (رہٹ ڈول سے) سیراب کیا جائے بیسواں حصہ زکواۃ ہوگی۔

(۱۴۱۳) عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں (بعل (۱)) اپنی جڑوں سے پانی کھینچ لینے والے درختوں یا چشموں سے سیراب ہونے والی نیز (عَـثَرِی (۱)) بارانی زمینوں کی پیداوار میں دسواں حصہ زکواۃ ہے۔ اور جو جانوروں کے ذریعہ رہٹ یا ڈول سے سیراب ہوں ان پر بیسواں حصہ زکواۃ ہے۔

(۱۴۱۴) ایک اور سند سے بھی عبداللہ ابن عمرؓ ہی سے یہی مضمون مروی ہے۔

(۱۴۱۵) ایک اور سند سے یہی مضمـون عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔

ابو عبید :۔ البتہ مؤخر الذکر حدیث مرفوع ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ یہ محفوظ بھی ہے یا نہیں۔

(۱۴۱۶) حضرت علیؓ کہتے ہیں۔ بارانی زمینوں پر دسواں حصہ اور (دوالی و نواضح (۱)) رہٹ اور جانوروں کے ذریعہ آبپاشی کی جانے والی زمینوں پر بیسواں حصہ زکواۃ ہے۔

(۱۴۱۷) ابراہیمؒ کہتے ہیں (دالیہ اور غرب (۱)) رہٹ یا چرس (بڑے ڈول) سے سیراب کی جانے والی زمینوں پر بیسواں حصہ اور (فتح) ندی نالوں نہروں سے سیراب کی جانے والی یا بارانی زمینوں پر دسواں حصہ زکواۃ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۴۱۸) مجاهد کہتے ہیں ,,بارانی یا چشموں سے سیراب ہونے والی زمینوں پر دسواں حصہ اور (غرب یا دالیہ (۱)) چرس یا رھٹ سے سیراب ہونے والی زمینوں پر بیسواں حصہ زکواۃ ہے۔

(۱۴۱۹) ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے دریافت کیا ,,ایسے شخص کی زمین کا کیا حکم ہوگا۔ جس کی زمین کبھی کنوؤں سے سیراب کی جائے اور کبھی چشموں سے " تو انھوں نے کہا ,,جس ذریعہ سے زیادہ تر سیراب کی جائے وہ شمار کیا جائے گا۔

(۱۴۲۰) ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطار سے پوچھا (کظائم (۱)) ندی نالوں اور نہروں سے جو کھجور کے درخت یا انگور کی بیلیں سیراب کی جاتی ہیں۔ ان پر کس حساب سے زکواۃ دی جائے گی؟ ,,تو انھوں نے کہا ,,دسواں حصہ "

(۱۴۲۱) ابن جریج ابو الزبیر کے واسطہ سے جابر بن عبداللہ سے اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں ,,ان پر دسواں حصہ ہوگا "۔

ابو عبید۔ سیرابی اور آبپاشی کے سلسلہ میں ان احادیث میں مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جن کی تفسیر یہ ہے۔

بعل

وہ کھجور وغیرہ کے درخت جو اپنی جڑوں سے بغیر بارش وغیرہ کے پانی کھینچ لیتے ہیں ان کے لئے ,,بعل" کا لفظ استعمال ہوا ہے بعض علماء کا خیال ہے کہ ,,بعل" سے مراد بارش سے سیراب ہونے والی کھیتی (یا باغات) ہے لیکن میرے نزدیک اول الذکر معنی درست ہیں اس لئے کہ حدیث میں ان دونوں سیرابیوں کی تفریق برقرار رکھتے ہوئے یوں کہا گیا ہے۔

فیما سقت السماء وفی البعل۔

بارانی زمین اور بعل میں ، (دیکھئے اوپر نمبر ۱۳۱۰)

marfat.com

Marfat.com

اسی طرح سیرابی کی دو جداگانہ قسمیں ہوئیں ۔ یہ تو مرفوع حدیث کے الفاظ ہیں ۔ اور یہی چیز حضرت ابن عمرؓ کی روایت نمبر ۱۳۱۳ میں ۔

ماکان بعلاً او عشـریاً ۔

اپنی جڑوں سے سیراب ہونے والے درخت یا بارانی زمین کے الفاظ سے ظاہر کی گئی ہے جن سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جداگانہ دو قسمیں ہیں ۔

عشـری

بارانی زمین کو ,,عثری،، کہا جاتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں عوام کی بولی میں اسے ,,عَذِی ،، کہا جاتا ہے

غیل

ہررواں اور بہتا پانی جیسے نہروں ، چشموں ، نالوں کا پانی ,,غیل،، کہلائے گا ۔

کظائم

کظائم بھی نالوں ہی کی طرح ہوتے ہیں ۔ اور یہی کیفیت فتح کی ہے جس کا اطلاق غیل کی طرح بہتے پانی پر ہوگا ۔

فتح

,,البتہ فتح ،، کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ زمین میں اس کی نہریں پھاڑ کر اس سے پانی پینے کے لئے اس کے دھانے کھولدیئے جاتے ہیں ۔

مذکورہ بالا سیرابی زمین کے وہ ذرائع ہیں جن پر دسواں حصہ زکواۃ لی جاتی ہے اب دوسـری قسـم کے ذرائع آب پاشی کا ذکر ہوتا ہے (۲)۔

النواضح اور السوانی

وہ اونٹ جن سے زمینوں کی آب پاشی کا کام لیا جاتـا ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

,,نواضع،، کہلاتے ہیں اور یہی بعینہ السوانی ہیں ۔ (یعنی رھٹیں جن کو مختلف جانوروں کے ذریعہ چلایا جاتا ہے) یہی صورت الغرب کی ہے ۔

الغرب

جس کے معنے بڑا ڈول (چرس) ہے جسے آب پاشی کرنے والا اونٹ (یا دوسرا جانور) کھینچتا ہے اور یہی مفہوم الرشا سے ہے جس کے معنے

الرشا

اسی رسی کے ہیں جسکے ذریعہ پانی کھینچا جاتا ہے، الغرض مذکورہ بالا تمام الفاظ النواضح الوانی، الغروب، الرشـا سے مفہوم ایک ہی ہے ۔

الدالیه اور الناعورة

چھوٹے چھوٹے ڈول (ڈبے وغیرہ جنہیں چکیاں گھماتی ہیں [یعنی رھٹ) الدالیة کہلاتے ہیں اور بالکل یہی چیز ,,ناعورة ،، بھی ہے ۔

یہ آب پاشی کے وہ ذرائع ہیں جن پر بیسواں حصہ زکواۃ لی جاتی ہے ۔

اول الذکر ذرائع کے مقابلہ میں موخر الذکر ذرائع پر کم زکواۃ لگنے کی وجہ یہ ہے کہ موخر الذکر ذرائع میں کسانوں کو ایسی محنت و مشقت اور تگ و دو کرنا پڑتی ہے جو اول الذکر ذرائع رکھنے والے کسانوں کو نہیں کرنا پڑتی ۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ان ہر دو ذرائع سے سیراب ہونے والی زمینوں کی پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ اس وقت نکالا جائے گا ۔ جبکہ ان کی پیداوار کی مقدار پانچ وسق یا اس سے اوپر ہو جائے اس کی تصریح سنت و آثار سے ہوتی ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

زرعی پیداوار کے پانچ وسق ہونے پر زکواۃ

(۱۴۲۲) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (زمین کی پیداوار پر) پانچ وسق سے کم مقدار پر زکواۃ نہیں اور پانچ اونٹ سے کم پر زکات نہیں ۔ اسی طرح پانچ اوقیہ (۲۰۰ درھم چاندی) سے کم پر زکواۃ نہیں

(۱۴۲۳) ایک اور سند سے یہ مضمون حضرت ابن عمرؓ سے غیرمرفوع مروی ہے (یعنی اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے)

ابو عبید :۔ یہ روایت ایک اورسند سے ابن عمرؓ سے مرفوع بھی بیان کی جاتی ہے (یعنی ابن عمرؓ نے یہ روایت حضور سے بیان کی ہے)

(۱۴۲۴) حضرت ابو ہریرۃؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مضمون روایت کرتے ہیں ۔

(۱۴۲۵) ابو سعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ,,پانچ وسق سے کم پر زکواۃ نہیں ,,۔

(۱۴۲۶) محمد بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ زکواۃ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی اور حضرت عمرؓ کے مکتوب گرامی مین ہے ,,کسی زمین سے پیدا ہونے والی چیز پر اس وقت تک زکواۃ نہیں لی جائے گی تاآنکہ وہ پانچ وسق نہ ہو جائے ,,

(۱۴۲۷) حضرت جابرؓ کہتے ہیں ۔ ,,پانچ وسق سے کم پر زکواۃ واجب نہیں ہوتی ,,

(۱۴۲۸) ابراھیم اور حسن دونوں کہتے ہیں ,,غلہ کی کسی صنف پر اس وقت تک زکواۃ نہیں لی جائے گی تاآنکہ وہ پانچ وسق نہ ہو جائے,,

marfat.com

Marfat.com

(۱۳۲۹) ایک اور سند سے حسن سے یہی مضمون مروی ہے۔

(۱۳۳۰) مکحول کہتے ہیں ,,جب پانچ وسق ہو جائیں۔ یعنی پچھتر مدی تو ان پر عشور (دسواں یا بیسواں حصہ) واجب ہوگا۔ لیکن اس مقدار سے کم پر کوئی عشور نہیں۔

ابو عبید :۔ پانچ وسق سے متعلق ہماری مذکورہ بالا احادیث ہی پر سفیان بن سعید اوزاعی اور مالک کا استناد تھا۔

(۱۳۳۱) اس بارے میں مالک کے متعلق مجھے یحیی بن عبداللہ بن بکیر نے اطلاع دی۔

(۱۳۳۲) اور اوزاعی کے متعلق ہشام بن اسماعیل نے محمد بن شعیب کی وساطت سے اطلاع دی

(۱۳۳۳) یہی اہل عراق کی اکثریت کا قول ہے البتہ اوزاعی اور سفیان دونوں کا یہ خیال تھا کہ زکواۃ دیتے وقت دو مختلف انواع کو یکجا نہیں کیا جائے۔ لیکن مالک کا خیال تھا کہ انہیں یکجا کر لیا جائیگا۔ ہم اس مسئلہ پر پہلے باب میں روشنی ڈال چکے ہیں۔

(۱۳۳۴) اور صرف ابو حنیفہ کے علاوہ تمام اہل عراق اوزاعی اور سفیان کے ہمنوا ہیں۔

—★—

حوالہ جات

۱) ان الفاظ کی شرح آگے چل کر نمبر ۱۳۲۱ کے تحت خود ابو عبید نے کی ہے۔
۲) ان الفاظ کی شرح آگے چل کر نمبر ۱۳۲۱ کے تحت خود ابو عبیدؒ نے کی ہے۔
۳) ان الفاظ کی شرح آگے چل کر نمبر ۱۳۲۱ کے تحت خود ابو عبید نے کی ہے۔
۴) واضح ہے کہ اس دوسری قسم میں وہ تمام دیگر ذرائع آب پاشی شمار کئے جائیں گے جو انسانوں نے دوسری طاقتوں کو مسخر کر کے ان کے ذریعہ ایجاد کئے ہیں (مترجم)

marfat.com

Marfat.com

باب : ۷۰

زکواۃ کیلئے پھلوں کی مقدار کا تخمینہ لگانے، نیز عاریت

دیئے ہوئے درختوں کے مسئلہ میں سنت کی رہنمائی

نصف پیداوار پر معاملہ کرنا :۔

(۱۴۳۵) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین اور اس کے کھجور کے باغات وہاں کے قدیم یہودی باشندوں کو اس شرط پر دیدیئے کہ وہ اس کی نصف پیداوار خود لیں گے اور نصف مسلمانوں کو دیں گے ۔ (۱)

(۱۴۳۶) حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والون سے کھیتوں اور پھلوں کی پیداوار کے نصف نصف پر معاملہ طے کیا تھا ۔

پیداوار کا تخمینہ

(۱۴۳۷) شعبی کہتے ہیں : « رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے خیبر کا علاقہ وہاں کے باشندوں کو نصف نصف کی شرط پر دیدیا ۔ پھر آپ نے عبداللہ بن رواحہؓ کو وہاں کے کھجوروں کے باغات ۔ یا پھلوں ۔ کا تخمینہ لگانے کے لئے بھیجا ۔ (تاکہ اس اندازہ کے مطابق ان سے نصف مقدار وصول کی جائے) جب ابن رواحہؓ ان کے پاس گئے تو انہوں نے اهل خیبر سے کہا ۔ میں تمہارے پاس ایک ایسی هستی کی

marfat.com
Marfat.com

طرف سے آیا ہوں جو مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اور تم لوگ میری نظر میں بندروں اور سوروں سے زیادہ مبغوض ہو ,,اس پر وہ بولے،، اندریں صورت آپ ہمارے درمیان عدل کیونکر قائم کریں گے؟،، انہوں نے جواب دیا :،، بایں ہمہ (محبت و بغض) کوئی چیز مجھے تمہارے ساتھ عدل کرنے سے روک نہیں سکتی،، انہوں نے کہا آسمان و زمین کا نظام اسی عدل کی بنیاد پر قائم ہے چنانچہ عبداللہ بن رواحہؓ نے ان کی پیداوار کا اندازہ لگا کر اسے دو نصف حصوں میں تقسیم کر کے ان کو اس بات کا اختیار دیا کہ وہ ان میں سے جونسا ایک حصہ چاہیں اپنے لئے چن لیں،، راوی کہتا ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ نے دونوں حصوں میں سے کسی ایک میں کچھ بھی کمی بیشی نہ کی۔

تخمینہ کے لئے موزوں وقت

(۱۴۳۸) حضرت عائشہؓ خیبر کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یہودیوں کے پاس عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجا کرتے تھے وہ ان کے پھلوں (کی پیداوار) کا اندازہ اس وقت لگاتے تھے جب پھل پختگی پر آ جاتے اور ابھی ان میں سے کھایا نہ جاتا تھا ، پھر وہ اپنے اندازے کے مطابق یہودیوں کو اختیار دے دیتے کہ اگر یہود چاہیں تو ان کی مقررہ مقدار خود لے کر باغات انہیں دیدیں یا خود باغات لے کر اتنی مقررہ مقدار انہیں دیدیں،،

ابو عبیدؒ :۔ آپ اس لئے اندازہ لگانے کا حکم دیتے تھے کہ پھلوں کے کھانے اور بٹنے سے قبل زکواۃ کا صحیح حساب لگ جائے :۔

(۱۴۳۹) عبداللہ بن عبید بن عمیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے باغات کی پیداوار کا اس وقت اندازہ لگانے کا حکم دیا ۔ جب ان کے پھل پختگی پر آ جائیں،،

marfat.com

Marfat.com

(۱۳۳۰) ابو حمید ساعدیؓ کہتے ہیں : ,,ہم معرکہ تبوک کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ۔ تاآنکہ ہم وادی القری پہنچے ۔ وہاں ہم نے ایک عورت کو اپنے باغ میں دیکھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا :،، اس باغ کی پیداوار کا اندازہ لگاؤ،، چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے اندازے بتائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اندازے کے مطابق (اس باغ کی پیداوار) دس وسق بتائی ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے کہا ۔ اس باغ کی جو پیداوار ہو اس کا حساب رکھنا تاآنکہ ہم تیرے پاس واپس آ جائیں (۲)۔ ان شاء اللہ ۔

ابو عبید : ہمارے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حساب رکھنے کا اس لئے حکم دیا کہ وہ دیکھ لے کہ پیداوار آپ کے اندازہ کے مطابق ہے اور اس طرح اس کے دل کو تسلی حاصل ہو۔ نہ اس لئے کہ آپ کو اپنے اندازہ میں کچھ شک تھا ۔

تخمینہ کھجوروں اور انگوروں کا لگایا جائے گا

(۱۳۳۱) عطاء کہتے ہیں ,,ہم کھجوروں کے درختوں اور انگوروں کی بیلوں پر اُن کی پیداوار کا اندازہ لگائیں گے ۔ لیکن غلہ کا اندازہ نہیں لگائیں گے ۔ (۳)

(۱۳۳۲) ابن شہاب کہتے ہیں ۔ ہمیں نہیں معلوم کہ پھلوں میں سے کھجوروں اور انگوروں کے سوا بھی کسی کا اندازہ لگایاجاتا ہو،،

(۱۳۳۳) مالک بن انس سے بھی اسی مضمون کی روایت ہے وہ کہتے ہیں: ,,سنت یہی ہے کہ پھلوں میں سے کھجور اور انگور کے سوا کسی پھل کا اندازہ نہ لگایا جائے ،،

اندازہ لگایا ہی اس وقت جاتا ہے جب پھلوں میں پختگی نمودار ہو جائے اور ان کی فروخت جائز ہو جائے اس لئے کہ کبھی گدر پھل

marfat.com

Marfat.com

بھی کھائے جاتے ھیں - لہذا لوگوں پر فراخی و وسعت ملحوظ رکھتے ہوئے مالکان کے پھلوں کا اندازہ لگایا جائے گا، پھر انھیں اس میں سے کھانے کی آزادی دیدی جائے گی - اور وہ اس میں سے لگائے ہوئے اندازے کے مطابق زکواۃ ادا کریں گے -

لیکن وہ چیزیں جو گدر اور گیلی نہیں کھائی جاتیں - مثلاً غلے تو ان کے مالکان کو دانہ پڑنے کے بعد امانت ملحوظ رکھنا ہوگی (۴)

(۱۴۴۴) ابوعبید : مالک کے اس قول کی تائید عطاء اور ابن شہاب کے اس قول سے ہوتی ہے ,,کھجوروں اور انگوروں کے علاوہ کسی چیز کا اندازہ نہیں لگایا جائے گا ،،

علاوہ ازیں بعض صحابہؓ سے بھی اس قسم کی روایات ملتی ھیں جن سے اس قول کو مزید تقویت پہنچتی ہے :

غلے کی زکواۃ مالک اپنے اندازہ کے مطابق ادا کرے گا ، :

(۱۴۴۵) ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کہتے ھیں ,, مروان نے کسی قرظی کو کھیتوں کی پیداوار کا اندازہ لگانے کے لئے بھیجا - یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی عثمان بن حنیفؓ کے پاس ان کی کھیتی کی زکواۃ مانگنے کے لئے پہنچا، تو عثمانؓ نے اس شخص سے کہا - ,,اچھا اب تم یہ کچھ کرنے لگے ہو؟ یہ (زکواۃ) جزیہ کی طرح کبھی وصول نہیں کی گئی ، یہ تو زکات ہے - جس پر لوگوں کی گرفت کی جاتی ہے - (۵)

(۱۴۴۶) ابو بکر بن حزم کہتے ھیں ,,مروان کے اس طرز عمل سے قبل کھیتوں کی پیداوار سے زکواۃ وصول کرنے کے لئے لوگوں کے پاس نہیں پہنچا جاتا تھا بلکہ ہر شخص جتنا اس کے حساب سے بنتا خود ھی ادا کر دیتا تھا اور اس بارے میں اس پر کوئی پوچھ کچھ اور باز پرس نہ ہوتی تھی "

marfat.com

Marfat.com

(۱۴۳۷) ابو عبید :۔ واضح رهے که عثمان بن حنیفؓ نے کھیتوں کی پیداوار کا اندازہ لگانے اور ان کے مالکان کے پاس جاکر اس کی زکوٰۃ مانگنے کو برا سمجھا اور اس پر اعتراض کیا تھا، اس روایت میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ انہوں نے کھجور کے بارے میں یہ اعتراض کیا ہو،

باغات کے مالکوں کے لئے ان کے کھانے میں آنے والے پھل شمار ہوں گے یا نہیں ؟ نیز نہ شمار ہونیوالے پھلوں کی مقدار ،

اور یہی مالک کا بھی قول ہے، البتہ مالک کا خیال تھا که (بلا استثناء) تمام پھلوں کے لئے اندازہ لگایا جائیگا ,, بشرطیکه وہ پانچ وسق سے زائد ہوں، نیز ان کا خیال تھا که اس میں سے جو مقدار مالکان کھائیں گے اسے بھی مالکان کے حساب میں شمار کیا جائیگا۔ چنانچہ آج کل اسی پر ان (مالکیوں کے ہاں عمل ہوتا ہے۔

ہماری مذکورہ بالا روایات ان کے قول کو تقویت بخشی ہیں ، لیکن ان کے سوا کچھ احادیث و روایات بھی ہیں جن سے یہ متر شح ہوتا ہے که مالکوں کے لئے پھلوں کے پکنے اور چننے کے زمانہ میں پھلوں کی اتنی مقدار کو حساب سے معاف کر دیا جائے جو ان کے کھانے میں آئے :۔

(۱۴۳۸) عبدالرحمن بن مسعود بن نیار کہتے ہیں که ہم ایک مجلس میں تھے که ہمارے پاس سہل بن ابی حثمۃؓ آئے اور انہوں نے کہا : ,,رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا ,, جب تم (باغات کا) اندازہ لگایا کرو تو تہائی چھوڑ دیا کرو اور اگر تہائی نه چھوڑو تو چوتھائی (ضرور) چھوڑ دیا کرو،،

(۱۴۳۹) بشیر بن یسار کہتے ہیں که حضرت عمرؓ بن الخطاب نے ابو حثمه انصاری کو مسلمانوں کے اموال کا اندازہ لگانے کے لئے بھیجا

marfat.com

Marfat.com

تو کہا : جب تم (لوگوں کے) کھجوروں کے باغات میں لوگوں کو پھل توڑتے ہوئے پاؤ تو جو کچھ وہ کھائیں اسے چھوڑ دینا اور اُسے اندازہ میں شامل نہ کرنا،،

(۱۳۵۰) سہل بن ابی حثمہ سے روایت ہے کہ مردان (بن الحکم نے انھیں کھجوروں کے باغات کی پیداوار کا تخمینہ لگانے کے لئے بھیجا تو انھوں نے سعد بن ابی سعد کے باغات کی پیداوار کا تخمینہ سات ســو وسق لگایا اور کہا ,,اگر وھــاں مجھے چالیس جھونپڑیاں نہ ملتیں تو میں ان کی پیداوار کا اندازہ نو سو وسق لگاتا ، لیکن میں نے وہ مقدار جو ان جھونپڑیوں میں رہنے والے کھا سکتے ھیں ان کے لئے چھوڑ دی ہے ،،

عرایا اعاریت دیتے ہوئے کھجور کے درخت زکواۃ سے مستثنی رہیں گے :

ابو عبید : ۔ ان روایات سے یہ رخصت ملتی ہے کہ لوگوں کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے کھائی جانے والی کچھ مقدار چھوڑ دی جائے اسی طرح عاریت (٦) دیئے ہوئے کھجور کے درختوں کے بارے میں بھی رخصت آئی ہے ۔

(۱۳۵۱) ابو سعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیـہ وسلـم سے روایت کرتے ھیں : ,,عاریت دیئے ھوئے کھجور کے درختوں پر کوئی زکواۃ واجب نہیں ھوگی ،،

(۱۳۵۲) قطیر (۷) انصاری کہتے کہ محمد بن سہل بن ابی حثمہ نے بتایا کہ ابو حثمہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کے دور میں باغات کی پیداوار کا تخمینہ لگاتے تھے ۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا ,,عاریت دی ہوئی کھجوروں کو اندازہ لگاتے وقت شمار) میں نہ لانا ،

marfat.com
Marfat.com

تخمینه میں تخفیف کرنے کی هدایت

(۱۴۵۳) مکحول کہتے هیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم جب تخمینه لگانے والوں کو بھیجتے تو فرماتے تھے ,,تخفیف کرنا اس لئے که مال (باغات) میں عاریت دیا هوا کھجور کا درخت اور راہ گیروں کا حصه بھی هوتا هے،،

(۱۴۵۴) اوزاعی کہتے هیں که همیں حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت پہنچی هے ـ که انھوں نے کہا ,,اندازہ لگانے میں لوگوں پر کچھ تخفیف کیا کرو اس لئے که مال (باغات) میں عاریت دیئے هوئے درخت هوتے هیں اور کچھ راہ گیر مسافروں اور مالکوں کے اهل و عیال وغیرہ میں سے) کھانے والوں کا حصه بھی هوتا هے ـ،،

(۱۴۵۵) یہی وہ لوگ هیں جنکے بارے میں روایات آئی هیں ,,مسافر پھل لے سکتا هے ـ لیکن جھولی یا تھیله میں ڈال کر نہیں لے جا سکتا،،

اس ضمن میں بہت سی مشہور روایات هیں، جن کے بیان کے لئے کوئی اور جگه مناسب رهے گی ـ

,,کھانے والوں،، سے مراد هے پھلوں کے مالک اور ان کے اهل و عیال نیز ان کے دیگر متعلقین جو ان کے ساتھ رهیں ـ

(۱۴۵۶) اس ضمن میں سہل بن ابی حثمه کی وہ روایت سامنے رکھئے جس میں انھوں نے سعد بن سعد کے مال (باغات) کا تخمینه لگایا اور کہا ,,اگر میں وهاں چالیس جھونپڑیاں نه پاتا تو اُن کے پھلوں کا تخمینه (بجائے سات سو وسق کے) نو سو وسق لگاتا ـ (دیکھئے روایت نمبر ۱۴۵۰) یه جھونپڑیاں پھلوں کی کٹائی کے زمانه میں انھی کھانے والوں کی رهائش گاهیں اور سر چھپانے کے مقامات تھے ـ

marfat.com
Marfat.com

عَرَایا) عاریت دیئے ہوئے کھجور کے درخت کے دو مفہوم

اب سنئیے ,,عاریت دیئے ہوئے،، کھجور کے درخت کا مطلب اس سلسلہ میں دو شرحیں کی گئی ہیں :

(۱) پہلی شرح

(۱۴۵۷) مالک بن انس کہتے ہیں ,,اس سے مراد وہ درخت خرما ہے جس کا مالک اس کے پھل محتاج کو ہبہ کر دیتا ہے چنانچہ وہ شخص جسے وہ درخت عاریت یا ہبہ دیا گیا تھا اپنے درخت خرما سے پھل توڑنے کے لئے آتا ہے ۔ اب چونکہ ان باغات میں عاریت یا ہبہ دینے والے کے بال بچے رہائش پذیر ہوتے ہیں ۔ لہٰذا اس پر اس محتاج کا (وقت بےوقت) داخلہ شاق گذرتا ہے ۔ بناء بریں اس ہبہ دینے والے کے لئے خصوصی رعایت کر دی گئی کہ وہ اس درخت کے ہبہ کئے ہوئے پھلوں کا اندازہ کر کے اس تخمینہ کے مطابق محتاج کو کھجور کا معاوضہ دے کر وہ پھل اس سے خرید لے ۔ یہ ہے مالکؒ کی شرح ۔

(۲) دوسری شرح :

(۱۴۵۸) عاریت دیئے ہوئے درختوں سے مراد وہ کھجور کے درخت ہیں جنہیں مالک درختوں کے پھلوں کا سودا کرتے وقت اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے الگ کر لیتا ہے اور فروخت میں شامل نہیں کرتا یہ الگ رکھے جانے والے درخت زکواۃ کے لئے اندازہ لگانے پر شمار میں نہیں لائے جائیں گے ۔ اس لئے کہ وہ پھلوں کے موسم میں لوگوں کے کھانے کے لئے مستثنی قرار پائیں گے ۔ یہی عاریت دیئے ہوئے درخت ہیں جنہیں عربی میں ,,عرایا،، کہتے ہیں (اس شرح کے قائلین کے لحاظ سے یہ لفظ عاریت سے نہیں بلکہ عاری اور عریانیت سے ماخوذ ہو گا ۔ اس کے معنے ہوں گے وہ درخت جو فروخت سے یا زکــواۃ کے لئے تخمینہ میں شمار ہونے سے عاری و مستثنی رکھے گئے ۔

marfat.com
Marfat.com

لیے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے محتاجوں اور مسکینوں کو
ہے جو سونا چاندی تو نہ رکھتے ھوں۔ لیکن کھجور رکھتے ہوں اس
بات کی رعایتی اجازت دیدی کہ وہ ان عاریت دیئے ہوئے کھجور کے
درختوں (عرایا) کے پھلوں کا تخمینہ لگا کر درختوں کے مالکوں کو
اندازہ کے مطابق کھجور دے کر ان کا سودا اپنے لئے کر لیں - یہ
اجازت رسول اللہ نے ان ضرورتمندوں پر رحم کھاتے ہوئے دیں جو
دوسرے لوگوں کی طرح گدر کھجور (رطب) نہ پاسکتے ہوں۔ اس لئے
نہیں کہ وہ اس سہولت سے فائدہ اٹھا کر تجارت اور ذخیرہ اندوزی
کریں -

ابو عبیدؒ : - یہ دوسری شرح میری نظر میں پہلی سے زیادہ
صحیح معنی رکھتی ھے - اس لئے کہ اس شرح کی دو احادیث سے
بھی تائید ہوتی ھے - پہلی حدیث تو یہ ھے جو مالک سے مروی ھے

عرایا کا تخمینہ پانچ وسق یا اس سے کم ہونا چاہئیے

(۱۳۵۹/۵) ابو ھریرہؓ کہتے ھیں کہ رسول اللہ نے ان عاریت دیئے
ہوئے درختوں (عرایا) کو زکواۃ سے مستثنی قرار دیا - جن کی
کھجوروں کا اندازہ پانچ وسق یا پانچ وسق سے کم مقدار ہو، (پانچ
وسق یا پانچ وسق سے کم کا شک اس حدیث کے ایک راوی داود بن
الحصین کو ھوا ھے)

(۱۳۶۰/۳) ابو عبیدؒ : - میرا خیال ھے کہ ان دونوں باتوں میں سے
صحیح و محفوظ ,,پانچ وسق سے کم مقدار،، والی روایت ھے - اس لئے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زکوۃ کے لئے پانچ وسق کی شرط
رکھنا اور پانچ وسق کے اندر رخصت دیدینا یہ بتا رہا ھے کہ آپ نے
اس مقدار کی اجازت دی ھے جس پر زکواۃ عائد نہیں ہوتی، کیونکہ
آپ کی سنت یہ ھے ,,پانچ وسق سے کم پر زکواۃ نہیں، اور عاریت

marfat.com

Marfat.com

دیئے ہوئے درختوں پر زکواۃ نہیں، یہ بعینہ وہی چیز ہے احادیث ایک دوسری کی تصدیق کرتی ھیں ۔ اور آپ کا اس مقدار کو کم (اور محدود) کرنا بتا رہا ہے کہ آپ نے صرف اسی مقدار کی اجازت دی ہے جو لوگ کھا لیتے ھیں ۔

دوسری حدیث جو اس شرح کی تائید کرتی ہے یہ ہے۔

(۱۳٦۱) ابو قتادہؓ اور سہل بن ابی حثمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاریت دیئے ہوئے کھجور کے درخت کے سلسلہ میں یہ اجازت دی کہ (گدر کھجوروں کا تخمینہ لگا کر انھیں کھجوروں کے عوض فروخت کر دیا جائے تاکہ اُن کے مالک انھیں گدر (رطب کی حالت میں) کھا لیں ۔

ابو عبیدؒ : اب یہ بات ابھر کر ھمارے سامنے آ جاتی ہے کہ عریۃ سے مراد وہ درخت ہے جسے کھجور کے باغات کے مالک سے غرباء مساکین اپنے لئے خرید لیں تاکہ وہ اس کے گدر کھجور کھائیں ۔

پہلی شرح کی رو سے (عریۃ) وہ درخت ہوتا ہے جسے وہ بیچتے ھیں، اور اس شرح کے لحاظ سے یہ ,,خریدا ہوا،، ہوتا ہے اور اُس لحاظ سے فروخت شدہ، اگر فروخت کا مفہوم رکھا جائے تو پھر رسول اللہ کا یہ قول ۔ ,,وہ اسکے گدر کھجور کھائیں ،، بےمعنی ہو جاتا ہے، وہ اس کے گدر کھجور کیسے کھا سکتے ھیں ۔ جبکہ وہ اسے فروخت کر چکے ھیں؟ اور ان پر کونسی مہربانی ہوئی کہ ان کے ہاتھوں وہ (درخت) کھجور کے عوض فروخت ہوا ۔ حالانکہ انھیں دیا ہی اس لئے گیا تھا کہ وہ اس کے گدر کھجور کھا سکیں؟ یہ سب کچھ اہل حجاز کا قول اور ان کا مسلک ہے ۔

اس ضمن میں ایک اور روایت بھی سہل بن ابی حثمہ سے مروی ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۳٦۲) عبدالرحمن اعرج کہتے ہیں کہ میں نے سہل بن ابی حثمہ کو یہ کہتے سنا۔ کھجور کے درختوں کے اوپر لگے ہوئے پھل و سقوں کے عوض نہیں فروخت کئے جا سکتے، ہاں صرف تین چار اور پانچ وسق تک فروخت کی اجازت ہے، تاکہ اُنہیں گدر (رطب) کھا لیا جائے یہی مزا بنت (یعنی معین مقدار کے عوض غیر معین مقدار کی فروخت) کہلاتی ہے۔

,,عرایا کے بارے میں اہل عراق کا قول :

ابو عبید : یہ سب کچھ اہل حجاز یا بعض اہل حجاز کا قول ہے جہاں تک اہل عراق کا تعلق ہے ,,عرایا،، کے بارے میں ان کا قول بالکل جداگانہ ہے۔

(۱۳٦۳) ان سب کا یا ان کے اہل رائے کا قول ہے کہ اس قسم کا معاملہ ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں بغیر ناپ تول کے گدر کھجور نپی تلی کھجوروں کے عوض فروخت کی جارہی ہے۔ لہذا یہ حرام ہے اس لئے کہ یہ مزابنت ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس قسم کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔

پھر یہ حضرات یوں استدلال کرتے ہیں کہ ,,عرایا،، کے فروخت کی اجازت اس لئے دی گئی کہ وہ غیرمقبوضہ ہبہ، ہوتے ہیں اس کی رو سے کھجوروں کے پھل تو ہبہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ پہلے کی طرح ہبہ دینے والے کی ملکیت ہی میں بحال رہتے ہیں۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اگر یہ ہبہ دیئے ہوئے شخص کے قبضہ میں پہنچ جائیں تو پھر اس کے لئے ان کی فروخت صرف اسی شکل میں حلال ہوگی کہ وہ برابر مقدار کے عوض ناپ کر دے

ابو عبیدؒ :۔ ہماری نظر میں یہ بےمعنی و لغو تاویل ہے۔ اس لئے کہ اگر پھل ہبہ کرنیوالے کی ملکیت سے نہیں نکلے اور وہ پہلے کی

marfat.com
Marfat.com

طرح اسی کے قبضہ میں رہے تو یہ کس قسم کی بیع ہوئی ؟ اور کس مصلحت کی بناء پر اس کی اجازت دی گئی؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت دی کہ ہبہ دینے والا خود اپنا ہی مال خرید لے تو وہ ایسی چیز کیونکہ خریدے گا، جو خود اسی کی ملکیت میں ہے؟ اس قسم کا استدلال کسی اہل علم کے شایان شان نہیں -

ہمارے خیال میں اس کی صرف وہی تاویل ممکن ہے کہ یہ خصوصی رعایت ہے جو باوجود مزابنت ہونے کے صرف ,,عرایا،، کے لئے دیدی گئی -

(۱۳۶۴) جس طرح آپ نے اس شخص کو جس نے عیدالاضحی کے دن نماز سے قبل (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا تھا - اجازت دیدی تھی کہ وہ ایک سال (سے کم) کی بکری قربان کر دے - (۷)

(۱۳۶۵) اور جس طرح آپ نے عبدالرحمن بن عوفؓ کو کسی مجبوری کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دیدی تھی - (۸)

(۱۳۶۶) اور جس طرح آپ نے حائض کو یہ اجازت دیدی کہ وہ خانہ کعبہ کا آخری طواف کئے بغیر ہی روانہ ہو جائے (۹)

(۱۳۶۷) اور جس طرح اللہ تعالی نے مجبور کو مردار، خون اور سور کا گوشت کھانے کی اجازت دیدی - جس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں - یہی صورت ,,عرایا،، کی بھی ہے -

اہل عراق اور ان کے تخمینہ کی مخالفت پر بحث،

(۱۳۶۸) اس کے ساتھ ہی اہل عراق زکواۃ کے لئے پھلوں کا تخمینہ لگانے کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں، اور اس ضمن میں وہ مختلف دلائل تخمینہ کی تردید میں پیش کرتے ہیں -

marfat.com

Marfat.com

ان میں سے بعض کی دلیل ہے کہ تخمینہ سے بیع مزابنت کی صورت پیدا ہو جاتی ہے - (یعنی نپی تلی چیز کے عوض بےنپی تلی چیز خریدنا) جسے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں -

ان کا کہنا ہے کہ یہی جوا ہے - اور یہی وہ خطرناک اقدام ہے جس میں فریقین میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ کوئی اپنے دوسرے ساتھی کا مال لے لیگا، ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ تخمینہ لگانا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا خصوصی عمل تھا، اس لئے کہ آپ اس طرح صحیح اندازہ لگاتے تھے جس کی کسی دوسرے کو توفیق نہیں ہو سکتی -

ان کا کہنا ہے کہ یہی صورت قرعہ کی بھی ہے - اور وہ بھی رسول اللہ کے بعد کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے -

یہ ہیں اپنے قول کی تائید میں ان حضرات کے دلائل -

ابو عبیدؒ :- ان میں سے ہر قول کی تردید میں جواب اور دلیل موجود ہے -

(۱۴۶۹) ان حضرات کا تخمینہ لگانے کو بیع مزا بنت سے تشبیہ دینا اور بیع پر قیاس کرتے ہوئے زکواۃ میں بھی تخمینہ کو ناجائز قرار دینا، ایک کمزور و نا درست دلیل ہے، کیونکہ یہ لوگ زکواۃ کو بیع پر قیاس کر رہے ہیں - حالانکہ اسلامی اصول و قوانین قائم بالذات اور اپنی جگہ الگ اصول ہوتے ہیں - جنہیں ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی جداگانہ اور انفرادی حیثیت رکھتا ہے -

اگر ایسا کہنے والے کے خلاف کوئی یہ دلیل پیش کرے کہ جب آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ بیع کو اصل قرار دیتے ہوئے زکواۃ کو اس پر قیاس کر لیں تو مجھے بھی یہ حق دیجئے کہ میں زکواۃ کو

marfat.com
Marfat.com

اصل قرار دے کر اس پر بیع کو قیاس کر لوں۔ بلحاظ دعوی دونوں یکساں ھیں، حالانکہ دونوں غیر صحیح صورتیں ھیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ ہر فریضہ اپنی مخصوص شکل اور جداگانہ سنت میں نافذ کیا جائیگا۔

(١٤٧٠) بایں ھمه اگر ھم مان بھی لیں کہ اس قائل کا بیع کو زکواۃ سے تشبیہ دینا جائز ہے تو بھی یہ دلیل اس کی مدافقت میں نہیں بلکہ مخالفت میں ھوگی۔ اس لئے کہ باھمی بیع میں کھجور کو کھجور کے عوض فروخت کرنا ربا (سود) ھوگا الا یہ کہ وہ دونوں ھم وزن ھوں، حالانکہ زکواۃ میں وہ پھلوں پر صرف دسواں حصہ زکواۃ لینے کا قائل ہے۔ اور مالکوں کو دس حصوں میں سے نو حصے دینے کا، یہ کونسا قانون بیع ہے؟ کہیں ایسی بھی بیع ھوتی ہے کہ ایک صاع (پیمانہ) کو نو صاع کے عوض فروخت کر دیا جائے؟ اگر بقول اس کے یہ بیع سے مشابہ ہے تو آپ ھی بتائیے کہ ایسا کہنے والے کی عقل کہاں گئی؟ اور کوئی شخص جسے سنت کا علم یا نظر و فکر سے کچھ بھی لگاؤ ھو ایسی صریح غلطی کر سکتا ہے؟۔

(١٤٧١) ان حضرات کا یہ کہنا کہ تخمینہ لگانا جوئے کی طرح ہے۔ بھلا یہ دونوں کیسے برابر ھو سکتے ھیں، جبکہ تخمینہ کا مقصد ہے۔ نیکی و تقوی اور حقوق کو ان کی صحیح جگہوں پر رکھنا اور جوئے کا مقصد اس کے برخلاف بےراہ روی، فحش کاری، حق سے گریز، نیز حرام مال پر قابض ھو جانا ہے ان دونوں میں کس قدر فرق ہے؟ کہیں گمراھی و ھدایت برابر ھو سکتے ھیں؟ پھر یہ دیکھنے کہ وھی سرچشمہ جو جوئے کی حرمت کی تعلیم دے رھا ہے۔ تخمینہ کی رخصت اور اس کی اجازت دے رھا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ آخر کیا چیز ہے جس کی بناء پر ایک بات یہاں مقبول قرار دی جاتی ہے۔ اور وھاں مردود؟

marfat.com

Marfat.com

(۱۴۷۲) اب رہا ان حضرات کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تخمینہ لگانے اور قرعہ اندازی میں توفیق ایزدی حاصل تھی جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں، تو اس کا جواب یہ ھے کہ ان سے پوچھا جاتا کہ آیا ان دونوں باتوں کے علاوہ دیگر امور میں جملہ انسانوں کو وہ توفیق حاصل ھے ۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی کہ تم اور امور کو چھوڑ کر صرف ان دو باتوں میں حضور کی توفیق کو خاص کر رھے ھو؟ اور اگر لوگوں پر انبیاء کی اتباع صرف اسی شکل میں واجب ھوتی ھے جبکہ انھیں یقین ھو کہ اس عمل کے کرنے سے ان کے لئے بعینہ وھی نتائج پیدا ھوں گے جو انبیاء علیہ اسلام کے لئے پیدا ھوتے تھے اور بصورت دیگر ان کے اتباع سے گریز ضروری ھوتا تو اندریں صورت لوگوں کے لئے واجب ھو جاتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل چھوڑ دیں ۔ اور آپ کے احکام و اوامر سے گریز کریں ۔ اس لئے کہ علمی طور پر یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ جاتی ھے کہ جس کے پاس آسمان سے وحی اور دیگر حالات کا علم آتا رھتا ھو ۔ وہ کبھی اس شخص کی طرح نہیں ھوتا جو غیبی علم پر عمل پیرا ھو ۔

(۱۴۷۳) لیکن میرے نزدیک معاملہ ان حضرات کے قول کے مطابق نہیں ۔ نہ ان کا اختیار کردہ راستہ صحیح راستہ ھے ۔ بلکہ لوگوں پر واجب ھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا احیاء کریں ۔ آپ کے حکم کی پیروی اور آپ کی رھنمائی سے ھدایت حاصل کرتے ھوئے جن امور میں آپ نے سھولت اختیار فرمائی ۔ ان میں سھولت پیدا کریں اور جن میں آپ نے سختی فرمائی ان میں سختی کریں اور یہ اللہ پر چھوڑ دیں کہ وہ توفیق و قبول سے سرفراز فرمائے ۔

marfat.com
Marfat.com

تخمینہ اور قرعہ اندازی دونوں سنت رسول ہیں

(۱۴۷۴) ہمارے نزدیک تو تخمینہ اور قرعہ اندازی دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاری سنتیں ہیں جن پر آپ کے بعد ائمہ و علماء کا عمل رہا ہے۔

انگوروں اور کھجوروں کی زکواۃ ان کے خشک ، ہونے پر لی جائیگی

(۱۴۷۵) پھلوں کا تخمینہ جب وہ پکنے پر آنے لگتے ہیں اسی وقت لگایا جاتا ہے تاہم تخمینہ سے حساب کرتے وقت پیمائش (وزن) میں یہ رعایت ملحوظ رکھی جاتی ہے کہ وہ خشک ہوکر (مثلاً گدر کھجور پک کر) چھوارہ یا کھجور (اور انگور خشک ہوکر) کشمش بننے پر کتنے ہو جائیں گے اور یہی دو پھل تھے جو زکواۃ میں لئے جاتے تھے، اسی مضمون کی روایت زھری نے کی ہے جو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے مرفوع بیان کرتے ہیں۔

(۱۴۷٦) ابن شہاب (زھری) کہتے ہیں : انگوروں کی بیلوں (یا باغات) کی زکواۃ کا سنت طریقہ یہی رہا ہے انگور کی بیلوں (کے پھلوں) کا اسی طرح تخمینہ لگایا جائے جیسے کھجوروں کے درختوں کا لگایا جاتا ہے۔ پھر جس طرح کھجوروں کے خشک ہونے پر ان کی زکواۃ دی جاتی ہے اسی طرح انگوروں کی زکات کشمش کی شکل میں دی جائیگی۔ وہ کہتے ہیں کہ کھجور کے درختوں اور انگور کی بیلوں (کے پھلوں کی زکواۃ) کے سلسلہ میں یہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔

(۱۴۷۷) مجھے ابن بکیر نے بتایا کہ یہی مالک کا بھی مسلک تھا۔

marfat.com

Marfat.com

تخمینہ لگانے پر مامور ماہر فن افسر کے تخمینہ پر بہر حال عمل کیا جائے گا

ابو عبیدؒ :۔ اگر تخمینہ لگانے والا غلطی سے تخمینہ لگانے میں کمی یا بیشی کر دے ۔ تو قاسم بن محمد کے اس فتوی کے بموجب اسے اجازت ہوگی اور اس کے تخمینہ کو برقرار رکھا جائیگا :۔

(۱۳۷۸) بکیر بن عبداللہ بن الاشج کہتے ہیں کہ ایک شخص نے قاسم بن محمد سے سوال کیا ۔ ,,اگر اندازہ لگانے والا آکر میرے پھلوں کا تخمینہ لگائے اور ان کی صحیح مقدار سے کم یا زیادہ تخمینہ لگا دے؟،، تو انھوں نے کہا: ,,تمھیں اسی کے تخمینہ پر عمل کرنا ہوگا ۔ کیونکہ اپنے منصب کے مطابق اس کا کام ہی تخمینہ لگانا ہے۔،،

ابو عبیدؒ : یہی مالکؒ کی بھی رائے تھی ۔ وہ کہتے ہیں :

(۱۳۷۹) ,,اگر تخمینہ لگانے والا بےضرر اور ماہر ہو اور صحیح اندازہ لگائے اور کچھ کمی بیشی کر دے تو اس کی تخمینہ لگائی ہوئی مقدار جائز ہوگی ۔،،

گویا مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اس بارے میں اس کا فیصلہ نافذ ہوگا ۔

تخمینہ میں حد سے متجاوز غلطی کی اصلاح کی جائے گی :

(۱۳۸۰) ابو عبیدؒ :۔ میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس کی تخمینہ کی غلطی اس وقت تک نافذ ہو گی جب تک کہ وہ ایسی عام قسم کی غلطی ہو جسے لوگ برداشت کر لیتے ہوں ، لیکن اگر وہ غلطی حد سے متجاوز ہو تو اسے درست کیا جائے گا، لیکن اس کے معنے ہر گز یہ نہیں کہ سرے سے تخمینہ ہی ناجائز قرار دیا جائے ۔ اس لئے کہ اگر اس قسم کی حد سے متجاوز غلطی کسی ناپ میں

marfat.com
Marfat.com

واقع ہو جائے تو اسے بھی تخمینہ کی طرح رد کر دیا جائیگا ۔ ہاں اگر وہ غلطی) کمی یا بیشی دو پیمانوں کے درمیانی مقدار کے اندر اندر ہو تو ایسی صورت میں وہ جائز ہوگی ۔

اوقاف پر زکواۃ کے بارے میں اختلاف

(۱۴۸۱) ابو عبیدؒ : اب اگر وہ زمین جس کی پیداوار کا تخمینہ لگا کر اس سے زکواۃ لینا ہو، وقف ہو اور اسی طرح مویشی بھی فی سبیل اللہ وقف ہوں یا وقف شدہ دیگر مال و دولت ہو، تو اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں ۔

(۱۴۸۲) خالد بن ابی عمران کہتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہ اور قاسم بن محمد سے دریافت کیا کہ ایسے کھجور کے درخت جنہیں خیرات کر دیا گیا ہو۔ کیا زکواۃ کا تخمینہ لگاتے وقت انہیں بھی اندازہ میں شامل کیا جائے گا؟" تو ان دونوں نے کہا: ,,ہاں"

(۱۴۸۳) عبدالکریم بصری کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے دس اونٹ راہ خدا میں وقف کر دیئے ہیں ۔ کیا اب مجھے ان پر زکواۃ دینا پڑے گی؟" اس پر ابن عباسؓ نے کہا ,,اے ابوہریرہ ۔ یہ ایک مشکل مسئلہ ہے جو حضرت عائشہؓ کے گھر میں پیش آنے والے مسئلہ سے کسی طرح کم نہیں ۔ تم کچھ کہو" ابو ہریرہؓ نے کہا : ,,میں اللہ کی مدد چاہتا ہوں ۔ (پھر سائل سے کہا) تجھ پر کوئی زکواۃ نہیں" اس پر ابن عباسؓ نے کہا : ,,تمہارا فیصلہ درست ہے ۔ ہر وہ جانور جس کی پشت پر بار نہ لادا جائے ، اور جس کے دودھ سے انتفاع نہ کیا جائے اور جس کی نسل سے فائدہ نہ اٹھایا جائے، اس پر کوئی زکواۃ واجب نہیں ہوگی" اس پر عبداللہ بن عمروؓ نے کہا ,,تم دونوں نے درست فیصلہ دیا ہے"۔

(۱۴۸۴) ابن شہابؒ نے بھی اسی جیسے کسی مسئلہ میں کہا ہے

marfat.com

Marfat.com

کہ اس پر زکواۃ واجب نہیں ہوگی ۔ اس لئے کہ ,,فی سبیل اللہ،، کے لفظ میں اتنی وسعت ہے کہ وہ مساکین، دیوالیے اور قرضہ داروں مسافروں، مولفۃ القلوب اور سائلین سب پر حاوی ہے ۔

(۱۴۸۵) ابو عبیدؒ : ۔ میری نظر میں ابن عباسؓ ابو ہریرۃؓ اور عبداللہ بن عمرو نیز ابن شہاب کے قول کے مطابق (وقف شدہ مال پر) زکواۃ ساقط کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ یہ (وقف شدہ) مال مشروط ہے کہ اسے حاجتمندوں اور مساکین میں خرچ کیا جائے ۔ اب اگر اس مال پر زکواۃ لی گئی تو وہ بھی ایسے ہی نادار لوگوں میں تقسیم ہوگی۔

البتہ اگر یہ مال (مخصوص افراد یا) کسی معینہ جماعت کے لئے وقف ہو تو اس کا حکم تمام بقیہ اموال کی طرح رہے گا (یعنی اس پر زکواۃ لی جائے گی) یہی صورت اس زمین کی ہے جس کے متعلق قاسم بن محمد اور سالم (بن عبداللہؒ) نے فتوی دیا تھا ۔

پانچ وسق سے زائد پھلوں کو فروخت کر کے اُن کی قیمت میں سے زکواۃ لی جائیگی

(۱۴۸٦) ابوعبیدؒ : ۔ اب اگر صورت یہ ہو کہ پھل گدر ہوں اور پک کر خشک ہو کر کھجور یا چھوارہ نہ بنے ہوں، یا انگوروں سے کشمش و منقے نہ بنے ہوں ، تو مالکؒ سے اس بارے میں مروی ہے: ,,اگر ان کا تخمینہ پانچ وسق تک پہنچ جائے تو ان کی فروخت کے بعد ان کی قیمت پر ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم بطور زکواۃ ادا کرنا ہوں گے ۔

بعض پھلوں کا تخمینہ نہیں لگایا جائے گا

وہ کہتے ہیں کہ یہی صورت اس زیتون کی ہوگی جس میں تیل نہ ہو ، یعنی اس کی زکواۃ بھی اسی اصول کے مطابق ادا ہوگی

marfat.com
Marfat.com

۔ البتہ اس کا تخمینہ نہیں لگایا جائے گا ۔ بلکہ وہی مقدار قبول کر لی جائے گی جو اس کے مالکان پیش کریں گے ۔

★

حوالہ جات

۱) ابوداؤد میں ہے جب کھجور کے پھل کاٹنے کا وقت آگیا تو حضور نے پھلوں کا اندازہ لگانے کے لئے عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجا ۔ جب انہوں نے اہل خیبر کو اپنے اندازہ سے مطلع کیا تو وہ اسے زیادہ بتانے لگے اور کہنے لگے ,,اے ابن رواحہ تم ہم پر زیادہ بوجھ ڈال رہے ہو،، اس پر انہوں نے کہا میں کھجوروں کے باغات لے لیتا ہوں ۔ اور جتنا تم سے طلب کر رہا ہوں اتنی مقدار تمہیں دے دونگا تب ان لوگوں نے کہا ۔ یہ حق ہے اور اسی سے آسمان و زمین قائم ہیں ۔ ہم تمہارے مطالبے کو تسلیم کرتے ہیں،، موطا میں ہے ۔ ان یہودیوں نے انہیں رشوت دینے کے لئے اپنی عورتوں کے زیورات اکٹھا کر کے پیش کئے ۔ اور درخواست کی کہ تقسیم میں ہمارے ساتھ کچھ رعایت کر دیجئے اور درگذر فرمائیے،، تو انہوں نے کہا: ,,اے گروہ یہود ۔ واللہ تم خلق خدا میں مجھے سب سے زیادہ مبغوض ہو لیکن یہ بغض بھی مجھے تم پر ظلم و زیادتی نہیں کرنے دے گا ۔ اور یہ جو تم مجھے رشوت پیش کر رہے ہو تو یہ حرام ہے، میں اسے ہر گز قبول نہیں کروں گا،، یہودی کہنے لگے : ,,یہی عدل آسمان و زمین کے قیام کا باعث ہے،، اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے

(مختصر از حاشیہ کتاب الاموال)

۲) یہ واقعہ غزوہ تبوک جاتے وقت ہوا تھا، واپسی پر جب رسول اللہ وادی القری تشریف لائے تو آپ نے اس عورت سے اس کے باغ کی پیداوار کا دریافت کیا اور اس نے دس وسق بتائی جو رسول اللہ کے اندازہ کے مطابق تھی ۔ (البدایہ النہایہ) ۵ : ۱۲) :

۳) ابن ابی شیبہ نے اسے روایت کیا ہے ۔

۴) موطا میں امام مالک نے لکھا ہے کہ اس بارے میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں کہ جو اشیاء تر یا گدر نہیں کھائی جاتی ہوں انہیں کاٹنے اور صاف دانے نکالنے کے بعد مالکان خود ہی اندازہ لگا کر اگر وہ بقدر نصاب ہو جائیں تو زکواۃ امانت داری سے ادا کریں گے ۔

۵) یہاں عربی عبارت الاویدو و ھانکاۃ یوخذالناس بھا، غیر واضح ہے، (مترجم)

۶) اس کی شرح کے لئے دیکھئے نمبر ۱۳۵۷ سے ۔

۷) ایک نسخہ میں یہ نام بجائے ,,ر،، کے ,,ن،، سے قطین ہے

marfat.com

Marfat.com

(۸) یہ شخص ابو بردہؓ تھے ، انھوں نے عیدالاضحی کی نماز سے پہلے قربانی کر دی تھی، حضور نے خطبہ میں فرمایا کہ جس نے نماز سے قبل قربانی کی وہ قربانی نہیں مانی جائیگی بلکہ معمولی گوشت کا جانور ہوگا ۔ اس پر ابو بردہؓ نے کہا : یا رسول اللہ میرے پاس ایک بکری جس کی عمر ایک سال سے کم ہے نہایت تروتازہ اور عام گوشت کی بکریوں سے زیادہ بہتر، موجود ہے کیا وہ قربانی کے لئے کافی ہوگی؟ آپ نے فرمایا : ہاں ۔ لیکن تمہارے سوا بعد میں کسی اور کے لئے یہ کافی نہ ہوگی ۔ (بخاری ۔ مسلم ۔ ابو داؤد)

(۹) آپ نے عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام کو سفر میں خارش کی وجہ سے یا جوں پڑنے کی شکایت پر ریشم پہننے کی اجازت دیدی تھی ۔ بخاری)

(۱۰) حضرت صفیہ کو یہ اجازت دی گئی تھی (بخاری و مسلم)

marfat.com
Marfat.com

باب : ۱۷

ان اموال کا بیان جن پر زکواۃ واجب ہونے میں علماء کا

اختلاف رہا، یہ تین قسم کی چیزیں ہیں

شہد ، زیتون اور سبزیاں

شہد پر زکواۃ (عشر اور نصف عشر)

(۱۴۸۷) سعد بن ابی زبابؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ,,میں نے اسلام قبول کر لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی ،،یا رسول اللہ ! اسلام لانے پر میری قوم جن اموال کی مالک ہے وہ انہی کو عطا فرما دیجئے،، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست قبول فرمائی اور مجھے ان پر عامل بنا دیا اور آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے بھی مجھے عامل رکھا پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ نے بھی مجھے عامل رکھا ۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم کے حاکم بن کر گئے ۔ تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا ,,شہد پر زکواۃ لی جائے ۔ اور دیکھو اس مال میں کوئی خیر و برکت نہیں ہوتی جس کی زکواۃ نہ دی جائے ۔ اس پر ان کی قوم نے پوچھا ,,آپ کی رائے میں اس پر کس قدر زکواۃ ہوگی؟،، تو انہوں نے کہا ,,دسواں حصّہ ،، چنانچہ وہ یہ

marfat.com
Marfat.com

مقدار (زکواۃ) لے کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور انھیں اپنے کئے کی اطلاع دیدی ، حضرت عمرؓ نے وہ (زکواۃ کا شہد) لیکر اسے فروخت کیا اور اس (آمدنی) کو مسلمانوں کی زکواۃ (کی آمدنیوں) میں شامل کر لیا ۔ (۱)

۸۸)(۱۴۸۸) سلیمان بن موسی کہتے ہیں کہ ابو سیارۃؓ متعیؓ نے — جو بنو بجالہ کے حلیف تھے — کہا ,,یا رسول اللہ! میری شہد کی مکھیاں ہیں ،، تو آپ نے فرمایا (ان کی پیداوار پر) دسواں حصہّ ادا کرو،، اس پر ابو سیارۃؓ نے کہا ,,اندریں صورت آپ شہد کے چھتوں کا پہاڑ میرے لئے محفوظ فرما دیں،، چنانچہ آپ نے ان کے لئے اس پہاڑ کی حفاظت کا بندوبست فرما دیا (اور اس میں دوسروں کو مداخلت سے منع کر دیا)

(۱۴۸۹) عمرو بن شعیب اپنے باپ اور اپنے دادا کی وساطت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شہد کی دس کپیّوں پر ایک درمیانہ کپّی (بطور زکواۃ) لی جاتی تھی (۲)

(۱۴۹۰) ہلال بن مرہ راوی ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے شہد کے عشور (دسویں حصہ زکواۃ) کے متعلق یہ شرح بیان فرمائی ,,وہ شہد جو میدانی علاقہ سے نکالا جائے اس پر دسواں حصہ اور جو پہاڑی علاقہ سے نکالا جائے اس پر بیسواں حصہ لیا جائے گا ،،

(۱۴۹۱) خصیف کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کی رائے یہ تھی کہ شہد پر دسواں حصہ زکواۃ لیا جائے ۔

(۱۴۹۲) مکحول کہتے ہیں کہ شہد کی ہر دس کپیّوں پر ان کا دسواں حصہ بطور زکواۃ دیا جائیگا ۔

(۱۴۹۳) زہریؒ کہتے ہیں ,,ہر دس (شہد کی) کپیوں پر ایک کپی (شہد زکواۃ دی جائے گی)

marfat.com
Marfat.com

(۱۳۹۴) سلیمان بن موسی کہتے ہیں ,,شہد کی ہر دس کپیوں پر ایک کپی زکواۃ ہوگی،، سعید کہتے ہیں کہ ایک کپی میں دو رطل شہد آتا ہے ۔

ابو عبیدؒ : ۔ یہاں تک ان حضرات کے اقوال تھے جو شہد پر زکواۃ واجب قرار دیتے ہیں لیکن اس باب میں علاوہ ازیں دوسرا قول بھی ہے ۔

شہد پر زکواۃ نہ لینے والوں کے اقوال

(۱۳۹۵) ابن عمرؓ کہتے ہیں ,,نہ گھوڑوں پر زکواۃ ہے نہ غلاموں پر نہ شہد پر ،،

(۱۳۹۶) ,,عبداللہ بن ابی بکر کہتے ہیں،، میرے والد کے پاس عمر بن عبدالعزیز کا خط آیا جس میں لکھا تھا ,,گھوڑوں پر اور شہد پر زکواۃ نہ لینا ۔ (۳)

(۱۳۹۷) ابو عبیدؒ : ۔ مالکؒ اسی قول کو لیتے تھے ۔ وہ کہتے تھے شہد پر زکواۃ نہیں وہ اسے عنبر اور موتیوں سے مشابہ قرار دیتے تھے ۔

(۱۳۹۸) ابن ابی لیلی اور سفیان کے اقوال کا بھی ہماری تاویل کے مطابق یہی نتیجہ نکلتا ہے اس لئے کہ ان دونوں حضرات کی رائے یہ ہے کہ زکواۃ صرف ان چار چیزوں پر ہے گیہوں کھجور، جو اور کشمش ، بعد میں ان دونوں حضرات کے سوا دیگر علماء عراق نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے ۔

خراجی یا عشری زمین سے نکلنے والا شہد

(۱۳۹۹) چنانچہ ان میں سے بعض کا قول ہے ,,اگر شہد خراج کی زمین میں ہوتو اس پر کوئی زکواۃ نہیں لی جائے گی،، کیونکہ ان حضرات کا کہنا ہے کہ ایک ہی زمین سے بیک وقت خراج اور عشر وصول نہیں کیا جائے گا ۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر شہد

marfat.com
Marfat.com

ےعشر کی زمین میں ہو تو اس کی تھوڑی یا زیادہ مقدار پر دسواں
ہا حصہ لیا جائے گا ۔

مشر شہد کسی غلہ کے پانچ وسق کی قیمت کے برابر ہو جائے تو
ہیں پر زکواۃ عائد ہوگی

(۱۵۰۰۵/ دیگر حضرات کا قول ہے کہ شہد پر کچھ نہیں لیا
ذجائے گا تاآنکہ اس کی قیمت کسی گھٹیا ترین ایسی شے کی پانچ
ہ وسق مقدار کی قیمت کے مساوی نہ ہو جائے جس پر زکواۃ لی جاتی
۔ ۔

یہ ہیں وہ روایات جو شہد کے بارے میں آئی ہیں ۔

—— ★ ——

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱) امام شافعی کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے شہد کے بارے میں کوئی حکم نہیں۔ آپ نے کوئی خیال ظاہر فرمایا تھا۔ اور لوگوں نے رضا کارانہ اس پر عمل کر دیا تھا۔ انہوں نے شہد پر عشر لئے جانے والی حدیث ضعیف بتائی ہے اور یہ مسئلہ اختیاری ہے۔
امام بخاری اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مانتے۔ ابو بکر بن منذر کہتے ہیں۔ شہد کی زکواۃ کے سلسلے میں نہ کوئی حدیث ثابت ہے نہ اجماع، لہذا اس پر کوئی زکواۃ نہیں۔ (التلخیص لابن جو۔ ۱۸۰)

۲) داؤد و نسائی میں یہ روایت ہے کہ ھلال رسول اللہ کے پاس اپنے شہد کا عشور لے کر حاضر ہونے اور درخواست کی کہ آپ حکم جاری فرما دیں کہ ان کے لئے وادی سلبہ مخصوص و محفوظ ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔ اپنی خلافت میں حضرت عمرؓ نے سفیان بن وھب کو لکھا تھا۔ اگر شہد کی زکواۃ کے سلسلہ میں وہ کچھ جو وہ رسول اللہ کو ادا کرتے تھے تمہیں بھی ادا کرتے رھیں۔ تب تو ان کے لئے سلبہ کی حفاظت کر دو ورنہ وہ عام شہد کے چھتوں کی طرح ہوں گے جو چاھے ان کا شہد نکال لے جائے۔ (التلخیص لابن حجر۔ ۱۸۰)

ترمذی کہتے ہیں۔ اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بڑی چیز صحیح طور پر مروی نہیں ہے۔ ابن ابی شیبہ کی روایت ہے ,,طائف کے حاکم نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ شہد والوں نے جو کچھ وہ ہم سے پہلوں کو دیتے تھے۔ روک لیا ہے تو حضرت عمرؓ نے لکھا اگر وہ مقدار جو وہ رسول اللہ کو دیتے تھے تمکو دیتے رھیں تو ان کی وادیوں کو محفوظ رکھنے کی ذمہ داری لو ورنہ نہ لو۔ اس کے راوی عمر و بن شعیب کا خیال ہے کہ وہ لوگ دس کپیوں پر ایک کپی دیا کرتے تھے۔ (از حاشیہ کتاب الاموال)

۳) ابن ابی شیبہ کی روایت ہے نافع کہتے ہیں مجھے عمر بن عبدالعزیز نے یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو میں نے شہد پر عشر لینا چاھا اس پر مغیرہ بن حکیم صنعانی نے کہا اس پر کوئی زکواۃ نہیں میں نے یہ حضرت عمر کو لکھا تو انہوں نے کہا مغیرہ نے سچ کہا اور وہ پسندیدہ و عدل ہیں۔ (از حاشیہ)

marfat.com
Marfat.com

باب : ۲۷

زیتون پر زکواۃ کا بیـــان

(۱۵۰۱/۰۵ حضـرت ابـن عبـاسؓ کہتے ہیں ،،زکواۃ گیہوں، جو، کھجور، (منقے) کشمش بےچھلکوں کے سفید جو اور زیتون پر واجب ہے"

(۱۵۰۲۲۰ ابن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے زیتون کے ہر پانچ وسق پر زکواۃ لی دس مد (۱) وزن ہونے پر ایک (۲) مدی .

زیتون یا اس کے تیل پر زکواۃ

(۱۵۰۳۶۰ عقیل کہتے ہیں کہ شہاب سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جسکے پاس زیتون ہو تو انھوں نے کہا، اس کے تیل پر جب وہ نکالا جائے زکواۃ ادا کی جائے گی۔ اس میں سے وہ زیتون جو از خود سیراب ہونے والی یا بارانی زمین پر پیدا ہوئی ہو دسواں حصہ زکواۃ کا ہوگا اور جو ڈول وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمین میں پیدا ہو اس پر بیسواں حصہ۔

(۱۵۰۳۷۰ ابو عبیدؒ :۔ یہی امام مالک کا مسلک تھا جیسا کہ ان کے بارے میں مجھ سے ابن بکیر نے بیان کیا ہے۔

۔ ابن شہاب کے قول کے مطابق ان کا بھی یہی خیال تھا کہ زیتون کی زکواۃ اسکے تیل پر لی جائے

marfat.com
Marfat.com

(۱۵۰۵) لیکن اهل عراق کہتے ہیں کہ زیتون کی زکواۃ اس کے پھل پر ہی لی جائے گی - اور مذکورہ بالا مذہب کے مطابق دسواں یا بیسواں حصہ لیا جائے گا -

اس رائے سے ابن ابی لیلی اور سفیان متفق نہیں، یہ دونوں حضرات غلّہ اور تیل پر زکواۃ کے قائل نہیں اس لئے کہ ہم پہلے ان دونوں کا یہ قول بیان کر آئے ہیں کہ صرف چار اصناف کی ملکیت پر زکواۃ واجب ہوتی ہے (یعنی کھجور، کشمش ، گیہوں اور جو) یہ ہیں زیتون سے متعلق روایات -

سبزیوں (۳) (اور پھلوں) کا بیان

پھلوں اور سبزیوں پر زکواۃ نہیں

(۱۵۰٦) عطاء بن سائب کہتے ہیں کہ مغیرہ بن عبداللہ نے موسی بن طلحہ کی زمین میں پیدا ہونے والی سبزیوں اور پھلوں پر زکواۃ لی تو موسی نے ان سے کہا ,,یہ تمہارا حق نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبزیوں پر زکواۃ لینے سے منع فرما دیا ہے"۔

(۱۵۰۷) مجاهد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,,سبزیوں پر کوئی زکواۃ نہیں ہے

(۱۵۰۸) ابو اسحق کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ,,سیب اور اس سے مشابہ قسم کے پھلوں پر کوئی زکواۃ نہیں ،،

(۱۵۰۹) مغیرہ راوی ہیں کہ مجاهد نے کہا ,,پھلوں اور سبزیوں پر کوئی زکواۃ نہیں،، مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ قول ابراہیم سے بیان کیا ہے - انہوں نے اس کی تصدیق کی اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا -

(۱۵۱۰ ، ۱۵۱۱) اور اسناد سے بھی مغیرہ، مجاهد و ابراہیم سے

marfat.com
Marfat.com

یسا ایسی ھی روایت بیان کرتے ھیں -
(۱۵۱۲) شعبی کہتے ھیں ,,موسم گرما کی پیداوار پر کوئی زکواۃ نہیں"

ابو عبید :- ان تمام مسائل میں مالک بن انس کا بھی یہی قول ھے مجھے اس کے بارے میں ابن بکیر نے بتایا ھے وہ کہتے ھیں -
(۱۵۱۳) مالک نے کہا - اس بارے میں ھمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ انار، آلو بخارا انجیر وغیرہ کی قسم کے پھلوں میں سے کسی چیز پر زکواۃ واجب نہیں ھوتی اور نہ ھی سبزیوں پر کوئی زکواۃ ھوتی ھے نہ ھی ان کی قیمتوں پر وقت فروخت کوئی زکواۃ واجب ھوتی ھے تاآنکہ رقم کی وصولی کے بعد سے اس پر پورا سال نہ گذر جائے "

امام ابو حنیفہ کی جداگانہ رائے اور اُن کے ساتھیوں کا ان کی رائے سے اختلاف

(۱۵۱۴) ابو عبیدؒ : اس بارے میں سفیان اور تمام اھل عراق کا بھی یہی قول ھے صرف ابو حنیفہ مستثنی ھیں جو کہتے ھیں ,,زمین سے پیدا ھونے والی تھوڑی یا زیادہ مقدار (سب پر) زکواۃ واجب ھے"
(۱۵۱۵) میں نے محمد کو ان کے بارے میں یہی روایت بیان کرتے سنا ، البتہ اس میں اتنا اضافہ ھے ,,اس (زمین کی پیداوار) سے ایندھن نرکل اور گھاس مستثنی ھے"
(۱۵۱۶) لیکن ان (ابو حنیفہ) کے ساتھیوں نے اس بارے میں ان سے اختلاف کرتے ھوئے دوسروں کے قول کی تائید کی ھے اور تمام آثار بھی اس کے مؤید، ھیں اور آج امت اس پر عمل پیرا ھے -
(۱۵۱۷) اگرچہ مجاھد اور ابراھیم سے ان (ابوحنیفہ) کے قول کی

marfat.com
Marfat.com

موافقت میں کچھ مروی ہے تاہم انہی دونوں حضرات سے اس کی مخالفت میں بھی روایت ہے ۔

(۱۵۱۸) مجاھد سے مروی ہے ,,زمین سے جو کچھ بھی نکلے وہ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ ، وہ بارانی زمین سے ہو یا چشموں سے سیراب ہونے والی، اس پر دسواں حصہ زکواۃ ہوگا اور جو ڈول ، رھٹ وغیرہ کی مدد سے سیراب ہونے والی ہو اس پر بیسواں حصہ (۵)

(۱۵۱۹) ابو عبیدؒ : ۔ منصور یا حماد نے بھی ابراھیم سے اسی مضمون کی روایت کی ہے ۔ اس کا مخالف مضمون جو مجاھد و ابراھیم سے مغیرہ روایت کرتے ھیں ھم اوپر بیان کر چکے ھیں (دیکھئے نمبر ۱۵۰۹ تا ۱۵۱۱)

عشری زمین کی سبزیوں اور پھلوں کی زکواۃ

(۱۵۲۰) ابو عبیدؒ: ۔ آج علماء عراق و حجاز و شام کا اس امر پر اجتماع ہے کہ سبزیوں پر کوئی صدقہ (زکواۃ) نہیں خواہ وہ تھوڑی ہوں یا بہت بشرطیکہ وہ عشر والی زمین میں ہوں ۔ یہی فیصلہ ان کا پھلوں کے بارے میں بھی ہے، البتہ ان کے علاوہ دیگر غلوں اور دالوں کے متعلق ان میں اختلاف رھا ہے اور ان کا یہ اختلاف ھم پچھلے صفحات میں اس کے صحیح مقام پر بیان کر آئے ھیں ۔ ھاں بعض اسلاف کی رائے تھی کہ ان اشیاء کی قیمتوں پر وقت فروخت زکواۃ لی جائے گی ۔

(۱۵۲۱) ان میں میمون بن مہران اور ابن شہاب قابل ذکر ھیں ۔

سبزیوں کی زکواۃ ان کی قیمتوں پر لی جائے گی

ابو عبیدؒ : ۔ اور میرا خیال ہے اوزاعی ان کے تیسرے ھیں ۔

(۱۵۲۲) جعفر بن برقان کہتے ھیں کہ میں نے میمون بن مہران

marfat.com

Marfat.com

سے سبزیوں کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا ,,ان پر جب تک انھیں فروخت نہ کیا جائے کوئی زکواۃ نہیں، لیکن جب انھیں فروخت کر دیا جائے اور ان کی قیمت دو سو درھم ھو جائے تو ان پر پانچ درھم زکواۃ ھو گی ۔

(۱۵۲۳) عقیل، ابن شہاب سے روایت کرتے ھیں ,,پھلوں اور سبزیوں کی قسم کی چیزوں پر ان کی فروخت کے وقت ان کی قیمتوں پر زکواۃ واجب ھوگی جو سونے اور چاندی کی زکواۃ کے مطابق ھوگی۔،،

(۱۵۲۴) ابو عبیدؒ ۔ لیکن میں سمجھتا ھوں کہ آج اھل عراق و اھل حجاز میں سے کوئی اس قول کا قائل نہیں اور نہ نظری اعتبار سے ایسا ھونا ممکن ھے، بھلا یہ کیسے ھو سکتا ھے کہ اصل پر تو زکواۃ ساقط ھو اور فروع پر زکواۃ عائد ھو جائے ؟ قاعدہ تو یہ ھے کہ فروع اصول پر مبنی اور اصول کی تابع رھتی ھیں، اب اس کے سوا اور کیا صورت رہ جاتی ھے کہ سبزیاں ـــ جبکہ ان پر سبزیوں کی شکل میں زکواۃ واجب نہیں ھوتی ـــ سامان تجارت اور غلاموں کی طرح سمجھی جائیں جن پر ان کی موجودہ شکل میں زکواۃ واجب نہیں ھوتی ۔

اندریں صورت ان کی قیمتوں پر وقت فروخت زکواۃ واجب نہیں ھوگی تاآنکہ بقول امام مالک قیمت کی وصولی کے وقت سے اس پر پورا سال نہ گذر جائے ۔

سبزیوں کی قیمتوں پر پورا سال گذرنے کے بعد زکواۃ ،

اور سفیان اور اھل عراق کا قول بھی یہی ھے کہ ان اشیاء کی قیمت پر پورا سال گذرنے سے قبل ان پر کوئی زکواۃ نہیں لی جائے گی ۔

ابو عبیدؒ ۔ یہ ھیں وہ آثار و روایات جو سبزیوں کے بارے میں آئی ھیں ۔

marfat.com
Marfat.com

زیتون اور تل کی زکواۃ

(۱۵۲۵) میری رائے میں یہی صورت زیتون کی بھی ہوگی اور اس پر بھی ان اشیاء کے مطابق زکواۃ نہیں لی جائے گی ، اس لئے کہ زیتون بمقابلہ ان چار کھانے کی اجناس کھجور، کشمش گیہوں اور جو کے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکواۃ مقرر فرمائی ہے۔ ان (سبزیوں اور پھلوں) سے زیادہ مشابہ ہے ۔

نیز میرا خیال ہے کہ زیتون کو ان دالوں سے بھی مشابہت نہیں جن پر بعض حضرات نے زکواۃ واجب قرار دی ہے اس لئے کہ دالیں تو خشک ہو جاتی ہیں اور ان کا ذخیرہ کر لیا جاتا ہے اور یہ زیتون مرطوب رہتا ہے اور خراب ہو کر بگڑ جاتا ہے ۔ ہاں اگر وہ (پھلیوں میں پیدا ہونیوالی) والوں میں کسی سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے تو وہ تل ہیں یہ اس لئے کہ ان دونوں کے پھل کھانے کے کام بھی آتے ہیں اور ان کے تیل بطور تر کاری بھی استعمال ہوتے ہیں ۔

(۱۵۲٦) حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تھا جو تلوں کا مرکز ہے لیکن ہمیں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس سے معلوم ہو کہ آپ نے انہیں تلوں کے بیج یا اس کے تیل کے بارے میں کوئی حکم دیا ہو ۔

(۱۵۲۷) یہی صورت زیتون کے تیل کی ہے کہ اس کے بارے میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جس سے ثابت ہو کہ آپ نے اس پر کچھ زکواۃ مقرر کی ہو حالانکہ یہ سب ہی جانتے ہیں کہ آپ اس سے باخبر تھے، اپنے کھانے میں اسے پسند فرماتے تھے ۔ اور ایک حدیث کے بموجب آپ حکم دیتے تھے کہ زیتون کا تیل (سراور بدن پر) ملا جائے ۔

اور خود قرآن مجید میں بھی اس (زیتون کے) تیل کا ذکر آیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

بایں همه آپ نے اس تیل کے بارے میں کوئی ایسا ضابطه (سنت) مقرر نہیں فرمایا جو همارے علم میں آیا هو اور نه اپنے مکاتیب زکواة میں کہیں آپ نے اس کا تذکرہ فرمایا ، حالانکه ان میں پھلوں اور زمینوں (کی پیداوار) پر عشور کا ذکر فرمایا هے ۔

(۱۵۲۸) ابوعبید : ۔ همارے نزدیک تو زیتون اور اشیاء میں شامل هے جن پر زکواة معاف کر دی گئی هے جیسے که سبزیوں اور پھلوں پر حضور نے زکواة معاف فرما دی بایں همه ائمه میں سے کسی سے بھی اس بارے میں کوئی صحیح قول منقول نہیں ۔

اس لئے که وہ روایت (دیکھئے نمبر ۱۵۰۲) جو هم نے حضرت عمر بن خطابؓ سے بیان کی هے محفوظ نہیں هے کیونکه لیث نے عقیل کے واسطه سے ابن شہاب سے وهی روایت موقوف بیان کی هے اور حضرت عمرؓ سے منسوب نہیں کی هے پھر اگر وہ (حضرت عمرؓ والی روایت) محفوظ بھی هو تب بھی وہ مرسل هوگی اور رسول اللہ کا قول نہیں هوگی کیونکه اسے ابن شہاب حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کرتے هیں ۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کا قول (دیکھئے نمبر ۱۵۰۱) اگرچه وہ سنداً حضرت عمرؓ والی روایت سے بہتر هے تاهم اس میں بھی کلام هے ۔

(۱۵۳۰) ابو عبیدؒ : ۔ بایں همه وہ روایات جو هم ابن عمرؓ ، ابو موسی شعریؓ ، شریح، شعبی ابراهیم اور حسن سے زمین کی پیداوار پر زکواة کے باب میں بیان کر آئے هیں ۔ ان روایات میں ان اصناف کا نام لے کر ذکر کیا هے جن پر زمین کی پیداوار میں سے زکواة واجب هے اور ان کے علاوہ دیگر اشیاء پر زکواة ساقط قرار دی هے (ان مذکورہ اصناف کی فہرست پر نظر ڈالنے سے) یه بات واضح هو جاتی هے که یه

marfat.com
Marfat.com

حضـــرات زیتون پر بطور زکواۃ کچھ لینا واجب نہیں سمجھتے تھے اس لحاظ سے مرفوع حدیث کے ساتھ ان سب حضرات کی یہ رائے بھی شامل ہو جاتی ہے ۔

(۱۵۳۱) پھر ابن ابی لیلی اور سفیان دونوں کے مذہب کے مطابق یہی ان کی رائے بھی ہے ۔

شہد پر زکواۃ نہیں

(۱۵۳۲) اور ان تمام حضرات کی جن کے تمـــام اسمائے گرامی اوپر گذرے شہد کے بارے میں بھی یہی رائے ہے کہ اس پر کوئی زکواۃ نہیں اس لئے کہ ان حضرات نے ان اشیاء کا خصوصیت سے تذکرہ کر دیا جن پر زکواۃ واجب ہے اور دیگر اشیاء کا ذکر مقصد سے غیرمتعلق ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا ، چنانچہ شہد بھی ان چـــیزوں میں سے ہے جـــن پر انہوں نے زکواۃ اُڑا دی ہے اس ضمن میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور حضرت معاذؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں ۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت معاذؓ کو یمـــن بھیجتے وقت شہد کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا تھا ۔ حالانکہ یمن شہد کی منڈی ہے چنانچہ اس روایات سے شہد پر زکواۃ ساقط قرار پاتی ہے جبکہ دیگر روایات ـــــ جنہیں ہم شروع باب میں بیان کر آئے ہیں ـــــ کے لحاظ سے شہد پر زکواۃ واجب قرار پاتی ہے اس طرح شہد کے بارے میں دونوں نقطۂ نظر برابر کی حیثیت رکھتے ہیں ۔

شہد کی زکواۃ کی توجیہ

(۱۵۳۳) اس بارے میں میرے نزدیک زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ اس (شہد کے مالکوں کو اس پر زکواۃ ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہوگا

marfat.com
Marfat.com

اور اس بارے میں انھیں ترغیب دی جاتی ھوگی ۔ اور اس کی زکواۃ نہ ادا کرنے کو ناپسند کیا جاتا ھوگا اور اسے چھپانے پر انھیں گنہگار ہونے کا خــطرہ رھتا ھوگا ۔ لیکن بایں ھمہ یہ زمین اور مویشیوں کی زکواۃ کی طرح ان پر فرض نہ تھی اور جس طرح زمین اور مویشیوں کی زکواۃ نہ دینے والوں سے جہاد کیا جاتا تھا اس کی زکواۃ نہ ادا کرنیوالوں سے جہاد نہیں کیا جاتا تھا ۔

(۱۵۳۴) اور اس کی وجــہ یہ تھی کہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح سنت ثابت نہ تھی جیسے زمین اور مویشیوں کی زکواۃ میں ثابت تھی نہ ھی اس کا تذکرہ آپ کے مکاتیب زکواۃ میں تھا ۔ لیکن اگر یہ (شہد کی زکواۃ) بھی اس درجــہ پر ھــوتی (جس پر زمین اور مویشیوں کی زکواۃ تھی) تو ان کے بھی مقررہ اوقات و متعین مقداریں ھوتیں جیسی ان دونوں میں ھیں مثلاً زمین کی پیداوار پر پانچ وسق ھو چکنے پر، بکریــوں کے چالیس ھو جانے پر گایوں کے تیس ھو جانے پر ، اونٹوں کے پانچ ھو جانے پر ، اسی طرح آپ کے بعد کسی امام سے بھی اس (شہد) کے بارے میں کوئی تعین ثابت نہیں البتہ اتنا ثابت ھے کہ جب شہد کا مالک اپنے شہد کی زکواۃ لائے تو امام اسے قبول کر لے، جس طرح حضرت عمرؓ نے ابو ذباب سے قبول کر لی تھی ابو ذباب وہ زکواۃ اپنی طرف سے اندازہ لگا کر لائے تھے، حضرت عمرؓ نے ان پر کوئی خاص مقدار متعین نہیں کی تھی ۔

(۱۵۳۵) حضرت عمرؓ کو اھل شام نے رضا کارانہ گھــوڑوں اور غلاموں کی زکواۃ پیش کی اور ان کی طرف سے حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی اس پیش کش کو قبول کرنے کی سفارش کی ، لیکن انھوں نے پہلی بار اسے قبول کرنے سے انکار ھی کیا، تاآنکہ انھوں نے دوبارہ

marfat.com

Marfat.com

اصرار کیا تب انہوں نے اسے یہ معلوم کرنے کے بعد قبول کیا کہ یہ لوگ رضا کارانہ بطور (عطیہ یہ رقم پیش کر رہے ہیں نہ کہ فریضہ سمجھ کر۔

لیکن جب ابوذباب شہد کی زکواۃ لے کر آئے تو انہوں نے بلاتا مل اسے قبول کر لیا، اس طرح شہد کی زکواۃ کو جو مقام حاصل ہوا وہ گھوڑوں اور غلاموں کی زکواۃ سے بلند اور مویشیوں اور زمینوں کی زکواۃ سے نیچے ہوا۔

اسی طرح شہد کی زکواۃ کا قانون یہ بنا کہ اسے ادا نہ کرنے پر اس کا مالک دین میں کوتاہی و لاپرواہی کا مرتکب ہوگا۔ لیکن یہ کوئی ایسا قانون نہیں کہ طوعاً و آہاً (پسند ہو یا ناپسند) بہر حال اس پر گرفت کی جائے۔

★

حوالہ جات

۱) اصل میں مدھی ہے، ہمارے خیال میں یہ مدی ہونا چاہئیے (مترجم)

(۲) حضرت عمرؓ نے ابن ابی شیبہ کی ایک روایت کے مطابق شام میں زیتون کی پیداوار پر عشر لیا تھا۔

۳) یہ عربی لفظ خضر کا ترجمہ ہے، عربی فقہا اس لفظ کو تمام سبزیوں، خوشبودار پھول بوٹوں پھلوں میووں کے لئے استعمال کرتے ہیں مثلاً ککڑی ، کھیرا ، باقلا، گاجر، مولی، لوکی ٹنڈا ، گلاب و یاسمین ، امرود ، آڑو ، سیب ، انجیر ، خوبانی ، ناشپاتی ، انار کیلا، بادام، اخروٹ ، خربوزہ ، تربوز وغیرہ (کتاب الخراج یحی بن آدم نمبر ۴۹۸)

۴) موسی بن مغیرہ نے موسی بن طلحہ کی زمین سے پیدا ہونے والی سبزیوں پر محصول لینا چاہا تو موسی بن طلحہ نے ان سے کہا۔ سبزیوں پر کسی قسم کا محصول نہیں لیا جاتا اور اسے رسول اللہ سے روایت کیا۔ یہ بات جب حجاج کو لکھی گئی تو انہوں نے جواب میں لکھا موسی بن طلحہ موسی بن مغیرہ سے زیادہ جاننے والے ہیں (الخراج یحیی بن آدم نمبر ۵۰۳)

۵) ابن ابی شیبہ کی روایت ہے زمین سے جو بھی کم یا زیادہ پیداوار ہو اس پر عشر یا نصف عشر زکواۃ لی جائے گی۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۳۷

گھٹیا پھلوں سے زکواۃ ، اور مقروض سے زکواۃ لینے

کا بیان نیز عشری اور غیر عشری زمینوں

کے بارے میں فیصلہ

زکواۃ میں نکارہ و ناقص مال دینے کی ممانعت

(۱۵۳۶) ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گھٹیا قسم کے کھجور (جعرور اور لون ابن حبیق (۱) جن میں سے ایک کی تو گٹھلی پر چھلکا چڑھا ہوتا ہے اور دوسرا ردی چھوارہ ہوتا ہے) زکواۃ میں قبول نہ فرمائے اور انہیں واپس کر دیا ۔

(۱۵۳۷) زہری ابو امامہ بن سہلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی دو قسمیں زکواۃ میں لینے سے منع فرمایا : جعرور اور لون حبیق (تفصیل نمبر ۱۵۳۶ میں دیکھئے)

اس کی وجہ یہ تھی کہ بیشتر لوگ یہی کوشش کرتے تھے کہ زکواۃ میں ناقص اور گھٹیا مال دے کر چھٹکارا حاصل کر لیں ۔ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی :

ولاتیمموا الخبیث منه تنفقون : البقره ۲ : ۲۶۷)

اور تم اس میں سے خراب چیز کو خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۵۳۸) مجاهد نے آیت کریمہ ولاتیمموا الخبیث منه تنفقون ،، کی تفسیر میں کہا: ،،لوگ ردی کھجور اور اپنا ناکارہ مال (زکواۃ میں) نکالنا چاہتے تھے - لہذا یہ آیت نازل ہوئی ـ،، (۲)

ناقص اشیاء مال میں شمار ہوں گی لیکن زکواۃ میں قبول نہیں کی جائیگی

(۱۵۳۹) ابن شہاب کہتے ہیں: ،،زکواۃ میں کھجور کی اقسام میں سے (ناقص مثلاً) جعرور، مصران الفارۃ اور عذق ابن حبیق نہیں لی جائیں گی - بایں ہمہ یہ اقسام مالکان کھجور کی ان کھجوروں میں شامل کی جائیں گی جن پر زکواۃ لی جائے گی -

زکواۃ میں درمیانہ قسم کا مال لیا جائے گا -

(۱۸۴۰) ابن بکیر نے مذکورہ بالا روایت میں امام مالک سے یہ اضافہ بھی درج کیا ہے: ،،اس کی مثال ان بکری کے بچوں کی سی ہوگی جنہیں مالک کی بکریوں میں شمار تو کیا جائے گا لیکن ان کو زکواۃ میں قبول نہیں کیا جائے گا - اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ دوسری طرف زکواۃ میں بہت اعلی قسم کی کھجور ،،بردی،، وغیرہ بھی نہیں لی جائے گی بلکہ زکواۃ درمیانہ قسم کے مال میں سے لی جائے گی ـ،،

ابو عبیدؒ :- یہ ہیں وہ روایات جن سے زکواۃ میں گھٹیا قسم کے پھلوں کو لینا مکروہ بتایا گیا ہے -

اب مقروض پر زکواۃ کا مسئلہ بیان کیا جاتا ہے :-

زمین کے مالک پر قرض اور پیداوار برابر ہونے پر زکواۃ کا مسئلہ

(۱۵۴۱) یونس کہتے ہیں کہ ابن شہاب سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے اپنے باغ یا کھیتی کے سلسلہ میں

marfat.com
Marfat.com

قرض لیا اور اس کا قرض اس کی پیداوار کے برابر ہوگیا آیا یہ شخص اپنے اس باغ یا کھیتوں کی پیداوار پر زکواۃ دے گا ؟ تو انہوں نے جواب دیا : ,,سنت سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مقروض کے پھلوں کو زکواۃ کے بغیر نہ چھوڑا جائے ۔ اس سے مقروض ہونے کے باوجود زکواۃ لی جائے ۔ البتہ وہ مقروض جس کے پاس سونا یا چاندی ہو تو اس سے ان چیزوں پر اس وقت تک زکواۃ نہیں لی جائے گی تاوقتیکہ وہ اپنا قرض نہ ادا کرلے،،

(۱۵۴۲) اور یہ مضمون ابن سیرین کی روایت سے ہم آہنگ ہے جس میں وہ کہتے ہیں : لوگ نقد رقم (سونے چاندی) کو تو قرض میں منہا کر لیتے تھے لیکن پھلوں (کھیت اور باغات کی پیداوار) کو قرض میں منہا نہ کرتے تھے ۔ ،،

ابو عُبیدؒ : ۔ لیکن ابن عباس اور ابن عمرؓ کی روایت اس سے مختلف ہے :

(۱۵۴۳) جابر بن زید کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے بارے میں جو قرض لے کر اپنے اہل و عیال یا اپنی زمین پر خرچ کر دے ۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ وہ اپنی زمین پر خرچ کردہ رقم ادا کرے گا اور حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ وہ اپنی یا اپنے اہل و عیال پر خرچ کی ہوئی رقم ادا کرے گا ۔

(۱۵۴۴) ابوعبیدؒ : ۔ مکحول سے بھی یہی مروی ہے کہ انہوں نے سونا ، چاندی اور کھیتی پر قرض قابل منہائی بتایا ہے ۔

(۱۵۴۵) ابو عبیدؒ : ۔ مجھ سے مذکورہ بالا روایت ولید بن مسلم نے سعید ابن عبدالعزیز کے واسطہ سے مکحول سے کی ہے ۔ مکحول کہتے ہیں : ۔ ایسے شخص سے زکواۃ نہیں لی جائے گی تاآنکہ وہ اپنا قرض نہ ادا کرلے ۔ پھر یہ جو کچھ بچ رہے اس پر زکواۃ دے بشرطیکہ وہ بقدر نصاب رہ جائے ۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۵۳۶) ابو عبیدؒ: ـ یہی بات ابن جریج نے عطاء اور طاوس سے بھی روایت کی ہے ـ

(۱۵۳۷) لیکن آج کل لوگ اہل حجاز اور بیشتر اہل عراق کے جس قول پر عمل پیرا ہیں اس کے بموجب خاص طور پر زمین کی پیداوار میں اس کے مقروض مالک کا قرض منہا نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے زمین پر زکواۃ لی جائے گی خــواہ اس کا قرض پھــلوں اور کھیتوں کی مجموعی پیداوار کے برابر ہی کیوں نہ ہو ـ اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے ـ

(۱۵۳۸) البتہ اہل عراق کی ایک مختصر سی جماعت ، ابن عمرؓ، عطاء ، طاوس اور مکحول کے قول کی تائید کرتی ہے ـ

اور یہ سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ اگر اس پر سونے اور چاندی کا قرض ہو اور اس (مقروض) کے پاس قرض کے برابر ہی یہ دونوں جنسیں ہوں تو اس پر زکواۃ واجب نہ ہوگی ـ اس طرح سب کا اتفاق اس امر پر ہوگیا کہ اگر مقروض کے پاس (قرض کے برابر) سونا چاندی ہوتو اس پر زکواۃ عائد نہ ہوگی لیکن اگر مقروض کے پاس زمین کی پیداوار ہو تو اس پر زکواۃ واجب ہوگی ـ اس میں صرف وہ لوگ مستثنی ہیں جو مذکورہ بالا آثار کا اتباع کرتے ہیں ـ

مویشیوں کے مالک پر قرض کا مسئلہ

اگر مقروض کے پاس مویشی ہوں تو ان میں منہائی قرض کا مسئلہ مختلف فیہ ہے :

(۱۵۳۹) امام ملک ، اہل حجـاز اور اوزاعـی کا کہنـا ہے کہ مویشیوں کا قیاس زمین کی پیداوار پر ہوگا اور ان پر زکواۃ لی جائے گی خواہ زکواۃ دینے والا مقروض ہی کیوں نہ ہو ـ

marfat.com
Marfat.com

(۱۵۵۰) اهل عراق کا کہنا هے کہ مویشی ، سیم و زر کی طرح هیں ـ اور مقروض سے ان پر زکواۃ نہیں لی جائے گی ـ

ابوعبیدؒ : ـ اس بارے میں مجموعی طور پر همارا خیال هے کہ دونوں هی طریقے یعنی زکواۃ واجب قرار دینا اور زکواۃ ساقط قرار دینا قابل عمل هوں گے ـ اگرچہ بظاهر یہ دونوں اقوال مختلف هیں تاهم اس کی تاویل هم یوں کریں گے ـ

(۱۵۵۱) اگر یہ معلوم هو جائے کہ واقعی مالک زمین پر قرض هے تو ایسی صورت میں اس کی پیداوار پر اس سے کوئی زکواۃ نہیں لی جائے گی اور اس کے قرضہ کی بناء پر وہ اس سے معاف کر دی جائے گی ـ جیسے کہ ابن عمرؓ ، طاوس ، عطاء اور مکحول کی رائے هے ـ اور ان کے قول کے ساتھ هی یہ بات اتباع سنت کے مطابق بھی هے ـ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت یہ مقرر فرمائی هے کہ زکواۃ امیروں سے لے کر فقیروں میں لوٹا دی جائے اور یہ مقروض شخص جس پر اس کے مال کے برابر قرضہ هے اور کچھ مال اس کے پاس هے هی نہیں خود زکواۃ لینے کا مستحق هو جاتا هے تو اس سے زکواۃ کیونکر وصول کی جائے گی؟ اور یہ کیسے ممکن هوگا کہ بیک وقت یہ امیر بھی رهے اور فقیر بھی ؟ بایں همہ یہ زکواۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف والوں یعنی غارمین (مقروض اور تاوان برداشت کرنے والوں) میں سے هے ـ بلکہ یہ تو دو حیثیتوں سے زکواۃ کا مستحق هے ـ

(۱۵۵۲) اور همارا خیال هے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کا یہ فرمانا : ,,هم مکرر انہیں زکواۃ دیں گے خواہ ان میں کسی کے پاس سو اونٹ هی کیوں نہ هوں،، اس امر کی دلیل هے کہ اس سے ان کی مراد وهی لوگ تھے جن پر قرض تھا ـ

marfat.com

Marfat.com

ابو عبیدؒ :۔ مجھے مذکورہ بالا روایت ابو معاویہ اور یزید سے حجاج ، عمرو ابن مرة اور مرة کی وساطت سے حضرت عمرؓ سے پہنچی ہے ۔

قرض کا ثبوت ضروری ہے محض مقروض ہونے کا دعوی قبول نہ ہو گا

(۱۵۵۳) ابو عبیدؒ :۔ ظاہر ہے کہ مقروض کے بارے میں یہ فیصلہ اس وقت کیا جائے گا جبکہ صحیح طور پر اس کا قرضدار ہونا ثابت ہو جائے ۔ لیکن اگر اس کے پاس محض اپنے زبانی بیان کے علاوہ کوئی اور پختہ شہادت نہ ہو تو اس کا دعوی قبول نہیں کیا جائے گا اور اس سے زکواۃ لی جائے گی خواہ اس کے پاس زمین کی پیداوار ہو خواہ مویشی ۔ جیسے کہ ابن سیرین ، ابن شہاب، اوزاعی اور مالک کا نیز بعض اہل عراق کا قول ہے ۔

(۱۵۵۴) ان کے اس قول کے ساتھ ہی اگر آپ خود بھی بنظر غائر اس مسئلہ کو ملاحظہ کریں تو آپ بھی ان کی تائید کریں گے ۔ اس لئے کہ کھیتوں اور مویشیوں پر زکواۃ ایک کھلا اور ظاہری فریضہ ہے جس کی ادائی ان کے مالکوں پر لازمی ہے اور وہ قرض جس کے زیر بار ہونے کا یہ دعوی کر رہا ہے پوشیدہ اور باطنی ہے کون جانے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہو ۔ لہذا اس کی یہ بات قبول نہیں کی جائے گی ۔ اس شخص کا موقف اس شخص کا سا ہوگا جس پر کچھ لوگوں کے حقوق واجب الادا ہوں اور وہ ان سے نکلنے کا دعوی کرے اور کہے کہ میں نے تو ان کے حقوق ادا کر دئے ہیں تو اس کا یہ دعوی صحیح نہیں مانا جائے گا ۔

سیم و زر اور مویشیوں کے مالکوں کے دعاوی کا فرق

(۱۵۵۵) میرے خیال میں یہ صورت اہل عراق کے قول سے زیادہ پسندیدہ ہے جس میں انہوں نے مویشیوں کو سیم و زر سے مشابہ قرار

marfat.com

Marfat.com

دیتے ہوئے مقروض مالک کے دعوے کو ہی حرف آخر قرار دے دیا ہے۔ بھلا سیم و زر اور مویشی ایک جیسے کیونکر ہو سکتے ہیں جبکہ خود انہی لوگوں کے قول کے مطابق مویشیوں کا مالک اگر یہ دعوی کرے کہ اس نے اپنے مویشیوں کی زکواۃ فقیروں میں تقسیم کر دی ہے تو یہ دعوی اسے زکوٰۃ سے بے نیاز نہیں کرے گا نہ ہی اس کا دعوی منظور ہوگا بلکہ اس سے دوبارہ زکواۃ لی جائے گی اور خود انہی حضرات کا کہنا ہے کہ اگر ایسا ہی دعوی سیم و زرکا مالک کرے تو اس کا یہ دعوی مان لیا جائے گا ؟

(۱۵۵٦) ابو عبیدؒ :۔ یہ دونوں متضاد فیصلے ہیں۔

جہاں تک سیم و زر کے مالک کے دعوے کا تعلق ہے سب بلا اختلاف متفق ہیں کہ اس سے متعلق اس کے تمام دعاوی حرف آخر ہوں گے۔ یہ اس لئے کہ اس کا حکم حاکم کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اس کا تعلق مسلمانوں کی امانتوں سے ہے۔ لیکن کھیتی اور مویشی پر زکواۃ کا فیصلہ حکام کے ہاتھ میں ہے اور ان کی زکواۃ لوگوں سے وصول کی جائے گی۔ خواہ وہ خوشی خوشی دیں یا بادل ناخواستہ۔

تیار کھیتی یا باغ فروخت کرنے پر اس کی زکواۃ کون ادا کرے گا ؟

(۱۵۵۷) ابو عبیدؒ :۔ ایسی صورت میں کہ کھجور کے پکنے اور تیار ہونے کے بعد انہیں کاٹنے سے قبل ہی ان کے درخت فروخت کر دئے جائیں یا کٹائی سے قبل کھیتی فروخت کر دی جائے۔ مالک بن انس کا فیصلہ ہے کہ ان کی زکواۃ فروخت کرنے والے پر عائد ہوگی۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر پھلوں کی پختگی سے پہلے انہیں فروخت کیا جائے تو زکواۃ خریدار پر عائد ہوگی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کھیتوں کا مالک فصل کی کٹائی سے پہلے یا کٹائی کے بعد مرجائے تو

marfat.com
Marfat.com

اس کی زکواۃ وارث پر عائد ہوگی ۔ وہ کہتے ہیں : کہ مالکان جو پھل بھی کھائیں انہیں بھی حساب میں شامل کیا جائے گا ۔

ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زمین کسی کو کرایہ پر دے اور وہ کرایہ دار اس میں غلہ کاشت کرے ۔ اور وہ زمین عشری ہو تو کرایہ پر لینے والا کاشتکار اس کا عشر ادا کرے گا اور وہی اس مالک زمین کو اس کا کرایہ بھی ادا کرے گا اور مالک زمین کے ذمہ کچھ بھی نہ ہوگا ۔

(۱۵۵۸) ان تمام امور میں سفیان بن سعید سے بھی ان کی تائید مروی ہے الایہ کہ اگر فصل کی کٹائی کے بعد وارث کو زمین ملی ہے تو ایسی صورت میں وارث پر کوئی زکواۃ واجب نہ ہوگی ۔

(۱۵۵۹) ابو عبیدؒ : ۔ مجھے مالک کا قول زیادہ پسند ہے ۔ اس لئے کہ کھیتی اور پھلوں کی پیداوار کی ملکیت پر سال گذرنے کی مہلت نہیں دی جاتی بلکہ جب وہ پکتی اور تیار ہوتی ہے ۔ اسی وقت ان پر زکواۃ واجب ہو جاتی ہے ۔ لیکن مویشی اور سیم و زر پر سال گذرنے کے بعد زکواۃ واجب ہوتی ہے ۔ لہذا ان دونوں چیزوں کا حکم زمین کی پیداوار سے جداگانہ ہے ۔

عشری زمین کی شرائط

ابو عبیدؒ : ۔ یہ تمام احکام عشری زمین سے متعلق ہیں جو خراج کی نہ ہو ۔ اور عشری زمین ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل چار اقسام میں سے کسی ایک قسم کی ہو : ۔

(۱۵۶۰) اولاً : ہر وہ زمین جس کے مالک اسلام قبول کر لیں ۔ ایسے مالکوں کی اپنی زمینوں پر ملکیت برقرار رہے گی ۔ مثلاً مدینہ، طائف یمن ، بحرین کی زمینیں انہی میں مکہ کی زمین کا بھی شمار ہے ۔ یہ اگرچہ جنگ کے بعد فتح ہوئی تھی ۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

Marfat.com

علیه وسلم نے ان پر احسان فرمایا ۔ نه ان کی جانور سے تعرض کیا نه اُن کے اموال کو غنیمت بنایا ۔

(۱۵۶۱) اور رسول الله صلی الله علیه وسلم سے مروی هے که اپ نے فرمایا : ,,مکه کی غنیمت حلال نهیں هے ،، (دیکھئے نمبر ۱۸۰ تا ۱۸۱)

ابو عبیدؒ : ۔ جب اس بناء پر ان (مکه والوں) کا مال بلا شرکت غیرے انهی کا رها پھر اس کے بعد وہ مسلمان هو گئے تو ان کی حیثیت یه رهی که وه اپنی ملکیت کے ساتھ اسلام لائے اور اسی لئے اُن کی زمینوں کا شمار عشری میں هوا ۔

مکه کی خصوصی اور امتیازی حیثیت کی طرف اشاره کرنے والی متعدد احادیث هیں جنهیں هم دوسری جگه بیان کر آئے هیں ۔ (دیکھئے نمبر ۱۵۸ تا ۱۸۱)

(۱۵۶۲) عشری زمین کی دوسری قسم میں تمام وه زمینیں شامل هیں جو بزور و قوت فتح کی گئی هوں ۔ لیکن پھر کسی مصلحت کی بناء پر امام انهیں وقف کرده فئے بنانا مناسب نه سمجھے بلکه انهیں غنیمت قرار دے کر ان میں سے خمس (۱/۵) لے لے اور بقیه چار حصے (۴/۵) خصوصی طور پر فاتحین میں تقسیم کر دے جیسے رسول الله صلی الله علیه وسلم نے خیبر کی زمینوں کے ساتھ کیا ۔

چنانچه ایسی زمینیں جنهیں دی جائیں ان کی ملکیت هو جاتی هیں اور اُن کی پیداوار میں سے صرف عشر هی لیا جائے گا ۔ یهی صورت تمام سرحدی علاقوں کی هوگی جبکه انهیں خصوصی طور پر فاتحین میں تقسیم کر دیا جائے اور ان میں سے خمس (۱/۵) الله تبارک و تعالیٰ کے معین فرموده مدوں کے لئے علیحده کر دیا جائے ۔

(۱۵۶۳) عشری زمین کی تیسری قسم وه تمام قدیم زمانه سے

marfat.com

Marfat.com

غیرآباد زمینیں ھیں جن کا نہ کوئی مالک ہو نہ آبادکار۔ اور جنہیں امام بطور جاگیر کسی کو دے دے خواہ وہ زمینیں جزیرہ عرب میں ہوں یا غیرعربی علاقہ میں ۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء نے یمن ، یمامہ اور بصرہ وغیرہ کے علاقوں میں جاگیریں دے کر مثالیں قائم کیں ۔

(۱۵٦۴) عشری زمین کی چوتھی قسم میں وہ تمام مردہ زمینیں شامل ھیں جنہیں مسلمان معلوم کر کے ان میں پانی فراہم کرے اور کاشت کرے ۔

عشری زمین سے وصول شدہ زکواۃ مصارف زکواۃ کی مدوں میں خرچ ہوں گی ۔

یہ ھیں وہ زمینیں جو سنت سے عشری ($\frac{1}{10}$) یا نصف عشری ($\frac{1}{20}$) ثابت ھیں ۔ اور ان سب کا ذکر احادیث میں ملتا ھے ۔ ان میں جو بھی پیداوار ہو ان کی مقدار اگر پانچ وسق یا اس سے زائد ہو جائے تو اس پر اسی طرح زکواۃ واجب ہوگی جس طرح مویشیوں اور سیم و زر پر۔ اور یہ زکواۃ خصوصی طور پر دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف انھی آٹھ مدوں میں صرف کی جائے گی جن کو اللہ تعالی نے سورۂ براءۃ میں زکواۃ کا اھل اور مستحق قرار دیا ھے ۔

عشری زمین کے علاوہ دوسری زمینیں فئے کی یا صلحی ہوں گی

(۱۵٦۵) مذکورہ بالا زمینوں کے علاوہ دیگر زمینیں یا تو وہ ایسی ہوں گی جو فوجی طاقت کے ذریعہ فتح کی گئی ہوں اور انھیں فئے قرار دے دیا گیا ہو، جیسے سواد عراق و جبال، اھواز، فارس ، کرمان، اصبہان، رئی، اور شام کی زمینیں جن میں وھاں کے شہر شامل نہیں۔ نیز مصر، مغرب کے علاقے یا پھر وہ صلحی زمینیں ہوں گی جیسے

marfat.com

Marfat.com

نجران ، ایلہ، اذرح، دومتہ الجندل، فدک وغیرہ کی قسم کے علاقے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کے معاہدے کئے یا پھر وہ علاقے جن سے آپ کے بعد ائمہ نے معاہدہ صلح کئے مثلاً جزیرہ اور ارمینیہ کے بعض علاقے نیز خراسان کی بیشتر آبادیاں ، ان ہر دو قسم کی زمینیں ، یعنی صلحی زمینیں اور فوجی طاقت کے ذریعہ مفتوحہ علاقے کی زمینیں جنھیں فئے قرار دے دیا گیا ہو، تمام لوگوں کی عمومی ملکیت رہیں گی جن سے انھیں وظائف اور ان کے بال بچوں کو روزینے دئے جائیں گے ۔ اور انھی کی آمدنی سے امام مفاد عامہ کے امور انجام دے گا :

*

حوالہ جات

۱) جمرور ایک قسم کی ردی کھجور جو چھوٹے اور ناقص رطب پر مشتمل ہے اور لون ابن حبیق، چھوٹی قدرے لمبی مٹیالے رنگ کی کھجور ہے جو ابن حبیق نامی شخص کی طرف منسوب ہے۔

۲) یہ خود رسول اللہ سے مرفوع بھی مروی ہے (دیکھئے کتاب الخراج یحیی بن آدم نمبر ۳۳۱،۳۳۵)

marfat.com
Marfat.com

باب : ۴۷

پیمانوں کا بیان

اس ,,صاع،، کا تعیّن جس کے ذریعہ زمینوں کی زکواۃ ، صدقۂ فطر،

قسموں کا کفارہ، مناسک کا فدیہ، غسل جنابت (کے پانی کی مقدار)

کا اندازہ لگایا جاتا ہے ۔ نیز تمام ان پیمانوں کا ذکر جن کے اسماء

احادیث میں آئے ہیں

مختلف پیمانوں کے نام

(۱۵٦٦) تمام روایات کے مطالعہ سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ پیمانے جن کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد تابعین کی روایات میں ملتا ہے آٹھ ہیں : صاع، مد، فرق ، قسط؟ مــدی، مختوم، قفیز، مــکوک، تاہم ان میں سے اہم مُدّ اور صاع ہیں ۔

(۱۵٦۷) سفینہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع (پانی سے) غسل فرماتے تھے اور ایک مُدّ سے طہارت فرماتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

اس حدیث کے ایک راوی اسمعیل کہتے ہیں: ,,یا راوی نے یوں کہا تھا : ,,ایک مد آپ کو پاک کر دیتا تھا ،، (۱)

(۱۵٦۸) جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں : ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع (پانی سے) غسل فرماتے تھے اور ایک مد سے طہارت فرماتے تھے ،، (۲)

(۱۵٦۹) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد پانی سے وضو فرماتے تھے اور ایک صاع پانی سے غسل فرماتے تھے ،، (۳)

(۱۵۷۰) ایک اور سند سے یہی مضمون حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے ۔

(۱۵۷۱) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے : ,,اللہ کی قسم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل ایک صاع پانی میں مشترکہ طور پر کرتے تھے،،

(۱۵۷۲) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں : ,,میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے اور وہ فرق ہوتا تھا ۔

(۱۵۷۳) حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں : ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑے لگن (ٹب) میں غسل فرماتے تھے اور وہ فرق تھا۔ میں اور آپ ایک برتن سے غسل کرتے تھے ،،

(۱۵۷۴) ابو رباح کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ہم سے یہ روایت بیان کی ۔ اور ہمارے اور اُن کے درمیان حجاب تھا ،، میں اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے،، یہ کہتے ہوئے انہوں نے گھر کے ایک برتن کی طرف اشارہ کیا جو فرق کے برابر تھا ۔

marfat.com

Marfat.com

فرق کا تعین

راوی کہتا ہے کہ فرق ایک پیمانہ ہے جس میں چھ قسط ہوتے ہیں ۔

(۷۵۵) ابن شہاب کہتے ہیں : ,,ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت ایک لگن (پانی) میں فرماتے تھے جو ایک فرق (کے برابر) ہوتا تھا،، پھر وہ کہتے ہیں : ,,آج وہ تقریباً پانچ مد کا ہے،،۔

(۷۵٦) حفصہ بنت عبدالرحمن ۔ زوجہ منذر بن الزبیر ـــ کہتی ہیں کہ انہیں حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو تین مد کی گنجائش رکھتا تھا ،، اس حدیث کے ایک راوی لیث اپنی روایت میں یہ اضافہ کرتے ہیں : ,,یا اس کے قریب ،، ۔

(۷۵۷) موسی بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں مجاھد کے پاس تھ کہ ایک برتن لایا گیا جس میں آٹھ یا نو یا دس رطل کی گنجائش ہوگی ،، پھر انہوں نے کہا : ,,حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جیسے (برتن کے پانی) میں غسل فرماتے تھے ،،۔

(۷۵۸) موسی جہنی کہتے ہیں کہ مجاھد کے پاس آٹھ رطل کی گنجائش کا برتن آیا ۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہؓ : ہمیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جیسے برتن سے غسل فرماتے تھے ،،۔

(۷۵۹) انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم دو رطل پانی سے وضو کر لیتے تھے ،،۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۵۸۰) ابو عبیدؒ: ۔ غسل کے بارے میں مذکورہ بالا احادیث میں جو مختلف الفاظ ھیں ان سے سننے والے کو یہ وھم ھوتا ھے کہ لفظی اختلافات ضرور معنوی اختلافات رکھتے ھوں گے ۔ مگر ایسا نہیں ھے ۔ ان سب مختلف الفاظ کا محور پانی کی دو مقررہ مقداروں کے گرد گھوم رھا ھے جو زیادہ سے زیادہ آٹھ رطل اور کم سے کم ایک صاع یعنی پانچ رطل اور ایک تہائی (۵⅓) رطل ھیں ۔ اور اھل بنیش کے لئے ان تمام احادیث کا خلاصہ انھی دو مقداروں میں سے کسی ایک پر پہنچتا ھے ۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے پانی کی مقدار انھی دو معینہ مقداروں کے اندر رھتی تھی اور ان میں سے پانی کی جو مقدار بھی آپ کو مہیا ھوتی اسی میں آپ غسل فرما لیتے تھے بہرحال وہ پانی صاع سے کم نہ ھوتا تھا جو پانچ رطل اور تہائی رطل ھے اور ڈیڑھ صاع سے بڑھتا نہ تھا جو آٹھ رطل کے برابر ھے ۔

فرق : ۳ صاع : ١٦ رطل

(۱۵۸۱) آٹھ رطل کی وہ روایات ھیں جن میں فرق کا ذکر ھے اور اس میں رسول اللہ اور حضرت عائشہؓ دونوں غسل کرتے ھیں ۔ اس لئے کہ فرق میں تین صاع ھوتے ھیں اور یہ برابر ھیں سولہ رطل کے ۔ اس طرح گویا ان دونوں میں سے ھر ایک کا غسل آٹھ رطل پانی میں ھوا ۔

(۱۵۸۲) اسی طرح وہ احادیث جن میں اقساط کا ذکر ھے وہ بھی بالکل فرق کے برابر ھیں ۔ تفصیل یہ ھے کہ ایک قسط آدھے صاع کا ھوتا ھے اور یہ شرح خود اسی روایت میں مذکور ھے جہاں ,,فرق،، کے بعد ھی یہ مذکور ھے ,,وہ چھ قسط کا ھوتا ھے ۔ اس طرح ان کا مجموعہ بھی آٹھ رطل ھی ھو گیا ۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۵۸۳) رهی وہ حدیث جس میں آپ کا تنہا پانچ مدوں سے غسل مذکور ہے تو وہ ہماری ان بیان کردہ احادیث کی طرح ہے جن میں ایک صاع سے غسل کرنے کا آیا ہے اور ایک مد سے وضو کرنے کا۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ غسل سے قبل ایک مد پانی سے وضو فرماتے اور پھر ایک صاع سے غسل فرماتے جو چار مد کا ہوتا ہے۔ اس طرح خصوصی طور پر آپ کے غسل میں پانچ مد (پانی) صرف ہوتا ۔

(۱۵۸۴) جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جن میں آپ کے اور حضرت عائشہؓ (دونوں) کے غسل کے ضمن تین مدوں کا ذکر آیا ہے تو اس کی کوئی توجیہ میری سمجھ میں نہیں آتی ۔ الایہ کہ وہ مد یہی بڑا مد ہو جس سے آج کل مدینہ میں کھجوریں ناپی جاتی ہیں۔ اس طرح مدوں کا لفظ حدیث کے بیان کرنے والے نے بطور تفسیر بیان کیا ہو اور اس سے مراد یہی (ہمارے موجودہ زمانہ کا مروجہ بڑا) پیمانہ ہو ۔

(۱۵۸۵) اور وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ آپ اور حضرت عائشہؓ (دونوں) مشترکہ طور پر ایک صاع سے غسل کرتے تھے ، تو ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہوگی کہ (دونوں میں سے ہر ایک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ ایک صاع سے اور حضرت عائشہؓ علیحدہ ایک صاع سے غسل کرتے تھے ۔

مذکورہ بالا احادیث میں غسل کے سلسلہ میں صاع ، فرق، قسط اور مد کا ذکر آیا ہے ۔

اب ہم وہ روایات لیتے ہیں جن میں زمینوں کی زکواۃ کے سلسلہ میں ,,صاع،، کا لفظ آیا ہے :۔

marfat.com
Marfat.com

وسق - ٦٠ صاع

(١٥٨٦) ابو قلابه کہتے ہیں : ,,وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے ،،

(١٥٨٧) یونس، حسن سے ، اور مغیرہ ابراہیم سے (ہر دو) روایت کرتے ہیں : ,,وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے - ،،

(١٥٨٨) اشعث ، حسن اور ابن سیرین (دونوں) سے روایت کرتے ہیں : ,,وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے - ،،

(١٥٨٩) ابو سعید خدری ـــ مرفوعاً ـــ روایت کرتے ہیں : ,,پانچ وسق سے کم مقدار پر زکواۃ واجب نہیں ہوتی ، اور وسق ساٹھ مختوم کا ہوتا ہے ،،

صاع - مختوم

ابو عبیدؒ : - یہاں مختوم سے مراد بعینہ صاع ہے، اسے ,,مختوم ،، اس لئے کہا گیا کہ حکام نے اس کے بالائی حصہ پر مہر ثبت کر دی تھی تاکہ کوئی نہ اس میں اضافہ کر سکے نہ کمی -

صاع کے تعین میں حجازیوں اور عراقیوں کا اختلاف

صاع کی مقدار کے تعین میں اہل حجاز و اہل عراق میں اختلاف رہا ہے : -

(عراقی تعین) صاع - ٨ رطل ، مد - ٢ رطل

(١٥٩٠) ابراہیم کہتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ,,صاع ،، آٹھ رطل کا تھا اور ,,مد،، دو رطل کا -

(١٥٩١) ابو عبیدؒ : شریک بن عبداللہ کہا کرتے تھے : ,,صاع آٹھ رطل سے کچھ کم اور سات رطل سے کچھ زیادہ کا ہوتا ہے ،،

صاع، حجاجی کے برابر یا کچھ زائد

(١٥٩٢) عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں : ,,صاع،، ناپ میں ,,حجاجی،، سے زیادہ ہوتا ہے ،،

marfat.com
Marfat.com

(۱۵۹۳)   اور ان کے صاحبزادے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی ، قاضی کوفہ کہتے تھے: ,,صاع حجاجی کے برابر یا اس سے کچھ زیادہ ہوتا ہے ۔،،

(۱۵۹۴)   لیکن سفیان کہتے تھے : ,,وہ (صاع) حجاجی قفیز کے برابر ہوتا ہے ۔،، اور وہ اس میں کچھ کمی بیشی کا ذکر نہیں کرتے۔

(۱۵۹۵)   ابو عبید :۔ حجاجی ، قفیز (پیمانہ) ہے ، جسے حجاج بن یوسف نے حضرت عمرؓ کے صاع کے ناپ پر بنایا تھا ۔ اس کے بارے میں یہی مروی ہے :

(۱۵۹٦)   موسی بن طلحہ کہتے ھیں : ,,حجاجی قفیز حضرت عمرؓ کے صاع کے برابر ہے ۔،،

(۱۵۹۷)   شعبی کہتے ھیں : ,,حجاجی قفیز حضرت عمرؓ کے صاع کے برابر ہے ۔

حجاجی (¼) ہاشمی یعنی ۸ رطل

(۱۵۹۸)   ابو عبیدؒ :۔ میں نے متعدد بار محمد کو یہ کہتے سنا ہے : ,,حجاجی ہاشمی کا چوتھائی ہے جو آٹھ رطل پر مشتمل ہے ۔ ،،

(۱۵۹۹)   ابو عبیدؒ :۔ ہمارے خیال میں اہل عراق کا یہ کہنا کہ صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اس بناء پر ہے کہ انہوں نے یہ سن لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع سے غسل کرتے تھے ۔ اور دوسری حدیث میں یہ سن لیا کہ آپ آٹھ رطل (پانی) سے غسل فرماتے تھے ۔ نیز ایک اور حدیث جس میں ہے کہ آپ دو رطل پانی سے وضو کرتے تھے ۔ اس طرح وہ اس وہم میں مبتلا ہوگئے کہ صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے ۔

لیکن بایں ھمہ ان کے قول میں ٹھہراؤ نہیں اور اُنھوں نے اسے اس سے کم بھی بتایا ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

حجازی تعیّن) صاع (۵⅓) رطل

(۱٦۰۰) البتہ اس بارے میں جہاں تک میرا علم ہے اہل حجاز میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ صاع ان کے نزدیک پانچ رطل اور تہائی رطل ہے ۔ اور ان کے عالم و جاہل سب ہی یہ جانتے ہیں اور اسی سے خرید و فروخت میں ان کے ہاں پیمائش ہوتی ہے ۔ اور اس کا علم انہیں ایک نسل سے دوسری نسل کو ملا ہے ۔

(۱٦۰۱) یعقوب (۳) ایک مدت تک اپنے ساتھیوں کے ہمنوا تھے لیکن بعد میں انہوں نے اہل مدینہ کے قول کے مطابق رجوع کر لیا ۔

(۱٦۰۲) اور یہی یزید بن ہارون کا فتوی بھی تھا ۔

(۱٦۰۳) ابو عبیدؒ :۔ اور یہی میرے نزدیک معمول بہ ہے ۔ اس لئے کہ اہل حجاز کے متفقہ فیصلہ کے بعد جب میں نے حضرت عمرؓ کی روایت میں غور کیا تو اسے بھی اہل حجاز کے قول کے مطابق ہی پایا۔

(۱٦۰۴) اسلم راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ سے سونے کے مالکوں پر چار دینار جزیہ مقرر کیا ۔ اور مسلمانوں کے روزینے میں دو مدی گیہوں اور تین قسط زیتون کا تیل فی کس ماہانہ مقرر کیا ــــ اور چاندی کے مالکوں پر چالیس درہم ۔ اور پندرہ صاع فی کس ۔ اور مجھے یہ یاد نہیں رہا کہ چربی (روغن یا چکنائی) میں انہوں نے کیا متعین کیا تھا ۔ (دیکھئے نمبر ۱۰۱)

حضرت عمرؓ کا تعین دینار = ۱۰ درہم

ابو عبیدؒ :۔ میں نے حضرت عمرؓ کی اس حدیث میں غور کیا تو میں نے دیکھا کہ اُنہوں نے چالیس درہم ، چار دینار کے برابر قرار دئے ہیں ۔ اس لئے کہ دینار کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ایک دینار دس درہم

marfat.com
Marfat.com

کے برابر رکھا جائے ۔ اسی طرح اُنھوں نے غلہ دو مدی کو پندرہ صاع کے برابر رکھا ۔ بعد ازاں میں نے مختلف مدوں اور صاعوں کا تقابلی تجزیہ کیا پھر ان کے (اندر سمانے والی اشیاء کے) اوزان معلوم کئے تو اهل مدینه کے قول کے مطابق میں نے دیکھا که دو مدی میں کچھ اوپر اسی رطل کا وزن سماتا ھے ۔ اور میں نے پندرہ صاع کا وزن اسی رطل پایا ۔ وزن کا یہ اضافہ بہت ھی خفیف اور معمولی سا ھے ، اور یه تفاوت یعنی اسی سے کچھ اُوپر کا اضافه، میرے خیال میں اس فرق کی وجه یه ھے جو دو غلوں کے ناپ اور وزن (کثافت اضافی) میں ان کے هلکے یا بھاری ھونے سے ھوتا ھے ۔

اهل عراق ١٥ ۔ ١٢٠ رطل

لیکن اهل عراق کے قول کے مطابق میں نے پندرہ صاع کا وزن ایک سو بیس رطل پایا ۔ جو بہت بڑا فرق ھے ۔

اهل حجاز کا قول صحیح ھے

بناء بریں میں نے جان لیا که صاع کے بارے میں اهل حجاز کا قول صحیح ھے یعنی یه که وہ پانچ رطل اور تہائی رطل کا ھوتا ھے ۔

پھر اس نتیجه کی تصدیق و تائید رسول الله صلی الله علیه وسلم کی اس حدیث سے ھوگئی ۔ (٥)

پیمانه مدینه کا اور باٹ مکه کا

(١٦٠٥) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ھے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا : ,,پیمانه مدینه والوں کا مانا جائے گا اور باٹ مکه والوں کا ،،۔

ابو عبیدؒ : ۔ اس طرح ھمارے اس موقف کو تین تائیدیں حاصل ھو گئیں ۔ حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم ، روایت عمرؓ کا تجزیه اور اهل حجاز کی متفقه رائے، اب اس کے بعد دوسرے خیال کو کیا مقام حاصل ھوگا ؟

marfat.com

Marfat.com

)(<١٦٠٧) ابو عبیدؒ :۔ یہ ہے صاع کی مقدار کا تعین۔ اس لحاظ سے جہاں تک میرا علم ہے بلاکسی اختلاف کے یہ مقدار فرق کی گویا ایک تہائی ہوئی۔ کیونکہ ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔

بعض احادیث سے فرق اور صاع کا تعین

اس امر کی مزید تشریح احادیث سے ہوتی ہے

(١٦٠٨) کعب بن عجرۃ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت میں اپنی ہانڈی کے نیچے آگ سلگا رہا تھا اور میرے چہرے —— یا ابروؤں پر جوئیں ٹپک رہی تھیں، تو آپ نے دریافت فرمایا : ,,کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں ؟،، میں نے کہا : ,,جی ہاں ،، تو آپ نے فرمایا : ,,تم اپنا سرمونڈ ڈالو اور تین دن کے روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو یا ایک بکری قربان کر دو۔ اس حدیث کی سند کے ایک راوی ایوب کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ ان تینوں کی ترتیب میں پہلے حضور نے کسے رکھا تھا۔

(١٦٠٩) ابو عبیدؒ:۔ یہی حدیث ایوب ہی کی سند سے سفیان ابن عیینہ اس طرح بیان کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ : غلہ کا ایک فرق۔ ،،

(١٦١٠) ایک اور سند سے کعب بن عجرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث اس طرح بیان کرتے ہیں : ,,حضور نے مجھے حکم دیا کہ میں چھ مسکینوں کو غلہ کا ایک فرق کھلاؤں ،،۔

ابو عبیدؒ :۔ اب یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے اس لئے کہ ہر مسکین کو نصف صاع ملے گا۔

یہی چیز ایک دوسری حدیث میں بھی واضح ہے۔

(١٦١١) شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com
Marfat.com

کعب بن عجرۃ سے دریافت فرمایا : ,,کیا تمہارے ساتھ کوئی قربانی کا جانور ہے ؟ " انہوں نے کہا : ,,نہیں " تو آپ نے فرمایا : ,,اگر تم چاہو تو تین دن کے روزے رکھ لو اور اگر چاہو تو تین صاع کھجور چھ مسکینوں کے درمیان صدقہ کر دو ۔ ہر مسکین کو نصف صاع (کے حساب سے) اور اپنا سر مونڈ لو ۔

(۱۶۱۲) اس طرح مزید وضاحت ہوگئی کہ فرق تین صاع کا ہوتا ہے ۔ اس لئے کہ مسلم بن خالد کی حدیث (نمبر ۱۶۱۰) اور سفیان کی حدیث (نمبر ۱۶۰۹) میں فرق مذکور ہے اور یہاں تین صاع کھلانے کا حکم ہے ۔

اس کی مزید توضیح اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو مجاھد بیان کرتے ہیں : ۔

(۱۶۱۳) یحیی بن عتیق کہتے ہیں کہ میں نے مجاھد سے قسم کے کفارہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا : ,,ایک فرق دس (مسکینوں) کے درمیان (تقسیم کیا جائے گا) " ۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے یہ بات حسن بن مسلم کو بتائی تو انہوں نے کہا : ,,دو مد ترکاری اور آگ کے لئے (زیادہ رکھے ہیں) ۔ "

(۱۶۱۴) ابو عبیدؒ : ۔ (اس روایت کے ایک راوی) عبدالرحمن اس روایت کی تشریح یوں کرتے ہیں : ,,اس کا مطلب یہ ہے کہ مجاھد کے نزدیک قسم کے کفارہ کے سلسلہ میں ایک مُدّ دیا جائے گا ۔ اور فرق تین صاع کا ہوتا ہے اور صاع چار مد کا ۔ اس طرح فرق بارہ مد کے مساوی ہوا ۔ یہ تمام مقدار دس مسکینوں میں تقسیم کی جائے گی تو اس میں سے دس مد تو ان مساکین کے کھانے کے لئے ہوں گے یعنی فی کس ایک مد ۔ اور زیادہ بچنے والے دومد ان کے درمیان اس لئے تقسیم کر دئے جائیں گے کہ اس کے ذریعہ اس ایندھن اور ترکاری کا بندوبست کر لیں جو انہیں درکار ہے "۔

marfat.com

Marfat.com

ابو عبیدؒ :۔ اور یہی بات حسن بن مسلم نے بھی کہی تھی۔

(١٦١٥) ابو عبیدؒ :۔ یہ صاع جس کی اُوپر ہم نے شرح بیان کی ھے وھی صاع ھے جس پر تمام دینی امور میں مسلمانوں کے ناپ کا دارومدار ھے۔ وہ زمینوں کی زکواۃ کا معاملہ ھو یا صدقہ فطر کا، قسم کا کفارہ ھو یا مناسک کے فدیہ کا۔

ملجم =۲½صاع

میں نے آج کل ھمارے ھاں کے مروجہ پیمانہ ملجم کو ناپا ھے، وہ ڈھائی صاع کا نکلا اور یہ دس مد کے برابر ھے بشرطیکہ پیمانہ کو (چیز ڈال کر) اوپر سے برابر کر لیا جائے جیسے کہ آج کل بازار میں پیمائش کا طریقہ ھے۔

امکوک =۲½صاع ١٢٠ امکوک مساوی ھیں ٥ وسق کے

(١٦١٦) جہاں تک زمینوں کی پیداوار پر زکواۃ کا تعلق ھے تو جب گیہوں، جو یا کھجور یا کشمش اس مکوک کے ایک سو بیس ناپ ھو جائے تو اس پر زکواۃ واجب ھو جائے گی۔

اب اگر اس پیداوار والی زمین کی سیرابی، بارانی یا نہری ندی نالوں کے پانی سے ھو یا درخت خود اپنی جڑوں سے زمین کے اندر کا پانی پی لیتے ھوں تو اس پیداوار پر دسواں حصہ (زکواۃ) دیا جائے گا۔ اور اگر رھٹ، چرس وغیرہ کے ذریعہ محنت کر کے سیراب کیا جائے تو اس پیداوار پر بیسواں حصہ زکواۃ دی جائے گی۔ یہ اس لئے کہ زکواۃ پانچ وسق کی مقدار پر واجب ھوتی ھے اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ھوتا ھے۔ لہذا پانچ وسق تین سو صاع کے برابر ھونے۔ اور یہ مقدار برابر ھوئی ایک سو بیس مکوک کے۔ اس لئے کہ جیسا ھم پہلے بتا چکے ھیں ایک مکوک ڈھائی صاع کے برابر ھوتا ھے۔ اور ھمارے قفیز کے اعتبار سے یہ مقدار ٹھیک پندرہ قفیز ھوگی۔ یہ ھُوا زمینوں کی پیداوار پر زکواۃ کا حساب۔

marfat.com
Marfat.com

(زکواۃ یا) صدقۂ فطر

(۱٦۱۷) جہاں تک زکواۃ فطر (فطرہ یا صدقہ فطر) کا تعلق ہے تو اس میں ادا کرنے والے کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ گیہوں کھجور، جو یا کشمش میں سے جو جنس چاہے دے دے - اب اگر وہ کھجور، جو یا کشمش دینا پسند کرتا ہے تو یہ مکوک ڈھائی جانوں (شخصوں) کے عوض کافی ہوگا اس لئے کہ اس میں ڈھائی صاع ہوتے ہیں لیکن اگر وہ گیہوں دینا پسند کرے تو میرے نزدیک دونوں باتوں میں سے زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ وہ ایک صاع سے کم نہ دے اس لئے کہ اکثر روایات سے اسی کی تائید ہوتی ہے اور میرے نزدیک یہ کھجور اور جو سے افضل ہے - لیکن اگر وہ نصف صاع گیہوں دے تو بھی اسے کفایت کرے گا کیونکہ متعدد عــلماء نے اس کا فتوی بھی دیا ہے - تاہم ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو دینا میرے نزدیک نصف صاع گیہوں دینے سے بہتر ہے اگرچہ نصف صاع گیہوں سے بھی کام بن جاتا ہے - اس لئے کہ ہمارا پسندیدہ طریقہ اتباع سنت سے زیادہ ہم آہنگ ہے -

کفارہ، قسم

(۱٦۱۸) اب قسم کے کفارہ کو لیجئے تو اس کے لئے یہ ایک مکوک گیہوں دس مسکینوں میں تقسیم کر دینا کافی ہوگا - کیونکہ ہمارے سابقہ بیان کے مطابق یہ دس مد ہوجاتے ہیں - اس طرح ہمــارے مذہب کے مطابق ہر مسکین کو ایک مد مل جائے گا -

(۱٦۱۹) لیکن جو قسم کے کفارہ میں فی مسکین نصف صاع کا قائل ہے تو وہ دو مکوک دس مسکینوں میں تقسیم کرے گا -

مناسک کا فدیہ

(۱٦۲۰) اب رہا مناسک کا فدیہ مثلاً سرمونـڈ لینے یا سلا ہوا لباس پہننے یا اسی قسم کی دیگر مجبوریوں پر جو فدیہ (حج میں)

marfat.com

Marfat.com

محرم پر واجب ہوتا ہے تو اس کی مقدار میں اہل حجاز و اہل عراق میں اختلاف ہے ۔ اہل حجاز ہر مسکین کو ایک مد دینے کے اور اہل عراق ہر مسکین کو نصف صاع دینے کے قائل ہیں ۔ اس کی تفصیل کسی دوسری جگہ پر تفصیل سے آئے گی ۔ ان شاء اللہ ۔

مد = ۱⅓ رطل

(۱٦۲۱) ابو عبیدؒ : ۔ مذکورہ بالا بیان سے آپ کو صاع کے بارے میں مختلف صورتوں کی تفصیل بہم پہنچائی گئی ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ صاع پانچ رطل اور تہائی (۵⅓) رطل کا ہوتا ہے ۔ مد اس کا چوتھائی حصہ ہوتا ہے اور وہ (مد) ایک رطل اور تہائی رطل کا ہوا۔

رطل ۔ ۱۲۸ درہم

اور یہ ہمارے اس رطل کے حساب سے جس کا وزن ایک سو اٹھائیس درہم ہوتا ہے ۔ اور درہموں کا وزن بھی جانا ہوا ہے (٦)

درہم کی کہانی

(۱٦۲۲) ابو عبیدؒ : ۔ میں نے لوگوں کے احوال سے باخبر —— اور اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے —— ایک بزرگ سے سنا وہ درہم کی کہانی اور اسلام میں ان کے ڈھالے جانے کا سبب، بیان کرتے ہوئے کہہ رہے تھے : ۔ یہ دراہم جو روئے زمین پر ہمیشہ سے لوگوں کی نقدی کے کام آتے ہیں دو قسم پر مشتمل ہیں ۔ ایک تو یہ (نئے) سود وافیہ (بھر پور وزن کے بڑے درہم) اور دوسرے پرانے طبری دراہم ، جب اسلام آیا تو یہ انہی شکلوں میں مروج تھے ۔ پھر عہداموی میں خلفاء نے نئے دراہم ڈھانے کا ارادہ کیا تو نتائج پر غور کر لینے کے بعد اُنھوں نے کہا : ,,یہ سکے رہتی دنیا تک رائج رہیں گے، کیونکہ فریضہ زکواۃ کے سلسلہ میں آیا ہے : ,,ہر دو سو یا ہر پانچ اوقیہ پر پانچ درہم زکواۃ واجب ہوگی ،، اور ایک اوقیہ چالیس (درہم) کا ہوتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

وہ اس بات سے ڈرے کہ تمام دراھم سود وافیہ (بھرپور وزن کے بڑے دراھم کے برابر ڈھال دیں ، لیکن بعد ازاں یہی صورت اتنی عام ہو گئی کہ اس کے سوا کوئی دوسری شکل لوگ پہچانتے بھی نہ تھے۔ وہ زکواۃ کے سلسلہ میں یہی جانتے تھے کہ جب تک ان سود وافیہ دراھم کی تعداد دو سو یا اس سے زائد نہ ہو جائے ان پر زکواۃ واجب نہیں ہوتی ۔ لیکن اس طرح زکواۃ کی مقدار میں کمی ہوتی تھی ۔ اب وہ اس بات سے ڈرنے لگے کہ ان تمام دراھم کو طبریہ کے برابر بنا کر یہ قاعدہ بنالیں کہ جب ان دراھم کی تعداد دو سو ہو جائے تو ان پر زکواۃ واجب ہو جائے گی ۔ کیونکہ اس طرح مال کے مالک پر زیادتی ہوتی تھی ۔ تب انھوں نے یہ چاھا کہ ان دونوں صورتوں کے درمیان کوئی ایسی شکل پیدا کی جائے کہ اس میں زکواۃ بھی پوری ادا ہو جائے اور لوگوں کو نقصان بھی نہ ہو۔ ساتھ ھی یہ صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (مقررہ مقدار نصاب و سنت) زکواۃ کے مطابق بھی ہو ۔

بڑے درہم کا وزن آٹھ دانق اور چھوٹے کا چار دانق تھا

اس سے قبل لوگ دو حصوں میں زکواۃ ادا کرتے تھے بڑے دراھم سے علیحدہ اور چھوٹوں سے علیحدہ ۔ اب جب انھوں نے نئے دراھم ڈھالنے کا عزم مصمم کر لیا تو اُنھوں نے بڑے درھم کو تول کر دیکھا تو اس کا وزن آٹھ دانق تھا ۔ پھر اُنھوں نے چھوٹے درھم کو تول کر دیکھا کہ اس کا وزن چار دانق ھے ۔ چنانچہ اُنھوں نے بڑے کی زیادتی اور چھوٹے کی کمی کو برابر کرنے کے لئے (اوسط نکال کر) ہر ایک کا وزن چھ دانق کر دیا ، پھر مثقال سے اس کا وزن کر لیا ۔ کیونکہ مثقال ھمیشہ سے ایک ھی معین وزن کا رِھا ھے ۔ چنانچہ انھوں نے ایسے دس درھم لئے جن میں سے ایک کا وزن چھ دانق تھا ۔ پھر ان

marfat.com
Marfat.com

(دراهم) کو مثقالوں سے تولا تو وہ پورے سات مثقال ہوئے ۔ اس طرح ان دراهم میں تینوں صورتیں پیدا ہوگئی ۔ ایک تو یہ کہ وہ (دس دراهم) سات (مثقال) کے ہموزن ہوگئے ۔ ثانیاً یہ کہ چھوٹے اور بڑے درہموں کے درمیان اعتدال قائم ہوگیا ۔ تیسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زکواۃ سے متعلق سنت سے اسے پورا پورا تطابق حاصل ہوگیا نہ اس میں کوئی کمی رہی نہ بیشی ۔

درہم ۔ ٦ دانق

بعد ازاں دراهم کے یہ اوزان رائج ہوگئے اور اُمت نے متفقہ طور پر اس قبول کر لیا ۔ اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ پورے وزن کا درہم چھ دانق کا ہوتا ہے ۔ اور اگر اس کے وزن میں کچھ کمی بیشی ہوتو حسب موقع کہا جائے گا کہ اس درہم کا وزن کم یا زیادہ ہے ۔

اس طرح لوگ زکواۃ کی ادائی میں بحمداللہ اسی اصل پر باقی ہیں جو سنت و ہدایت نبوت پر مبنی ہے ۔ اس سے سرمو بھی متجاوز نہیں ہوئے ۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ اور التباس نہیں ہے۔

یہی صورت خرید و فروخت اور دیت سے متعلقہ امور کے معاملات میں چاندی کے سکے رکھنے والوں کے ساتھ جاری رہے گی ۔

یہ ہیں' وہ تفصیلات جو ہمیں اس ضمن میں پہنچیں ۔

ابو عبیدؒ :۔ اس سے قبل بھی درہم کا وزن چھ دانق ہی ہوتا تھا ۔ جس کا ذکر بعض احادیث میں آیا ہے ۔

(١٦٢٣) اصبغ بن نباتہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں : ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سو اسی درہموں پر حضرت فاطمہ علیہا السلام کا نکاح مجھ سے کرایا تھا ۔ ہر درہم کا وزن چھ (دانق) تھا ۔

marfat.com

Marfat.com

ابو عبیدؒ : ۔ یہی وزن برابر چلا آ رہا تھا تاآنکہ بعد میں جیسا کہ ہم نے بتایا وہ سات (مثقال) (۷) کا کر دیا گیا ۔

★

حوالہ جات

۱) عاشر سے یہاں مراد غیرقانونی ٹیکس اور چنگی وصول کرنے والا ہے ۔ ویسے یہ لفظ عشور (چنگی ٹیکس) اور عشر (۱/۱۰) وصول کرنے والے کے بھی بولا جاتا ہے (جو مسلمانوں سے بارانی یا ندی نہر کے پانی سے سیراب ہونے والی اراضی کی پیداوار پر لیا جاتا ہے جبکہ وہ پانچ وسق ہو جائے) اس باب میں ابو عبید عاشر کی جو مذمت کر رہے ہیں اس کے لئے یہ پورا باب تفصیلی مطالعہ کا مستحق ہے بالخصوص اس باب کا آخری حصہ ۔ تاہم یہ یاد رہے کہ اس باب میں ٹیکس جو اپنے صحیح مصارف پر خرچ نہیں کیا جاتا اسی ذیل میں آتا ہے ۔

جہاں بھی ٹیکس وغیرہ کی مذمت ہے وہ اس ظلم و تشدد کی بناء پر ہے جو ناجائز طور پر لیا اور دیا جاتا ہے ۔ وہ ٹیکس جو اپنے صحیح مصارف پر خرچ نہیں کیا جاتا اسی ذیل میں آتا ہے ۔

۱) اسے احمد ، مسلم ، ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے ۔

۲) یہ روایت بیہقی میں ہے ۔

۳) یہ روایت نسائی میں ہے ۔

۴) یہ امام ابو حنیفہ کے مشہور شاگرد ابو یوسف ہیں ۔

۵) تمام معتمد علیہ ذرائع متفق ہیں کہ مکہ میں سونے کا دینار بیاسی اور ۲/۵ دانہ جو کے مساوی وزن کا تھا اور درہم ۷/۱۰ مثقال کا اس طرح رطل کا وزن مذکورہ درہم سے ۱۲۸ درہم ہوا ۔ (التلخیص الجبیر : ۱۸۳)

۶) یہ وہ درہم ہیں جن میں سے دس کا وزن سات مثقال ہوتا تھا ۔

۷) یعنی ۱۰ درہم کا وزن سات مثقال ہو گیا ۔

marfat.com

Marfat.com

فصل

مسلمانوں ، ذمیوں اور اهل حرب کے اُن اموال

سے وصــول کئے جانے والے صدق (زکواة اور دیــگر ٹیکسوں)

کا بیان جو ,,عاشر (۱) ،، کے پاس سے گذارے جاتے هیں

باب : ۵۷

عاشر اور ٹیکس، وصول کرنے والے کا بیان نیز وہ وعید اور سختی جو اس بارے میں مروی هے

ناجائز طور سے ناحق ٹیکس وصول کرنے والے کے لئے وعید

(۱٦٢٣) عقبة بن عامر نے رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کو یه فرماتے ہوئے سنا ۔ ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا ۔،،

(۱٦٢۵) رویفع بن ثابت کہتے هیں که میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کو یه فرماتے سنا :۔ ٹیکس وصول کرنے والا (یعنی عاشر) جهنم میں جائے گا ۔

(۱٦٢٦) عبداللہ بن عمرو کہتے هیں : ,,ٹیکس وصول کرنے والے سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا ، وہ جیسا بھی ہوگا اُٹھا کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا ۔

(۱٦٢٧) خالد بن ثابت کہتے هیں که کعب الاحبار نے مجھے عمرو

marfat.com
Marfat.com

بن العاص کے ساتھ مصر جاتے وقت یہ وصیت یا ہدایت کی کہ ٹیکس (چنگی) کو ہاتھ نہ لگانا۔ اور مجھے اس کے لینے سے منع کیا تھا۔

(۱۶۲۸) عبدالرحمن القاری کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا تھا : ,,لوگوں سے فدیہ کو ختم کر دو، اور لوگوں سے دستر خوان ختم کر دو اور لوگوں سے چنگی (ٹیکس) بند کر دو (۲)۔ یہ ٹیکس نہیں بلکہ ظلم ہے اور لوگوں کو نقصان پہنچانا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے :۔

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ)

(ہود ۱۱ : ۸۴)

لوگوں کو اُن کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے تباہی نہ مچاؤ۔

لہذا تمہارے پاس صدقہ (زکواۃ) لائے تو اس سے وہ قبول کر لو اور جو صدقہ نہ لائے تو اللہ اس سے حساب کرے گا،،۔

(۱۶۲۹) کریز بن سلیمان کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے عبداللہ بن عوف القاری کو لکھا تھا : رفح کے اس مکان پر چڑھائی کر دو جسے ,,چنگی خانہ،، (ٹیکس گھر) کہا جاتا ہے اور اسے ڈھا دو، پھر اس کا ملبہ لدوا کر سمندر میں بکھیر دو،،۔

ابو عبیدؒ :۔ ہمارے اندازہ کے مطابق رفح مصر اور رملہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ (۱۶۳۰) مالک بن عتاھیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,جو عشور (چنگی) وصول کرنے والے سے ملے وہ اس کی گردن اُڑا دے،،۔

(۱۶۳۱) دوسری سند سے ایک قبیلہ جذام کا شخص راوی ہے کہ فلاں ابن عتاھیہ کو یہ کہتے سنا گیا : جب تم کسی عاشر (عشور وصول کرنے والے) سے ملو تو اسے قتل کر ڈالو،، راوی کہتا ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

یہاں عاشر سے ان کی مراد وہ شخص ہے جو ناجائز طور پر صدقہ وصول کرتا ہے ۔

(۱٦۳۲) مسلم بن شکرہ ۔ یا مسلم بن مصبح ــــ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے ابن عمرؓ سے دریافت کیا : ,,کیا آپ کے علم میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں سے عشر (ٹیکس) وصول کیا ہو ؟،، تو انھوں نے کہا : ,,نہیں ، میرے علم میں نہیں ہے ۔ ،،

(۱٦۳۳) ابراھیم بن مہاجر کہتے ھیں کہ میں نے زیاد بن حدیر کو یہ کہتے سنا کہ میں پہلا عاشر (ٹیکس وصول کرنے والا) ہوں جس نے اسلام میں عشر (ٹیکس) وصول کیا ۔،، میں نے دریافت کیا کہ تم لوگ کس سے عشر وصول کیا کرتے تھے ؟ تو انھوں نے کہا ۰ ,,ھم مسلمان یا معاھد سے عشر نہیں وصول کرتے تھے بلکه بنی تغلب کے نصاری سے عشر وصول کرتے تھے ۔،،

(۱٦۳۴) عبدالرحمن بن معقل کہتے ھیں کہ میں نے زیاد بن حدیر سے دریافت کیا : ,,تم کس سے عشر (ٹیکس) وصول کرتے تھے ؟،، اُنھوں نے جواب دیا : ,,ھم نه مسلمان سے عشر وصول کرتے تھے نه معاھد،، اس پر میں نے کہا : ,,پھر کس سے عشر وصول کرتے تھے ؟،، تو انھوں نے جواب دیا : دارالحرب کے تاجروں سے ، جس طرح وہ ھم سے اپنے عــلاقه میں داخله پر عشر وصول کیا کرتے تھے۔،،

(۱٦۳۵) مسوق کہتے ھیں : ,,مجھے تمہارے اس عمل سے زیادہ کوئی خوفناک عمل ایسا نہیں معلوم جو مجھے جہنم میں داخل کر دے ۔ مجھے اس کا تو خدشه نہیں کہ میں کسی مسلمان یا معاھدہ پر درھم یا دینار لینے میں ظلم کروں ۔ البته میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ یہ رسی (۳) کا سلسله کہاں سے آگیا جو نه رسول الله صلی الله علیه وسلم کی سنت ہے اور نه ابو بکر و عمر رضی الله عنہما کی ۔،،

marfat.com
Marfat.com

لوگوں نے ان سے دریافت کیا : ,,آپ کو کسی چیز نے اس کام میں حصہ لینے پر مجبور کر دیا ؟،، تو اُنھوں نے کہا : ,,زیاد، شریح ، اور شیطان نے میرا اس قدر پیچھا لیا کہ مجھے اس میں حصہ لینا پڑا ،،۔

(۱٦۳٦) شعبی کہتے ھیں کہ زیاد نے مسروق کو سلسلہ کا عامل بنایا وہ گئے اور وھیں مر گئے، تو زیاد سے دریافت کیا گیا : ,,وہ اپنی ذمہ داری سے کیسے عہدہ برآ ھوا ؟،، تو اُنھوں نے کہا : ,,بالکل ایسے ھی جیسے تم دیکھتے ھو کہ کپڑا دھوبی کو دیا جاتا ھے اور وہ اسے خوب عمدہ دھو دیتا ھے ؟،، ۔

(۱٦۳۷) ابو اسحق کہتے ھیں کہ میں نے ابو وائل کو یہ کہتے سنا: ,,میں سلسلہ میں مسروق کے ساتھ تھا ، میں نے کسی حاکم کو ان سے زیادہ پاکباز نہیں پایا، وہ دجلہ کے پانی کے سوا کچھ نہ لیتے تھے،،

ابو عبیدؒ : ۔ مذکورہ بالا احادیث کی توجیہ جن میں عاشر (ٹیکس یا چنگی وصول کرنے والے) کا ذکر اور ٹیکس یا چنگی وصول کرنے پر ناپسندیدگی یا سخت تنبیہ آئی ھے، یوں کی جائے گی کہ یہ وہ محصولات ھیں جن کا سراغ جاھلیت میں ملتا ھے ۔ عرب و عجم کے تمام بادشاہ اس قسم کے ٹیکس وصول کرتے تھے ۔ ان کا دستور تھا کہ وہ اپنی علاقہ میں تاجروں کے داخلہ پر ان کے اموال کا دسواں حصہ (چنگی) لے لیا کرتے تھے ۔

(۱٦۳۸) اس کی وضاحت ھمارے بیان کردہ ان مکاتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ھوتی ھے جو آپ نے مختلف علاقوں مثلاً قبیلہ ثقیف یا بحرین، دومة الجندل وغیرہ کے حاکموں کے جواب میں تحریر فرمائے تھے جہاں کے باشندوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، جن میں آپ کی یہ تصریح ھے : ,,ان لوگوں کے جانوروں کو یکجا اکٹھا

marfat.com
Marfat.com

نہیں کیا جائے گا ۔ اور نہ ان سے دسواں حصہ (چنگی یا ٹیکس) لیا جائے گا ۔ اس طرح نیز دیگر بہت سی روایات سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہ جاہلیت کا دستور تھا جسے اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نیز اسلام کے ذریعہ ختم کر کے اس کے بجائے فریضہ زکواۃ مقرر کیا جس کی مقدار چالیسواں حصہ ہے یعنی ہر سو درہم پر پانچ درہم ۔ اب جو اس فریضہ کے مطابق وصول کرتا ہے وہ ,,عاشر،، (ٹیکس وصول کرنے والا) نہیں کہلائے گا کیونکہ وہ دسواں حصہ نہیں بلکہ چالیسواں حصہ وصول کر رہا ہے ۔

(۱۶۳۹) اس کی تفسیر اس حدیث میں ہے جسے حرب بن عبیداللہ ثقفی اپنے نانا کے توسط سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں : ,,مسلمانوں پر عشور کی ادائی واجب نہیں ۔ عشور تو یہود و نصاری سے لئے جاتے ہیں ۔ ،،

(۱۶۴۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بھی اس کی مزید شرح کرتی ہے جس میں ,,عاشر،، کا لفظ ہے اور جو ہم پہلے درج کر آئے ہیں ۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں : ,,(عاشروہ ہے) جو ناجائز اور غلط طریقہ سے صدقہ (زکواۃ) لیتا ہے ۔،،

(۱۶۴۱) ابو عبیدؒ : ۔ جب وہ معینہ مقدار سے زائد زکواۃ وصول کرے تو وہ ناجائز اور ناحق لے رہا ہے ۔،،

(۱۶۴۲) یہی مفہوم حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت کا ہے جس میں سائل نے ان سے دریافت کیا تھا : ,,کیا تمہارے علم میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں سے عشر (۱/۱۰ حصہ) وصول کیا ہو ؟،، تو انہوں نے جواب دیا تھا : ,,نہیں ، میرے علم میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ۔ ،،

ابو عبیدؒ : ۔ ہمارا خیال ہے کہ اس لاعلمی سے ان کی مراد یہی عشر ہے زکواۃ نہیں، اور وہ زکواۃ کی وصولی کا انکار کیونکر کر

marfat.com
Marfat.com

سکتے تھے جبکہ حضرت عمرؓ اور دیگر خلفاء وظائف دیتے وقت ھی زکواۃ لے لیا کرتے تھے اور خود ابن عمرؓ کی رائے بھی یہی تھی کہ انھیں (خلفاء کو) وہ زکواۃ دے دی جائے ؟"

(۱۶۴۳) یہی بات زیاد بن حدیر کی روایت سے مترشح ھے۔ وہ کہتے ھیں : ھم کسی مسلم یا معاھد سے عشر نہیں وصول کرتے تھے۔ مطلب یہی ھے کہ ھم مسلمانوں سے ربع عشر (یعنی چالیسواں حصہ) وصول کرتے تھے اور ذمیوں سے نصف عشر (بیسواں حصہ)

یہ وعید سیم و زر کی زکواۃ وصول کرنے میں جبر کرنے والوں سے متعلق ھے

(۱۶۴۴) لہذا ایسی صورت میں جبکہ عاشر (ٹیکس وصول کرنے والا) مسلمانوں سے جو کچھ زکواۃ وہ رضاکارانہ لے کر آئیں وصول کرے اور ان پر کسی قسم کا اکراہ و جبر نہ ھو تو ان احادیث کی رو سے وہ اس وعید میں داخل نہ ھوگا۔ لیکن اگر وہ زکواۃ لینے میں ان پر جبر و اکراہ کرتا ھو تو میں مطمئن نہیں کہ وہ اس وعید کے مستحقین میں نہ ھو۔ خواہ وہ جبراً ان سے چالیسواں حصہ ھی وصول کرتا ھو۔ اس لئے کہ سیم و زر (۴) کی زکواۃ میں تو خصوصی طور پر یہی سنت ھے کہ لوگوں پر پورا اعتماد کیا جائے (اور ان پر کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے ، وہ اپنے اندازہ سے حساب کر کے جو لائیں اس پر شبہ نہ کیا جائے)۔

(۱۶۴۵) یہی پہلو مسروق کی اس حدیث میں نمایاں ھے جسے ھم درج کر آئے ھیں۔ جس میں وہ کہتے ھیں : "میں نہیں سمجھ سکا کہ یہ رسی کہاں سے آگئی ھے جو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ھے نہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ؟ یہ رسی تھی جو دریا عبور کرنے سے روکنے کے لئے حائل کی جاتی تھی اور

marfat.com
Marfat.com

کشتیاں صدقه (چنگی) ادا کئے بغیر اس سے آگے نه جا سکتی تھیں ۔ چنانچه مسروق نے اس طریقه کو بھی لوگوں سے زکواۃ کی جبری وصولی قرار دیتے ہوئے اسے ناپسند کیا ۔

(۱۶۴۶) اسی پہلو کی وضاحت ھماری مذکورہ عمر بن عبدالعزیز والی روایت کرتی ھے جس میں ھے : ,,جو صدقه (زکواۃ) تمہارے پاس لے آئے اس سے تم وہ قبول کر لو ۔ اور جو تمہارے پاس نه لائے الله اس سے حساب کرنے والا ھے ،،

(۱۶۴۷) یہی مفہوم حضرت عثمانؓ کی روایت کا ھے جس میں ھے : ,,اور جس سے بھی ھم زکواۃ لیں گے اس کی شکل یہی ہوگی که وہ رضاکارانه ھمارے پاس زکواۃ لے آئے ،،

(۱۶۴۸) حکام کا طریقه یه تھا که وہ وظائف دیتے وقت (لینے والوں سے) وصولی سے قبل زکواۃ کے متعلق دریافت کر لیتے تھے ، لیکن جب وظائف (لوگوں کو) وصول ھو جاتے تو وہ ان کی امانتوں کی حیثیت اختیار کر لیتے ۔

یه ھوا سیم و زر کی زکواۃ کا مسنون طریقه ۔

وہ زکواۃ جس کی وصولی کے لئے جبر و اکراہ کی اجازت ھے

اب رھا وہ صدقه (زکواۃ) جس کے وصول کرنے میں لوگوں پر جبر و اکراہ کیا جا سکتا ھے اور جسے روکنے پر ان (روکنے والوں) سے جہاد کیا جائے گا سو یه مویشیوں اور زرعی پیداوار اور کھجوروں کی زکواۃ ھے : ۔

(۱۶۴۹) اب اگر عاشر ان مذکورہ بالا اقسام پر زکواۃ کی وصولی کے ضمن کوئی سختی کرے تو وہ اس وعید و تشدد کا مستحق نه ھوگا۔ اس کا یه رویه کیونکر مکر وہ ھو سکتا ھے جبکه خود حضرت عمر بن الخطابؓ اور ان کے بعد ائمه نے اسے روا رکھا ھے ۔ پھر ھمیں

marfat.com
Marfat.com

علماء حجاز و عراق و شام وغیرہ کے علماء میں کوئی بھی ایسا نہیں ملتا جو اس رویہ کو مکروہ قرار دیتا ہو اور اسے نہ اپناتا ہو۔ اور ان کی سب کی یہی رائے تھی کہ عاشر جو کچھ لے لے اُس سے زکواۃ ادا ہو جاتی ہے۔

(۱۶۵۰) ان میں انس بن مالک ، حسن اور ابراھیم ھیں۔

(۱۶۵۱) اس بارے میں حضرت عمرؓ کا مسلک یہ تھا : وہ مسلمانوں سے تو زکواۃ وصول کرتے تھے اور اھل حرب سے پورا عشر (۱/۱۰ حصہ)۔ اس لئے کہ یہ لوگ بھی اپنے علاقہ میں مسلمانوں کے داخلہ پر اتنی مقدار (۱/۱۰ حصہ) لیتے تھے۔ ان ہر دو صنف کے ساتھ ان کا یہ طرز عمل بالکل واضح اور عیاں تھا۔

ذمیوں سے عشر لینے کی وجہ

(۱۶۵۲) ابو عبیدؒ :۔ اس ضمن میں جس کی توجیہ مجھے مشکل معلوم ہوتی تھی وہ ذمیوں سے عشر لینے کا مسئلہ ہے۔ یہ لوگ نہ تو مسلمان ھیں کہ ہم ان سے زکواۃ لیں اور نہ اھل حرب میں کہ ان سے اتنی مقدار وصول کر لیں جو وہ ہمارے آدمیوں سے لیتے ھیں۔ میرے لئے یہ عقدہ لاینحل بنا رہا تاآنکہ حال ہی میں جب میں نے اس مسئلہ میں تدبر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان سے (تجارتی مال پر) جو کچھ وصول کیا جاتا ہے وہ ان شرائط صلح کی بنیاد پر ہوتا ہے جو ان کے ساتھ طے پاتی ھیں۔ فی کسی جزیہ اور زمینوں کا خراج اس کے علاوہ ہے۔

(۱۶۵۳) ابو مجلز راوی ھیں کہ حضرت عمرؓ نے عمارؓ، ابن مسعودؓ اور عثمان بن حنیف کو کوفہ بھیجا —— پھر ایک واقعہ بیان کیا جو دوسری جگہ مذکور ہے۔ وھاں عثمان نے زمین کی پیمائش کی اور اس پر اتنی اتنی مقدار متعین کی۔ اور ذمیوں کے ان اموال پر جو وہ

marfat.com
Marfat.com

(تجارت کے سلسلہ میں) لاتے لے جاتے ھیں ـ ھر بیس درھم پر ایک درھم مقرر کیا ، اور ان کے ھر فرد پر ـ عورتوں اور بچوں کو نکال کر چوبیس (درھم) مقرر کئے ـ پھر اپنے اس فیصلہ سے خط کے ذریعہ حضرت عمرؓ کو اطلاع دی ، جسے انھوں نے برقرار رکھنے کی اجازت دی ـ

ابو عبیدؒ :ـ بناء بریں ان (ذمیوں) کے تاجروں سے جو کچھ وصول کیا جاتا ھے وہ صلح کی بنیاد پر ھے ـ لھذا اب یہ (محصول ادا کرنا) ذمیوں پر مسلمانوں کے لئے واجب ھے ـ یھی مالک بن انس بھی کہا کرتے تھے ـ ان کے اس قول کی روایت مجھ سے ابن بکیر نے اس طرح کی ھے :ـ

(۱٦۵۴) ان (ذمیوں) سے معاھدہ صلح میں یہ شق شامل تھی کہ وہ اپنے علاقوں میں رھیں گے اور جب وھاں سے تجارت کے لئے دوسرے علاقوں سے گذریں گے تو ان سے ھر بار گذرنے پر یہ ٹیکس لیا جائے گا ـ

یہ ھیں اھل ذمہ اور اھل حرب سے متعلق احکام و روایات ـ اب رھا وہ معاھدہ صلح جو انھوں (حضرت عمرؓ) نے بنی تغلب سے کیا تھا سو وہ ایک مشھور معاملہ ھے اور وہ ان شاء اللہ اپنی جگہ پر آئے گا ـ

—★—

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱) عاشر سے یہاں مراد غیر قانونی ٹیکس اور چنگی وصول کرنے والا ہے ۔ ویسے یہ لفظ عشور (چنگی ٹیکس) اور عشر($\frac{1}{10}$) وصول کرنے والے کے بھی بولا جاتا ہے (جو مسلمانوں سے بارانی یا ندی نہر کے پانی سے سیراب ہونے والی اراضی کی پیداوار پر لیا جاتا ہے جبکہ وہ وسق ہو جائے) اس باب میں ابو عبید عاشر کی جو مذمت کر رہے ہیں اس کے لئے یہ پورا باب تفصیلی مطالعہ کا مستحق ہے بالخصوص اس باب کا آخری حصہ ۔ تاہم یہ یاد رہے کہ اس باب میں جہاں بھی ٹیکس وغیرہ کی مذمت ہے وہ اس ظلم و تشدد کی بناء پر ہے جو ناجائز طور پر لیا اور دیا جاتا ہے ۔ وہ ٹیکس جو اپنے صحیح مصارف پر خرچ نہیں کیا جاتا اسی ذیل میں آتا ہے۔

۲) یہ وہ زائد مطالبات تھے جو حکومت نے عوام کے ذمہ لازم کر دئے تھے جنہیں ظلم قرار دیتے ہوئے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں موقوف کر دیا ۔

۳) اس رسی کی تفصیل کے لئے دیکھئے نمبر ۱٦۴۵ ۔

۴) یہ ,,صامت،، کا ترجمہ ہے جس سے مراد بےجـــان مال ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ٧٦

عاشر مسلمانوں سے زکواۃ اور ذمیوں اور اھل حرب

سے عشور (چنگی یا ٹیکس) کس مقدار میں وصول کریگا

مسلم، ذمی اور غیر ذمی تاجروں سے زکواۃ و عشر کی وصولی کی شرح

(١٦٥٥) انس بن سیرین کہتے ھیں : ,,مجھے انس بن مالک نے بلوایا میں نے دیر لگا دی ۔ اُنھوں نے پھر مجھے بلوایا تو میں ان کے پاس گیا انھوں نے مجھ سے کہا : میں تو یہ خیال کرتا ھوں کہ اگر میں تمھیں ایسا ویسا پتھر دانتوں سے چبانے کا حکم دے دوں تو تم میری رضا جوئی کی خاطر اس حکم پر عمل کرنے سے بھی دریغ نہ کرو گے ۔ حیرت ھے کہ میں نے تمھارے لئے اپنا پسندیدہ عمل اختیار کیا لیکن تم نے اسے ناپسند کا دیا، میں تمھارے لئے حضرت عمرؓ کی سنت (معمول) لکھے دیتا ھوں ــ میں نے کہا : ,, آپ حضرت عمرؓ کی سنت میرے لئے لکھ دیجئے ۔ ،، چنانچہ انھوں نے لکھا : مسلمانوں سے ھر چالیس درھم پر ایک درھم لیا جائے گا اور ذمیوں سے ھر بیس درھم پر ایک درھم، اور غیرذمیوں سے ھر دس درھم پر ایک درھم،، میں نے ان سے دریافت کیا : ,,غیرذمی کون لوگ ھیں ؟،، انھوں نے کہا : رومی لوگ، جو شام آتے تھے ــ

marfat.com
Marfat.com

(۱۶۵۶) زیاد بن حدیر کہتے ہیں : ,,حضرت عمرؓ نے مجھے عشر کی وصولی پر مامور فرمایا تو مجھے حکم دیا تھا کہ میں اہل حرب تاجروں سے عشر ($\frac{1}{10}$) وصول کروں اور ذمی تاجروں سے عشر کا نصف (یعنی $\frac{1}{20}$) اور مسلمان تاجروں سے عشر کا چوتھائی (۱۶۵۷) زیاد بن حدیر کہتے ہیں : ,,مجھے حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ میں ذمی تاجروں سے اس رقم کا دگنا وصول کروں جو میں مسلمان تاجروں سے وصول کرتا ہوں۔ ,,

(۱۶۵۸) زیاد بن حدیر کہتے ہیں : ,,مجھے حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ میں بنی تغلب کے نصاری سے عشر ($\frac{1}{10}$) وصول کروں اور اہل کتاب نصاری سے عشر کا نصف (یعنی $\frac{1}{20}$)

(۱۶۵۹) سائب بن یزید کہتے ہیں : ۔

,,میں حضرت عمرؓ کے عہد میں مدینہ کے بازار پر (چنگی وصول کرنے والا) عامل تھا ۔ ہم نبطیوں سے عشر ($\frac{1}{10}$) لیا کرتے تھے ۔

چنگی لگانے میں ملکی مانگ کی رعایت ملحوظ رکھنا

(۱۶۶۰) عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں : ,,حضرت عمرؓ نبطیوں سے زیتون کے تیل اور گیہوں پر تو نصف عشر ($\frac{1}{20}$) لیا کرتے تھے تاکہ مدینہ میں یہ سامان زیادہ مقدار میں پہنچے اور دوسرے دانوں اور دالوں پر دسواں حصہ لیتے تھے ۔ ,,

ذمیوں سے عشور کی وصولی

(۱۶۶۱) زریق بن حیان دمشقی ، جو مصر کی گذر گاہ (کے چنگی ناکہ) پر مامور تھے، کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انھیں لکھا تھا : ,,ذمیوں میں سے جو تمہارے پاس سے گذرے ، تم اُن سے ان کے تجارتی اموال پر ہر بیس دینار پر ایک دینار لے لینا ۔ اگر بیس دینار سے کم کا ہو تو دس دینار تک اسی حساب سے کمی کر دینا ۔

marfat.com

Marfat.com

اگر دس دینار سے ایک تہائی کی بھی کمی ہو تو اس پر ان سے کچھ نہ لینا، اور جو کچھ تم ان سے لو اس کی انھیں رسید دے دینا جس کی مدّت سال بھر کی ہوگی ۔ (یعنی سال گذرنے کے بعد پھر از سرنو اسی کے مطابق عشور لیا جائے گا)

ابو عبیدؒ :۔ اس راوی .. کا نام اھل رزیق ،، کہتے ھیں اور اھل شام و مصر ،،زریق،، کہتے ھیں اور موخر الذکر ھی اس کے بارے میں زیادہ واقف ھیں ۔

(۱٦٦۲) ایک اور سند سے یہی روایت اسی راوی سے عمر بن عبدالعزیز ھی سے مروی ھے ۔

عشور وصول کرتے وقت مالیت کا تخمینہ

(۱٦٦۳) عبداللہ بن محمد بن زیاد بن حدیر کہتے ھیں کہ میں اپنے دادا زیاد بن حدیر کے ساتھ تھا جو عشور کی وصولی پر مامور تھے ۔ چنانچہ ایک نصرانی ایک گھوڑے کے ساتھ وھاں سے گذرا جس کی قیمت انھوں نے بیس ھزار لگائی ۔ پھر انھوں نے اس نصرانی سے کہا : ،،تم چاھو تو ھمیں دو ھزار دے کر گھوڑا لے جاؤ ۔ اور اگر چاھو تو ھم تمہیں اٹھارہ ھزار (گھوڑے کے عوض) دے دیں گے،،

عشور صلحی شرائط کے مطابق لیا جاتا تھا اور عہد عمر سے قبل اس کا رواج نہ تھا

(۱٦٦۴) ابو عبیدؒ :۔ جیسا کہ ھم پہلے آپ کو بتا چکے ھیں حضرت عمرؓ نے عشور کی وصولی کے سلسلہ میں یہ جو کاروائیاں کیں اُن کی بنیاد ان صلح ناموں پر تھی جو ان کے ساتھ طے پائے تھے، یہ کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں ہوتا تھا ۔ اس لئے کہ آپ نے جن سے صلح کی تھی ان سے اس قسم کی کوئی شرط ان کے ساتھ نہیں رکھی تھی ۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کے

marfat.com
Marfat.com

عہد میں بھی - جہاں تک غیرعربی ممالک کی فتوحات کا تعلق ہے۔
یہ سلسلہ حضرت عمرؓ کے دور میں جاری ہوا، لہذا اس قسم کے
مسائل انہی کے دور میں رونما ہوئے -

(۱۶۶۵) شعبی کہتے ہیں : ,,سب سے پہلے اسلام میں جس نے
عشر کو رائج کیا وہ حضرت عمرؓ ہیں -"

(۱۶۶۶) ابو عبیدؒ :- ابن شہاب حضرت عمرؓ کے اس عمل پر
کچھ ایسی تاویل کرتے تھے جو اگر دوسرے انداز سے ہوتی تو مجھے
زیادہ پسندیدہ ہوتی -

(۱۶۶۷) مالک بن انس کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب زہری
سے دریافت کیا کہ حضرت عمرؓ نے ذمیوں سے عشر کیوں وصول کیا تھا؟
تو اُنھوں نے کہا: ,,ان سے جاہلیت میں یہ لیا جاتا تھا چنانچہ
حضرت عمرؓ نے اسے (اسلام میں بھی) بحال رکھا - "

(۱۶۶۸) ابو عبید :- اس ضمن میں ہماری مذکورہ پہلی توجیہ
اولی ہے جس کی رو سے حضرت عمرؓ کا یہ عمل صلح کی شرائط کی
بناء پر تھا - حضرت عمرؓ کے عمل سے ہماری اس تاویل کو زیادہ
مشابہت حاصل ہے - اور خود مالک بھی یہی کہا کرتے تھے :-
عشور (چنگی)کے متعلق اہل عراق کا قول :-

**(۱) عشور سو یا دو سو درہم کی مالیت کے تجارتی سامان پر لیا
جائے گا**

(۱۶۶۹) ابو عبیدؒ :- جب ذمی عشور وصول کرنے والے کے پاس
سے اپنا مال (تجارت) لے کر گذرے تو سفیان کہا کرتے تھے کہ عاشر
(محصل) اس مال سے اس وقت تک کچھ نہیں لے گا تاآنکہ اس
کی قیمت سو درہم نہ ہو جائے سو درہم قیمت ہونے پر وہ اس پر
نصف عشر ($\frac{1}{20}$) وصول کرے گا -

marfat.com
Marfat.com

(۱٦۷۰) لیکن سفیان کے علاوہ دیگر اهل عراق کا کہنا ہے : ,,محصل اس وقت تک اس کے مال پر کوئی عشور وصول نہ کرے گا جب تک کہ اس کی قیمت دو سو درہم نہ ہو جائے ۔

(۱۱) ذمی مقروض ہونے کا دعوی کرے تو عشور معاف ہو جائے گا

(۱٦۷۱) ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ اگر وہ (تاجر ذمی) کہے کہ میں مقروض ہوں، یا یہ کہے کہ یہ مال میرا نہیں ہے اور اس پر قسم بھی کھا لے تو اس کی بات سچ مانی جائے گی اور اس سے اس مال پر کچھ عشور نہ لیا جائے گا ۔

(۱۱۱) عشور دیرپا اشیاء پر لیا جائے گا جلد خراب ہو جانے والی چیزوں پر نہیں لیا جائے گا

(۱٦۷۲) ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ اس سے سیم و زر، اسباب و سامان ، اور غلام اور اسی قسم کے دیگر اموال پر عشور لیا جائے گا جو لوگوں کے پاس باقی رہتے ہوں ، لیکن اگر وہ پھل وغیرہ کی قسم کی چیزیں لائے جو لوگوں کے پاس زیادہ (وقت تک) نہیں بچتی ہیں تو ان پر اس سے کچھ نہیں لیا جائے گا ۔

(۱۷) ایک ہی مال پر کئی بار عشور نہیں لیا جائے گا

(۱٦۷۳) ان کا قول یہ بھی ہے کہ ایک ہی مال پر اس سے سال میں ایک دفعہ سے زیادہ عشور نہیں لیا جائے گا خواہ وہ اسے لے کر کئی بار آمد و رفت کرے ۔

یہ ہے اہل عراق کا قول ۔

امام مالکؒ کا عراقی فقہاء سے اختلاف

(۱٦۷۴) جہاں تک مالک کا تعلق ہے وہ اس بارے میں ان تمام حضرات سے زیادہ سخت ہیں ۔ ان کا کہنا ہے : ,,جب ذمی تجارت

marfat.com
Marfat.com

کا مال لے کر عاشر کے پاس سے گذرے تو وہ اس سے نصف عشر (۱/۲۰) لے گا خواہ وہ مال دو سو (درہم) کا نہ ہو،،۔ ان کا کہنا ھے : ,,اور اگر وہ دعوی کرے کہ اس پر قرض ھے تب بھی اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور اس سے نصف عشر (۱/۲۰) لے لیا جائے گا،،۔ وہ کہتے کہ اسی طرح اگر وہ پھل لے کر گذرے یا کوئی اور باقی رہنے والی چیز یا نہ باقی رہنے والی چیز۔ بہرحال اس سے عشور لیا جائے گا بشرطیکہ وہ مال تجارت ہو،،۔

(۱٦۷۵) وہ مزید کہتے ھیں : ,,اور جب وہ گذرے گا خواہ وہ اپنا مال لے کر سال میں کتنی بار گذرے۔ ھر بار اس سے (اس مال پر) عشــور لیا جائے گا،،۔

مجھے مالکؒ کے یہ تمام اقوال یا ان میں سے بعض یحیی بن بکیر نے بتائے ھیں۔

ابو عبیدؒ کا محاکمہ

ابو عبیدؒ :۔ ان تمام مختلف اقوال کی تاویلات و توجیہات ھیں :۔

(۱٦۷٦) اھل عراق کے وہ لوگ جن کا کہنا ھے کہ ذمی سے اس وقت تک کچھ نہیں لیا جائے گا تاآنکہ اس کے مال تجارت کی قیمت دو سو درھم نہ ھو جائے تو ان حضرات نے اس مال کو زکوٰۃ سے مشابہ قرار دیا ھے۔ ان کے اس طرف جانے کی وجہ یہ ھے کہ حضرت عمرؓ نے جب لوگوں کے تجارتی اموال پر محصول متعین کیا تو کہا تھا : مسلمانوں سے اتنا اتنا لیا جائے گا، اور ذمیوں سے اتنا ، اور اھل حرب سے اتنا۔ اور انھوں نے اس ضمن میں مال کی کم از کم قیمت کا کوئی تعین نہیں کیا تھا۔

ان کا کہنا ھے : پھر ھم نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ انھوں نے ایک حق کے ضمن میں ذمیوں کے اموال مسلمانوں کے اموال میں شامل

marfat.com
Marfat.com

کر لئے تو اسی بنیاد پر ہم نے ان (ذمیوں) کے اموال کے تعین کو زکواۃ پر محمول کر لیا ۔ اس لئے کہ کم سے کم زکواۃ کے لئے ایک معین حد ہے اور وہ ہے دو سو (درہم) لہذا ہم نے یہی حد ذمیوں کے لئے مقرر کر دی اور اس سے کمتر کو کسی شمار میں نہ رکھا ۔

(١٦٧٧) جہاں تک مالکؒ اور اہل حجاز کا مسلک ہے کہ دو سو کو نظر انداز کرتے ہوئے اس سے کمتر پر بھی عشور وصول کیا جائے گا ۔ سو اس بارے میں ان کا قول یہ ہے کہ ذمیوں سے جو کچھ وصول کیا جاتا ہے وہ زکواۃ تو ہوتا نہیں کہ اس بارے میں اس کے نصاب کی رعایت کی جائے ۔ وہ تو اس جزیہ کی حیثیت کی فئے ہے جو ذمیوں سے فی کس کے حساب سے وصول کیا جاتا ۔ اور ہر امیر و غریب پر حسب استطاعت اس کی ادائی قرض ہوتی ہے اور اس بارے میں کوئی تعین نہیں کہ جب کم از کم اتنی ملکیت ہو تو جزیہ دیں بلکہ وہ تو ان شرائط میں شامل ہے جس پر ان سے صلح کی گئی۔

ان کا کہنا ہے : اسی طرح ان سے ان تجارتی اموال پر عشور وصول کیا جائے گا جسے لے کر وہ گذریں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ ۔

(١٦٧٨) جہاں تک سفیانؒ کی سو (درہم) کی قید کا تعلق ہے کہ اس قیمت کے مال پر عشور لیا جائے اور اس سے کمتر پر نہیں تو اس بارے میں ان کا یہ مذہب اس بناء پر ہے کہ انھوں نے جب یہ دیکھا کہ ذمیوں پر مسلمانوں کا دگنا مقرر کیا گیا ہے تو انھوں نے اصل مال پر فرع کو قیاس کرتے ہوئے ذمیوں پر سو پر پانچ مقرر کر دئے جس طرح ان (ذمیوں) پر دو سو پر دس واجب ہوتے ہیں تاکہ فیصلہ کے اجزاء باہمدگر مطابعت اختیار کر لیں اور انھوں نے سو سے کم کو معاف کر دیا ۔ جس طرح مسلمانوں کے لئے دو سو سے کم پر معافی ہے۔

اس طرح ذمی کے ایک سو مسلمانوں کے دو سو کے بالکل برابر ہو

marfat.com
Marfat.com

گئے یہ ہے ذمیوں کے بارے میں ان کی رائے مجھے نہیں معلوم کہ اُنہوں نے اہل حرب کے لئے کیا مقرر کیا ۔ بہرحال انہیں اس بارے میں یہ کہنا چاہئیے کہ جب ان (اہل حرب) میں سے کوئی پچاس درہم کا سامان لے کر گذرے تو اس سے عشر وصول کیا جائے ۔

(۱٦٧٩) ابو عبیدؒ : میرے نزدیک ان تمام اقوال میں سفیان کا قول سب سے زیادہ مبنی برعدل ، اور حضرت عمرؓ کے منشاء سے زیادہ مشابہ ہے ۔ ساتھ ہی عمر بن عبدالعزیز نے اپنے اس خط میں جو انہوں نے زریق بن حیان کو لکھا تھا، اس کی تفسیر کر دی ہے جسے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں ۔ اُنہوں نے ان کے نام اپنے خط میں لکھا تھا: ,,ذمیوں میں سے جو بھی تمہارے پاس سے گذرے ان کے مال تجارت میں سے تم ہر بیس دینار میں سے ایک دینار لینا، اور اس سے کم ہو تو اسی حساب سے کم لینا تاآنکہ یہ رقم دس دیناز تک ہو جائے پھر اگر اس مقدار سے تہائی دینار بھی کم ہو جائے تو اس پر کچھ نہ لینا ،، (دیکھئے نمبر ۱٦٦۱)

(۱٦٨٠) ابو عبیدؒ : ۔ اس لئے کہ زکواۃ میں دس دینار برابر ہوتے ہیں سو درہم کے ۔ اور یہی ہمارے نزدیک حضرت عمرؓ کی روایت کی تاویل ہے جسے عمر بن عبدالعزیز کی تفسیر سے تائید بھی حاصل ہے ۔ اور اس بارے میں ان سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی اور مفسر موجود بھی نہیں ہے اور یہی سفیان کا قول بھی ہے ۔

یہ ہے اس کم سے کم رقم کا تعین جس میں ذمیوں اور اہل حرب پر حقوق واجب الاداء ہوتے ہیں ۔

(۱٦٨۱) اب رہا ان لوگوں کا ذمی کے بارے میں یہ کہنا کہ اگر وہ دعوی کرے کہ وہ اتنے کا مقروض ہے جتنے کا یہ کل مال ہے تو سفیان اور اہل عراق کے قول کے مطابق اس کا یہ دعوی قبول کرتے ہوئے

marfat.com
Marfat.com

اس سے کچھ نہیں لیا جائے گا خواہ اس کے پاس اپنے دعوی کی تصدیق کے لئے کوئی ثبوت بھی نہ ہو۔ اس کے برخلاف مالک اور اہل حجاز کا قول اس بارے میں یہ ہے کہ اس ذمی کا دعوی قبول نہیں کیا جائے گا اور اس سے عشور لیا جائے گا خواہ وہ دعوی کی صحت پر ثبوت بھی پیش کر دے ۔ لیکن اس مسئلہ میں میرا پسندیدہ طریقہ ان دونوں اقوال کے بین بین ہے اور وہ یہ کہ اگر اس کے مقروض ہونے کی گواہی مسلمانوں میں سے کوئی دے دے تو اس کا دعــوی تسلیم کیا جائے گا اور اس کے مال میں سے کچھ نہیں لیا جائے گا ۔ اس لئے کہ قرض خود ایک ایسا حق ہے جو اس مال کے مالک پر واجب ہو چکا ہے اور وہ اس کے حق میں جزیہ سے زیادہ قابل ادائی ہے ۔ اس لئے کہ اگرچہ مسلمانوں کا حق، جزیہ بھی اس کے ذمہ واجب الاداء ہے تاہم یہ نہیں ہو سکتا کہ ان حق والوں کو پوری طرح شمار کر کے اس ذمی کے مال کو حصوں میں بانٹ کر ان مسلمانوں اور اس کے قرضخواہ کے درمیان بانٹ دیا جائے ۔ اور یہ بھی نہیں معلوم کہ اس سے کتنا کچھ لیا جائے گا جبکہ قرضخواہ کا حق معلوم ہے ۔ بناء بریں ہم نے دوسروں کی بہ نسبت اس (قرضخواہ) کو زیادہ مستحق قــرار دیا ہے ۔ لیکن اگر اس ذمی کے قرض کا ثبوت صرف اس کے زبانی دعوی سے ہو تو اسے رد کر دیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے ذمہ مسلمانوں کا جو واجب الادا حق ہے وہ اپنے دعوی سے اس سے بچنا چاھتا ہو، لہذا اس بارے میں اس پر اس درجہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا جتنا کہ سیم و زر کی زکواۃ کے بارے میں مسلمانوں پر اعتماد کیا جاتا ہے ۔ اس ذمی پر جو محصولات واجب الادا ہیں وہ فئے ہیں ۔ اور اس کا حکم زکواۃ سے بہرحال جداگانہ ہوتا ہے ۔

(۱٦۸۲) اب رہا یہ اختلافی مسئلہ کہ اگر تاجر سال میں کئی بار

marfat.com

Marfat.com

آمد و رفت کرتے ہوئے عاشر کے پاس سے گذرے تو اس کے ساتھ کیسے معاملہ کیا جائے؟ اس بارے میں سفیان اور اهل عراق کا قول یہ ہے کہ اس تمام آمد و رفت کے چکروں میں اس سے صرف ایک مرتبہ ہی عشور لیا جائے گا، جبکہ مالکؒ اور اهــل حجاز کہتے ہیں کہ ہر بار جب وہ گذرے اس سے عشور لیا جائے گا ، خواہ یہ گذرنا سال میں کتنی بار کیوں نہ ہوجائے ـ بشرطیکہ اس کی یہ آمد و رفت ایک ملک سے دوسرے ملک میں ہو ـ اس باب میں دونوں اماموں ـــ عمر بن الخطابؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ ـــ سے جو روایات ہمیں پہنچی ہیں وہ ہمیں غور و فکر سے بےنیاز کر دیتی ہیں ـ

(١٦٨٣) ابن زیاد بن حدیر کہتے ہیں کہ ان کے باپ ایک نصرانی سے ہر سال دو مرتبہ عشور وصول کرتے تھے ـ وہ نصرانی حضرت عمرؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا : ,,اے امــیرالمومنین آپ کا محصل (عامل) مجھ سے سال میں دو مرتبہ عشر لیتا ہے ــ،، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ,,اسے اس کی اجازت نہیں ہے، اسے تو ہر سال صرف ایک مرتبہ وصول کرنے کی اجازت ہے ـ ،، وہ شخص پھر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا : ,,میں نصرانی شیخ ہوں،، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا : ,,اور میں مسلم شیخ ہوں، تمہارے معاملہ میں میں نے چھٹی بھیج دی ہے ـ ،،

(١٦٨٤) جریر بن حازم کہتے ہیں : ,,میں نے عمر بن عبدالعزیز کی وہ چٹھی پڑھی ہے جو اُنھوں نے عدی بن ارطاۃ کو بھیجی تھی ـ اس میں درج تھا : ,,عشور لے لینے کے بعد پھر انہیں رسید لکھ دیا کرو تاکہ اس مال یہ اس کے منافع پر کوئی زکواۃ ایک سال تک نہ لی جائے لیکن اگر (سابقہ درآمد کئے ہوئے) مال کے علاوہ کوئی اور (نیا) مال لے کر گذرے تو اس پر عشور لیا جائے ــ،،

marfat.com
Marfat.com

(١٦٨٥) ابو عبیدؒ :۔ عمر (بن عبدالعزیز) کی یہ روایت اہل حجاز و اہل عراق کے درمیان انصاف کر رہی ہے۔ اس کی رو سے اگر تاجر بعینہ وہی (سابقہ) مال لے کر دوبارہ گذرے جسے لے کر وہ پہلی بار گذرا تھا تو اُس پر یا اس کے منافع پر اس سال اس تاجر سے ایک مرتبہ کے سوا مزید کچھ نہیں لیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ حق جو اس پر واجب تھا، وہ ادا کر چکا ہے۔ لہذا ایک مال پر ایک واجبی حق دو مرتبہ ادا نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ اس مال کے علاوہ کوئی اور مال لے کر گذرے تو اس پر سے اس کا حق لیا جائے گا۔

خواہ یہ عمل سال میں کتنی بار کیوں نہ دھرائے بشرطیکہ وہ اپنے ملک واپسی کے بعد پھر پہلے مال کے علاوہ دوسرا مال لے کر آئے۔ اس لئے کہ پہلا مال دوسرے مال کی جگہ نہیں لے سکتا، اُسے اس بارے میں کسی طرح مسلمان سے زیادہ مراعات حاصل نہیں ہو سکتیں کہ اگر وہ بھی بغیر زکواۃ ادا کیا ہوا مال لے کر گذرے گا تو اس سے بھی زکواۃ لے لی جائے گی۔ پھر اگر اسی سال وہ دوسرا ایسا مال لے کر گذرے گا جس پر زکواۃ لی گئی ہو تو اس پر بھی اس سے زکواۃ لے لی جائے گی اس لئے کہ پہلی زکواۃ کسی طرح بھی دوسرے مال کی زکواۃ کی جگہ نہیں لے سکتی۔

ابو عبیدؒ :۔مذکورہ بالا احکام ذمیوں سے متعلق ہیں۔

اہل حرب سے عشور کی وصولی

(١٦٨٦) اب رہے اہل حرب سو ان کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ جب حربی اپنے علاقہ میں واپس جا کر اپنے اسی مال کو یا دوسرے مال کو لے کر دوبارہ آئے تو اس سے ہر مرتبہ گذرنے پر عشر لیا جائے گا۔ اس لئے کہ جب وہ دارالحرب میں چلا جاتا ہے اس پر سے مسلمانوں کے احکام ختم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ دوبارہ

marfat.com
Marfat.com

دارالاسلام آئے گا تو اس پر ازسر نو حکم جاری ہو گا بالکل اسی طرح جیسے وہ پہلے کبھی دارالاسلام میں داخل نہ ہوا ہو۔ اس کے اور بالکل پہلی بار گذرنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا۔

(۱۶۸۷) اور سب کے سب بالاتفاق یہ کہتے ہیں کہ اگر حربی اپنے مقروض ہونے یا مال کے کسی اور کی ملکیت ہونے کا کوئی دعوی کرے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی بلکہ ہر حال میں اس سے عشور لیا جائے گا۔ البتہ صرف عراق کا کہنا ہے کہ ایک بات میں حربی کی تصدیق کی جائے گی اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ لونڈیوں کو لے کر گذرے اور کہے کہ یہ میری اولاد کی مائیں (یعنی میری مستعملہ لونڈیاں) ہیں تو اس کی بات قبول کرتے ہوئے اس سے ان کی قیمت کا عشر (⅒) نہیں لیا جائے گا۔

مشکوک دعویدار سے حلف اُٹھوانا

(۱۶۸۸) ابو عبیدؒ :۔ اگر عاشر (محصل) کو کسی مسلمان یا ذمی یا حربی کا دعوی مشکوک نظر آئے اور وہ اس پر اسے قسم کھلوانا چاہے تو اس بارے میں سفیانؒ کی رائے یہ ہے کہ مسلمانوں سے حلف نہ اٹھوایا جائے اس لئے کہ زکواۃ کے بارے میں وہ امانت دار اور قابل اعتماد ہیں۔

(۱۶۸۹) لیکن سفیانؒ کے علاوہ دیگر اہل عراق کا قول ہے کہ ان سے حلف اُٹھوایا جائے گا۔ اسی طرح ذمی بھی مسلمانوں کی حیثیت رکھیں گے، اور جن امور میں مسلمانوں کی تصدیق کی جائے گی ذمیوں کی بھی کی جائے گی۔

(۱۶۹۰) لیکن مالکؒ کا خیال ہے کہ مسلمان کا قول قبول کر لیا جائے گا اور ذمی کا قول یا قسم معتبر نہیں ہوگی۔ بھلا اس کی قسم

marfat.com
Marfat.com

ہے کیسے مان لی جائے گی جبکہ اس کا پیش کردہ ثبوت ہی قبول نہیں ہے کیا جاتا ؟

ابو عبیدؒ :۔ قسم کھلانے کے متعلق زمانہ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔

(۱۶۹۱) قرّۃ بن خالد بنو ضبہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں : ,,میں رمضان میں حمید بن عبدالرحمن حمیری کے پاس سے جو سلسلہ پر متعین تھے، گذرا۔ انھوں نے میری کشتی کو رکوانے کا حکم دیا چنانچہ وہ رِوک لی گئی۔ پھر انھوں نے مجھ سے اس بات پر حلف لیا کہ غلہ کی جس مقدار اور صنف کا میں نے ذکر کیا ہے وہی کچھ میری کشتی میں ہے،،

(۱۶۹۲) ابو وائل کہتے ہیں: ,,میں سلسلہ میں عبداللہ بن معقل کے پاس سے گذرا جو پل پر عشور کی وصولی کے لئے متعین تھے۔ وہ لوگوں سے قسم لیتے تھے۔ اس پر میں نے ان سے کہا : ,,اے ابن معقل! لوگوں سے حلف کیوں اٹھواتے ہو؟ انھیں جہنم میں ڈال رہے ہو۔ خود بھی تباہ ہو رہے ہو اور انھیں بھی ھلاک کر رہے ؟،، تو انھوں نے کہا: ,,اگر میں ایسا نہ کروں تو یہ مجھے کچھ بھی نہیں دیں گے،،۔ میں نے ان سے کہا: ,,تمھارا کیا بگڑتا ہے؟ لوگ جو کچھ تمھیں دیں وہی ان سے لے لیا کرو،،

—★—

marfat.com

Marfat.com

باب : ۷۷

بنی تغلب سے عشر کی وصولی اور اُن سے دُگنا صدقہ (زکواۃ) وصول کرنا

بنی تغلب سے شرائط صلح

(۱۶۹۳) داود بن کردوس کہتے ھیں : ,,میں نے بنی تغلب کی طرف سے حضرت عمر ابن الخطابؓ سے صلح کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب وہ (بنی تغلب) دریائے فرات پار کر چکے تھے اور رومیوں سے جا کر ملنا چاھتے تھے ۔ اس صلح نامہ کی شرائط یہ تھیں: یہ (بنی تغلب) کسی بچہ کو بپتسمہ نہیں دیں گے ۔ اور اُنھیں اپنے دین کے سوا کسی دین کو قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا ۔ اور یہ کہ ان سے عشر دگنا وصول کیا جائے گا یعنی ھر بیس درھم پر ایک درھم ۔،، راوی کہتا ھے کہ داود کہا کرتے تھے: ,,اب بنی تغلب سے ھمارا کوئی عہدو ذمہ باقی نہیں رھا اس لئے کہ وہ اپنے دین میں (رکھنے کے لئے اپنے بچوں کو) بپتسمہ کر رھے ھیں ،،۔

(۱۶۹۴) زرعة بن نعمان (یا نعمان بن زرعہ) کہتے ھیں کہ جب حضرت عمرؓ بن الخطاب نے بنی تغلب سے جزیہ وصول کرنا چاھا اور وہ دیگر علاقوں میں نکل کر منتشر ھونے لگے تو میں نے ان کے بارے میں حضرت عمرؓ سے گفتگو کرنا چاھی ۔ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا: ,,اے امیرالمومنین ! بنی تغلب عرب ھیں اور جزیہ کے نام سے گھبراتے ھیں ۔ (۱) یہ لوگ کھیتی باڑیاں اور مویشیوں کے علاوہ کچھ

marfat.com

Marfat.com

الال نہیں رکھتے ۔ البتہ یہ اپنے دشمنوں کو زک پہنچانے والے لوگ
ہیں ۔ لہذا آپ ان (کو اپنے علاقہ) سے (دور کرکے) اپنے دشمنوں کو
تقویت نہ پہنچائیے،، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس شرط پر ان سے
صلح کر لی کہ میں ان سے صدقہ (زکواۃ) کا دگنا وصول کروں اور
ساتھ ھی ان سے یہ شرط بھی کی کہ وہ اپنی اولاد کو عیسائی نہ
بنائیں ۔

(۱۶۹۵) مغیرہ کہتے ھیں : مجھے بتایا گیا ھے کہ حضرت علیؓ نے
کہا تھا : ,,اگر بنی تغلب کا معاملہ پوری طرح میرے ھاتھ میں آ گیا
تو ان کے بارے میں میری رائے یہ ھوگی کہ ان کے جنگجو افراد کو قتل
کر دیا جائے اور بال بچوں کو غلام بنا لیا جائے ۔ اس لئے کہ اُنھوں نے
عہد شکنی کی ھے اور اب جبکہ وہ اپنی اولاد کو عیسائی بنا رھے
ھیں ھم پر ان کا کوئی عہد و ذمہ باقی نہیں ھے،،۔

(۱۶۹۶) ابن شہاب کہتے ھیں : ,,اھل کتاب کے مویشیوں پر
زکواۃ وصول کرنے کا تو ھمیں کوئی علم نہیں ان سے تو صرف جزیہ
ھی لیا جاتا ھے ۔ البتہ بنی تغلب کے عیسائیوں سے ــــ جن کی کل
ملکیت مویشی تھی ــــ ان کے اموال پر خــراج لیا جاتا تھا جو اتنا
بڑھا چڑھا کر لیا جاتا تھا کہ وہ صدقہ (زکواۃ) کا دگنا یا اس سے
کچھ زیادہ ھی ھو جاتا تھا،،۔

ابو عبیدؒ :۔ یہ ھے بنی تغلب سے وصول کئے جانے والے خراج کی
تفصیل ، جــو مســلمانوں کی زکواۃ (صدقہ) کا دگنا ھے ۔ ھم اس
کی شرح کتاب الفئی کے شروع میں کر چکے ھیں (دیکھئے نمبر ۶۹ ،
۷۲)

حضرت عمرؓ نے بنی تغلب کے بارے میں دو فیصلے کئے تھے :۔

marfat.com
Marfat.com

عرب ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ کا بنی تغلب کو کچھ مال لے کر چھوڑ دینا اور اُس کی توجیہ

﴿۱۶۹۷﴾ ایک تو یہ کہ جب بنی تغلب نے عرب ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ کو اپنے اموال کا ایک حصہ دیا تو انہوں نے ان کی جان بخشی کر دی حالانکہ ان (کے جیسے عربوں) پر جو قانون جاری تھا اس کے لحاظ سے وہ یا تو اسلام قبول کرتے یا انہیں قتل کر دیا جاتا جہاں تک ہمارا خیال ہے حضرت عمرؓ نے ان سے جو مال قبول کیا تھا اس کے دو سبب تھے ایک تو یہ کہ وہ عیسائیت اختیار کئے ہوئے تھے۔ دوسرا سبب یہ حدیث تھی جو اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اور جو ان کی نظر میں اس قبیلہ پر صادق آتی تھی۔

﴿۱۶۹۸﴾ سعید بن العاص کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ کہتے سنا: ,,اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ اللہ تبارک و تعالی اس دین کی حفاظت ساحل فرات پر (خاندان) ربیعہ کے نصاری سے کرائے گا تو میں کبھی عرب کو اسلام قبول کئے یا پھر قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا،،۔

انھی وجوہ کی بناء پر انہوں نے مال قبول کر کے ان کی جان بخشی کر دی۔ یہ ہوا حضرت عمرؓ کا ایک فیصلہ۔

﴿۱۶۹۹﴾ ان کا دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ جب اُنہوں نے ان کی جان بخشی کر کے ان سے مال قبول کر لیا تو انہوں نے دیگر تمام ذمیوں کی طرح ان سے لئے جانے والے اس مال کو ,,جزیہ،، نہ قرار دیا بلکہ اس کا نام دگنا ,,صدقہ (زکواۃ)،، رکھا۔

بنی تغلب کے جزیہ کو دگنی زکواۃ کہنے کی مصلحت

ہمارے خیال میں انہوں نے جزیہ کا نام اُڑا کر یہ صورت اس لئے جائز رکھی کہ انہیں بنی تغلب کی طرف سے یہ بات معلوم ہو چکی

marfat.com

Marfat.com

تھی کہ وہ جزیہ کے نام سے بیزاری و ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ھیں اور وہ خطرہ محسوس کرتے تھے کہ اگر انھیں (اسی نام پر) مجبور کیا گیا تو وہ رومیوں سے جاملیں گے اور اسلام کے خلاف ان کے مددگار بن جائیں گے ۔ پھر ان پر یہ حقیقت بھی منکشف تھی کہ اگر ان سے واجبی جزیہ لینے کے ساتھ ھی اتنی رعایت کر دی جائے کہ اس کا نام (جزیہ) باقی نہ رکھا جائے تو اس سے مسلمانوں کو کوئی گزند نہ پہنچے گا ۔ بناء بریں اُنھوں نے ان کے لئے جزیہ کا لفظ اُڑا دیا اور اس کی واجب الادا رقم ,,صدقہ،، کے نام سے لینے لگے جو مسلمانوں سے وصول کی جانے والی زکواۃ کی دگنی ھوتی تھی ۔ اس طرح ایک طرف تو ان کے مخالفین سے جاملنے کے اندیشہ کا سد باب ھوگیا اور دوسری طرف ان کے ذمہ مسلمانوں کے جو واجب الادا حقوق تھے وہ بھی پورے پورے وصول ھو گئے ۔ اور اس فیصلہ میں حضرت عمرؓ صائب الرائے اور اپنی جگہ بالکل حق بجانب تھے ۔

بعض صحابہ کی طرف سے حضرت عمرؓ کی غیرمعمولی قابلیت کا اعتراف

(۱۷۰۰) جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک حدیث میں ھے : ,,اللہ تعالی نے حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر حق جما دیا ھے ،،۔

(۱۷۰۱) اور جیسا کہ حضرت عبداللہ کا حضرت عمرؓ کے بارے میں قول ھے : ,,جب بھی میں حضرت عمرؓ کو دیکھتا مجھے ایسا معلوم ھوتا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ ھے جو انھیں صحیح رھنمائی کر رھا ھے ۔ ،،

(۱۷۰۲) اور اسی جیسا حضرت علیؓ کا قول ھے : ,,ھم اسے کچھ بعید نہ سمجھا کرتے تھے کہ سکینت عمرؓ کی زبان سے گویا ھوتی ھے،،

marfat.com
Marfat.com

(۱‹۰۳) ایسے ہی ان کے متعلق حضرت عائشہ کا قول ہے : ,,اللہ کی قسم ۔ وہ (عمرؓ) نہایت مستعد و ماہر منتظم اور بےنظیر شخصیت کے مالک تھے ۔ اور وہ پیش آنے والے معاملات کے لئے ان کے مطابق حل پیدا کر لیتے تھے ،، چنانچہ ان کا یہ عمل بھی ان کے بےشمار محاسن اور حالات کے تقاضوں کے مطابق مسائل کے حلوں میں سے ایک تھا جو وہ پیدا کر لیتے تھے ۔

بنی تغلب سے وصول ہونے والی رقم کا زکواۃ کے مد میں شمار نہیں ہوگا

(۱‹۰۴) چنانچہ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں بنی تغلب سے جو کچھ صدقہ (زکواۃ) کے نام سے لیا جاتا تھا وہ صدقہ نہ تھا ۔ اور نہ ان سے وصول ہونے والے اموال ان آٹھ مدوں میں خرچ ہوتے تھے جن کا ذکر (زکواۃ کے مصارف کے ضمن) سورۂ براۃ میں ہے ۔ ظاہر ہے وہ رقم انہی مدوں میں خرچ ہوتی تھی جو جزیہ کے مصارف کی ہیں ۔

ہم اس کتاب کے شروع میں (دیکھئے ٦٢ ، ۵‹ نمبر) عربوں سے جزیہ قبول کر لینے اور اس کے اسباب کے بارے میں تذکرہ کر چکے ہیں اور وہاں یہ بھی بتا چکے ہیں کہ اس بارے میں ان میں اور عجمیوں میں کیا فرق ہے ۔

عربوں میں سے اہل کتاب و مشرکین ، نیز عربوں اور عجمیوں کا فرق

(۱‹۰۵) اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں میں سے صرف اہل کتاب کو یہ حق دیا ہے کہ وہ جزیہ دے کر اپنی جان بچالیں اور بقیہ تمام غیراہل کتاب عربوں کے لئے ایک ہی صورت رکھی ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں ورنہ قتل کر دئے

marfat.com
Marfat.com

جائیں ۔ لیکن عجمی خواہ وہ اھل کتاب ھوں یا غیراھل کتاب ان سے جزیہ قبول کر لیا جائے گا ۔ اور یہ لوگ مجوس ھیں ۔

(۱۷۰٦) اس کی توجیہ میں بعض علماء کا قول ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مجوس) سے جزیہ اس لئے قبول کیا تھا کہ وہ اھل کتاب ھیں اور اس کی تاویل میں وہ یہ آیت کریمہ پیش کرتے ھیں :

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ ۔ (التوبہ ۹ : ۲۹)

اھل کتاب میں سے ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں لاتے ، اور نہ ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ھیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا اور جو دین حق اختیار نہیں کرتے، تاآنکہ وہ اپنے ھاتھ سے جزیہ ادا کر دیں اور وہ تابعیت اختیار کر لیں ۔

(۱۷۰۷) یہ علماء حضرت علیؓ سے بھی ایک روایت بیان کرتے ھیں کہ انھوں نے کہا : ,,وہ لوگ (مجوس) اھل کتاب ھیں ،،

(۱۷۰۸) ابو عبیدؒ : ۔ ھمیں اس روایت کی سند معلوم ھے، اس قسم کی روایت قابل اعتماد نہیں کیونکہ اس میں ایک راوی سعید بن مرزبان ھے ۔ بہرحال ھمارے نزدیک حضرت علیؓ سے یہ روایت محفوظ (ارجح) نہیں ھے ۔ اگر اس کی کوئی بنیاد بھی ھوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ذبیحوں اور ان میں شادی بیاہ کرنے کو حرام نہ قرار دیتے ۔ اور آپ سے زیادہ اس حقیقت کا کون واقف ھو سکتا تھا ۔ اور اس میں قرآن مجید کی مخالفت کا کوئی سوال پیدا نہیں ھوتا ، نہ ھی تحلیل و تحریم کے کسی حکم میں اللہ

marfat.com
Marfat.com

اور اس کے رسول کے حکموں میں کوئی فرق ہو سکتا ہے ۔ رسول اللہ کبھی بھی ایسا فیصلہ نہیں کرتے تھے جو قرآن کے فیصلہ سے مختلف ہوتا ہو، حقیقت یہ ہے کہ سنت قرآنی احکام کی شرح و تفسیر کرتی ہے اور قرآن مجید کے قوانین و حدود کی وضاحت کرتی ہے ۔ اس کی مثال قرآن مجید کی اس آیت میں ملاحظہ فرمائیے جس میں حدود کا ذکر کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے ۔

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۔ النور ۲۴ : ۲)

زانیہ اور زنا کار مردان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو ۔

تو بظاہر یہ حکم عمومیت رکھتا ہے اور اس کا اطلاق ہر زناکار پر ہوتا ہے ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیصلہ سے یہ بتایا کہ یہ حکم رجم شادی شدہ افراد کے لئے ہے ۔ اور فیصلہ میں قرآن مجید کی کوئی مخالفت نہیں ہے، بلکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً ایسا کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے مذکورہ بالا آیت میں غیرشادی شدہ افراد کے لئے سو کوڑے کا حکم دیا ہے ۔ دوسروں کے لئے یہ حکم نہیں ہے ۔

(۱۷۰۹) اسی طرح فرائض بیان کرتے ہوئے جب قرآن مجید میں آیا ہے ۔

یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (النساء ۴ : ۱۱)

تمہیں اپنی اولاد میں (تقسیم میراث کے ضمن) اللہ حکم دیتا ہے کہ مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر دو ۔

marfat.com
Marfat.com

اس طرح یہ آیت ہر بچہ اور ہر اولاد کو اپنے اندر لے لیتی ہے۔
لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

یؤتیکم اولادکم المسلم الکافرولا الکافر المسلم

مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا۔ اور نہ کافر مسلمان کا۔

تو یہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے مخالف نہیں ہوا بلکہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے باہمی وراثت کے حاصل کرنے میں ایک دین رکھنے والوں کو، مراد لیا ہے نہ کہ دو مختلف دین رکھنے والے۔

(۱۷۱۰) اسی طرح جب اللہ تعالی نے وضو کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ (المائده ۵ : ۶)

اے ایمان والوں۔ جب تم نماز کے لئے اُٹھو تو اپنے چھرے اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں پر مسح کرو اور ٹانگوں کو ٹخنوں تک (دھولو)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چری موزوں پر خرو مسح کیا اور اس کا حکم بھی دیا۔ اس طرح آپ نے ہمیں بتایا کہ اللہ تعالی نے ٹانگیں دھونے کا جو حکم دیا ہے اس سے مراد وہ پاؤں ہیں جن پر چرمی موزے نہ ہوں۔

یہی حال تمام قرآنی شرائع و قوانین کا ہے کہ وہ بالا جمال نازل ہوئے ہیں تاآنکہ سنت ان کی شرح و تفسیر کرتی ہے۔

(۱۷۱۱) بناء بریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عجمیوں سے جزیہ لینے کا عمل خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا نہ ہوں۔ اور عربوں

marfat.com
Marfat.com

میں سے صرف اهل کتاب سے جزیه لینا اور غیراهل کتاب عربوں کو اس حکم سے مستثنی کر دینا ایک ایسا تفسیری عمل هے که جب آپ نے ایسا کیا تو همیں آپ کے عمل سے (اس آیت کے معنی سمجھنے میں یه) ثبوت ملا که اس میں جزیه قبول کرنے کے لئے جو اهل کتاب هونے کی شرط هے وہ عربوں کے لئے خاص هے ۔ لیکن جهاں تک عجمیوں کا تعلق هے ان سے بهرحال (خواہ وہ اهل کتاب هوں یا نه هوں) جزیه لے لیا جائے گا ۔

صائبین سے جزیه

(۱۷۱۲) اس بات کی مزید وضاحت امت کے اس اجماع سے هوتی هے جو اُس نے رسول اللہ کے بعد صائبین سے جزیه قبول کرنے میں کیا ، جبکه اس بارے میں قرآن مجید سے کوئی قانون نهیں مل رها تها ۔ همارا خیال هے که لوگوں نے یه فیصله رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی مجوس کے بارے میں معمول به سنت کے پیش نظر کیا اور یه فیصله اس لئے روا رکھا گیا که صائبین مجوس سے مشابهت رکھتے تھے اس لئے که تمام تر یا بیشتر مسلمان ان کے ذبیحوں اور ان میں شادی بیاہ کرنے کو مکروہ خیال کرتے تھے اس لئے که ان کی نظر میں وہ مجوس کی حیثیت رکھتے تھے ۔

اور یه چیز متعدد علماء نے کهی هے :۔

(۱۷۱۳) مطرف کهتے هیں که هم حکم بن عتیبه کے پاس تھے تو انهیں ایک شخص نے حسن بصری کے متعلق یه بتایا که وہ صائبین کے بارے میں کها کرتے تھے : ,,وہ بمنزله مجوس هیں ،، تو اس پر حکم نے کها : ,,کیا میں تمهیں یه بات نهیں بتا چکا هوں؟،،

(۱۷۱۴) مجاهد کهتے هیں : ,,صائبین مشرکوں کی ایک قوم هے جو یهود و نصاری کے بین بین هوتی هے ۔ اور ان کے پاس کوئی کتاب (الٰهی) نهیں ۔

marfat.com
Marfat.com

یہودیت و عیسائیت کے سوا ہر دین کو مجوسیت پر قیاس کیا جائے گا

(۱۷۱۵) ایسی ہی روایت اوزاعی سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: ,,اسلام کے بعد یہودیت و عیسائیت کے سوا جو بھی دین ہے اس کی حیثیت مجوس کی سی ہے۔

یعنی ان پر وہی احکام جاری ہوں گے جو مجوس پر ہوتے ہیں۔

(۱۷۱٦) اور یہی مالک کا بھی قول ہے۔

(۱۷۱۷) اس مسئلہ میں اہل عراق نے باہم اختلاف کیا ہے چنانچہ ان کی اکثریت کا قول ہے کہ صائبین بمنزلہ مجوس ہیں۔

(۱۷۱۸) اور ان میں سے ایک قلیل جماعت کا قول ہے : ,,ان کی حیثیت نصاری کی سی ہے،،۔

(۱۷۱۹) جابر بن زید سے صائبین کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ آیا وہ اہل کتاب ہیں اور اُن کا کھانا اور ان کی عورتیں مسلمانوں کے لئے حلال ہیں؟،، تو انھوں نے کہا : ,,ہاں،،

ابو عبیدؒ :۔ ہماری تائید مجاہدؒ، حسنؒ، حکمؒ اور اوزاعیؒ و مالکؒ کے قول کو حاصل ہے جس کے بموجب ان کی حیثیت مجوس کی سی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید سے اُن کے پاس کسی کتاب الٰہی کے ہونے کی تصدیق نہیں ہوتی۔

—★—

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱) بنی تغلب چاہتے تھے کہ ان سے مسلمانوں کے برابر صدقہ لیا جائے لیکن حضرت عمر نے مسلمانوں کے فریضہ کو ان پر عائد کرنا پسند نہ کیا تو انھوں نے اس بات پر صلح کر لی کہ جو کچھ ہم سے لیا جائے اس کا نام بجائے جزیہ کے صدقہ رکھا جائے - بیہقی ، کتاب الخراج یحیی بن آدم نمبر ۲۰٦ و ۲۰۸ و کتاب الخراج لابی یوسف : ۱۳۲ (از حاشیہ کتاب الاموال)

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل

صدقہ (زکواۃ) کے مصارف

باب : ۸۷

وہ مستحقین زکواۃ جن کے لئے اسے وصول کرنا درست ھے، اور

جن لوگوں کے لئے زکواۃ حلال یا حرام ھے، اُن کے درمیان

حدّ فاصل کا بیان

(۱۷۲۰) قبیعۃ بن مخارق کہتے ہیں کہ میں ایک تاوان کے بوجھ تلے دبنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا : ,,ہمارے پاس زکواۃ آنے تک ٹھہرے رہو، اس کے بعد ہم یا تو اس کی ادائی میں تمہاری مدد کریں گے یا پھر اس بار تاوان کو تم سے اٹھا کر اپنے ذمہ لے لینگے ۔ اور یاد رکھو کہ تین آدمیوں کے سوا کسی کو سوال کرنا حلال نہیں ہے ، ایک تو وہ شخص جو لوگوں کی موجودگی میں کوئی تاوان اپنے ذمہ لے لے وہ اس کے ادا ہونے تک

marfat.com

Marfat.com

سوال جاری رکھ سکتا ھے - پھر وہ سوال سے باز رھیگا - دوسرے وہ شخص جسے کوئی ایسی آفت پہنچے جس سے اس کا مال تباہ و برباد ھو جائے تو وہ اس وقت تک سوال کرنے کا حق رکھتا ھے کہ اس کی حالت سدھر جائے - پھر وہ سوال سے رک جائیگا - تیسرا شخص وہ ھے جو محتاج و ضرورتمند ھو جائے اور اس کی قوم کے تین سمجھدار آدمی اس امر کی گواھی دیں کہ واقعی یہ ضرورتمند اور فاقہ میں مبتلا ھے اور اس کے لئے سوال کرنا حلال ھو چکا ھے - تو یہ شخص اس وقت تک سوال جاری رکھے گا - تاآنکہ اس کی حالت سدھر جائے پھر باز رھے گا - ان کے سوا جو بھیکیں (مانگی جار ھی) ھیں - وہ حرامخوری ھیں -

(۱۷۲۱) ابو بکرؒ روایت کرتے ھیں کہ میں قبیصہ بن مخارق کے پاس تھا کہ ان کی قوم کے کچھ لوگ اپنے کسی آدمی کے نکاح کے سلسلہ میں ان سے سوال کرنے کے لئے آئے ، لیکن انھوں نے ان لوگوں کو کچھ بھی نہ دیا ، جب وہ چلے گئے تو میں نے ان سے کہا ,,تمھاری قوم کے کچھ لوگ اپنے آدمی کے نکاح کے سلسلہ میں تم سے مدد مانگنے کے لئے آئے تھے کیا وجہ ھے کہ تم نے انھیں کچھ بھی نہ دیا - حالانکہ تم اپنی قوم کے سردار ھو؟" تو انھوں نے کہا ! ,,اگر ان کا یہ آدمی فلاں فلاں کام کر لیتا - یہاں انھوں نے کچھ کام بتائے - تو یہ لوگوں سے بھیک مانگنے کے مقابلہ میں بہتر ھوتا ، اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ھے - تین آدمیوں کے سوا کسی کو سوال کرنا حلال نہیں ھے" پھر انھوں نے وھی تفصیل بیان کی جو اوپر کی حدیث میں بیان کی گئی -

ابو عبیدؒ :- میرا خیال ھے کہ اوپر کی حدیث کے راوی ابو بکر سے مراد کنانہ بن نعیم ھے اس سند کے ایک راوی اوزاعی نے انھیں

marfat.com
Marfat.com

بجائے نام کے ان کی کنیت سے پکار ہے ۔

(۱۷۲۲) بہزبن حکیم اپنے باپ اور دادا کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ انہوں نے کہا : ,,یا رسول اللہ ؛ہم ایسی قوم کے افراد ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے اپنے اموال کو مانگتے رہتے ہیں ,,تو آپؐ نے فرمایا،، سخت آفت پڑنے پر یا تنگ حال و قرض میں آدمی سوال کر سکتا ہے ۔ لیکن جونہی ضرورت پوری ہو جائے یا حالت سدھرنے لگے تو احتیاط برتے اور سوال سے بچتا رہے [۲]

(۱۷۲۳) یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ ایک شخص ابن عمرؓ کے پاس آیا اور ان کے سامنے دست سوال دراز کیا، تو انہوں نے اس سائل سے کہا! ,,اگر تم کسی خوفناک خون یا دردناک تاوان یا بےعزت کرنے والے فقر میں مبتلا ہوتب تو تمہارا حق واجب ہے ورنہ تمہارا کوئی حق نہیں،، راوی کہتا ہے کہ پھر وہ سائل حضرت حسن بن علیؓ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسے ایسا ہی جواب دیا ،،

(۱۷۲۴) ابو عبیدؒ :۔ شریک اسی روایت کو ابو اسحق اور حبال بن ابی حبال کے واسطہ سے ابن عمر، حسن ، حسین ، اسماء بنت عمیس ، اور عبداللہ بن جعفر سے روایات کرتے تھے ۔

(۱۷۲۵) عبیداللہ بن عدی بن الخیار کہتے ہیں کہ انہیں دو آدمیوں نے — جن کے متعلق انہوں نے تفصیل بتائی ۔ بتایا: ,,ہم دونوں حجة الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے ، اس وقت لوگ آپ سے زکواة مانگ رہے تھے ۔ ہم لوگوں کے ہجوم کو چیرتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے اور ہم نے بھی آپ سے زکواة کا سوال کیا، آپ نے اوپر سے نیچے تک ہم پر نگاہ ڈالتے ہوئے ہمیں مضبوط و توانا پایا، پھر فرمایا : ,,اگر تم چاہو تو میں تمہارا سوال پورا کر دوں لیکن دیکھو کسی تو نگر یا کمانے کی طاقت رکھنے

marfat.com
Marfat.com

والے مضبوط و توانا شخص کے لئے اس (زکواة) میں کوئی حصہ نہیں ھے۔

(۱۷۲٦) عبداللہ بن عمرو کہتے ھیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکواة نہ تو کسی امیر کے لئے حلال ھے اور نہ ایسے طاقتور صحت مند کے لئے جس کے ھاتھ پیر چل رھے ھوں۔

پانچ صورتیں جن میں تونگر زکواة لے سکتا ھے

(۱۷۲۷) عطاء بن یسار سے روایت ھے کہ رسول اللہ نے فرمایا ,,پانچ آدمیوں کے سوا کسی تونگر کو زکواة حلال نہیں ھے، ان میں سے ایک تو وہ ھے جو زکواة کی تحصیل پر مامور ھو، دوسرا وہ جو اسے اپنے مال سے خرید لے تیسرا وہ کہ جس کا پڑوسی فقیر ھو۔ اور اسے پڑوسی کو) کچھ زکواة دی جائے پھر وہ فقیر اس میں سے اس (امیر) کو تحفةً دیدے، چوتھا غازی اور پانچواں وہ جس پر تاوان پڑجائے،،

تونگری کی وہ مقدار جس کے بعد زکواة لینا مذموم ھے

(۱۷۲۸) عبداللہ بن مسعودؓ راوی ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,,جو بھی تونگری میں (بغیر ضرورت کے) دست سوال دراز کرے گا روز قیامت اس کی وہ بھیک اس کے چہرے پر خراش اور زخموں کی شکل میں نمودار ھوگی،، آپ سے دریافت کیا گیا : ,,یا رسول اللہ! تونگری کی تعریف کیا ھے؟،، آپ نے فرمایا : پچاس درھم یا اس کے حساب سے سونے کی موجودگی ۔

(۱۷۲۹) ایک اور سند سے بھی یہی مضمون ابن مسعودؓ ھی سے مروی ھے ۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۷۳۰) اور حجاج و حکم کے واسطہ سے حضرت علی سے بھی۔
تپتا پتھر ہے۔

(۱۷۳۱) سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ (صحابہ) کہتے تھے: ,,جس کے پاس پچاس درہم یا اس کے مساوی ہونا ہو اسے زکواۃ لینا حلال نہیں ہے،،

(۱۷۳۲) عطاء بن یسار ایک اسدی (بنی اسد کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا لیکن آپ نے اسے کچھ نہ دیا اس پر وہ ناراض ہوگیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ,,تم میں سے ایک ہمارے پاس آ کر دست سوال دراز کرتا ہے۔ پھر اگر ہمارے پاس اسے دینے کے لئے کچھ نہیں ہوتا تو وہ بگڑ جاتا ہے یاد رکھو جس کے پاس ایک اوقیہ (۴۰ درہم) یا اس کے مساوی مال ہو اور وہ سوال کر رہا ہے تو وہ (بلاضرورت) لوگوں کو اپنے بار بار اور باصرار سوال سے پریشان کرنے والا سائل ہے (۲)

(۱۷۳۳) عطاء بن یسار ایک اسدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو ایک شخص آپ سے سوال کر رہا تھا،، پھر انہوں نے مذکورہ بالا اوقیہ والی حدیث بیان کی۔

(۱۷۳۴) میمون بن مہر ان سے روایت ہے کہ ایک عورت زکواۃ مانگتے ہوئے حضرت عمرؓ بن الخطاب کے پاس آئی تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا! ,,اگر تیرے پاس ایک اوقیہ ہے تو زکواۃ لینا تیرے لئے حلال نہیں ہے،، راوی کہتا ہے کہ ایک اوقیہ اس زمانہ میں چالیس درہم کے برابر تھا۔ اس پر اس عورت نے کہا : ,,میرا یہ اونٹ اوقیہ سے بہتر ہے،، اس روایت کے ایک راوی جعفر بن برقان کہتے ہیں کہ میں نے میمون سے دریافت کیا: ,,کیا حضرت عمرؓ نے اس عورت کو

marfat.com
Marfat.com

کچھ دیا تھا؟ » ,,تو انھوں نے کہا : ,,مجھے معلوم نہیں ،،۔

(۱۷۳۵) سہل بن الحنظلیه سے روایت ہے که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا : ,,جس نے تونگری کے ہوتے ہوئے لوگوں سے سوال کیا تو وہ جہنم میں اضافه کر رہا ہے» میں نے دریافت کیا! ,,یا رسول اللہ » تونگری ہوتے ہوئے » سے کیا مراد ہے؟» آپ نے فرمایا ,,یه که تمہیں معلوم ہو که تمہارے گھر میں گھر والوں کے لئے صبح یا شام کی خوراک موجود ہے ،،۔ (۳)

(۱۷۳۶) سہل بن الحنظلیه انصاری کہتے ہیں که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا : ,,جو کثرت طلبی کے لئے تونگری کے باوجود سوال کرتا ہے تو وہ آگ کی کثرت طلب کر رہا ہے» ایک شخص نے دریافت کیا ,,تونگری کیا ہے ؟» فرمایا : ,,صبح یا شام کا کھانا »

مختلف مقداروں کا تجزیه اور اوقیه کو ترجیح

ابو عبیدؒ :۔ میرا خیال ہے که فقر و غنی کے درمیان فیصله کرنے والی یه احادیث و روایات مختلف اوقات (و حالات) کے مدنظر آتی ہیں، چنانچه ایک روایت میں غنی کی تعبیر » حالت سدھر جانے » سے کی گئی ہے دوسری میں ,,پچاس درہم کی موجودگی » سے ، تیسری میں ,,ایک اوقیه کی موجودگی » سے اور چوتھی میں ,,صبح یا شام کی خوراک» سے، اور ان میں سے ہر قول پر ایک جماعت نے اپنے مسلک کی بنیاد رکھی ہے ۔

(۱۷۳۷) جہاں تک قبیصه بن مخارق کی حدیث ہے جس میں غنی کی تعبیر ,,حالت کے سدھرنے سے کی گئی ہے ۔ وہ ان تمام اقوال میں وسیع تر مفہوم رکھتی ہے ۔ لیکن اس میں نه تو مال کی کوئی ایسی حد مقرر کی گئی ہے جس پر پہنچنے کے بعد سوال کرنا چھوڑ

marfat.com
Marfat.com

دیا جائے ۔ نہ ھی وقت کی قید ہے کہ جس تک پہنچنے پر اس کی ,,حالت کا سدھار،، پورا ھو جائے ۔

جن حضرات نے اس پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھی ھے ۔ وہ اس کی توجیہ میں کہتے ھیں کہ اس سے مراد ھے درختوں والی زمین کا اتنا بڑا (سرسبز) ٹکڑا جس کی آمدنی اُسے اور اھل وعیال کو سال بھر تک گذر بسر کے لئے کافی ھو ۔ ان حضرات کا کہنا ھے کہ جب وہ شخص ایسے زمین کے ٹکڑے کا مالک ھو جائے تو پھر اس پر زکواۃ حرام ھو جاتی ھے اور اس سے پہلے پہلے زکواۃ اس کے لئے حلال ھے۔

ابو عبیدؒ :۔ لیکن مجھے یہ تاویل پسند نہیں کیونکہ یہ علماء کا طریق کار اور ان کا مذھب نہیں ھے ۔

(۱۷۳۸) دوسری طرف سہل بن الخنظلیہ کی صبح یا شام کی خوراک کی موجودگی والی حدیث ھے ۔ جس میں اس بارے میں سب سے زیادہ تنگی پائی جاتی ھے ۔ جہاں تک میرا خیال ھے اس کی توجیہ یہ نہیں کہ جو صبح یا شام کی خوراک کے سوا دنیا کی کسی چیز کا بھی مالک نہیں ھو ۔ اس پر زکواۃ حرام ھے ۔ نہ ھی اس کے یہ معنی ھیں کہ اگر ایسے شخص کو جو صبح یا شام کی خوراک سے زیادہ کا مالک ھو زکواۃ دیدی جائے تو وہ تونگر کو دیئے جانے کی وجہ سے زکواۃ دینے والے کو سود مند نہ ھوگی ۔ بلکہ ھماری رائے میں اس کے معنی اسی حدیث کے تشریحی الفاظ ,,جو کثرت طلبی کے لئے سوال کرے،، کے بموجب یہ ھیں کہ اگر سائل کا مقصد سوال سے یہ نہ ھو کہ اپنی ضروریات بھر پالینے کے بعد سوال سے باز رھے بلکہ وہ اسے ھمیشہ کے لئے مال بڑھانے اور کھانے پینے کا ذریعہ بنا رھا ھے تو وہ جہنم میں اضافہ کر رھا ھے خواہ وہ نادار ھی کیوں نہ ھو اور صبح

marfat.com
Marfat.com

یا شام کی خوراک کے برابر بھی نہ رکھتا ہو ۔ واللہ عــلم

ملاحظہ فرمائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سوال میں ,,کثرت طلبی،، کی شرط رکھی ہے، اور اس مضمون کو مندرجہ ذیل احادیث و روایات کے مضامین سے مماثلت حاصل ہے :

(۱۷۳۹) حبشی بن جنادہ سلولیؓ ـــــ جو حجۃ الـوداع میں شریک تھے ـــــ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ,,جس نے فقر و احتیاج کے بغیر دست سوال دراز کیا وہ آگ کھا رہا ہے،،

(۱۷۴۰) شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ۔ ,,جس نے اپنا مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے سوال کیا ۔ تو وہ (بھیک) جہنم کا تپتا پتھر ہے ۔ جسے وہ لقمہ بنا رہا ہے ۔ اب جو چاہے اس میں سے کم لے اور جو چــاہے زیادہ لے لے ـ،،

ابو عبید : میرے خیال میں ان روایات کا محوری نقطہ یہ ہے کہ زکواۃ مانگ کر دولت بڑھانا یا اسے ذریعہ اکتساب بنا کر غنیمت بنا لینا ناپسندیدہ کام ہے ۔ یہ تمام سخت گیری اور وعید خود سائل کے خلاف ہے ۔ اب رہا وہ شخص جو ایسے سائل کو اپنے مال کی زکواۃ دیدیتا ہے ۔ جس کے پاس صبح یا شام کے کھانے سے زائد مال موجود ہو تو معطی کو اس کی زکواۃ کفایت کرے گی ۔ انشاء اللہ

اسی فیصلہ پر لوگوں کا عمل ہے اور عــلماء کا یہی فتوی ہے ۔

(۱۷۴۱) جہاں تک عبداللہ کی پچاس درہم کی موجودگی کا تعین کرنے والی حدیث اور اسدی کی ایک اوقیہ کی شرط والی حدیث کا تعلق ہے ۔ تو غنی اور فقر کے درمیان حد فاصل کے سلسلہ میں اکثر فقہا کی طرح میں بھی اسی حد پر ٹھہرتا ہوں، یہی وہ مقدار ہے جس کے برابر ہونے پر زکواۃ حرام اور جس سے کم ہونے پر زکواۃ حلال ہو جائیگی ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۷۳۲) چنانچه سفیان عبداللہ کی حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اس شخص کو زکواۃ کا مستحق نہیں سمجھتے ۔ جس کے پاس پچاس درھم یا اس سے زائد ہوں ۔

(۱۷۳۳) اور جہاں تک میرا علم ہے مالک بن انس، اسدی کی ایک اوقیہ والی حدیث سے استدلال کرتے تھے، اس لئے کہ وہ خود بھی اسے زید بن اسلم سے روایت کرتے تھے ۔

(۱۷۳۴) ابو عبیدؒ :۔ اور بعض راویوں نے ان سے یہ روایت کی ہے کہ اس بارے میں انھوں نے کوئی حد مقرر نہیں کی اور ان کا یہی قول میرے نزدیک ارجح و محفوظ ہے ۔

(۱۷۳۵) ابو عبیدؒ :۔ مذکورہ بالا دونوں احادیث میں سے اوقیہ والی حدیث مجھے زیادہ اچھی اورسنداً اصح معلوم ہوتی ہے، اگرچہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی کا نام مذکور نہیں، تاہم یہ متیقن ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور آپ کے منہ سے یہ حدیث سنی ہے ۔

اسی حدیث کی یہی صورت مالک اور لیث بن سعد کی روایت کردہ احادیث میں ہے گو علماء نے اس کی حدیث گوارا کرلی ہے ۔

لیکن باین همہ اس کی تائید میں ہمیں ایک اور حدیث ملتی ہے ۔

(۱۷۳۶) ابو ھریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا : ,,یا رسول اللہ ! میرے پاس ایک دینار ہے، آپؐ نے فرمایا! اسے اپنے اوپر خرچ کرو، اس شخص نے کہا ۔ میرے پاس دوسرا ہے ، آپ نے فرمایا ! اسے اپنے گھر والوں پر خرچ کرو، اس شخص نے کہا میرے پاس ایک اور ہے آپ نے فرمایا : اسے اپنی اولاد پر خرچ کرو اس شخص نے کہا میرے پاس ایک اور ہے آپ نے فرمایا اسے اپنے خادم پر

marfat.com
Marfat.com

خرچ کرو ۔ پھر اس شخص نے کہا میرے پاس ایک اور ہے آپ نے فرمایا : تم اس کے مصرف کو زیادہ سمجھ سکتے ہو ۔ "

ابو عبید : ۔ ملاحظہ فرمائیے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے چار دینار تک اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنے کا حکم دے رہے ہیں، واضح رہے کہ چار دینار برابر ہیں ایک اوقیہ کے، اس لئے کہ ایک دینار دس درہم کے مساوی ہوتا ہے ۔ پھر جب اس مقدار سے رقم زائد ہوتی ہے تب آپ نے اسے یہ کہتے ہوئے صدقہ کے معاملہ میں اختیار سونپ دیا کہ تم اس کے مصرف کو زیادہ سمجھ سکتے ہو ۔ یعنی اب تمہاری مرضی ہے جی چاہے تو اسے صدقہ کر دو، اس لئے کہ آپ نے ایک اوقیہ سے پہلے پہلے اسے فقیر خیال فرمایا۔ اور اس کے بعد غنی ۔

(۱۷۴۷) آپ کی ایک اور حدیث سے بھی اس مضمون کی شرح ہو رہی ہے آپ نے فرمایا : صدقہ تونگری کے بعد دیا جاتا ہے اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے، اور پہلے ان پر خرچ کرو جن کی تم کفالت کر رہے ہو"

(۱۷۴۸-۱۷۴۹) ابوعبیدؒ یہ حدیث دو سندوں سے حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔ نیز ایک اور سند سے اسے حکیم بن حزام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔ (۴)

یہ اوقیہ گھر، لباس خادم (غلام) اور گھر کے ضروری اسباب کے علاوہ ہونا چاہئیے

اسی طرح ہماری مذکورہ حضرت عمرؓ والی روایت بھی اُوقیہ سے متعلق ہے ۔ بناء بریں ہم بھی اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں ۔ اس حدیث کی صحیح توجیہ یہ ہوگی کہ یہ اوقیہ جس کا وہ شخص

marfat.com
Marfat.com

مالک ہو، اس گھر کے علاوہ ہو جو اسے اور اس کے بال بچوں کو پناہ دے رہا ہو ۔ نیز ان سب کے ضروری لباس کے علاوہ ہو ۔ اور اس غلام کے بھی علاوہ ہو جس کی انہیں کام کاج کے لئے ضرورت رہتی ہے یہی کچھ حسن سے مروی ہے ۔

(۱۷۵۰) ربیع بن صبیح کہتے ہیں کہ حسن سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کے پاس گھر ہو اور کام کاج کے لئے خادم بھی ہو (کیا وہ زکواۃ لے سکتا ہے؟) تو انہوں نے کہا: ,,اگر وہ ضرورتمند ہو تو زکواۃ لے سکتا ہے، اور اس پر اس بارے میں کوئی تنگی نہ ہوگی ،،۔

ابو عبیدؒ : ۔ اب اگر کسی شخص کے پاس حسب ضرورت رہائش گاہ اور لباس و خادم کے علاوہ ایسی چیز ہو جس کی قیمت ایک اوقیہ ہو جاتی ہو ۔ تو اُس کے لئے زکواۃ حلال نہ ہوگی ۔ خواہ وہ سیم و زر (نقدی) کی صورت میں نہ ہو، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : ,,جس کے پاس ایک اوقیہ یا اس کے مساوی ہو،،

عمر بن عبدالعزیز سے بھی یہی مضمون مروی ہے ۔

(۱۷۵۱) لیث بن سعد کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے تحریر کیا تھا ۔ ,,تاوان زدہ (اور قرضدار) لوگوں کے ذمہ کی رقم ادا کر دو ،، اس پر انہیں لکھا گیا ,,اگر ہم ایسے شخص کے پاس مکان، خادم ، گھوڑا اور گھر کا اسباب (فرنیچر وغیرہ) پائیں (تب بھی اس کے ذمہ کی رقم ادا کر دیں ؟) تو عمر نے انہیں جواب میں لکھا : ,,مرد مسلم کے پاس رہنے کے لئے مکان، کام کاج کے لئے خدمت گار، اپنے دشمن سے جہاد کرنے کے لئے گھوڑا اور اپنے گھر کا اسباب (فرنیچر) تو ضروریات میں سے ہے ، ہاں (ان تمام چیزوں کی موجودگی کے باوجود

marfat.com
Marfat.com

بھی) اس کا بار ادا کر دو اس لئے کہ بلاشبہ وہ تاوان زدہ و مقروض ھے۔"

ابو عبیدؒ : ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ عمر اس بارے میں بقدر کفایت کی شرط لگا رھے ھیں جس کے بغیر اس شخص کا کام نہ چل سکے، اور اس حد کے اندر اسے زکواۃ لینے کی اجازت دے رھے ھیں، اور اس کے بعد وہ اس کے لئے زکواۃ حلال نہیں کرتے۔

ھمارا مذکورہ حسنؒ کا قول بھی اس سے مشابہ ھے۔ تاھم یہ زیادہ واضح شرح پیش کر رھا ھے۔

(۱۷۵۲) اس تونگری اور بقدر ضرورت ھونے کی شرط کے علاوہ ھمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے لئے جس پر زکواۃ حلال ھو۔ ایک اور شرط بھی ملتی ھے اور وہ آپ کے اس فرمان میں ھے۔ زکواۃ تونگر کے لئے حلال نہیں۔ اور نہ طاقت ور کمانے کی طاقت رکھنے والے کے لئے " دوسری جگہ آپ نے فرمایا : ,,اور نہ طاقت ور صحتمند کے لئے جس کے ھاتھ پیر چلتے ھوں۔"

(۱۷۵۳) ابو عبیدؒ : میرا خیال ھے کہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو زکواۃ کے حرام ھونے میں یکساں قرار دیدیا ، نیز تونگری اور کمانے کی طاقت کو دو برابر کی حیثیتیں دیدیں، خواہ طاقتور مالدار نہ ھو۔ بھرحال اب یہ دونوں برابر ھیں۔ الایہ کہ اس طاقتور کے کمائی کے ذرائع منقطع ھوں اور وہ امکانی کوشش کے باوجود محروم رھتا ھو اور اپنے بال بچوں کے گذارہ بھر کا نہ پاتا ھو۔ اندریں حالات اسے مندرجہ ذیل فرمان الھی کے بموجب مسلمانوں کے اموال میں سے لینے کا حق پہنچے گا

المحروم کا مفھوم

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (الذاريات ۵۱ : ۱۹)

اور ان کے اموال میں حق ھے سائل اور محروم کے لئے

marfat.com

Marfat.com

(۱۷۵۴) سعید بن جبیر، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ھیں که اس آیة کریمه میں ,,المحروم،، سے مراد ھے وہ شخص جو امکانی کوشش کے باوجود گذارہ بھر نه پاسکے ۔

(۱۷۵۵) قیس بن کر کم سے روایت ھے که میں نے ابن عباسؓ سے اس (محروم) کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا ,,سائل تو سوال کرنے والا ھے اور محروم وہ امکانی کوشش کرنے کے باوجود ناکام ھونے والا ھے جس کے لئے اسلام میں کوئی حصه مقرر نہیں ھے

(۱۷۵٦) حسن بن محمد بن الحنفیه سے روایت ھے که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے ایک گشتی دسته روانه کیا جسے کچھ غنیمت ھاتھ لگی، پھر کچھ ایسے لوگ آگئے جو غنیمت ،، (حاصل کرتے وقت دسته) میں موجود نه تھے ، تب یه آیت کریمه نازل ھوئی

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذریات ۵۱ : ۱۹)

اور ان کے اموال میں حق ھے سائل کا اور محروم کا ۔

بعض علماء عراق کی تونگری وفقر کی تعریف اور اُس پر بحث

(۱۷۵۷) ابو عبیدؒ : سفیان کے علاوہ متعدد علماء عراق کا قول ھے که زکواۃ اس شخص کے لئے حلال ھے جو دو سو درھم سے کم کی ملکیت رکھتا ، ھو ان کا کہنا ھے که یه اس وجه سے که اتنی ملکیت والے پر زکواۃ واجب نہیں ھوتی، اس بارے میں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ھے ۔ جس میں آپ نے زکواۃ (وصدقه) وصول کرنے کے لئے ان الفاظ میں حکم دیا ھے ,,یه زکواۃ ان کے تونگروں سے لی جائیگی اور ان کے فقراء میں پلٹا دی جائے گی ۔ ،،

marfat.com
Marfat.com

اس حدیث سے یہ استناط کرتے ہیں کہ تونگری اور فقر کے درمیان حد فاصل زکواۃ کا واجب ہونا اور زکواۃ کا معاف ہونا ہے اور یہ ایسا مسلک ہے جس کا وزن ہوتا بشرطیکہ اس پر یہ اعتراض و ارد نہ ہو سکتا ۔

(۱۷۵۸) کہ اگر ایک شخص بہت بڑی مقدار میں اموال کا مالک ہو جس میں جائیداد غلام اور سامان تجارت اتنی مقدار میں ہو کہ اس کے تھوڑے سے حصہ میں ہی تونگری کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہو، لیکن بایں ہمہ جب سال ختم ہونے لگے تو اس کے پاس سیم وزر کی صورت میں دو سو درہم موجود نہ ہوں اندریں صورت اس شخص کو جو تونگری و فقر میں حد فاصل ,,زکواۃ کا واجب ہونا،، قرار دیتا ہے یہ چاہئیے کہ وہ اس شخص کو ایسا فقیر شمار کرے جسے زکواۃ دی جائے اور اس لئے کہ اس مذکور شخص پر زکواۃ واجب نہیں ہوتی اسے زکواۃ دینے والے کی زکواۃ صحیح جگہ پہنچنے کی وجہ سے معطی کا فرض ادا ہو جائے گا ۔ خواہ اس شخص کے امـوال کی قیمت ہزاروں دو سو کے برابر ہی کیوں نہ ہو ، لیکن ہمارے علم میں کوئی شخص ایسا نہیں جو اس قسم کا مسـلک رکھتا ہو یا جس نے ایسا فتوی دیا ۔

ہماری نظر میں اس فقر و غنا کے بارے میں حد فاصل وہی ہے جسے سنت نے متعین و مقرر کر دیا ہے ۔ یعنی ایک اوقیہ یا اس کے مساوی مال کی ملکیت ۔

حضرت عمرؓ کی روایت کہ قحط سالی میں ایک ریوڑ بکریوں کا مالک زکواۃ لے سکتا ہے اور اس پر کلام

(۱۷۵۹) اب رہی حضرت عمر بن الخطابؓ کی روایت جس میں وہ کہتے ہیں لا زکواۃ میں سے اس شخص کو دو جس کے پاس قحط

marfat.com
Marfat.com

سالی بھیڑ بکریوں کا ایک ریوڑ چھوڑ دے ، اور اس شخص کو زکواۃ نہ دوجس کے پاس قحط سالی دو ریوڑ (بھیڑ بکریوں کے) چھوڑ دے ۔"

(۱۷٦۰) مذکورہ بالا روایت کے ایک راوی اسماعیل بن ابراھیم نے کہا ھے ۔ ابن ابی بحیح نے ایک ریوڑ کی تعریف یہ کی ھے کہ ایک سو بھیڑ بکریاں اور دو ریوڑوں کی دو سو بھیڑ بکریاں ۔

ابو عبیدؒ: اس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ سو بکریوں کے مالک کو بھی زکواۃ لینا مباح ہے، حالانکہ ان کی قیمت تو بہت سے اوقیوں کے مساوی ہوگی ۔

لیکن یہ روایت بغیر اسناد کے مرسل ھے، تاھم اگر حضرت عمرؓ سے اس کی نسبت صحیح طور پر ثابت ہو جائے تو میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہوگی کہ یہ رخصت قحط سالی کے دوران ہوگی، اس لئے کہ اس روایت میں قحط سال کے لئے "سنة" کا لفظ استعمال کیا گیا ھے جس (کے ایک معنی اگرچہ سال ھیں تاھم یہاں اس) کے معنی قحط سالی اور خشک سالی ھیں ، جو لوگوں کے مال اور مویشی غارت کر دیتی ھے اور ایک بھی گودے دار (تروتازہ) دودھ دینے والا جانور باقی نہیں چھوڑتی اسی طرح یہ پھلوں اور کھیتوں کو بھی جلا ڈالتی ھے (سنة کی جمع سنونٌ و سنین ہے، اسی معنی میں) اللہ تبارک و تعالی نے فرمایا ھے ۔

-وَلَقَدْ اَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ-وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ (الاعراف ۷: ۱۳۰)

اور ہم نے آل فرعون کو قحط سالیوں اور پھلوں کی قلت میں گرفتار کر دیا :

چنانچہ ان حالات میں حضرت عمرؓ کی رائے یہ ہوگئی تھی کہ

marfat.com

Marfat.com

سو بھیڑ بکریوں کے مالک کو بھی زکواۃ دیدی جائے ۔ چنانچہ ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے :

من ابقت له السنة غنما :

جس کے لئے قحط سالی ایک ریوڑ بھیڑ بکریوں کا چھوڑ دے (یعنی سو عدد) جس میں خاص طور پر ,,سنة،، کی شرط ھے، اس لئے کہ قحط سالی میں یہ سو بھیڑ بکریاں جو بھوک اور قحط سے لاغر و نڈھال ھوں سرسبزی کے زمانہ کی دس بکریوں کی برابری نہیں کر سکتیں ۔ بناء بریں انھوں نے لوگوں پر نرمی و مہربانی کرتے ھوئے سو بکریوں کے مالک کو بھی زکواۃ لینے کی اجازت دیدی ۔ بلکہ انھوں نے اس سے بھی بڑھ کر یہ کیا کہ قحط سالی میں لوگوں سے زکواۃ کی وصولی کو موخر کر کے اگلے سال پر ملتوی کر دیا ، اور جب تک بارش سے سیرابی و سرسبزی نہ ھوتی انھوں نے زکواۃ وصول نہ کی ۔

قحط سالی میں قطع ید کی ممانعت

یہ بحث ھم کسی اور موقع پر بیان کر آئے ھیں (دیکھتے نمبر ۹۷۵ تا ۹۸۵) یہی نہیں بلکہ ان کی خیرخواھی میں آپ کی معاملہ فہمی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ آپ نے ایسے قحط کے زمانہ میں چوروں سے ھاتھ کاٹنے کی حد بھی ھٹا دی تھی اور فرمایا تھا: ,,قحط سالی کے زمانہ میں ھاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی،،

ایسے ھی وجوہ کی بناء پر انھوں نے سو بکریوں کے مالک کو زکواۃ لینے کی اجازت دے دی ھوگی ۔

—*—

marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

۱) ابو داؤد اور بیہقی نے حضرت انسؓ سے یہ روایت اس انصاری کے قصہ میں بیان کی ہے ۔ جس کا بوریا اور کاسہ رسول اللہ نے فروخت کر کے اس کے عوض اسے رسی اور کلہاڑی خرید کر دی تھی اور حکم دیا تھا کہ وہ لکڑیاں جمع کر کے فروخت کرے اور گذارہ کرے ۔ (از حاشیہ کتاب الاموال)

۲) ابو داؤد میں بنی اسد کے ایک شخص روایت کرتے ہیں : میں اور میرے اہل و عیال بقیع الغرقد میں اترے ۔ میرے گھر والوں نے کہا کہ تم رسول اللہ سے جاکر ہمارے کھانے کے لئے کچھ مانگ لاؤ ۔ چنانچہ میں رسول اللہ کے پاس پہنچا ۔ میں نے وہاں آپ سے ایک شخص کو مانگتے دیکھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یہ جواب دے رہے تھے ,,میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے ،، وہ شخص غضب ناک ہوکر واپس ہو رہا تھا ۔ اور کہہ رہا تھا ۔ میری قسم ۔ آپ جسے چاہتے ہیں دے دیتے ہیں،، رسول اللہ نے کہا ۔ یہ اس لئے غصہ ہو رہا ہے کہ میرے پاس اسے دینے کے لئے کچھ نہیں ہے ، یاد رکھو تم میں سے جس کے پاس ایک اوقیہ یا اس کے مساوی قیمت کا سامان ہو تو اس کا مانگنا ہٹ دھرمی ہے ,,یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا ہمارے پاس جو اونٹنی ہے ۔ وہ تو اوقیہ سے زیادہ قیمتی ہے ، اوقیہ تو چالیس درہم کا ہوتا ہے ۔ پھر میں آپ سے کچھ مطالبہ کئے بغیر ہی واپس آ گیا ۔ بعد ازاں حضور کے پاس جو اور کشمش آئے تو آپ نے وہ ہم میں تقسیم فرما دیئے تاآنکہ اللہ نے ہمیں تونگر کر دیا ۔۔ یہ روایت احمد اور نسائی میں بھی ہے (از حاشیہ کتاب الاموال)

۳) ابو داؤد میں یہ روایت ہے : رسول اللہ کے پاس عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس آئے اور انہوں نے آپ سے کچھ مانگا، جس کو آپ نے پورا کر دیا ، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس روایت کے آخری میں ہے کہ آپ نے فرمایا : جس کے پاس بقدر آسودگی ہو اور پھر بھی وہ مانگے تو وہ آگ میں اضافہ کر رہا ہے، لوگوں نے دریافت کیا : یا رسول اللہ ,,بقدر آسودگی جس کے بعد سوال روا نہیں،، کا کیا مفہوم ہے؟ آپ نے فرمایا : صبح شام کی خوراک جو اسے کافی ہو۔۔ (از حاشیہ کتاب الاموال)

۴) یہ روایت احمد اور دار قطنی نے باسناد صحیح یوں بیان کی ہے : ,,بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی آسودگی کے بعد دیا جائے ،، اسی روایت میں ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا ۔ یا رسول اللہ میں کس کی کفالت کروں ؟،، آپ نے فرمایا : ,,اپنی بیوی کی ، کیونکہ وہ کہتی ہے : مجھے کھلاؤ یا مجھ سے الگ ہو جاؤ ۔ پھر اپنی کنیز کی کہ وہ کہتی ہے مجھے کھلاؤ اور مجھ سے کام لو ۔ پھر اپنی اولاد کی کہ وہ کہتے ہیں : ,,ہمیں کس کے حوالے کر رہے ہو؟ ابن تیمیہ نے منتقی میں لکھا ہے یہ روایت شیخین نے اور امام احمد نے ایک سند میں بیان کی ہے لیکن ان حضرات نے اس روایت کے تفسیری جملوں کو ابوہریرہؓ کا قول بتایا ہے ۔ (از حاشیہ کتاب الاموال)

marfat.com

Marfat.com

باب : ۷۹

زکواۃ میں سے ایک شخص کو کم از کم کتنا دیا جائے

اور زیادہ سے زیادہ کتنی مقدار اس کے لئے روا ہو گی

زکواۃ بقدر سرمایہ نہ دی جائے اس ضمن میں اختلافات

(۱۷٦۱) ابراھیم کہتے ھیں ,,(علماء دین) اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ زکواۃ میں سے اتنی مقدار لوگوں کو دی جائے کہ وہ سرمایہ بن جائے ۔"

(۱۷٦۲) ابو عبیدؒ : ۔ سفیان زکواۃ میں سے کسی کو پچاس درھم سے زیادہ دینا ناپسند کرتے تھے ۔ اسی طرح ان کی رائے یہ تھی کہ جو پچاس درھم کا مالک ھو اسے زکواۃ نہیں دی جائے گی اپنے اس فیصلہ میں وہ صرف قرض دار (یا تاوان زدہ) کو مستثنی قرار دیتے تھے اور ان کا قول تھا کہ ایسے شخص کا قرض (یا بار تاوان) ادا کر دیا جائے گا خواہ وہ اس مقدار سے زیادہ ھی کیوں نہ ھو ۔

ابو عبیدؒ : ۔ اس طرح سفیان نے عطیہ کی مقدار کو دیئے جانے والے کی سابقہ ملکیت سے مشابہ قرار دیا ھے ۔

یہ ایک مسلک ھے اور اس شخص کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ ھے جو اس پر عمل کرنا اور اس پر اتباع کرنا چاھتا ھے ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۶۶۳) سفیان کے علاوہ اس بارے میں بقیہ تمام اهل عراق کا بھی یہی مسلک ھے کہ دی جانے والی رقم سابقہ ملکیت سے مشابہ قرار دی جائے ۔ البتہ انھــوں نے اس رقم کا تعین (بجائے پچاس درھم کے) دو سو درھم کیا ھے، بناء بریں ان کا کہنا ھے کہ کسی (سائل) کو بھی دو صد (درھم) سے زیادہ نہیں دیا جائے گا ۔ ایسے ھی اگر اس کے پاس دو صد درھم ھوں تو اسے زکواۃ لینا حلال نہ ھوگی ۔

(۱۶۶۴) ضحاک بن مزاحم سے بھی ایسا ھی قول مروی ھے ۔

(۱۶۶۵) لیکن مالک بن انس کے نزدیک اس بارے میں کوئی معین حد نہیں ھے ان کا قول تھا ۔ ,,میرے خیال میں دینے والے کو چاھئیے کہ وہ اس بارے میں پوری چھان بین اور حسن نظر سے کام لے،،۔

زکواۃ دینے کی کوئی حد متعین نہیں

ابو عبیدؒ : ۔ مذکورہ بالا احادیث کا غائر مطالعہ ھمیں اس نتیجہ پر پہنچاتا ھے کہ ان میں اس بارے میں کوئی حد بندی نہیں کی گئی البتہ سنت اتنی قید ضرور لگاتی ھے کہ جسکو دیا جائے اگر اس کے پاس عــطیہ سے قبل ایک اوقیہ ھو تو وہ زکواۃ کا مستحق نہیں لیکن جبکہ اسکو دیا جا رھا ھو وہ فقیر ھو اور اور مستحق زکــواۃ و صدقہ ھو تو ان آثار میں ھمیں کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جس کی بناء پر ھم عطیہ کی مقدار محدود کر سکیں اس کے برخلاف ھمیں ایسی روایات ملتی ھیں جن میں زیادہ دینے کی فضیلت ھے اور اسے پسندیدہ و مستحب قرار دیا گیا ھے ۔

(۱۶۶۶) انس بن مالکؓ سے مروی ھے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ھوئی کہ : ۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللہَ قَرْضاً حَسَناً (البقرة ۲): ۲۴۵)

کون ھے جو اللہ کو اچھا قرض دے

marfat.com
Marfat.com

نیز یہ آیت کریمہ
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران ۳ : ۹۲)
تم ھمہ گیر بھلائی اسوقت تک ھرگز نہیں پاؤ گے تاآنکہ تم ان چیزوں میں خرچ نہ کرو جو تمھیں محبوب ، ھیں ۔

تو حضرت ابو طلحہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ سے کہا ,,فلاں فلاں مقام پر میرا جو باغ ھے وہ اللہ کے لئے ھوگیا ۔ اللہ کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اس عطیے کو چھپا سکتا تو میں اس کا اعلان نہ کرتا،، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,,اس باغ کو اپنی قوم کے فقیروں میں تقسیم کر دو۔

(۱۷۶۷) اسی حدیث میں انس بن مالکؓ کہتے ھیں کہ حضرت ابو طلحہؓ نے وہ باغ اُبیّ بن کعبؓ اور حسّان بن ثابتؓ کے درمیان تقسیم کر دیا ۔

ابو عبیدؒ :۔ باغ سے مراد کھجور کے نیز دیگر پھل دار درختوں اور کھیتوں پر مشتمل (قطعہ) زمین ھے ۔ ایسے قطعہ زمین کی قیمت آپ کے اندازہ کے مطابق کیا ھو گی ؟ پھر یہ بھی نہ بھولئے کہ یہ باغ اپنی شہرت و گرانقدری کے لحاظ سے ایسی صورت اختیار کر چکا تھا کہ حضرت ابو طلحہ اسے لوگوں سے چھپا کر نہیں دے سکتے تھے ۔ بایں ھمہ انھوں نے اسے دو آدمیوں میں تقسیم کر دیا جس میں کوئی تیسرا نہ تھا ۔

(۱۷٦۸) ابو عبیدؒ :۔ یہ صدقہ اگرچہ (فرض نہ تھا بلکہ) رضا کارانہ (نفل) تھا تاھم اسکی اور فرض صدقہ (یعنی زکواۃ) کی حیثیت برابر ھے ۔ اس لئے کہ جب زکواۃ جسے اللہ نے حتماً مالداروں کے اموال میں فقراء کے لئے مقرر فرما دیا ھے اسی کی زیادہ مقدار لینے والے کے لئے حرام ھو جاتی ھے تو رضاکارانہ خیرات و صدقہ کا زیادہ

marfat.com
Marfat.com

حصہ لینا تو ان فقراء کے لئے بدرجہ اولی حرام ٹھہرے گا ۔ لیکن اگر ہدیہ ان لوگوں کے لئے حلال ہوگیا اور رضاکارانہ صدقہ دینے والا اندریں صورت نیکو کار و محسن ٹھہرا تو پھر یقیناً ایسی صورت میں معطی فرض زکواۃ ادا کرنے میں اور بھی نیکوکار ٹھہرے گا ۔

خرچ کرنے میں نفل خیرات و صدقہ اور فرض زکواۃ کی یکساں حیثیت

ابو عبیدؒ : ۔ اس بات کا ثبوت ، کہ نفل خیرات و صدقہ اور فرض زکواۃ (صدقہ) دونوں کی برابر حیثیت ہے حضرت سلمانؓ کی، یہ روایت پیش کر رہی ہے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں ۔

(۱۷٦۸) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے سلمانؓ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کھانے کی چیز لے گیا ۔ اور میں نے عرض کی ,,یہ صدقہ ہے اور میں غلام ہوں،، تو آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ اسے کھائیں ، لیکن آپ نے ان کے ساتھ خود اس میں سے نہ کھایا ۔ پھر میں آپ کے پاس کچھ کھانے کی چیز (دوبارہ) لے گیا اور میں نے عرض کی ,,یہ ھدیہ ہے جو میں آپ کی خدمت میں آپ کے اعزاز و اکرام کے لئے پیش کر رہا ہوں، اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے ہیں ,,چنانچہ آپ نے اپنے صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ اسے کھائیں اور خود آپ نے بھی ان کے ساتھ کھایا ۔

ابو عبیدؒ : ۔ ملاحظہ فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کے استعمال سے کس طرح باز رہے اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ حضرت سلمانؓ مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے یہ واقعہ اسی طرح ان کی ایک طویل حدیث میں مذکور ہے اس طرح حضرت

marfat.com
Marfat.com

سلمانؓ نے آپ کی نبوت کا امتحان لینا چاہا تھا کیونکہ جو نشانیاں انھیں اھل کتاب سے معلوم ہوئی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ نبی ھدیہ کھائے گا اور صدقہ نہیں کھائے گا ۔ یہاں ایک ایسے شخص سے جو ابھی اسلام بھی نہ لایا ہو زکواۃ کا سوال ھی پیدا نہیں ہوتا جس کا استعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمایا ہو؟

پھر ھمیں آپ کی ایک دوسری حدیث سے صدقہ کے معنی بالتفصیل معلوم ہوتے ھیں نیز اس میں اور ھبہ میں امتیازی فرق معلوم ہوتا ھے ۔

صدقہ اور ھدیہ کا فرق

(١٧٧٠) عبدالرحمن بن علقمہ سے روایت ھے کہ ثقیف کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اپنے ساتھ کچھ ھدیہ لائے تھے، آپ نے ان سے دریافت فرمایا ,,یہ کیا ھے ؟ ھدیہ ھے یا صدقہ ؟ صدقہ وہ ہوتا ھے جو اللہ کی خوشنودی و رضا جوئی کے لئے دیا جائے اور ھدیہ سے خوشنودی رسول مراد ہوتی ھے نیز حاجت برآری اور ضرورت پوری کرنا مطلوب ہوتا ھے " تو انھوں نے کہا ,,یہ ھدیہ ھے" چنانچہ آپ نے ان سے وہ قبول فرمالیا ، پھر ان لوگوں نے آپ کو اپنے مسائل و مطالبات میں مشغول رکھا تاآنکہ آپ نے نماز ظہر، عصر کے وقت ادا فرمائی ۔

ابو عبیدؒ :۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی خصوصیت کے عمومی طور پر یہ بتایا کہ صدقہ سے مراد وہ چیز ھے جس سے اجر و رضائے الہی مطلوب ہو، اور آپ نے اس ضمن میں فرض و نفل کا کوئی امتیاز نہ فرمایا ساتھ ھی آپ نے ھدیہ کو صدقہ کے علاوہ کوئی اور چیز قرار دیا ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۷۷۱) یہی وہ چیز ہے جس کی ہم پیروی کرتے ہیں اور جس کے مطابق ہم فیصلہ کرتے ہیں یعنی یہ کہ ہم کسی تونگر کے لئے صدقہ (زکواۃ و خیرات) کا وصول کرنا پسند نہیں کرتے خواہ وہ صدقہ رضاکارانہ (نفل) ہو یہ میرا ایک پسندیدہ طریقہ ہے جسے میں مکروہات سے اجتناب کرتے ہوئے اختیار کرتا ہوں اگرچہ یہ قطعی (فرض شدہ) حرام کے درجہ پر نہیں پہنچتا ۔ بہرحال مجھے اس طرف سے خطرہ اور کھٹکا ہے ایک تو ان احادیث و روایات کی رو سے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بناء پر کہ ,,صدقہ کسی تونگر کے لئے حلال نہیں ہے،،

(۱۷۷۲) آپ ہی بتائیے کہ اگر سینکڑوں اور ہزاروں کی ملکیت رکھنے والے کو کوئی شخص ایک درہم یا ایک روٹی اس صدقہ سے دے دے جس سے صرف اللہ کی رضا جوئی اور اس کا اجر مطلوب ہوتا ہے اور اس نیت کا علم خود اس شخص کو بھی ہو جسے وہ صدقہ دیا جا رہا ہو، کیا کوئی مسلمان بھی اسے گوارا کرے گا۔؟

یہی صورت اس وقت ہوگی جبکہ صدقہ کی نیت سے بہت سی نقدی یا جائداد یا جانور وغیرہ دیئے جائیں بلکہ زیادہ مقدار اور بھی زیادہ مکروہ ہوگی ، الا یہ کہ اس عطیہ سے معطی کی دلی نیت تو اپنی اولاد یا دیگر رشتہ داروں یا بیگانوں کے لئے تحفہ یا ھدیہ دینے کی ہو لیکن بظاہر وہ اسے صدقہ بتائے تاکہ جس کو دیا جا رہا ہے اسے وہ صدقہ کا یقین دلائے اور اس لئے بھی کہ وہ صدقہ اس پر واجب ہو تب اس فیصلہ میں کسی نظرثانی کی ضرورت نہیں ۔ اندریں صورت وہ عطیہ اس کے لئے انشاء اللہ پاک و خوشگوار ہو گا ۔

(۱۷۷۳) ابو عبیدؒ ۔ تو جب صورت حال یہ ہے کہ فرض صدقہ (زکواۃ) اور نفل صدقہ (خیرات و عطیات) دونوں کو تقسیم کرنے کا

marfat.com
Marfat.com

حکم یکساں ھے تو جس طرح رضاکارانہ (نفل صدقے و) عطیے میں سے زیادہ مقدار دینا جائز ھے زکات میں سے بھی دیا جا سکتا ھے بشرطیکہ جس کو دیا جا رھا وہ وہ اس وقت ضرورۃ تمند ، محتاج ہونے کی وجہ سے مستحق زکواۃ ہو یہ عمل ھماری اس مذکورہ حدیث کے مطابق ہوگا جس میں ابو طلحہؓ نے اپنا باغ ابی بن کعبؓ اور حسان بن ثابتؓ کے درمیان تقسیم کر دیا تھا ۔ وہ نفل صدقہ (خیرات و عطیات) کی حیثیت رکھتا تھا ۔ (فرض زکواۃ نہ تھی) تاھم ھمیں خود زکواۃ کی تقسیم کے سلسلہ میں ایسی روایات ملتی ھیں ۔

جن سے زیادہ مقدار دیدینے کا جواز ثابت ہوتا ھے

(۱۷۷۴) جراد بن شبیط راوی ھیں کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس تھا کہ ان کے پاس بظاھر ایک ھٹاکٹا کھاتا پیتا شخص آیا اور اس نے کہا ,,یا امیر المومنین ۔ میں مر گیا اور میرے بال بچے بھی تباہ و برباد ہوگئے ,,تو حضرت عمرؓ نے کہا " تم میں سے ایک شخص گھی کے کپے کی طرح چکنا چپڑا آتا ھے اور کہتا ھے کہ میں مرگیا اور میرے بال بچے تباہ و برباد ہوگئے پھر اسے قریب بلاتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اپنا واقعہ یوں بیان کیا ۔ میں اور میری ایک بہن اپنے والدین کے ایک اونٹ کو جسے پانی بھرنے کے کام میں لایا جاتا تھا چراتے تھے ۔ ھماری ماں اپنی تہمد ھمیں پہنا دیتی تھی اور ھمیں مٹھی مٹھی اندرائن کے بیج کھانے کے لئے دیدیا کرتی تھی ۔ ھم اپنے اس اونٹ کو لے کر نکلتے ، جب سورج نکل جاتا تو میں اپنی تہمد بہن کے پاس ڈال کر ننگا محنت کرنے لگتا ۔ پھر ھم اپنی ماں کے پاس واپس جاتے اور وہ ھمارے لئے اندرائن کے بیجوں کا ھریرا تیار رکھتیں کیا سرسبز و شاداب زمانہ تھا وہ " پھر حضرت عمرؓ نے کہا ,,اسے صدقہ کے جانوروں میں سے ایک ربیع میں پیدا ہونے والی اونٹنی

marfat.com
Marfat.com

(جو ایک سال سے کم عمر کی ہوتی ہے) دے دو (راوی جراد بن شبیط کہتے ہیں) چنانچہ میں نے دیکھا کہ وہ اونٹنی اس طرح نکلی کہ اس کے پیچھے اس کی ماں اور اس کا باپ دونوں آ رہے تھے راوی کہتے ہیں " اس دن اس شخص پر مجھے جتنی جلن آئی اتنی جلن کبھی کسی پر مجھے نہیں آئی تھی "۔

(۱۷۷۵) ایک اور سند سے بھی جراد بن (شبیط بن) طارق حضرت عمرؓ سے یہی مضمون روایت کرتے ہیں۔

ابو عبیدؒ : ۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہاں حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو تین اونٹ دیدئیے ہیں اور یہ بڑی قیمت کا مال ہوتا ہے انھوں نے یہ اس لئے کیا تھا کہ اسے تنگدستی اور عیالداری سے نکال کر آسودہ کر دیں۔ کیونکہ اس نے بال بچوں کی تباہی کا ذکر کیا تھا۔

اور حضرت عمرؓ کی رائے یہی تھی کہ جب دیا جائے تو آسودہ و تونگر کر دیا جائے۔

(۱۷۷٦) عمرو بن دنیاء راوی ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا "جب تم دو تو نگر و آسودہ کر دو "۔

ابو عبیدؒ :۔ یہی نہیں بلکہ ان سے تو کچھ اس سے بھی بڑھ کر روایت ہے۔

(۱۷۷۷) مرہ راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے زکواۃ پر مامور کارکنوں سے کہا "ان پر بار بار زکواۃ تقسیم کرو خواہ ان میں سے ایک کے پاس سو اونٹ ہی کیوں نہ ہو جائیں "

(۱۷۷۸) اسی سند کا ایک دوسرا راوی مرہ کے واسطہ سے یہ روایت حضرت عمرؓ سے اس طرح بیان کرتا ہے۔ "ہم بالضرور انھیں بار بار زکواۃ دیں گے خواہ ان میں سے ایک کے پاس سو اونٹ کیوں نہ ہو جائیں "۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۷۷۹) ابو عبیدؒ :۔ اس روایت کی اسناد میں کلام ہے اگر حضرت عمرؓ سے اس کی روایت ,,محفوظ،، طور پر ثابت ہو تو میرے نزدیک اس کی توجیه وہ نہیں ہوگی جو بعض لوگ کرتے ہیں ۔ کہ زکواۃ میں سے اس شخص کو بھی دیا جائے گا جو سو اونٹ کا مالک ہو کیونکہ یہ تو قرآن و سنت کے خلاف ہے اور اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عمرؓ ایسی بات کہیں ۔ لیکن ہمارے خیال میں اس بات سے حضرت عمرؓ وہی کہہ رہے ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں یعنی یہ کہ حاجتمند اور فقیر کو زکواۃ میں سے محصل زکواۃ اتنی مقدار دیدے کہ وہ سو اونٹ تک پہنچ جائے تو جائز ہوگا۔

(۱۷۸۰) ابو عبیدؒ :۔ رہی وہ پہلی توجیه جو بعض حضرات نے کی ہے وہ ناجائز ہے بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ پانچ اونٹوں کے مالک پر تو زکواۃ فرض ہو اور اس سے ان پر بطور زکواۃ ایک بکری لی جائے اور پھر اس پانچ اونٹوں کے مالک سے لے کر اسے سو اونٹوں کے مالک کو دیدیا جائے؟ یہ ناممکن اور اسلامی فیصلہ کی حدود سے خارج ہے ۔

(۱۷۸۱) الغرض ہمارے خیال میں ہماری تاویل کے مطابق حضرت عمرؓ نے عطیہ میں توسیع کرتے ہوئے اسے سو کی تعداد تک بڑھا دیا یاد رہے کہ یہ عطیہ فرض زکواۃ میں سے ہوگا اس لئے کہ یہ عطیہ مویشیوں کی زکواۃ میں سے دیا گیا ہے ۔

زکواۃ سے اتنی مقدار دی جائے کہ محتاج اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے

بناء بریں بعض تابعین اس طریقہ پر عمل پیرا تھے اور وہ تھوڑا دینے پر زیادہ دینے کو ترجیح دیتے تھے ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۷۸۲) عطاء کہتے ھیں جب کوئی شخص اپنے مال کی زکواۃ میں سے کسی مسلمان گھرانہ کو دے اور اتنا دے کہ ان کو سنبھال لے اور انھیں اپنے پیروں پر کھڑا کر دے تو یہ مجھے زیادہ پسند ھے ۔

زکواۃ کی رقم سے غلام آزاد کرنا اور حج کرانا

ابو عبیدؒ :۔ اسی موضوع سے متعلق حضرات ابن عباسؓ کی وہ روایت بھی ھے جس میں غلام کو آزاد کرنے کا ذکر ھے ۔

(۱۷۸۳) مجاھد کہتے ھیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا ,,اپنے مال کی زکواۃ سے غلام کو آزاد کر دو ،،۔

(۱۷۸۴) مجاھد ابن عباسؓ سے روایت کرتے ھیں کہ وہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص اپنے مال کی زکواۃ سے کسی کو حج کرا دے اور اس (زکواۃ کی رقم) سے غلام آزاد کرا دے ۔

ابو عبیدؒ :۔ ظاھر ھے کہ ایک غلام کی جو کم از کم قیمت ھو سکتی ھے وہ بھی بھرحال دو سو درھم سے بہت زیادہ ھوگی ۔

الغرض حضرت ابن عباسؓ ایک شخص کو اجازت دے رھے ھیں کہ وہ اپنی زکواۃ میں سے ایک غلام کی قیمت دے کر اسے آزاد کرا دے اگرچہ بعض فقہا اس مسلک کو نہیں اپناتے تاھم وہ قیمت کی بیشی کی وجہ سے اس عمل کو پسند نہیں کرتے بلکہ ان کی ناپسندیدگی کا سبب یہ ھے کہ اس طرح وہ (زکواۃ کی رقم دے کر آزاد کرانے والا شخص) آزاد کرانے کا شرف اور ولاء اپنے آپ سے وابستہ کر لے گا ۔ (۱)

بھرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا قول زیادہ مستحق ھے کہ اس کی اتباع کی جائے ۔

marfat.com
Marfat.com

زکواۃ کی رقم میں سے بے گھر کو گھر اور ننگے کو لباس اور مسافر کو رسد اور سواری دینا

(۱۷۸۵) الغرض یہ تمام آثار ثبوت ھیں اس بات کا کہ محتاجوں اور فقیروں کو زکواۃ دینے کے لئے مسلمانوں پر کوئی حد مقرر نہیں ھے جس سے تجاوز نہ کیا جائے خواہ جسکو دیا جا رھا ھو وہ مقروض و تاوان زدہ نہ ھو بلکہ اس عمـــل کی انجام دھی میں محبت و ھمدردی اور فضل و احسان کارفرما رھے گا اس لئے کہ اس کا تعلق معطی کے صواب دید پر ھے جس میں وہ طرف داری نہ کرے نہ اپنی خواھش نفس کو ترجیح دے ۔ اسے یوں سمجھئے کہ جیسے ایک شخص جو بہت مالدار ھو ایک مسلم گھرانہ کو ایسی فقیری و بےچارگی کی حالت میں دیکھے کہ ان کے پاس سر چھپانے کو گھر تک نہ ھو چنانچہ وہ اپنے مال کی زکواۃ میں سے انھیں ایک گھر خرید کر دیدے جس سے وہ سردیوں کی شدت اور گرمی کی تمازت سے محفوظ ھو جائیں یا مثلاً وہ دیکھے کہ ان کے بدن ننگے ھیں اور ان کے پاس کپڑے پہننے کو نہیں ھیں اور وہ ان کے لئے (اپنی زکواۃ میں سے) اتنے کپڑے مہیا کر دے جس سے نماز میں ان کی ستر پوشی اور گرمی سردی سے بچاؤ ھو جائے یا وہ ایسے غلام کو دیکھے جو بدسرشت مالک کے قبضہ میں ھو اور جو اپنے غلام پر ظلم و زیادتی کرتا ھو اور اسے (اپنی زکواۃ کی رقم سے) خرید کر آزاد کرا دے ، یا وہ کسی نادار مسافر کو دیکھے جس کی منزل دور ھو اور اسے اس کے وطن تک پہنچانے کے لئے کرایہ پر یا خرید کر سواری کا بندوبست کر دے تو اس قسم کے سلوک جن کے لئے ظاھر ھے کہ بڑی رقمیں درکار ھیں اگر اس قسم کی امداد کرنے کے لئے معطی کا دل نفل صدقہ و خیرات و عطیات کرنے کو نہ چاھیے اور وہ ان مدوں میں اپنے مال کی زکواۃ لگا دیتا ھے تو کیا

marfat.com

Marfat.com

اس سے اس کی فرض زکواۃ ادا نہیں ہوگی ؟ کیوں نہیں ۔ ضرور ادا ہو جائے گی ۔ اور اللہ نے چاھا تو وہ محسن بھی مانا جائے گا ۔

اور مجھے تو اندیشہ ھے کہ وہ شخص جو ایسے محسن معطی کو اس قسم کے کام انجام دینے سے روکتا ھے اور یہ جانتے ہوئے کہ معطی رضاکارانہ عطیات سے اتنی سخاوت نہ کر سکے گا ۔ اپنے فتوی کے ذریعہ معطی کو ان مدوں میں فرض زکواۃ لگانے سے منع کرتا ھے تو یقیناً اس طرز عمل سے حقوق تلف ہوں گے اور مستحقین زکواۃ موت کے منہ میں چلے جائیں گے ۔

*

حوالہ جات

۱) یعنی حق ولاء کی وجہ سے آزاد کرنے والا اپنے آزاد کردہ غلام کی میراث کا مستحق ہو جائے گا اور اس طرح ،،زکواۃ ادا کرنے میں اس کا ذاتی مفاد بھی شامل ہو جائے گا ۔

marfat.com

Marfat.com

باب : ۸۰

حکام کو زکواۃ دینا اور اس بارے میں علماء کے اختلاف کا بیان

عہد نبوت اور خلافت راشدہ میں زکواۃ سربراہ حکومت اسلامیہ یا اس کے نمائندوں کو دی جاتی تھی

(۱۸۶۱) ابن سیرین کہتے ہیں : ,,زکواۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جاتی تھی یا پھر اسے دی جاتی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مامور ہوتا ۔ آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو دی جاتی یا جیسے وہ مامور کر دیتے ان کے بعد حضرت عمرؓ کو دی جاتی یا جسے وہ مامور کر دیتے ۔ ان کے بعد حضرت عثمانؓ کو دی جاتی یا جسے وہ مامور کر دیتے ۔ پھر اس بارے میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں میں اختلاف رونما ہو گیا ۔ لوگوں میں سے کچھ تو اپنی زکواتیں حکام ھی کو دیتے رہے اور کچھ اپنے طور پر اس کی تقسیم کر دیتے وہ لوگ جو حکام کو دیتے تھے انھی میں حضرت ابن عمرؓ بھی تھے ۔ (۱)

بعد ازاں ابن سیرین نے تنبیہ کرتے ہوئے کہا: جو شخص اپنے طور پر زکواۃ تقسیم کرے (۲) وہ اللہ سے ڈرتا رہے ۔ اور کسی جماعت پر کسی بات میں اظہار عتاب نہ کرے حالانکہ بعد میں وہ خود بھی ویسی ھی بات کرے یا اس سے بھی بدتر ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۷۸۷) ایک اور سند سے ابن سیرین ھی سے اسی مضمون کی روایت ہے البتہ اس میں آخر کے الفاظ اس طرح ھیں: ,,جو اپنے طور پر زکواۃ کی تقسیم پسند کرے وہ ڈرتا رھے ۔ اور اس کے ذریعہ اپنے مال کو نہ بچائے،،

وہ صحابہ کرامؓ جو حکام کو زکواۃ دینے کے حق میں ھیں

(۱۷۸۸) ام علقمہ کہتی ھیں کہ حضرت عائشہؓ اپنی زکواۃ ,,سلطان،، (صاحب اقتدار حاکم) کو دیتی تھیں ۔

(۱۷۸۹) سہیل بن ابی صالح اپنے باپ سے روایت کرتے ھیں کہ انھوں نے سعد ابن ابی وقاص ، ابو ھریرہ، ابو سعید خدری اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا: یہ سلطان تو وہ کچھ کر رھے ھیں جو تم دیکھ رھے ھو۔ کیا اس پر بھی میں انھیں اپنی زکواۃ دے دوں ؟ تو ان سب نے ایک ھی جواب دیا: ,,زکواۃ انھی کو دے دو،،

(۱۷۹۰) ابن عون کہتے ھیں کہ میں نے مجاھد سے زکواۃ کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا : ,,مجھ سے عبداللہ بن عبید بن عمیر نے اس موقع پر جبکہ وہ ھمارے ساتھ طواف کر رھے تھے کہا کہ ایک شخص ابن عمرؓ کے پاس اپنے مال کی زکواۃ لے کر آیا اور اُس نے کہا : ,,اے ابو عبدالرحمن! یہ ہے میرے مال کی زکواۃ، اب آپ حکم دیں کہ اسے میں کہاں دے ڈالوں؟،، تو انھوں نے کہا: ,,یہ اسے دے دو جس سے تم نے بیعت کی ہے،، راوی کہتا ہے کہ ابن عون نے کہا کہ مجاھد نے (بیعت بتانے کے لئے) اپنے ایک ھاتھ کو دوسرے پر تالی بجاتے ھوئے مارا ۔ بعد ازاں عبید بن عمیر نے اپنا سر اُٹھاتے ھوئے کہا: ,,میں اپنے طور پر زکواۃ تقسیم نہیں کروں گا،،

(۱۷۹۱) مجاھد کہتے ھیں کہ ابن عمرؓ نے کہا : ,,زکواۃ ,,سلطان،،

marfat.com
Marfat.com

یا ,,امراء،، کو دو ،، تو عبید بن عمیر نے کہا: ,,نہیں، بلکہ جن میں اللہ تعالی نے اسے دینے کا حکم دیا ہے ان میں دے دو،،۔

کافر (عاملوں) کو زکواۃ نہ دو

(۱۶۹۲) ابن عون راوی ہیں کہ انس بن سیرین نے کہا: ,,میں ابن عمرؓ کے پاس تھا کہ ایک شخص نے دریافت کیا: ,,کیا ہم اپنے عاملوں (یا سرکاری کارندوں) کو اپنے اموال کی زکواۃ دے دیں؟،، تو انہوں نے کہا: ,,ہاں،، تو اس سائل نے کہا: ,,ہمارے ہاں متعین ہونے والے سرکاری کارندے کافر ہیں۔ (راوی کہتا ہے کہ زیاد مشہور اموی گورنر کافروں کو بھی عامل بنا دیتا تھا) تب ابن عمرؓ نے کہا ,,کافروں کو اپنی زکواتیں نہ دیا کرو،،۔

(۱۶۹۳) ربیع بن معبد کہتے ہیں کہ اُنہوں نے ابن عمرؓ سے فتنہ کے زمانہ میں اپنے زیر نگرانی یتیموں کے مال کی زکواۃ کے متعلق دریافت کیا کہ آیا میں اسے اپنے ضرورت مند چچا زاد بھائیوں کو دے دوں؟ تو انہوں نے کہا ,,نہیں، اسے والیوں کے حوالہ کر دو،،۔

(۱۶۹۴) ابن عمرؓ نے کہا: جب تک یہ (حکام) نماز قائم کرائیں، زکواۃ انہیں دیتے رہو،،۔

(۱۶۹۵) ابن عمرؓ سے روایت ہے: ,,جسے اللہ نے تمہارے امور کا متولی (ناظم و نگران) بنایا ہے زکواۃ انہی کو دو۔ جو نیکی کرے گا وہ اپنے بھلے کے لئے اور جو گناہ کرے گا وہ اپنے برے کے لئے۔

(۱۶۹۶) ابن عمرؓ کہتے ہیں: ,,زکواۃ امراء (و حکام) کو دو،، اس پر ان سے ایک شخص نے کہا: ,,وہ لوگ اس (زکواۃ) کو صحیح جگہوں پر خرچ نہیں کرتے،، تو انہوں نے کہا: ,,خواہ کچھ بھی ہو، خواہ وہ ایسا کریں،،۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۷۹۷) قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو الحکم کو یہ کہتے سنا: ,,ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: ,,مجھے بتائیے کہ میں کسے زکواۃ دوں؟" تو انہوں نے کہا: ,,امراء (حکام) کو دو۔ خواہ اس کے ذریعہ وہ اپنے دستر خوانوں پر کتوں کے گوشت بانٹیں ۔"

(۱۷۹۸) قزعہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا: ,,میرے پاس مال ہے میں اس کی زکواۃ کسے دوں؟" تو اُنہوں نے کہا : ,,ان لوگوں یعنی امراء و حکام کو دے دو۔" تو میں نے کہا: ,,یہ تو اسے کپڑے اور خوشبو کے کام میں لائیں گے، تو اُنہوں نے کہا: ,,خواہ وہ اسے کپڑے اور خوشبو کے کام میں لے آئیں ۔ لیکن یہ جان لو کہ تمہارے مال میں زکواۃ کے سوا اور بھی حقوق ہیں ۔"

(۱۷۹۹) قتادہ کہتے ہیں : ,,میں نے سعید بن المسیب سے دریافت کیا: ,,میں اپنے مال کی زکواۃ کسے دوں؟" تو انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا ۔ وہ کہتے ہیں پھر میں نے یہی سوال حسن سے کیا تو انہوں نے کہا : ,,اسے ,,سلطان" کو دے دو۔"

حکام کو زکواۃ دینے یا نہ دینے کی توجیہ

(۱۸۰۰) ابو عبیدؒ :۔ ہمارا خیال ہے کہ جو لوگ حکام و امراء کو زکواۃ دینے کا حکم دیتے ہیں وہ ان لوگوں کے لئے ایسا کرنا واجب قرار دیتے ہیں جو (حکومت سے تنخواہ و وظائف) عطیات حاصل کرتے ہیں ۔ اس کا اشارہ حضرت ابن عمرؓ کے اس قول میں ملتا ہے: ,,اسے زکواۃ دو جس سے تم نے بیعت کی ہے۔" جو ہم اُوپر بیان کر آئے ہیں ۔

(۱۸۰۱) اور یہی پہلو حضرت عمر بن الخطابؓ کی اس روایت سے ظاہر ہو رہا ہے : ۔ ,,ہمارا حق تو ان پر ہے جو ہم سے ,,فئی" (میں سے حصہ) لیتا ہے۔"

marfat.com
Marfat.com

اسی کی شرح حضرت علی اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہما کی ان روایات سے ہو رہی ہے:

(۱۸۰۲) اسامہ بن زید راوی ہیں کہ ان کی والدہ نے کہا: ,,تیرے باپ نے ابوھریرہؓ سے زکواۃ کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا: ,,اگر میں ان (حکام) سے جزیہ (یعنی عطیہ و تنخواہ) نہ لے رہا ہوتا تو میں انھیں کچھ بھی نہ دیتا۔ لہذا تم انھیں (حکام کو زکواۃ) مت دو،،۔

(۱۸۰۳) ابو سعید اعمیٰ راوی ہیں کہ ابو ہریرہؓ کو ایک شخص ملا جو اپنے مال کی زکواۃ امام (حاکم) کو دینے کے لئے جا رہا تھا، تو انھوں نے اس سے دریافت کیا: ,,اپنے ساتھ کیا لئے جارہے ہو؟،، اس شخص نے کہا: ,,اپنے مال کی زکواۃ ہے جو امام کے پاس لے جا رہا ہوں،،۔ اُنھوں نے دریافت کیا: ,,کیا تم دفتر میں ہو؟ (یعنی تمہارا نام سرکاری رجسٹر میں درج ہے اور تمہیں وظیفہ مل رہا ہے؟) تو اس شخص نے کہا: ,,نہیں،، اس پر انھوں نے کہا: ,,توپھر تم انھیں (حکام کو) کچھ مت دو،،۔

(۱۸۰۴) ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے عطاء نے بتایا کہ ہمیں حضرت علیؓ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص ان کے پاس اپنے مال کی زکواۃ لایا تو انھوں نے پوچھا : ,,کیا تم ہمارے عطیوں (وظائف) میں سے لے رہے ہو؟،، ۔ اس نے کہا: ,,نہیں،، تو اُنھوں نے کہا: ,,تب تم چلے جاؤ۔ ہم تم سے کچھ نہیں لیں گے۔ ہم تمہیں دوھری تکلیف نہیں دیں گے کہ ایک تو ہم تمہیں کوئی عطیہ نہ دیں اور دوسری طرف تم سے لیں،،۔

marfat.com
Marfat.com

اپنی زکواۃ خود مستحقین میں تقسیم کرنا

(۱۸۰۵) ابو سعید مقبری کہتے ہیں کہ میں عمر بن الخطابؓ کے پاس دو سو درہم لے کر گیا اور ان سے کہا: ,,اے امیر المومنین۔ یہ میرے مال کی زکواۃ ہے،، تو انہوں نے دریافت کیا ,,اے کیسان۔ کیا تم نے غلام آزاد کیا ؟،، تو میں نے کہا: ,,ہاں،، تب اُنہوں نے کہا: ,,یہ رقم تم ہی جاؤ اور اسے تقسیم کر دو،،

اپنے آپ زکواۃ تقسیم کرنے میں تقوی سے کام لینا

(۱۸۰۶) ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے دریافت کیا: ,,کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اپنے مال کی زکواۃ مستحقین میں تقسیم کر دوں یا مجھے یہ زکواۃ امراء (و حکام) ہی کو ادا کرنا ہوگی؟،، تو انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباسؓ کو یہ کہتے سنا: ,,اگر تم اسے صحیح جگہوں پر (مستحقین کو) دے سکو اور اس میں سے کسی ایسے شخص کو کچھ نہ دو جس کی تم کفالت کر رہے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے،،

ابن جریج کہتے ہیں کہ یہ بات میں نے کئی بار عطاء سے سنی ہے،،

(۱۸۰۷) عبید بن عمیر کہتے ہیں: ,,زکواۃ کو تم (خود ہی) تقسیم کر دو،،

(۱۸۰۸) ایک اور سند سے بھی عبید بن عمیر ہی سے یہ قول مروی ہے۔

(۱۸۰۹) جعفر بن برقان کہتے ہیں کہ میں نے میمون بن مہران سے کہا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ابن عمرؓ کہا کرتے تھے:

marfat.com
Marfat.com

,,زکواۃ حکام کو ادا کرو خواہ وہ اس سے شراب نوشی کریں،، تو میمون نے کہا: ,,کیا تم فلاں نصیبی کو جانتے ہو جو ابن عمرؓ کا دوست تھا؟،، اس نے مجھے بتایا کہ اس نے ابن عمر سے دریافت کیا: ,,زکواۃ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ - یہ لوگ (حکام) تو اسے صحیح جگہوں پر صرف نہیں کر رہے ہیں؟،، تو اُنھوں نے کہا: ,,زکواۃ انھی کو دو،، میں نے کہا : ,,یہ تو فرمائیے کہ اگر یہ لوگ نماز اس کے صحیح اوقات سے دیر لگا کر پڑھیں تو کیا پھر بھی آپ انھی کے ساتھ نماز پڑھیں گے؟،، اس پر اُنھوں نے کہا: ,,نہیں،، تب میں نے کہا: ,,کیا نماز کی وہی حیثیت نہیں ہے جو زکواۃ کی ہے؟،، اُنھوں نے کہا: ,,جیسے انھوں نے ہمارے معاملات کو مشکوک بنا دیا اللہ انھیں بھی حیران و پریشان رکھے ،،۔

(۱۸۱۰) حبان بن ابی جبلہ ، ابن عمرؓ کے متعلق کہتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا کہ زکواۃ ,,سلطان ،، کو دی جائے، اور یہ کہتے تھے: ,,زکواۃ کو اس کی جگہ پر صرف کرو،،

(۱۸۱۱) حسان بن ابی یحییٰ کندی کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیرؒ سے زکواۃ کے متعلق دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا: ,,زکواۃ ان لوگوں کو دو جو تمہارے معاملات کے منتظم و والی ہیں ،،۔ کندی کہتے ہیں جب سعید (اس محفل سے) اُٹھے تو میں اُن کے پیچھے ہو گیا اور میں نے کہا : ,,آپ نے تو مجھے حکم دے دیا کہ ان حکام کو زکواۃ دے دیا کروں، حالانکہ یہ لوگ اس زکواۃ (کی رقم) سے ایسے ویسے کام کرتے ہیں،، تو اُنھوں نے کہا: ,,تم زکواۃ وہاں صرف کر دو جہاں صرف کرنے کا تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے - تم نے مجھ سے برسرعام پوچھا تھا تو میں تمہیں یہ نہیں بتا سکتا تھا،،

marfat.com
Marfat.com

(۱۸۱۲) ابراهیم اور حسن سے روایت ہے کہ وہ دونوں کہتے تھے: ۔ ,,زکواۃ کو اُن کی جگہوں پر صرف کر دو اور اسے خفیہ رکھو،،

(۱۸۱۳) میمون بن مہران کہتے ہیں: ,,زکواۃ کو تھیلیوں میں رکھ لو ۔ پھر ان تھیلیوں کو ان میں تقسیم کر دو جنھیں تم مستحق سمجھتے ہو، اور مہینہ نہ گذرنے پائے کہ تم اسے بانٹ چکو،، ۔

(۱۸۱۴) حسن کہتے ہیں: اگر زکواۃ ,,سلطان،، کو ادا کر دو تو بھی اس کی ذمہ داری پوری ہو جائے گی ۔ لیکن اگر وہ اسے نہ دے تو خدا سے ڈرے اور اسے صحیح جگہوں پر خرچ کرنے کی سعی کرے۔ اور اس بارے میں کسی کی رو رعایت نہ کرے،،

(۱۸۱۵) ابن سیرین کہتے ہیں: ,,جو اپنے طور پر زکواۃ کی تقسیم پسند کرے تو وہ اللہ سے ڈرے، اور اس کے ذریعہ اپنے مال کو نہ بچائے،، (۳)

(۱۸۱٦) حمید کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے کہا: ,,اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکواۃ رکھ چھوڑے اور جب حقدار دیکھے اسے دیتا رہے،، تو انھوں نے کہا: ,,اپنی زکواۃ کو اپنے مال کا سہارا نہ بناؤ کہ جب کوئی حق نظر آئے تم اس (زکواۃ کے مال) کے ذریعہ اپنے مال (کے دیگر حقوق) کو بچاؤ ۔

اپنے طور پر صرف نقدی کی زکواۃ بانٹی جا سکے گی

ابو عبیدؒ: ۔ ہماری مذکورہ بالا تمام روایات جن کے بموجب زکواۃ حکام کر دینا اور اسے اپنے طور پر بانٹ دینا، دونوں پر عمل ہوتا رہا ہے ۔ لیکن یہ صورت نقدی (سونے اور چاندی) کی زکواۃ سے مخصوص ہے ۔ اس کامالک مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے جس

marfat.com
Marfat.com

صورت میں بھی زکواۃ دے وہ اپنے ذمہ عائد ہونے والے فرض کو ادا کر دے گا ۔

(۱۸۱۷) اور ہمارے نزدیک اہل حجاز و عراق وغیرہ کے محدثین و فقہاء کا نقدی سیم و زر کے متعلق یہی قول ہے ۔ اس لئے کہ اس بارے میں مسلمانوں کو اسی طرح امین متصور کیا جائے گا جیسے کہ نماز ادا کرنے میں انہیں امین سمجھا جاتا ہے ۔

مویشیوں، غلوں اور پھلوں کی زکواۃ صرف حکام وصول کریں گے

باقی رہا مویشیوں ، غلوں اور پھلوں کی زکواۃ کا معاملہ سو ان اشیاء کی زکواۃ حکام ہی وصول کریں گے اور ان اشیاء کے مالکوں کو یہ حق نہیں کہ وہ ان کی زکواۃ ان (حکام) سے چھپائیں ۔ اور اگر مالک اپنے طور پر ان اشیاء کی زکواۃ نکال کر مستحقین میں بانٹ دے تو اس عمل سے اس کی فرض زکواۃ ادا نہ ہوگی اور اسے دوبارہ ان کی زکواۃ حکام کو دینا ہوگی ۔ آثار و روایات میں ان دونوں قسموں کی زکواۃ میں فرق ملحوظ ہے :

(۱۸۱۸) چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مہاجرین و انصار کی موجودگی میں مویشیوں کی زکواۃ روکنے پر مرتدین سے جنگ کی تھی لیکن سونے چاندی (کی زکواۃ نہ دینے) پر ایسا نہیں کیا ۔ اسی طرح اگر کوئی مرد مسلم اپنی زکواۃ لے کر ,,عاشر،، کے پاس پہنچے اور وہ اس سے یہ زکواۃ وصول کرے تو ہمارے نزدیک اس کی یہ زکواۃ ادائی فریضہ کے لئے کافی ہوگی ۔

marfat.com

Marfat.com

اس لئے کہ وہ (عاشر) منجملہ (نمائندگان) ,,سلطان،، ہے ۔ علماء نے ایسا ہی فتوی دیا ہے ۔

(۱۸۱۹) انس بن مالک اور حسن دونوں کہتے ہیں : ,,جو رقم تم پلوں اور راستوں (کے ناکوں) پر (عاشر کو) دو وہ زکواۃ کا کام دے گی۔

(۱۸۲۰) مغیرہ کہتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا ,,عشر وصول کرنے والے تمہارا جتنا مال لیں اسے زکواۃ میں شمار کر لو،،

(۱۸۲۱) حسن اور ابراہیم دونوں کہتے ہیں: ,,تمہارا جو مال عاشر (چنگی وصول کرنے والا) لے اسے (زکواۃ میں) شمار کر لو،،

(۱۸۲۲) شعبی کہتے ہیں: ,,عشور وصول کرنے والا تمہارا جو مال لے اسے اپنی زکواۃ میں شمار کر لو،،

(۱۸۲۳) حبیب بن جری کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے اس بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا : ,,اسے اپنی زکواۃ میں شمار کر لو،،

(۱۸۲۴) ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے اس بارے میں دریافت کیا کہ کیا میں ایسے دئے ہوئے مال کو زکواۃ میں شمار کر لوں؟ تو اُنھوں نے کہا : ,,ہاں،، ۔

ابو عبیدؒ : یہی قول ہمارے نزدیک قابل عمل ہے ۔ اگرچہ بعض حضرات سے اس سے مختلف قول بھی منقول ہے:

(۱۸۲۵) جعفر بن برقان کہتے ہیں کہ اس بارے میں میمون بن مہران کہا کرتے تھے : ,,وہ اپنے مال کی (پوری) زکواۃ نکالے گا اور جو کچھ اس سے لیا جا چکا ہے اسے شمار نہ کرے گا،،

(۱۸۲۶) محمد بن علی سلمی کہتے ہیں کہ میں نے ربعی بن خراش کو ایک عاشر کے پاس سے گذرتے ہوئے دیکھا : انھوں نے ایک تھیلی لی جو ان کے لڑکے کے پاس تھی اور اسے اپنے اور اپنی زین کی

marfat.com

Marfat.com

اُٹھی ہوئی لکڑی کے درمیان رکھ لیا تاآنکہ وہ اسے لے کر عاشر کے پاس سے آگے نکل گئے ۔

(۱۸۲۷) ابو عبیدؒ : اس بارے میں ہمارا فیصلہ اس قول کے مطابق ہے جو حضرات انس، حسن، ابراہیم، شعبی اور محمد بن علی کا ہے ۔ اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے حتی کہ بعض لوگوں نے خوارج کا بھی یہی قول بتایا ہے ۔

(۱۸۲۸) ابن شہاب سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کے مال کی زکواۃ حروریہ (۳) نے لی ہو کہ آیا اس پر کوئی تنگی ہوگی؟ تو انہوں نے کہا: ,,ابن عمرؓ کا خیال تھا کہ اس طرح اس کا فریضہ ادا ہو جائے گا ۔ واللہ اعلم،،

ملک میں غالب آنے والی جماعت کو زکواۃ دے دو

(۱۸۲۹) نافع سے روایت ہے کہ انصار نے ابن عمرؓ سے زکواۃ کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے کہا : ,,زکواۃ سرکاری عاملوں کو دو ،، انصار نے کہا: ,,ہمارے ہاں کبھی شامی غالب آتے ہیں اور کبھی یہ لوگ (عراقی یعنی علیؓ) والے ،، تو انہوں نے کہا: ,,جو غالب آ جائے اسے زکواۃ دے دو،،

ابو عبیدؒ کے نزدیک حاکم کا قریشی ہونا شرط ہے

(۱۸۳۰) ابو عبیدؒ : ۔ جہاں تک خوارج (کو زکواۃ دینے) کا معاملہ ہے تو میری پسندیدہ رائے یہ ہے کہ جس سے وہ زکواۃ لیں وہ اپنی زکواۃ دوبارہ ادا کرے ۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ,,اس حکومت کے معاملہ میں لوگ قریش کے تابع ہیں ۔ ان لوگوں) کے بھلے لوگ ان (قریش) کے بھلوں کے تابع اور ان (لوگوں) کے برے لوگ ان (قریش) کے بروں کے تابع ہیں ۔

(۱۸۳۱) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے

marfat.com
Marfat.com

ـے مطابق : ,,یہ حکومت کا معاملہ برابر قریش میں رہے گا۔ جب تک
بھی لوگوں میں سے دو شخص باقی رہیں۔ "

اس طرح رسول اللہ علیہ وسلم نے قریش کے علاوہ دوسروں کو والی مقرر نہ کیا۔

(۱۸۳۲) ابن عمرؓ کی وہ روایت۔ جس میں حروریہ کے زکواۃ لینے پر وہ صاحب زکواۃ کا فریضہ ادا شدہ مانتے ہیں، ان سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابن شہاب ان سے یہ روایت مرسل بیان کرتے تھے۔ پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کی صحت کے بارے میں پختہ یقین نہیں رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اس روایت کے آخر میں انہیں ,,واللہ اعلم" کہتا دیکھتے رہے ہیں (دیکھئے نمبر ۱۸۲۸)۔

جہاں تک ان کے اس جواب کا تعلق ہے جو انہوں نے شامیوں اور دوسرے لوگوں کے بارے میں سوال کرنے پر کہا: ,,جو غالب آ جائے اسے زکواۃ دے دو"، تو یہ جائز ہے اس لئے کہ اس زمانہ میں جو شامی یا عراقی و حجازی لڑ رہے تھے وہ بہرحال قریشی امامت (۵) ہی کے داعی تھے، لیکن خوارج ان سے مختلف تھے۔

(۱۸۳۳) اہل عراق یا ان میں سے بعض کا کہنا ہے: ,,اگر خوارج اس (زکواۃ دینے والے) کے گھر پہنچ کر اس سے زکواۃ وصول کر لیں تو اس صورت میں اس کی زکواۃ ادا ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ اپنی زکواۃ لے کر ان کے پاس جائے تو اس کی زکواۃ ادا نہ ہوگی۔

★

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱) اس سے واضح ہے کہ خیرالقرون میں زکواۃ کا نظام حکومت اسلامی کی نگرانی میں تھا ۔ اور جب بھی اسلامی نظام قائم کیا جائے گا زکواۃ کا بندوبست حکومت اسلامی کے ہاتھ میں رہے گا ۔ مسلمان جب بھی اپنی ایک حکومت بنالیں تو اس کے بعد انہیں اپنے طور پر زکواۃ دینے کا حق نہیں ہوگا ۔

۲) اپنے طور پر زکواۃ ادا کرنے کی اجازت اسی وقت ہوتی ہے جب مسلمانوں کی منظم حکومت نہ ہو یا حکومت میں تنازعہ ہو اور طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو ۔

۳) یعنی جہاں اور مدوں سے مصارف کرنا ہوں وہاں زکواۃ نہ خرچ کرے ۔

۴) یہ حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کرنے والے خوارج کے ایک فرقہ کا نام ہے کیونکہ یہ لوگ حروراء مقام پر جمع ہو گئے تھے ۔ پھر بعد میں بھی ان کی بغاوتوں کا سلسلہ جاری رہا ۔

۵) امامت کے قریش میں ہونے کی ابو عبید کی تاویل سے ہم متفق نہیں ہیں ۔ اس بارے میں امام باقلانی اور ابن خلدون کو ہماری تائید حاصل ہے جنہوں نے امامت کے لئے قریشیت کی شرط ضروری نہیں ٹھہرائی ۔ دیکھئے تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ۔ علامہ اقبال ترجمہ نذیر نیازی : ۲۴۳

marfat.com
Marfat.com

باب : ۸۱

زکواۃ کو آٹھ مدوں میں بانٹنے نیز بعض مستحقین کو

چھوڑ کر بعض کو دینے کا بیان

آٹھ مدوں میں سے کسی ایک مد میں تمام زکواۃ خرچ کی جا سکتی ہے

(۱۸۳۴) حذیفہ کہتے ہیں : ,,اگر تم زکواۃ کو اس کی آٹھ مدوں میں سے کسی ایک (مد) میں خرچ کر دو تو زکواۃ ادا ہو جائے گی ۔ "

(۱۸۳۵) حجاج کہتے ہیں ,,میں نے عطاء سے اس بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا: ,,(کسی ایک مد میں دے دینے میں) کوئی مضائقہ نہیں ہے۔"

(۱۸۳٦) سعید بن جبیر اور عطاء دونوں کہتے ہیں: ,,اگر تم زکواۃ کسی ایک مد میں دے دو تو وہ تمہیں کفایت کرے گی ۔ "

(۱۸۳۷) ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے ابن عباسؓ کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ اُنھوں نے کہا: ,,اگر تم زکواۃ اس کی مقررہ مدوں میں سے کسی ایک مد میں خرچ کر دو تو وہ ہمارے لئے کفایت کرے گی ۔"

اور جو اللہ تبارک و تعالی نے فرمایا ہے کہ :

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ الخ (التوبہ ۹ : ٦۰)

marfat.com

Marfat.com

بے شک زکواۃ تو فقراء و مساکین کے لئے ہے۔ الخ ..... "

تو اس طرح اللہ تعالی نے نام بنام تمام مستحقین کا ذکر فرما دیا ہے تاکہ لوگوں کو مستحقین زکواۃ کا علم ہو جائے اور وہ ان مذکورہ مدوں کے علاوہ کسی اور مد میں زکواۃ نہ دیں۔

(۱۸۳۸) حسن کہتے ہیں : ,,زکواۃ علم (جھنڈے) کی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاں بھی اسے لگا دیا جائے وہ تمہارے لئے کفایت کرے گی۔ "

زکواۃ کی رقوم وافر ہوں تو تمام مدوں میں بانٹی جائیں۔ کم ہوں تو ایک مد میں بھی دی جا سکتی ہے،

(۱۸۳۹) عکرمہ کہتے ہیں : زکواۃ کو (اس کی) مدوں میں بانٹو"

(۱۸۴۰) ابراھیم کہتے: ,,اگر مال وافر ہو تو اسے تمام مدوں میں بانٹو ، لیکن اگر تھوڑا ہو تو اسے ایک ھی مد میں دے دو"

(۱۸۴۱) ابراھیم کے اس قول کی تائید عطاء سے بھی مروی ہے۔

(۱۸۴۲) ابراھیم کہتے ھیں: ,,لوگ صرف فقر و فاقہ سے مجبور ہو کر ھی سوال کرتے تھے"

زکواۃ کا سب سے زیادہ مستحق

(۱۸۴۳) ابن شہاب کہتے ھیں: ,,زکواۃ کے سب سے زیادہ مستحق وہ ھیں جو تعداد میں زیادہ اور فقر و احتیاج کے لحاظ سے بہت تنگ حال ہوں"

تقسیم زکواۃ میں حاکم کی صوابدید کی اھمیت

(۱۸۴۴) یحیی بن بکیر مالک سے روایت کرتے ھیں : ,,تقسیم زکواۃ کے جس مسئلہ میں ھمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں یہ ہے: ,,کہ یہ تقسیم والی (حاکم) کی صوابدید کے بغیر نہ ہو۔ وہ مصارف

marfat.com

Marfat.com

زکواۃ کے اصناف میں سے جس کو زیادہ محتاج اور زیادہ تعداد پائے اسے اپنے انداز کے مطابق ترجیح دے گا۔ مالک نے یہ بھی کہا: ,,زکواۃ پر متعین عامل کے لئے کوئی تنخواہ مقرر نہیں ہے ،،

(۱۸۳۵) ابو عبیدؒ: اسی طرح سفیان اور اہل عراق بھی یہی کہتے ہیں: ,,اگر وہ زکواۃ کو اس کے آٹھ مصارف میں سے کسی ایک مد میں خرچ کر دے تو فریضہ زکواۃ کی ادائی ہو جائے گی ۔

زکواۃ تمام مدوں میں بہ تناسب بانٹی جائے

(۱۸۳۶) دوسروں کا کہنا ہے: وہ زکواۃ کو ان تمام (آٹھوں) اصناف میں تقسیم کرے گا ،، ایسا کہنے والوں میں عکرمہ بھی ہیں ۔ ان سے یہ روایت ہم بیان کر چکے ہیں ۔

(۱۸۳۷) ابراہیم اور عطاء بھی یہی رائے رکھتے تھے بشرطیکہ (زکواۃ میں دیا ہوا) مال زیادہ ہو ۔ خود عمر بن عبدالعزیز نے ابن شہاب کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کے لئے زکواۃ کے مصارف کی تفصیل لکھ دیں ۔ چنانچہ انہوں نے ہر صف کی جدا جدا مختصر شرح پر مشتمل تحریر ان کے لئے لکھ دی تھی :

زکواۃ کے مصارف (مدات) کی مختصر شرح

(۱۸۳۸) عقیل کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن شہاب نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے زکواۃ کے مصارف کا قانون یوں لکھا :

,,زکواۃ کے منازل و مصارف یہ ہیں، ان شاء اللہ تعالی جو آٹھ حصوں پر مشتمل ہیں، ایک حصہ فقراء کے لئے اور ایک حصہ مساکین کے لئے ۔ اور ایک حصہ زکواۃ کے کارندوں (عاملوں) کے لئے ۔ اور ایک حصہ مولفة القلوب کا ۔ اور ایک حصہ غلاموں کو آزاد کرانے میں ۔ اور ایک حصہ مقروض و تاوان زدہ کا ۔ اور ایک حصہ فی سبیل اللہ ۔ اور ایک حصہ مسافر کے لئے

marfat.com

Marfat.com

پہلی مد فقراء اور اس مد کی رقوم کے مصارف

فقراء کے حصہ میں سے نصف تو ان (فقراء) کے لئے ہوگا جو راہ خدا میں پہلا غزوہ کر رہے ہوں جبکہ انہیں کمک میں بھیجے جانے والے امدادی لشکر میں متعین کیا جا رہا ہو اور وہ پہلا عطیہ (تنخواہ) لے لیں ۔ بعد ازاں انہیں زکواۃ کی رقوم نہیں دی جائیں گی بلکہ انہیں فئے میں سے حصہ دیا جائے گا ، بقیہ نصف ان فقـراء کو دیا جائے گا جو غزوہ میں شریک نہیں ہوں، اپاہج و لاچار ہوں ۔ اور وہ انتظار کرنے والے ہوں جو روزینے (اور تنخواہیں) لے رہے ہوں ۔ ان شاء اللہ ۔

دوسری مد ,,مساکین،، اور اس کے مصارف

اور مساکین کے حصہ میں سے نصف تو ان مسکینوں کو دیا جائے گا جو آفت زدہ ہوں اور زمین میں چل پھر کر کسی روزگار کا وسیلہ پیدا کر سکتے ہوں اور بقیہ نصف ان مساکین کو دیا جائے گا جو بھیک مانگ رہے ہوں ۔ اور ان مسلمانوں کو جو قید میں ہوں اور ان کا کوئی نہ ہو ۔ ان شاء اللہ ۔

تیسری مد ,,محصلین زکواۃ،، اور اس کے مصارف

اور زکواۃ کے کارندوں (محصلوں یا عاملوں) کے حصہ کا تعین اس طرح کیا جائے گا کہ جو ان میں سے پاکبازی و امانت سے زکواۃ کا حساب رکھے گا اسے اپنی کارکردگی و نگرانی اور وصولی زکواۃ کے مطابق اس میں سے رقم دی جائے گی نیز اس کے ساتھ دیگر کارکنوں کو بھی ان کی کارکردگی کے اعتبار سے اس میں سے رقوم دی جائیں گی ۔ ہو سکتا ہے کہ اس حصہ میں سے جو رقم عاملین زکواۃ کو ملے وہ تقریباً اس حصہ کی چوتھائی ($\frac{1}{4}$) رقم ہو جائے اور انہیں دے چکنے کے بعد اس کا حصہ کا تین چوتھائی ($\frac{3}{4}$) بچ رہے لہذا یہ بقیہ

marfat.com

Marfat.com

رقم کمک کے لئے محفوظ فوج اور مشروط طور پر بھرتی ہونے والے فوجیوں کو دی جائے گی ۔ ان شاء اللہ ۔

چوتھی مد ,,مؤلفة القلوب ،، اور اس کے مصارف

اور مؤلفة القلوب کا حصہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کو لوگوں کی کمک کے لئے محفوظ فوج میں رکھ کر پہلا عـــطیہ دیا جائے ۔ نیز وہ جانباز جو مشروط طور پر فوج میں شریک ہو کر جہاد کریں اور ان کا کوئی عطیہ مقرر نہ ہو ۔ اور وہ محتاج و ضرورت مند ہوں ۔ نیز ان مساکین میں جو مساجد میں آتے ہوں ۔ لیکن نہ تو ان کا کوئی عطیہ مقرر ہو اور نہ کوئی حصہ ہو ۔ اور وہ لوگوں کے سامنے دست سوال بھی نہ پھیلاتے ہوں ۔ ان شاء اللہ ۔

پانچویں مد غلاموں کو آزاد کرانا اور اس کے مصارف

اور غلاموں کو آزاد کرانے کا حصہ دو حصوں میں تقسیم ہوگا ۔ چنانچہ اس میں سے آدھا تو اس مدعی اسلام غلام کے لئے ہوگا جس نے اپنے آقا سے کسی معاوضہ کی ادائی کی شرط پر آزادی کا معاہدہ کر لیا ہو ۔ ان کے مختلف مراتب و اصناف ہوں گے ان میں سے جو اسلامی فقہ میں دسترس رکھتے ہوں انہیں فضیلت حاصل ہوگی ۔ ان کے سوا دیگر لوگوں کا دوسرا رتبہ ہوگا ۔ اور اس کے دینے میں اس مقدار کو ملحوظ رکھا جائے گا جو ان میں سے ایک ادا کر چکا ہو نیز وہ مقدار جو اس کے ذمہ باقی اور واجب الادا ہو ۔ ان شاء اللہ ۔ اور بقیہ نصف رقم ان غلام مردوں اور عورتوں کے خریدنے میں صرف کی جائے گی جو نماز روزہ کے پابند ہوں اور دیر سے اسلام لاچکے ہوں، پھر انہیں آزاد کر دیا جائے گا ۔ ان شاء اللہ

چھٹی مد ,,مقروض و تاوان رسیدہ لوگ اور اس کے مصارف ،،

اور مقروض و تاوان رسیدہ لوگوں کا حصہ تین حصوں میں منقسم

marfat.com
Marfat.com

ہوگا، ان میں سے ایک حصہ ان لوگوں کے لئے ہوگا جن کا مال اور سواری اور غلام راہ خدا میں کام آگیا ہو اور وہ اس حد تک مقروض ہوں کہ اس کی ادائی کی سبیل نہ ہو۔ اور نہ قرض کے سوا دیگر اخراجات کے لئے ان کے پاس کوئی ذریعہ ہو۔ اس مد کے بقیہ دو حصے ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایک جگہ اقامت پذیر رہیں اور جہاد کے لئے نہ نکلیں اور وہ مقروض و تاوان رسیدہ ہونے کے ساتھ محتاج بھی ہوں۔ ان کے ذمہ جو قرض ہو اس کا کچھ حصہ بھی اللہ کی نافرمانی میں نہ (صرف ہوا) ہو۔ ان کی دینداری — یا ان کی قرضداری — پر بھی کوئی الزام نہ لگایا جاتا ہو (یعنی یہ کہ وہ بلاضرورت قرض لیتے ہوں اور غیرضروری یا ناجائز مصارف میں اسے استعمال کر لیتے ہیں) ان شاء اللہ۔

ساتویں مد فی ,,سبیل اللہ،، اور اس کے مصارف

اور ایک حصہ فی سبیل اللہ ہے۔ اس میں کچھ ایسے مستحقین ہیں جن کے لئے اس حصہ کا چوتھائی مقرر کر دیا گیا ہے۔ اسی میں سے محتاج جانباز فوجی کو چوتھائی حصہ دیا جائے گا۔ اسی میں سے اس غازی فی سبیل اللہ کو دیا جائے گا۔ جسے محاذ پر ضرورت لاحق ہو جائے۔ ان شاء اللہ۔

آٹھویں مد ابن السبیل اور اس کے مصارف

اور مسافروں کا حصہ اس انداز سے تمام راہوں پر تقسیم کر دیا جائے گا جس انداز سے لوگ ان پر سفر کرتے ہوں۔ اس حصہ میں سے ہر ایسے مسافر کو دیا جائے گا جس کے پاس کوئی ٹھکانا نہ ہو۔ نہ پناہ لینے کے لئے گھر بار اور رشتہ دار ہو۔ اس کے کھانے کا اس وقت تک انتظام کیا جائے گا تاآنکہ اسے ٹھکانا مل جائے یا وہ اپنی حاجت پوری کرلے۔ یہ (مسافروں کا حصہ) ایسے مقرر اور جانے پہچانے

marfat.com

Marfat.com

مقامات میں ایسے امانت داروں کے پاس رکھوایا جائے کہ ایک مسافر بھی ان کے پاس سے ایسا نہ گذرے جس کی ضرورت ہو اور وہ اسے پناہ نہ دیں ۔ اسے کھلائیں پلائیں نہیں اور اس کے جانور کو چارہ نہ دیں ۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھیں جب تک کہ ان کے پاس اس مد میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے ۔ ان شاء اللہ

ابو عبیدؒ :۔ اس کے بعد انھوں نے غلوں ، پھلوں، اونٹوں گائے بیلوں اور بھیڑ بکریوں کی زکواۃ کی تفصیلات بیان کی ھیں ۔

زکواۃ کو صحیح مصرف میں امام ھی خرچ کر سکتا ھے

(۱۸۴۹) ابو عبیدؒ :۔ یہ ھیں زکواۃ کے مصارف جبکہ اسے اس کی تمام مدوں میں تقسیم کیا جائے ۔ اور جو ایسا کر سکے اس کے لئے یہی صحیح طریقہ ھے ۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ھے یہ صورت امام کے سوا کسی پر واجب نہیں کیونکہ اس کے پاس بڑے پیمانہ پر مسلمانوں کی زکواۃ جمع ھوتی رھتی ھے اور اس پر ان تمام اصناف کے حقوق کی ادائی لازمی ھو جاتی ھے ۔ نیز اس کے پاس ایسے اعوان و انصار (مددگار کارکن) بھی ھوتے ھیں جو یہ خدمت اس کے لئے ممکن بنا سکتے ھیں ۔ لیکن جس کو یہ سہولتیں حاصل نہ ھوں اور وہ صرف اپنی زکواۃ ھی کا ذمہ دار ھو تو وہ اگر اسے دیگر مدوں کو چھوڑ کر کسی ایک مد میں بھی خرچ کر دے تو بقول ان علماء کے جن کے نام ھم پہلے بیان کر چکے ھیں اس کی زکواۃ ادا ھو جائے گی ۔

(۱۸۵۰) اس ضمن میں بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ھے جس میں آپ نے زکواۃ کا ذکر فرماتے ھوئے کہا : ,,یہ اُن (مسلمانوں) کے امیروں سے لی جائے گی ۔ ،، یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکواۃ کا ایک ھی مصرف اور ایک ھی مد بیان فرمایا ۔ پھر اس کے بعد جب آپ کے پاس مال آیا تو آپ نے اسے محتاجوں

marfat.com

Marfat.com

کے علاوہ دوسری صنف ,,مؤلفة القلوب،، میں دے دیا جو اقرع بن حابس عیینه بن حصن، علقمه ابن علاثه اور زید الخیل پر مشتمل تھی ۔ ان لوگوں میں حضور نے وہ سونے کا ڈلا تقسیم کر دیا جو حضرت علیؓ نے یمن والوں کے اموال میں سے بھیجا تھا اور اھل یمن سے جو مال لیا جاتا تھا وہ صدقه ھوتا تھا ۔ بعد ازاں آپ کے پاس کچھ اور مال آیا تو اسے آپ نے تیسری مد میں دے دیا جو مقروض و تاوان رسیده لوگوں کی ھے ۔

(۱۸۵۱) اس ضمن میں آپؐ نے قبیصه بن مخارق سے اس تاوان کے متعلق ، جو اس نے اپنے ذمه لیا تھا، یه فرمایا : ,,تم اتنی دیر ٹھہرو که ھمارے پاس صدقه (کا مال) آ جائے پھر یا تو ھم تمہارے بار کو کم کرانے میں تمہاری مدد کریں گے یا پھر اس پورے بار کو ھم اپنے ذمه لے لیں گے،،۔

اور یه تمام احادیث اپنے مقامات پر پہلے بیان کی جا چکی ھیں ۔ اس سے معلوم ھوتا ھے که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے زکواۃ دینے میں بعض مدوں کو بعض پر ترجیح دی تھی ۔

(۱۸۵۲) الغرض امام کو اختیار ھے که وہ ان تمام اصناف میں زکواۃ کی تقسیم کرے یا ان میں سے بعض اصناف کو بعض پر خصوصیت بخشتے ھوئے ترجیح دے دے ۔ بشرطیکه یه عمل پوری معلومات حاصل کرنے اور پوری کوشش کر لینے کے بعد کیا گیا ھو اور اُس نے اس میں اپنی مرضی کو داخل نه کیا ھو اور نه حق سے انحراف کیا ھو ۔ یہی صورت امام کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی ھے ۔ بلکه دوسروں کے لئے تو اس بارے میں اور زیادہ وسعت و گنجائش ھے ۔ ان شاء اللہ ۔

—★—

marfat.com
Marfat.com

باب : ۸۲

رشتہ داروں کو زکواۃ دینے کا بیان - نیز یہ کہ ان میں سے

کون اس کا مستحق ہے اور کون نہیں

محتاج و ضرورتمند رشتہ داروں کو زکواۃ دی جا سکتی ہے

(۱۸۵۳) عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو یہ کہتے سنا: ,,اگر کسی شخص کے رشتہ دار محتاج ہوں تو وہ انہیں زکواۃ دے گا۔،،

(۱۸۵۴) عبدالخالق بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب سے زکواۃ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ,,جنہیں میں زکواۃ دوں ان میں مجھے سب سے زیادہ پسند وہ یتیم ہے جو میری زیرنگرانی ہو اور میرا قریبی عزیز جو محتاج ہو۔،،

اپنے زیر نگرانی یتیم رشتہ دار بچوں کو زکواۃ دی جا سکتی ہے

(۱۸۵۵) ابراهیم کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کی اہلیہ نے ان سے اپنے زیورات کی زکواۃ کے بارے میں سوال کرتے ہوئے کہا: ,,کیا میں یہ زکواۃ اپنے ان یتیم بھتیجوں کو دے سکتی ہوں جو میری نگرانی میں ہیں؟،، تو انہوں نے کہا: ,,ہاں،، -

(۱۸۵٦) ابراہیم سے علقمہ کی وساطت سے ایسی ہی روایت عبداللہ اور ان کی اہلیہ سے ہے -

marfat.com
Marfat.com

(۱۸۵۸) عبدر بہ نمیری کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے دریافت کیا: ,,کیا میں اپنے بھائی کو اپنے مال کی زکواۃ دے سکتا ہوں؟،، تو انھوں نے کہا : ,,ہاں اور بڑی خوشی سے،،۔

زکواۃ اس رشتہ دار کو دی جا سکتی ہے جو مزکی کے عیال میں شامل نہ ہو

(۱۸۵۹) ابراھیم بن ابی حفصہ راوی ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے دریافت کیا: ,,کیا میں اپنی خالہ کو زکواۃ دے سکتا ہوں؟،، تو انھوں نے کہا: ,,ہاں، تاوقتیکہ تم اس پر دروازہ بند نہ کر دو،،۔

ابو عبیدؒ:۔ اس سے ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمھارے عیال میں شامل نہ ہو۔ (۱)

(۱۸٦۰) حسن کہتے ہیں : ,,آدمی اپنی زکواۃ ان رشتہ داروں کو دے سکتا ہے جو اس کے عیال میں شامل نہ ہوں،،۔

(۱۸٦۱) عطاء کہتے ہیں اگر آدمی کے رشتہ دار اس کے ان عیال میں شامل نہ ہوں جن کی وہ پرورش کرتا ہے تو وہ رشتہ دار دوسروں کے مقابلہ میں اس کی زکواۃ کے زیادہ مستحق ہوں گے بشرطیکہ وہ محتاج ہوں۔ ،،

(۱۸٦۲) ابن عباسؓ سے روایت ہے : ,,اگر تم زکواۃ میں سے کسی ایسے شخص کو نہ دو جو تمھارے عیال میں شامل ہو (یعنی جس کی کفالت و پرورش اور دیکھ بھال تمھارے ذمہ ہو) تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے،،۔

عیال میں شامل ہونے والے کو زکواۃ نہ دینے کی علّت

(۱۸٦۳) ابو عبیدؒ :۔ مجھ سے عبدالرحمن نے کہا : لوگوں نے یہ (یعنی عیال کو زکواۃ دینا) اس لئے ناپسند کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ان (رشتہ داروں) کا خرچ اپنے ذمہ لے لے اور انھیں اپنے اندر شامل

marfat.com
Marfat.com

کرلے اور پھر بعد میں ان پر کئے ہوئے خرچ کو زکواۃ میں شمار کرے تو ایسی شکل ہو جائے گی کہ جیسے اس نے زکواۃ کے ذریعہ اپنا مال بچانے کی کوشش کی ۔ "

اگر سلطان نے کسی عزیز کا خرچ برداشت کرنے پر مجبور کر دیا ہوتو اُسے زکواۃ دینا مکروہ ہے

(۱۸۶۴) ابو عبیدؒ : ۔ اور مجھ سے عبداللہ بن داؤد نے کہا: ,,یہ صورت اس وقت مکروہ ہو جائے گی جبکہ سلطان نے اس شخص کو ان کا خرچ برداشت کرنے پر مجبور کر دیا ۔ لیکن اگر اسے مجبور نہ کیا گیا ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں،،

ابو عبیدؒ : ۔ عیال کے مفہوم پر (ان دونوں حضرات) عبدالرحمن اور ابن داود نے اس طرح اظہار خیال کیا ہے، اور جس کی مرضی ہو اس کے سامنے یہ دو مسلک بھی موجود ہیں ۔

عیال سے کون مراد ہے

(۱۸۶۵) ابو عبیدؒ : ۔ لیکن میرا پسندیدہ مسلک ان دونوں سے جداگانہ ہے، اور وہ یہ کہ میرے نزدیک اس موضوع پر بنیادی چیز یہ ہے کہ ,,عیال،، سے مراد تمام وہ افراد ہیں جن کی نگہداشت کفالت و پرورش عیالدار پر واجب ہو اور ان کے حقوق کی ادائی میں اس کے برتنے کی گنجائش نہ ہو ۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکواۃ کے بیان میں فرمایا : ,,جن کی تم پرورش و نگرانی (عیالداری) کرتے ہو ان سے (خرچ میں) ابتداء کرو،، پھر ہمارے پاس آپؐ سے اس روایت کی تفسیر بھی آئی ہے جو ہم کسی دوسری جگہ بیان کر آئے ہیں، جس میں مذکور ہے: ,,ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی: ,,یا رسول اللہ ۔ میرے پاس ایک دینار ہے،، تو آپؐ نے فرمایا: ,,اسے اپنی ذات پر خرچ کرو،، اس نے

marfat.com

Marfat.com

کہا: ,,میرے پاس ایک اور ہے۔" آپؐ نے فرمایا : ,,اسے اپنے اهل پر خرچ کرو۔ اس نے کہا: ,,میرے پاس ایک اور ہے۔" آپؐ نے فرمایا: ,,اسے اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ اس شخص نے کہا : ,,میرے پاس ایک اور ہے۔" آپؐ نے فرمایا: ,,اسے اپنے خادم پر خرچ کرو۔ اس شخص نے کہا: ,,میرے پاس ایک اور ہے ؟" آپؐ نے فرمایا: ,,اس کے (خرچ کرے) بارے میں تم زیادہ سمجھ دار یا زیادہ جاننے والے ہو۔

(۱۸٦٦) اور اسی سے مشابہ وہ واقعہ ہے جس میں آپ نے، ہند بنت عتبہ کے اس سوال پر کہ ابو سفیان بخیل آدمی ہے کیا میں اس کے مال میں سے لے سکتی ہوں؟ فرمایا تھا: اتنا لے لو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو عرف عام کے مطابق کفایت کرے۔

ابو عبیدؒ : میں نے یہ روایت ابو معاویہ سے سنی وہ اس کی روایت ھشام بن عروۃ سے اُن کے والد اور حضرت عائشہؓ کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں ۔

(۱۸٦۷) ابو عبیدؒ : ۔ بناء بریں (عیال) اهل (بیوی) اور اولاد (پر مشتمل ہے نیز) اسی طرح والدین بشرطیکہ وہ ضرورتمند و محتاج ہوں تو ان کے آسودہ حال لڑکے پر ان کی عیالداری (پرورش و کفالت) فرض ہے اسی طرح جیسے کہ وہ اپنی اولاد اور اپنی بیوی کی عیالداری و کفالت کرتا ہے ۔ اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ سنت موجود ہے ۔

(۱۸٦۸) اور وہ یہ ہے: ,,بے‌شک آدمی کو اولاد اس کی کمائی میں سے ہے۔" اس مضمون کی احادیث بکثرت و مستفیض ہیں :

یہی سنن ہمارے نزدیک آدمی کے اس عیال کے درمیان جس کی عیالداری و کفالت اس پر لازم ہے اور ان دیگر لوگوں کے درمیان حد فاصل قائم کرتی ہیں‌ان کی رو سےعیال مشتمل ہے والدین اولاد بیوی

marfat.com
Marfat.com

اور غــلام پر ۔ چنانچه یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اس کی زکواۃ میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا ۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی کو اپنی زکواۃ میں سے کچھ دے گا تو اس کی زکواۃ ادا نہ ہوگی ۔ اس لئے کہ یہ لوگ ان حقوق کی بناء پر جو اللہ تعالی نے اس کے مال پر زکواۃ کے علاوہ واجب قرار دئے ہیں، اس کے مال میں شریک و حصہ دار ہیں ۔ پھر ان سب حقوق و فرائض کے علاوہ اللہ تعالی نے زکواۃ ایک جداگانہ فرض مقرر فرمایا ۔ اب اگر وہ شخص زکواۃ ان حقوق والوں میں دے رہا ہے تو وہ اس طرح ایک حق کو ادا کر کے دو فرض ادا کرنا چاہتا ہے ۔ اور یہ ناجائز و ناروا ہے ۔ بناء بریں خصوصی طور پر یہ لوگ تمام مسلمانوں کے نزدیک مستحقین زکواۃ کی مد سے خارج ہیں البتہ ان کے سوا جتنے محرم یا غیرمحرم رشتہ دار ہیں تو ان کی عیالداری و کفالت از روئے کتاب و سنت دراصل اس پر واجب نہیں ہے ۔

(۱۸٦۹) یہی فیصلہ مالک بن انس اور اہل حجاز کا ہے ۔

عیال کے سلسلہ میں محرم رشتہ دار اور غیرمحرم رشتہ دار میں اختلاف

(۱۸۷۱) لیکن اہل عراق اس سے اختلاف کرتے ہیں، وہ یا ان میں سے بعض کا قول ہے: ,,محرم رشتہ دار کو اپنے رشتہ دار پر خرچ کرنے کے لئے مجبور کیا جائے گا،،

ابو عبیدؒ : ۔ میرے نزدیک قول اول کو ترجیح حاصل ہے ۔ لہذا ان (رشتہ داروں) کو زکواۃ دینے والے کی زکواۃ ادا مانی جائے گی بشرطیکہ وہ اس کے مستحق ہوں بلکہ ایسا شخص (یعنی مستحق رشتہ داروں کو زکواۃ دینے والا) مخیر و محسن اور اپنے فریضہ کی ادائی میں نیکوکار مانا جائے گا ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۸٤۲) اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
,,اگر مسکین کو صدقہ دیا جائے تو وہ صرف صدقہ ہے لیکن یہی جب رشتہ دار کو دیا جائے تو صدقہ کے ساتھ صلہ رحمی بھی ہے،،

ابو عبیدؒ: یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ,,صدقہ،، فرمایا جو فرض زکواۃ اور نفل خیرات دونوں کے لئے عام ہے اور آپ نے اس بارے میں فرض یا نفل کی شرط نہیں لگائی۔

(۱۸٤۳) یہی بات میرے نزدیک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس بارے میں میں یہ نہیں دیکھوں گا کہ مال والے کو ان پر خرچ کرنے کا پابند کیا گیا ہے یا نہیں، نہ یہ کہ وہ لوگ اپنے بدنوں کے ساتھ (جسمانی طور پر) اس کے عیال میں شامل ہیں یا نہیں، یہاں ہم صرف اصل فرضیت کو مدنظر رکھیں گے۔

آپ دیکھ چکے ہیں (۲) کہ عبداللہ (بن مسعودؓ) نے اپنی بیوی کو اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنی زکواۃ اپنے بھتیجوں کو دے دیں حالانکہ انہوں نے سوال کرتے وقت انہیں یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ بھتیجے ان کی زیر نگرانی ہیں، کیا (کسی کے عیال میں) شامل ہونے کے لئے اس سے زیادہ اور بھی کسی چیز کی ضرورت ہے کہ وہ اس کی زیر نگرانی تربیت پا رہے ہوں؟

یہی صورت سعید بن المسیب کے اس قول میں ہے: ,,میرے زیر نگرانی رہنے والا یتیم،، اور میرا وہ عزیز جو محتاج ہو،،۔ (دیکھئے نمبر ۱۸۵٤)

(۱۸٤٤) ابو عبیدؒ: ۔ اس میں جو صورت جائز ہے وہ یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کا قریبی رشتہ دار یا گہرا دوست ضرورت مند و محتاج ہو جائے ۔ اور بایں ہمہ وہ ان لوگوں میں سے نہ ہوجن کی کفالت اس کے ذمہ فرض ہے ۔ اور اس شخص کے دل میں آئے کہ وہ

marfat.com
Marfat.com

اسے اپنے گھر میں شامل کرکے رضا کارانہ اسے اپنے عیال میں داخل کر لے ۔ پھر بعد میں اس کا ارادہ بدل جائے اور وہ اسے اپنے خرچ سے الگ کرنا چاھے تاکہ وہ اپنی پہلی حالت پر چلا جائے، پھر بعد ازاں اگر وہ شخص اسے اپنی زکواۃ میں سے کچھ دینا چاھے جیسے کہ وہ کسی غیر کے ساتھ سلوک کرتا ھے تو جہاں تک میری معلومات ھے تمام اھل علم کے نزدیک اس طرح اس کی زکواۃ ادا ھو جائے گی بلکہ قریب ترین عزیز بموجب حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) بہ نسبت دور کے آدمی کے اس کی زکواۃ کا زیادہ سزاوار ھے ۔ آپؐ نے فرمایا ھے: مسکین کو صدقہ (و زکواۃ) تو صرف صدقہ ھی ھے لیکن یہی رشتہ دار کے لئے دو حیثیتیں رکھتا ھے ایک صدقہ (و زکواۃ) دو صلہ رحمی ۔ اس کے ساتھ ھی ھم نے ان صحابہؓ و تابعینؒ کا ذکر بھی اس باب میں کر دیا ھے جنھوں نے اس کی اجازت دی ھے ۔

*

حوالہ جات

۱) اس کی تفسیر اگلے نمبروں میں ۱۸۴۳ دیکھئے ۔
۲) دیکھئے نمبر ۱۸۵۵

marfat.com
Marfat.com

باب : ۸۳

عورت کا اپنے مال کی زکوٰۃ میں سے اپنے شوہر کو دینا

(۱۸۷۵) ابو ہریرہؓ راوی ہیں: ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فراغت کے بعد (لوگوں کی طرف متوجہ ہونے تو) ان عورتوں کی طرف تشریف لے گئے جو مسجد میں تھیں اور اُن کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا: ,,اے زمرۂ خواتین میں نے کبھی کسی کو عقل و دین کی کمی کے باوجود تم سے زیادہ عقلمندوں کے دلوں کو اُڑا لے جانے والا نہیں پایا - اور مجھے یہ دکھلایا گیا ہے کہ روز قیامت جہنمیوں میں تمہاری اکثریت ہے - لہذا جن ذرائع سے بھی تم سے ممکن ہو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرو،، راوی کہتے ہیں کہ ان خواتین میں عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی بھی موجود تھیں، وہ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس واپس گئیں اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا ان سے بیان کیا - پھر وہ اپنے زیورات لے کر جانے لگیں تو انھوں نے کہا: ,,یہ زیورات لے کر کہاں جا رہی ہو،، اُنھوں نے کہا: ,,میں ان کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول کا تقرب حاصل کروں گی - تاکہ اللہ مجھے جہنمیوں میں نہ کر دے،، انھوں نے کہا:،، ادھر آؤ اور یہ زیورات مجھے اور میری اولاد کو خیرات کر دو کہ بے شکِ ہم اس کے مستحق ہیں،، انھوں نے کہا : ,,نہیں، اللہ

marfat.com
Marfat.com

کی قسم ، جب تک میں انہیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہیں پہنچوں گی کچھ نہیں کروں گی،، راوی کہتا ہے کہ وہ گئیں اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی ۔ لوگوں نے آپؐ سے عرض کی: ,,یا رسول اللہ ۔ یہ زینب آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاھتی ہیں،، آپؐ نے فرمایا: ,,یہ زینبوں میں سے کون سی (زینب) ہیں؟،، لوگوں نے عرض کیا: ,,عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی،، تو آپ نے فرمایا : ,,انہیں اجازت دے دو،، چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انھوں نے کہا: یا رسول اللہ!میں نے آپؐ کی بات سنی تو واپس جا کر میں نے وہ بات ابن مسعودؓ کو بتا دی ۔ پھر میں اللہ اور آپ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنے زیورات لے کر اس اُمید پر نکلی کہ اللہ مجھے جہنمیوں میں سے نہ کرے ، تو ابن مسعودؓ نے مجھ سے کہا: ,,یہ زیورات مجھے اور میری اولاد کو خیرات کر دو کہ بےشک ہم اس کے مستحق ہیں،، میں نے کہا کہ میں رسول اللہ کی اجازت کے بغیر ایسا نہ کروں گی ۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ,,یہ زیورات اسے اور اس کے بچوں کو خیرات کر دو کہ بےشک وہ اس کے مستحق ہیں،، پھر انھوں نے کہا: ,,یا رسول اللہ یہ تو فرمائیے کہ جب آپ ہمارے سامنے وعظ فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے یہ فرمایا تھا: ,,میں نے کبھی کسی کو باوجود کم عقلی اور دینی کمی کے تم سے زیادہ عقلمندوں کے دلوں کو اُڑالے جانے والا نہیں پایا،، یا رسول اللہ ۔ یہ تو فرمائیے کہ ہمارے دین اور ہماری عقلوں میں کیا نقصان اور کمی ہے؟،، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں نے تمہارے دین میں کمی اور کوتاہی کا جو تذکرہ کیا تھا تو اس کا سبب حیض کا عارضہ ہے ۔

marfat.com
Marfat.com

تم میں سے ایک اس مدت میں بےنماز پڑھے اور بےروزہ رکھے ــــــ جب تک اللہ چاھتا ھے ــــــ رھتی ھے - یہ تو ھوا تمہارے دین کا نقصان - باقی رھا میرے بیان کا وہ حصہ جو تمہاری عقلوں کی کوتاھی سے متعلق تھا سو اس کا ثبوت تم عورتوں کی ,,گواھی،، ھے کہ ایک عورت کی گواھی نصف گواھی رکھی گئی ھے -،،

(۱۸۷٦) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر یا عیدالاضحی کے مــوقع پر عیدگاہ کے لئے نکلے - پھر نماز پڑھی بعد ازاں لوگوں کی طرف متوجہ ھوئے انھیں وعظ و نصیحت فرمائی اور انھیں صدقہ و خیرات کا حکم دیا پھر عورتوں کے پاس سے گذرے اور فرمایا : ,,صدقہ دو،، پھر وھی مضمون بیان کیا جو حضرت ابو ھریرةؓ کی حــدیث میں گذرا ، لیکن اس میں یہ ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ,,ابن مسعودؓ نے سچ کہا، تیرا شوھر اور اس کی اولاد دیگر لوگوں کے مقابلہ میں تیرے صدقہ و خیرات کے سب سے زیادہ مستحق ھیں،،

(۱۸۷۷) ایک اور سند سے ریطہ بنت عبداللہ (بن معاویہ) زوجۂ عبداللہ بن مسعود کی وساطت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی مضمون کی روایت ھے، لیکن اس کے الفاظ یہ ھیں: ,,وہ بولیں: میرے شوھر اور میری اولاد کے پاس کوئی مال نہیں ھے،، تو آپ نے فرمایا: ,,ان پر تو جو کچھ خرچ کرے گی اس پر تجھے بدلہ ملے گا،، اس روایت میں آپ کا یہ قول بھی نہیں ھے: ,,میں نے کبھی کسی کو باوجود عقل اور دین کی کمی کے .... الخ،،

(۱۸۷۸) ایک اور سند سے عبداللہ بن دینار نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی مضمون کی روایت کی ھے -

marfat.com
Marfat.com

عورت اپنے شوہر کی اولاد کو بھی زکواۃ دے سکتی ہے

ابو عبیدؒ :۔ ہمارے نزدیک محفوظ اور قابل ترجیح ان لوگوں کا قول ہے جنہوں نے اولاد کو عورت کے بجائے عبداللہ بن مسعود کی اولاد بتایا ہے، جیسے کہ ابوہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ کی روایات میں ہے۔ اس لئے کہ یہ سنت نہیں ہے کہ والدین اپنی اولاد کو زکواۃ دیں، اور جہاں تک میرا علم ہے کسی نے بھی نہیں کہا کہ ایسی زکواۃ ادا مانی جائے گی۔ (۱)

اہل عراق کا قیاس کہ جس طرح مرد اپنی بیوی کو زکواۃ نہیں دے سکتا عورت بھی اپنے شوہر کو زکواۃ نہیں دے سکتی اور اس پر ابو عبید کا کلام

(۱۸۷۹) رہا عورت کا اپنے شوہر کو زکواۃ دینے کا مسئلہ تو بعض اہل عراق کا خیال ہے کہ ایسی عورت کی زکواۃ ادا نہ ہوگی۔ یہ لوگ بیوی کے شوہر کو زکواۃ دینے اور شوہر کے بیوی کو زکواۃ دینے کو یکساں مشابہ قرار دیتے ہیں۔

حالانکہ از روئے سنت و عقل و نظر ہمارے نزدیک یہ دونوں صورتیں مختلف ہیں۔

(۱۸۸۰) جہاں تک سنت کا تعلق ہے وہ ان احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہو جاتی ہے جو اوپر ہم عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کی بیوی کے بارے میں بیان کر چکے ہیں۔

(۱۸۸۱) اب رہا عقل و نظر کے اعتبار سے ان دونوں صورتوں کا اختلاف سو وہ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ مرد کو عورت کے نان نفقہ پر مجبور کیا جائے گا خواہ وہ عورت امیر و آسودہ حال ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کے برخلاف عورت کو مرد کے نان نفقہ پر مجبور نہیں کیا جائے گا خواہ وہ مرد تنگدست ہی کیوں نہ ہو۔ آپ ہی

marfat.com

Marfat.com

بتائیے کہ ان دونوں صورتوں میں اس سے زیادہ شدید اختلاف اور کیا ہو سکتا ہے ۔

کسی کو زکواۃ دینے یا نہ دینے کے بارے میں فیصلہ کن اصول

ہمارے نزدیک ان لوگوں کے درمیان جسے آدمی زکواۃ دے سکتا ہے اور جسے وہ زکواۃ نہیں دے سکتا، فیصلہ کن اصول یہ ہے کہ جس کی کفالت کرنا اور جس کے اخراجات برداشت کرنا کسی شخص پر فرض ہو ایسے شخص کو اس کی زکواۃ میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا ۔ اور جس پر اس کی زکواۃ حلال ہو اس کی کفالت اس پر فرض نہیں ہوگی، اور یہ اہل حجاز کا قول ہے ۔

(١٨٨٢) لیکن اہل عراق کے نزدیک رشتہ داروں میں سے ہر ذی محرم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے ذی محرم کی کفالت کرے بشرطیکہ وہ (محرم رشتہ دار) کمسن محتاج یا معمر اپاہج ہو لیکن بایں ہمہ وہ والدین اور اولاد کو مستثنی قرار دیتے ہوئے ان سب (رشتہ داروں) کو اس کی زکواۃ کا مستحق بھی سمجھتے ہیں ۔

(١٨٨٣) ابو عبیدؒ : ہم اس بارے میں قول اول کو ترجیح دیتے ہیں جس کی رو سے ,,کفالت فرض ہونا " اور ,,زکواۃ دینا" دو ایسے کام ہیں جو کسی ایک شخص کے مال میں یکجا نہیں ہو سکتے ۔ اور اس بارے میں مجھے کتاب و سنت میں کوئی بنیاد نہیں ملتی ۔ ایسے شخص کے وہ رشتہ دار (جن پر اس کی کفالت فرض نہیں) عام مومن محتاجوں کے زمرہ میں شامل ہوں گے جن کے حقوق فئے ، خمس اور زکواۃ کی مد سے واجب الادا ہوں گے لیکن جہاں تک کسی شخص کے خصوصی مال کا تعلق ہے اس میں سے ان کے کچھ حقوق نہ ہوں گے ۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اسے ان اعزہ و اقرباء کی صلہ رحمی کی طرف توجہ اور ترغیب دلائی جائے ۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو

marfat.com
Marfat.com

وہ صلح رحمی کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور اس ضمن میں اس پر کوئی فیصلہ مجبوراً نہیں تھوپا جائے گا ۔ البتہ والدین ، اولاد، بیوی اور غلام کا حکم اس سے مستثنی ہے اور اس کی کفالت نہ کرنے والے کو ان کی کفالت کرنے کے لئے لازمی حکم دیا جائے گا ۔ اس لئے کہ یہ لوگ اس کی زکواۃ کے نہیں بلکہ اس کے نان نفقہ کے مستحق ہیں ۔ اور ان کے علاوہ اس کے دیگر اقارب اس کی کفالت و نفقہ کے نہیں بلکہ زکواۃ کے مستحق ہیں ۔

لہذا ہر دو فریق میں یہی حد فاصل ہے ۔

— ★ —

حوالہ جات

(۱) عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ کا نام بعض نے (ریطہ یا) رائطہ اور بعض نے زینب بتایا ہے ۔ بعض کا خیال ہے کہ ان کا نام زینب تھا اور لقب رائطہ ۔ یہ ہنرمند اور کاروبار کرنے والی خاتون تھیں ۔ اُن کے شوہر عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے بیٹے نادار تھے وہ اپنے شوہر اور ان کی اولاد پر خرچ کرتی تھیں تو ان کے پاس صدقہ و خیرات کے لئے رقم نہ بچتی تھی ۔ اپنی اس کیفیت کا اظہار جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا : تم ان پر خرچ کرو، تمہیں ان پر خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔

الاصابہ لابن حجر۸ : ۸۹ واسد الغابہ لابن الاثیرج ۵ : ۴۷۰

marfat.com

Marfat.com

باب : ۸۴

زکواۃ جلدی یا قبل از وقت ادا کرنے کا بیان

زکواۃ پیشگی لے لینا یا ادا کرنا

(۱۸۸۴) حکم بن عتیبہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو زکواۃ وصـول کرنے کے لئے بھیجا ـ چنانچہ وہ حضرت عباسؓ کے پاس ان کے مال کی زکواۃ مانگنے کے لئے پہنچے، تو حضرت عباسؓ نے ان سے کہا: ,,میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی دو سال کی زکواۃ ادا کر چکا ہوں،، حضرت عمرؓ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ نے فرمایا : ,,میرے چچا نے سچ کہا ـ ہم ان سے دو سال کی زکواۃ پہلے ہی لے چکے ہیں ـ،، (۱)

(۱۸۸۵) ابو عبیدؒ : حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے دو سـال کی زکواۃ پیشگی لے لی تھی ـ۔

(۱۸۸۶) حفص بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حسـن سے دریافت کیا : کیا تین سال کی زکواۃ یک مشت نکال سکتا ہوں، تو انہوں نے اس میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا ـ

(۱۸۸۷ ـ ۱۸۸۸) ہشیم نے ابراہیم سے اور حسن سے روایت کی ہے کہ وہ دونوں جلدی زکواۃ نکال دینے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے تھے بشرطیکہ کوئی زکواۃ کا مستحق مل جائے ـ

marfat.com
Marfat.com

(١٨٨٩) سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ زکواۃ جلدی ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے بشرطیکہ اس کا مستحق مل جائے ۔

(١٨٩٠) یوسف بن ابی حیکم کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے قبل از وقت زکواۃ ادا کرنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا : ,,پہلے دے دو اور دیر میں نہ دو،،

(١٨٩١) جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے دریافت کیا: ,,کیا میں ایک بار میں اپنے مال کی دوسال کی زکواۃ نکال سکتا ہوں؟ تو اُنہوں نے کہا: ,,اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے،،

ابو عبید :۔ ان تمام آثار پر ہمارے ہاں عمل جاری ہے ۔ ان کی رو سے زکواۃ کو جلدی ادا کرنے سے وہ ادا ہو جاتی ہے ساتھ ہی اس طرح ادا کرنے والا نیکوکار و محسن بھی ہوتا ہے ۔

پیشگی زکواۃ لینے کے مسئلہ میں توقف

اور جہاں تک ہماری معلومات ہے ابن سیرین کے علاوہ کوئی اس بارے میں شک نہیں کرتا ۔ وہ بھی اسے مکروہ نہیں سمجھتے بلکہ اس بارے میں خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں ۔

پیشگی زکواۃ دینے کی مخالفت اور اس پر کلام

(١٨٩٢) البتہ مالک بن انس اس پہلے دی ہوئی زکواۃ) کو ناکافی قرار دیتے ہیں ۔ وہ اسے نماز اور روزہ سے مشابہ قرار دیتے ہیں۔

(١٨٩٣) ابن عون کہتے ہیں کہ محمد سے جلدی زکواۃ دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ,,مجھے نہیں معلوم یہ کیا ہوتی ہے؟،،

ابو عبیدؒ :۔ ہمارے خیال میں جن حضرات نے اس بارے میں سکوت و توقف اختیار کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے زکواۃ کو

marfat.com
Marfat.com

نماز سے مشابه قرار دیا ۔ اس لئے که نماز قبل از وقت جائز نہیں هوتی ۔ ان حضرات کو اندیشه هوا که کہیں زکواۃ بھی نماز کی طرح نه هو ۔

لیکن اس باب میں هماری رائے یه هے که سنت نے ان میں تفریق کر دی هے ۔

چنانچه آپ دیکھیں گے که نماز کے متعلق رسول الله صلی الله علیه وسلم نے مقرره اوقات اور معینه حدود بیان فرما دئے هیں ۔ اور آپ نے ان اوقات کو حضرت جبریل علیه السلام سے روایت کیا هے که انهوں نے آپ کی ان نمازوں کے اوقات میں امامت کی اور پھر ان اوقات کے حدود بھی آپ کے لئے مقرر فرمائے ۔ بناء بریں نمازیں ان مقرره اوقات و حدود سے آگے پیچھے نہیں کی جا سکتیں ۔

(۱۸۹۴) لیکن رسول الله صلی الله علیه وسلم سے ایسی کوئی روایت نہیں پہنچی که آپ نے زکواۃ کے لئے بھی زمانه میں سے کوئی خاص اور معین وقت مقرر کیا هو ۔ اس کے برخلاف آپ نے هر سال گذرنے پر زکواۃ ایک بار مقرر فرمائی هے ۔ اس کی وجه یه هے که لوگوں کو مختلف زمانوں میں مال حاصل هوتا هے ۔ کسی شخص کو اس مہینه میں بقدر نصاب ملتا هے اور کسی کو دوسرے مہینه میں اور تیسرے کو ان دونوں کے بعد کے مہینه میں ۔ اسی طرح سال کے مختلف مہینوں میں مختلف لوگوں کا حال هوتا هے ۔ اور ان میں سے هر ایک پر زکواۃ اگلے سال کے اس ماہ میں عائد هوگی (جس میں که اسے بقدر نصاب مال ملا تھا) چنانچه ملکیت کے زمانه کے اختلاف کی وجه سے ان کے زکواۃ نکالنے کا زمانه بھی مختلف هوگا ۔ لهذا یه کیونکر جائز هو سکتا هے که سب لوگوں کے لئے زکواۃ ادا کرنے کا ایک مقرره مشترکه زمانه مقرر کر دیا جائے؟ جبکه نماز تمام لوگوں پر ایک ساتھ

marfat.com

Marfat.com

بیک وقت واجب ہوتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے وقت آنے سے پہلے زکواۃ ادا کرنے کا فتوی دے دیا ہے اور انہوں نے زکواۃ اور نماز کو جداگانہ حیثیت دی ہے اور اس کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایت ہے وہ بھی اس کی تائید کر رہی ہے ۔

(۱۸۹۵) اسی قول کی تائید علماء عراق و شام بھی کرتے ہیں اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں صرف مالک بن انس اور اہل حجاز اس سے مستثنی ہیں

زکواۃ میں تاخیر بھی کی جا سکتی ہے

(۱۸۹۶) ابو عبیدؒ : ۔ یہی صورت مویشیوں کی زکواۃ کو دیر میں ادا کرنے کی بھی ہے بشرطیکہ امام اپنی صوابدید کی بناء پر یہ سمجھے کہ جو قحط یا بحرانی کیفیت طاری ہوئی ہے اس سے لوگ متاثر ہوئے ہیں اور وہ یہ فیصلہ کر دے کہ سرسبزی اور فصلوں کے بحال ہونے تک زکواۃ کی وصولی ملتوی ہے ۔ اور پھر وہ آئندہ سال ان سے پورا پورا وصول کرلے، جیسے کہ حضرت عمرؓ نے ,,عام الرمادہ،، (قحط سالی) میں کیا تھا ۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث مروی ہے جس سے حضرت عمرؓ کے اس عمل کو سند ملتی ہے ۔

(۱۸۹۷) حضرت ابو ہریرةؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقه (و زکواۃ) دینے کا حکم دیا، تو بعض طعن کرنے والوں نے کہا: ابن جمیل ، خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب نے زکواۃ بند کر دی ہے ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس میں بتایا عباسؓ اور خالدؓ کے زکواۃ بند کر دینے کی خبر جھوٹ ہے اور ابن جمیل کی خبر کی تصدیق فرمائی ۔ پھر رسول

marfat.com

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ,,اور ابن جمیل کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ وہ محتاج و نادار تھا اور اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے اسے تونگری عطا فرمائی۔ رہا خالد بن ولید کا معاملہ سو لوگ خالد پر ظلم کر رہے ہیں۔ خالد تو وہ ہیں جنھوں نے اپنی زر ہیں اور غلام (یا ایک روایت کے مطابق سازو سامان) راہ خدا میں وقف کر دئیے ہیں۔ باقی رہے عباسؓ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تو اُن پر زکواۃ واجب الادا ہے اور اس کے ساتھ اتنی ہی اور۔

ابو عبیدؒ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ,,عباسؓ کی زکواۃ ان کے ذمہ واجب ہے اور اس کے ساتھ اتنی ہی اور،، آپ کو یہ بتا رہا ہے کہ آپ نے ان سے وصول زکواۃ کو مؤخر کر دیا تھا اور پھر اسے ایک قرض کی صورت دے دی تھی جو ان سے وصول کیا جاتا تھا۔ اس طرح پہلی حدیث (دیکھئے ۱۸۸۴) کی رو سے تو رسول اللہ نے ان سے پیشگی زکواۃ لے لی تھی اور اس کی رو سے آپ نے ان سے بعد میں زکواۃ وصول کی۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے ساتھ یہ دونوں شکلیں پیش آئی ہوں۔

(۱۸۹۸) بعض راویوں نے حضرت عباسؓ والی روایت یوں بیان کی ہے: ,,رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جہاں تک عباس کی زکواۃ کا تعلق ہے وہ میرے ذمہ ہے اور اس کے ساتھ اتنی ہی اور۔،،

اب اگر یہ روایت محفوظ وارجح ہے تو یہ ہماری اس باب میں بیان کردہ پہلی روایت کی طرح ہے جس کی رو سے قبل از وقت زکواۃ کی ادائی جائز ہے۔ بہرحال یہ دونوں صورتیں جائز ہیں بشرطیکہ امام کا اجتہاد اور اس کی صوابدید اس کی اجازت دے دیں۔ یہ ہے حضرت عباسؓ کی روایت سے متعلق علمی پہلو۔

marfat.com
Marfat.com

اب رہا حضرت خالدؓ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان : ,,اُنھوں نے اپنی زرہیں اور غلام راہ خدا میں وقف کر دئے ہیں،، تو اس میں تین مسنون طریقے نکلتے ہیں): ۔

پہلا یہ ہے کہ یہ بھی حضرت عباسؓ کے واقعہ کی طرح پیشگی زکواۃ ادا کرنے کی شکل ہو ۔ اس لئے کہ آپ نے اس واقعہ (یعنی پیشگی زکواۃ وصول کرنے) کی خبر محصل کے اپنے پاس واپس پلٹنے پر دی ۔ اس سے ہم پر یہ واضح ہو گیا کہ یہ صورت اس سے قبل واقع ہوئی تھی ۔ اور یہ کہ محصلوں کو زکواۃ واجب ہونے کے ساتھ ہی بھیج دیا جاتا تھا ۔

دوسرا یہ ہے کہ آپ نے زرہیں اور غلام زکواۃ کے بدلہ میں قبول کر لئے ہوں۔ اس لئے کہ غلاموں اور زرھوں پر زکواۃ نہیں لگتی ، اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ نے مویشیوں یا دیگر اشیاء کی زکواۃ کے عوض انھیں (زرھوں کو) قبول کر لیا تھا ۔ جیسا کہ اس کتاب کے آغاز میں بھی ہم بیان کر آئے کہ کسی چیز کی زکواۃ یا جزیہ میں مقررہ شے کے علاوہ کسی اور قسم کے (مساوی قیمت کے) مال کو قبول کر لیا جائے گا بشرطیکہ دینے والے اور جس کے لئے لیا جا رہا ہو (دونوں) کے لئے اس میں سہولت اور نفع ہو ۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ انھوں نے تمام کی تمام زکواۃ صرف ایک مد یعنی ,,فی سبیل‌اللہ ،، میں‌دے دی اور اسے دیگر مدوں میں تقسیم نہ فرمایا ۔ ان کے اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنظر استحسان دیکھا ۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ ہم پیشتر اس قسم کے عمل بتا چکے ہیں جس میں ایک بار اپنی زکواۃ فقیروں میں تقسیم کر دی گئی ۔ دوسری مرتبہ تاوان زدہ اور مقروضوں میں اور تیسری مرتبہ

marfat.com
Marfat.com

مؤلفة القلوب میں ۔ اور یہ چوتھی مثال ہے جس میں پوری زکواۃ ,,سبیل اللہ،، میں دے دی گئی ہے ۔ اور یہی صورت تمام مدوں کے ساتھ کی جا سکتی ہے ۔

—— * ——

حوالہ جات

۱) فتح الباری ۳ : ۲۱۴ میں امام ابن حجرؒ نے حضرت عباسؓ سے دو سال کی زکواۃ لی جانے والی روایات پر بحث کی ہے اور تقریباً ہر ایک پر جرح کی ہے ۔ مجموعی طور پر وہ اس کی صحت کو بعید نہیں سمجھتے ۔ زکواۃ کی تعجیل و تاخیر پر ابو عبید کا محاکمہ نمبر ۱۸۹۷ کے تحت دیکھئے ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۸۵

زکواۃ کو اسی علاقہ میں تقسیم کرنا جہاں سے وہ

لی گئی ہو نیز اس کے علاوہ دیگر علاقوں میں لے جانا

اور یہ کہ زکواۃ میں سے پہلے دئے جانے کا کون

زیادہ مستحق ہے

جس علاقہ کی زکواۃ ہو پہلے وہاں کے مستحقین میں تقسیم کی جائے

(۱۹۰۰) ابراهیم کہتے ہیں: ,,زکواۃ ان لوگوں میں تقسیم کی جائے گی جو ایک گھاٹ سے پانی پیتے ہوں۔ پھر اگر اس گھاٹ والوں میں کوئی مستحق نہ ہو تو ان سے قریب تر جو گھاٹ ہو وہاں مستحق دیکھا جائے گا اور وہ زکواۃ ان میں تقسیم ہوگی ۔۔ اگر وہاں بھی مستحق نہ ہو تو پھر جو ان سے قریب تر گھاٹ ہو۔،،

امام علاقائی ضرورتوں کے مدّنظر ہنگامی فیصلہ کر سکتا ہے

(۱۹۰۱) ابن جریج کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عاملوں کو لکھا تھا: ,,زکواۃ کا نصف رکھ لو (۔۔۔ ابو عبید یعنی

marfat.com

Marfat.com

مقامی مستحقین میں دینے کے لئے ـــــ) اور نصف مجھے بھیج دو،،
پھر انہوں نے اگلے سال یہ لکھ بھیجا : ,,تمام زکواۃ اپنے پاس رکھ لو۔
شخصی طور پر رشتہ داری کی وجہ سے ایک علاقہ کی زکواۃ دوسرے علاقہ میں لے جانے کی اجازت

(۱۹۰۲) ابراھیم سے مروی ھے کہ وہ ایک علاقہ کی زکواۃ کو دوسرے علاقہ میں لے جانا ناپسند کرتے تھے الاّ یہ کہ کسی اپنے رشتہ دار کو دینے کے لئے ایسا کیا جائے،،

علاقائی ضرورت کی وجہ سے زکواۃ پر پابندی

(۱۹۰۳) فضالہ نے حسن سے بھی ایسی ھی روایت کی ھے۔

(۱۹۰۴) فرقد سبخی کہتے ھیں کہ میں اپنے مال کی زکواۃ بانٹنے کے لئے اسے لے کر مکہ کو روانہ ھوا۔ راستہ میں مجھے سعید بن جبیر ملے اور انہوں نے کہا: ,,اسے واپس لے جاؤ اور اپنے علاقہ ھی میں اسے تقسیم کرو،،

(۱۹۰۵) سفیان بن سعید راوی ھیں: ,,کسی کی زکواۃ رے سے کوفہ لائی گئی تو عمر بن عــبدالعــزیز نے اسے رے میں واپس بھیج دیا،،

جن لوگوں سے زکواۃ لی جائے انھی کے فقراء میں زکواۃ تقسیم کر دی جائے

(۱۹۰٦) نعمان بن زبیر کہتے ھیں کہ محمد ابن یوسف نے طاؤس کو مخلاف (یمن کے قصبہ) کا عامل بنایا۔ وہ امیروں سے زکواۃ لے کر فقراء میں بانٹتے رھے۔ جب وہ فارغ ھوئے تو محمد بن یوسف نے ان سے کہا: ,,اپنا حساب پیش کرو،، اس پر انہوں نے جواب دیا: ,,میرے پاس کوئی حساب نہیں ھے۔ میں امیر سے وصول کرتا اور مسکین کو دیتا تھا،،

marfat.com
Marfat.com

(۱۹۰۷) عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وصیت میں کہا تھا: ,,میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو فلاں بات اور فلاں بات کی وصیت کرتا ہوں اور اسے وصیت کرتا ہوں کہ وہ دیہاتی عربوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اس لئے کہ ان لوگوں پر عربوں کا دارومدار ہے اور یہی لوگ اسلام کا بنیادی مواد ہیں ۔ (میرے جانشین کو چاہئیے کہ) وہ ان کے زائد (بقدر نصاب ؛ اموال میں سے (زکواۃ) لے اور اسے انہی کے محتاجوں میں واپس کر دے،،

ابو عبیدؒ : ۔ ان روایات کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر ہے جو آپ نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے وقت کی تھی، جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ اہل یمن کو اسلام اور نماز کی دعوت دیں ۔ پھر آپ نے فرمایا: جب وہ تم سے ان دونوں باتوں پر کاربند ہونے کا اقرار کرلیں تو تم ان سے کہنا: ,,اللہ تعالی نے تم پر تمہارے اموال کا صدقہ (زکواۃ) فرض کیا ہے جو تمہارے تونگروں سے لے کر تمہارے حاجت مندوں میں ہی پلٹا دیا جائے گا،،

(۱۹۰۸) ایک اور سند سے ایک لمبی حدیث میں ابن عباسؓ نے بھی یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے یہ (مذکورہ الصدر قول) کہا تھا ۔

ابو عبیدؒ : ۔ اور اسی موضوع سے متعلق حضرت علیؓ کی یہ روایت بھی ہے ۔

امیروں پر فرض ہے کہ وہ اتنی زکواۃ نکالیں جو فقراء کی ضروریات کے لئے کافی ہو

(۱۹۰۹) ابو جعفر محمد بن علی راوی ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: ,,اللہ تعالی نے آسودہ حال لوگوں کے اموال پر اتنی مقدار (زکواۃ) نکالنا فرض کیا ہے جو فقراء اور محتاجوں کی ضرورت کے

marfat.com
Marfat.com

لئے کافی ہو - اب اگر یہ لوگ بھوکے یا ننگے رہتے ہیں یا پریشان و تنگ حال ہو جاتے ہیں تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ امراء ان کا حق روک لیتے ہیں - اور اللہ تعالی پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ ان سے محاسبہ کرے اور انہیں عذاب دے ،،

جب تک علاقہ میں ایک بھی محتاج ہو وہاں کی زکواۃ باہر نہیں جائے گی

(۱۹۱۰) ابو عبیدؒ : - آج ان تمام آثار پر جملہ علماء کا اتفاق ہے کہ ملک کے ہر علاقہ کے باشندے یا گھاٹوں میں سے ایک گھاٹ سے پانی پینے والے اپنے حلقہ کی زکواۃ کے زیادہ مستحق ہیں - اور یہ استحقاق اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ ان میں ایک یا اس سے زائد حاجتمند باقی رہیں - خواہ اس احتیاج کو رفع کرنے کے لئے وہاں کی تمام زکواۃ کام میں آ جائے اور محصل زکواۃ کو وہاں سے بغیر کچھ لئے خالی ہاتھ ہی واپس آنا پڑے -

اس مضمون کی تفصیل و شرح ان روایات میں ملتی ہے :

جب کسی علاقہ کی زکواۃ لینے کے لئے کوئی مستحق وہاں نہ رہے تو وہاں کی زکواۃ مرکز بھیج دی جائے گی

(۱۹۱۱) عمرو بن شعیب کہتے ہیں کہ حضرت معاذؓ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا، جند میں رہے - تاآنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انھوں نے بھی انہیں اُن کی پہلی جگہ پر واپس بھیج دیا - پھر حضرت معاذ نےان (حضرت عمرؓ) کے پاس لوگوں کی زکواۃ کا تہائی حصہ بھیجا تو حضرت عمرؓ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: ،،میں نے تمہیں مال جمع کرنے یا جزیہ وصول کرنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے مامور کیا ہے کہ تم

marfat.com
Marfat.com

امـــیر لوگوں سے وصول کر کے ان کے محتاجوں میں واپس کر دو۔، اس پر حضرت معاذؓ نے کہا : میں نے کوئی ایسی چیز آپ کو نہیں بھیجی کہ یہاں مجھے اس کا کوئی مستحق وصول کرنے والا مل رہا ہو۔، پھر اگلے سال معاذؓ نے آدھی زکواۃ انھیں بھیجی اور دونوں میں پہلی جیسی گفتگو کا تبادلہ ہوا۔ اور جب تیسرا سال گذرا تو حضرت معاذ نے تمام کی تمام زکواۃ ان کے پاس بھیج دی اور جواباً حضرت عمرؓ نے وهی پہلی سی بات کہی ۔ تب حضرت معاذؓ نے کہا : ،،یہاں مجھے ایک (ضرورتمند) بھی ایسا نہیں ملتا جو مجھ سے کچھ (صدقه و زکواۃ) لینے کا مستحق ہو۔،

(۱۹۱۲) سعید بن المسیب راوی هیں که حضرت عمرؓ نے معاذؓ کو بنی کلاب یا بنی سعد بن ذبیان پر زکواۃ کا محصل بنا کر بھیجا ۔ چنانچه انھوں نے انھی (قبائل کے فقراء) میں وہ زکواۃ تقسیم کر دی اور کچھ بھی نہ بچایا ۔ اور اپنی گردن پر وهی بوریا رکھ کر گھر پلٹے جسے لے کر نکلے تھے ۔ یہ سماں دیکھ کر ان کی بیوی نے کہا: ،،تم جو کچھ لائے ہو اسے اُن تحائف اور سوغاتوں سے کیا نسبت ھے جـــو عمال (محصلین زکواۃ) اپنے بال بچوں کے لئے لاتے ھیں ؟،، انھوں نے جواب دیا: ،،میرے ساتھ ایک نگران افسر تھا۔،، ان کی بیوی نے کہا: ،،رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اور ابو بکرؓ تو تمھیں معتمد علیه اور امین سمجھتے تھے یہ عمرؓ کو کیا ہوا که انھوں نے تم پر نگران مسلط کر دیا؟،، پھر وہ اپنی سہیلیوں میں گئیں اور وهاں انھوں نے حضرت عمرؓ کے اس رویه کی شکایت کی ۔ چنانچه یه شکوہ حضرت عمرؓ تک پہنچا اور اُنھوں نے حضرت معاذؓ کو بلا کر کہا: ،،کیا میں نے تمھارے ساتھ کوئی نگران افسر بھیجا تھا؟،، تو انھوں نے کہا : ،،اپنی بیوی کے پاس خالی هاتھ پہنچنے کا اس کے سوا میں کوئی عذر نه

marfat.com

Marfat.com

پیش کر سکا۔ اس پر حضرت عمرؓ ہنسے اور انہیں کچھ دیتے ہوئے کہا: ,,یہ دے کر اسے منالو،،

(۱۹۱۳) ابن جریج کہتے ہیں کہ حضرت معاذؓ نے ,,نگران افسر،، سے مراد ,,اپنے رب،، کو لیا تھا۔

(۱۹۱۴) شہاب بن عبداللہ خولانی روایت کرتے ہیں کہ سعد ــــ جو یعلی بن اُمیہ کے ساتھیوں میں سے تھے ــــ چل کر مدینہ میں حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ اُنھوں نے سعد سے دریافت کیا: ,,کہاں کا قصد ہے؟،، انھوں نے جواب دیا: ,,جہاد کا،،۔ حضرت عمرؓ نے کہا: واپس جاؤ، یاد رکھو کہ حق کے مطابق عمل کرنا نہایت عمدہ جہاد ہے،، جب انھوں نے پلٹنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: ,,جب تم مال والے کے پاس پہنچو تو نہ تم بھلائی کو چھوڑو نہ اسے بھلائی فراموش کراؤ۔ تم تمام مال کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کر دو اور مال والے کو اختیار دو کہ وہ ان میں سے ایک حصہ پسند کرے پھر تم باقیماندہ دوتہائیوں میں سے ایک حصہ کو چن لو (اور ان میں سے زکواۃ لو) پھر اسے فلاں فلاں (مستحقین) میں خرچ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ انھوں نے کچھ باتیں بیان کیں۔ سعد کہتے ہیں: ,,ہم زکواۃ وصول کرنے کے لئے نکلتے تھے اور واپسی پر ہمارے پاس صرف ہمارے کوڑے ہوتے ــ،،

(۱۹۱۵) ابو عبیدؒ :۔ مذکورہ بالا روایات ثبوت پیش کر رہی ہیں کہ ہر قوم کے لوگ اپنی زکواۃ کے زیادہ مستحق ہیں تاآنکہ آسودگی کی وجہ سے انہیں اس کی ضرورت باقی نہ رہے۔ اور ہم دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر ان قریبی لوگوں کو اس زکواۃ کا زیادہ مستحق اس لئے قرار دیتے ہیں کہ پڑوس کی حرمت اور اُن امیروں کے گھروں سے ان فقراء کے گھروں کی قربت کی وجہ سے سنت نے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۹۱٦) لہٰذا اگر محصل زکواۃ لاعلمی کی بناء پر ایک علاقہ کی زکواۃ دوسرے علاقہ میں لے جائے حالانکہ اس علاقہ والوں کو اس کی ضرورت باقی ہو تو امام اس لائی ہوئی زکواۃ کو واپس انہی لوگوں کے پاس بھیج دے گا جیسے عمر بن عبدالعزیز نے کیا تھا اور جیسا کہ سعید ابن جبیر نے فتوی دیا تھا۔

اگرچہ ابراھیم اور حسن دونوں اس بارے میں ایسے شخص کو رخصت دیتے ہیں جو (زکواۃ دینے کے لئے) اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دینا چاھتا ہو تاھم یہ اجازت کسی شخص کو اس کے اپنے مخصوص (ذاتی) مال میں حاصل ہوگی۔ اور یہ شکل اس مجموعی زکواۃ میں روانہ رکھی جائے گی جو ائمہ کے زیر تصرف ہو۔

اور انہی دونوں کے قول سے مشابہ ابوالعالیہ سے مروی یہ روایت بھی ہے:

(۱۹۱۷) ابو العالیہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی زکواۃ مدینہ لے جاتے تھے۔

ابو عبیدؒ: ہمارے خیال میں وہ اس زکواۃ کو اپنے اقارب و موالی میں محدود رکھنے کے لئے ایسا کرتے تھے۔

اگر کسی مستحق زکواۃ کی محرومی کی شکایت ملے تو آئندہ سال اسے دگنی زکواۃ دینا

(۱۹۱۸) لیکن اگر امام کو ضرورتمند مستحق زکواۃ کا علم نہ ہو سکے اور وہ (اس علاقہ کے علاوہ) دوسروں میں ان کی زکواۃ بانٹ دے یا اس کے بعض ماتحت عمال سے ایسا ہو جائے اور پھر بعد میں اسے اس (غلطی) کا علم ہو تو اس بارے میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے یہ روایت ہے کہ انہوں نے ایسے موقع پر اگلے سال دگنی زکواۃ کر دی تھی۔ (۱)

marfat.com

Marfat.com

(۱۹۱۹) عمیر بن سلمہ دؤلی کہتے ہیں کہ وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ سفر میں تھے یا عمیر کو کسی ایسے شخص نے بتایا جو حضرت عمرؓ کے رفیق سفر تھے - اگرچہ خود عمیر بھی بڑے بوڑھے اور پرانے لوگوں میں سے تھے - اس اثناء میں کہ حضرت عمرؓ دوپہر کو ایک درخت کے سایہ میں قیلولہ کر رہے تھے ایسا ہوا کہ ایک عرب کی دیہاتی عورت آئی اور اس نے بغور لوگوں کو پہچاننا شروع کیا پھر وہ ان (حضرت عمرؓ) کے پاس پہنچی اور اس نے ان سے عرض کیا: ,,میں ایک مسکین عورت ہوں، میرے بچے ہیں - اور امیرالمومنین عمر بن الخطابؓ نے ہمارے ہاں تحصیل زکواۃ کے لئے محمد بن مسلمہ کو مامور کیا تھا - لیکن انہوں نے ہمیں نہیں دیا - میں آپ کی خدمت میں پہنچی ہوں کہ آپ ان سے ہمارے لئے سفارش فرما دیں - اللہ آپ پر رحم فرمائے،، - راوی کہتے ہیں کہ اس پر حضرت عمرؓ نے یرفأ کو آواز دی اور کہا: ,,محمد بن مسلمہ کو میرے پاس بلالاؤ،، اس عورت نے کہا: ,,میری حاجت برآری کے لئے یہ زیادہ مفید ہوگا کہ آپ میرے ساتھ ان کے پاس چلیں،، حضرت عمرؓ نے کہا: ,,ان شاء اللہ وہ تمہارا کام کر دیں گے،، یرفأ ان (محمد بن مسلمہ) کے پاس پہنچا اور ان سے کہا: ,,امیرالمومنین کے بلاوے پر پہنچو،، چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور کہا: ,,اسلام علیک، یا امیرالمومنین وہ عورت شرما گئی اور حضرت عمرؓ یوں گویا ہوئے: ,,اللہ کی قسم، اپنی جانب سے میں کسر نہیں چھوڑتا کہ تم میں سے بہترین آدمی کو منتخب کروں، بھلا بتاؤ تو تم اللہ کے سامنے کیا جواب دو گے جب وہ تم سے اس عورت کے بارے میں سوال کرے گا؟،، اس پر محمد (بن مسلمہ) کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے - پھر حضرت عمرؓ نے کہا: ,,اللہ

marfat.com

Marfat.com

تعالی نے ہم میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان کے بتائے ہوئے راستہ کی اتباع کی۔ رسول اللہؐ نے وہی عمل کیا جس کا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا۔ چنانچہ آپؐ نے زکواۃ اس کے مستحق مساکین میں تقسیم فرمائی اور اسی پر عمل پیرا رہتے ہوئے آپؐ نے اپنی جان اللہ کو سونپ دی۔ پھر اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کو ان کا جانشین بنایا اور وہ بھی مرتے دم تک آپؐ کے طریق کار پر عمل پیرا رہے۔ پھر اس نے مجھے ان کا جانشین بنایا اور میں نے تم میں سے بہترین کو انتخاب کرنے میں کوئی دقیقہ فردگذاشت نہ کیا۔ اگر میں نے پھر تمہیں مامور کیا تو اس عورت کو اس سال اور پہلے سال کی زکواۃ دینا، اور میرا خیال ہے کہ شاید میں تمہیں مامور نہ کروں۔ پھر اُنھوں نے ایک اُونٹ منگوایا اور اُسے آٹا اور زیتون کا تیل دیتے ہوئے کہا: ,,یہ لے لو، ہم خیبر جارہے ہیں وہاں تم ہم سے ملو،، چنانچہ وہ عورت خیبر میں ان کے پاس پہنچی اور انھوں نے اس کے لئے دو دوسرے اُونٹ منگوائے اور کہا: ,,یہ لے لو، اس میں گذر بسر ہو جائے گی تاآنکہ محمد بن مسلمہ تمہارے پاس پہنچیں، میں نے انہیں ہدایت کر دی ہے کہ وہ تمہارا اس سال کا اور پچھلے سال کا حق تمہیں ادا کر دیں،،

(۱۹۲۰) ایک اور سند سے یحیی بن سعید نے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔ البتہ اس کی ابتدائی عبارت اس طرح ہے: ,,اس عورت نے ایک شخص کو درخت کے نیچے سوتا پایا تو اس نے اس شخص کے پاؤں کی کوئی انگلی پکڑی جس کی وجہ سے وہ شخص بیدار ہوگیا اور اس نے دریافت کیا: ,,تمہیں کیا معاملہ درپیش ہے؟،، چنانچہ اس عورت نے اس سے محمد بن مسلمہ کا پورا واقعہ بیان کر دیا۔ تب اس شخص نے کہا: ,,اُن کے پاس جا کر اُن سے کہو کہ یہ شخص تمہیں

marfat.com

Marfat.com

بلا رہا ہے،، تو اس عورت نے ان سے کہا: ,,سفارشی اس طرح نہیں کہتا ہے،، انہوں نے کہا: ,,اُن کے پاس جا کر جیسے میں تم سے کہہ رہا ہوں ویسے ہی کہہ دو وہ چلے آئیں گے،، چنانچہ وہ لوگوں کے درمیان سے نکلتی ہوئی اُن سے جاملی اور وہی بات اُن سے کہہ دی۔ وہ اُٹھ کر تیزی سے چل پڑے اور وہ عورت بھی ان کے پیچھے ہولی، تاآنکہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس جا کر ٹھہرے۔ پھر بقیہ حدیث بیان کی۔

بعض روایات جن سے ایک علاقہ کی زکواۃ دوسرے علاقہ لے جانے کا جواز ملتا ہے اور اُن کی توجیہ

(۱۹۲۱) ابو عبیدؒ :۔ بایں ہمہ کچھ احادیث ایسی آئی ہیں جن سے ایک علاقہ کی زکواۃ دوسرے علاقہ میں لے جانے کی رخصت کے بارے میں دلائل ملتے ہیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث جس میں آپؐ نے قبیصہ بن مخارق کے تاوان سے زیر باری کے ضمن فرمایا تھا: ,,تم ہمارے پاس قیام کرو تاآنکہ زکواۃ ہمارے پاس آئے، پھر یا تو ہم تمہارے بار کو کم کرنے میں تمہاری مدد کریں گے یا وہ سارا بار تم سے ہٹا کر اپنے ذمہ لے لیں گے،، اس طرح آپ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ وہ انھیں حجاز کی زکواۃ میں سے دیں گے حالانکہ وہ نجد کے باشندہ تھے۔ نیز یہ بھی کہ اہل نجد کی زکواۃ اہل حجاز کی طرف منتقل کی جائے۔

(۱۹۲۲) اسی طرح عدی بن حاتم کی روایت ہے جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایام ارتداد میں انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنی قوم کی زکواۃ لا کر دی۔

(۱۹۲۳) ایسی ہی حضرت عمرؓ کی وہ روایت ہے جس میں اُنہوں نے عام الرمادۃ (قحط سالی) کے بعد ابن ابی ذباب کو محصل بنا

marfat.com
Marfat.com

کر بھیجتے وقت کہا تھا : ,,ان سے دو سال کی زکواۃ لینا، پھر ایک سال کی انھی میں تقسیم کر دینا اور دوسرے سال کی میرے پاس لے آنا ۔

(۱۹۲۴) اور یہی مضمون حضرت معاذؓ کی اس روایت کا ھے جس میں اُنھوں نے اھل یمن سے کہا تھا: ,,میرے پاس یمنی چادریں اور کپڑے (خمیس و لبیس) لے آؤ میں دوسری چیزوں کی بجائے زکوۃ میں‌تم سے یہ لے لوں گا ۔ اس لئے کہ ان کا دینا تمہارے لئے زیادہ آسان ھے اور یہ کپڑے مہاجرین کے لئے مدینہ میں زیادہ سود مند رھیں گے،،

ابو عبیدؒ :۔ ان تمام اشیاء کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں الایہ کہ یہ چیزیں علاقہ والوں کی ضرورتوں سے زائد ھوں اور انھیں ان اشیاء کی ضرورت باقی نہ رھے ۔ جیسا کہ حضرات عمرؓ و معاذؓ کی روایات میں ھم بیان کر آئے ھیں ۔

(۱۹۲۵) مقسم بن عباس آیت کریمہ :

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ: (البقرہ ۲ : ۲۱۹)

وہ آپؐ سے دریافت کرتے ھیں کہ وہ کیا خرچ کریں آپؐ کہہ دیجئے کہ ,,عفو،،

میں ,,عفو،، کی تفسیر کرتے ھوئے کہتے ھیں کہ اس سے مراد ھے آسودگی (کے بعد ضرورت) سے زائد (یا تونگری کے بعد ضرورت سے بچ رھنے والی چیز) ۔

—— ★ ——

marfat.com
Marfat.com

حوالہ جات

۱) ھمارے خیال میں اس سے مراد یہ نہیں ھے کہ اگلے سال لوگوں سے دگنی زکواۃ وصول کی بلکہ اگلے سال مستحقین کو دگنی زکواۃ دے کر پہلی محرومی کی تلافی کر دی جیسا کہ اگلی روایت سے ظاھر ھے ۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

باب : ۸٦

کسی شخص کے زکواۃ نکالنے کے بعد اس زکواۃ کے

ضائع ہو جانے یا لاعلمی میں زکواۃ کسی تونگرو

آسودہ حال کو دے دینے کا بیان

نکالنے کے بعد مستحقین تک پہنچے بغیر تلف ہو جانے والی زکواۃ ادا نہیں مانی جائے گی

(۱۹۲٦) زھریؒ سے ایسے شخص کے بارے میں جس نے اپنے مال کی زکواۃ نکالی اور پھر وہ ضائع ھوگئی یہ قول مروی ھے: ,,ھمارا خیال تو یہی ھے کہ وہ زکواۃ اس شخص پر واجب رھے گی تاآنکہ وہ اسے ادا نہ کر دے۔"

(۱۹۲۷) اسی مسئلہ میں حسنؒ سے مروی ھے: ,,ایسے شخص نے اپنے مال کی زکواۃ نہیں نکالی۔ اسے چاھئیے کہ وہ دوبارہ ادا کرے۔"

(۱۹۲۸) دوسری سند سے حسنؒ ھی سے روایت ھے: ,,ایسی تلف ھو جانے والی زکواۃ اس مالک مال کو کفایت نہ کرے گی تاآنکہ وہ زکواۃ کے مستحقین میں اسے تقسیم نہ کرے۔"

(۱۹۲۹) ، ابراھیمؒ سے (اسی بارے میں) روایت ھے: ,,ایسی زکواۃ اسے کفایت نہیں کرے گی۔"

marfat.com
Marfat.com

(۱۹۳۰) شعبہؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں حکم بن عتیبہ سے استفسار کیا تو انہوں نے کہا: ,,ایسا شخص دوبارہ زکوٰۃ دے گا۔ زکواۃ کسی دوسرے کو برائے تقسیم دے دی جائے اور پھر اس سے ضائع ہو جائے تو ادا مانی جائے گی

ابو عبیدؒ : ۔ اس مسئلہ میں ایک اور قول بھی ہے ۔

(۱۹۳۱) حسن سے روایت ہے کہ اُنھوں نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے اپنی زکوۃ نکال کر کسی دوسرے آدمی کو برائے تقسیم دے دی ہو اور پھر اس سے وہ زکواۃ ضائع ہو گئی ہو یہ کہا : ,,اسے یہ زکواۃ کفایت کرے گی ۔ "

(۱۹۳۲) قتادہ کہتے ہیں: ,,اگر مالک مال اپنے مال سے زکوٰۃ کی رقم نکال کر علیحدہ کر چکا ہو تب وہ اسے کفایت کرے گی۔

ابو عبیدؒ : ۔ ہمارے ہاں جس قول پر عمل ہوتا ہے وہ حسنؒ کا پہلا قول ہے جس کی موافقت ابراہیم ، حکم اور زہری کر رہے ہیں جس کی رو سے ایسی زکوٰۃ نکافی ہوتی ہے اس لئے کہ مالداروں پر تو فریضہ یہ ہے کہ وہ فقیروں یا امام کو زکوٰۃ ادا کر دیں اور (اس سے پہلے) ضائع کر دینے والا اپنے ذمہ واجب الادا فریضہ کو ادا کرنے والا نہیں مانا جائے گا ۔ فرمان باری تعالی ہے:

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ (البقرہ ۲ : ۲۷۱)۔

اگر تم صدقات کو ظاہر (کر کے ادا) کرو تو یہ بہت ہی خوب ہے اور اگر تم انہیں چھپا کر فقراء کو دے دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے ۔

لیکن ایسا (ضائع کرنے والا) شخص تو ان فقراء کو کچھ بھی نہیں دے پایا ۔ یہاں تک تو قبل ادائی زکواۃ ضائع کر دینے کے مسئلہ پر

marfat.com
Marfat.com

بحث ہوئی ۔ اب لیجئے اس شخص کو جو زکواۃ کسی تونگر کو دے ڈالتا ہے :۔

لاعلمی میں تونگر کو زکواۃ دے دینے والے کی زکواۃ ادا ہو جائے گی

(۱۹۳۳) حسنؒ سے مروی ہے کہ ایسا شخص جو اپنے مال کی زکواۃ کسی آدمی کو فقیر سمجھتے ہوئے دے دے اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ تونگر تھا، تو اس کی زکواۃ ادا ہو جائے۔

(۱۹۳۴) ایک اور سند سے بھی حسنؒ سے ایسی ہی روایت ہے۔

ایسے شخص کو دوبارہ زکواۃ نکالنا ہوگی

(۱۹۳۵) ابو عبیدؒ :۔ اس موضوع پر بعد میں لوگوں میں اختلاف ہوگیا، کچھ لوگوں نے اس قول کی تائید کی اور دوسروں نے کہا کہ ایسے شخص کو دوبارہ زکواۃ ادا کرنا ہوگی۔

ہر دو فیصلہ پر ابو عبیدؒ کا محاکمہ

میرا خیال ہے کہ ہر دو فریق نے اس مسئلہ کو نماز سے مشابہ قرار دیا ہے۔ اب جو لوگ ایسی زکواۃ کو ادا مانتے ہیں ان کی نظر میں یہ مسئلہ ایسا ہی ہے جیسے لاعلمی میں غیرقبلہ رخ کر کے نماز پڑھ لینا اور ایسی صورت میں اسے نماز دوبارہ نہیں پڑھنا ہوگی، دوسروں نے اسے لاعلمی میں بغیر طہارت کے نماز پڑھ لینے سے تشبیہ دی ہے اور ایسے شخص کو (معلوم ہو جانے کے بعد) دوبارہ نماز ادا کرنا ہوگی۔

(۱۹۳۶) اس ضمن میں ہمارے نزدیک جو تشبیہ زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے وہ قبلہ والی ہے۔ لیکن اس تشبیہ کا اطلاق اس سے پہلے والے مسئلہ پر نہیں ہوگا۔ (دیکھئے نمبر ۱۹۲۶ تا ۱۹۳۰) اس لئے کہ زکواۃ کی ادائی کے لئے لوگوں پر اتنی ہی ذمہ داری ہے کہ وہ

marfat.com
Marfat.com

اپنی جانب سے پوری چھان بین کر لیں اور جب وہ مستحقین کو اپنی دانست میں صحیح سمجھتے ہوئے زکواۃ دے دیں تو اُنھوں نے اپنا فریضہ ادا کر دیا ۔ خواہ حقیقت کچھ اور ہی ہو ۔ اس لئے کہ حقیقت ان سے اوجھل ہو سکتی ہے ۔

(۱۹۳۷) اس بارے میں جس حدیث کو اساسی حیثیت حاصل ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے جس میں دو آدمیوں نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقہ (زکواۃ) کا مطالبہ کیا تھا اور آپؐ نے ان سے فرمایا تھا: ,,اگر تم دونوں چاہتے ہو تو میں تمہیں دئے دیتا ہوں۔ لیکن (یہ جان لو) کہ اس (زکواۃ کے مال) میں کسی تونگر اور طاقتور کماؤ کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے ۔ اور بایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اس مد میں سے رقوم دے دیں ، اور ان کے اس دعوی کو کہ وہ فقیر و حاجتمند ہیں قبول کر لیا ۔ اس لئے کہ آپؐ پر یہ نہ کھل سکا کہ وہ دونوں تونگر ہیں، بناء بریں رسول اللہؐ نے یہی مناسب خیال فرمایا کہ انہیں دے دیا جائے ۔ یہی صورت ہر زکواۃ دینے والے کے لئے روا رہے گی ۔

—★—

marfat.com

Marfat.com

باب : ۸۷

زکواۃ میں فقراء و مساکین کا حصہ، نیز از رُوئے تاویل

فقراء و مساکین کا فرق

مسکین و فقیر کا فرق

(۱۹۳۸) ابراهیم آیت کریمه :

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ (التوبه ۹ : ٦٠)

بےشک صدقات (زکواۃ) فقراء اور مساکین کے لئے هیں -

کی تفسیر میں کہتے هیں که اس بارے میں یه کہا جاتا تها: ,,یه لوگ فی سبیل اللہ مهاجرین هیں ــ،،

(۱۹۳۹) ضحاک بن مزاحم کہتے هیں : ,,فقراء سے مراد تو مهاجرین فقراء هیں اور مساکین سے مراد وہ لوگ هیں جنهوں نے هجرت نه کی هو ــ،،

(۱۹۴۰) ابن عباسؓ کہتے هیں : ,,فقراء سے مراد هے مهاجرین فقراء اور مساکین سے مراد وہ لوگ هیں جنهوں نے هجرت نه کی هو ــ،،

(۱۹۴۱) ابن عباسؓ هی سے روایت هے: ,,فقراء سے مراد هے مسلمان فقراء اور مساکین سے مراد هے دربدر پهنچنے والے فقراء وسائلین ــ،،

marfat.com
Marfat.com

(۱۹۴۲) مجاھد سے مروی ھے : ,,فقیر سے مراد ھے وہ حاجت مند جو سوال نہ کرے اور مسکین سے مراد ھے وہ جو سوال کرے،،۔

(۱۹۴۳) ایسی ھی روایت جابر بن زید سے ھے :,,فقیر وہ جو ھے سوال نہ کرے اور مسکین وہ ھے جو سوال کرتا ھو۔،،

(۱۹۴۴) عکرمہ کہتے ھیں : ,,فقیر سے مراد ھے کمزور و ناتوان اور مسکین سے مراد ھے جو کھانے کا سوال کرے،،۔

(۱۹۴۵) ابوھریرہؓ راوی ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ,,مسکین وہ نہیں ھے جو ایک دو کھجور ، یا ایک دو لقمہ لے کر واپس چلا جاتا ھے بلکہ مسکین وہ ھے جو (احتیاج کے باوجود) سوال سے گریز کرتا ھے ۔ اگر تم چاھو تو قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ پڑھ لو :

لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافاً : (البقرہ ۲ : ۲۷۳)

وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے ھیں :

ابو عبیدؒ : یہ ھے فقیر اور مسکین کا فرق ۔

قانع ، معتر ، بائس اور فقیر کا فرق

علماء نے ,,قانع و ,,معتر،، اور ,,بائس ،، و فقیر کے درمیان بھی فرق کیا ھے ۔ حالانکہ ھر دو زکواۃ اور کھلائے جانے کے مستحق ھیں :

(۱۹۴۶) مجاھد آیت کریمہ :۔

فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوْا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ : (الحج ۲۲ : ۲۸)

تو اس (قربانی) میں سے خود کھاؤ اور پریشان حال فقیر کو کھلاؤ ۔

کی تفسیر میں کہتے ھیں ,,یہ دونوں (بائس اور فقیر) ایک ھی ھیں،،۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۹۴۷) عکرمہ کہتے ہیں : ,,فقیر سے مراد ہے کمزور و ناتوان اور ,,بائس، سے مراد ہے لاچار و مجبور، جس پر تنگی و پریشان حالی کا غلبہ ہو۔ اور ,,قانع، سے مراد ہے طمع اور امید رکھنے والا۔،

(۱۹۴۸) ابراہیم سے مروی ہے : ,,قانع اور معتر، میں سے ایک سے مراد ہے سائل اور دوسرے سے مراد ہے پڑوسی۔

(۱۹۴۹) سعید بن جبر کہتے ہیں : ,,قانع وہ ہے جو سوال کرے — یا جو تجھ سے سوال کرے — اور معتروہ ہے جو تمہارے پاس چکر لگائے۔

(۱۹۵۰) مجاهد کہتے ہیں : ,,قانع تمہارا وہ پڑوسی ہے جو سوال کرے اور معتروہ ہے جو سامنے آئے لیکن سوال نہ کرے۔،

(۱۹۵۱) حسنؒ کہتے ہیں : قانع وہ ہے جو کسی آدمی کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے سوال کرے اور معتر وہ ہے جو سامنے آئے اور سوال نہ کرے۔

(۱۹۵۲) مجاهد کہتے ہیں : ,,قانع سے مراد ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور معتر وہ ہے جو لوگوں کے پاس پہنچ کر اُن سے سوال کرے۔

—★—

marfat.com
Marfat.com

باب : ۸۸

محصلین زکواۃ (عاملین) اور مؤلفۃ القلوب کے حصے

دیانتدار محصل زکواۃ کا رتبہ غازی جیسا ہے

(۱۹۵۳) رافع بن خدیج راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ,,زکواۃ کی تحصیل پر مامور اسی طرح راہ حق پر لگا ہوا ہے جیسے فی سبیل اللہ غــازی ، تاآنکہ وہ اپنے کام سے واپس آ جائے ـــ،،

زکواۃ میں سے محصل زکواۃ کو محدود طور پر کھانے پینے کی اجازت دی جا سکتی ہے

(۱۹۵۴) عقبہ بن عامرجہنیؓ کہتے ہیں: ,,مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محصل زکواۃ بنا کر بھیجا تو میں نے آپؐ سے زکواۃ کے مال میں سے کھا لینے کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے ہمیں اجازت دے دی ـــ،،

(۱۹۵۵) سلیمان بن یسار راوی ہیں کہ ابن ابی ربیعہ اپنی جمع کردہ زکواۃ لائے، جب وہ (مدینہ) پہنچے تو حضرت عمر بن الخطابؓ اُن کے پاس آئے تو انھیں عمر نے کھجور پیش کئے ۔ اُنھوں نے وہ کھجور کھائے، لیکن حضرت عمرؓ نے خود نہ کھایا ۔ اس پر ابن ابی ربیعہ نے اُن سے کہا: ,,خدا آپ کا بھلا کرے، واللہ ہم تو ان (زکواۃ کے

marfat.com
Marfat.com

جانوروں) کا دودھ بھی پیتے ھیں اور ان میں سے بعض کو کھا بھی لیتے ھیں، تو اُنھوں نے کہا: ,,اے ابن ابی ربیعہ میرا موقف تمھاری طرح کا نہیں ھے ۔ تم تو ان جانوروں کی دموں کے پیچھے لگے رھتے ھو تب تم ان میں سے کچھ لے لیتے ھو، لیکن تمھاری طرح میری یہ کیفیت نہیں ھے ۔ "

محصلین زکواۃ کا معاوضہ اور اُس کی مقدار

(۱۹۵٦) ابن شہاب نے محصلین زکواۃ کے حصے کے بارے میں کہا: ,,جس نے امانت داری اور پاکبازی سے زکواۃ کی تحصیل کا کام کیا ۔ اسے اپنی کارکردگی اور جمع کردہ زکواۃ کے انداز (و تناسب) سے محنتانہ دیا جائے گا ۔ اور وہ اپنے ساتھ کے ماتحت عملہ کو بھی ان کی کارکردگی کے مطابق اُجرت دے گا ۔ اور یہ محنتانہ مجموعی طور پر اس حصہ کے چوتھائی تک ہو سکے گا۔،،

(۱۹۵۷) ابن بکیر مالکؒ سے روایت کرتے ھیں: ,,زکواۃ کے محصل کے لئے کوئی مقررہ اُجرت (و تنخواہ) نہیں ھے ۔ اس کا فیصلہ امام کے اجتہاد اور اس کی صوابدید پر موقوف ھے۔،،

محصلین زکواۃ سرکاری افسر ھوتے ھیں

(۱۹۵۸) ابو عبیدؒ : ۔ یہی سفیان اور اھل عراق کا قول ھے اور اسی پر ھمارے ھاں عمل جاری ھے ، برخلاف ان لوگوں کے جو اس مد میں آٹھویں حصہ (⅛) کی قید مقرر کرتے ھیں، لیکن اگر عاملین زکواۃ کے لئے اسے محدود کر دیا جائے تو پھر آٹھوں مدات کا حال بھی اسی طرح محدود ھو جائے گا ۔ لیکن ھمارے نزدیک یہ عاملین و محصلین زکواۃ دیگر عمال و حکام کی طرح جو فئے وغیرہ جمع کرتے ھیں مسلمانوں کے نگران افسروں اور اھلکاروں کا ایک حصہ ھیں اور ان لوگوں کو ان کی کارکردگی اور محنت کے مطابق اُجرت دی جائے

marfat.com

Marfat.com

گی ـ اس ضمن میں نہ ان کے ساتھ کمی روا رکھی جائے گی اور نہ (دیگر عاملین حکومت کے مقابلہ میں) انہیں کچھ زائد دیا جائے گا۔

یہاں تک تو عاملین زکواۃ کی بحث تھی ـ

مؤلفة القلوب کا بیان اور اُن کی تعریف

اور اب لیجئے ,,مؤلفة القلوب،، کو :

(١٩٥٩) حسنؒ سے آیت کریمہ میں ,,المؤلفة قلوبهم ،، کی تفسیر کے ضمن مروی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام میں داخل ہوتے ہوں ـ

(١٩٦٠) ابن جریج سے مروی ہے: ,,یہ وہ گروہ ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ ملانے اور ان کی دلجمعی کرنے کے لئے بخشش و عطیہ دیا کرتے تھے جیسے عیینہ بن حصن اور اُن کے ساتھی اور اقرع بن حابس ـ،،

(١٩٦١) ابن شہاب کہتے ہیں ,,(کہ مؤلفة القلوب سے مراد) وہ لوگ ہیں جنہیں کمک میں بھیجے جانے والوں میں بھرتی کیا جائے تاوقتیکہ انہیں پہلا عطیہ دیا جائے اور وہ جانباز مجاهدین جو غزوہ میں مشروط طور پر حصہ لیں اور ان کے لئے کوئی عطیہ یا وظیفہ (مقرر) نہ ہو، بشرطیکہ وہ فقیر ہوں اور لوگوں سے سوال بھی نہ کرتے ہوں ـ،،

ابو عبیدؒ : ـ اس آیت کریمہ (میں مؤلفة القلوب) کا مفہوم جو عوام میں معروف و مشہور ہے وہی ہے جو حضرات حسن اور ابن جریج سے مروی ہے ـ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہیں عطیہ دے کر تالیف قلب کی جائے اور مانوس کیا جائے ـ اور اسلام میں ان کا کوئی حساب نہ ہو ـ

marfat.com
Marfat.com

مؤلفة القلوب کے بارے میں اختلاف

پھر بعد میں علماء میں ایسے لوگوں کے بارے میں جن کی حالت ان سے مشابہ ہو، اختلاف ہوگیا:

(۱۹۶۲) چنانچہ بعض علماء کا خیال ہے کہ جن حضرات پر اس آیت کا اطلاق ہوتا تھا وہ ختم ہو چکے ، اور یہ صورت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک محدود تھی۔

مؤلفة القلوب ہمیشہ رہیں گے اور اُن کی مد ختم نہیں کی جائے گی

(۱۹۶۳) لیکن حسنؒ اور ابن شہابؒ کے قول کے مطابق یہ صورت حال ہمیشہ جاری رہے گی اور میں بھی اسی قول سے اتفاق کرتا ہوں اس لئے کہ آیت محکمہ ہے اور کتاب و سنت میں ہمیں اس کا کوئی ناسخ نہیں ملتا ۔

(۱۹۶۴) بناء بریں اگر کچھ لوگوں کی کیفیت یہ ہو کہ انہیں سوال حصول و یافت کے اسلام سے اور کچھ دلچسپی نہ ہو اور حالت یہ ہو کہ اگر وہ ارتداد اختیار کر لیں یا (مسلمانوں کے خلاف) جنگ کرنے لگیں تو ان کی طاقت و قوت اور ان کے غلبہ کی وجہ سے اسلام کو گزند پہنچنے کا اندیشہ ہو اور اس وجہ سے امام یہ مناسب تصور کرے کہ انہیں زکواۃ سے کچھ دے (کر خاموش کر دے) تو اسے تین وجوہ کی بناء پر یہ اختیار ہوگا ۔ ان میں ایک وجہ تو کتاب و سنت پر عمل ہے ۔ دوسری مسلمانوں کا بچاؤ (اور دشمن کی دست درازیوں سے ان کی حفاظت) ہے اور تیسری یہ کہ ان لوگوں سے نومید نہیں ہونا چاہئیے ہو سکتا ہے کہ اسلام کی مسلسل حوصلہ افزائیوں سے وہ اسے سمجھنے اور اس میں خوش اسلوبی سے دلچسپی لینے لگیں ۔

marfat.com
Marfat.com

باب : ۸۹

زکواة میں سے غلاموں کو آزاد کرانے اور مقروض و تاوان زدگان کا حصہ

زکواة کی رقم سے غلام آزاد کرانے کی اجازت

(۱۹٦۵) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ ایک آدمی اپنے مال کی زکواة میں سے کسی کو حج کرا دے اور اس زکواة میں سے غلام کو آزاد کرا دے۔

(۱۹٦٦) ابن عباسؓ کہتے ہیں : ,,اپنے مال کی زکواة میں سے غلام کو آزاد کر دو،،

(۱۹٦۷) حسنؒ کے متعلق یونس کہتے ہیں کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ ایک آدمی اپنے مال کی زکواة میں سے کوئی جان خرید کر اسے آزاد کر دے ۔

زکواة سے غلام آزاد کرانے کی کراهت

(۱۹٦۸) ابراهیم سے روایت ہے کہ وہ اس (مذکورہ بالا عمل) کو ناپسند کرتے تھے ۔ (یعنی غلام کو زکواة کی رقم سے آزاد کرنا) کراهت کا سبب

(۱۹٦۹) ابراهیم سے روایت ہے کہ وہ ایسا اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ اس طرح وہ(آزاد کرنے والا) اُس (آزاد کردہ غلام) کی میراث میں حقدار ہوجائے گا ۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۹۷۰) ابراهیم کہتے ہیں : ,,زکواۃ میں سے غلام کو آزاد کرانے میں مدد دی جائے گی لیکن اس میں سے پوری رقم دے کر آزاد نہیں کرایا جائے گا،،

(۱۹۷۱) سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں : ,,اپنے مال کی زکواۃ میں سے غلام کو آزاد نہ کرو ، اس لئے کہ اس طرح ,,حق ولاء،، (وہ مراعات جو غلام کو آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتی ہیں) حاصل ہو جائے گا ۔،،

(۱۹۷۲) سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایسا کرنے کو ناپسند بھی کیا ہے ۔

زکواۃ میت کے کفن دفن میں نہیں خرچ کی جائے گی

(۱۹۷۳) ابراهیمؒ سے مروی ہے: زکواۃ میں سے میت کے قرض یا اس کے کفن دفن میں نہیں دیا جائے گا ۔

زکواۃ سے غلام آزاد کرانے پر ابو عبیدؒ کا محاکمہ

ابو عبیدؒ : ۔ اور یہی اہل عراق کا قول ہے ۔ ان میں سے بیشتر غلام آزاد کرانے کو اسی سبب سے ناپسند کرتے ہیں جس کا ابراهیمؒ اور سعید بن جبیرؓ نے اظہار کیا ہے یعنی اس طرح آزاد کرنے والا حق ولاء (غلام کو آزاد کرانے کی مراعات) اور میراث میں حصہ لے سکے گا ۔

لیکن اس مسئلہ میں جتنے اقوال آتے ہیں ان میں ابن عباسؓ کا قول (نمبر ۱۹۶۵ و ۱۹۶۶) سب سے بلند ہے اور وہ اتباع کا زیادہ مستحق ہے اس لئے کہ ابن عباسؓ مفہوم و تاویل زیادہ جاننے والے تھے۔

پھر حسنؒ بھی اس بارے میں ان سے موافقت کر رہے ہیں، اور یہی بیشتر عـلماء کا فیصلہ ہے ۔

اور اس قول کو جو چیز مزید تقویت بخشتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والے کو ایک طرف یہ امکانی خطرہ ہے کہ وہ ولاء کے باعث

marfat.com
Marfat.com

میراث حاصل کرے گا تو دوسری طرف اسے یہ خطرہ بھی ہے کہ وہ آزاد کردہ غلام کچھ ایسے تاوان اور قرض بھی چھوڑ سکتا ہے جو آزاد کرنے والے اور اس کی قوم کو بھگتنا پڑیں۔ بناء بریں ان میں سے ایک (نفع) دوسرے (امکانی خطرہ) کے عوض حاصل ہوگا۔

صدقه معطی کی میراث بن سکتا ہے

لہذا وہ شخص جو اس شکل کو جائز نہیں سمجھتا اس پر یہ بھی لازم ہوگا کہ وہ کسی کا اپنے والدین یا اپنے کسی رشتہ دار کو صدقہ (۱) دینا بھی مکروہ سمجھے اس لئے کہ یہ اندیشہ موجود ہے کہ جس کو دیا جا رہا ہے وہ مر جائے اور صدقہ میراث بن کر پھر معطی کو واپس مل جائے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس کے برخلاف ہے۔

(۱۹۷۴) اس لئے کہ آپؐ نے اس شخص سے جس نے اپنی ماں کو صدقہ میں زمین دی پھر ماں کے مرنے کی وجہ سے وہ زمین میراث میں اسے واپس مل گئی تھی یہ فرمایا : تیرا اجر واجب ہوگیا ، اور تیرا مال تجھے واپس مل گیا۔

ابو عبیدؒ :۔ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میراث میں (اپنا دیا ہوا) صدقہ جوں کا توں واپس لے لینے کی اجازت ہے تو ولاء کے سبب سے اس صدقہ کا وارث ہونا تو اور بھی زیادہ جائز ہوگا۔

یہاں تک تو ہوئی ابن عباسؓ کے اس قول پر بحث جس کی رو سے زکواۃ میں سے غلام کو آزاد کیا جا سکتا ہے۔

زکواۃ میں سے حج کرانے پر بحث

(۱۹۷۵) اب ان کے اس قول پر بحث کی جاتی ہے کہ زکواۃ میں

marfat.com

Marfat.com

سے حج بھی کرایا جا سکتا ھے :-

مجھے نہیں معلوم کہ ان سے یہ قول زیادہ محفوظ (ارجح) ھے یا نہیں - اس لئے کہ اسے دیگر راویوں کے علاوہ صرف ابو معاویہ نے اپنی روایت میں بیان کیا ھے - بہرحال اگر یہ قول ان سے ثابت ھو جاتا ھے تو ھمارے خیال میں اُنھوں نے یہ بات آیت کریمہ کے ٹکڑے ,,وفی سبیل اللہ وابن السبیل،، کی تفسیر میں کہی ھوگی - اور اُنھوں نے حج کو اللہ کی راھوں میں شمار کیا ھوگا - بالکل اسی طرح جیسے حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر آیت وصیت کی تاویل کرتے ھوئے کہا تھا:

(۱۹۷٦) یہ اس موقع پر جبکہ ان سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت نے فی سبیل اللہ تیس درھم دینے کی وصیت کی ھے - کیا اس کی وصیت کی یہ رقم حج کرانے میں دی جا سکتی ھے؟،، تو اُنھوں نے جواب دیا : ,,کیوں نہیں ، حج بھی تو اللہ کی راھوں میں سے ھے -،،

ابو عبیدؒ : - بہرحال لوگ اس پر عامل نہیں ھیں، اور مجھے ایک بھی شخص نہیں معلوم جس نے زکوٰۃ کو حج میں خرچ کرنے کا فتوی دیا ھو -

(۱۹۷۷) حج اور غلام کو آزاد کرنا دونوں جدا جدا حکم اس لئے رکھتے ھیں کہ غلام کو آزاد کرانے کا حکم تو صاف طور پر قرآن مجید میں ,,وفی الرقاب ،، (اور غلاموں کو آزاد کرانے میں) کے الفاظ سے مذکور ھے، لیکن حج کرانے کا ذکر زکوٰۃ کے قرآن مجید میں مذکور آٹھ مدات میں نہیں ھے، البتہ تاویل کر کے حج کو شامل کیا جا سکتا ھے -

(۱۹۷۸) رھے وہ لوگ جو (زکوٰۃ کی رقم سے) غلام آزاد کرنے کو مکروہ قرار دیتے ھیں وہ اس آیت (میں فی الرقـــاب) کے الفاظ سے مراد ان (مکاتبین) غـــلاموں کی امداد لیتے ھیں جو اپنے مالکوں سے

marfat.com
Marfat.com

آزادی حاصل کرنے کے لئے معاهده کر لیتے هیں ، لیکن جو علماء غلام آزاد کرنے کی اجازت دیتے هیں وه اس آیت کو همه گیر اور عمومی حیثیت دیتے هیں اور غلام آزاد کرنا یا آزادی میں مدد کرنا سب اس میں شامل سمجھتے هیں۔

زکواۃ سے میت کا قرض ادا کرنے یا دیگر رفاه عامه کے کام کرنے کا بیان

(۱۹۷۹) جہاں تک زکواۃ میں سے میت کے قرض کی ادائی اور اس کے کفن دفن میں دینے یا مساجد تعمیر کرانے اور نہریں کھدوانے اور اسی قسم کے دیگر کار هائے خیر کا تعلق هے تو سفیان اور اهل عراق اور ان کے علاوه دیگر علماء کا اس امر پر اتفاق هے که ان میں دی هوئی زکواۃ ادا شده نہیں مانی جائے گی (۲)۔ اس لئے که یه اخراجات قرآن مجید کی مذکوره آٹھ مدات میں سے نہیں هیں۔

(۱۹۸۰) ابو عبیدؒ :۔ ادائی قرض میں زنده اور مرده کا فرق اس لئے ملحوظ رکھا گیا هے که میت اپنے قرض کا ذمه دار هوگا اس لئے که اس کا لیا هوا قرض اب دوسرے پر جو وارث هے آگیا هے۔ اور اگر اس میت کے پاس اس قرض کی ادائی بهرمال هو تو اس کی میراث میں سے وه ادا هوگا اور زکواۃ میں سے نہیں بلکه اس کے مال میں سے وه ادا هوگا لیکن اگر اس (میت) کے پاس مال نه هو تو اس کے وارث پر (اس قرض کی) کوئی ذمه داری نه هوگی۔ اور وه قرض ادا کرنے کا ذمه دار نه هوگا۔ اس لئے که اس نے تو وه قرض لیا هی نہیں، بناء بریں علماء کا اجماع هے که میت کا قرض زکواۃ سے ادا نہیں کیا جائے گا۔ (۳)

ره گیا زنده تو اسے از روئے کتاب و سنت (قرض ادا کرنے کے لئے) زکواۃ دے دی جائے گی۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۹۸۱) اس بارے میں جہاں تک کتاب کا تعلق ہے اس کا فرمان ہے ,,والغارمین،، (اور قرضداروں ، تاوان زدہ لوگوں کو زکواۃ دی جائے گی)

(۱۹۸۲) جہاں تک سنت کا تعلق ہے وہ قبیصہ بن مخارق کے تاوان و قرض سے زیر بار ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے عیاں ہے: ,,تم ہمارے پاس زکواۃ کے آنے تک قیام کرو۔ پھر یا تو ہم تمہاری زیر باری کو کم کرنے میں تمہاری مدد کریں گے یا پھر ہم ہی تمہارا سارا بار اپنے ذمہ لے لیں گے،،۔

*

حوالہ جات

۱) یہاں صدقہ سے مراد نجی طور پر بوجہ اللہ صدقہ و خیرات دینا ہے۔

۲) شاید یہ اس موقع کی بات ہے جب زکواۃ انفرادی طور پر لوگ ادا کر رہے ہوں لیکن اگر امام اور اس کے نمائندوں کے ذریعہ زکواۃ باقاعدہ وصول اور خرچ کی جاتی ہو تو اس قسم کے تمام کار خیر اور رفاہ عامہ کے متعلق امام (اسلامی نظام کا مرکز) ہی اپنی صوابدید سے فیصلہ کرے گا اور صدقات کے آٹھ مدوں کی تاویل بھی وہی بہتر پیش کرے گا۔ (مترجم)

۳) ایسے میت کا قرض بشرطیکہ وہ فضول خرچی اور غیرشرعی کاموں کی وجہ سے نہ ہو ,,بیت المال،، کو ادا کرنا چاہئیے ، بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ قرض دینے والا اس تاوان کو برداشت نہ کر سکے اور ,,غارمین،، کے زمرہ میں شامل ہو جائے۔ (مترجم)

****

marfat.com

Marfat.com

باب : ۹۰

مجاهدین فی سبیل اللہ اور مسافروں کے حصے

پانچ تونگر جن کے لئے زکوٰۃ لینا حلال ہے۔ ان میں سے ایک غازی ہے

(۱۹۸۳) عطاء بن یسارؒ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :,, سوائے پانچ آدمیوں کے کسی آسودہ و تونگر کے لئے صدقہ (زکوٰۃ) حلال نہیں ہے۔ (۱) زکوۃ جمع کرنے پر مامور محصل (۲) یا جس نے اپنے مال کے عوض زکوٰۃ کا مال خرید لیا ہو۔ (۳) یا وہ شخص جس کا پڑوسی فقیر ہو اور اسے زکوٰۃ دی جائے پھر وہ فقیر اپنے پڑوسی کو زکوٰۃ (کی چیز) ھدیۃً پیش کر دے (۴) یا غازی (۵) یا تاوان زدہ و مقروض "۔

ابوعبیدؒ نے اس طرح رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے غازی کو زکوٰۃ لینے کی اجازت دے دی خواہ وہ تونگر ہو۔ اور ہمارے خیال میں آپؐ نے قرآن مجید کے الفاظ ,, وفی سبیل اللہ " کی تاویل میں یہ کچھ فرمایا ہے۔

اس حدیث کے سوا ہم نے کوئی حدیث نہیں سنی جس میں غازی کو زکوٰۃ دینے کا مذکور ہے "۔

ابن السبیل (مسافر) کا بیان

اب ہم ابن السبیل (مسافر) کا بیان کرتے ھیں :

marfat.com
Marfat.com

(۱۹۸۴) سعر بن مالک عبسی کہتے ہیں: ,, میں اور میرا ایک ساتھی دو انٹوں پر حج کے لئے گئے ۔ جب ہم وہاں تمام ارکان حج ادا کر چکے تو ہمارے اونٹوں کی پیٹھوں میں زخم ہو گئے ۔ چنانچہ مدینہ پہنچ کر میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خدمت میں پہنچا اور میں نے کہا :,, اے امیر المومنین! میں اور میرے ایک ساتھی نے حج کیا ۔ ارکان حج سے فراغت کے بعد ہمارے اونٹوں کی پیٹھیں زخمی ہو چکی تھیں ۔ اب آپ یا امیر المومنین ہمیں ہمارے گھروں تک پہنچانے کے لئے سواری کا انتظام فرما دیجیئے " ۔ انہوں نے کہا : "میرے پاس اپنے دونوں اونٹ لے آؤ ۔ میں وہ دونوں اونٹ لے کر ان کے پاس پہنچا ۔ انہوں نے ان اونٹوں کو بٹھایا پھر ان کی پشت کے زخموں کو دیکھا ۔ پھر اپنے عجلان نامی ایک کارندہ کو آواز دی اور اس سے کہا :,, یہ دونوں اونٹ لے کر جاؤ اور انہیں حمی (سرکاری رکھت) میں زکوٰۃ کے جانوروں میں چھوڑ دو ۔ اور میرے پاس دو سدھائے ہوئے نوجوان اونٹ لے آؤ " ۔ چنانچہ وہ دو اونٹ لے آیا ۔ تب حضرت عمرؓ نے کہا :,, تم دونوں یہ دونوں اونٹ لے لو ۔ اللہ تمہیں سواری دے رہا ہے اور پہنچا رہا ہے ۔ جب اپنے مقام پر پہنچ جاؤ تو تم مختار ہو خواہ انہیں اپنے پاس رکھ لو یا فروخت کرکے اپنے خرچ میں لے لو " ۔

ابوعبیدؒ :۔ یہ ہیں مسلمانوں کی وہ زکواتیں جن کے وہ آپس میں حق دار و مستحق ہوتے ہیں ۔ اب رہے ذمی سو ان کے لئے زکوٰۃ میں جداگانہ حکم ہے ۔

__*__

marfat.com

Marfat.com

باب : ۹۱

زکوۃ (وصدقات)میں سے ذمیوں کو دینے کا بیان نیز یہ کہ کونسا صدقہ ان کو دینے پر ادا مانا جائے گا اور کونسا غیر ادا شدہ رہے گا۔

مسلمان محتاج کے ہوتے ہوئے غیر مسلم کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی۔

(۱۹۸۵) مجاھد کہتے ھیں :,, یہودی اور عیسائی کو زکوۃ نہ دو۔ الا یہ کہ تمہیں کوئی مسلمان (فقیر) نہ ملے "۔

(۱۹۸٦) حسن کہتے ھیں :,, زکواۃ میں سے عیسائی ، یہودی اور مجوسی کو نہیں دیا جائے گا "۔

(۱۹۸۷) ابراھیم بن مہاجر کہتے ھیں کہ میں نے ابراھیم نخعی سے دریافت کیا :,, ھماری آیائیں یہودیوں یا عیسائیوں میں سے ھیں کیا میں انہیں زکوٰۃ دے سکتا ھوں؟" انہوں نے کہا :,, جہاں تک زکوٰۃ کا تعلق ہے اس میں سے تو نہیں دے سکتے "۔

غیر مسلموں کو زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات و خیرات میں سے دیا جا سکتا ہے۔

(۱۹۸۸) عکرمہ کہتے ھیں :,, انہیں (غیر مسلموں) کو زکوٰۃ مت دو لیکن اور کچھ (نجی خیرات و صدقات میں سے) دے سکتے ھو "۔

marfat.com
Marfat.com

ابوعبیدؒ :۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ دیگر خیرات و صدقات انہیں دیئے جا سکتے ہیں۔

(۱۹۸۹) حسن کہتے ہیں :,, ذمیوں کا قرض زکوٰۃ میں کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص چاہے تو دیگر مدات میں سے انہیں دے سکتا ہے "۔

زکوٰۃ کو مسلمان محتاجوں میں محدود رکھنے کا سبب

ابوعبیدؒ :۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے علماء نے خصوصیت سے زکوٰۃ میں سے غیر مسلموں کو دیا جانا اس لئے مکروہ سمجھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں جہاں مسلمانوں کی زکواتوں اور صدقات کا ذکر ہے وہاں آپؐ کا یہ ارشاد ہے :,, زکوٰۃ ان (مسلمانوں) کے امیروں سے لی جائے گی اور انہیں کے فقیروں میں واپس دے دی جائے گی "۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر ادیان والوں کو الگ کرکے زکوٰۃ صرف مسلمانوں کے لئے واجب فرمائی۔ آپؐ کا یہی فرمان اس باب میں اصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی مضمون کی تائید آپؐ کی ایک اور حدیث سے ہوتی ہے۔

(۱۹۹۰) عبداللہ بن ہلال ثقفی کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا :,, میں آپؐ کے بعد زکوٰۃ کی ایک سالہ بکری (یا بکری) کے عوض جان سے ہی مارا جانے والا تھا "۔ تو آپؐ نے فرمایا :,, اگر یہ (زکوٰۃ میں لیا جانے والا جانور) مہاجرین فقراء کو نہ دیا جاتا تو میں اسے نہ لیتا "۔

غیرمفروضہ صدقات میں سے غیرمسلموں کو دینے کا بیان

ابو عبیدؒ :۔ یہ صورت صرف زکواۃ کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن جہاں تک غیر مفروضہ صدقات کا تعلق ہے تو کتاب میں بھی اس کی

marfat.com

Marfat.com

اجازت مذکور ہے اور سنت نے بھی یہی عمل روا رکھا ہے :

(۱۹۹۱) سعید بن جبیر، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں: -
,,مسلمانوں میں بعض لوگ ایسے تھے جن کی بنو قریظہ اور بنو النضیر میں رشتہ داریاں اور قرابتیں تھیں اور یہ لوگ اپنے ان رشتہ داروں کو زکواۃ و صدقات دینے سے گریز کرتے تھے اور ان کے اسلام لے آنے کے خواھشمند بھی تھے - چنانچہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی -

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ - (البقرہ ۲ : ۲۷۲)

آپؐ پر انہیں ہدایت دے دینے کی ذمہ داری نہیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے، اور جو کچھ تم خیر (مال) سے خرچ کرتے ہو تو وہ اپنی جانوں کے بھلے کے لئے ہے - اور تم نہیں خرچ کرتے ہو مگر اللہ کی رضا جوئی کے لئے - اور جو کچھ بھی تم خیر (مال) سے خرچ کرو گے وہ پورا پورا تمہیں دے دیا جائے گا - اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا -

(۱۹۹۲) سعید بن المسیب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے ایک گھرانہ کو صدقہ دیا، اور وہ انہیں دیا جا رہا ہے"

(۱۹۹۳) یزیــد بن الهاد سے مروی ہے کہ ام المومنیــن حضرت صفیہؓ نے اپنے دو یہودی رشتہ داروں کو صدقہ (۱) دیا جو تیس ہزار (درہم) کے عوض فروخت کیا گیا -

(۱۹۹۴) عبداللہ بن مروان کہتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے دریافت کیا : ,,میرا ایک مشرک رشتہ دار ہے اور اس کے ذمہ میرا کچھ قرض ہے، کیا میں اسے معاف کر دوں؟" انہوں نے

marfat.com
Marfat.com

کہا: ,,ضرور اور اسے (رشتہ داری کے تعلق کو مدنظر رکھتے ہوئے) کچھ دو بھی ۔،،

(۱۹۹۵) ابن جریج آیت کریمہ :

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۔ (الدھر ۷٦ : ۸)

اور وہ کھانا کھلاتے ھیں اس کی محبت کے باوجود مسکین اور یتیم و قیدی کو ۔

کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ھیں : ,,اس زمانہ میں مشرکین کے علاوہ اور قیدی ہوتے ھی نہ تھے ۔،،

ابو عبیدؒ : ان کا مطلب یہ ھے کہ اللہ تعالی نے مشرکوں کو کھانا کھلانے کی بھی ستائش فرمائی ھے ۔

(۱۹۹٦) ابو میسرہ کہتے ھیں کہ لوگ ان کے پاس صدقۂ فطر (فطرہ) جمع کر دیتے تھے اور وہ اسے یا اس میں سے (عیسائی) راھبوں کو دیتے تھے ۔

(۱۹۹۷) ابو اسحق راوی ھیں کہ عمرو بن میمون اور عمرو بن شرحبیل اور مرة ھمدانی (سب) صدقہ فطر (فطرہ) میں سے راھبوں کو دے دیا کرتے تھے ۔

ابو عبیدؒ : ھمارا خیال ھے کہ یہ حضرات اس لئے یہ عمل جائز سمجھتے تھے کہ یہ فرض زکواۃ میں سے نہیں بلکہ مسنون صدقات میں سے ھوتی ھے ۔ (۲)

—— * ——

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالی کی مدد اور حسن توفیق سے کتاب الاموال
تکمیل پذیر ہوئی ۔ فلہ الحمد کثیراً والشکر
وصلی اللہ علیہ سیدنا محمد وعلی آلہ وسلم

حوالہ جات

۱) یہ زکواۃ نہیں بلکہ سخاوت وصلہ رحمی کرتے ہوئے کسی کی حالت سدھارنے کے لئے جو امداد دی جاتی ہے اس ذیل میں آتا ہے ۔ (مترجم)

۲) زکواۃ و فطرہ میں سے اولین مستحق مسلم محتاج ہیں لیکن ملک میں جب ان کی تقسیم نظام حکومت اسلامی کے تحت ہوگی تو وہی نظام اپنے حالات کے مطابق مستحقین و غیرمستحقین میں امتیاز کرے گا ۔ حضرت عمرؓ نے آیت انما الصدقات کی مدوں میں سے الفقراء سے مراد مسلمان اور المساکین میں سے اہل کتاب کے غیرمسلم مساکین بھی مراد لئے ہیں ۔ (دیکھئے کتاب الخراج ، ابو یوسف : ۲۷)

marfat.com
Marfat.com

ضمیمہ : ۱

——— از مترجم

مختلف عمروں کے اونٹوں کے عربی ناموں کی تشریح

بِنت مَخَاض: ۔ ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں جانے والی اونٹنی ۔

اِبن مَخَاض : ۔ایک سال کا ہوکر دوسرے سال میں جانے والا اونٹ (یہ بنت مخاض کا مذکرّ ہے)

مخاض حاملہ اونٹنیوں کو کہا جاتا ہے۔ بچّہ دینے کے ایک سال کے بعد اونٹنی کے دوبارہ حاملہ ہونے کا امکان ہو جاتا ہے لہذا دوسرے سال میں لگنے والے اونٹ کے بچہ کو ,,ابن مخاض،، اور مادہ کو ,,بنت مخاض،، کہہ دیا جاتا ہے۔

بنت لَبُون: ۔ پورے دو سال کی ہو کر تیسرے سال میں جانے والی اونٹنی ۔

ابن لَبُون: ۔ پورے دو سال کا ہو کر تیسرے سال میں لگنے والا اونٹ ۔

لَبُون دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں ۔ جب ایک اونٹنی کو بچّہ دئے ہونے دو برس ہو جاتے ہیں تو تیسرے برس میں اس کی ازسرِنو ولادت متوقع ہوتی ہے جس سے وہ پھر دودھ دینے والی بن جاتی ہے۔ اس لئے تیسرے سال میں لگنے والے اُونٹ کو ,,ابن لبون،، اور اس کی مادہ کو ,,بنت لبون،، کہا جاتا ہے۔

حِقّہ : ۔ جوان اونٹنی جو پورے تین سال کی ہو کر چوتھے سال میں لگی ہو۔ ایسی اونٹنی نہ صرف سواری و بار برداری کے لئے بلکہ نر

marfat.com
Marfat.com

سے جفتی کے لئے بھی پوری طرح تیار ہو جاتی اس کا مذکّر ,,حِقّ،، کہلاتا ہے۔

جَذَعَۃ:۔ پورے چار سال کی ہونے کے بعد پانچویں سال میں لگنے والی اونٹنی۔ اس کا مذکّر ,,جَذَع،، کہلاتا ہے۔

ثَنِیّہ :۔پورے پانچ سال کی ہونے کے بعد چھٹے سال میں لگنے والی اونٹنی۔ اس کا مذکر ,,ثِنَیّ،، کہلاتا ہے۔

رَبَاعِیَۃ:۔ ساتویں برس میں لگنے والی اونٹنی۔

سَدِیس:۔ آٹھویں سال میں لگنے والا اُونٹ۔

بَازِل:۔ پورے آٹھ سال کا ہوکر نویں سال میں جانے والا اُونٹ۔ یہ عمر اُونٹ کے بھرپور شباب و کمال کی عمر ہوتی ہے۔

مختلف عمروں کی بھیڑ بکریوں کے عربی ناموں کی تشریح

جَذَعَۃ:۔ پورے ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگنے والی بھیڑ بکری (مذکر : جَذَع)

ثَنِیَّۃ:۔ پورے دو سال کی ہو کر تیسرے سال میں لگنے والی بھیڑ بکری۔ (مذکر : ثَنِی)

(نوٹ) یہ دونوں نام اسی عمر کی گایوں کے لئے بھی بولے جاتے ہیں۔

مختلف عمروں کی گایوں بیلوں کے عربی ناموں کی تشریح

تَبِیع:۔ (۱) گائے کا یک سالہ بچھڑا (۱۱) پورے ایک سال کا ہو کر دوسرے سال میں داخل ہونے والا گائے کا بچہ (۱۱۱) وہ بچھڑا جس کے کانوں اور سینگوں کی لمبائی برابر ہوگئی ہو (چونکہ اس عمر تک یہ بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے اس لئے اسے تَبِیع کہا جاتا ہے) اس کی مونث ,,تَبِیْعَۃٌ،، کہلائے گی۔

مُسِینَۃَ :۔دو سال کی ہو کر تیسرے سال میں جانے والی گائے۔ اس عمر میں اس کے اگلے دو دانت نکل جاتے ہیں، (یہی لفظ اس عمر کی بھیڑ بکریوں کے لئے بھی بولا جاتا ہے :۔

★

marfat.com

Marfat.com

ضمیمہ : ۲

——— از مترجم

فہرستِ امکنہ

مقامات کی تحدید و تعیّن میں بیشتر پہلی دو صدیوں کے جغرافیہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کہیں کہیں موجودہ زمانہ میں ان کے محلِ وقوع کی تصریح بھی کر دی گئی ہے

marfat.com
Marfat.com

(ا)

آبادان: ۔ دیکھئے ,,عبادان،،

اُبلہ: ۔ عراق میں بصرہ کے قریب ساحلِ دجلہ پر ایک شہر ہے۔ یہ علاقہ نہایت زرخیز تھا۔

اُحُد: ۔ مدینہ کے قریب شمالی سمت ایک پہاڑ کا نام ہے۔

اِخنا: ۔ مصر میں سکندریہ کے قریب ایک ریاست تھی جو ساحلی علاقہ میں واقع تھی۔

اذرُح: ۔ فلسطین کے علاقہ میں یرموک کے پاس ایک شہر ہے یہ مُلک شام میں شامل تھا۔

اَذرِعات: ۔ شام میں اذرح کے قریب ایک علاقہ ہے آج کل یہ اردن میں ,,دراعا،، کے نام سے مشہور ہے۔

اِرمینیا: ۔ اَرمِینِیَۃ: ۔ شام کے شمال مشرق میں شرقاً غرباً پھیلا ہوا تھا۔ وسیع و عریض صوبہ (علاقہ) جس میں بہت سے شہر تھے اس کے دو حصے ارمینیہ صغری اور ارمینیہ کبری تھے۔ اس کے بیشتر علاقے اب ترکی اور روس میں چلے گئے ہیں۔

اِسکَندرِیَہ: ۔ مصر میں بحیرہ روم پر ایک مشہور شہر یہ اسکندریۃ العظمی بھی کہلاتا تھا۔

اَصفَہان: ۔ اسی کو اصبہان بھی کہتے ہیں۔ یہ ایران کا ایک صوبہ اور اس میں بڑا شہر بھی ہے۔

اُلَیس: ۔ عراق کی سرحد سے متصل (یا انبار کی بستیوں میں یا جزیرہ میں) ایک شہر

اَنطَابُلُس: ۔ افریقہ میں اسکندریہ اور برقہ کے درمیان ایک شہر۔

اَھوَاز: ۔ ایران میں خوزستان کے صوبہ میں ایک بڑا علاقہ اور شہر۔

اَوطَاس: (قبیلہ) ھوازن کی بستیوں میں ایک وادی ہے جہاں معرکۂ حنین ہوا تھا۔

ایران: ۔ مملکت فارس

ایلہ: ۔ بحرقلزم کے شمال میں خلیج اَیلہ کے سرے پر ایک ساحلی شہر، یہاں پہلے حجاز اور شام کی سرحدیں ملتی تھیں۔

ایلیاء: ۔ القدس ۔ المقدس اورشلیم سب ایک ھی شہر کے مختلف نام ھیں۔

(ب)

بَانِقیَا: ۔ کوفہ سے ورے نجف کا ایک علاقہ۔

بَحرین: ۔ خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک مشہور ریاست۔

بدر: ۔ مدینہ سے مکہ کے راستہ میں اٹھائیس فرسخ کے فاصل پر ایک سرسبز و شاداب وادی۔

بَردَی: ۔ (نہر) شام کا ایک مشہور دریا۔

بَرقہ: ۔ شمالی افریقہ میں اسکندریہ اور طرابلس کے درمیان بحیرہ روم پر ایک بڑا علاقہ ہے آج کل لیبیا کا ایک صوبہ ہے۔

بَصرَہ: ۔ عراق کی ایک مشہور بندرگاہ۔

بُعَاث: ۔ مدینہ کے مضافات میں ایک مقام کا نام ہے جہاں بنی قریظہ کی بستی تھی۔

بَعلَبَک: ۔ شام کا مشہور اور قدیم شہر۔

بُوَیرَہ: ۔ بنو نضیر (یہود) کی وہ بستی جہاں ان کے باغات اور کھیتیاں تھیں۔

بَیت لَحم: ۔ بیت المقدس کے قریب ایک چھوٹا سا شہر جہاں حضرت عیسی کی ولادت ہوئی تھی۔

بیت اللہ: ۔ خانہ کعبہ، مکۃ مکرمہ میں۔

بیت المقدس: ۔ مشہور شہر جو نصف فلسطین میں اور نصف اردن میں ہے۔ مسجد اقصی اردن میں ہے۔ اس شہر کو یروشلم (اور وشلم) اور القدس بھی کہا جاتا ہے۔

(ت)

تَبُوک: ۔ وادی القری اور شام کے درمیان ایک علاقہ۔

تُستَر: ۔ خوزستان کا ایک بڑا شہر ہے۔

تَفلِیس: ۔ (طفلیس) ارمینہ کا ایک شہر ہے۔

تِہَامَہ: ۔ عرب کا ایک بڑا علاقہ جو شمال میں سیناء جنوب میں اطراف یمن مشرق میں حجاز اور مغرب میں ساحل سمندر تک پھیلا ہوا ہے۔ نجران، مکہ جدہ اسی میں تھے۔

marfat.com

Marfat.com

(ث)

ثُغُور: ۔ شمالی شام کا وہ وسیع سرحدی علاقہ (صوبہ) جہاں مسلمانوں نے دسمن کے حملے سے بچاؤ کے لئے قلعے وغیرہ بنائے تھے ۔ اس میں طرسوس، ادنہ، ملطیہ مرعش، قابل ذکر شہر تھے ۔

(ج)

جَابِیَہ: ۔ شام میں دمشق کے جنوب مغرب میں ایک مقام ۔ دمشق میں ایک دروازہ کا نام بھی ,,باب الجابیۃ,, تھا ۔

اَلجَبَل: ۔ عراق عجم کا ایک بڑا علاقہ جس میں بہت سے شہر قلعے اور باغات وغیرہ ہیں

الجِبَال: ۔ (۱) فرات کے آگے دیلم و خوزستان کے درمیان کا علاقہ (۱۱) اذربیجان کے مشرق میں ایرانی علاقہ ہے ۔

جرزان: ۔ ارمینیہ کا ایک ضلع جس کا صدر مقام تفلیس ہے ۔

الجَزِیرَہ: ۔ دجلہ و فرات کے درمیان کا علاقہ (دوآبہ) اس کا شمال مغربی علاقہ الجزیرہ اور جنوب مشرقی علاقہ عراق کہلاتا تھا ۔

جِعرَانَہ: ۔ جعرَانہ) طائف و مکہ کے درمیان طائف کے مقابلہ میں مکہ سے قریب تر ایک وادی ۔

جَلُولَاءُ: ۔ سواد (عراق) کے قصبوں میں سے ایک قصبہ جو حلوان کے جنوب میں واقع ہے ۔

(ح)

حُبَل: ۔ یمامہ میں ایک جگہ

الحَبل: ۔ بصرہ میں ایک جگہ

حِجَاز: ۔ جزیرہ عرب کا ایک بڑا کوهستانی علاقہ جو مغرب میں بحراحمر جنوب میں تہامہ، مشرق میں نجد اور شمال میں خلیج عقبہ تک پھیلا ہوا ہے ۔ آج کل سعودی عرب کا ایک صوبہ ہے ۔

حَرَّان: ۔ الجزیرہ میں رها کے جنوب میں دیار مضر کا قدیم دارالحکومت اور مشہور شہر ۔

حَفَن: ۔ مصر کے علاقہ صعید کی ایک بستی ۔

حُلوان: ۔ عراق عجم کا ایک شہر ہے ۔

حُنَین: ۔ طائف اور مکہ کے درمیان (طائف سے قریب تر) ایک وادی ۔

حِیرَہ: ۔ عراق میں دریائے فرات کے مغربی ساحل پر مشہور علاقہ جو نجف وقادسیہ تک پھیلا ہوا تھا ۔

(خ)

خُرَاسان: ۔ فارس (ایران) کا ایک بڑا اور مشہور ضلع ۔

خِضرِمۃ: (یا خِضرَامہ): ۔ یمامہ کا ایک علاقہ ۔

خَوَرنَق: ۔ حیرہ کے مضافات میں نعمان کا مشہور محل اور قلعہ ۔

خَیبَر: ۔ مدینہ کے شمال میں تین دن کی مسافت پر یہودیوں کی ایک بستی ۔ یہ سرسبز علاقہ تھا ۔

دارابجرد (درابجرد): ۔ فارس میں اصطخر کے جنوب مشرق میں ایک شہر ۔

دِجلَہ: ۔ ایک مشہور دریا جو دریائے فرات سے مل کر خلیج فارس میں گرتا ہے ۔

دِمَشق: ۔ شام کا دارالخلافہ اور ایک ضلع

دُومَۃ الجَندَل: ۔ شام اور مدینہ کے راستے میں تبوک و مؤتہ کے درمیان (مؤتہ سے زیادہ قریب) ایک بڑا علاقہ جس میں قلعے اور بستیاں تھیں ۔

دَیرجَماجم: ۔ کوفہ سے سات فرسخ پر ایک مقام

دیلم: ۔ اذربیجان کے جنوب میں ایک مشہور علاقہ ۔

(ذ)

ذُوالحُلَیفَہ: ۔ مدینہ سے سات میل کے فاصلہ پر ایک مقام جو اهل مدینہ کے لئے میقات حج ہے ۔

ذُوالمَجَاز: ۔ ایک مقام جہاں جاھلیت میں عرب میلہ لگاتے تھے ۔

ذِی القَصَّہ: ۔ مدینہ سے عراق کے راستہ پر ایک مقام ۔

marfat.com

Marfat.com

(ر)

رَاذان :۔ (۱) سوادِ عراق کی ایک بستی
(۱۱) مدینہ کے نواح میں ایک بستی ۔

رَبَذَہ:۔ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر حجاز کی جانب ایک بستی

رُغاش:۔ نجران کا ایک مقام

رُھاء۔ جزیرہ (دجلہ و فرات کے دوآبابہ) میں حران کے شمال میں ایک وسیع علاقہ

رُوم:۔ (بیز نطینی حکومت) روم کا علاقہ شام، ترکی، بحر روم پر واقع شمالی افریقہ نیز مغربی یورپ کے بعض ممالک تک پھیلا ہوا تھا۔

(ز)

زُرارَہ:۔ کوفہ کی ایک مضافاتی بستی ۔

زارَۃ:۔ بحرین میں ایک بڑی بستی ہے۔

(س)

سَقِیفَہ بَنی سَاعِدَہ:۔ یہ مدینہ میں بنی ساعدہ نے ایک چبوترہ پر چھت ڈال کر جماعت خانہ بنا رکھا تھا ۔

سِلسِلَہ:۔ واسط میں ایک جگہ کا نام جہاں چنگی کی چوکی قائم تھی ۔

سَوَاد (سواد عراق) ایک وسیع و عریض علاقہ جو طول میں موصل سے نہر کے کنارے کنارے دجلہ کے مشرق سے ہوتا ہوا عبادان تک پہنچتا تھا اور عرض میں حلوان میں جبل کے علاقہ سے قادسیہ کے آخری سرے پر سرزمیـن عرب کی حدود عذیب سے جا ملتا تھا ۔ (دیکھیئے ترجمہ کتاب الاموال نمبر ۱۸۲)

سُوس۔ فارس کا وہ علاقہ جسے بعد میں اہواز کہا گیا۔ یہ بصرہ کے مشرق میں واقع ہے۔

سِیرَاف:۔ ایران کے جنوب میں ایک مشہور بندرگاہ۔

(ش)

شَام۔ آج کے مقابلہ میں پہلے ایک بہت بڑا ملک تھا۔ اس کی حدود فرات سے مصر اور قبیلہ طے کے دو پہاڑ (اجادسلمی) سے بحیرہ روم تک پھیلی ہوئی تھیں ۔ اس میں بڑے صوبے قنسرین، دمشق، اردن فلسطین حمص اور ثغور تھے ۔

شطّ عثمان :۔ بصرہ میں ایک بنجر علاقہ تھا جسے عثمان بن ابی العاص نے آباد کیا تھا۔

(ص)

صَعِید:۔ مصر کا ایک وسیع صوبہ جس کا ایک ضلع اسوان بھی ہے۔

صَفَا:۔ مسجد حرام اور بطحا و مکہ کے درمیان ایک پہاڑی ۔

(ط)

طَائِف:۔ مکہ کے جنوب مشرق میں ایک سرسبز و شاداب شہر ۔

طفلیس (تفلیس):۔ دیکھئے تفلیس ۔

(ع)

عَبّادان (آبادان):۔ خلیج فارس پر بصرہ کے جنوب مشرق میں ایک قلعہ جو بعد میں ایک بڑا شہر بن گیا۔ یہ آج کل ایران کی بندرگاہ ہے۔

عُذَیب:۔ کوفہ کے مضافات میں ایک وادی ۔

عراق۔ پہلے دجلہ و فرات کی جنوبی وادی پر مشتمل یہ ایک وسیع علاقہ تھا اور اس کے مشرق و جنوب میں دُور دُور تک جہاں اسلامی حکومت پہنچتی تھی اسے بھی ,,عـراق,, کہہ دیـا جاتـا تھـا ، موجودہ عراق تقریباً سواد عراق کہلاتا تھا اور اس کا مشرقی پہاڑی حصّہ جو اَب ایران میں ہے عراق عجم کہلاتـا تھـا ۔ اس کے ساتھ ہی

marfat.com
Marfat.com

,,سواد عراق،، اور ,,جزیرہ،، دیکھ لیجیئے۔

عَرَبسُوس (عرب السوس):۔ ثغور کے علاقہ میں ایک بستی جو اسلامی حکومت اور رومن حکومت کے درمیان تھی۔

عقیق (وادی): مدینہ منورہ کے قریب ایک وادی کا نام۔

عُکاظ:۔ نخلہ وطائف کے درمیان ایک نخلستان جہاں زمانۂ جاهلیت میں ہر سال ماہِ شوال میں میلہ لگتا تھا۔ یہ بمقام ابتداء مکہ سے تین راتوں کی مسافت اور طائف سے ایک رات کی مسافت پر واقع تھا

عُمَان:۔ عرب کے جنوب مشرقی سرے پر ایک زرخیز و وسیع علاقہ اس کے ساحل پر خلیج عمان اور بحرهند واقع ہیں۔

عَینُون:۔ شام میں بیت المقدس کے مضافات کی ایک بستی۔

(غ)

غُرَابَہ:۔ یمامہ میں سیاہ پہاڑوں پر مشتمل ایک علاقہ۔

غَورَہ:۔ یمامہ کے قریب ایک جگہ

غُوطَہ:۔ شام کا ایک سرسبز وسیع علاقہ جس میں شہر دمشق واقع ہے۔

(ف)

فَارس:۔ ایران۔ عرب مشرقی علاقہ کو فارس کہتے تھے۔ یہ بڑا وسیع علاقہ تھا اس کی حدود ارجان سیر جان سیراف اور مکران تک پھیلی تھیں۔

فَدَک:۔ مدینہ سے ایک شب کی مسافت پر شمالی سمت ایک سرسبز و شاداب بستی۔

فُرَات:۔ عراق کا مشہور دریا۔

فُرع:۔ ربذہ کے اطراف میں ایک بستی ہے۔

فُسطاط:۔ مصر میں عمرو بن العاص کا بنایا ہوا شہر۔ یہ قاہرہ کے قریب واقع تھا۔ آج کل یہ امبابہ کہلاتا ہے

فِلَسطِین:۔ پہلے یہ شام کا ایک صوبہ تھا جس کا صدر مقام بیت المقدس تھا اس میں عسقلان، رملہ غزۃ، قیصریہ، نابلس، اریحا، عَمان یافہ، بیت جبرین قابلِ ذکر شہر تھے۔

(ق)

قَادِسیَّہ:۔ عراق میں نجف کے جنوب میں ایک شہر۔

قُبرص (قبرس):۔ بحیرہ روم میں شام سے مغرب کی طرف ترکی کے جنوب میں ایک مشہور جزیرہ ہے۔

قَبَلِیَہ:۔ ایک علاقہ جو فُرع کے مضافات میں ہے۔

قَرن:۔ یمن میں ایک علاقہ جس میں سات بڑی وادیاں ہیں۔

قُرىٰ عربیۃ:۔ حجاز میں مدینہ سے شمالاً شام کے راستہ میں متعدد بستیاں (جن میں فدک بھی شامل تھا)

قِنسرِین:۔ شام میں حمص کے شمال میں ایک بڑا علاقہ اور ایک شہر۔ پہلے حمص بھی قنسرین کے علاقہ میں شامل تھا۔

قیسَارِیَہ (قَیصَرِیَہ):۔ (۱) حیفا کے جنوب میں سابقہ شام کے سرحدی صوبہ (ثغور) میں بحیرہ روم کے ساحل پر ایک شہر۔

(۱۱)ایک مشہور شہر جواب ترکی میں ہے اور قیصری کہلاتا ہے۔

(ک)

کُوفَہ:۔ فرات کے کنارے عراق کا ایک مشہور شہر۔

(ل)

لِیَۃ:۔ طائف کے مضافات میں ایک مقام

(م)

مَأرِب:۔ صنعا کے مشرق میں یمن کا ایک شہر۔

مَاوَرَاءُالنہر:۔ خراسان کے شمال مشرق میں وہ علاقہ جو

marfat.com
Marfat.com

دریائے جیحون کے اُس پار ہے۔ اسی علاقہ میں سمرقند و بخارا تھے۔

مَدائِن:۔ عراق میں سات شہروں کا مجموعہ جو بغداد کے جنوب میں دریائے دجلہ پر واقع تھا۔

مَدِینَہ (منورہ):۔ مشہور شہر جسے یَثْرِب بھی کہا جاتا تھا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر قیام پذیر ہو گئے تھے۔

مِرْبَد:۔ بصرہ کے مضافات کا ایک مشہور مقام جہاں پہلے اونٹوں کی منڈی لگتی تھی اور بعد میں مشاعروں کے اکھاڑے لگتے رہے۔

مَرجُ الصُّفَّر:۔ دمشق کے ایک مقام کا نام۔

مَروالرَّوذ:۔ بلخ کے جنوب میں ایک شہر۔

مِصر:۔ افریقہ میں ایک مشہور ملک

مَغرِب (افریقہ):۔ عرب یہ لفظ تمام افریقہ کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اس میں ہسپانیہ کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ لیکن بیشتر اس کا استعمال مصر سے آگے شمالی افریقہ کے ساحلی علاقوں پر ہوتا تھا۔ مصر سے قریب علاقہ مغرب اوسط اور دور کا مغرب اقصیٰ۔

مکّہ (مُکَرَّمَہ):۔ عرب کا مشہور مقدس شہر۔

مَناذِر:۔ ایران کے صوبہ خوزستان میں دو بستیاں جن میں سے ایک ,,مناذ الکبریٰ،، اور دوسری ,,مناذر الصغریٰ،، کہلاتی تھی۔

مَیسَان:۔ بصرہ و واسط کے درمیان ایک وسیع ضلع جس کا صدر مقام بھی میسان نام کا تھا۔

(ن)

نَجد:۔ جزیرہ عرب کے شمال میں ایک وسیع کوھستانی علاقہ۔

نجرَان:۔ جزیرہ عرب میں یمن سے متصل ایک علاقہ۔

نَجرانِیَّہ:۔ ایک بستی جو نجران سے بیدخل کئے جانے والے عیسائیوں نے عراق میں کوفہ کے قریب بنالی تھی اسے نجران بھی کہتے تھے۔

نُخَیلَہ:۔ کوفہ سے مغرب کی طرف ایک مقام۔

نَقِیع:۔ مدینہ کے قریب متعدد وادیوں پر مشتمل ایک علاقہ جس میں جنگلات تھے۔

نَہاوَند:۔ ایران میں ھمذان کے جنوب میں ایک شہر۔

نَہر سَعِید:۔ بصرہ میں ایک نہر۔

نَہر المَلِک:۔ بغداد میں نہر عیسیٰ کے بعد کا ایک وسیع قصبہ جس میں تین سو ساٹھ گاؤں تھے۔

(و)

وَادِیِ جَہنَّم:۔ بیت المقدس کے جنوب مغرب میں ایک گھاٹی۔

وَادِیِ عَقِیق:۔ مدینہ کے قریب ایک زرخیز وادی۔

وَادِیِ القُریٰ:۔ مدینہ کے شمال میں شام تک پھیلی ہوئی وادی جس میں بہت سی بستیاں یکے بعد دیگرے آباد تھیں۔

وَاسِط:۔ دوابہ دجلہ و فرات میں بغداد اور بصرہ کے درمیان ایک شہر جو تقریباً بصرہ، کوفہ، اور مدائن سے یکساں فاصلوں پر تھا۔

وَجّ:۔ وہ وادی جس میں طائف واقع ہے اور خود طائف کو بھی کہتے تھے۔

وَھط:۔ طائف کے علاقہ میں ایک بستی جس میں انگوروں کے بڑے بڑے باغات تھے۔

(ہ)

ھَجَر:۔ بحرین کا ایک شہر جو بحرین کا دارالخلافہ بھی تھا۔ یہ لفظ بحرین کے لئے بھی بولا جاتا تھا۔

ھرمز:۔ ایران میں خلیج فارس کے ساحل پر ایک بندرگاہ۔

ھمذان (ھمدان):۔ ایران کا ایک صوبہ جس میں ایک شہر کا نام بھی ھمذان ہے۔

(ی)

یَمامَہ:۔ جزیرہ عرب کے وسط میں ایک وسیع علاقہ۔

یَمَن:۔ عرب کے جنوب مغربی گوشہ میں ایک مشہور مُلک۔

* * *

marfat.com

Marfat.com

اشاریه

* رجال

* اصطلاحات

marfat.com
Marfat.com

رجال

(ا)

ابراهیم : ۱۳۰، ۱۵۴، ۱۸۸، ۲۱۳، ۳۰۱، ۳۷۱، ۵۳۸، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۷۰، ۵۷۸، ۶۰۰، ۶۱۶، ۶۱۸، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۳۱، ۶۳۸، ۶۴۰، ۶۴۲، ۶۴۹، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۶۷، ۶۸۸، ۶۹۱، ۶۹۲، ۷۰۱، ۷۰۵، ۷۴۳، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۹، ۷۵۹، ۷۷۸، ۸۲۲، ۸۴۱، ۸۴۳، ۸۳۸، ۸۴۹، ۸۵۵، ۸۶۸، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۸۷، ۸۹۳، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۶ .

ابراهیم بن ابی حفصه : ۸۵۶

ابراهیم بن ابی مغیره : ۶۵۶

ابراهیم بن مهاجر : ۴۷۷، ۹۰۶

ابراهیم تیمی : ۸۵

ابراهیم علیه السلام ، حضرت : ۱۶۹

ابراهیم نخعی : ۷۷، ۱۶۶، ۹۰۶

ابن ابی الحقیق : ۵۶

ابن ابی ذباب : ۵۵۷

ابن ابی ربیعه : ۸۹۵

ابن ابی سرح :۱۶۱

ابن ابی لیلی : ۶۴۲، ۶۹۱، ۶۹۲، ۷۴۰، ۷۴۳، ۷۴۰

ابن ابی نجیح : ۶۱ ، ۸۱۹

ابن اسحاق : ۴۹۹

ابن بریده : ۲۸۳

ابن بکیر (یحیی بن بکیر): ۱۳۶، ۱۳۹، ۵۱۶، ۵۷۳، ۶۰۷، ۶۳۱، ۷۲۲، ۷۳۵، ۷۴۳.

ابن جریج : ۱۰۰، ۱۷۳، ۱۸۷، ۱۹۲، ۲۳۵، ۲۵۰، ۳۳۲، ۳۵۵، ۳۶۱، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۴۷، ۵۷۶، ۷۰۲، ۷۳۶، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۷، ۸۷۵، ۸۸۰، ۸۹۶، ۹۰۹ .

ابن جمیل : ۸۷۱

ابن خطل : ۱۶۱

ابن الزبیر : ۳۲۲

ابن زیاد : ۴۷۳

ابن زیاد بن حدیر : ۷۹۰

ابن سراقه : ۳۰۸

ابن سیرین : ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۵۷، ۱۷۹، ۲۱۸، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۵۴، ۲۷۹، ۲۸۰، ۳۵۸، ۴۰۰، ۴۰۳، ۴۰۸، ۴۱۴، ۴۶۰، ۴۷۳، ۶۳۹، ۶۹۱، ۷۳۵، ۷۵۹، ۸۳۳، ۸۴۱، ۸۶۹.

ابن شهاب : ۹، ۱۱، ۳۷، ۳۹، ۴۷، ۴۸، ۸۲، ۱۶۴، ۱۷۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۹۴، ۲۱۳، ۲۳۸، ۲۴۶، ۲۵۲، ۲۷۹، ۳۰۳، ۳۳۱، ۳۳۶، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۹۱، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۷، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۳۵، ۵۴۶، ۵۴۰، ۵۵۸، ۵۶۴، ۵۶۶، ۵۷۱، ۵۷۴، ۵۸۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۶۸، ۶۷۶، ۷۰۹، ۷۲۲، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۴۴، ۷۳۶، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۵۶، ۷۹۵، ۸۴۴، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷.

ابن شهاب زهری (نیز دیکهئی : ابن شهاب) : ۷۸۴

ابن طاؤس : ۴۳۵

ابن عباسؓ ـ عبد الله : ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۳۱، ۳۲، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۱۵، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۰، ۱۳۶، ۱۷۰، ۱۷۴، ۱۸۶، ۱۹۰، ۱۹۹، ۲۲۱، ۲۲۷، ۳۲۳، ۳۲۶، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۷۳، ۴۱۸، ۳۵۱، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۶۲، ۳۶۴، ۳۸۴، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۳۰، ۶۴۴، ۶۳۵، ۶۸۱، ۶۸۵، ۶۹۲، ۷۰۷، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۳۳، ۷۳۵، ۸۱۷، ۸۲۵، ۸۳۱، ۸۴۷، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۸، ۸۷۷، ۸۹۱، ۸۹۸، ۹۰۰، ۹۰۸

ابن عدن : ۱۵۷، ۱۷۸، ۲۵۶، ۵۱۵، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۴۳

ابن عفیر : ۷۴

ابن عمرؓ ـ حضرت عبدالله : ۱، ۲، ۹، ۵۶، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۴۷، ۱۵۵، ۱۹۷، ۲۰۸، ۲۳۸، ۲۳۵، ۲۸۸، ۴۳۰، ۴۷۲، ۴۷۶، ۳۸۴، ۵۲۸، ۵۳۰، ۵۴۷، ۵۴۲، ۵۷۶، ۶۰۹، ۶۲۳، ۶۲۷، ۶۳۰، ۶۳۸، ۶۴۲، ۶۵۵، ۶۶۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۸۰، ۶۸۵، ۶۹۱، ۷۰۱، ۷۰۷، ۷۲۳، ۷۳۰، ۷۲۹، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۶۲، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۸۲، ۸۰۷، ۸۴۳، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۴۹، ۸۴۰، ۸۳۵.

marfat.com

Marfat.com

ابن عوفؓ، حضرت عبداللہ : ۳۳۱، ۵۲۱
ابن عون : ۱۳۹، ۸۶۹
ابن عیینہ : ۲۰۳
ابن کثیر : ۶۳۱
ابن کعب : ۲۵۰
ابن الکلبی : ۲۹
ابن لہیعہ : ۵۸۳
ابوالاحوص : ۵۲۵، ۵۵۱
ابو اسحاق : ۱۱۳، ۳۲۳، ۳۵۶، ۷۷۳، ۷۷۳، ۸۰۷، ۹۰۹
ابو اسحاق خزاری : ۱۲۲، ۱۵۸، ۲۵۷، ۲۶۳
ابو اسید : ۶۰۳
ابو الاشعث صنعانی : ۲۶۸
ابو امامہ : ۱۳۳، ۷۳۳
ابو البختری : ۱۳، ۳۵
ابوبکرؓ: ۲، ۳، ۲۵، ۲۶، ۳۹، ۳۸، ۳۹، ۸۳
ابوبکر بن عبداللہ : ۵۷۶، ۵۸۲
ابوبکر بن عبد اللہ ابن عمرؓ : ۵۳۷
ابوبکر بن عبیداللہ : ۶۰۵
ابوبکر بن محمد : ۷۱۰
ابو ثعلبہ : ۳۰۹
ابو جعفر جسر : ۶۱، ۶۷
ابو جعفر محمد بن علی : ۸۷۷
ابو الجویریہ : ۳۶۳
ابوالجہم : ۶۸۲
ابوحثمہ انصاری : ۷۱۱
ابو حدیر : ۳۹۳
ابوحرہ : ۳۲۰
ابو حفص عمر حمصی : ۳۸۷
ابو حکیم : ۳۰۵
ابو حمزہ : ۵۲۹
ابو حمید ساعدی : ۳۹۸، ۷۱۱
ابوحنیفہ ، امام : ۳۲، ۷۷، ۱۰۹، ۱۲۸، ۲۳۲، ۵۳۸، ۷۰۶،
۷۳۵
ابو الدرداءؓ، حضرت : ۲۱۷، ۲۲۲، ۲۶۸، ۵۲۰
ابو ذباب : ۷۳۲
ابوذرؓ، حضرت : ۲، ۲۱۷، ۵۲۵
ابو رباح : ۷۵۵
ابو الزناد : ۲۰۶
ابوالزبیر : ۱۱۵، ۳۷۶، ۶۰۳، ۶۳۸، ۶۶۶، ۶۸۲، ۷۰۲

ابو سعید اعمی : ۸۳۸
ابو سعید خدریؓ، حضرت : ۱۷۸، ۲۰۳، ۳۳۲،
۷۰۵، ۷۱۲، ۷۵۹، ۸۳۵
ابوسعید مقبری : ۸۳۹
ابو سفیان بن حرب : ۳۱، ۳۳، ۹۷، ۹۸
ابو سیارہ متعی : ۷۲۹
ابوطالب : ۳۲۱
ابو طلحہ : ۳۵۹، ۸۲۳
ابو ظبیان : ۷۰، ۲۱۹، ۲۲۳
ابو العالیہ : ۱۸، ۲۰۷، ۳۸۵، ۸۸۱
ابو عبدالرحمن : ۸۳۵
ابو عبد اللہ : ۲۲۲

ابو عبید ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۷، ۱۹، ۲۱، ۲۶، ۲۸، ۳۱،
۳۷، ۳۹، ۴۰، ۴۲، ۴۳، ۴۷، ۴۹، ۵۱، ۵۳، ۵۶،
۶۲، ۶۵، ۶۶، ۷۰، ۷۲، ۷۳، ۷۵، ۷۷، ۷۹،
۸۳، ۸۷، ۹۳، ۹۴، ۹۸، ۱۰۱، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸،
۱۰۹، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲،
۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۹،
۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۵،
۱۴۶، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۵،
۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۷۰،
۱۷۳، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷،
۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۸،
۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۲،
۲۱۳، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۰،
۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۵۲،
۲۵۳، ۲۵۵، ۲۵۷، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۸، ۲۶۹،
۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳،
۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۳۰۲، ۳۰۸،
۳۰۹، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵،
۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۹، ۳۳۳،
۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۹، ۳۵۰، ۳۵۳، ۳۵۷، ۳۵۹،
۳۶۳، ۳۷۱، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳،
۳۸۵، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۵، ۳۹۶، ۴۰۶، ۴۰۸

marfat.com

Marfat.com

۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۲۱،
۴۲۲، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۱،
۴۳۴، ۴۳۶، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۷،
۴۵۱، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۵، ۴۶۹،
۴۷۱، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۸، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۵،
۴۸۶، ۴۸۷، ۴۹۰، ۴۹۳، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱،
۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۱۰، ۵۱۳،
۵۱۴، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۲۱، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰،
۵۳۵، ۵۳۸، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷،
۵۴۸، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶،
۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۴، ۵۶۵،
۵۶۷، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۶، ۵۷۸،
۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۵، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۹۰، ۵۹۱،
۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۷، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۶، ۶۰۷،
۶۰۸، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵،
۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۳۱،
۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۸، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۶، ۶۴۸،
۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۴، ۶۵۷، ۶۶۲، ۶۶۶، ۶۶۸، ۶۶۹،
۶۷۲، ۶۷۴، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۸۰، ۶۸۲، ۶۸۶،
۶۸۷، ۶۸۸، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶،
۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱،
۷۱۲، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۹، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵،
۷۳۰، ۷۳۳، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۹، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷،
۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۷، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱،
۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۷، ۷۷۰، ۷۷۲، ۷۷۴،
۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۲، ۷۸۴، ۷۸۶، ۷۸۸، ۷۹۱، ۷۹۲،
۷۹۵، ۷۹۹، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲،
۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵،
۸۲۶، ۸۲۷، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۷، ۸۴۱، ۸۴۴،
۸۴۹، ۸۵۴، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰،
۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۸، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۸۰،
۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۸، ۸۹۵، ۸۹۶، ۹۰۰، ۹۰۲،
۹۰۵، ۹۰۷، ۹۰۹۔

ابو عبید بن مسعود : ۱۲۴

ابو عبیدۃ بن الجراحؓ، حضرت : ۴۷، ۴۸، ۱۳۸، ۱۵۱،
۱۹۵، ۲۰۹، ۳۳۹، ۷۴۱

ابو عبیدہ بن عبد اللہ : ۵

ابو عثمان صغانی : ۲۶۸

ابو عکرمہ : ۵۰۲

ابو العلاء بن عبد اللہ : ۱۴

ابو عمرو شیبانی : ۱۲۵، ۱۴۳

ابو عیاض : ۱۷

ابو غیلان : ۳۹۱

ابو قبیل : ۳۶۰

ابو قتادہؓ : ۴۵۹، ۴۶۴، ۷۱۶

ابو قلابہؒ : ۴۰۹، ۴۳۸، ۷۵۹

ابو مالک اشجعی : ۲۵

ابو مجلز : ۵۶، ۲۶۵، ۷۷۸

ابو مدینہ : ۵۲۲

ابو مرہ : ۳۶۴

ابو مسہر : ۶۴، ۲۷۱

ابو معاویہ : ۱۱۹، ۸۵۶

ابو الملیح ہذلی : ۲۸۵، ۲۸۶

ابو موسی اشعریؓ، حضرت : ۴، ۵۲، ۱۸۱، ۱۹۷، ۲۰۱،
۴۱۳، ۴۱۴، ۶۹۹، ۷۳۹

ابو میسرہ : ۹۰۹

ابو لنضر : ۶۲۹

ابو وائل : ۵۹۹، ۶۱۷، ۷۷۴، ۷۹۳

ابو ہریرہؓ، حضرت : ۵، ۲۵، ۸۴، ۹۷، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۳۰،
۱۷۲، ۲۳۶، ۲۴۷، ۳۲۹، ۳۵۴، ۳۷۱، ۴۰۳،
۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۵۴، ۴۶۱، ۵۰۰،
۵۱۹، ۵۲۳، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۳۰، ۶۰۳، ۶۰۴،
۶۸۴، ۷۰۵، ۷۱۵، ۷۲۵، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۲۸،
۸۶۲، ۸۶۴، ۸۷۱،

ابو ہلال : ۱۰۶

ابو ہلال طائی : ۵۰

ابو یونس : ۶۰۴

ابی بن عبد اللہ : ۱۳۴

ابی بن کعب : ۸۲۴، ۸۲۸

ابی اللحم غفاری : ۵۱۴

ابیض بن حمال : ۴۱۱، ۴۴۴

اجلع : ۵۶۴

احنف بن قیس : ۴۷، ۲۱۵، ۴۰۱

ارطاۃ بن المنذر : ۳۵۱

اسامۃ بن زیدؓ : ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۳۸

marfat.com

Marfat.com

اسلم : ۵۸، ۶۶، ۷۹، ۱۵۵، ۲۱۵، ۳۱۶، ۳۹۲، ۳۹۳،
۳۰۶، ۳۳۱، ۷۶۱، ۸۱۳
اسماء بنت عیس : ۸۰۷
اسماعیل : ۱۲۵، ۷۵۵
اسماعیل بن ابراهیم : ۸۱۹
اسماعیل بن سالم : ۳۵۲
اسماعیل بن عیاش : ۲۱۸، ۲۵۷، ۲۶۲
اسیر بن عمرو : ۳۹۱
اشتر : ۲۸۰
اشعت : ۱۸۰، ۵۷۳، ۷۵۹
اشعت بن قیس : ۱۹۶، ۳۷۱
اصبغ بن نباته : ۱۲۹، ۷۶۹
اعمش : ۳۸، ۱۳۸
اقرع بن جابس : ۱۷۷، ۲۸۸، ۳۸۱، ۸۵۳
ام خداش : ۱۵۷
ام سلمۃؓ، حضرت : ۱۷۹
ام علقمه : ۸۳۵
ام قرفة : ۲۷۱
ام هانیؓ : ۲۸۱، ۲۸۲
امیه بن یزید : ۳۵۹
انس بن سیرین : ۸۳۶، ۷۸۱
انس بن مالکؓ، حضرت : ۹۷، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۵۳، ۱۶۱،
۱۶۷، ۱۶۸، ۱۹۳، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۳۰، ۲۵۲،
۲۹۹، ۳۵۹، ۳۷۳، ۳۸۱، ۳۸۲، ۵۵۳، ۵۶۰،
۵۷۶، ۵۹۶، ۶۲۳، ۷۵۶، ۷۷۸، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۳۳،
۸۳۳.
اوزاعی : ۱۳۵، ۱۸۲، ۱۸۶، ۲۰۰، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۳۰،
۲۵۵، ۲۶۲، ۲۸۹، ۳۶۱، ۵۳۵، ۵۸۳، ۵۸۳،
۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۶۱۸، ۶۲۶، ۶۳۱، ۶۹۲،
۶۹۳، ۷۰۲، ۷۱۳، ۷۳۶، ۸۰۳، ۸۰۶،
ایاس بن عبد : ۳۲۸
ایاس بن سلمه : ۳۲۸،
ایوب : ۷۶۳

(ب)

بجاله : ۳۳
براء بن عازبؓ : ۲۳۵
براء بن مالک : ۱۶۷، ۳۶۰
بریدهؓ، حضرت : ۳۳، ۳۱۵، ۳۲۸، ۵۲۱
بسر بن سعید : ۷۰۰
بشر بن غالب : ۳۵۳
بشیر بن یسار : ۸۳، ۷۱۱
بکر بن عبد الله مزنی : ۳۸۰
بکیر بن عبد الله : ۷۲۳
بلالؓ : ۷۳، ۸۵، ۸۶، ۸۹، ۹۳، ۹۵، ۳۶۷، ۳۰۹، ۳۱۸،
۳۳۲، ۵۰۱، ۵۰۲
بلال بن حارث : ۳۱۷
بهز بن حکیم : ۵۱۸، ۸۰۷
بهیسه : ۳۳۸

(ت)

تمیم بن مسیح : ۳۵۶
تمیم داری : ۱، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۳، ۳۱۵،
توبه بن نمر حضرمی : ۱۳۳

(ث)

ثعبه بن ابی مالک : ۳۶۲
ثعلبه بن یزید : ۱۲۱

(ج)

جابر بن زید : ۶۰۹، ۶۳۰، ۶۳۸، ۶۳۲، ۷۳۵، ۸۰۳
جابر بن عبداللهؓ، حضرت : ۱۱۳، ۱۳۷، ۲۵۳، ۳۲۵،
۳۷۶، ۵۱۳، ۵۱۵، ۵۲۳، ۵۲۶، ۵۶۶، ۶۰۳،
۶۵۵، ۶۶۶، ۶۸۱، ۷۰۲، ۷۰۵، ۷۵۵
جبر بن نفیر : ۱۵۸، ۳۵۳
جبرئیلؑ، حضرت : ۸۷۰
جبلة بن الایهم غسانی : ۳۳
جبیر بن مطعم : ۱۶۵، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۹۳، ۳۹۳،
جراد بن شبیط : ۸۲۸
جریر بن حازم : ۷۹۰
جریر بن عبدالله : ۱۲۳، ۱۲۵، ۲۷۷، ۳۱۶، ۶۰۲
جعفر : ۲۳۶، ۳۰۶
جعفر بن برقان : ۶۵۵، ۷۳۶ ۸۳۳
جعفر بن محمد : ۳۷، ۶۳

marfat.com
Marfat.com

مده : ۲۰۸
ب بن عبد اللہ : ۲۱۹
جویریه بنت حارث : ۱۷۸

(ح)

رث بن ابی الحارث ازدی : ۵۰۵
رث بن عبد کلال : ۳۰، ۳۹
رث بن یزید : ۲
رث بن یمجد اشعری : ۳۹۲
رث عکلی : ۱۵۸
اطب بن ابی بلتعه : ۳۸۳
ان بن ابی جبله : ۸۳۰
ان بن زید : ۳۳۷
شی بن جناده سلولیؓ : ۸۱۲
بیب بن ابی ثابت : ۱۱۸، ۶۶۵
بیب بن جری : ۸۴۳
بیب بن مسلمه : ۲۱۸، ۳۱۰، ۳۳۱، ۳۶۷
جاج : ۷۳۸، ۷۶۰، ۸۰۹، ۸۴۷،
جاج (ابن ارطاة) : ۱۹۲، ۶۱۵
ذیفهؓ : ۸۴۷
ذیفة بن الیمان : ۷۸، ۱۲۸، ۳۷۷
رب بن عبد اللہ ثقفی : ۷۷۵
سان بن ابی یحیی کندی : ۸۳۰
سان بن ثابت : ۸۲۳، ۸۲۸
سن : ۱۷، ۱۳۰، ۱۵۳، ۱۷۹، ۱۸۰، ۲۰۱، ۲۵۰،
۲۸۳، ۳۳۶، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۹، ۳۸۳، ۴۳۸،
۵۱۳، ۵۲۳، ۵۳۸، ۵۶۱، ۵۶۳، ۵۷۳، ۵۷۸،
۵۹۶، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۲۳، ۶۲۵، ۶۳۰، ۶۳۸،
۶۳۹، ۶۳۲، ۶۳۶، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۶۷، ۶۸۸،
۶۹۱، ۷۰۵، ۷۳۹، ۷۷۸، ۸۰۳، ، ۸۰۷، ۸۱۵ ،
۸۱۶، ۸۳۱، ۸۳۳، ۸۴۳، ۸۳۸، ۸۵۶، ۸۶۸،
۸۶۹، ۸۷۶، ۸۸۰، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۶،
۸۹۷، ۸۹۸، ۹۰۶، ۹۰۷.
حسن بن حسن : ۵۵۷
حسن بن صالح : ۶۱، ۱۰۹، ۱۳۹، ۲۳۲، ۶۲۲
حسن بن علیؓ : ۱۳۱، ۲۹۳، ۸۰۷
حسن بن محمد : ۱۸، ۳۶، ۳۷، ۵۲، ۱۰۶، ۳۷۱، ۸۱۷
حسن بن یزید : ۶۶۶

حسین بن علیؓ : ۱۸۷، ۲۹۳، ۳۳۶، ۳۵۳، ۳۵۹، ۸۰۷ ،
حصین : ۱۳۱
حفص : ۶۶۷
حفص بن سلیمان : ۸۶۹
حفصه (بنت عبد الرحمن) ۷۵۶
حکم : ۳۸، ۶۱۵، ۸۰۹
حکم بن عتیبه : ۷۰۰، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۶۸
حکیم بن حزامؓ : ۸۱۳
حکیم بن عمیر : ۲۱۶، ۲۲۳، ۳۵۱
حماد : ۷۷، ۶۳۱
حماسؓ : ۶۲۹
حمید ۶۸۲، ۸۳۱،
حمید بن عبد الرحمن : ۲۳۶
حمید بن هلال : ۳۹، ۱۲۳، ۳۷۶
حنظلهؓ ، حضرت : ۵۵
حیان بن شریح : ۷۲
حیی بن اخطب : ۲۵۰

(خ)

خارجة بن حذافه : ۳۳۷
خالد بن ابی عثمان ایدی : ۷۹
خالد بن ابی عمران : ۷۲۳
خالد بن ثابت : ۷۷۱
خالد بن زید مزنی : ۱۹۶
خالد بن سعید : ۲۹۳
خالد بن عرفطه : ۱۲۵
خالد بن ولیدؓ، حضرت : ۵، ۳۹، ۳۸، ۹۶، ۱۲۳، ۱۵۱،
۲۲۱، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۸، ۲۹۸، ۲۹۹،
۳۰۸، ۳۵۹، ۳۶۲، ۵۲۸، ۸۷۱_، ۸۷۲، ۸۷۳
خالد الحذاء : ۶۸۰
خباب : ۱۲۸
خباب بن الارت : ۳۱۳
خصیف : ۷۲۹
خضر(علیه السلام، حضرت) : ۳۹۶، ۳۹۶، ۳۹۷
خفاف ابن ایماء : ۳۹۲
خلیفه بن قیس : ۷۹

marfat.com
Marfat.com

(د)

دانیال، حضرت : ۵۱۰، ۵۱۱

داؤد بن کردوس : ۳۰، ۷۹۳

(ر)

رافع بن خدیج : ۳۲۷، ۸۹۳

ربیع بن صبیح : ۸۱۳

ربیع بن سعید : ۸۳۶

ربیعۃ بن ابی عبد الرحمن : ۵۲، ۵۰۱، ۵۰۷

ربیعۃ بن زکاہ : ۱۳۵

رجاء بن سلمہ : ۲۲۶، ۳۲۲

رزیق بن حکیم : ۳۳۲

رزیق بن حیان دمشقی : ۶۲۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ۱، ۲، ۳، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۲، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۳، ۴۴، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۶، ۷۰، ۷۵، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۶، ۸۹، ۹۰، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۰، ۱۳۴، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۵۴، ۱۵۷، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۶، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۶، ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۵، ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۱۵، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۴، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۸، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۷، ۳۹۸، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۳۰، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۳، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۹، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۳، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۷، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۳، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۳۰، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۶، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۴، ۵۵۷، ۵۶۰، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۶، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۲، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۹، ۶۰۲، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۲۱، ۶۲۶، ۶۳۲، ۶۵۱، ۶۵۴، ۶۵۷، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۴، ۶۷۷، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۴، ۶۸۹، ۶۹۱، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۵، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۳، ۷۱۵، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۸، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۳، ۷۴۷، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۷۱، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۳۱، ۸۳۳، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۸، ۸۶۰، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۸، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۹۰، ۸۹۲، ۸۹۳، ۹۰۰، ۹۰۲، ۹۰۴،

رویفع بن ثابت : ۷۷۱

ریاح : ۵۱۰ ،

(ز)

زاهر بن یق یربوع : ۶۰۳

marfat.com

Marfat.com

ن بن عدی : ۷۱، ۱۳۲
ا ن بن العوامؓ، حضرت : ۱۲، ۸۳، ۸۶، ۹۶، ۱۲۹، ۲۷۶،
۲۹۰، ۳۰۹، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۶۰
ہ بن حبیش : ۲۸۲
بن ذی یزن : ۳۰۱
بن نعمان : ۷۹۳
بن حیان دمشقی : ۷۸۲، ۷۸۸
امام : ۸، ۱۳، ۳۸، ۲۳۰، ۲۹۸، ۵۲۰، ۶۶۸، ۶۹۲،
۷۳۳، ۸۸۷
: ۳۰۲
بن اسلم : ۸۳، ۲۰۸، ۸۱۳
بن ثابت : ۲۲۴، ۲۲۸
بن حدیر : ۳۱، ۷۴۳، ۷۷۳، ۷۸۲، ۷۸۳
بن یشیغ : ۲۲۷
الخیل : ۸۵۳
ت بنت نصر : ۵۲۲

(س)

رہ : ۱۶۶
لم : ۶۳۱، ۶۵۳
لم بن ابی الجعد : ۱۳۸، ۲۳۸، ۲۵۲
لم بن عبد اللہ : ۵۳۸، ۵۷۵، ۵۷۹، ۷۲۳
ائب بن الاقرع : ۲۷۷
ائب بن یزید : ۵۸۳، ۶۳۷، ۶۳۹، ۷۸۲
اج : ۳۱۶
(حضرت): ۵، ۲۲۱، ۳۰۳، ۳۱۳
عد بن ابراهیم : ۳۹۱
عد بن ابی ذباب : ۷۲۸
عد بن ابی سعد : ۷۱۲، ۷۱۳
عد بن ابی وقاصؓ، حضرت : ۸۷، ۱۲۸، ۱۵۱، ۱۵۲،
۳۳۹، ۳۶۰، ۳۶۶، ۵۸۳، ۶۹۶، ۸۰۹، ۸۳۵
عد بن العاص : ۳۵۰، ۷۹۶
عد بن عبادہؓ : ۲۳۹
عد بن معاذ : ۱۶۳، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۳، ۲۳۹، ۲۵۲
عر بن مالک عیسی : ۹۰۵
عر الدیلی : ۵۹۸
سعید : ۱۵۶
سعید بن جبیر : ۱۰، ۱۷۳، ۱۹۰، ۳۳۱، ۶۳۱، ۶۸۲،
۸۳۷، ۸۶۹، ۸۹۳، ۸۹۹، ۹۰۸ .

سعید بن ابی راشد : ۳۸۱
سعید بن سعید : ۳۹۶
سعید بن عامر : ۶۳
سعید بن عبد العزیز : ۳۳، ۶۳، ۲۱۹، ۲۲۲، ۲۲۹، ۲۳۹،
۲۶۸، ۲۷۱، ۵۶۶، ۷۳۵
سعید بن عثمان : ۱۵۱
سعید بن مسیب : ۳۲، ۳۳، ۷۹، ۱۹۹، ۳۵۱، ۳۵۹، ۳۶۲،
۳۶۹، ۳۳۳، ۳۷۷، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۹۳، ۶۵۶،
۶۶۰، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۸۵، ۶۸۶، ۸۴۷، ۸۵۵،
۸۶۰، ۹۰۸.
سفیان : ۲۱۷، ۲۸۳، ۳۳۵، ۳۸۰، ۵۱۶، ۵۳۹، ۵۳۳،
۵۳۵، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۶۱، ۵۷۰، ۵۷۶، ۵۷۶، ۵۸۳،
۵۸۵، ۵۸۸، ۵۹۰، ۵۹۱، ۶۱۳، ۶۱۷، ۶۳۲،
۶۳۷، ۶۵۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۶، ۶۹۲، ۷۰۶، ۷۳۰
۷۳۳، ۷۳۵، ۷۴۰، ۷۶۰، ۷۸۵، ۷۹۲، ۸۱۳، ۸۱۷،
۸۲۲، ۸۲۳، ۸۹۵.
سفیان بن ابی حمزہ : ۱۳۲
سفیان بن سعید : ۸۹، ۱۳۸، ۳۳۳، ۳۳۶، ۳۷۵، ۵۳۸،
۵۸۳، ۶۳۷، ۶۸۹، ۶۹۱، ۷۵۰، ۸۷۶.
سفیان بن عبادہؓ: ۲۳۹
سفیان بن عبد اللہ : ۵۷۷، ۵۷۸
سفیان بن عیینہ : ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۹۶، ۳۸۹
سفیان بن مغیرہ : ۱۸۸
سفیان بن وهب : ۸۳، ۳۶۲، ۳۶۸، ۳۹۳
سفیان ثوری : ۱۲۷، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۸۲،
سفینہ : ۷۵۳
سلمانؓ ، حضرت : ۱۲۸، ۲۲۳، ۸۲۵، ۸۲۶
سلمان بن عامر ضبیؓ : ۵۲۳
سلمانؓ فارسی ، حضرت : ۵، ۲۵، ۳۶، ۲۱۹، ۳۲۳
سلمة بن ابی سلامه : ۲۹۹
سلمة بن اسامه : ۵۷۰
سلمة بن الاکوع : ۱۷۹، ۲۰۳، ۳۶۰، ۳۸۱
سلیط: ۳۰۸
سلیم بن عامر : ۲۳۳
سلیمان : ۶۲۳
سلیمان بن حبیب : ۳۶۰
سلیمان بن داؤد خولانی : ۳۳۰
سلیمان بن موسی : ۳۱۷، ۳۷۱، ۳۷۹، ۷۲۹، ۷۳۰

marfat.com

Marfat.com

سلیمان بن یسار : ۶۳۹، ۶۶۲، ۶۸۶، ۸۹۳
سلیمان جعفر : ۶۸
سلیمان علیہ السلام ، حضرت : ۶۸۰
سماعہ : ۳۱۰
سوید : ۲۷۳
سوید بن غفلہ : ۷۳، ۲۷۲، ۵۸۱
سہل بن ابی حثمہ : ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۷۷
سہل بن بیضاء : ۱۷۰
سہل بن الحنظلیہ انصاری : ۸۱۰، ۸۱۱
سہیل : ۱۷۰
سہیل بن ابی صالح : ۸۳۵

(ش)

شبرمہ : ۱۵۸
شبر بن علقمہ : ۳۶۰
شرجیل بن حسنہ : ۱۵۱، ۳۰۹
شریح : ۳۲۳، ۳۵۸، ۴۳۵، ۶۶۷، ۶۹۵، ۶۳۹
شریح بن زبیر : ۶۳
شریح بن عبد کلال : ۳۰
شریک (ابن عبد اللہ) : ۲۲۰، ۵۶۲، ۶۲۲، ۷۵۹، ۸۰۷
شعبہ : ۷۹، ۳۷۸، ۸۸۸
شعبی : ۳۸، ۱۰۷، ۱۱۷، ۱۲۳، ۱۳۸، ۱۷۲، ۱۹۸، ۲۰۷، ۲۳۵، ۴۳۳، ۴۹۶، ۵۰۹، ۵۲۹، ۵۳۸، ۵۶۳، ۵۷۱، ۵۷۲، ۶۱۸، ۶۵۷، ۶۶۳، ۶۶۷، ۷۰۷، ۷۳۵، ۷۲۹، ۷۶۳، ۷۷۳، ۷۸۳، ۸۱۲، ۸۳۳، ۸۳۳
شعیب : ۵۸۳
شہاب : ۷۳۳
شہاب بن عبد اللہ : ۶۰۰
شہاب بن عبد اللہ خولانی : ۸۸۰

(ص)

صالح بن بشیر : ۳۲۶
صالح بن جبیر : ۱۸۹
صعب بن ابی جثامہ : ۵۵، ۳۲۷، ۳۳۳
صعصعہ : ۲۲۱
صفوان بن عمرو : ۶۲، ۲۱۷، ۲۳۹، ۲۶۹
صفیہ ، ام المؤمنین ، حضرت : ۹۰۸
صلت بن ابی عاصم : ۲۰۸

(ض)

ضبہ بن محصن : ۱۸۱
ضحاک بن مزاحم : ۲۸۵، ۵۲۹، ۸۲۳، ۸۹۱

(ط)

طارق : ۶۱۱
طارق بن اشیم : ۲۵
طارق بن شہاب : ۱۳۲، ۲۹۶، ۶۱۱
طاؤس : ۲۲۶، ۳۰۸، ۵۲۸، ۵۷۱، ۵۹۳، ۶۲۵، ۶۵۳، ۶۹۱، ۷۳۶، ۸۷۶
طاؤس یمانی : ۵۶۳
طلحہؓ، حضرت : ۲۷۶، ۳۱۹
طلحۃ بن ابی سعید : ۵۵۹
طلحۃ بن عبد اللہ : ۳۱۱، ۳۱۲
طلحۃ بن مصرف : ۲۲۱

(ع)

عاصم بن حمزہ : ۵۲۹، ۵۳۳
عاصم بن عمرؓ : ۳۳۶
عامر بن طفیل : ۲۸۲، ۳۸۳
عامر بن مالک : ۳۸۳
عامر شعبی : ۹۳
عائشہ بنت قدامہ : ۶۱۰
عائشہ صدیقہؓ، حضرت : ۹۹، ۱۹۲، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۵، ۳۳۶، ۳۶۳، ۳۹۹، ۴۲۵، ۴۳۶، ۵۲۱، ۵۲۹، ۵۲۲، ۵۹۸، ۶۱۲، ۶۵۳، ۶۶۱، ۷۰۸، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۹۸، ۷۳۵، ۸۵۷
عبادہ بن الصامتؓ : ۲۲۲، ۳۲۷، ۳۶۸
عباسؓ، حضرت : ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۹، ۱۶۸، ۲۲۷، ۸۶۸، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳
عباس بن مرداس : ۱۷۷
عبد الحمید بن عبد الرحمن : ۶۸، ۱۳۱، ۱۵۳، ۲۷۳
عبد الخالق بن سلمہ شیبانی : ۳۶۹، ۶۸۶، ۸۵۵
عبد ربہ نمیری : ۸۵۶
عبد الرحمن : ۳۸۵، ۶۳۷، ۷۶۳، ۸۵۶، ۸۵۷
عبدالرحمن اعرج : ۷۷
عبدالرحمن بن ابی بکرؓ : ۳۷۳، ۳۷۷
عبدالرحمن بن ابی بکرہ : ۳۰۳

marfat.com
Marfat.com

عبدالرحمن بن ابی حسین : ۱۶۲
عبد الرحمن بن ابی العصماءؓ : ۱۵۲
عبد الرحمن بن ابی لیلی : ۷۵۹
عبدالرحمن بن جبیر : ۳۹۷
عبدالرحمن بن جناده : ۷۲
عبدالرحمن بن عبد اللہ : ۳۸۳
عبدالرحمن بن علقمہ : ۸۲۶
عبد الرحمن بن عوف : ۳۷، ۵۱، ۱۳۵، ۱۹۳، ۲۰۳، ۳۷۲، ۳۰۱
عبد الرحمن بن قاری : ۶۲۹، ۶۳۷
عبد الرحمن بن مسعود : ۷۱۱
عبد الرحمن بن معقل : ۳۷۷، ۷۹۳
عبد الرحمن بن مہدی : ۳۷۵
عبد الرحمن بن یزید : ۲۷۹، ۳۱۲
عبد الرحمن القاری : ۷۷۲
عبد الکریم : ۱۹۵، ۵۷۰
عبد الکریم بصری : ۷۲۳
عبدالکریم جزری : ۷۹
عبد اللہ : ۵۲۵، ۶۵۳، ۸۵۵
عبد اللہ (دیکھو : ابن عمر) : ۷۹۷
عبد اللہ ابن المبارک : ۱۵۶
عبد اللہ بن ابی بکر : ۵۰۳، ۵۳۶، ۷۳۰
عبد اللہ بن ابی عبد اللہ : ۲۲۸
عبد اللہ بن ابی قیس : ۸۸، ۲۲۵، ۳۶۸
عبد اللہ بن ابی ملیکہ : ۳۹۹
عبد اللہ بن ابی الهذیل : ۶۸۱
عبد اللہ بن بکیر : ۵۳۳
عبد اللہ بن ہیرہ سبائی : ۲۱۶
عبد اللہ بن جعفر : ۸۰۷
عبد اللہ بن حارث : ۳۹۱، ۳۹۳
عبد اللہ بن خباب : ۲۶۵
عبداللہ بن دارم : ۲۸
عبد اللہ بن داؤد : ۸۵۷
عبد اللہ بن دینار : ۶۸۵، ۸۶۳
عبد اللہ بن رواجہ : ۱۶۸، ۷۰۷، ۷۰۸
عبد اللہ بن الزبیرؓ : ۳۳۲
عبد اللہ بن زیاد : ۱۰۵
عبد اللہ سعدؓ : ۱۵۲
عبد اللہ بن شفیق : ۳۵۲
عبد اللہ بن شہاب : ۶۰۰
عبد اللہ بن صالح : ۱۲۲، ۳۰۳
عبد اللہ بن عامر : ۱۵۱، ۱۹۷
عبد اللہ بن عبد اللہ : ۲۵، ۵۷۵
عبد اللہ بن عبید : ۷۰۸
عبد اللہ بن عبید بن عمیر : ۸۳۵
عبد اللہ بن عدن : ۵۲
عبد اللہ بن عمروؓ (ابن عاصؓ): ۱۰۰، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۳۲۷، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۶۰۳، ۶۵۳ ، ۷۲۵، ۷۷۱
عبد اللہ بن عوف القاری : ۷۷۲
عبد اللہ بن کعب : ۵۶
عبد اللہ بن مبارک : ۱۳۶
عبد اللہ بن محمد بن زیاد: ۷۸۳
عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت : ۲۱، ۵۸، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۶۸، ۱۷۰، ۲۹۰، ۳۱۳، ۵۱۹، ۵۲۳، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۳۳، ۶۶۱، ۶۶۶، ۶۷۲، ۶۷۳، ۷۷۸، ۸۰۸، ۸۵۵، ۸۶۰، ۸۶۳، ۸۶۳، ۸۶۵،
عبد اللہ بن معقل : ۳۵۸
عبد اللہ بن مغفل : ۱۲۳، ۱۲۵
عبد اللہ بن نافع : ۶۷۵
عبد اللہ بن ہبیرۃ سبائی : ۷۵
عبد اللہ بن ہلال ثقفی : ۹۰۷
عبداللہ دیلمی : ۱۵۶
عبد المطلب بن ربیعہ : ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۹،
عبد الملک بن ابی بکر : ۶۳۷
عبدالملک بن صالح : ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۶۳،
عبد الملک بن عمیر : ۲۱۶
عبد الواحد بن ایمن : ۶۳۶
عبید بن عمیر : ۱۰۱، ۳۲۷، ۸۳۹
عبید بن نسطاس : ۱۳۵
عبید اللہ بن ابی جعفر : ۱۳۶، ۲۱۳
عبید اللہ بن جعفر : ۲۰۸
عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ : ۹۸
عبیداللہ بن عدی بن الخیار : ۸۰۷
عبیدہ : ۳۹۶، ۶۳۹
عتاب بن اسید : ۳۰۳
عتبہ بن غزوانؓ، حضرت : ۱۵۲

marfat.com
Marfat.com

عتبہ بن فرقد : ۱۱۲، ۱۱۷

عثمانؓ، حضرت : ۱۲، ۱۳، ۲۶، ۳۷، ۳۹، ۴۲، ۷۲، ۱۲۸، ۱۵۱، ۱۹۸، ۲۷۸، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۷۶، ۳۹۰، ۴۱۳، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۲، ۴۳۱، ۴۹۳، ۵۳۶، ۶۱۰، ۶۲۷، ۶۳۲، ۶۳۹، ۷۱۰، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹

عثمان بن ابی العاتکہ : ۲۲۲

عثمان بن ابی العاصؓ، حضرت : ۱۵۲، ۱۵۳

عثمان بن ابی العاص ثقفی : ۳۲۲، ۵۲۳، ۶۶۵

عثمان بن اسود : ۶۳۱، ۶۶۶، ۶۷۲

عثمان بن حنیف : ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۸۸، ۱۰۳، ۲۸۷، ۷۱۰، ۷۷۸

عثمان بن عثمان : ۵۷۶

عدن : ۶۱۷

عدی بن ابی حاتم : ۳۰۹، ۵۲۱، ۸۸۳

عدی بن ارطاۃ : ۷۶

عدی بن عمیر کندی : ۳۹۸

عروز : ۵۹۷

عروہ : ۱۹۳، ۲۳۳، ۲۸۶، ۳۰۱، ۳۰۹، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۶۶۸

عروۃ بن الزبیرؓ: ۱۵، ۲۸، ۲۹، ۳۸، ۶۳، ۱۷۵، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۹، ۳۰۹

عروۃ بن محمد بلقیس : ۲۷۰

عصماء (یہودیہ) : ۲۷۲

عطار : ۷۰۲، ۷۳۶، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۳۷، ۸۳۹

عطاء : ۱۰۰، ۱۵۵، ۱۸۰، ۱۹۰، ۲۳۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۵۱، ۳۶۹، ۳۸۶، ۵۹۳، ۶۳۱، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۶، ۶۵۳، ۶۶۶، ۶۸۲، ۶۹۳، ۷۰۹، ۸۳۱، ۸۵۵، ۸۵۶

عطاء بن ابی رباح : ۱۸، ۸۶۹

عطاء بن سائب : ۷۳۳

عطاء بن فروخ : ۵۲۱

عطاء بن یسارؒ : ۱، ۸۰۸، ۹۰۳

عطاء خراسانی : ۲۷۸

عطیہ بن قیس : ۲۷۳، ۳۲۱

عطیۃ قرظی : ۱۹۳

عقبہ : ۱۹۲

عقبۃ بن ابی معیط : ۱۹۲

عقبۃ بن اوس : ۱۶۳

عقبۃ بن عامر : ۷۷۱، ۸۹۳

عقیل : ۳۲۱، ۳۳۳، ۷۳۶، ۷۳۹، ۸۳۹

عکرمہ: ۱۳۷، ۱۳۶، ۱۷۲، ۲۷۰، ۲۸۳، ۳۱۰، ۳۹۲، ۵۰۶، ۵۳۷، ۵۷۶، ۵۸۲، ۶۱۲، ۶۳۰، ۶۹۳، ۸۳۸، ۹۰۶

علقمہ : ۶۵۳، ۸۵۵

علقمہ بن علاثہ : ۳۰۱

علاء بن ابی عائشہ : ۳۰۹

علاء بن خضرمی : ۳۷

علیؓ ـ حضرت : ۳، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۹، ۳۹، ۶۵، ۶۶، ۷۱، ۸۸، ۹۲، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۵۷، ۱۷۱، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۸۰، ۲۸۸، ۲۹۳، ۳۱۷، ۳۲۰، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۵۶، ۳۷۷، ۳۹۵، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۵، ۴۹۶، ۵۰۳، ۵۰۵، ۵۰۷، ۵۰۹، ۵۳۸، ۵۳۰، ۵۳۳، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۵۲، ۵۶۵، ۵۸۲، ۶۰۵، ۶۰۹، ۶۲۳، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۳۳، ۶۳۹، ۶۳۳، ۶۳۵، ۶۶۵، ۶۸۳، ۷۰۱، ۷۲۳، ۷۶۹، ۷۹۷، ۷۹۹، ۸۰۹، ۸۳۸، ۸۶۸، ۸۷۷، ۸۷۹

علی بن ابی حملہ : ۲۲۶

علی بن رباح : ۲۰۹

علی بن سلیم : ۶۵۶

عمار : ۷۷۸

عمار بن یاسرؓ : ۵۸، ۱۰۳

عمرؓ ـ حضرت : ۲، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۵، ۳۰، ۳۱، ۳۳، ۳۷، ۵۰، ۵۱، ۵۳، ۵۵، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۸، ۷۰، ۷۳، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۹۳، ۹۵، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۸، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۵۰، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۹، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۸۱، ۱۸۸، ۱۹۵، ۱۹۸

marfat.com

Marfat.com

۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۸،
۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۹، ۲۲۲، ۲۲۳،
۲۲۵، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۷۳،
۲۸۰، ۲۸۲، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۹۷، ۳۱۶، ۳۱۷،
۳۱۸، ۳۲۳، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۳۵،
۳۳۶، ۳۳۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۵، ۳۵۹،
۳۶۰، ۳۶۲، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸،
۳۶۹، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۹۰، ۳۹۱،
۳۹۲، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱،
۴۰۲، ۴۰۳، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۶،
۴۱۷، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۳۰، ۴۳۲، ۴۳۹،
۴۴۱، ۴۴۲، ۴۵۴، ۴۶۳، ۴۶۵، ۴۷۱، ۴۷۵،
۴۷۸، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۲،
۵۱۷، ۵۳۲، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۲، ۵۴۳،
۵۴۶، ۵۵۲، ۵۵۷، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹،
۵۸۲، ۵۸۳، ۵۹۲، ۵۹۸، ۶۰۰، ۶۰۵، ۶۰۷، ۶۰۸،
۶۰۹، ۶۱۱، ۶۲۳، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۹، ۶۳۳،
۶۳۷، ۶۴۲، ۶۶۳، ۶۶۵، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۸۰،
۶۸۱، ۶۸۵، ۶۹۳، ۷۰۱، ۷۱۱، ۷۱۳، ۷۲۸، ۷۲۹،
۷۳۳، ۷۳۹، ۷۴۱، ۷۴۷، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۷۵،
۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۶،
۷۸۸، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۸۰۹،
۸۱۲، ۸۱۴، ۸۱۶، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۸، ۸۲۹،
۸۳۰، ۸۳۵، ۸۳۷، ۸۳۹، ۸۶۸، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹،
۸۸۰، ۸۸۲، ۸۸۴، ۸۹۳، ۹۰۱۔

عمر بن عبد الرحمن انصاری : ۵۶۵

عمر بن عبدالعزیز ـ حضرت : ۵۲، ۶۱، ۶۲، ۶۷، ۶۸،
۷۱، ۷۲، ۷۴، ۷۵، ۷۷، ۷۹، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۳۵،
۱۳۱، ۱۴۳، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۹، ۱۸۹، ۱۹۷،
۲۲۶، ۲۲۷، ۲۶۹، ۲۷۸، ۳۰۹، ۳۳۹، ۳۵۲،
۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۷۳، ۳۸۹، ۳۹۱،
۴۲۳، ۴۳۰، ۴۴۳، ۴۷۵، ۴۷۷، ۵۰۲، ۵۰۳،
۵۱۵، ۵۵۹، ۵۶۳، ۵۶۵، ۵۷۳، ۵۸۳، ۶۰۰،
۶۱۷، ۶۲۳، ۶۲۶، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۸۲، ۶۸۳،
۶۸۸، ۶۹۲، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۷۲، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۸،
۷۹۰، ۷۹۱، ۸۱۵، ۸۳۹۔

عمر بن یحیی ازرقی : ۳۱۱

عمران بن حصین : ۱۸۰

عمرو بن ابی عقرب : ۴۰۳

عمرو بن حبشی : ۶۰۳

عمرو بن الحارث : ۵۲

عمرو بن حریث : ۴۷۸

عمرو بن حزم : ۵۳۲

عمرو بن دینار : ۵۶۶، ۵۹۳، ۶۵۵، ۸۲۹

عمرو بن سائب : ۴۷۶

عمرو بن شرجیل : ۹۰۹

عمرو بن شعیب : ۸۷۸

عمرو بن الصعق : ۴۰۲

عمرو بن العاصؓ، حضرت : ۸۳، ۸۶، ۱۲۹، ۲۰۰، ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۱۶، ۲۵۲، ۲۷۹، ۳۴۷

عمرو بن عبسہ : ۲۴۳

عمرو بن عثمان : ۴۲۱، ۶۹۰

عمرو بن عوف : ۳۷، ۳۸

عمرو بن مرہ : ۷۳۸

عمرو بن میمون : ۵۹، ۱۰۷، ۱۱۰، ۱۳۵، ۱۸۸، ۳۳۹، ۸۷۷، ۹۰۹

عمرہ : ۶۵۶

عمیر بن اسحاق : ۳۲

عمیر بن سعید : ۲۵۴

عمیر بن سلمہ لؤلی : ۸۸۲

عمیر بن وہب جمحی : ۳۴۷

عنترہ : ۶۵، ۱۱۸، ۱۲۱، ۳۰۵، ۵۳۶

عوف بن ابی جمیلہ : ۳۱۳

عوف بن مالک : ۲۷۳، ۳۶۲، ۳۵۹

عیاض بن حمار : ۳۸۳

عیاض بن غنم : ۶۳، ۱۵۱، ۳۰۹

عیسی بن مغیرہ : ۱۲۰

عیینہ بن حصن : ۱۷۷، ۲۰۳، ۴۱۲، ۴۱۹، ۴۸۱، ۸۵۳

(غ)

غاضرہ عنبری : ۱۹۹

marfat.com

Marfat.com

(ف)

فاطمۃ (بنت محمدؐ) : ۲۸۱، ۶۹۷

فرات بن حیان عجلی : ۳۰۹

فرقد سبخی : ۸۷۶

فضالہ : ۸۷۶

فضیل بن زید اقاشی : ۲۸۲

(ق)

قاسم بن محمد : ۳۳۸، ۵۹۸، ۷۲۳

قبیصۃ بن ذؤیب : ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۳۶

قبیصۃ بن مخارق : ۳۳۲، ۳۳۳، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۱۰، ۸۵۳

قتادۃ : ۵۱۰، ۶۵۷، ۸۳۷، ۸۸۸

قتیبۃ بن مسلم : ۱۵۱

قرۃ بن خالد : ۷۹۳

قرظی : ۱۱۹

قزعہ : ۵۲۸، ۸۳۷

قضاعی بن عامر : ۳۰۹

قطن : ۶۱۷

قطیر انصاری : ۷۱۲

قیس : ۱۲۳، ۱۲۵

قیس بن ابی حازم : ۹۲، ۹۳، ۱۲۳، ۳۳۶، ۳۶۷، ۳۹۰

قیس بن سعید : ۱۳۳

قیس بن عباد : ۲۸۰

قیس بن کرکم : ۸۱۷

قیس بن مسلم : ۱۸، ۳۸۵

قیصر : ۳۳، ۳۳

قبلہ : ۳۳۸

(ک)

کثیر بن نمر : ۳۳۷

کسری : ۳۲، ۳۳

کریز بن سلیمان : ۷۷۲

کعب (بن مالکؓ) : ۲۲۸

کعب بن عجرہ : ۶۳، ۷۶۳

کنانہ بن نعیم : ۸۰۶

(ل)

ـب : ۱۲۲، ۱۲۷، ۱۳۶، ۱۸۹، ۲۱۷، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۷۹، ۵۷۶، ۵۸۶، ۵۹۱، ۵۹۳، ۶۰۰، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۱۸، ۸۱۳، ۸۱۵.

لیث : بن ابی سلیم : ۷۵

لیث بن سعد : ۱۳۳، ۳۱۱، ۵۳۷، ۵۵۹، ۵۶۶، ۵۷۶، ۵۸۳، ۵۸۵.

(م)

ماجشون : ۸۵

ماریہ : ۳۸۵

مالک : ۳۳۵

مالک بن انس ـ امام : ۱۰، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۸۲، ۲۲۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۵۷، ۲۶۱، ۳۳۵، ۳۳۲، ۳۳۶، ۳۶۲، ۳۷۵، ۵۰۳، ۵۰۳، ۵۱۶، ۵۲۷، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۵، ۵۳۸، ۵۵۰، ۵۵۲، ۵۵۶، ۵۶۶، ۵۷۳، ۵۷۶، ۵۸۳، ۵۸۳، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۱۳، ۶۱۹، ۶۲۷، ۶۳۱، ۶۳۱، ۶۵۰، ۶۵۷، ۶۶۸، ۶۸۹، ۶۹۲، ۶۹۳، ۷۰۹، ۷۱۱، ۷۱۳، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۳۰، ۷۳۳، ۷۳۵، ۷۳۳، ۷۳۶، ۷۵۰، ۷۷۹، ۷۸۱، ۷۸۳، ۷۸۷، ۷۹۲، ۸۰۳، ۸۱۳، ۸۲۳، ۸۳۸، ۸۵۸، ۸۶۹، ۸۷۱، ۸۹۵.

مالک بن اوس : ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۹، ۵۷۷

مالک بن عتاهیہ : ۷۷۲

مالک بن مرارہ : ۳۰۲

مالک بن مغول : ۶۶۶

مالک دمشقی : ۳۹۲

مثنی بن حارثہ : ۱۲۵، ۱۵۳

مثنی بن سعید ضبعی : ۷۶

مجاہد : ۶۱، ۹۹، ۱۵۵، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۳۵، ۲۵۱، ۲۸۳، ۳۵۱، ۵۶۵، ۵۷۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۵۳، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۷۲، ۷۰۲، ۷۳۳، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۳، ۷۵۶، ۷۶۳، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۳۱، ۸۳۵، ۸۹۲، ۸۹۳، ۹۰۸.

مجاعہ : ۳۱۶

مجاعہ بن مرارہ حنفی : ۲۹۸

مجالد بن سعید شعبی : ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۷، ۶۶۷.

مجزاۃ بن ثور : ۱۶۷

marfat.com

Marfat.com

محجن : ۶۶۵

محمد : ۳۰۶، ۷۲۵، ۷۶۰

محمد بن اسحاق : ۳۹۳

محمد بن جبیر : ۱۱

محمد بن جزء : ۳۹۳

محمد بن حسن ، امام : ۲۳، ۱۰۹، ۱۳۸

محمد بن سہل بن ابی حثمہ : ۷۱۲

محمد بن شعیب : ۵۳۳، ۵۷۸، ۶۹۳

محمد بن عبدالرحمن : ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۶۵، ۵۷۵، ۵۸۱،
۶۰۵، ۷۰۱

محمد بن عبد الرحمن انصاری : ۵۳۲

محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی : ۷۶۰

محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت : ۲۳۶

محمد بن عبد اللہ ثقفی : ۷۱، ۱۰۳

محمد بن عبیداللہ : ۱۳۲، ۱۳۳

محمد بن عبید اللہ ثقفی : ۳۱۲، ۵۳۹

محمد بن عجلان : ۳۲۵، ۳۲۷

محمد بن عقبہ : ۶۰۹، ۶۱۰

محمد بن علی : ۳۹۵

محمد بن علی سلمی : ۸۲۳، ۸۳۳

محمد بن عمرو : ۳۸۱

محمد بن کثیر : ۱۷۷

محمد بن مسلمۃ : ۵۹۸، ۸۸۲، ۸۸۳

محمد بن المنتشر : ۱۵۳

محمد بن ہلال مدنی : ۳۵۵، ۳۵۶

محمد بن یحیی : ۵۹۸

محمد بن یوسف : ۸۷۶

مخلد بن حسین : ۲۵۷، ۲۶۳

مخلد غفاری : ۳۶۳

مرثد : ۶۰۲

مروان بن حکم : ۱۷۵، ۲۲۵، ۲۸۶، ۷۱۲

مرہ : ۷۳۸

مستورد بن شداد فہری : ۳۹۷

مسروق : ۳۸، ۳۶۱، ۵۶۳، ۷۷۷

مسلم البطین : ۳۵۲

مسلم بن شکرہ : ۷۷۳

مسلم بن مشکم : ۱۱۹

مسلم بن مسیح : ۷۷۳

مسلم بن ہرمز : ۱۰۰

مسور بن مخرمہ : ۱۷۵، ۲۲۵

مشیخہ : ۳۳۷

مصعب بن سعد : ۳، ۳۳۶، ۳۶۲

مطرف : ۸۰۲

مطعم بن عدی : ۱۹۲

معاذ بن جبلؓ، حضرت : ۳۸، ۵۳، ۶۰، ۸۸، ۹۲، ۶۷۲،
۵۳۶، ۵۶۳، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۶۳۳، ۶۹۰، ۷۰۰،
۷۳۸، ۷۳۰، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۵۔

معاویہؓ ، حضرت : ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۵۲، ۲۱۳، ۲۱۷، ۲۲۹،
۲۳۳، ۲۷۳، ۲۸۱۔

معاویہ بن حیدہ قشیری : ۲۳۳، ۳۳۳، ۵۶۰

معاویہ بن صالح : ۱۳۵

معقل بن عبید اللہ : ۷۳، ۲۸۹

معن بن یزید : ۳۶۷

معیقب : ۲۸۶

مغیرہ : ۷۳۳، ۷۹۵

مغیرہ بن شعبہؓ : ۳۳، ۳۱، ۱۳۵، ۲۸۸، ۵۶۳، ۵۷۰، ۵۷۸،
۶۱۳، ۶۳۸ ۔

مقدام بن معدیکربؓ : ۳۲۹، ۳۵۳

مقوقس : ۲۱۰

مکحول : ۲۶۹، ۲۷۳، ۲۷۵، ۲۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۶۶۲،
۶۹۲، ۷۰۶، ۷۱۳، ۷۲۹، ۷۳۵، ۷۳۶

منذر بن ساوی : ۲۸

منصور : ۳۷۷، ۷۳۶

موسی ابن ابی عائشہ : ۱۷، ۳۸۳

موسی ابن عقبہ : ۶۳۰

موسی بن اعین : ۲۵۷، ۲۶۲

موسی بن طریف : ۳۰۵

موسی بن طلحہ : ۳۱۳، ۶۹۰، ۷۶۰

موسی بن عبد اللہ : ۷۵۶

موسی جہنی : ۷۵۶

موسی علیہ السلام ، حضرت : ۱۶۹، ۲۲۸

مہلب بن ابی صفرہ : ۳۷۸، ۱۵۱، ۲۰۵

میمون بن مہران : ۷۸، ۱۲۰، ۲۳۹، ۳۱۲، ۶۰۰، ۶۲۰،
۶۳۸، ۶۳۹، ۶۳۰، ۶۳۲، ۶۳۹، ۶۵۵، ۶۸۲،
۷۳۶، ۸۰۹، ۸۲۹، ۸۳۱۔

marfat.com

Marfat.com

(ن)

نافع : ۹، ۱۷۸، ۳۶۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۹، ۶۳۰، ۶۵۵، ۶۷۵، ۸۳۳

نافع بن یزید : ۱۲۲

نصر بن حارث : ۱۹۲

نعمان بن زبیر : ۸۷۶

نعمان بن زرعه : ۳۰

نعمان بن مقرن : ۱۵۲، ۳۷۷

نعیم بن حماد : ۱۳۶

نعیم بن عبد کلال : ۳۰

نعیم بن عبد اللہ : ۱۲۷

نوح علیہ السلام، حضرت : ۱۶۹

نوفل بن حارث : ۳۹۹

(و)

واثلة بن اسقع : ۲۶۷

ولید : ۶۲۳

ولید بن رفاعه : ۱۸۹

ولید بن مسلم : ۲۲۰، ۷۳۵

(ہ)

ہارون بن عنترہ : ۳۰۳

ہرقل : ۳۱

ہشام : ۳۲۷، ۵۶۱، ۶۲۳، ۶۶۸

ہشام بن ابی رقیہ : ۲۵۳

ہشام بن حکیم : ۶۳

ہشام بن عبد الملک : ۱۸۹

ہشام بن عروہ : ۳، ۸۵۷

ہشیم : ۵۹۹، ۸۶۸

ہلال بن مرة : ۷۲۹

ہوذہ : ۳۰۱

ہبیرة بن یریم : ۶۱۰

(ی)

یحیی : ۵۹۸

یحیی بن بکیر : ۱۲۲، ۱۲۶، ۲۲۵، ۸۰۷، ۸۳۸

یحیی بن الحکم : ۵۷۱

یحیی بن حمزہ : ۲۵۷، ۲۶۳

یحیی بن سعید : ۱۰، ۳۰۲، ۳۳۳، ۳۳۵، ۸۸۳

یحیی بن سعید انصاری : ۲۱۷، ۵۸۶، ۶۰۰، ۶۵۶

یحیی بن عبد اللہ بن بکیر : ۵۰۳

یحیی بن عتیق : ۷۶۳

یحیی بن یحیی غسانی : ۳۷۳

یزید : ۱۱۹

یزید بن ابی حبیب : ۷۲، ۸۷، ۱۲۲، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۳، ۲۰۲، ۲۱۰، ۲۱۶، ۲۲۷، ۲۷۸، ۳۳۷، ۳۹۳،

یزید بن ابی سفیان : ۱۵۱

یزید بن ابی مالک : ۲۲۳

یزید بن حصین : ۳۳۹

یزید بن خصیفہ : ۶۳۹

یزید بن خمیر : ۳۸۷

یزید بن عبد اللہ حضرمی : ۲۱۶

یزید بن عبد الملک : ۲۶۳

یزید بن الہاد : ۹۰۸

یزید بن ہارون : ۷۶۱

یزید بن ہرمز : ۳۹۷، ۳۹۸

یعقوب : ۷۶۱

یعلی بن امیہ : ۵۷۷، ۸۸۰

یوسف بن ابی حکیم : ۸۶۹

یوسف بن مالک : ۶۶۳

یوسف علیہ السلام ، حضرت : ۳۰۲

یونس : ۵۶۳، ۵۶۸، ۶۳۸، ۶۸۶، ۷۳۳

یونس بن عبید : ۵۱۳، ۵۱۵، ۵۵۸

یونس بن یزید ایلی : ۲۷

marfat.com

Marfat.com

اصطلاحات

(ا)

ام ولد : ۲۷۰ ،

اموال : ۷، ۷۹۶

انفال : ۱۰۱ ، ۳۳۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۲، ۳۷۸،

اوقیه : ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۳۳، ۶۵۸، ۷۰۵، ۷۱۷، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۸، ۸۲۳،

اهل کتاب : ۷۹۵، ۷۹۸، ۸۰۱، ۸۰۲،

(ب)

بیت المال : ۳۱۸، ۳۶۹، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۹۰، ۳۹۹، ۴۰۱، ۴۰۳، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۳،

(ت)

تبیع : ۳۸،

(ج)

جریب : ۵۹، ۱۰۳، ۱۰۵، ۳۶۸، ۳۶۹،

جزیه : ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۳۰، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۳، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۱، ۵۲، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۷۰، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۱۰۳، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۶، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۲۰، ۲۳۰، ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۷۹، ۲۸۷، ۳۰۲، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۳، ۳۷۳، ۳۷۷، ۴۱۳، ۵۳۶، ۶۳۳، ۶۸۵، ۷۱۰، ۷۶۱، ۷۷۸، ۷۸۶، ۷۸۹، ۷۹۳، ۷۹۵، ۷۹۶، ۸۲۸، ۸۷۳

(ح)

حربی : ۷۹۲

(خ)

خراج ۲۲، ۳۲، ۶۰، ۶۲، ۶۳، ۶۵، ۶۸، ۷۱، ۷۳، ۷۸، ۷۹، ۸۱، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۶، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۴، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۳۲، ۴۱۳، ۵۰۹،

خلیط : ۵۹۳، ۵۹۴،

خمس : ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۷، ۸۵، ۹۳، ۳۳۸، ۳۶۵، ۳۳۹، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۳، ۳۶۵، ۳۶۷، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۱، ۳۹۳، ۳۹۷، ۳۹۸، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۹، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۶، ۵۱۷، ۷۵۱، ۸۶۶،

خمس الخمس : ۸، ۱۷،

(د)

دارالاسلام : ۳۸۰، ۷۹۲

دارالحرب : ۲۰۱، ۷۷۳

دانق : ۷۶۸، ۷۶۹

دیت : (نیز دیتیں) ۲۹۷، ۳۰۳، ۳۰۴، ۷۶۹،

(ذ)

ذمی : ۲۸، ۶۱، ۷۰، ۷۲، ۷۷، ۷۸، ۱۱۲، ۱۲۷، ۱۳۸،

marfat.com

Marfat.com

١٣٠، ١٣١، ١٣٣، ١٣٥، ١٣٦، ١٣٧، ١٥٠، ١٥٣، ١٥٩، ١٦٠، ١٨٨، ١٨٩، ٢٠١، ٢١٣، ٢١٥، ٢١٦، ٢١٩، ٢٢١، ٢٢٣، ٢٢٧، ٢٣٠، ٢٣٢، ٢٦٢، ٢٧١، ٢٧٢، ٢٧٣، ٧٧١، ٧٧٦، ٧٧٩، ٧٨٥، ٧٨٨، ٧٩٢۔

(ر)

رطل : ٧٣٠، ٧٥٦، ٧٥٧، ٧٥٩، ٧٦٠، ٧٦١، ٧٦٢، ٧٦٧۔

رأس المال : ٢٩٣۔

(ز)

زکوة : ٦٦، ٢٨٦، ٣٣٠، ٣٣٣، ٣٨٦، ٣٨٧، ٣٨٩، ٣٩٠، ٣٩١، ٥٠٢، ٥٠٣، ٥٠٤، ٥٠٥، ٥٠٧، ٥٠٨، ٥١٩، ٥٢٥، ٥٢٧، ٥٢٨، ٥٢٩، ٥٣١، ٥٣٢، ٥٣٣، ٥٣٦، ٥٣٩، ٥٤١، ٥٤٧، ٥٥١، ٥٥٥، ٥٥٨، ٥٥٩، ٥٦٠، ٥٦١، ٥٦٢، ٥٦٣، ٥٦٥، ٥٦٦، ٥٦٧، ٥٦٨، ٥٦٩، ٥٧٠، ٥٧١، ٥٧٣، ٥٧٤، ٥٧٥، ٥٧٦، ٥٧٧، ٥٧٨، ٥٧٩، ٥٨٣، ٥٨٧، ٥٩٠، ٥٩١، ٥٩٣، ٥٩٤، ٥٩٦، ٥٩٧، ٥٩٨، ٥٩٩، ٦٠٠، ٦٠٢، ٦٠٣، ٦٠٤، ٦٠٥، ٦٠٦، ٦٠٧، ٦٠٨، ٦٠٩، ٦١٠، ٦١١، ٦١٢، ٦١٣، ٦١٤، ٦١٥، ٦١٦، ٦١٧، ٦١٨، ٦١٩، ٦٢٠، ٦٢١، ٦٢٢، ٦٢٣، ٦٢٤، ٦٢٦، ٦٢٧، ٦٢٩، ٦٣٠، ٦٣١، ٦٣٢، ٦٣٣، ٦٣٤، ٦٣٥، ٦٣٦، ٦٣٧، ٦٣٨، ٦٣٩، ٦٤٠، ٦٤١، ٦٤٢، ٦٤٣، ٦٤٤، ٦٤٥، ٦٤٦، ٦٤٧، ٦٤٨، ٦٤٩، ٦٥٠، ٦٥١، ٦٥٢، ٦٥٣، ٦٥٤، ٦٥٥، ٦٥٦، ٦٥٧، ٦٥٨، ٦٥٩، ٦٦٠، ٦٦١، ٦٦٢، ٦٦٣، ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٦٦، ٦٦٧، ٦٦٨، ٦٦٩، ٦٧٠، ٦٧١، ٦٧٢، ٦٧٣، ٦٧٥، ٦٧٦، ٦٨٠، ٦٨١، ٦٨٢، ٦٨٣، ٦٨٥، ٦٨٦، ٦٨٧، ٦٨٨، ٦٨٩، ٦٩٠، ٦٩١، ٦٩٢، ٦٩٣، ٦٩٤، ٦٩٥، ٦٩٦، ٦٩٧، ٦٩٨، ٧٠٠، ٧٠١، ٧٠٢، ٧٠٣، ٧٠٥، ٧٠٨، ٧١٠، ٧١٢، ٧١٥، ٧١٨، ٧١٩، ٧٢٢، ٧٢٣، ٧٢٨، ٧٣٠، ٧٣١، ٧٣٣، ٧٣٤، ٧٣٥، ٧٣٦، ٧٣٧، ٧٣٨، ٧٣٩، ٧٤٠، ٧٤١، ٧٤٢، ٧٤٣، ٧٤٥، ٧٤٦، ٧٤٧، ٧٤٨، ٧٤٩، ٧٥٢، ٧٥٣، ٧٦٥، ٧٦٦، ٧٦٧، ٧٦٨، ٧٦٩، ٧٧١، ٧٧٢، ٧٧٥، ٧٧٦، ٧٧٧، ٧٧٨، ٧٩١، ٧٩٥، ٧٩٦، ٧٩٨، ٨٠٥، ٨٠٨، ٨٠٩ ـ ٨١١، ٨١٥، ٨١٦، ٨١٨، ٨١٩، ٨٢٠، ٨٢٢، ٨٢٣، ٨٢٤، ٨٢٥، ٨٢٨، ٨٢٩، ٨٣٠، ٨٣١، ٨٣٢، ٨٣٣، ٨٣٥، ٨٣٦، ٨٣٧، ٨٣٨، ٨٣٩، ٨٤٠، ٨٤١، ٨٤٢، ٨٤٣، ٨٤٥، ٨٤٧، ٨٤٨، ٨٤٩، ٨٥٠، ٨٥٣، ٨٥٤، ٨٥٥، ٨٥٦، ٨٥٩، ٨٦٠، ٨٦٢، ٨٦٥، ٨٦٦، ٨٦٨، ٨٦٩، ٨٧٠، ٨٧١، ٨٧٢، ٨٧٥، ٨٧٦، ٨٧٨، ٨٨٠، ٨٨١، ٨٨٢، ٨٨٤ ـ ٨٨٧، ٨٨٨، ٨٩٠، ٨٩٨، ٩٠٢، ٩٠٣، ٩٠٦، ٩٠٨، ٩٠٩۔

(س)

سانحه : ٦٨٧۔

سقایت : ١٦٣۔

سلب (مقتول کا چھینا ہوا مال) : ٣٥٦، ٣٥٩، ٣٦١، ٣٦٢۔

(ص)

صاع : ٥٨، ١١١، ٣٦٩، ٦٨٦، ٧٢٠، ٧٥٣، ٧٥٥، ٧٥٧، ٧٥٨، ٧٥٩، ٧٦٠، ٧٦١، ٧٦٢، ٧٦٣، ٧٦٤، ٧٦٥، ٧٦٦۔

صدقه : ١٨، ٢٢، ٢٩، ٢٧، ٣٠، ١٣١، ٣٠٢، ٣٣٨، ٣٦٥، ٣٨٦، ٣٣٠، ٣٣٢، ٣٣٣، ٣٨٧، ٣٩٣، ٥١٩، ٥٢٠، ٥٢١، ٥٢٣، ٥٢٣، ٥٢٥، ٥٣٢، ٥٣٥، ٥٣٦، ٥٣٧، ٥٣٨، ٥٣٩، ٥٤٢، ٥٤٣، ٥٤٥، ٥٤٦، ٥٤٧، ٥٤٨، ٥٤٩، ٥٥٠، ٥٥٢، ٥٥٣، ٥٥٤، ٥٥٥، ٥٥٦، ٥٥٧، ٥٦١، ٥٦٥، ٥٦٦، ٥٧٥، ٥٨٢، ٥٨٣، ٥٨٥، ٥٨٦، ٥٩٩، ٦٨٦، ٧٦٣، ٧٧٢، ٧٧٥، ٧٧٧، ٨٦٠، ٨٦١، ٨٦٣، ٩٠٠، ٩٠٨۔

صفی : ٧، ١٣، ١٥، ١٦، ١٧۔

(ض)

ضمان : ١١٠۔

marfat.com

Marfat.com

(ع)

عاشر : ۲۳، ۴۱، ۴۲، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۳۳، ۷۴۳، ۷۷۵، ۷۷۶
۷۷۸، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۶، ۷۹۰، ۷۹۴

عشر : ۳۸، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۷۷، ۸۱، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵،
۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۱، ۲۸۶، ۲۹۲،
۵۰۷، ۵۱۷، ۵۱۸، ۶۶۹، ۶۹۰، ۷۲۸، ۷۳۱، ۷۷۳
۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۸، ۷۸۴، ۸۳۳.

عشور : ۲۳، ۲۹، ۷۰۶، ۷۷۲، ۷۷۵، ۷۷۹، ۷۸۱، ۷۸۳
۷۸۴، ۷۸۵

عادی الارض ((بنجر زمین) : ۳۱۲، ۳۱۳، ۴۱۴

عرایا : (نیز عریه) ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷

(غ)

غنیمت:(نیز غنائم) ۷، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۳، ۳۵،
۸۸، ۸۹، ۹۳، ۹۵، ۹۸، ۱۰۱، ۱۰۲، ۲۰۰، ۲۰۳،
۲۰۸، ۲۱۲، ۲۱۸، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۳۱،
۳۶۴، ۳۶۵، ۳۷۶، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۵، ۳۸۶،
۳۸۸، ۴۱۵، ۴۵۰، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶،
۴۵۷، ۴۶۱، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲،
۴۷۵، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۴، ۴۸۵،
۴۸۶، ۴۸۸، ۴۹۴، ۵۰۶، ۵۱۵، ۷۵۱

(ف)

فدیه : ۱۶۰، ۱۷۲، ۱۷۴، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۸۶،
۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۵، ۱۹۸، ۱۹۹،
۲۰۰، ۲۰۳، ۲۹۲، ۳۰۳، ۳۸۰، ۳۸۸، ۴۵۴،
۷۶۵، ۷۶۶

فرق : ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۶۳، ۷۶۴

فئی : ۷، ۱۳، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۳۵، ۳۷،
۸۳، ۸۸، ۸۹، ۹۱، ۹۵، ۱۰۱، ۱۱۲، ۱۲۲، ۱۲۳،
۲۱۲، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۵، ۳۳۱،
۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۸، ۳۵۱، ۳۵۴، ۳۶۲، ۳۶۴،
۳۶۵، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۶، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۵،
۳۸۶، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۷، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵،
۴۸۸، ۴۸۹، ۷۵۲، ۸۳۷، ۸۶۶.

(ق)

قباله : ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۸.

قسط : ۳۶۸، ۷۵۴، ۷۵۶، ۷۵۸

قفیز : ۵۹، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۸، ۷۵۷، ۷۶۰

(م)

مثقال : ۶۳۳، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۹، ۶۶۹، ۷۷۰

مُحَصِّل : ۸۸۱، ۸۸۴، ۸۹۴، ۸۹۵ ،

مُسِنّۃ : ۳۸.

مخترم : ۷۵۴

مُدّ : ۵۸، ۳۶۷، ۷۳۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۴
۷۶۶، ۷۶۷

مزابنه : (معین چیز کے بدله غیر معین اور بے اندازه چیز
کا تبادله) : ۵۵۰ ، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹

مُصَدِّق : ۵۸۱.

مکاتب : ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۵، ۶۸۲، ۶۸۳.

مکاتبین : ۹۰۱.

مؤلفة القلوب : ۸۵۱، ۸۵۴، ۸۷۴، ۸۹۴، ۸۹۶، ۸۹۷.

(و)

وسق : ۱۱۵، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۷، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۹
۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۵، ۷۱۷، ۷۲۵، ۷۳۱، ۷۳۳، ۷۵۲
۷۵۶، ۷۵۷، ۷۶۵

(ن)

نقل : ۲۷۸، ۳۱۶، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۹، ۳۶۰،
۳۶۱، ۳۶۳، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۹،
۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۶، ۸۶۰.

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المدد یا رسول اللہ ﷺ

شرعی عدالتی نظام کیلئے حوالہ کی بے مثال کتاب

شرح مجلة الاحكام العدليه (اردو ترجمہ)

(زیر طبع)

مجلة الاحکام الشرعیہ، وہ مشہور قانونی دستاویز ہے جسے خلافت عثمانیہ میں ترکی کے ماہرین قانون نے مرتب کیا ۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ فقہ اسلامی کے قسم المعاملات کو قانونی دفعات کی صورت میں ملکی عدالتوں میں رائج کر دیا جائے . یہ قوانین ترکی کے علاوہ حجاز، شام، عراق، اردن، مصر اور سوڈان کی عدالتوں میں ۱۹۱۸ء تک نافذ رہے ۔

اس مجموعۂ قوانین کی سب سے مفصل شرح علامہ خالد اتاسیؒ کی ہے . ادارہ نے اس کے اردو ترجمہ کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے . پہلی جلد طباعت کے آخری مراحل میں ہے . اعلیٰ کاغذ اور خوبصورت ٹائپ . ماہرین قانون کے لئے قوانین اسلام کا مستند ذخیرہ۔

مکمل فہرست عنوانات ، اور تفصیلی اشاریے

لائبریریوں، طالبان علم، اور تاجران کتب کیلئے خصوصی رعایت

رجوع کیجیئے :

سرکولیشن منیجر ۔ ادارہ تحقیقات اسلامی ، پوسٹ بکس ۱۰۳۵ اسلام آباد۔

marfat.com

Marfat.com

سیرت نبویؐ اور فقہ اسلامی پر ایک گرانقدر کتاب کا اضافہ
تحقیقات اسلامی کے میدان میں **ڈاکٹر محمد حمیداللہ** ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں
ان کے برسوں کے مطالعہ کا نچوڑ

خطبات بہاول پور

ان تاریخی خطبات پر مشتمل ہے جو انہوں نے ۱۹۸۰ء میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں مندرجہ ذیل اساسی موضوعات پر دیئے تھے۔

- تاریخ قرآن مجید
- تاریخ حدیث شریف
- تاریخ فقہ
- تاریخ اصول اجتہاد
- اسلامی قانون بین الممالک
- دین (عقائد، عبادات، تصوف)
- عہد نبویؐ میں مملکت اور نظم و نسق
- عہد نبویؐ میں دفاع اور غزوات
- عہد نبویؐ میں نظام تعلیم
- عہد نبویؐ میں نظام تشریع و عدلیہ
- عہد نبویؐ میں نظام مالیہ و تقویم
- عہد نبویؐ میں تبلیغ اسلام اور غیر مسلموں سے برتاؤ

اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جو ایک تعلیم یافتہ، باشعور اور باخبر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیئے۔
اسلوب تحریر شگفتہ اور سلجھا ہوا، اور انداز افہام و تفہیم کا ہے۔
زیر نظر ایڈیشن مؤلف کی بھرپور نظرثانی، تصحیحات، توضیحی نقشوں اور کتابیات و اشاریہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

کمپوٹرائزڈ ٹائپ، بہترین آفسٹ پیپر، صوری اور معنوی ہر دو لحاظ سے
نادر علمی تحفہ،

صفحات ۴۸۰ — قیمت ۱۲۵/۰۰ روپے

لائبریریوں، طالبان علم اور تاجران کتب کیلئے خصوصی رعایت۔

آج ھی طلب کیجئے:-
سرکولیشن منیجر، ادارہ تحقیقات اسلامی، پوسٹ بکس ۱۰۳۵، اسلام آباد

مطبع: ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی پریس، اسلام آباد